تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد سوم

اس جلد کے تین حصے ہیں جنکے نام یہ ہیں:

(۱) بابر نامہ اس میں خاندان تیموریہ کے انساب وتیمور کا بالاجمال حال اور ہندوستان کے فتح کرنیکا ذکر بالتفصیل اور ظہیر الدین محمد بابر شاہ غازی فردوس مکانی کا بیان ہے۔

(۲) شگرف نامہ ہمایوں اس میں نصیر الدین محمد ہمایوں جنت آشیانی کا حال روز ولادت سے ایران کے جانے تک ہے

(۳) رزم نامہ شیر شاہی اسمیں شیر شاہ کا حال از ابتدا تا انتہا اور خاندان سور کے تمام بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان ہے

مصنفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ میں طبع ہوئی ۱۹۱۶ء

قیمت فی جلد [illegible]

فہرست کتب موجودہ بک ڈپو

تاریخ ہندوستان (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب شمس العلما مرحوم دہلوی) یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ ۔ ۱۰ جلدوں میں (جن میں سے جلد سوم کتاب ہذا قیمتی عہ ۱۲ ر ہے) بہ تفصیل ذیل :-

جلد اوّل (صفحہ ۴۱۲) جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) عرب جاہلیت (۴) ایک سو اٹھارہ خاندان سلاطین اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنی (۷) خاندان غوری قیمت عہ

جلد دوم (۴۰۶) صفحات ہیں اور مضامین یہ ہیں (۱) خاندان خلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغلق کی تاریخ (۳) سلاطین سادات اور لودھی کی تاریخ قیمت عہ

جلد چہارم اس کے دو حصے ہیں حصہ اوّل میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور حصہ دوم میں (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ گولکنڈہ (۴) تاریخ سلاطین عمادیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر (۶) ضمیمہ تاریخ دکن و پرتگیزوں کی تاریخ (۷) تاریخ دکن کا ریویو قیمت عہ

جلد پنجم اقبال نامہ اکبری جس میں شہنشاہ اکبر کا حال تمام وکمال لکھا ہے قیمت عہ

جلد ششم کارنامہ جہانگیری جس میں شہنشاہ جہانگیر کا کل حال لکھا ہے قیمت عہ

جلد ہفتم ظفر نامہ شاہجہاں جس میں شہنشاہ شاہجہاں کا حال از اوّل تا آخر مندرج ہے قیمت عہ ۱۲ ر

جلد ہشتم بادشاہ نامہ عالمگیر یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اوّل سے آخر تک درج ہے قیمت عہ ۱۲ ر

جلد نہم و دہم زوال سلطنت تیموریہ ۔ عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک ۔ اور خاتمہ مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل انکا کیا حال ہے ۔ ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان دہلی میں پایہ تخت کا بدلنا اور اسکی عمارات کی مفصل کیفیت قیمت ہر دو جلد یعنی نہم و دہم عہ

کل تاریخ کی قیمت (عہ) ہوئی ، مگر ہر حصہ بجائے خود تاریخ ہے کچھ اور حصوں پر موقوف نہیں

پتہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (ج)

جلد سوم

جلد سوم کے تین حصے ہیں اوّل حصہ میں بابرنامہ حصہ دوم میں شگرف نامۂ ہمایوں حصہ سوم میں رقم تاریخ شیر شاہی ہے حصہ اوّل میں خاندان تیموریہ کے انساب اور سارا حال اوّل سے آخر تک ظہیر الدین محمد بابر شاہ غازی کا لکھا ہے حصہ دوم میں ہمایوں کا حال روز ولادت سے ہندوستان سے ایران کے جانے تک مرقوم ہے حصہ سوم میں شیر شاہ کا حال از اول تا آخر اور خاندان سور کے بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان کیا ہے حصہ اول زیادہ تر تزوک بابری سے جس کو طبقات بابری بھی کہتے ہیں تالیف کیا گیا ہے اس کا مصنف خود حضرت فردوس مکانی (بابر) ہے۔ حصہ دوم اکبرنامہ ابوالفضل و تذکرۃ الواقعات جوہر جس کو تاریخ ہمایونی بھی کہتے ہیں تحریر کیا ہے حصہ سوم تاریخ شیر شاہی سے جس کو تحفۂ اکبر شاہی بھی کہتے ہیں اُس کا مصنف عباس خاں سروانی ہے زیادہ تر تالیف ہوا ہے باقی ہر حصہ میں کتب مفصلہ ذیل سے اضافہ مضامین کیا گیا ہے (۱) اکبرنامہ ابوالفضل (۲) حبیب السیر (۳) روضۃ الصفا (۴) لب التواریخ خافی خاں (۵) تاریخ فرشتہ (۶) تاریخ رشیدی حیدر مرزا دوغلات (۷) منتخبات التواریخ بدایونی (۸) طبقات اکبری (۹) تاریخ داؤدی عبداللہ (۱۰) ہمایوں نامہ خوندمیر (۱۱) ظفرنامہ علا یزدی (۱۲) تاریخ سلاطین افغانیہ مصنفہ احمد یادگار (۱۳) مخزن افغانی اور تاریخ خان جہاں لودی مصنفہ نعمت اللہ (۱۴) متعدد انگریزی تواریخ ہند

فہرست مضامین بابر نامہ ۱ سے ۲ تک

ترتیب انساب خاندان تیمور ۲ سے ۲۰ تک

امیر تیمور صاحقران گیتی ستان ۲۰ سے ۳۳ تک

باب دوم بابر نامہ ۳۳ سے ۱۲۶ تک

فہرست مضامین شگرف نامۂ ہمایوں

باب سوم ۱۲۷ سے ۲۳۶ تک

فہرست مضامین رزم نامہ شیر شاہی

سلطنت خاندان سور شیر شاہ ۹۴۷ھ سے ۹۵۲ تک

حسن خاں کی اولاد اور فرید خاں سے اس کی ناراضی اور فرید کی تعلیم۔ فرید کا انتظام باپ کی جاگیر پر۔ سوتیلی ماں کی شکایت سے باپ کا فرید سے ناراض ہونا۔ فرید خاں کا باپ کے بزرگوں کا چھوڑنا فرید خاں کا آگرہ جانا۔ اور دولت خاں کا نوکر ہونا۔ سلیمان خاں حاکم چونڈ پاس جانا۔ فرید خاں کا بہار خاں پاس جانا۔ شیر خاں کا جنید برلاس پاس جانا۔ اور اپنے پرگنوں پر قبضہ پانا۔ شیر خاں کا شہنشاہ بابر پاس جانا شیر خاں کا دوبارہ سلطان محمود پاس جانا اور بہار کا بالکل مالک ہونا۔ شیر خاں کا لشکر بنگال پر فتح پانا۔ لوحانیوں اور شیر خاں کے درمیان عداوت۔ شیر خاں کا ملک بہار پر قبضہ پانا۔ شیر خاں کا بنگال کی سپاہ سے لڑنا اور فتح پانا۔ قلعہ چنار پر شیر خاں کا قبضہ۔ سلطان محمود کا بہار میں آنا اور شیر خاں کا دغا دینا۔ چنار کا قلعہ اور شیر خاں۔ شیر خاں کا خطاب حضرت اعلیٰ رکھنا۔ شیر خاں کو لی بی فتح ملکہ کا خزانہ ہاتھ آنا۔ شیر خاں کا حملہ بنگال پر۔ قلعہ رہتاس پر قبضہ۔ ہمایوں اور شیر شاہ کے پیغام سلام اور لشکر کی تیاریاں۔ سلطان محمود کا آنا اور مرنا۔ بادشاہ کے لشکر کا آگے بڑھنا اور شیر شاہ کا دیکھنا۔ شیر شاہ اور سیف خاں کی باتیں اور سیف خاں کا ہمایوں کے ہراول سے لڑنا۔ شیر شاہ کا خزانہ اور جلال خاں کا بلانا۔ بنارس اور قنوج و سنبھل تک افغانوں کے قبضہ میں ملک کا آنا۔ شیر شاہ کا لشکر جمع کرنا۔ مغلوں کے ساتھ لڑنے کے لئے شیر شاہ کا اپنی قوم کے امرا سے صلاح و مشورہ۔ شیر خاں کی فتح اور ہمایوں کی شکست۔ شیر شاہ کا خطاب شیر خاں کا بنگالہ پر قبضہ اور ملک مالوہ کے معاملات۔ خانخاناں یوسف خیل کا قتل قطب خاں کا لڑائی میں مارا جانا۔ ہمایوں اور شیر شاہ کی لڑائی اور شیر شاہ کی فتح۔ ہمایوں کا آگرہ سے بھاگنا۔ اور شیر شاہ کا اس طرف کے ملک پر قبضہ کرنا۔ بیرام خاں کا حال۔ شیر شاہ کا ہمایوں کو ہندوستان سے نکالنا شیر شاہ کی رعایت اپنی قوم کے ساتھ۔ قلعہ رہتاس کی تعمیر۔ شیر خاں کا بنگال جانا۔ مالوہ کی فتح ۹۴۹ھ ۱۵۴۲ء۔ ملو خاں کا بھاگنا شجاعت خاں کو منڈو کا دوبارہ شیر شاہ کا دینا۔ رائے سین کا قلعہ۔ فتح خاں کا گرفتار ہونا اور ملتان آباد ہونا۔ رائے سین کا محاصرہ۔ مارواڑ کے راجہ مال دیو سے لڑائی۔ قلعہ کالنجر اور شیر شاہ کی وفات شیر شاہ کے ملکی انتظاموں اور عادتوں کا بیان اور اور حالات۔ مذہب۔ تقسیم اوقات۔ شیر شاہ کا انصاف جس کے سبب سے سلطان عادل اس کا لقب ہے۔ قانون داغ۔ متفرق کام تحصیل زر کے قوانین۔ لشکر۔ عہدہ دار۔ سوداگروں و مسافروں کی حفاظت۔ بورچی خانہ۔ افغانوں کے ساتھ سلوک۔

سلطنت سلیم شاہ بن شیر شاہ سور ۹۵۲ھ سے ۹۶۰ھ تک

سلیم شاہ کا تخت پر بیٹھنا۔ امرا سے بادشاہ کی کدورت۔ بھائیوں کی خط کتابت و ملاقات۔ بھائی کے پکڑنے کی تدبیر میں ناکام رہنا۔ سلیم شاہ کا چنار میں خزانہ کے لئے جانا اور اپنے امیروں کا قتل کرنا سلیم شاہ

کی سلطنت کی وسعت اور اُس کا حاکم مالوہ اور حاکم ملتان سے حسد۔ پنجاب کی سرکشی۔ آگرہ اور دہلی میں نئی عمارات کا بننا۔ سپاہ کا پنجاب روانہ ہونا اور سرکشوں کا شکست پانا۔ سور کے خاندان میں امراء افغان کے اختیارات۔ شجاعت خاں کا بھاگنا اور بحال ہونا۔ پنجاب میں اعظم ہمایوں کی چند روزہ فتحیابی اور آخر کو خرابی ۹۵۴ھ-۹۵۵ھ۔ بادشاہ کا رہتاس جانا اور گھکروں سے لڑنا۔ بادشاہ کا قتل ہونے سے بچنا۔ نیازیوں کی سرکشی کا خاتمہ۔ مرزا کامراں کا اسلام شاہ پاس آنا۔ ہمایوں کی آمد کی خبر۔ بادشاہ کی ناراضی اُمراء سے۔ فرقہ مہدویہ۔ فرقہ مہدیہ و شیخ علائی۔ بادشاہ کی وفات۔ خصائل اسلام شاہ و انتظام سلطنت۔

ذکر فیروز شاہ بن سلیم شاہ ۳۶۶

فیروز شاہ کی تخت نشینی۔

ذکر سلطنت محمد شاہ سور مشہور بہ عدلی ۳۶۶ سے ۳۸۰ تک

محمد شاہ کی تخت نشینی۔ تاج خاں کی بغاوت و شکست۔ ہیموں کا حال۔ ابراہیم خاں کی بغاوت۔ سلطنت کی پریشان حالت۔ فرہ میں لشکر کا جمع ہونا اور لڑائی کا ہونا اور ابراہیم کا شکست پانا۔ قحط اور آتش زدگی۔ ہیمو اور ابراہیم کی لڑائی اور ابراہیم کا خاتمہ۔ محمد خاں گوریہ اور عدلی کی لڑائی۔ ہمایوں کا دہلی میں ہونا۔ ہیمو کا اکبر کے مقابلہ کے لئے جانا اور دہلی اور آگرہ دوبارہ لینا۔ خصائل عدلی۔ شیر شاہ بن عدلی۔ ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت کا خلاصہ۔

ہمایوں ایران میں ۳۸۰ سے ۴۰۱ تک

ہمایوں کا ایران میں بمجبوری جانا۔ امیر سیستان۔ شاہ ایران کے حکم کے موافق ہمایوں کی مدارات راہ میں۔ فرمان شاہ طہماسپ بنام محمد خاں شرف الدین اوغلی حاکم خراسان۔ ہرات میں ٹھہرنا۔ مشہد مقدس کی زیارت۔ بہرام خاں کا پہلے شاہ ایران پاس بھیجنا اور اُس کی مدارات۔ ہمایوں قزوین۔ بادشاہوں کی ملاقات۔ سازشیں ہمایوں کے خلاف۔ بادشاہوں کا ملنا۔ ہمایوں کی تیاری قندھار کے لئے۔ طہماسپ و ہمایوں کے معاملات پر ریویو۔

ہمایوں افغانستان میں ۴۰۱ سے ۴۸۱ تک

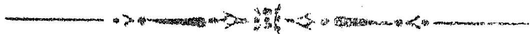
شاہ ایران کی فوج کی موجودات۔ ہمایوں کے بھائیوں کا ذکر۔ گرم سیر کی فتح۔ قلعہ بست کی فتح۔ مرزا کامراں کی تیاری اور شاہزادہ اکبر کا قندھار سے کابل آنا۔ قندھار کے قریب لڑائیاں۔ قندھار کا محاصرہ۔

بیرام خاں کا کابل پہنچنا۔ قندھار کا ایرانیوں کو حوالہ کرنا۔ مرزا کامراں کا تنہا رہجانا۔ مرزا عسکری کا بھاگنا
اور پھر آجانا اور ولایت قندھار کا تقسیم ہونا۔ مرزا کامراں کا قاصد بھیجنا اور غزنین کو بھاگنا اور ہمایوں کا کابل
پر قبضہ کرنا شاہزادہ اکبر کا ختنہ۔ ایلچیوں اور امرا کا آنا۔ مرزا کامراں کا سندھ بھاگنا۔ یادگار ناصر
مرزا کا قید ہونا۔ ہمایوں کا بدخشاں جانا اور یادگار ناصر مرزا کا مارا جانا۔ ہمایوں کا شراب سے توبہ کرنا
بدخشاں کی قوم کا شکست پانا۔ ہمایوں کی علالت۔ خواجہ سلطان محمد رشیدی۔ مرزا کامراں کا کابل پر قبضہ
اور ہمایوں کا قلعہ ظفر سے چلنا۔ کامراں کا سندھ میں جانا وہاں سے بادشاہ کی علالت سُن کر چلنا۔ غزنین
اور کابل کا لینا اور اُس کے ظلم اور ہمایوں کا آگے بڑھنا اور امرا کا اُس کے لشکر سے بھاگنا۔ کابل پر حملہ
کرکے ہمایوں کا شہر بند کا لینا۔ محاصرہ کا بڑھنا۔ کامراں کا ایک قافلہ کا لوٹنا اور اُس کے لشکر کا جدا ہونا
مرزا کامراں کی وحشیانہ حرکات۔ کامراں کا تنگ ہوکر صلح کا پیغام بھیجنا۔ ہمایوں کا کابل پر قبضہ پانا۔
کامراں کا بدخشاں بھاگنا اور یہاں سے قوم اوزبک پاس جانا۔ ہمایوں کا کابل میں داخل ہونا اور شہر کا
لٹوانا اور کامراں کے تعاقب میں لشکر بھیجنا اور کامراں کا بلخ سے فوج لے کر آنا۔ بدخشاں پر مرزا کامراں کا
حملہ۔ ہمایوں کا کامراں سے لڑنے کے لئے جانا۔ ہمایوں کی سپاہ میں سرکشی اور امرا میں سازشیں۔ ہمایوں
کا لشکر جمع کرنا اور حاکم بدخشاں کا بادشاہ کا طرفدار رہنا۔ مرزا کامراں کی ملاقات۔ جاگیروں کا مقرر کرنا۔
کابل میں مراجعت۔ کشمیر سے مرزا حیدر کی عرضداشت کا آنا۔ مرزا الغ بیگ کا شہید ہونا ۹۵۵ھ کے اور
واقعات۔ بلخ کی مہم۔ ایبک کا محاصرہ اور اُس کا فتح ہونا۔ ہمایوں کا توقف۔ اوزبکوں کا ناگہاں بادشاہی
لشکر پر حملہ۔ مرزا کامراں۔ ہمایوں کا ارادہ مراجعت کا۔ بادشاہ کا جاڑے میں رہنا اور مرزا کامراں کا
بدخشاں و قندوز پر حملہ کرنا۔ اور اُس کے حالات و معاملات۔ کابل سے بادشاہ کا کامراں سے لڑنے
کے لئے جانا اور کابل میں سازشیں۔ بادشاہ کا کوچ اور لشکر کا تقسیم کرنا۔ بادشاہ پر کامراں کا حملہ۔ بادشاہ
کے لشکر کا مستعد نہ ہونا۔ مرزا کامراں کا کابل پر قبضہ اور اور حالات۔ ہمایوں کی لڑائی کامراں سے۔ کامراں
کا شکست پانا اور بھاگنا۔ مرزا کامراں کی آوارگی اور اُس کی کوششیں سلطنت کے لئے۔ بیرام خاں اور
حاجی محمد خاں کی ملاقات۔ مرزا کامراں کا تعاقب۔ افغانستان کا امن و امان۔ کامراں پر ہمایوں کی
لشکر کشی۔ مرزا ہندال کا کشتہ ہونا۔ مرزا کامراں کی جستجو۔ کامراں و ہمایوں کے لشکر کی لڑائی۔ ہمایوں
کا بنگش جانا۔ گکھر کا پیغام کامراں کے حوالہ کرنے کا۔ گکھڑوں کا حال۔ کامراں کا سلیم شاہ پاس آنا
مرزا کامراں کی گرفتاری۔ مرزا کامراں کے سزا دینے کا مباحثہ۔ مرزا کامران کے اندھے ہونے کا
بیان۔ باقی حالات مرزا کامراں کے۔ مرزا کامراں کا مکہ معظمہ جانا۔ بادشاہ کا کشمیر کا ارادہ اور

سپاہ کا بھاگنا۔ قلعۂ پشاور۔ ہمایوں کی حالت کا بدلنا۔

ہمایوں کا دوبارہ ہندوستان کا فتح کرنا اور موت ۴۸۲ سے ۷۰۵ تک

بیرام خاں کا بادشاہ پر بدگمان ہونا۔ بیرام خاں کا ہندوستان کی مہم مین شریک ہونا۔ ہندوستان کی فتح کا شگون۔ بیرام خاں کا بادشاہ پاس آنا اور مہم ہندوستان پر روانہ ہونا۔ ہندوستان کی حالت۔ ہمایوں کا سندھ سے پار اُترنا اور رہتاس اور پنجاب پر قبضہ کرنا۔ ہمایوں کا لاہور پر قبضہ فتحیابی کے ساتھ ہمایوں کا آگے بڑھنا۔ ہندوستان میں فساد۔ بیرام خاں کا ستلج سے پار اُترنا اور جنگ ماچھیواڑہ۔ سکندر شاہ کا سپاہ لے کر ہمایوں سے لڑنا۔ شاہزادہ اکبر کے نام فتحنامہ لکھا جانا خواجہ معظم۔ ہمایوں کا تخت سلطنت پر دوبارہ بیٹھنا۔ جاگیروں کی تقسیم۔ جلدی سے اضلاع کا مطیع ہونا۔ قنبر دیوانہ۔ بیانہ کا حوالہ ہونا۔ مرزا سلیمان کی ناسپاسی۔ پنجاب میں ابوالمعالی کی بداعمالی وفات حضرت ہمایوں۔ ہمایوں کی موت کا اخفا۔ شورش عظیم کا برپا ہونا۔ ہمایوں کی خصائل وعادات ولیاقت وانتظام ومخترعات۔ مذہب۔ ریویو۔ فقط



بسم اللہ الرحمن الرحیم

بابر نامہ

تمہید

ہندوستان میں خاندان تیموریہ کی سلطنت جس کو سلطنت مغلیہ کہتے ہیں

میں اب عموماً خاندان تیموریہ کی سلطنت کا حال لکھونگا اور خصوصاً اُن چھہ بادشاہوںکی فرمانروائی کا ذکر تفصیل و بسط سے بیان کرونگا جنھوں نے دوسو برس کے عرصہ تک بابر کے حملہ سے اورنگ زیب کی وفات تک سلطنت کی۔ ان پانچ بادشاہوں یا بر۔ اکبر۔ جہانگیر شاہجہاں اورنگ زیب نے ہندوستان میں جس شان و شوکت و سطوت و حشمت و عدالت و نصفت کے ساتھ سلطنت کی اس کی نظیر ایشیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی اس خاندان کی سلطنت کی ترقی و تنزل کے زمانہ آخر تین صدیوں کے اندر واقع ہوئے ہیں دنیا کی تاریخ میں یہ تین صدیاں بھی عجیب و غریب شمار کی جاتی ہیں اُن میں اہل یورپ نے جو اپنی عقل و دانش کے جوہر دکھائے ہیں وہ پہلے کبھی نہیں دکھائے انہوں نے ایک نئی دنیا (امریکہ) کو منکشف کیا۔ کیپ گڈہوپ کے راستہ سے اپنے لیے ہندوستان کی راہ نکال لی جس سے اُنکی صولت و دولت کو بڑی ترقی ہوگئی۔ ترکوں نے قسطنطنیہ کو فتح کرلیا جس سے یونانی۔ عربی عالموںکا علم مغرب میں پھیل گیا۔ اور قدیمی علوم میں ایک جان تازہ پڑگئی۔ چھاپہ کی ایجاد اور ترقی نے ادنیٰ اور اعلیٰ میں علم کو پھیلا دیا۔ یورپ میں مذاق علمی پیدا کردیا۔ یورپ نے اپنے مذہب کی اصلاح کی۔ باہم سلطنتوں کی قوتوں کی موازنت کا اصول قائم کیا جس سے زبردستوں کے ناحق ستانے کا اختیار زبردستوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ترکوں کی فتوحات کو جو قدم بڑھائی چلی جاتی تھیں روک دیا۔ ان صدیوں میں یورپ نے تو معاش و معاد کے لیے اپنی ترقی کا یہ سامان عظیم پہنچایا۔ مگر اُس کے

بالعکس ایشیا نے اپنے تنزل کا سامان جمع کیا انہیں صدیوں میں یہ ہوا کہ چنگیز خاں اور امیر تیمور نے جو عظیم الشان اور وسیع سلطنتیں قائم کی تھیں وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں اور ایک دوسرے کی جانی دشمن ہوگئیں اور باہم غالب و مغلوب اور فاتح و مفتوح ہونے لگیں۔ یورپ و ایشیا میں عثمانی ترکوں کی سلطنت کی کساد بازاری شروع ہوگئی مگر خاندان صفویہ ایران نے عراق آذربائیجان۔ فارس خراسان وغیرہ پر فتوح حاصل کیں اور ازبک قوموں نے تیمور کی اولاد کو سلطنت سے محروم کیا اور ماوراءالنہر میں اپنی سلطنت کی قائم کی جو اب تک چلی جاتی تھی۔ بابر اپنی آبائی سلطنت سے محروم ہوا۔ اور کابل قندھار کو فتح کر کے اُسنے ہندوستان میں اپنے خاندان کی سلطنت کا سلسلہ ایسا جمایا کہ اس کے خاندان کی شہنشاہی کا قائم مقام برائے نام بے تاج و تخت و ملک ۱۸۵۷ء تک قائم رہا۔ آخر صدی میں اس کے خاندان کی سلطنت پر زوال آنا شروع ہوا۔ اور انگریزی سلطنت کا عروج ہوا

ترتیب انساب خاندان تیمور

جب صاحبقران امیر تیمور کے خاندان عالی کی سلطنت کا ذکر ہو تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حسب نسب کا بھی بیان کچھہ ہو۔ اس کو ہم ان اعلیٰ درجہ کی تاریخوں سے منتخب کر کے لکھتے ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں ظفرنامہ مولانا شرف الدین یزدی۔ انساب الترک ابوالغازی خاں۔ الانساب معز روضۃ الصفا حبیب السیر اکبرنامہ منتخب اللباب۔ خافی خاں۔ تاریخوں میں نقل پرستی کا مذہب توں سے چلا آتا ہے۔ مورخ خود محقق کمتر ہوتے ہیں مگر ناقل اکثر ہوتے ہیں۔ ان اوپر کی تاریخوں میں مضمون واحد ہی مگر عبارتیں مختلف ہیں۔ ہم اس نقل کے بعد انساب الترک کا بیان کسی ضمیمہ میں لکھیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ زمانہ حال کے محقق اُن کے باب میں کیا لکھتے ہیں۔

بالاتفاق تواریخ مذکورہ بالا یہ لکھتی ہیں کہ حضرت یافث جو حضرت نوح کے فرزند رشید ہیں اُنسے تیمور کے خاندان کا سلسلہ ملتا ہے۔ بلاد شرق اور ترکستان کے تمام خاندان انہیں سے منسوب ہوتے ہیں اُن کو ابوالترک کہتے ہیں اور بعض مورخ ان کو ابو نجہ خاں لکھتے ہیں جس وقت حضرت نوح کی کشتی جودی پر سلامت رہی تو سوق الثمانین سے حضرت یافث مع اہل و عیال بلاد مشرق و شمال کو رخصت ہوئے یہی ملک اُن کے نام پر نامزد ہوا۔ اُسنے باپ سے التماس کی کہ کوئی دعا اس کو ایسی سکھا دیں کہ جب وہ چاہے تو مینھہ برسنے لگے۔ حضرت نوح نے ایک سنگ اُس کو دیا جس کی خاصیت مینھہ برسانے کی تھی

انساب الترک

اسم اعظم کا لطیفہ اس پر اضافہ کیا۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ اسم اس پر کندہ تھا۔ کوئی کہتا ہے اس نے اس پر دم کر دیا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ فقط سادہ لوحوں کو یہ کہہ کر دم دے دیا تھا۔ ایسے پتھر ترکوں میں بہت ہیں اس کو وہ جدہ تاش کہتے ہیں اہل فارس اس کو سنگ یدہ اور اہل عرب اس کو حجر المطر کہتے ہیں۔

حضرت یافث نے ان حدود میں جاکر صحرا نشینی اختیار کی۔ اس سنگ کے ذریعہ سے مینہ کو جب چاہتے تھے برسا لیتے تھے جب زمانہ گزرا تو ان کے فرزند پیدا ہوئے اور انھوں نے ایسے شایستہ آئین جاری کئے کہ کوتہ اندیشوں کو بھی اُن سے تسلی ہوا اور والا فطرت بلند ہمتوں کو بھی مسرت افزائی ہو اُن کے گیارہ بیٹے تھے (۱) ترک (۲) چین (۳) سقلاب (۴) منسج جس کو منسک بھی کہتے ہیں (۵) کماری جس کو کیمال بھی کہتے ہیں (۶) خلج (۷) خرز (۸) روس (۹) سدسان (۱۰) غز (۱۱) یارج بعض کتابوں میں صرف آٹھ بیٹے لکھے ہیں سدسان۔ غز یارج کو خارج کر دیا ہے۔

حضرت یافث کے بیٹوں میں سب سے بڑا بیٹا ترک تھا ترک لوگ اس کو یافث اوغلان کہتے ہیں (ترکی زبان میں اوغلن کے معنی بیٹے کے ہیں) وہ سب اپنے بھائیوں میں زیادہ ہوشیار و کارگزار و رعیت پرور تھا باپ کے بعد وہی اس کا جانشین ہوا۔ اس نے مردمی و مردانگی و مظلوم پرسی کی داد دی۔ سارے ملک میں سیر کر کے اپنی اقامت کے لیے ایک جگہ مقرر کی جس کو سیلول یا سیلکا ترک کہتے ہیں یہاں کی سردی خوشگوار اور گرمی عافیت بخش اور مرغزار دلکش اور آب رواں کے چشمے جاری تھے۔ اس کے یہ اختراعات تھے۔ چوب گیاہ سے گھر کا بنانا اور خیمہ و خرگاہ کا تیار کرنا بہائم اور سباع کے پوست سے پہننے کا لباس سلوانا۔ اسی کے زمانہ میں کھانے میں نمک ڈالنے کی رسم یوں جاری ہوئی کہ ایک دن اس کا بیٹا توتک طعام کھاتا تھا کہ لقمہ اس کے ہاتھ سے گر پڑا زمین شور تھی لقمہ نمکین ہو گیا اُس نے اٹھا کر جو اُسے کھایا تو اس کو زیادہ مزہ دار معلوم ہوا اسطرح طعام میں نمک ڈالنے کی رسم جاری ہوئی۔ یہ آئین اُس نے جاری کیا کہ بیٹے کو باپ کے مال میں سے سوا شمشیر کے میراث میں کچھ ورثہ ملے اور باقی تمام مال بیٹی کو دیا جائے۔

ترک کے بہترین فرزندان میں النجہ خاں تھا۔ جب ترک کا بیٹا تہ عمر پر ہوا تو بزرگوں نے مشورہ کر کے اُس کو تخت سلطنت پر بٹھایا النجہ نے خرد و دوربین کو اپنا پیشوا بنایا اور اپنا زمانہ عدالت گستری میں گزرا۔ جب بوڑھا ہوا تو عزلت اختیار کی۔

دیپ باقوی

باپ کی عزلت کے بعد دیپ باقوی باپ کے اشارہ سے فرماں روا ہوا۔ دیپ کے معنی تخت وجاہ کے اور قوی کے معنی بزرگ کے ہیں۔

گیوک خاں

اس کا فرزند رشید گیوک خاں تھا۔ باپ نے مرتے وقت سریر خانی اسی کو عنایت کیا وہ سلطنت کی قدر جانتا تھا اس کے حق ادا کرنے میں اہتمام خوب کیا۔

النجہ خاں

النجہ خاں اس کا بیٹا تھا آخر عمر میں اس کو ولیعہد کیا اس نے داد و دہش بے اندازہ کی اور اس کے زمانہ میں ترک صاحب نعمت و ثروت ہو گئے اور دنیا میں ایسے مست ہوئے کہ عقل کی راہ سے غافل ہوئے جب اس طرح ایک مدت گزری تو اس کے دو بیٹے توام پیدا ہوئے جن میں ایک کا نام مغل اور دوسرے کا نام تاتار رکھا مغل اصل میں مونگ قول تھا جس کے معنی فرمانبردار و سادہ دل کے ہیں جب یہ دونوں کاردان و سمجھدار ہوئے تو اس نے اپنے ملک کے دو حصے کیے ایک نصف مغل خاں کو اور دوسرا نصف تاتار خاں کو دیا جب یہ بزرگوار انتقال اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو دونو بھائی آپس میں موافقت کر کے اپنے اپنے ملک میں سلطنت کرنے لگے تاتار خاں تیمور کو کچھ تعلق تاتار اور اُسکے آٹھ شعبوں سے نہیں ہے اس لیے اُس کا حال ہم کچھ نہیں لکھتے اور مغل اور اس کے فرزندوں کے احوال کی شرح لکھتے ہیں مغلوں کا معمول ہمیشہ باپ دادا کے سلسلۂ نسب کو محفوظ رکھتے تھے اور اپنی اولاد کو اُسے سکھاتے تھے اور دفاتر اور اوراق میں اُسے کتابت میں لاتے تھے اسی سبب سے ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے انساب کی کتابیں بہت سی ہیں اور اُن کے نیچے بچے کا خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی نام لکھا ہے مغل خاں دانا فرمانروا تھا۔ اس نے اپنے ملک میں رعیت کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ رعایا کے دل اس کی بندگی و رضا جوئی کے طالب ہو گئے اور اس کی اچھی خدمتیں کرنے لگے مغل کے نو شعبے تھے جنہوں نے سلطنت کی اول اُن میں مغل خاں اور آخر ایل خاں تھا۔ یہ نو شعبے ایسے ٹھہرائے تھے کہ مغل نو کے عدد کو کل اشیاء کی تعداد کے لیے مبارک اور فرخندہ سمجھتے تھے مغل خاں کے چار بیٹے تھے قرا خاں آذر خاں۔ کر خاں۔ اوز خاں۔

قرا خاں

سب بھائیوں میں قرا خاں عمر میں بڑا تھا اور جہانداری کے شغل میں ممتاز تھا باپ کے مرنے کے بعد وہی اورنگ فرمانروائی پر بیٹھا اور قراقرم میں جو دو پہاڑوں ارتاق و کرتاق کے درمیان واقع تھا اس نے رہنے کے واسطے ییلاق اور قشلاق مقرر کیا قشلاق ان گرم مکانوں کو کہتے ہیں

کہ ان میں سردی میں رہیں ییلاقات سرد مکانوں کو کہتے ہیں جن میں کہ گرمی میں رہیں۔

قراخان کا فرزند گرامی آغوز خان تھا۔ قراخان کی فرمانروائی کے زمانہ میں خاتون بزرگ سے پیدا ہوا تھا۔ تاریخوں میں افسانہ گزاروں نے جو اس کے نام رکھے اور خداپرستی کی راہ چلنے کے افسانے لکھے ہیں اُن کی نسبت ابوالفضل لکھتا ہے کہ خرد انصاف گزیں ان کے قبول کرنے میں اقبال نہیں کرتی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ خرد دوست خداپرست معدلت گستر تھا۔ اس نے ایسے نیک و شائستہ قوانین مقرر کیے کہ جن سے اختلافات خلائق کا انتظام و التیام ہوا اس کو ملوک ترک میں ایسا سمجھنا چاہیئے جیسا کہ ملوک عجم میں جمشید کو وہ اپنی فرہنگ درست و ہمت بلند و بخت ارجمند و شجاعت ذاتی سے ملک ایران و توران و روم و مصر و شام و افرنج کو اپنے حیطۂ تصرف میں لایا اور اکثر خلقت اُس کے سایہ عاطفت میں آئی اور اس نے ترکوں کے لقب کسی نہ کسی مناسبت کے سبب سے رکھے ہیں کہ وہ ابتک نام زد خلائق ہیں مثل الیغور۔ قانقلی یا قانعلی قپچاق۔ قارلیغ۔ خلج وغیرہ الیغور کے معنی پیوستن بایکدگر عہد بستن کے ہیں۔ مذہبی فسادوں میں جو ترک اس کے ساتھ رہے ان کا یہ نام رکھا قانقلی یا قانقلی گردوں (چھکڑے) کو کہتے ہیں لڑائی میں جن ترکوں نے لوٹ کے مال لیجانے کے لیے اپنی عقل سے گردوں (چھکڑا) ایجاد کیا تھا اُنکا نام قانعلی رکھا۔ ایک شکست میں زن حاملہ جس کا خاوند مارا گیا تھا کھوکھلے درخت میں جاکر چھپی اس کے بیٹے سے جو اولاد ہوئی اس کا لقب قپچاق رکھا قپق کے معنی کھوکھلے درخت کے ہیں۔

ایک لڑائی میں کچھ ترک برف کے سبب سے آغوز خان سے پیچھے رہ گئے تھے اُن کا نام قارلیق رکھا جس کے معنی صاف برف کے ہیں۔ ایک لشکرکشی میں ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا مگر کھانا نہ ملنے سے ماں کے دودھ نہ تھا صحرا میں ایک شغال نے تدرو کو پکڑا اس کو چھینا کر کباب اس کے عورت کو کھلائے تو اس کی چھاتیوں میں دودھ اترا۔ جب آغوز خان کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ یہ عورت ہمارے ساتھ رہے۔ اس کی اولاد کا نام خلج رکھا جس کے معنی ہیں اے زن بماں خلج کو قلج بھی لکھتے ہیں۔

آغوز خان کے چھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ کن خاں۔ آئی خاں۔ یولدوز خاں۔ کوک خاں۔ طاق خاں۔ تنگیز خاں۔ آغوز خاں کی اولاد اور احفاد کی توالد و تناسل سے

منغلوں کے چوبیس شعبے ہو گئے بعض اُن میں ولایت ماوراء النہر و خراسان میں متوطن ہوئے وہاں کی آب و ہوا کے اقتضا سے اور مشیت ایزدی سے اُن کی اولاد کے چہرہ اور بشرہ کی ترکیب بدل گئی ان کو لوگ ترک مان یعنی ترکوں کی مانند کہنے لگے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ترکمان ایک علیحدہ قوم ہے کہ وہ ترکوں سے نسبت قرابت نہیں رکھتی اور ظفر نامہ کے مقدمہ کا سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ترکمان وہ قوم ہے جو منسک بن یافث کی نسل سے پیدا ہوئی ہے اس نے ترک بن یافث اور غز بن منسک کے محاربہ کے قضیہ کے آخر میں لکھا ہے کہ اس روز سے کہ بیغو بن غز اس لڑائی میں قتل ہوا ترکمانوں اور ترکوں میں کینہ باقی چلا آتا ہے۔ والعلم عند اللہ۔

یہ بھی ایک نقل ہے کہ جب آغوز خاں نے ممالک ایران و توران سے فراغت پائی اور اپنی یورت اصلی میں پھر آیا تو اس نے ایک بزم خسروانہ اور جشن بادشاہانہ ترتیب دیا اور ایک خرگاہ زرین بہت بڑا نصب کیا اور اس جشن میں تمام بزرگوں اور اشراف و اعیان و امراء و سرداروں کو بلایا اور اُن برتنوں میں جو اس نے ایجاد کیے تھے کھانا کھلایا۔ اسی محفل میں سپاہ کا دست راست جس کو ترکی میں برانغار اور عربی میں میمنہ کہتے ہیں اپنے تین بڑے بیٹوں کو اور دست چپ جس کو ترکی میں جرانغار اور عربی میں میسرہ کہتے ہیں چھوٹے بیٹوں کو عنایت کیا اُسنے تین بڑے بیٹوں کو بوزوق کا اور تین چھوٹے بیٹوں کو اُچوق کا لقب دیا اور ولیعہدی اور بادشاہی بڑے بیٹوں کے لیے اور اُنکی اولاد کے واسطے مقرر کی اور وکالت سلطنت چھوٹے بیٹوں کے لیے اور وجہ ان لقبوں کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آغوز خاں کے بیٹے شکار کھیلنے گئے تھے ایک کمان اور تین تیر زریں اُن کو ہاتھ لگے وہ اُن کو باپ کے روبرو لائے باپ نے تین بڑے بیٹوں کو کمان دی اور انہوں نے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور آپس میں اُن کو بانٹ لیا۔ اس لیے اُن کا لقب بوزوق (کمان) ہوا اور تیر تین چھوٹے بیٹوں کو دئے اس لیے اُن کا لقب اُچوق (تیر) ہوا۔ اور ترکوں کے نزدیک بوزوق (کمان) کا درجہ اُچوق (تیر) سے زیادہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کمان بادشاہ کا حکم رکھتی ہے اور تیر ایلچی کا ؎

چو تیر ایلچی آمد کمان بادشاہ بود ایلچی از شاہ کمتر بجاہ

آغوز خاں نے اپنے فرزندان ارجمند اور امراء اخلاص اندیش اور کل ملازموں پر نوازشہائے شاہانہ کیں اور وہ نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں جو ثبات دولت کی طرف رہنموں تھیں اور آمین تقرر

کیے کہ ان پر اس کی اولاد پشتہا در پشت چلے بہتر برس سلطنت کر کے اُس نے دنیا کو وداع کیا۔

وصیت کے موافق باپ کا جانشین کُن خاں ہوا۔ ازغوخاں وزیر اور قبل خواجہ کی تدابیر صائب کے موافق فرمانروائی کی کام روائی شروع کی۔ ان چھ بھائیوں میں سے ہر ایک کے چار بیٹے
کن خاں
تھے اس لیے کُن خاں کے چوبیس بھتیجے تھے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایسا نیک اُس نے سلوک کیا کہ وہ کیروار سلطنت میں ایک دوسرے کے مددگار رہتے۔ ستر برس سلطنت کی۔ آئی خاں کو اپنا ولیعہد مقرر کر کے وہ چل بسا (کن ترکی زبان میں آفتاب کو اور آئی ماہتاب کو کہتے ہیں) یہ باپ بیٹے
آئی خاں
اپنے خاندان کے آفتاب ماہتاب تھے۔

آئی خاں اپنے پدر بزرگوار کے آئین پر چلا اور خوش خوئی کے ساتھ عدالت کی اور دانش کے ساتھ کو دار نیک کیے۔

یلدوز خاں
آئی خاں کے مرنے کے بعد یلدوز خاں اُس کا جانشین ہوا جہانداری اور دادگستری میں پایہ بلند رکھتا تھا اُسکے عہد میں مغلوستان کی خلائق مرفہ الحال ہوگئی (یلدوز ترکی زبان میں ستارہ کو کہتے ہیں)

منگلی خاں
منگلی خاں باپ کا دوست دار بیٹا تھا اُس کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اپنے باپ دادا کے طریقوں کو اپنی حکومت میں برتا اور سر مو اس میں تجاوز روا نہ رکھا اور عنایت یزداں سے اور ایزد شناسوں کی ستائش سے وہ ممتاز ہوا۔

باپ کی وفات کے بعد تنگیز خاں امور سلطنت کا منتظم ہوا اور مغلستان میں دس سال تک
تنگیز خاں
سر پر تاج رکھا اس کا بڑا بیٹا ایلخاں تھا۔ باپ نے اپنی پیری اور ناتوانی کے زمانہ میں سلطنت کی عنان اسی کے ہاتھ میں دی تھی اور خود ایام کثرت کی عذرخواہی کے لیے گوشۂ وحدت میں بیٹھا۔ (تنگیز سیل و کشتی کو کہتے ہیں)

ایل خاں جب سریر آرا ہوا تو اُس نے وہ آئین اختیار کیے کہ جس سے عالم صوری کا انتظام ہوا اور ملک معنوی کی مراعات ہوا اور پراگندہ دل فراہم ہوں مگر اس پر یہ بلائے عظیم نازل ہوئی ترکستان
ایل خاں
اور ماوراء النہر پر تور بن فریدوں نے استیلا پایا اور سونج خاں ملک تاتار اور ایغور کے ساتھ اتفاق کر کے ایل خاں سے لڑا ایلقان مغلوں کے ساتھ حسن معاشرت رکھتا تھا اس لیے وہ دل و جان سے اس کی طرف سے لڑے اور بہت سے ترکوں اور ایغوروں اور تاتاریوں کو انہوں نے قتل کیا۔

اثنائے جنگ میں تور و تاتار سامنے سے ہٹ گئے۔ مکر و حیلہ سے روباہ بازی کر کے بھاگ نکلے اور
کچھ تھوڑی دور جا کر ایک نشیب میں اتر گئے اور آخر شب میں ناگہاں لشکر ایل خاں پر شبخون مارا
اور ایسی کوشش سے ایل خاں کے آدمیوں کی کشش کی کہ سوا ان چار آدمیوں کے کوئی اس
کے لشکر میں زندہ باقی نہ رہا۔ ایک اس کا فرزند دلنشیں قیان دوسرا اس کا پسر خال تکوز اور دو ان
کی حرمیں باقی رہیں مشکل تھا کہ کوئی آدمی زندہ سلامت رہتا مگر ان چار آدمیوں نے اپنے تئیں
مردوں میں ملا کر پنہاں کر دیا تھا اس لیے زندہ رہے۔ جب رات ہوئی تو یہ چاروں آدمی پہاڑ پر
گئے اور اس کی گھاٹیوں اور تنگ راہوں سے بڑی محنت و مشقت اٹھا کر ایک مرغزار میں پہنچے
جس میں خوشگوار چشمے اور مزہ دار میوے نظر آئے۔ اس مقام کو غنیمت سمجھ کر یہیں اقامت کی ترک
اس جگہ کو ارکنہ قون یعنی (کمربند) کہتے ہیں۔ یہ ہولناک واقعہ آغوز خاں کے مرنے سے
ہزار سال بعد وقوع میں آیا۔ اس سرزمین میں قیان اپنے ہمراہیوں سمیت بسر کرتا تھا۔ اولاد
کی کثرت ہوئی اور قبائل پیدا ہوئے۔ قیان کی اولاد کا نام قیات تھا۔ قیان کے معنی مغلوں
کی زبان میں سیل قوی کے ہیں کہ پہاڑ پر سے نیچے رواں ہو۔ پس قیان کو یہ نام بسبب کمال
شجاعت کے ملا تھا۔ قیات جمع قیان ہے اور تکوز کی اولاد کو درلگیں کہتے تھے یہ قیان کی اولاد
دو ہزار برس تک ارکنہ قوموں میں پڑی رہی اس زمانہ کا حال کچھ نہیں معلوم ہوا۔ اس زمانہ میں
نوشت و خواند کی رسم نہ تھی کہ کوئی تاریخ ہوتی تخمیناً دو ہزار سال گزرنے کے بعد نوشیرواں کے
آخر عہد میں قیات اور درلگیں جب باہر آئے کہ ارکنہ قون میں اس کے آباد رہنے کی گنجائش
نہ رہی جب انہوں نے یہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو ان کی راہ کو ایک پہاڑ نے جس میں معدن آہن
تھی روک رکھا تھا۔ عاقلوں نے سوچ کر بارہ سنگے کی کھالوں کی دھونکنیاں بنائیں اور کوئلوں
اور لکڑیوں سے آگ روشن کی ہوا نے آگ کو بھڑکایا اور آگ نے کوہ آہنی کو پانی کی طرح
بہایا اور اس سے گذرنے کی راہ نکل آئی پھر اس نے ملک تاتار وغیرہ کو بزور شمشیر لے لیا۔
اور سریر کامرانی و جہانبانی پر متمکن ہوئے۔ اس زمانہ کے تخمین کیش درست اندیش چار ہزار سال
کا تخمینہ کرتے ہیں کہ جس میں اٹھائیس نسلیں ان کی ہوئیں دو ہزار سال پیچھے اور گزرنے کہ جس
میں ان کی پچیس نسلیں ہوئیں۔ زمانہ حال کے تخمینہ سازان درست اندیش کے نزدیک

یہ دونوں تخمینہ بالکل غلط ہیں۔ یورپ کے مورخ اویرک کے بیانات کو ایک افسانہ جانتے ہیں تاریخ کے پایہ سے اُسے ساقط سمجھتے ہیں۔

مغلوں کی سرزمین مشرق میں ہے اور آبادی سے بہت دور ہے اُس کا دور اتنا بڑا ہے کہ سات آٹھ مہینے میں اس کے گرد سفر ہوتا ہے۔ اس کی حدود یہ ہیں: سرحد مشرقی اس کی سرحد خطا تک ہے۔ غربی سرحد زمین الغور تک۔ شمالی سرحد اس کی قرغز و سینگاری سے ملی ہوئی ہے اور جنوبی سرحد اس کی تبت سے متصل ہے۔ مغلوں کی خورش گوشت شکار۔ پوشش ان کی پوست بہائم و سباع۔

قیان کی نسل سے تیمور تاش ہے وہ سروری فرماندہی میں سربلند ہوا اور اس کا بڑا بیٹا منگلی خواجہ تاج دولت سے سرافراز ہوا اور مسند ریاست و عدالت پر بیٹھا۔ اس کا بڑا بیٹا یلدوز خاں ہے کہ وہ قیات اور درلگیں کے نکل آنے کے بعد امارت و سرداری سے سرافراز ہوا قیان کے بعد ان کے فرزند بطناً بعد بطن ارکنہ قون میں سروری قبائل رکھتے تھے۔ یلدوز خاں کے رفتہ رفتہ نصیبے نے ایسی یاری کی کہ کہ اولوس مغل کو آباد کیا اور والا شکوہ فرماں روا ہوا۔ اور مغلوں کے نزدیک وہ شخص درست نسب و رجاتی کے لیے شائستہ ہے کہ وہ اپنے نسب کو یلدوز خاں تک پہنچائے۔ یلدوز خاں کا پسر رشید جوئینہ بہادر ہے وہ باپ کے مرنے کے بعد تخت سلطنت پر کامیاب ہوا۔ مغلوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اس موسم میں سب جمع ہوتے ہیں جس میں کہ وہ ارکنہ قون کو آگ لگا کر قیات و درلگیں نکلے تھے تمام آلات آہن گروں کے اور دھونکنیاں اگ کوئلے جمع کرتے ہیں اور آہن سرد کو گرم کرتے ہیں اور پھر گرم کو سرد کر کے کوٹتے ہیں اور رات کو عیش و طرب و خرمی میں مشغول ہوتے ہیں اور اس موسم کو اپنے لیے ارم جانتے ہیں۔

النقوا کا قصہ دنیا کے عجیب قصوں میں سے ہے اور دنیا میں اب تک اس کے یقین کرنے والے بہت جیتے ہیں۔ النقوا جو بکتہ بہادر کی دختر قدسی اختر تھی قوم اس کی قیات نسل برلاس تھی خردی سے بزرگی تک اس کے حسن صورت و سیرت میں آفرینش ہی سے فطرت عالی و ہمت والا میں یگانہ روزگار رہی۔ دوست دشمن خویش و بیگانے اس کو بزرگ متقی خردپرور خداپرست سمجھتے تھے۔ انوار خداشناسی اس کے چہرہ سے نمودار تھے۔ جب وہ بالغ ہوئی تو اپنے چچا کے بیٹے سے جو مغلستان کا فرماں روا تھا بیاہی گئی اور اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک ملکدی دوسرا یک جدی۔ جب خاوند مر گیا تو وہ بیٹوں کی پرورش اور اولوس کی سروری و سر پیرائی میں متوجہ ہوئی۔

ایک رات یہ نور پروردہ الٰہی خواب راحت میں تھی کہ ناگاہ اس کے تاریک خرگاہ گھر میں ایک نور روشن ہوا اور یہ نور اس کے دہن وکام کی راہ سے اندر گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب وضع حمل ہوا تو رشتہ داروں اور عیان سلطنت نے لعن طعن اس پر شروع کی۔ النقوا نے تمام اکابر مغل کو جمع کر کے کہا کہ عالم الغیب میرے حال سے آگاہ ہے اور میری عصمت وعفت پر گواہ ہے۔ پھر اپنے حال سے مطلع کیا اور کہا جس کو شک ہو وہ چند روز میرے خرگاہ میں رہے تاکہ اس واقعہ کا حال اس پر روشن ہو جائے چند اشراف اس کے خرگاہ میں گئے انہوں نے دیکھا کہ خرگاہ کے روزن میں سے نور اندر آتا ہے اور پھر باہر جاتا ہے۔ بعد ازاں النقوا کا سچ کہنا سب پر روشن ہو گیا اور کسی کو اس کی عصمت وطہارت میں تردد باقی نہیں رہا جب حمل کے دن پورے ہوئے تو تین بیٹے پیدا ہوئے ایک بوقون قیقی یا یاقوت قیضی تھا تمام قوم قتقین اس سے پیدا ہوئی دوسرا یوسف شناجی تھا جس سے قبیلہ سالجیوت منشعب ہوا۔ سوم بورنجیر قاآن جس کی اولاد کو نیرون کہتے ہیں۔ یعنی از نو پدید آمدہ ان کو اقوام مغل میں بزرگ تر سمجھتے ہیں۔

بورنجیر قاآن

بورنجیر قاآن جد نہم چنگیز خاں قراچار نویاں کا اور جد چاردہم حضرت صاحبقران امیر تیمور کا ہے جب سن تمیز کو پہنچا نو توران زمین کی سریر سلطنت کو زینت دی ترک وتاتار وغیرہ جو بطریق ملوک طوائف زندگی بسر کرتے تھے دل وجان سے اس کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہوئے۔ اس نے اپنی تدابیر کی قوت سے پریشانی روزگار کو دور کیا عدالت واحسان کی داد دی اور خلقت کو ایک زمانہ دراز تک اپنی مردانگی اور فرزانگی سے آرائش وآسائش پہنچائی۔ جب تن سے جان جدا ہوئی تو اس کے دو بیٹے بوقا توقیا باقی تھے۔

بوقا خاں

اس کا بڑا بیٹا بوقا خاں تھا وصیت کے موافق باپ کا جانشین ہوا۔ اور مسند بادشاہی کو عدل وداد سے آراستہ کیا جہانداری اور گیتی ستانی کے قواعد اختراع کر کے دستور العمل شاہی بنایا نیز سلوک کے ساتھ اس طرح زیست بسر کی کہ خواص وعام اُس سے خوش وقت ہوئے۔

دوتمین خاں

اس کا پسر رشید دوتمین خاں تھا۔ اس کو اپنی زندگی میں ولیعہد کر دیا تھا۔ بعد باپ کے مرنے کے وہ بادشاہ ہوا۔ لوازم دارائی اور ملک افزائی میں کوشش کی۔ اس کے نو بیٹے تھے وہ جلد مر گیا اس کی بیوی کا نام منولون تھا اور عقل تدبیر میں یکتا تھی۔ وہ اپنے لڑکوں کو ایک گوشہ میں لیجا کر ان کی تربیت

میں مشغول ہوئی ۔ درلگیں کی قوم میں سے فرقہ جلائر نے منولون اور اس کے آٹھ بیٹوں کو قتل کرڈالا نواں بیٹا قایدوخاں تھا وہ اپنے چچا کی بیٹی سے بیاہ کرنے کے لیئے ماچین گیا ہوا تھا۔ اس لیے وہ بچ گیا اہل ماچین نے اس کی ایسی مدد کی کہ جلائر اپنی نادانی کے معترف ہوے اور ستر آدمیوں کو جو منولون اور اس کے بیٹوں کے قتل میں شریک تھے اُن کو اور اُن کے اہل وعیال کو باندہ کر انہوں نے قایدوخاں پاس بھیجدیا ۔ قایدوخاں نے اُن کی پیشانیوں پر داغ بندگی لگا کر چھوڑدیا اور ایک زمانہ دراز تک اُن کی اولاد کو بندگی میں رکھا ۔

قایدوخان ۔ بایسنغر خان ۔ تومنہ خان

ماچین کی مدد سے کچھہ مدت کے بعد قایدوخاں سریر سلطنت پر بیٹھا۔ تعلقت کی آبادانی میں سعی کی قصبے بسائے اور بہت کچھہ خیل وحشم جمع کیا گو اس کی لڑائیاں جلائر سے ہوتی رہیں مگر اس کی سلطنت مستقل ہوگئی جب مر گیا تو تین بیٹے چھوڑ گیا ۔ بڑا بیٹا بایسنغر خاں تھا ۔ وہ کاروائی اور رعیت کی سربراہی میں اور سپاہی پنے میں یگانہ تھا ۔ باپ کی وصیت کے موافق فرماں دہ ہوا۔ تومنہ خاں اس کا بڑا بیٹا تھا باپ کے مرنے کے وقت ملک اور دولت اسی کے سپرد کر گیا تھا سلطنت کو فروغ اس سے ہوا مردانگی خردمندی بزرگ منشی بردباری اس کے زمانہ کو رونق دیتی تھیں اُسنے اپنے ملک موروثی پر ممالک مغلستان و ترکستان کو اپنی تدبیر و شمشیر کے زور سے زیادہ کیا ۔ ترکستان میں کوئی اس کی برابر ہیبت وعظمت نہیں رکھتا تھا ۔ اس کی دو بیویاں تھیں ایک سے سات لڑکے پیدا ہوے ۔ اور دوسری سے دو توام جن میں سے ایک کا نام قبل اور دوسرے کا نام قاچولی تھا

قاچولی بہادر

قاچولی بہادر حضرت صاحبقراں کا جد ہشتم تھا اس کے خواب اور اُن کی تعبیریں بھی زمانہ گزشتہ کے عجیب اعتقادات دکھاتی ہیں ۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا قبل خان کی جیب وگریبان سے ایک ستارہ درخشاں نکلا اور آسمان پر جا کر تاریک ہوگیا ۔ وہی حال تین دفعہ بار بار رہا ۔ چوتھی دفعہ ستارہ نہایت روشن اس کے گریباں سے نکلا کہ اس سے تمام آفاق نورانی ہوگیا اور اس نے اپنے پرتو سے چند ستاروں کو روشن کردیا جن میں سے ہر ایک نے ایک ناحیہ کو منور کیا اور جب وہ کوکب نورانی ناپدید ہوگیا تو بھی اطراف جہاں پہلے سے روشن رہے جب اس خواب سے بیدار ہوا تو اس غیبی خواب کی تعبیر میں اپنے طائر اندیشہ کو پرواز دے رہا تھا کہ پھر سو گیا اور خواب میں یہ دیکھا کہ اس کے گریبان سے سات دفعہ ایک ستارہ روشن نکلا اور غروب ہوگیا ۔ اور آٹھویں دفعہ ایک

بڑا ستارہ طلوع ہوا اُس کی روشنی سارے جہان میں پھیل گئی اور پھر اس سے اور ستارے نکلے جن میں سے ہر ایک نے ایک گوشۂ عالم کو روشن کیا جب یہ ستارہ غروب ہوگیا تو عالم میں وہی روشنی تھی اور ستارے بھی ویسے ہی روشن تھے۔ صبح کو اس واقعہ کی صورت کو قاچولی بہادر نے اپنے پدر بزرگوار تومنہ خاں کے روبرو بیان کیا۔ باپ نے ان خوابوں کی یہ تعبیر دی کہ قبلخان سے تین شاہزادے تخت خانی پر بیٹھیں گے اور ممالک میں حاکم ہوں گے۔ چوتھی دفعہ ایسا ہوگا کہ اُنکے بعد ایک بادشاہ کا ظہور ہوگا کہ وہ عالم کے اکثر حصہ کو اپنے تحت و تصرف میں لائے گا اور اس کے فرزند پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک ایک ناحیہ میں حکومت کریگا اور قاچولی کے سات فرزند دولتمند پیدا ہوں گے کہ افسر پیشوائی اور تاج فرمانروائی اُن کے سر پر ہوگا اور آٹھویں دفعہ ایک فرزند پیدا ہوگا کہ جہانگیری کریگا اور اہل عالم پر سری و سروری کریگا اور اس کے فرزند پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک ایک جانب میں حاکم اور ایک مملکت کا والی ہوگا۔ جب تومنہ خاں خواب کی تعبیر سے فارغ ہوا تو اس کے فرمانے کے موافق آپس میں یہ عہد و پیمان ہوا کہ قبل خاں کو سریر خانی مسلم ہوا اور قاچولی سپہ سالار وصف آرا و تیغ زن مدار کل ہوا اور یہ بات بھی قرار پاگئی کہ بطناً بعد بطنٍ اُن کے فرزند اس طریقہ پر مسلوک ہیں اور اس کو منظور رکھیں ور خط الغوری میں ایک عہد نامہ اس باب میں قلمی ہوا اور دونوں بھائیوں نے اس پر مہر کردیں اور تومنہ خاں کے آل تمغا کو وہ پہنچا دیا۔

جب تومنہ خاں کا ستارہ حیات مغرب فنا میں غروب ہوا تو قبل خاں تخت فرمانروائی پر متمکن ہوا اور قاچولی بہادر عہد نامہ کے موافق مہام سلطنت کے انتظام کا متصدی ہوا جب قبل خاں نے دار الفنا ہستی سے دار الامان نیستی میں خرام کی تو اس کے چھ بیٹوں میں سے قوبلہ خاں جو تاج و تخت کے لائق تھا خان ہوا اور قاچولی بہادر اسی منصب والا سپہ سالاری میں مشغول رہا اسکو اپنے پیمان کا پاس تھا اور وہ فرزانگی و مردانگی کی مدد سے کارگاہ ملک و دولت کا سرانجام کرتا تھا اور اس مہربان کی پشت گرمی سے جو عقل خداداد اور ہمت کشورستانی رکھتا تھا اپنے بھائی کا انتقام التان خاں حاکم خطا سے لیا اور جنگہا بزرگ لڑکر لشکر خطا کو شکست عظیم دی اس سرگذشت کا مجمل بیان یہ ہے کہ خطا کے فرمانروا ہمیشہ اس طبقہ والا شکوہ سے دغدغہ میں رہتے تھے اور ہمیشہ سلسلہ دوستی کے محرک ہوکر

اپنا زمانہ گزارتے تھے۔ جب خطا کی دارائی التان خاں کو ملی تو وہ قبلخاں کی شجاعت و تدبیر سے ہراساں رہتا تھا اس نے اپنے ایلچی کاروان بھیجکر اس سے موافقت کو ایسا مستحکم کر لیا تھا کہ قبلخاں سے خطا میں آنے کی استدعا کی قبل خاں کو ملک کی داروگیر کو قاچولی بہادر کو سپرد کرکے اپنی خلقی ہراسی و درستی کے سبب سے خطا میں گیا اور یہاں دلپذیر صحبتیں رہیں اور بعد عیش و عشرت کے اپنے یورت کی جانب متوجہ ہوا بعض تنگ حوصلہ اور فرومایہ اعیان دولت نے ناشایستہ باتیں کہکر التان خاں کا مزاج متغیر کردیا کہ وہ قبل خاں کے وداع کرنے سے پشیمان ہوا۔ اور آدمی بھیجکر اس کو طلب کیا۔ التان خاں کی ناراستی کو قبلخان سمجھ گیا اس کو جواب بھیجا کہ میں نے مبارک ساعت میں سفر شروع کیا ہے اس لیے میں پھرنے کو مناسب نہیں جانتا۔ خان خطا اس جواب پر ایسا جوش میں آیا کہ اس نے ایک لشکر روانہ کیا کہ جس طرح بن پڑے قبل خاں کو الٹا لے آئے۔ قبل خاں نے اپنے ایک دوست کے گھر میں جس کا نام سالجوتی تھا لشکر خطا کے سردار کو اتارا اور کہا کہ میں اولٹا چلتا ہوں۔ سالجوتی نے چپکے سے اس سے کہدیا کہ معاودت میں مصلحت نہیں ہے میرے پاس ایک گھوڑا تیز گرد اور دوررو ہے جس کی گرد کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ صلاح وقت یہ ہے کہ آپ اس گھوڑے پر سوار ہوکر اس مخاطرہ سے باہر نکل جائیں قبل خاں نے اس رائے پر عمل کیا اور اس گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے گھر پہنچا۔ جب اہل خطا کو اس کی خبر ہوئی اسکے پیچھے چابک دست تیز پا آدمی دوڑائے مگر کہیں ان کو خان نہ ملا تو وہ اس کے گھر پہنچے خان نے ان بداندیشوں کو گرفتار کرکے قتل کرایا اسی اثنا میں اس کا بڑا بیٹا قین برقاق کہ حسن و صورت میں یکتا تھا جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کہ ناگاہ قوم تاتار سے دوچار ہوا۔ انہوں نے اس کو پکڑ لیا اور التان خاں کے روبرو لائے۔ خان نے اپنے آدمیوں کے انتظام میں اس غزال شیرنزاد کو خرچوبیں پر باندھ کر ہلاک کیا۔ جب قبل خاں کا دوسرا بیٹا تو بلہ خاں تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے لشکروں کو جمع کیا اور التان خاں کی طرف متوجہ ہوا اور دونوں میں ایک جنگ عظیم ہوئی خطائیوں کو شکست فاش ہوئی تمام مال اسباب اُن کا تاراج ہوا۔ التان خاں بھاگ گیا۔ جب تو بلہ خاں اسی راہ میں واں رہا جس میں اس کے باپ دادا جاکر واپس نہ آئے تھے تو برتان بہادر اس کے بڑے بھائی کو اعیان مملکت نے سریر خانی پر بٹھایا۔ اس نے اپنے باپ و بھائی کی رسم و آئین کو تازہ کیا اسکے عہد میں کسی کو یہ قوت نہ تھی کہ اس سے دعویٰ مبارزت و سپہ کشی کرے اس لیے افواہ خلائق میں لفظ بہادری کے ساتھ

اس کا لقب خانی زبان زد ہوا۔ اور یہی نام اس کا مسکوک ہوا اور اس زمانہ میں قاچولی بہادر کہ اس کا برادر جان سپار اور بہادر سپہ سالار تھا عالم بقا کو رخصت ہوا۔

قاچولی بہادر کا پسر ارشد ایردمچی برلاس تھا وہ مسالک فرہنگ میں اور معارک جنگ میں بلند ہوش تھا۔ باپ کے بعد طغرائے سپہ سالاری اُسی کے نام سے سربلند ہوا۔ اس کے پدر بزرگوار نے جن آئین کو رونق دی تھی اُسی کے موافق مہام ممالک اور تدابیر امور اعظم میں کوشش کرتا تھا اول یہی شخص تھا جس نے برلاس کے لقب سے اختصاص پایا برلاس کے معنی مغلی زبان میں شجاع یا نسب کے ہیں اور تمام الوس برلاس کا نسب اسی تک پہنچتا ہے۔ جب برتان بہادر کی زندگی ختم ہوئی تو اس کے چار بیٹوں میں سے تیسرے بیٹے بیسوکائی بہادر نے کہ چنگیز خاں کا باپ ہے اور فرزانگی اور مردانگی رکھتا تھا تاج خانی سر پر رکھا بیسوکائی بہادر کا نام ظفرنامہ میں یسوکی لکھا ہے ؎

پس از شاہ برتان یزداں پرست ⁂ یسوکی بہادر بشاہی نشست

انہیں دنوں میں ایردمچی برلاس نے شہرستان بقا میں اقامت کی اس کے تین بیٹے تھے۔ ایردمچی برلاس کے فرزندان گرامی میں سونغوچیچن لاولد تھا اور عمر میں بھی سب سے بڑا تھا پدر عالی قدر کا جانشین ہوا وہ گو ظاہر میں سپہ سالار تھا لیکن حقیقت میں شہریار تھا بیسوکائی بہادر نے اس کی رائے کے موافق تاتار پر چڑھائی کی اور اس کے خانماں کو تاخت و تاراج کیا اور تاتار پر غالب ہو کر وہ دیلوت یلاق میں پہنچا جہاں اسکے ہاں چنگیز خاں پیدا ہوا سونغوچیچن کا نام مختلف طور سے مورخوں نے لکھا ہے مگر ظفرنامہ کے اس شعر پر اعتماد کرنا چاہیئے ؎

ز سونغوچیچن بود پورے نکو ⁂ جہانگیر و فرزانہ و نیک خو

سونغوچیچن کے معنی عاقل کے ہیں۔ سونغوچیچن کا فرزند گرامی قراچار نویان تھا وہ بادشاہ نقش و شہریار نشان تھا۔ ۵۶۲ھ میں بیسوکائی بہادر کا انتقال ہوا اُس کا بیٹا تموچین (چنگیز خاں) تیرہ برس کا تھا اس کا حال جلد اول کے صفحات ۲۷، ۷۷ وغیرہ میں پڑھو۔ سونغوچیچن بھی اسی سال میں دنیا سے رخصت ہوا۔ اس کا بیٹا قراچار نویان خردسال تھا۔ ان دونوں خردسالوں نے جو کام کیئے ان کی تاریخ لکھنا اس ملک کی تاریخ سے تعلق نہیں رکھتا۔ فقط یہ بیان کرنا کافی ہے کہ چنگیز خاں نے قراچار نویان کے استصواب سے مہمات ملکی ومالی کو سرانجام دیا ؎

قراچار و چنگیز ابن عم اند ⁂ بکشور کشائی قرین ہم اند

ایردمچی بہادر

سونغوچیچن

قراچار نویان

چنگیز خاں نے اوکدائی خاں کو خانی حوالہ کی اور قاچولی اور قبلخان کے درمیان جو عہد نامہ ہوا تھا اور آل تمغائے تومنہ خاں پاس تھا اس کو خزانہ سے طلب کر کے مجمع عالی کے حاضرین کے سامنے پڑھا اور فرمایا کہ قراچار نویاں کے ساتھ اس وثیقت نامہ کے موافق عہد و پیمان کیا تھا تم بھی عہد کرو اور ایک دوسرا وثیقت نامہ لکھکر اوکدائی اور اس کے فرزندوں کے حوالہ کیا اور دیار ما وراء النہر ترکستان بعض حدود خوارزم و بلاد ایلغور - و کاشغر - بدخشاں - بلخ - غزنیں آب سند تک یہ سب ملک اپنے بیٹے چغتائی خاں کے حوالے کیے اور پیمان نامہ قبل خاں ورقاچولی بہادر کا چغتائی کے حوالہ کیا اور کہہ دیا کہ قراچار نویاں کے استصواب سے تجاوز نکرنا اور ملک و مال میں اپنا شریک کھنا اور اُن میں پدر و فرزندی کا عقدہ باندھ دیا اسی سبب سے سلسلہ خاندان تیموریہ کو چغتائی کہتے ہیں ورنہ کچھ نسبت قرابت ان ان میں نہیں ہے - ان خان زادوں اور نوبیٹوں نے وصیت پر عمل کیا - چنگیز خاں نے یہ نقض عہد کیا کہ وہ پیمان نامہ کہ آل تمغائے تومنہ خاں سے مزین ہوا تھا - وہ اوگدائی قاآن کو دینا تھا کیونکہ سریر خانی اس کو ملا تھا اور اس کی معاونت قراچار نویاں کو سپرد کرتی تھی تاکہ اس عہد نامہ کے موافق عمل ہوتا - یا اس وثیقت کو حاضر نہیں کرنا تھا کہ وہ نسیان پر کہ ہمزاد انسان ہے محمول ہوتا تو یہ بدنامی نہ ہوتی -

چغتائی نے بیش بالیغ کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور سپاہ و رعیت کی مہمات کو امیر قراچار نویاں کے سپرد کیا - جب ۶۳۰ھ میں چغتائی کی حیات بے ثبات آخر ہوئی تو کارگاہ سلطنت کے انتظام کے لیے امیر قراچار نویاں کو اپنا وصی بنایا اور اپنے فرزند اس کے سپرد کیے اور اس وصیت کے موافق وہ امور مملکت کا ضبط و نسق کرتا رہا اور کچھ دنوں بعد چغتائی خاں کے پوتے ہلاکو خاں کو دادا کا جانشین کیا - اسی بادشاہ کی سلطنت میں وہ ۶۵۲ھ میں اسّی سال کی عمر میں کام بخش و کامران زندگی بسر کر کے دنیا سے رخصت ہوا -

قراچار نویان کے دس بیٹوں میں سے ایجل خاں دانش و خداشناسی کے ساتھ مخصوص تھا وہ قرا ہلاکو خاں کی خانی کے عہد میں اپنی دانائی اور توانائی کے سبب سے اپنے باپ کا قائم مقام رہا جب چغتائی خاں کے فرزندوں میں اختلاف و نزاع بہت رہنے لگا تو اس نے اُن کے ارتباط و اختلاط سے کنارہ کیا - اور شہر کش میں کہ اس کی موروثی جگہ تھی اقامت اختیار کی - پھر ایک مدت کے بعد

ج ۳

امیر ایلنگر خاں و امیر برکل

وہ ہلاکو خاں کا مصاحب ہوا۔ اور خان مذکور نے اس کو تبریز عنایت کیا۔

ایچل خاں کی اولاد میں امیر ایلنگر خاں سب سے زیادہ لائق تھا وہ اپنے باپ کا قائم مقام ہوا اور امیر الامرا کا خطاب پایا اور سلام سے مشرف ہوا۔ جب وہ اس جہاں سے رخصت ہوا تو اس کا اکلوتا بیٹا امیر برکل اس کا جانشین ہوا۔ وہ اپنے نفس کے معالجہ میں ایسا مصروف ہوا کہ کسی اور کام کی فرصت اس کو نہ ملی۔ اس نے اپنے باپ دادا کے کاموں کو اپنے چچا کی اولاد کے حوالہ کیا اور خود فارغ البال ہو کر حدود کش میں رہنے لگا وہ رضا ایزدی میں لگا رہا اور مکارم اخلاق کی تحصیل میں جستجو کرتا تھا اس نواح میں بعض محال و مواضع جو اس کی ملک قدیم تھی اس کی آمدنی سے اپنی اوقات بسر کرتا تھا۔ اس طرح زندگی بسر کر کے وہ ملک بقا کو چلا گیا۔

امیر طراغائی

امیر برکل کا فرزند گرامی امیر طراغائی تھا وہ شیخ شمس الدین کلال کا بڑا معتقد تھا۔ سہ شنبہ کے دن ۲۵۔ شعبان ۷۳۶ھ کو شہر سبز میں کہ ایران یا ماوراء النہر کے توابع میں سے تھا تکینہ خاتون کے بطن سے اس کے ہاں امیر تیمور صاحبقراں پیدا ہوا۔ پس ہم نے امیر تیمور صاحبقراں کے ترتیب نسب کو بیان کر دیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ امیر تیمور بن طراغائی بن برکل بن ایلنگر بن ایچل بن قراچار نویان بن سوغوچیجن بن یردمچی بن قاچولی بن تومنہ بن بایسنقر بن قائدو بن بوقا بن بوزنجیر بن النقوا ہے۔ النقوا منغل خاں یا موغل خاں کی نسل میں تھے اور موغل ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ موغلستان کی آبادی کی بنا اسی نے ڈالی تھی۔ پہلے یہ لفظ مخصوص نہیں ترکوں کے طائفہ کے ساتھ تھا۔ جو منغل خاں کے سلسلہ میں تھے۔ اس لیے امیر تیمور کے خاندان کو خاندان منغلیہ کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں اس کی سلطنت کا نام سلطنت منغلیہ ہوا لیکن اکبر بادشاہ کے عہد سے منغل کا اطلاق ترک و تاجیک عجم پر یہاں تک کہ ایران توران کے سیدوں پر زبان زد خاص و عام ہو گیا ہے اس لیے بھی اس خاندان تیمور کی سلطنت ہند کو سلطنت منغلیہ کہتے ہیں۔ منغل خاں ترک کی نسل سے تھا اس لیے اس سلطنت کا نام سلطنت ترکیہ رکھنا غلط نہیں ہے۔ خاندان تیموریہ کو چغتائیہ اس لیے کہتے ہیں کہ چنگیز خاں نے وہ عہد نامہ کہ قبل خاں اور قاچولی بہادر کے درمیان ہوا تھا کہ ایک بھائی کی اولاد میں خانی اور دوسرے بھائی کی اولاد میں سپہ سالاری رہے منسوخ کر کے قراچار نویان کو اپنے بیٹے چغتائی خاں کا سپہ سالار بنایا اور اوگدی خاں کا سپہ سالار ہیتی بنایا جس کو سریر خانی حوالہ

کیا تھا۔ اس لیے اس خاندان کا لقب چغتائیہ ہوا گو نسبت قرابت اس خاندان کو چغتائی خاں سے نہ تھی۔ غرض ہم نے امیر تیمور کے مغل۔ ترک۔ چغتائی ہونے کی وجوہ بیان کر دیں۔ مغل و تاتار بھائی بھائی ہیں۔ اس لیے اُن کی اولاد کے جو فرقے اور قبائل پیدا ہوئے ان میں مشرقی زبان کی تاریخوں میں تمیز نہیں کی جاتی۔ امیر تیمور کی اولاد کو کبھی ترک کبھی تاتار کبھی مغل کبھی ترکمان لکھتے ہیں۔ معز الدین کے قباد شاہ دہلی کی سپاہ جب مغلوں کو شکست دیکر واپس آئی اور تلپت اور افغان پور کی حدود میں اس بادشاہ کے روبرو تحفہ غنائم و تاتاری گھوڑے اور مغل قیدی پیش ہوئے تو اُس وقت کی حالت کو قران السعدین میں حضرت امیر خسرو نے بیان کیا ہے جس کو ہم نیچے نقل کرتے ہیں وہ ایک دفعہ مغلوں کے ہات میں گرفتار بھی ہو چلے تھے۔ یہ نظم ایسا ایک آئینہ ہے کہ جسمیں مغلوں کی صورت۔ شکل شمائل۔ خصائل صاف نظر آتے ہیں ترکوں اور خاندان تیمور کی صورت شکل مختلف ملکوں کی آب وہوا کی تاثیر سے اور غیر قوموں سے رشتہ مندی پیدا کرنے سے ایسی بدل گئی کہ ان میں اصلی قومی شکل کا نشان باقی نہیں رہا۔

اقتباس از قران السعدین مع ترجمہ

جنس زنان بار بیک و لشکرش ۔۔۔ وانکہ بد از لشکر شہ یادرش
راستی آمد بمقام نعال ۔۔۔ کردہ بسجدہ قد خود را ہلال
ہر کس ازاں سجدہ کہ حالی نمود ۔۔۔ صورت آں صورت قالی نمود
زاہل سپہ تا بخداوند کوس ۔۔۔ یافت ہمہ کس شرف دست بوس
از پس آں خدمتی آمد بہ پیش ۔۔۔ ہدیۂ شاہانہ ز اندازہ بیش
جام زر و جامہ زریں علم ۔۔۔ با تحف اسپ و ظرائف بہم
عرض در آمد با سیران رزم ۔۔۔ کز پئے شاں لشکر شہ کرد عزم
کافر تاتار برون از ہزار ۔۔۔ گرد دگر گونہ بر اشتر سوار
سخت سرانے بو غا سخت کوش ۔۔۔ بر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش
روئے چو آتش کلہ از پشم میش ۔۔۔ آتش سوزاں شدہ با پشم خویش
سر بتراشیدہ ز بہر قلم ۔۔۔ زاں قلم انگیختہ خدلاں رقم
رخنہ شدہ طشت مس از چشم تنگ ۔۔۔ دیدہ درانداختہ در رخنہ سنگ

زشت تر از زنگ شده روئے شاں | پست تر از پشت شده روئے شاں
چهره شاں در به نم یافته | جائے بجا کنجلک و خم یافته
از رخ تا رخ شده بینی پهن | وز کله تا کله لباب دهن
بینی چو رخنه چو گور خراب | یا چو تنورے که ز طوفان پر آب
موے ز بینی شده بر لب فراز | سبلت شاں گشته بغایت دراز
ریش نه پیرامن چاه زنخ | سبزه کجا روید از روے یخ
کرده زنخ شاں ز محاسن کنار | اهل زنخ را به محاسن چه کار
از شپشاں سینه سپید و سیاه | کاشته کنجد بزمین تباه
روغن اگر خلق ز کنجد چشید | کنجد شاں روغن از ایشان کشید
بر تن شاں از شپش بے شمار | پشت چو کیمخت شده دانه دار
گشت چو کیمخت سزاے درفش | چرم قفاگاه سزاوار کفش
نیم تن از موے بره در خراش | نیم سر از نیم شپش در تراش
خورده سگ و خوک به دندان بد | هر همه دندان خره بخرد
قصه شنیدم هم از ایشاں دگر | این یکند تے بخورد آں دگر
خوردن تے را چو پے اندر پے اند | عیب مگیرید که ترک تے اند
مانده شاں ز خورش زشت تے | هر که به بیند تقش آمد به تے
اصل ز سگ لیک بزرگ استخواں | گربه بختی شده بر شئے خوال
تنه عجب زاں همه رو یائے زشت | که ایزد شاں ز آتش دوزخ سرشت
ولد پدید آمده هر یک بروے | خلق بجا حول ز هر چار سوے

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ باربک یعنی امیر لشکر مع لشکر جو اُس کے ساتھ تھا طبل زناں سیدھا مقام نعال میں آیا اور سب نے اپنا قد سجدہ میں جھکا کر ہلال بنایا۔ جس نے سجدہ کیا اُس نے اپنی صورت کو صورت قالی بنایا۔ سپاہی سے لیکر صاحب کوس تک نے دست بوس کا شرف پایا۔ پھر ہر ایک کو اپنی خدمت کا صلہ شاہانہ اندازے سے زیادہ ملا۔ ایک خدمتی جام و جامہ

رمضا

منقش زریں اور گھوڑے اور اور طرفہ چیزیں آگے لایا۔ وہ قیدی رزم کے جن کا عزم بادشاہ
کے لشکر نے کیا تھا پیش ہوئے۔ یہ کافر تاتار ہزار سے زیادہ تھے وہ اور اور قوموں کے پہلو ان
اونٹوں پر سوار تھے۔ ان کا رُخ منہ مثل آتش تھا اور سر پر اُن کے بھیڑ کی پشم کی ٹوپیاں تھیں جن سے
کہ آتش سوزاں اور پشم باہم ملی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ سر کو منڈا کر قلمیں نکالی تھیں اور اس قلم
سے خدلاں رقم ہوئے تھے۔ اُن کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں چہرہ پر اور اُن کے اندر ڈیلے
ایسے معلوم ہوتے تھے کہ تانبے کے طشت میں چھید کر کے پتھر رکھ دیے جائیں۔ اُن کے رنگ سے
زیادہ قابل نفرت ان کی بو تھی۔ گردن کے چھوٹے ہونے کے سبب سے اُن کے چہرے پشت میں
دھنسے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے رخسارے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے تیل کی چمڑے کی نرم
تھیلیوں میں جھریاں اور شکن پڑتے ہوتے ہوں۔ اُن کی ناک چوڑی رخ سے رخ تک تھا دہن فراخ
کلہ سے کلہ تک تھا۔ اُن کے نتھنے مثل سڑے ہوئے گور کے یا پانی سے بھرے تنور کے تھے ناک کے
بال ہونٹوں تک بڑھے ہوئے اور موچھیں اُن کی بڑی لمبی۔ روئے بخ پر جیسے سبزہ نہیں ہوتا
ایسے ہی اُن ٹھوری کے گرد داڑھی نہیں ہوتی۔ ان کی زنخ (ٹھوری) محاسن (ریش) سے
ایسی کنارہ کش تھی جیسے کہ اہل زنخ (بیہودہ آدمی) سے محاسن (نیکیاں) درکنار ہوتی ہیں۔
اُن کا سینہ جوؤں سے سیاہ سفید ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ کسی بُری زمین پر تل بوئے ہوئے ہوں۔
خلق تلوں سے تیل نکالتی ہے مگر تلوں نے (جوؤں) نے اُن کا تیل نکالا تھا۔ اُن کے بدن پر بیشمار
جوئیں تھیں جن کے سبب سے اُن کی پیٹھ کیمخت ہو رہی تھی۔ پیٹھ اُن کی کیمخت کی طرح سزاوار درفش
تھی۔ اور گدی کا چمڑہ جوتیاں بنانے کے لائق تھا۔ آدھے جسم پر بھیڑ کے بچہ کی کھالوں کے پوستین پہنے
ہوئے تھے۔ اور جوؤں کے خوف سے آدھا سر منڈائے ہوئے تھے۔ وہ کتے اور سور کو اپنے بُرے دانتوں
سے کھاتے تھے۔ اور اُن کے دانت چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ میں نے سُنا ہے کہ اُن میں سے ایک
شخص قے کرتا ہے اور دوسرا اُس کو کھاتا ہے۔ قے کھانے کے درپے رہتے ہیں۔ اُنکی بُرائی یہیں ہے کہ وہ
قے کے (مقام) کے ترک ہیں۔ وہ اپنے دسترخوان پر قے کو کھانے کی جگہ رکھتے ہیں جس کے دیکھنے
سے قے آتی ہے۔ اصل اُن کی سگ (مغلوں کی ایک ذات) ہے مگر اُن کے استخواں بزرگ ہیں اور دو خوان
پر بلی کی یخنی رکھتے ہیں۔ ان تمام زشت رویوں کو دیکھکر بادشاہ کو تعجب ہوا۔ کہ اُن کو خدا نے آتش دوزخ سے

پیدا کیا ہے۔ ہر ایک شکل میں دیو سپید تھا جس پر خلق چاروں طرف سے لاحول پڑھتی تھی۔
حضرت امیر خسرو نے بعض اشعار میں ترکوں و مغلوں کو ملایا ہے اور کہیں اُن کو ایک دوسرے سے علحدہ کر دیا ہے۔

امیر تیمور صاحبقران گیتی ستاں

امیر تیمور کی فتح و ظفر کے حالات جو ہندوستان سے متعلق تھے وہ ہم نے اول سلطان محمود کے حال میں بیان کر دیے ہیں۔ اس لیے ہم کو اپنی تاریخ ہند میں اُس کے زیادہ حالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر امیر تیمور دنیا کے ان چند اولوالعزم شہنشاہوں میں سے ہے کہ جنھوں نے ساری دنیا کی فتح کا ارادہ کیا تھا۔ اور فقط یہ ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ اُس کو کر کے دکھا دیا۔ اُس کے نام کے ساتھ جو گیتی ستاں لکھا جاتا ہے کہ وہ صاحب قراں کی قافیہ بندی کے لیے نہیں لکھا جاتا بلکہ وہ حقیقت میں اس خطاب کا مستحق تھا۔ اگر اُس کی عمر چند سال اور وفا کرتی تو کوئی دنیا کا ملک اُس کے ہاتھ سے نہیں بچتا اس لیے ہم اُس کا حال بالاجمال کچھ لکھتے ہیں۔ امیر تیمور ایک عجیب پیکر بشر مظہر قدرت آفریدگار وہ مصدر غرائب آثار و بدیع اطوار تھا۔ اس میں رنگ برنگ کے نیرنگ عجب عجب نظر آتے ہیں۔ شجاعت دلاوری اس درجہ کمال پر کہ ابتدائے عمر سے آخر عمر تک کسی ورطہ و مہلکہ میں دہشت و خوف اس کی خاطر میں نہیں آئے اصابت رائے اس مرتبہ پر کہ مدۃ العمر میں جو تدبیر اُس کے فکر و اندیشہ میں آئی وہ تقدیر کے موافق تھی۔ قہر و سیاست وہ کہ خدا تعالیٰ کے اوصاف جلالی کا آئینہ۔ رقت قلب وہ کہ جس وقت پروردگار کا سپاس گزار ہو تو آنکھوں سے آنسوؤں کا پانی رواں ہو جس میں دل اُس کا شکر کی طرح گداز ہو۔ اولوالعزم ایسا کہ اُس نے یہ ارادہ کیا کہ مصر و افریقہ کو فتح کر کے دریائے نیل سے گزرے اور بحر اطلانٹک میں جائے اور آبنائے جبل طارق کی راہ سے یورپ میں آئے اور تمام یورپ کی سلطنتوں کو مطیع کر کے صحرا روس اور تاتار کو طے کر کے پھر اپنے گھر میں آئے سمرقند میں بیٹھ کر چین کی تسخیر کے منصوبے باندھنا اُس کی ہمت بلند کو بتاتا ہے کہ اُس کی حد و نہایت نہ تھی۔ چین سے چنگیز خاں کی اولاد کی سلطنت کے جاتے رہنے کو وہ اپنی قوم کی ننگ جانتا تھا اُس کا انتقام لینا اپنے اوپر فرض سمجھتا تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ میں نے اور میرے لشکر نے جو ہزاروں مسلمانوں کے قتل کرنے کا گناہ کبیرہ کیا ہے اُس کا کفارہ چین کے کافروں کے قتل کرنے سے اور بت خانوں کو ڈھا کر اُن کی جگہ مسجدیں بنانے سے ہو جائیگا بحکم ان الحسنات یذہبن السیات میرے اور میرے

لشکر کے گناہوں کی آمرزش کا سبب ہوگا۔ اُسکی ہیبت ایسی تھی کہ یوروپ کے تمام عیسائی سلطنتیں اُسکے نام سے کانپتی تھیں وہ ان سبکو محکوم اور مسلمان بنانا چاہتا تھا۔ بری قوت اُسکی انتہا زمین پر پھیلی ہوئی مگر بحری قوت اتنی بھی نہ تھی کہ یوروپ اور ایشیا کے درمیان جو ایک سمندر چھوٹا سا ہی اُسپر تسلط ہو۔ بری سپاہ کا شمار نہیں بحری فوج کا نام نہیں لاکھوں سوار پاس تھے مگر ایک بیڑا جہازوں کا جو جنگی سامان رکھتا ہو پاس نہ تھا۔ اُسنے دریا سیحوں سے اپنی پرانی اور نئی رعیت کی فوج بری بھیجکر قلعوں اور قاموق کو مطیع کیا اور جنگل میں شہر اور چراخور آباد کیے۔ اُن ملکوں کے نقشے جو ابتک معلوم نہ تھے آرٹش سے لیکر دیوار چین تک اُس نے نہایت درست اور صحیح بنوائے۔ اپنی ایام سلطنت چھتیس ۳۶ سال میں ولایت ماورالنہر۔ خوارزم۔ ترکستان۔ خراسان۔ عراقین۔ آذربیجان۔ فارس۔ مازندران۔ کرمان۔ دیار بکر۔ خوزستان۔ مصر۔ شام۔ روم وغیرہ کو اس کشورکشا نے فتح کیا۔ ۷۸۹ھ میں اصفہان کے آدمیوں نے فتنہ فساد برپا کیا اس لیے اس شہر کو قتل عام کیا۔ وہاں سے دار الملک فارس میں آیا آل مظفر اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دشت قپچاق کا فرمانروا اسی کا تربیت یافتہ توقتمش خاں تھا اُس نے مخالفت کی دو دفعہ لشکرکشی اس پر ہوئی اور فتح ہوئی۔ دشت قپچاق کا طول ہزار فرسنگ اور عرض چھ سو فرسنگ تھا اُس کی سیر خود بنفس نفیس کی اور فتنہ و فساد کے خس و خاشاک سے اُس کو پاک صاف کیا۔ ۷۹۵ھ میں ایران میں دوبارہ جاکر شاہ منصور کو جو سرکش ہو گیا تھا شیراز میں قتل کیا۔ آل مظفر کو پامال کیا۔ پھر بغداد کو فتح کیا۔ کئی دفعہ گرجستان میں آیا ۸۰۱ھ میں دریائے سندھ پر پل بناکر عبور کیا اور ہندوستان کو فتح کیا۔ پھر یہاں سے دمشق پر فوج کشی کی اور امراء شام جو قید میں تھے اُن کو قتل کیا۔ دوسرے سال روم کا ارادہ کیا ۸۰۴ھ میں انگوریہ میں معارکہ مصاف آراستہ ہوا اور ایلدرم بایزید سلطان روم گرفتار ہوکر امیر تیمور کے سامنے آیا تو نہایت اُس کا اعزاز کیا وہاں سے آذربیجان میں آیا۔ ڈیڑھ سال رہکر یہاں کا انتظام کیا۔ سلطان مصر نے روپئے اشرفیوں پر امیر تیمور کے نام کا سکہ لگاکر اُس کی خدمت میں بھیجے اور اس حدود کے سب فرمانرواؤں نے اطاعت اختیار کی۔ حرمین شریفین اور اماکن شریفہ کے منابر پر اُس کی فرمانروائی کا خطبہ پڑھا گیا ۸۰۶ھ میں نیر درہ کوہ میں وہ آیا اور یہاں فتح حاصل کر کے خراسان میں گیا اور ۸۰۷ھ میں نیشاپور کی راہ سے ماوراالنہر میں آیا۔ اور وطن مالوف میں امیرزادہ الغ بیگ۔ امیرزادہ ابراہیم سلطان۔ امیرزادہ اینجل۔ عمر شیخ۔ امیرزادہ احمد۔ بایقرا کی شادیوں کا جشن عظیم فرمایا جس کو اس زمانہ کے شکاگو کی دنیا کی نمائش

گاہ کہنا چاہیے کہ جس میں ہر ملک کے آدمی اور چیزیں موجود تھیں۔ اس جشن عظیم کا مقام کان گل مقرر ہوا
جس کی بلندی و پستی و صحرا و دشت کی زمین میں سبزی اور سبزی میں گلکاری اگائی اور خس و خاشاک
کے بجائے لالہ و گل لگائے جس نے کان گل کو حقیقت میں کان گل بنا دیا۔ پھر اس زمین میں آسمانی
خیموں کا شہر بسایا گیا۔ بادشاہ کے واسطے چار سراپردے اور شاہزادوں اور امرا کے واسطے
دو سو خیمے و خرگاہ لگائے گئے جن کے سایہ میں دس ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ ہر شاہزادہ
و امیر کے واسطے الگ الگ بارگاہ و خیمہ و خرگاہ تھا۔ یہ خیمے ریشمی طنابوں سے تانے گئے۔ سراپردہ
خاص زردوزی تھا اور اس میں موتی و جواہر لگے ہوئے تھے۔ بارہ پاے اس کے امرا اور شاہزادوں
کے لیے بنائے گئے تھے کہ اپنے اپنے رتبے کے بموجب ان پر بیٹھیں مخمل اور سقرلاط سے منڈھے گئے
تھے اور خیموں کے ستون ایسے منقش تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک باغ کو بغل میں دبائے ہوئے
ہیں بعض خیمے سونے چاندی کے ایستادوں پر ایستادہ تھے۔ بعض کے ستون سیم خام کے معلوم ہوتے
تھے۔ ان کے اندر فرش وہ طرح طرح کے گلدار بچھے ہوئے تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ فصل بہار کی چاندنی
بچھی ہوئی ہے۔ بادشاہ نے سب شاہزادوں کو سوا مرزا شاہ رخ کے اس جشن میں شریک ہونے
کے لیے بلایا۔ خاص و عام کو اس میں شریک ہونیکی صلاے عام دیدی۔ چاروں طرف خبر بھیجدی کہ
اس جشن میں جملہ حکام و سرداران و اعیان و کل اشراف شریک ہوں۔ دنیا کا کوئی ملک و شہر باقی نہ رہا
ہوگا جہاں کا آدمی یہاں نہ آیا ہوگا۔ چین۔ سقلاب۔ ہند و روم۔ ایران و توران۔ زابلستان و مازندران
خراسان فارس۔ بغداد۔ شام سے آدمی آئے تھے۔ شاہزادہ مصر کا سفیر موجود تھا۔ اور نقد جواہرات
کے سوا زرافہ اور شتر مرغ کہ صنعت آفریدگار کے عجیب نمونے ہیں نذر کے لیے وہ لایا تھا۔ ترکستان
کا امیر یہاں موجود تھا۔ امراے نامدار و سرداران ذی اقتدار۔ بزرگان و پہلوانان لشکر و امیران سپاہ
اور سپاہی و شہری خرد و بزرگ سب ہی آسودہ حال بے اندوہ و ملال شادان و خرم چاروں طرف
سے آنکر جمع ہوئے اور اہل حرفہ نے اپنا اپنا جدا بازار لگایا اور اپنی صنایع و بدایع سے ایک کامل نمایش
گاہ کو دکھایا۔ عمدہ صنعتیں اور انوکھی دستکاریاں اور طرح طرح کے اختراع سے جادو کا کام دکھایا اور اچھے
کا تماشا جمایا۔ ہر اہل پیشہ نے اپنے اندیشہ کے موافق اپنی دکان کو بطرز لطیف زیب دی۔ جوہریوں نے
جوہری بازار لگایا جس کو یاقوت رمانی۔ لعل ناب سفتہ و ناسفتہ درخوشاب سے ایسا سجایا کہ وہاں بلور

شاہزادوں کی شادی کا جشن

ومرجان ونشیب پر کوئی نظر نہیں ڈالتا تھا۔ زرگروں نے اپنی دُکانوں کو زیوروں سے نئی دلہن بنایا ہزاروں نے دیبا و استبرق پرنیاں و حریر سے گلزار بنایا۔ ندافوں نے مرغ با بال و پر بنائے دُھنکی ہوئی روئی اور نے سے ایسے مینار بنائے جیسے کہ خشت وگل سے بنتے ہیں سر سے پاؤں تک اُن پر نقش و نگار بنائے اور اُن کے اوپر لگ لگ بٹھائے۔ چرم گروں نے اپنے دست ہنر سے یہ ذو فنونی دکھائی کہ ایک شتر پر دو ہودج بنائے۔ اور ہر ایک میں ایک پُتلی اور پتلی کے ہات میں ایک پوست جس سے وہ پوست بازی اور بازی کوبی کرتی تھی۔ بوریا بافوں نے یہ عجب تماشا دکھایا کہ بوریوں کی بناوٹ میں خطوط کوفی و معقل کی عبارتیں گوندہیں کہ خوشنویسوں کے قطعات کو مات کیا۔ بازی گروں نے اپنی ریسمان تانکر آسمان پر پہنچائیں اور اُن پر چڑھکر ماہ و مہر کا تماشا دکھایا۔ قصابوں نے یہ طلسم دکھایا کہ گوسفند کو آدمی کی صورت بنا کے لاتے اور ذبح کر اس کا پوست اُتار لیتے۔ بکریوں کے سینگوں پر سونیکی سنگوٹیاں چڑھاتے اور برابر آگے پیچھے نچاتے ہوئے لاتے۔ پوستین دوزوں نے پوستینوں کو وہ آرایش دی تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ سارے جنگل کے جانور۔ لومڑی۔ بھیڑ۔ بھیڑیا و پلنگ و شتر زندہ کھڑے ہیں صورت میں دو نظر آتے مگر معنی میں پری تھے۔ چوب وُنے وریسمان و پلاس کے اونٹ بنائے میوہ فروشوں نے فواکہ کو عجیب دلفریب سے چنا کہ ایک باغ لگا ہوا معلوم ہوتا تھا اور اُن کی خوشبو سے دماغ معطر ہوتا۔ ارباب طرب اہل نشاط نے تو ہر خیمہ گاہ کو اندر کا اکھاڑا بنایا پر یہ کمال اپنا دکھاتے کہ ناچتے ناچتے اپنے رنگ ایسے بدلتے کبھی ہاتھی کبھی گوسفند بنجاتے۔ پکانے میں جنگلوں کی لکڑیاں تمام ہو گئیں گوشتوں کے مینار لگے۔ طرح طرح کے طعام جان پرور لذیذ لطیف معطر پکتے۔ شرابیں قوس قزح کے سب رنگ دکھاتیں۔ صاحب قراں نے فرمان صادر کیا تھا کہ ان ایام سور و شادی و عشرت و سرور میں کسی پر تندی و قہر و طیش نہ کیا جائے۔ کسی تیرہ روز سے یا نیک بخت سے سخت زبانی نہ کیجائے کسی کا گنہگار دبے تو اسے چون و چرا نہ ہو۔ کوئی کچھ ہی نیک و بد کام کرے کوئی اُس پر طعن نہ کرے کسی کام پر گوشمالی نہ کی جائے۔ اس شادی کی چہل پہل و عشرت کی ریل پیل میں قانون تعزیرات معطل تھا۔

اس وقت بادشاہ کے دسترخوان پر تمام سلطنتوں اور فوجوں کے امرا کھانا کھاتے تھے۔ یورپ کی سلطنتوں کے سفیر بھی اس دعوت میں داخل ہوتے تھے (اس زمانہ میں یورپ کو مسلمان اپنے غرور کے

سبب سے اس نظر حقارت سے دیکھتے تھے کہ اُنھوں نے یہ لکھا ہے جیسے سمندر میں جھینگا مچھلیاں بھی داخل ہوئی ہیں اسی طرح یہ سفیر اس دعوت عظیم میں شریک ہوتے)

اول بادشاہ نے اختر شناسوں سے مبارک ساعت دُشبہ گُسن نکاح کے لیے دریافت کی۔ پھر بعد مقدمات عقد کے تصحیح کے شمس الدین محمد فیروزی نے خطبہ پڑھا اور ملت حنفی کے موافق نکاح ہوا۔ بیشمار زر و گوہر نثار ہوئے حضرت صاحبقران نے جشن گاہ میں تخت پر جلوس کیا۔ اور شان شکوہ میں جاہ و جلال کا جلوہ دکھلایا شاہزادے و امیر و سادات و امام و ایلچی جو چاروں طرف سے آئے تھے انمیں سے ہر ایک اپنے مرتبہ کے موافق سراپردہ کے بارہ پایوں پر بیٹھے۔ نذریں گذریں خلعت دیے گئے۔ پھر رقص سرود کی مجلسیں منعقد ہوئیں۔ خوب جشن اُڑے۔ رسم معہود کے موافق نوشہ لباس بدلتے تھے اور ہر دفعہ لباس بدلنے پر سیم و زر و لعل و یاقوت و گہر نثار ہوتے تھے جشن گاہ میں دو مہینے شاہ و سپاہ نے خوب عیش اُڑائے۔ سلطنت کے حاصل کرنے میں جو پچاس سال امیر تیمور کے گذرے تھے۔ انمیں صرف یہی دو مہینے عیش و نشاط میں بسر ہوئے جب اس جشن شادی سے فراغت ہوئی تو پھر تیمور صالح ملک و ملت و نظم امور جمہور میں مصروف ہوا اور حکم عام صادر ہوا کہ امیر معروف اور نہی منکر میں سعی بلیغ کی جائے اور پھر کوئی شراب نہ پیے۔

جشن سے فراغت پا کر چین اور خطا کی طرف لواء عزم بلند کیا۔ امرا نے عرض کیا کہ کل ممالک کی دو لاکھ پیادہ و سوار تیار ہیں۔ جو اعدائے دولت پر بلائے خدا ہیں۔ آپکے پیر تل اور نیگد اور سامان جنگ پانچسو بڑے چھکڑوں اور گھوڑوں اور اونٹوں اور جانوروں پر رواں ہوتے ہیں سمرقند سے بلیکین تک چھ مہینے میں کارواں جاتا ہے۔ اس لشکر عظیم کو اور زیادہ عرصہ اس سفر میں لگیگا۔ موسم ایسا تھا کہ سردی کی شدت اور برف و باراں کی کثرت تھی دریا سیحوں جم گیا تھا اسمیں ڈیڑھ دو گز یخ کھودنے سے پانی نکلتا تھا۔ اُسپر گاڑی چھکڑے سوار پیادے بے تکلف چلتے تھے۔ امیر صاحبقران نے اپنی ستر برس کی عمر پر موسم کی سختی پر کچھ خیال نہ کیا گھوڑے پر سوار ہو کر ۷۶ فرسنگ (۳۰۰ میل) اپنی دارالسلطنت سے سفر کرکے اترار کے قریب خیمہ ڈالا جہاں حضرت عزرائیل اُسکے منتظر بیٹھے تھے۔ اس سفر کی تکان نے اور برف کے ٹھنڈے پانی نے بخار کی حرارت کو زیادہ کر دیا۔ طاقت پیسہ و مال و گنج نے مرض کے رنج کو دفع نہ کیا۔ جب بیماری سے مزاج زبون ہوا تو تخت و تاج کچھ کام نہ آیا۔ اس حال میں بھی اول سے آخر تک قوائے دماغی اُسکے سلامت رہے۔ جب اپنی رائے صائب سے سمجھا کہ مرض قابل علاج

امیر تیمور کے اوصاف و اُسکی سلطنت کا اثر ایشیا اور دنیا پر

نہیں ہی تو خو نہیں اور امرا کو بلا کر فرمایا کہ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تم سب کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں۔ میرے لیے نوحہ و زاری اصلا نہ کرنا میری آمرزش کی دعا خدا سے کرنا۔ گو میرے گناہ بے شمار ہیں مگر خدا سے امید بخشائش ہے۔ اب پیر محمد جہانگیر کو ولی عہد و قائم مقام اپنا کرتا ہوں۔ سمرقند کے تخت پر وہ فرمانروا ہوگا۔ سب امرا سے قسم لی کہ اس سے مخالفت نہ کرینگے۔ اس میں مرض کی اور شدت ہوئی۔ سرہانے قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ کلمہ توحید زبان پر تھا کہ روح نے پرواز کی۔ یہ واقعہ جاں سوز ۱۷ شعبان روز چہارشنبہ کو بوقت شب سنہ ۸۰۷ھ میں واقع ہوا۔ وفات کی مختلف تاریخیں کہی گئیں اُن میں سے ایک یہ ہے رباعی۔

سلطان تمور آنکہ چرخ را دل خوں کرد   وز خون عدو روئے زمیں گلگوں کرد
در ہفتدہ شعبان سوئے علیین تاخت   فی الحال ز رضوان سرو پا بیروں کرد

وداع شہریاری بھی تاریخ ہے اکہتر برس کی عمر تھی جس کے عدد الم کہ صدر اعظم قران شریف ہے مطابق تھی۔ سمرقند کو اس کی نعش روانہ ہوئی۔ ۲۲ شعبان کو اپنے قبہ مرقد میں دفن ہوئی۔ مدت سلطنت چھتیس سال تھی یہ عدد ان تین حرفوں ال ھ کے موافق ہیں جتنے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ مرتب ہوتا ہے اور ۳۶ ہی آدمی اُس کی اولاد میں وفات کے وقت موجود تھے۔ اس کے ساتھ ہی چین کی فتح کا ارادہ بھی کیا۔ لشکر پراگندہ ہوگیا چین بچ گیا۔ اُس کے مرنے سے پندرہ برس بعد اُس کی اولاد نے ایک خط دوستانہ پیکن کو خاقان چین کے پاس بھیجا۔

امیر تیمور کی شہرت تمام مغرب مشرق میں پھیلی۔ اُس کی اولاد میں سلطنت عظیم مدتوں تک رہی اُس کی رعایا نے اُسکی تعظیم و تکریم ایسی کی جیسی کہ کسی معبود کی ہوتی ہے اُس کو بعض نے الوہیت کے درجہ پر پہنچایا اور عدالت کو ضرب المثل بنایا۔ اُس کے سخت سے سخت دشمن بھی جنہوں نے اُس کو راس النفاق کا خطاب دیا اور یہ کہا کہ امیر تیمور جیسے شریر اور بدتدبیر بشر دنیا میں کمتر پیدا ہوئے ہیں وہ بھی اُس کی مدح و ثنا کرنے پر مجبور تھے۔ اگرچہ پاؤں میں لنگ تھا مگر صورت میں وجاہت تھی اور دبدبہ شاہانہ بشرہ سے برستا تھا۔ قد و قامت موزوں تھے۔ اور اعضا میں تناسب تھا جسم شہ زور تھا ورزش کی عادت تھی۔ غذا میں اعتدال رکھتا تھا۔ معمولی گفتگو میں شیریں کلام تھا۔ گو عربی زبان نہ جانتا تھا مگر ترکی اور فارسی زبان نہایت فصاحت و بلاغت سے بولتا تھا۔ علما سے گفتگو کا شوق تھا۔ زیادہ تر

علوم اور تاریخ کی باتیں اُن سے کیا کرتا تھا۔ فرصت کے گھنٹوں میں شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ اور اُس میں نئی نئی باتیں اختراع کرتا تھا جسے معلوم نہیں کہ شطرنج کی ترقی ہوتی تھی یا تنزل ہوتا تھا۔ متشرع مسلمان تھا اور حرارت مذہبی شدت سے رکھتا تھا۔ توہمات۔ شگونوں۔ فالوں۔ خواب کی تعبیروں۔ ولیوں۔ نجومیوں پیشین گوئیوں کا قائل تھا۔ اور اُن پر اعتقاد رکھتا تھا۔ ایسا دانشمند ایسی باتوں کا کب معتقد ہو سکتا ہے یہ فقط اُس کی عاقلانہ پولیسی عوام الناس کے گردیدہ رکھنے کے لیے تھی۔ وہ اپنی اس وسیع سلطنت میں مطلق العنان تھا نہ کسی دشمن کا مقدور تھا کہ اُس کے حکم سے سرتابی کرسکے نہ کسی دوست کی یہ طاقت تھی کہ جس کو وہ عزیز رکھتا ہو اسے برگشتہ کرادے۔ نہ کسی وزیر کا حوصلہ تھا کہ اُس کی رائے کو کسی امر سے پھیر دے۔ یہ اُس کا ایک مستقل مقولہ تھا کہ بادشاہ کے حکم پر خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہی ہو چون وچرا نہیں ہونی چاہیے اور وہ منسوخ نہیں ہونا چاہیے مگر اُس کے دشمن کہتے ہیں کہ اس مقولہ پر تعزیری احکام پر عمل مقصود ہوتا تھا۔ مگر رحم اور شفقت و رحمت کے احکام پر عمل نہیں ہوتا تھا۔ اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد نہایت مطیع و منقاد اُس کی تھی۔ جب ان میں سے کوئی اپنے فرض سے انحراف کرتا تھا تو اس کو سزا عملی تورہ چنگیز خانی کے موافق دیتا تھا یعنی پاؤں میں لکڑیاں لگاتا اور پھر بدستور اپنے عہدہ پر بحال کر دیتا۔ وہ ملنسار اور یار باش تھا دوستوں پر نوازش کرتا دشمنوں کے قصور معاف کرتا تمام قواعد اخلاق عوام کے اغراض پر مبنی ہوتے ہیں۔ بادشاہ کی دانائی جب تعریف کے لائق ہوتی ہے کہ وہ فیاض و سخی ایسا ہو کہ خود مفلس نہ ہو جائے اور منصف ایسا ہو کہ انصاف سے وہ خود قوی و معمول ہو۔ فرمانروائی اور فرماں بری میں ایک اندازہ موزوں قائم کرے۔ مغرور سرکش کو سرزنش کرے ضعیف کی حمایت کرے۔ مستحق کو انعام دے۔ اپنی حکمت سے سستی و بدی کو دور کرے مسافر و غربا و تجارت کے لیے امن و عافیت پیدا کرے۔ سپاہ کو غارتگری سے روکے۔ تخت پر مرا [illegible] کی ہمت بلند ہو لیکن۔ اور اُن پر مساوی و معتدل جمع مقرر کرے۔ ٹیکسوں کے بڑھانے کے بغیر ملک کی مالی افزائش کرے۔ یہ سب باتیں بادشاہ کے فرائض میں داخل ہیں۔ ان فرائض کے ادا کرنے کا موقعہ اُس کو ملتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ان فرائض سے امیر تیمور نے کونسے فرائض ادا کیے۔

جب صاحب قِراں کی سلطنت کا آغاز ہوا ہے تو ایشیا میں سالہا سال سے چلا آتا تھا کہ طوائف الملوک و حکام متغلب کا استیلا و تسلط تھا۔ والیان اور فرمانروایان ملک کی مخالفت اور منازعت سے ملک

شہر تباہ حال ہو رہے تھے ایک دوسرے کو کھاتے جاتا تھا۔ راہوں میں کہیں امن امان نہ تھا۔ راہزن راہوں کو لوٹتے تھے۔ بدکردار شہروں پر دست درازیاں کرتے تھے۔ غرض مزاج عالم اعتدال سے باہر تھا۔ ظاہر ہے کہ پیکر انسانی کے دارالخلافہ میں کہ تمام عالم کا نسخہ ہے جب مواد فاسد غالب ہو اور صحت و سلامت کی راہ مستقیم سے مزاج منحرف ہوا تو بغیر قوی مسہل کے کہ مادہ مرض کو دفع کرے علاج پذیر نہیں ہوتا۔ اور جب یہ مواد فاسد دفعتہً دفع ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ ضرور مادہ صالح بھی تحلیل ہوتا ہے پس حکیم قادر کا جب یہ ارادہ ہوا کہ مزاج عالم صاحب قران کے قہر و لطف کے تلخ و شیریں سے اصلاح پائے اور اعتدال پر آئے۔ تو تھوڑی مدت میں ممالک گیہاں کو اُس نے تسخیر کیا۔ اور گردن کشوں اور جابروں سے سلطنتوں کو چھین لیا اور اپنے عدل و احسان سے یہ امن امان قائم کیا کہ اگر کوئی شخص بالفرض ایک طشت چاندی سے یا سونے سے بھرا ہوا مشرق سے مغرب کو لے جائے تو کوئی چور و شریر اُس کو آسیب نہیں پہنچا سکتا۔

کس نیارد تیز در خورشید دیدا زعدل او   گرچہ از مشرق بمغرب طشت زر تنہا برد

اس حالت میں بہت سے ہولناک امر بھی صادر ہوئے قتل۔ غارت۔ قید۔ تاراج۔ یہ باتیں جہانگیری کے لیے ناگزیر ہیں۔ گیتی ستاں بننے کے لیے جو تیمور نے ہولناک کام لیے اُن کا عذر معقول ملکوں کی حالتیں کر رہی ہیں۔ ان چار باتوں پر جو نیچے بیان کی جاتی ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ تیمور انسان پر احسان کرنے والا ایسا نہ تھا جیسا کہ اُس کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ایک کوڑا تھا یعنی انسان کے لیے محسن نہ تھا بلکہ تازیانہ تھا۔

اول بعض خاص بد نظمیوں اور مقامی نظموں کا علاج امیر تیمور کی تلوار نے کیا مگر یہ علاج مرض سے زیادہ موذی نکلا۔ مثلاً ایران میں چھوٹے چھوٹے حاکم ظالم جابر قاہر ہوتے تھے اور غارتگری اور بدنظمی سے رعایا کو ستاتے تھے مگر اس سے اُن کے کل قومیں تو برباد اور پامال نہ ہوتی تھیں مگر ان حضرت مصلح ملکی کے ہات سے تو وہ بالکل ستیاناس ہو گئیں۔ وہ سر سبز و شاداب زمینیں جن میں شہر آباد تھے اب اُن میں فتوحات تیموری کی یادگار کے لیے اہل شہر کی سروں کے ستون اور مینار قائم ہوئے۔ تیمور کی آنکھوں کے سامنے اُس کی سپاہ نے۔ استراخان۔ خوارزم۔ دہلی۔ اصفہان۔ بغداد حلب۔ دمشق۔ بصرہ۔ سمرنا۔ اور ہزاروں شہروں کو تاخت و تاراج کیا یا جلا دیا یا بیخ و بنیاد

سے اُکھیڑ کر پھینک دیا۔ اگر کوئی ناصح یا حکیم جرأت کرکے امیر تیمور کو ان آدمیوں کی تعداد بتلاتا جو امن اور انتظام کے قائم کرنے میں قتل ہوئے ہیں تو ضرور اُس کا دل لرز جاتا۔

دوم جن جنگہائے عظیم میں اُس نے ملکوں کو فتح کیا اُن پر قبضہ رکھنے کا اور سلطنت و حکومت کرنیکا بہت تھوڑا خیال کیا۔ ترکستان۔ قبچاق۔ روس۔ ہندوستان۔ شام۔ اناطولیا۔ (ارض روم) آرمینیا۔ جارجیہ پر حملے کیے اور اُن کو فتح کیا۔ مگر ان دور دراز ملکوں پر قبضہ کرنے اور حکومت کرنے کی تمنا نہ کی۔ ان ملکوں نے غنائم کو لیکر کوچ کیا اور نہ اپنے پیچھے ان میں سپاہ چھوڑی کہ وہ متمرد رعایا کی تنبیہ اور گوشمالی کرتی اور نہ کوئی منتظم اور ضابطہ مجسٹریٹ چھوڑا کہ وہ مطیع رعایا کی حمایت کرتا۔ پہلے انتظام کو خاک میں ملا دیا۔ اور اُس کے اپنے حملے سے پہلے برائیاں بڑھ گئیں یا نئی پیدا ہو گئیں اُن کا کچھ علاج نہ کیا۔ یعنی برائیوں کا معاوضہ بھلائیوں سے نہیں کیا۔

سوم ماوراء النہر اور ایران کے مہذب و شائستہ بنانے اور نظم و نسق کرنے میں غرض سب طرح سے اُس کے آراستہ پیراستہ کرنے میں امیر تیمور نے دل و جان سے کوشش کی اور ساری ہمت صرف کی۔ مگر اُس کے حسن انتظام میں یوں خلل پڑ جاتا تھا کہ وہ کہیں دور دولگا اور گنگا کے کنارہ پر لڑنے جاتا۔ اُس کے ملازم اپنے آقا کو اور اُس بیٹے بھی باپ کو اور اپنے فرائض کو بھول جاتے۔ گو وہ حسن انتظام کے قائم کرنے کے لیے تحقیقات کرتا اور مفسدوں کو سزا دیتا مگر جو مضرتیں بدانتظامی سے ہو جاتی تھیں اُن کی مکافات ان سزاؤں اور تحقیقاتوں سے نہ ہوتی تھیں مگر اُس سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ امیر تیمور کے دماغ عالی میں گورنمنٹ کے کمال کا وسیع خیال موجود تھا اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ کامل گورنمنٹ کے معنی کیا ہیں۔

چہارم امیر تیمور کی سلطنت و گورنمنٹ میں جو خوبیاں اور برکتیں تھیں وہ اُس کی ذات ہی کے ساتھ بخارہن کر اُڑ گئیں۔ اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد آپس میں عناد رکھتی تھی اور خلق میں فساد اُٹھاتی تھی۔ اُن کی بلند ہمتی کا اقتضا رہی تھا کہ وہ اپنے نام پر سلطنت رکھنی چاہتے تھے۔ مگر خود حکومت کرنے کا شوق نہیں رکھتے تھے۔ امیر تیمور کے چھوٹے بیٹے مرزا شاہرخ نے سلطنت کے ایک ٹکڑے کو ماوراءالنہر میں کچھ دنوں باقروشکوہ رکھا۔ مگر اُس کے مرنے کے بعد اس سلطنت پر تاریکی چھا گئی اور خونریزی نے اپنا رنگ دکھایا۔ ابھی ایک صدی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ ماوراءالنہر

اور ایران کو اوزبک اور ترکمان سفید و سیاہ میشی نے پامال کیا اور تیمور کی اولاد کی سلطنت کا نام باقی نہیں رہا نسل تیموری کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مگر اُس کی چھٹی نسل میں ایک ہیرو بابر اوزبک سے بھاگ کر ہندوستان کو فتح کرنے کو چلا آیا۔ اُسی کے قائم مقاموں نے جو سلاطین مغلیہ کہلاتے ہیں اپنی حکومت اور تسلط کو راس کماری سے لیکر کاشمیر تک اور قندھار سے خلیج بنگال تک پھیلایا۔ اورنگ زیب کی سلطنت سے اس سلطنت میں بھی تنزل شروع ہوا۔ ایک ایرانی دہلی کے خزانوں کو لوٹ کر لے گیا۔ اُس کے بعد انگلستان کے تاجروں کی کمپنی نے آنکر تو اُس کا بالکل نام و نشان مٹا دیا۔ امیر تیمور نے ایک کتاب بہت صاف صاف ترکی زبان میں لکھی ہے جس سے اُسکی کمال درجہ کی لیاقت فرمانروائی اور سلطنت کرنے کی معلوم ہوتی ہے جن کو یہ شبہ پڑا ہے کہ یہ کتاب کسی اور نے لکھی ہے یا اُس نے اپنے حکم سے لکھوائی ہے غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ جو حال تیمور کے اس میں لکھے ہیں اُن کا کسی اور کے قلم سے نکلنا مشکل تھا۔ اُس نے بعض باتیں اپنی سادہ لوحی کی ایسی لکھی ہیں کہ کوئی اور نہیں لکھ سکتا۔ بعض انگریزی مورخ لکھتے ہیں کہ اس میں ایسی باتیں نبانبا کے لکھی ہیں کہ چیونٹی کے پاؤں تلے آنے سے کلیجہ دُکھ جاتا ہے۔ بھلا جس ترک خونخوار نے شہر کے شہر ملک کے ملک بے چراغ کیے ہوں وہ اگر بدھ کا اوتار بھی بنکر دنیا میں آئے تو بھی اُس کا کلیجہ چیونٹی کے پاؤں تلے آنے سے نہ ہل جائے۔ غرض تیمور کی کوئی مدح کرکے الوہیت کے درجہ پر پہنچائے یا ہجو کرکے راس الفساق ٹھیرائے وہ دنیا کے چیدہ نامور شہنشاہوں اور سپہ سالاروں میں سے ایک تھا۔ اس قسم کے ناموروں کے اعمال اور اخلاق کی میزان میں ایک پلڑے میں حسنات اور دوسرے میں سیات چڑھائے جاتے ہیں کوئی ایک پلڑے کو جھکاتا ہے کوئی دوسرے کو کوئی دونوں کو برابر رکھتا ہے اصل حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ترازو کا کونسا پلڑا نیچا ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ بڑے آدمیوں کی لیاقت کو بڑے ہی آدمی سمجھتے ہیں۔ ولی را ولی می شناسد۔ نپولین بونا پارٹ جو زمانہ حال کا سکندر اعظم تھا وہ یہ کہتا تھا کہ اب بھی مسلمانوں میں ایسی طاقت باقی ہے کہ ایک امیر تیمور ان میں پیدا ہو جائے تو پھر وہ سارے یورپ کو ہرا سکتے ہیں۔ اس مقولہ پر امیر تیمور کے حال کو ختم کرتے ہیں۔

۱۸۱۶ء صاحب قران کے چار پسر والا قدر تھے۔ اول غیاث الدین جہانگیر مرزا جس نے اپنے پدر بزرگوار کی اوائل سلطنت میں ۷۷۶ھ میں سمرقند میں رحلت فرمائی اُسکے دو بیٹے تھے اول محمد سلطان جسکو امیر صاحبقران نے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ روم کی فتح کے بعد ۸۰۵ھ میں حصار روم میں کوس رحلت بجایا۔ دوم پیر محمد

جسکے نام پر بڑے بھائی کے مرنے پر طغرائے ولیعہدی سربلند ہوا حضرت صاحبقراں نے آخر عمر میں اُسکی اطاعت اور سلطنت کے لیے وصیت کی تھی۔ اس وقت وہ غزنہ اور حدود ہند کا حاکم تھا سنہ ۸۰۹ھ میں اُس نے پیر علی یار کے ہات سے شہادت پائی۔ یہ اُس کے امرا میں سے تھا۔ اس نمک حرام کی پیشانی پر داغ لعنت ابد تک لگا۔ حضرت صاحبقراں کا فرزند دوم مرزا شیخ عمر تھا جو فارس میں حکومت کرتا تھا۔ وہ ۷۹۶ھ میں باپ کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوا۔ فرزند سوم جلال الدین میراں شاہ میرزا تھا جس کا مجملاً حال نیچے لکھا جائیگا۔ فرزند چہارم میرزا شاہرخ تھا کہ خراسان کا فرمانروا تھا اور باپ کے ساتھ اکثر یورشوں میں شریک ہوا تھا۔ صاحبقراں کے بعد تھوڑے دنوں فرمانروائے مستقل ہوگیا اور ایران اور توران پر اور ملک جو باپ کے قبضہ میں تھا اُس پر قبضہ کیا ۴۳ برس کامرانی کے ساتھ سلطنت کی۔ ولادت ۷۷۹ھ اور وفات ۸۵۰ھ میں ہوئی۔

جلال الدین میراں شاہ — جلال الدین میراں شاہ کی ولادت ۷۶۹ھ میں ہوئی اور حضرت صاحبقراں جس وقت ہند پر متوجہ ہوئے تو عراق و عرب و عجم و آذربائیجان و دیار بکر شام کی حکومت بالکل اُس کے سپرد کی گئی تھی۔ شکار کھیلتا تھا کہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ زین سے زمین پر وہ گرا سر اور دماغ پر آسیب عظیم پہونچا۔ گو صحت ہوگئی۔ مگر اعتدال طبعی نہ ہوا۔ صاحبقراں کے انتقال کے بعد ابابکر میرزا پسر کلاں میراں شاہ نے باپ کے خطبہ و سکہ کو جاری کیا۔ میراں شاہ تو اکثر تبریز میں رہتا۔ تمام مہمات سلطنت کا اہتمام میرزا ابابکر کرتا تھا۔ ۸۱۰ھ میں محاربہ قرا یوسف ترکمان حوالی تبریز میں واقع ہوا۔ اسمیں میراں شاہ شہید ہوا۔ اور اس کے آٹھ بیٹے تھے۔ ابابکر میرزا۔ النگر میرزا۔ عثمان چلپی میرزا۔ عمر میرزا۔ خلیل سلطان محمد میرزا۔ ایجل میرزا۔ سیورغتمش۔

سلطان محمد میرزا و سلطان ابو سعید میرزا — سلطان محمد میرزا۔ میراں شاہ کا بیٹا ہے اور مہرنوش جو قوم فولاد قیا سے تھی اُس کی ماں ہے یہ میرزا اپنے بھائی میرزا خلیل کے ساتھ سمرقند میں رہتا تھا۔ اور اُس کے دو بیٹے سلطان ابو سعید میرزا اور منوچہر میرزا تھے۔ سلطان ابو سعید میرزا ۸۳۰ھ میں پیدا ہوا اور پچیس برس کی عمر میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اور اٹھارہ سال فرماں روائی اور کشورکشائی میں استقلال کے ساتھ اشتغال رکھا۔ ترکستان۔ ماوراء النہر۔ بدخشاں۔ کابل۔ غزنیں۔ قندہار۔ اور حدود ہندوستان پر تصرف کیا۔ اور آخر کو عراق بھی تسخیر کر لیا۔ باوجود اس دولت بزرگ و مملکت عظیم کے وہ مست نہیں ہوا ہوشیار

…یوں اور گوشہ نشینوں سے ہمت کا طالب رہا۔ ۸۷۲ھ میں آذون حسین آق قویونلو کے لیے میرزا جہاں شاہ بن قرا یوسف حاکم آذربائیجان گیا تھا مگر اُس نے بے پروائی اور بے تدبیری ایسی کی کہ وہ کشتہ ہو گیا۔ سلطان نے اُس پر لشکر کشی کی۔ آذون حسین نے ہر چند صلح چاہی مگر نہ ہوئی۔ ناگزیر اُس نے غلہ کی آمد و شد کی راہوں کو ایسا بند کیا کہ لشکر میں وہ قحط عظیم پڑا کہ چودہ روز تک خاصہ کے گھوڑوں کو جَو بھی نہیں ملے۔ اس قحط سے لشکر پراگندہ ہوا اور میدان جنگ میں آذون حسین غالب آیا اور ۲۲ - رجب ۸۷۳ھ کو سلطان کو آذون کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور یادگار محمد میرزا ابن سلطان محمد میرزا ابن بایسنقر میرزا ابن شاہرخ میرزا کو حوالہ کیا اُس نے یہ بہانہ بنا کے شہید کیا کہ اُس نے گوہر شاد بیگم کہ بانوے شاہرخ میرزا کو قتل کیا ہے۔ مقتل سلطان ابو سعید اُس کی مرنے کی تاریخ ہوئی۔

سلطان ابو سعید کا چوتھا بیٹا عمر شیخ میرزا ہے وہ سمرقند میں ۸۶۰ھ میں پیدا ہوا سلطان ابو سعید میرزا نے اول اُس کو کابل میں حاکم مقرر کیا تھا اور میرزا دادہ بابا کابلی کو اُس کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ اس نے میرزاؤں کی طوی کے سبب سے دوبارہ سمرقند میں اُس کو واپس بلا لیا جشن شادی کے بعد اُس نے ولایت اندجان و تخت اور چند اُس کو حوالہ کیے اور امرا اور نواب مقرر کیے تیمور تاش کو اتالیق مقرر کیا۔ ملک موروثی کی نگاہ داشت کے سبب یہ ناحیہ اُس کو عنایت کیا گیا تھا حضرت صاحبقراں نے بھی اپنے بیٹے شیخ میرزا کو یہی ولایت دی تھی ہم نامی کی مناسبت سے جیسے سلطان میرزا نے بھی اپنے بیٹے کو یہی ولایت عطا کی۔ حضرت صاحب قراں بار بار فرماتے تھے کہ ہم نے تسخیر عالم عمر شیخ میرزا کی قوت شمشیر کی ہے اور اندجان میں اس بیٹے اُس کو مقرر کیا ہے کہ ہماری ولایت اور دشت قپچاق کے درمیان وہ سد شدید ہو۔ ملک کی حفاظت میں وہ اہتمام ایسا کرتا تھا کہ اہل قپچاق کا مقدور نہ تھا کہ سر اٹھا سکیں اور فتنہ و فساد برپا کر سکیں۔ اس لیے ہم بفراغت کشور کشائی کرتے تھے۔ اس والا قدر نے بھی اپنی ولایت کہ حدود مغلستان میں تھی، ایسا انتظام کیا کہ لشکر بیگانہ کی مجال نہ تھی کہ اس حدود سے عبور کر سکے اور اُسکی جمعیت میں کوئی خدشۂ آسیب و تفرقۂ آشوب پہنچا سکے۔ یہ میرزا سخن سنج سخن گستر تھا۔ ارباب نظم کے ساتھ توجہ رکھتا تھا۔ اور خود بھی نظم کہتا تھا۔ طبیعت اُس کی شعر سے مناسبت رکھتی تھی لیکن اُس کو شعر کہنے کی پروا نہ تھی۔ اور اکثر اوقات کتب نظم اور تواریخ پر توجہ فرماتا تھا۔ اُسکے سامنے اکثر شاہنامہ پڑھا جاتا تھا۔

وہ نہایت خوش صحبت و شگفتہ پیشانی و نیک محاورہ تھا۔ شعرا ہمنشیں کے کلام میں سے اچھے شعر مناسب محل پر
پڑھتا تھا۔ اخلاق اور اطوار اُسکے حنفی مذہب کے موافق تھے۔ پاکیزہ اعتقاد تھا۔ پانچ وقت کی نماز ترک نہ
کرتا اور قضائے عمر تمام پڑھیں۔ اکثر تلاوت قرآن کیا کرتا تھا۔ خواجہ عبداللہ احرار سے ارادت رکھتا تھا
اور اُنکی صحبت سے مشرف ہوتا تھا۔ اور حضرت بھی اس کو بیٹا کہتے تھے۔ سخاوت کو شجاعت کے ساتھ
ہمزانو اور ہمت کو قدرت کے ساتھ ہمنشیں کیا تھا۔ عدالت اُس مرتبہ پر تھی کہ ایک دفعہ اندجان کے کوہستان
شرقی میں کارواں خطا آیا۔ وہاں برف ایسی پڑی کہ سارا کارواں اُسکے نیچے دبکر ہلاک ہوا صرف
دو آدمی زندہ بچے۔ جب اُس کو خبر ہوئی تو محصلوں کو متعین کیا۔ کاروانیوں کا سارا مال جمع کیا چونکہ
کوئی وارث حاضر نہ تھا اور اپنے تئیں احتیاج تھی مگر اُس مال کو اچھی طرح امانت رکھا۔ اور بعد ایک
دو سال کے اہل کارواں کے وارثوں کو انکے وطن سے بلا کر پورا مال بغیر کسی نقصان کے حوالہ کیا۔ ملک گیری
میں بہت دفعہ آشتی کو جنگ اور دوستی کو دشمنی سے مبدل کیا۔ اوائل میں شراب بہت پیتا تھا اور آخر کو ہفتہ میں
ایک دو مرتبہ پیتا تھا۔ معجون بہت کھاتا تھا جس سے کلّے خشک ہو گئے تھے۔ نرد بہت کھیلتا تھا۔ کبھی
قمار بھی کھیلتا۔ تین مرتبہ جنگ آرا ہوا۔ اول یونس خاں سے اندجان کے شمال کی طرف دریائے سیحون
کے کنارہ پر اس میں مغلوب اور گرفتار ہوا۔ اس دفعہ یونس خاں نے اُس سے نیکی کر کے اپنی ولایت
کو رخصت کیا۔ دوسری جنگ ترکستان لڑا۔ کنار دریائے آرس پر نواحی سمرقند پر اوزبک تاخت
و تاراج کرتے تھے۔ اُس نے دریائے آرس عبور کر کے اُن کو خوب زیر کیا۔ مال و اونٹ جو وہ لوٹ لیکر
چلے سب واپس لیکر مالکوں کو دیدیئے۔ خود کچھ طمع نہیں کی۔ تیسری لڑائی سلطان احمد مرزا سے شاہرخیہ
کے درمیان لڑا اُسمیں شکست پائی۔ باپ کے مرنیکے بعد اندجان میں کہ ولایت فرغانہ کا پایۂ تخت تھا سریر
سلطنت پر بیٹھا تاشکند و شاہرخیہ و سیرم اُسکے تصرف میں تھے۔ کئی دفعہ سمرقند پر لشکرکشی کی۔ سلطان احمد مرزا
برادر عمر شیخ میرزا والی سمرقند اور محمود خاں پسر کلاں یونس خاں جو الوس مغل کا خان تھا دونوں نے
ہم سخن ہو کر عمر شیخ میرزا پر لشکرکشی کی۔ آب خجند کے جنوب کی جانب سے سلطان احمد میرزا آیا اور
شمال کی طرف سے سلطان محمود خاں کہ اس عرصہ میں عمر شیخ میرزا کو قضیۂ ناگزیر تقدیر سے پیش آیا۔
ولایت فرغانہ کے ساتھ بلاد میں سے ایک اخسیکت تھا جو اخسی مشہور ہے۔ عمر شیخ مرزا نے اُس کو اپنا پایۂ تخت بنایا
تھا۔ یہ قسمت کی بات ہے کہ سہ۔ رمضان سنہ ۸۹۹ کو ایک بلند عمارت پر وہ بیٹھا ہوا کبوتروں کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ مکان

میں ایسی شکستگی آئی کہ وہ حضیض سفلی پر گر کر اوج علوی میں پہنچا۔ عمر اُس کی ۳۹ سال تھی ۸۶۰ھ میں وہ پیدا ہوا تھا۔

فرغانہ اقلیم پنجم میں سے ہے اور معمورہ عالم کے کنارہ پر واقع ہے شرق میں اُسکے کاشغر و غرب میں سمرقند جنوب میں کوہستان سرحد بدخشاں۔ شمال میں اُسکے پہلے شہر المالیغ و الماتو اور یاگی کہ معروف باترار تھے مگر اُن کا کوئی نشان نہیں باقی رہا۔ اُسکے غرب میں سمرقند اور خجند ہیں کوئی پہاڑ نہیں۔ صرف اسی جانب سے کوئی بیگانہ اُس میں آسکتا ہے۔

دریاے سیحوں کہ آب خجند مشہور ہے وہ شمال سے آنکر غرب میں بہتا ہے اور خجند کی جانب شمال سے اور فناکت (شاہرخیہ) کی جنوب سے گزرتا ہے۔ اور پھر شمال کے بائیں طرف ہوکر ترکستان کی جانب جاتا ہے۔ اور کسی دریا کے ساتھ ہمراہ نہیں ہوتا اور ترکستان کے آخر میں ریگستان میں داخل ہوکر غائب ہوجاتا ہے۔ اس ولایت میں سات قصبے ہیں۔ پانچ دریاے سیحوں کے جنوب میں اور دو اُسکے شمال میں۔ قصبات جنوب اندجان۔ اوش۔ مرغیناں۔ آسفرہ۔ خجند ہیں۔ اور قصبات شمال کے۔ اخسی کاشان۔

عمر شیخ میرزا کی اولاد میں تین بیٹے و پانچ دختر تھے۔ سب میں بڑا ظہیر الدین محمد بابر تھا اور اُس سے دو سال چھوٹا جہانگیر مرزا۔ اس سے دو برس چھوٹا ناصر مرزا۔

بابرنامہ

حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی

۶ محرم ۸۸۸ھ کو قتلغ نگار خانم کے بطن سے بابر پیدا ہوا۔ قتلغ نگار خانم یونس خاں کی دوسری بیٹی اور سلطان محمود خاں کی بڑی بہن تھی۔ اُس کا نسب اس طرح ہے کہ قتلغ نگار خانم بنت یونس خاں بن ویس خاں بن شیر علی اوغلان بن محمد خاں بن خضر خواجہ خاں بن تغلق تیمور خاں بن ایسنبوغا خاں بن دوا خاں بن براق خاں بن بیسوق توابن موالکان بن چغتائی خاں بن چنگیز خاں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بابر کا نسب ماں کی طرف سے چنگیز خاں اور باپ کی طرف سے چوتھی پشت میں امیر تیمور تک پہنچتا ہے اُس کی ددھیال ترک اور ننھیال مغل تھی۔ مگر وہ مغلوں کو باوجود اس رشتہ مندی کے اپنی سرگزشتوں میں حقارت کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ تاریخ ولادت مولانا جامی نے یہ لکھی ہے۔

چوں در ششم محرم زاد آن شہ مکرم
تاریخ مولدش ہم آمد ششم محرم

یہ تاریخ اتفاقیہ ہے۔ اس تاریخ میں شش حرف ہیں اور چھ کا عدد اہل حساب کے نزدیک عدد خیر یعنی اچھا
سمجھا جاتا ہے اور لفظ شش حرف اور نقش عدد خیر میں بھی دو تاریخیں نکلتی ہیں۔ پھر سنہ ولادت
میں احاد و عشرات مآت مساوی ہیں جو سلوک اطوار کی آسودگی پر اشارت کرتے ہیں۔ حضرت ناصر الدین
خواجہ احرار نے اس کا نام ظہیر الدین محمد رکھا۔ اس نام کے الفاظ ترکوں کی زبان سے اچھی طرح نہیں
ادا ہو سکتے تھے اسلیے اُنھوں نے بابر اس کا نام رکھا۔ جس وقت کہ باغ اندجان میں بابر [illegible] تھا
باپ کے واقعہ ناگزیر کی خبر دوسرے روز پہنچی تو وہ مع مختصر ملازمین کے قلعہ کی طرف چلا۔ جب دروازہ کے
قریب پہنچا تو امیر شیرم طغائی اُس کی باگ موڑ کر عیدگاہ کی طرف اس خیال سے لے گیا کہ سلطان احمد مرزا جو کہ
شان و شوکت کا بادشاہ ہے اور بہت سے لشکر کے ساتھ اندجان پر چلا آتا ہے ایسا نہ ہو کہ امرا غدر مچا کے
بابر کو اور اُسکی ولایت کو اُسکے حوالہ کر دیں۔ اسلیے اُس کو اوزکند میں [illegible] لے گیا۔ اگر امرا کی حرام
نمکی سے ملک ہاتھ سے جاتے تو بچاتے مگر بابر اس حرکت سے نفرت پاتا۔ جب مرزا کو یہ بات معلوم ہوئی تو
اُنھوں نے خواجہ محمد درزی کو جو عمر شیخ مرزا کا بڑا قدیم نوکر تھا بابر کے پاس بھیجا کہ [illegible] دغدغہ دل سے
نکال دے۔ بابر نمازگاہ میں پہنچا تھا کہ خواجہ محمد رکاب بوس ہوا اور اپنی معقول باتوں سے بابر کا اطمینان
ایسا کر دیا کہ وہ اُلٹا چلا آیا۔ جب وہ قلعہ اندجان میں آیا تو سب مرزا و امرا [illegible] دولت خدمت میں حاضر
ہوئے اور صلاح و مشورہ کرکے قلعہ کے برج و بارہ کے مضبوط رکھنے میں مشغول ہوئے ایک دو روز میں بعضے
بیرا امرا بھی آ گئے جو باہر گئے ہوئے تھے۔ پھر سب یکدل و یکجہت ہو کر قلعہ داری میں مشغول ہوئے۔
سلطان احمد مرزا نے اُراتیپہ و خجند و مرغینان کو تسخیر کر لیا اور اندجان کے قریب [illegible] قبا میں مقام
ہوا۔ بابر نے خواجہ اور دوان حسین و خواجہ حسین کو ایلچی بنا کر بھیجا۔ انھوں نے خدمت سلطان احمد مرزا سے
یہ عرض کیا کہ اس ولایت میں اگر آپ اندجان کو فتح کیجیے گا تو [illegible] نہیں ہے کہ سمرقند کو
تشریف لیجایئے گا۔ یہاں کسی اپنے ملازم کو مقرر کرکے چھوڑ جائیے گا۔ بابر بھی آپ کا ملازم ہے اور
فرزند بھی ہے۔ اگر اسکو یہاں کی خدمت کے عہدہ پر مقرر نہیں کیجیے تو [illegible] آسان فیصلہ ہو جائیگا۔
سلطان احمد مرزا کم سخن تھا خیر اندیش طبیعت رکھتا تھا کوئی کام [illegible] امرا کے [illegible] تھا۔ امرا اس
عرض پر ملتفت نہ ہوئے سخت جواب دیے اور آگے کوچ کیا۔ مگر [illegible] دریائے قبا کا پانی
سیاہ تھا سوائے پل کے کہیں اور سے اُتر گزر نہیں ہو سکتا تھا [illegible] ایک دوسرے پر آدمی

پل قبا اور [illegible] سے معاودت

مرنے لگے اور گھوڑے اور شتر سیلاب میں ڈوب کر مرنے لگے۔ لشکر پر تین سال پہلے بھی دریا کے اترنے میں یہ آفت آئی تھی۔ اسلیے وہی وہم پھر لشکر پر غالب ہوا۔ دوم گھوڑوں میں وبا ایسی پھیلی کہ طویلے کے طویلے خالی ہوگئے۔ سوم بابر کی رعیت و سپاہ کو ایسا یکدل و یکجہت پایا کہ جب تک انکی تن و جان میں رمق و توان باقی ہو جانبازی کرینگے اور پہلوتہی نہ کرینگے۔ ان وجوہ کے سبب سے وہ اپنے آگے بڑھنے سے پریشان و پشیمان ہوا۔ جب اندجان سے ایک کروہ (چار میل) پر تھے تو انھوں نے درویش محمد خان کو صلح کے لیے بھیجا قلعہ کے اندر سے حسن یعقوب بھیجا گیا دونوں نے نمازگاہ میں صلح کی شرائط ٹھہرائیں اور واپس آئے۔ غرض سلطان احمد مرزا نے مصلحت سمجھکر صلح کرلی اور سمرقند کو روانہ ہوا۔ مگر راہ ہی میں تھا کہ موت نے آلیا اپنے بڑے بھائی عمر شیخ مرزا کے مرنے کے بعد چالیس روز وہ زندہ رہا۔ اب چچا سے بھتیجے کا یوں پیچھا چھٹا تھا کہ ماموں سے سامنا آن پڑا۔ دریا رخجند کی جانب شمال سے سلطان محمود خاں نے آن کر اخسی کا محاصرہ کیا۔ اخسی میں بابر کا چھوٹا بھائی جہانگیر میرزا اور ایک گروہ کثیر امرا کا تھا۔ ویس لاغری اور میر غیاث طغائی بھی وہاں تھے ان کو اور امرا سے ایسا وہم پیدا ہوا کہ وہ کاشان میں کہ ویس لاغری کی ولایت تھی چلے آئے۔ بابر کے سب سے چھوٹے بھائی ناصر میرزا کا ویس لاغری اتالیغ تھا اور ناصر میرزا یہاں کاشان میں نہیں تھا جب کاشان کے نواح میں محمود آیا تو ان امرا نے خان کی خدمت جاکر کاشان کو اُس کے حوالہ کردیا۔ اور ناصر میرزا کو ویس لاغری گرفتار کرکے سلطان احمد میرزا پاس لے گیا۔ اُس نے مزید ترخاں کے سپرد کردیا۔ اب محمود خاں اخسی کے پاس گیا اور چند مرتبہ لڑا اور ناکام رہا۔ اخسی کے امرا اور جوانوں نے خوب جانبازی کی۔ اس اثنا میں سلطان محمود خاں بیمار ہوگیا اور لڑائی سے بھی تنگ ہوگیا تھا۔ اُس کو معلوم ہوا کہ سلطان احمد میرزا نے صلح کرلی اور قلعہ کے فتح ہونے کی بھی اُمید نہیں ہو تو وہ لڑائی کو ختم کرکے اپنی ولایت کو چلا گیا۔ مگر خان دوسری بات میں زیادہ کامیاب ہوا۔ ناحیہ ارتیفیہ یا اسروشنہ جو فرغانہ کے قرب میں تھا اور کچھ برسوں سے شیخ عمر میرزا کے قبضہ میں تھا اُس کے مرنے سے پہلے سلطان محمود خان کی سپاہ نے اُس پر قبضہ کرلیا تھا اور خان نے اپنے گوکلتاش (دلی دوست) محمد حسین میرزا دوغلات کو وہاں کی حکومت دی تھی۔ یہ مشہور بیٹا حیدر میرزا امیر کاشغر کا تھا اور اُس نے خان کی ایک بہن سے شادی کی تھی۔

بابر کے سر پر جیسا کہ بارہ برس کی عمر میں باپ کے مرنے سے تخت و تاج کا بار پڑا تھا ایسا ہی ماں باپ کا

کے بھائیوں یعنی چچا و ماموں کی تلوار کے ہاتھ سے بچنا دشوار ہو گیا تھا۔ اُن کے حملوں سے ابھی نجات ہوئی تھی کہ ابوبکر میرزا دوغلات حاکم کاشغر از کند یا ارکند تک تخت و تاراج کرتا ہوا فرغانہ کے مشرق میں آموجود ہوا مگر اس حملہ کا ایک کاؤ آسانی سے ہو گیا جب سپاہ بابر کی سپاہ لڑنے کو گئی تو اُس نے صلح کر لی اور کاشغر کے پہاڑوں کے پار چلا گیا۔

حسن یعقوب کا منحرف ہونا

دشمنوں سے فرصت ملی تھی کہ گھر میں ایک فساد کھڑا ہوا حسن یعقوب جس کو اندجان کی حکومت اور اختیار اندرخانہ بابر نے دیا تھا وہ منحرف ہو گیا اور اُس نے ارادہ کیا کہ بابر کو معزول کر کے اُسکے بھائی جہانگیر میرزا کو بادشاہ بنائے۔ مگر سپاہ اور امراسے اُس کا اختلاط خوب تھا اسلیے اُس کا بھنڈا پھوٹ گیا اور اُس کا ارادہ معلوم ہو گیا بابر کی نانی ایسن دولت بیگم رائے و تدبیر میں ایسی لائق تھی کہ ایسی عورتیں کمتر ہوتی ہیں اس کی صلاح و مشورہ سے یہ قرار پایا کہ حسن یعقوب معزول کیا جاے۔ یہ خبر اُس کو بھی معلوم ہو گئی تو وہ سمرقند کی طرف کند نادام تک گیا تھا کہ چند روز بعد اُس نے اندیشہ فاسد اخسی کے فتح کرنے کا کیا جب وہ اس نواح میں آیا تو لشکر اُس کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا جسمیں وہ ایک تیر کے لگنے سے ہلاک ہوا

چو بد کردی مباش ایمن ز آفات — کہ واجب شد طبیعت را مکافات

ابراہیم سارو کا منحرف ہونا

عمر شیخ میرزا کی خدمت میں اڑکپن سے ابراہیم سارو رہتا تھا اور اسی خدمت گاری سے امیر ہو گیا تھا مگر وہ میرزا سے منحرف ہو گیا تھا اُس نے قلعہ آسفرہ میں آنکر بایسنغر خاں کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور مخالفت شروع کی بابر اُس کے دفع کرنے کے لیے لشکر لیکر گیا۔ چالیس روز تک قلعہ کا محاصرہ رہا۔ دو تین جگہ سرکوب بنائے اور نقب لگائے ابراہیم سارو ایسا عاجز ہوا کہ ترکش و شمشیر گلے میں ڈال کر بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قلعہ سپرد کیا۔ پہلے لکھ چکے ہیں کہ خجند بھی عمر شیخ میرزا کے عہد میں سلطان محمد میرزا نے لے لیا تھا۔ جب بابر یہاں آیا تو بے مضائقہ یہاں کے قلعہ دار نے اُس کو قلعہ سپرد کر دیا۔

سلطان محمود خاں سے ملاقات

سلطان محمود خاں اس وقت شاہرخیہ میں آیا ہوا تھا۔ بابر نے یہ تفکر کہ خجند میں اور سلطان میں کچھ فاصلہ نہیں ہے اُس کو باپ اور بڑے بھائی کی جگہ سمجھکر اُس سے ملنے کا قصد کیا تاکہ پہلی کدورتیں رفع ہو جائیں وہ شاہرخیہ میں ماموں کے پاس گیا جس نے اُس کو اپنے پہلو میں بٹھا کر شفقت و مہربانی کی بعد ایک دو روز کے بابر اخسی کی طرف آیا۔ فرغانہ اور کاشغر کے درمیان ایک قوم جگرک رہتی تھی پانچ چھ ہزار خانوار تھی۔ گھوڑے اور گوسفند و گائے بہت اُس پاس تھے۔ بابر نے قاسم بیگ

اور لشکر کو بھیجکر بیس ہزار گوسفند اور پانچ سو گھوڑے اُس سے لیے اور لشکر کو تقسیم کر دیا۔

محمود مرزا کے مرنے سے اور بایسنغر خاں کے جانشین ہونے سے سمرقند میں بڑے بڑے شور و فساد مچ رہے تھے۔ بابر ان سب کو بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اب اُس کا بھی ارادہ ہوا کہ اپنے باپ دادا کے ملک کا داعیہ کیجیے۔ اس وقت اس بدنصیب دولتمند شہر پر ایک ہی وقت میں تین شخص حملہ آور ہوئے اندجان سے بابر اُس پر چڑھا مسعود مرزا حصار سے آیا سلطان علی مرزا بخارا سے۔ سلطان علی نے بابر سے کہا کہ آؤ ہم تم آپسمیں صلح کر لیں اور متفق ہو کر کام کریں۔ بابر نے اس صلح کو منظور کر لیا۔ یہ مصالحت اس سبب سے نہ تھی کہ ان دونوں میں آپسمیں اعتبار تھا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ دونوں ایک شخص کے دشمن تھے غرض دونوں گھوڑوں پر سوار آپسمیں ملے۔ چار پانچ آدمی ہر ایک کے ساتھ تھے۔ موسم زمستان قریب تھا سمرقند کے گرد سپاہیوں کا ہجوم اس قدر ہوا تھا کہ اب شہر سے لشکروں کے مایحتاج کا بھی انصرام نہیں ہو سکتا تھا اسلیے حملہ آور شاہزادے مجبوراً اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے۔

جب بابر اور سلطان علی میرزا میں ملاقات ہوئی تھی تو یہ امر مقرر ہوا تھا کہ تابستان میں وہ بخارا سے اور بابر اندجان سے سمرقند کا محاصرہ کرنے آئیں۔ اسلیے ماہ رمضان ۹۰۲ھ میں بابر اندجان سے روانہ ہوا اور لشکر کو بایسنغر میرزا کے ملک میں لے گیا۔ یام میں کہ سمرقند سے کچھ دور نہ تھا خیمہ زن ہوا۔ ماوراءالنہر میں یہ ایک عجب تہذیب کی بات تھی کہ جو سپاہی کہ شہر کو محصور کیے ہوئے تھے اُن میں شہری و بازاری اس قدر آتے تھے کہ اردو شہر معلوم ہوتا تھا۔ جو چیز شہر سے طلب کرتے وہ لشکر میں موجود ہوتی بابر نے لکھا ہے کہ لشکر جب یام میں تھا کہ شہر کے بازاری اور غیر بازاری بہت سے لشکر کے بازار میں آ گئے تھے اور سودا بیچکر سود حاصل کرتے تھے کہ ایک بار ظہر کی نماز کے بعد ایک غوغا سے عام ایسا اُٹھا کہ ان مسلمانوں کا تمام مال تاراج ہو گیا۔ لشکر کا انتظام اور حفظ ایسا تھا کہ بادشاہ کا حکم ہوا کہ کسی شخص کا مال اسباب کوئی اپنے پاس لشکر کا آدمی نہ رکھے اور سب مال جمع کرکے واپس دیا جائے پھر دن نہ چڑھا تھا کہ مالکوں کے پاس سارا اسباب پہونچ گیا۔ اور لشکر نے اُن کا کوئی سوئی تاگا تک اپنے پاس نہیں رکھا۔ یام سے یورت خاں کی طرف بابر گیا اور چالیس پچاس روز یہاں قیام رہا۔ اس قیام میں کئی دفعہ اندر والوں اور باہر کے جوانمردوں میں لڑائیاں ہوئیں۔ ایک دفعہ اہل قلعہ نے یہ فریب کیا کہ آدمی بھیجکر یہ کہلا بھیجا کہ غار عاشقان کی طرف سے تم آؤ تو ہم تم کو قلعہ دیدینگے اس خیال سے رات کو

بابر سوار ہوکر پل پر آیا اور چارسو عود پر جوانمرد پیادوں کی ایک جماعت روزانہ کی کہ شہر کے اندر کے آدمی چار پنجیاں روشن کرکے لائے تھے توسپاہ کو اُن کی دغا کا حال معلوم ہوا۔ جو جوانمرد جلد باز تھے وہ قتل ہوگئے۔

اب مقام یورت خاں سے کہ بابر نے جو اپنے لشکر کے چند مقام شہر کے گرد بدلے تو شہر والوں نے جانا کہ وہ اُلٹا جاتا ہے توسپاہی اور شہری لڑنے کے لیے باہر نکل پڑے۔ مگر بابر کے لشکر نے اُن کو شکست دی اور اُن کے بڑے بڑے جوانمردوں کا خون کیا اور غار عاشقاں میں جو بابر کے سپاہی مارے گئے تھے اُن کا انتقام لیا۔ اہل سمرقند کو پوری شکست ہوئی اور پھر وہ قلعہ سے باہر نہ نکلے اور نوبت یہانتک پہونچی کہ بابر کا لشکر خندق کے قریب ایسا ہوگیا کہ اندر جاکر آب و غلہ لے آتا۔ اب آفتاب برج میزان میں داخل ہوا۔ بابر نے مجلس مشورہ کو جمع کیا سب نے کہا کہ اہل شہر ایسے عاجز ہورہے ہیں کہ ایک دو روز میں بعنایت الٰہی ہم شہر کو لے لیتے ہیں نہیں تو سردی کی تکلیف اُٹھانی پڑیگی اس لیے بہتر ہوگا کہ شہر کے پاس سے چلکر کہیں ایک قلعہ میں قشلاق موسم سرما کے رہنے کا مکان بنائیں کہ اگر وہاں سے چلے جانے کی ٹھیرے تو بے تردد چلے جائیں اس قشلاق کے واسطے خواجہ دیدار کا قلعہ تجویز ہوا۔ وہاں سے کوچ کرکے اس اولانگ (سبزہ زار) میں کہ قلعہ خواجہ دیدار کے آگے تھا فروکش ہوئے اور جب قلعہ میں مکانات تیار ہوگئے تو اس کے اندر چلے گئے۔ اس عرصہ میں شیبانی خاں پاس بایسنغر نے متواتر آدمی بھیجے۔ وہ بطور ایلغار کے ترکستان سے چلکر بابر کے لشکر کے سر پر آیا۔ باوجودیکہ لشکر جمع نہ تھا بہت سے آدمی اُس کے مصلحت قشلاق کے لیے رباط خواجہ عمر میں بعض شیراز میں دور چلے گئے تھے۔ مگر لشکر درست کرکے شیبانی خاں سے لڑنے کو بابر مستعد ہوا مقابلہ شیبانی خاں نہ کرسکا سمرقند کو چلا گیا۔ بایسنغر خاں کے حسب مراد شیبانی خاں سے کام نہ ہوسکا اسلیے وہ مایوس ہوکر اور کچھ کام نہ کرکے ترکستان کو واپس پا۔ بایسنغر خاں سات مہینے تک محنت اُٹھا رہا شیبان خاں سے توقع تھی وہ بھی منقطع ہوئی۔ اسلیے دو تین سو بھوکے ننگے آدمیوں کو لیکر کندز کو سمرقند سے بھاگ گیا۔ بابر بیچ دیا بسنغر خاں کے فرار ہونیکی خبر سنکر خواجہ دیدار سے سوار ہوکر سمرقند پر متوجہ ہوا راہ میں اکابر و امرا و خوانین استقبال کو آئے۔ ربیع الاول ۹۰۳ھ کو شہر اور ولایت سمرقند فتح ہوگئے بابر کی عمر اس وقت پندرہ برس کی تھی۔

سمرقند کا حال یہ نوجوان بادشاہ اس طرح لکھتا ہے کہ اُس کو ملک ماوراء النہر کا دار السلطنت امیر تیمور نے مقرر کیا تھا۔ ربع مسکوں میں اُس کی برابر کمتر لطیف شہر ہیں۔ ابتک کسی باغی (نافرمان) قہر و غلبہ سے اُس پر قبضہ نہیں پایا تھا اسلیے اُس کو بلاد محفوظہ کہتے ہیں۔ بقول راوی ترک اُس کو سمرکنت کہتے ہیں حضرت عثمان کی خلافت میں یہ شہر مسلمان ہوا۔ اب سارے باشندے اسکے سنی پاک مذہب و تشرع و پاک دین ہیں۔ ماوراء النہر میں جیسے ائمہ اسلام پیدا ہوئے ہیں معلوم نہیں کہ کسی اور ولایت میں بھی پیدا ہوئے ہوں۔ شیخ ابومنصور ماتریدی ائمہ کلام میں سے ہے۔ ماترید سمرقند کے ایک محلہ کا نام ہے دوسرے صاحب بخاری خواجہ اسمعیل احرار بھی ماوراء النہری ہے۔ صاحب ہدایہ مرغینان کا ہے جو ولایت فرغانہ کا ایک حصہ ہے۔ مذہب حنفیہ میں ہدایہ سے زیادہ معتبر کتاب فقہ میں کم ہے اس کے باغات۔ مساجد۔ مدارس۔ عمارات کی بہت تعریف لکھی ہے۔ ایک مسجد کو لکھا ہے کہ اس صنعت سے بنایا ہے کہ اگر اُس کے صحن پر لات ماریے تو لق لق کی آواز نکلتی ہے۔ ایک مسجد تمیمہ پتھر کی ہندوستان کے سنگ تراشوں نے بنائی ہے اُس کے پیش طاق کے کتبہ میں قرآن کی آیات ایسی جلی لکھی ہیں کہ ایک کروہ کے فاصلہ سے آدمی آسانی سے پڑھ سکتا ہے۔ ایک کوشک کلاں میں امیر تیمور کی جنگ ہندوستان کی تصویریں ہوئی ہے۔ مرزا الغ بیگ نے بہت سی عمارات بنائی ہیں منجملہ اُن کے ایک دامن پشتہ کوہک میں ایک عمارت عالیشان رصد ہے کہ زیج بنانے کے آلات وہاں موجود ہیں الغ بیگ مرزا نے اس رصد سے زیج گورکانی لکھی ہے جس پر اب عمل ہوتا ہے پہلی زیجیں سب اس کے آگے معطل ہیں۔ اس سے پہلے زیج ایلخانی پر عمل ہوتا تھا جس کو خواجہ نصیر نے ہلاکو خاں کے زمانہ میں لکھا تھا۔ غالباً دنیا میں آٹھ سات رصدوں سے زیادہ نہیں بنائی گئیں۔ خلیفہ ہارون رشید نے ایک رصد بنائی تھی کہ جس سے زیج مامونی بنائی گئی۔ ایک بطلیموسی رصد بنائی گئی تھی۔ ہندوستان میں راجہ بکرماجیت کے عہد میں اُجین میں کہ مالوہ میں ہے رصد (جنتر منتر) بنائی گئی تھی جسپر ہندوؤں نے عمل کر کے زیج بنائی ہے اسپر ۵۰۲ برس گذر چکے ہیں بہ نسبت اور زیجوں کے ناقص ہوگئی ہے ایک تخت ایک پتھر کا ہے جس کا طول تخمیناً چودہ پندرہ گز کا اور عرض سات آٹھ کا اور ارتفاع ایک گز کا۔ ایسے سنگ کلاں کو دور سے لائے ہیں اس میں درز پڑ گئی ہے۔ بعض مکان چینی کے بنے ہوئے ہیں سمرقند کے شہر میں ایک خصوصیت ہے جو اور شہروں میں نہیں ہے کہ ہر ایک حرفہ کا بازار جدا جدا ہے کوئی مخلوط نہیں متخلل

قرمزی وکاغذ یہاں کا مشہور ہی۔ امیر تیمور نے جو کہا تھا کہ میرے پاس ایک باغ ہی کہ جس کا طول تیس فرسنگ (۱۲۰ میل) ہی وہ باغ سعد میں تھا۔ جو ماورار النہر کا ایک بڑا شہر ہی۔ وہ سمرقند کے میوہ ل کی بہت تعریف کرتا ہی۔ اہل شہر کی زبان فارسی ہی۔ اہل قصبات ودہات کی زبان ترکی ہی وہ لکھتا ہی کہ امیر تیمور نے سمرقند کی حکومت جہانگیر مرزا کو دی تھی۔ جہانگیر مرزا کے مرنے کے بعد اُس کے بڑے بیٹے محمد سلطان جہانگیر کو وہ ملی اور شاہرخ مرزا نے تمام ماورار النہر کو فتح کرکے مرزا الغ بیگ کو یہاں کی فرمانروائی دی۔ الغ بیگ کو اُس کے بیٹے عبداللطیف عباس نے مارڈالا تاریخ وفات یہ ہی

الغ بیگ بحر علوم وخرد | کہ دنیا ودیں را ازو بود پشت
زعباس شہد شہادت چشید | شدش حرف تاریخ عباس کشت

باپ کو مار کر وہ بھی پانچ مہینے سلطنت نہ کرسکا اُس کی نسبت یہ بیت مشہور ہی ؎

پدرکش پادشاہی را نشاید | اگر شاید بجز شش مہ نپاید

عبداللطیف کو باباحسین نے مارا۔ باباحسین کشت اسکے مرنے کی تاریخ ہی۔ عبداللطیف کے بعد الغ بیگ کا داماد عبداللہ مرزا تخت پر بیٹھا۔ ڈیڑھ دو سال سلطنت کی ہوگی کہ سلطان ابوسعید فرماں روا ہوا اور اُس نے اپنی زندگی میں سلطان احمد مرزا کو یہاں کی حکومت دی۔ بعد سلطان ابوسعید مرزا کے سلطان احمد مرزا بادشاہ ہوا اور بعد اُس کی وفات کے سلطان محمود مرزا اور سلطان مرزا کے بعد بایسنغر مرزا تخت سمرقند پر بیٹھا۔ ترخانیوں کے غوغا میں بایسنغر مرزا مقید ہوا۔ اور ایک دو روز کے لیے اُس کے چھوٹے بھائی سلطان علی مرزا کو تخت پر بٹھادیا۔ پھر بایسنغر مرزا نے تخت لے لیا اور اُس سے بابر نے سلطنت لے لی۔ بابر نے تخت پر بیٹھکر امرار سمرقند پر عنایت کی اور جو امرار اُس کے ہمراہ تھے اُن پر بھی شفقت کی۔ سلطان احمد تنبل کی رعایت زیادہ کی گئی۔ سمرقند سات مہینے کے محاصرہ میں بہت سی تشویش کے بعد حاصل ہوا تھا۔ بابر نے سمرقند کو حملہ کرکے تو فتح نہیں کیا تھا بلکہ اہل سمرقند نے خود اپنے تئیں اسکو حوالہ کیا تھا۔ اس سے وہ لشکر کو حکم اس شہر کے لوٹنے کا نہیں دے سکتا تھا۔ جس کو وہ اپنا دارالسلطنت بنانا چاہتا۔ سوا اس کے اس وقت سمرقند کا حال ایسا خراب تھا کہ وہ مدد تخم وتقاوی کا محتاج تھا۔ اس سے بھلا کیا کوئی چیز لے سکتا تھا۔ اس سبب سے اُس کے لشکر کے آدمی ناراض ہوئے کہ غنیمت کچھ ہات نہ لگی نہ بادشاہ خود اُن کو کچھ

دے سکا اسلیے اُن کو اپنا گھر یاد آیا۔ ایک ایک دو دو کر کے بھاگنے شروع ہوئے اور مغل سب بھاگ گئے اور فرغانہ میں جاکر باقی فوج کو بہکانے لگے۔ احمد تنبل جو اندجاں میں بابر کی طرف سے حاکم تھا وہ بھی اور امیروں کے ساتھ ملکر باغی ہو گیا۔

اب بابر نے اس فتنے کے دور کرنے کے لیے خواجہ قاضی کو بھیجا کہ وہ اپنے دوست اوزون حسن کے ساتھ ملکر اُن لوگوں کو جو بھاگ گئے ہیں خود سزا دے یا پکڑ کر بھیج دیے۔ مگر معلوم ہوا کہ اوزون حسن نمک حرام خود بھاگنے والوں کا سردار بن کر فتنے برپا کرتا تھا۔ اوزون حسن اور احمد تنبل نے فتنہ پردازوں کا گروہ کھڑا کر کے جہانگیر مرزا کو اندجان کا فرمانروا بنانا چاہا۔ اور بابر پاس پیغام بھیجا کہ اب آپ کو سمرقند ہاتھ لگ گیا ہے وہاں آپ فرماں روائی کیجیے اور یہاں اندجاں اور اخسی میں آپ کا چھوٹا بھائی جہانگیر مرزا حکمرانی کریگا۔ بابر کا ماموں بھی جو تاشقند کا مغل بادشاہ تھا ان ملکوں کو مانگتا تھا۔ بابر نے جو بھائی اور ماموں کے ان دعووں کا بیان لکھا ہے وہ صاف صاف نہیں ہے۔ مگر دونوں کا دعویٰ خالی از انصاف نہیں تھا۔ مغلوں کے ہاں اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد ہر بیٹے کو جدا جدا التمغا ملا کرتی تھی جس کے سبب بھائیوں میں آپس میں عناد فساد رہتا تھا۔ بابر اور جہانگیر دونوں کی مائیں مغلانیاں مختلف فرقہ کی تھیں۔ باپ کے مرنے کے بعد اخسی کی التمغا جہانگیر کے پاس تھی۔ اس کے مغل بہت طرفدار تھے اور اُس کو آزاد بنانا چاہتے تھے۔ ابتدا میں جو بابر پر آفتیں زیادہ آئیں اُس کا سبب یہی تھا کہ یہی بھائی جو اُس کا معاون اور یار رہتا ور ہوتا مخالف ہو گیا۔ اور اس سبب سے فرغانہ کی قوت جو ان دونوں بھائیوں کے اتحاد سے پیدا ہوتی ضعیف ہو گئی۔ بابر کو چاہیے تھا کہ جب ملک سمرقند اُس کو ہات لگا تھا تو فرغانہ جہانگیر کو دیدیتا وہ اس کا مستحق تھا۔ محمود خاں کے دعوی کی نسبت بابر لکھتا ہے کہ اگر محمود خاں کے ساتھ کوئی وعدہ ان ولایتوں کے دینے کا نہیں ہوا اور اُس نے معتمد کمک بھی نہیں کی مگر وہ اُس کو طلب کرتا ہے۔ اگر یہ ملک جہانگیر مرزا کو دیدیئے جائیں تو ماموں سے الفت ہو جائیگی۔ سوائے اس کے جو لوگ بھاگ گئے ہیں وہ بطریق تحکم دعوی کرتے ہیں اگر اس معاملہ میں کوئی پہلے بات مقرر ہوئی ہوتی تو اُس کے مانگنے کی وجہ معقول ہوتی۔ یہ تحکم بابر سے اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ بابر نے خواجہ التون کو بھیجا کہ وہ نصیحت کر کے لوگوں کے دلوں سے وہم کو دور کرے۔ مگر

اندجان پر جہانگیر مرزا کی حکومت۔

نمک حراموں نے لوگوں کو ایسا بہکار کھا تھا کہ وعدہ و وعید و نصیحت و تہدید کچھ اثر اُن پر نہیں کرتا تھا۔ احمد تنبل اور اوزون حسن نے ایک جماعت کو بھیکر التون کو قتل کر ڈالا۔ اور ان دونوں سے جہانگیر مرزا کو ساتھ لیکر اندجان کا محاصرہ کیا۔ اندجان سے جب بابر آیا تھا تو اُس میں علی دوست طغائی کو اور اخسی میں اوزون حسن کو چھوڑ آیا تھا۔ پھر خواجہ قاضی کو سمرقند سے بھیجا تھا۔ اس نے قلعہ داری میں بابر کی نیک خواہی کے لیے بڑا اہتمام کیا اور اٹھارہ ہزار گوسفند اپنے پاس سے قلعہ کے اندر جو جوان تھے اون کو تقسیم کر دیئے۔ مدت محاصرہ میں بابر کی ماؤں اور نانی اور خواجہ قاضی نے متصل خط بھیجے کہ ہم اس طرح محاصرہ میں گھرے ہوے ہیں اگر ہماری فریاد نہ سنوگے تو تمام کام خراب ہو جائیگا۔ سمجھ لو کہ اندجان کی قوت سے سمرقند کو تسخیر کیا تھا اگر اندجان ہات میں رہیگا تو خدا تعالیٰ پھر سمرقند دلا دیگا۔

اندجان کا محاصرہ

بابر پاس اس مضمون کے خط برابر چلے آتے تھے وہ اس وقت سخت بیمار ہو کر تندرست ہوا تھا۔ نقاہت سے فراغت نہوئی تھی کہ اس تشویش سے عود مرض ہوا اور ایسا بیمار ہوا کہ چار روز تک روئی کے پھووں سے منہ میں پانی چوایا جاتا تھا۔ سب امرا کو اُس کی زندگی سے مایوسی ہوئی وہ اپنے اپنے کام کی فکر میں ہوئے۔ ان دنوں میں اوزون حسن کا نوکر ایلچی گری کے لیے آیا تھا۔ امرانے بابر کو دکھا کر اُس کو رخصت کر دیا۔ چار پانچ روز بعد بابر کا حال کچھ اچھا ہوا مگر زبان میں کلالت باقی تھی۔ چند روز بعد پھر ماں اور نانی کے اور مولانا قاضی کے جو اُس کا اُستاد اور پیر تھا تقاضے کے خط آئے تو ماہ رجب ۹۰۳ھ ۱۴۹۸ کو وہ سمرقند سے اندجان کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی خجند میں پہنچا تھا کہ ایک آدمی خبر لایا کہ علی دوست طغائی نے جب بادشاہ کی علالت کا ایسا حال سُنا کہ زندگی کی اُمید نہیں رہی۔ اس بات کو بہانہ بنا کے اُس نے قول قرار کر کے اندجان کو مخالفوں کے حوالہ کیا اور جب خجند میں بابر کے پہونچنے کی خبر سنی تو مولانا قاضی کو بھی شہید کیا اور سب کو لوٹ لیا۔ بابر کی ماں اور نانی کو خجند میں اُس پاس بھیجدیا۔ اندجان کے لیے سمرقند کو چھوڑا تھا سو وہ بھی ہات سے گیا وہی مثل ہوئی از اینجا رانده و از آنجا مانده۔ یہ وقت اُس پر بہت شاق و دشوار گزرا۔ جب سے بادشاہ ہوا تھا اس طور کے رنج و مشقت نہیں اُٹھائی تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ فرغانہ اور سمرقند دونوں سے محروم ہوا تو اپنے اپنے ماموں سلطان محمود خاں پاس قاسم بیگ کو تاشکند بھیجا کہ وہ ماموں سے مدد لیکر آنے کی

بابر کا علیل ہونا

اندجان کا حوالہ کر دینا

بابر کے مصائب

درخواست کرے۔

بابر کی اس درخواست پر محمود خاں سوار ہوکر اخسی میں آیا۔ اگرچہ اس کے اخلاق اور اطوار خوب تھے مگر وہ سپاہ گری اور سرداری سے بہت بے بہرہ تھا۔ مخالف بھی لشکر لیکر اخسی میں آموجود ہوئے اُنھوں نے اپنی خلاصی کے لیے ایلچی بھیجا اور ایسی جھوٹی باتیں دل فریب خاں کے ساتھ بنائیں اور بیچ کے آدمیوں کو رشوت دی کہ خان الٹا چلا گیا۔ اور ان بھانجوں کے جھگڑے میں نہ بولا۔ بابر کے پاس جو آدمی اور جوان تھے اُنکے بال بچے اندجان میں تھے جب اُن کو اندجان کی تسخیر سے مایوسی ہوئی تو سات آٹھ سو آدمی جن میں امیر غریب سب طرح کے آدمی تھے بابر کو چھوڑ کر چلے گئے اس پاس تخمیناً دو سو آدمیوں سے زیادہ اور تین سو سے کم باقی رہے۔ اسوقت وہ ایسی دشواری میں پڑا کہ بہت رویا اور خجند میں آیا جہاں ماں اور نانی اور رفیقوں سے ملا۔ اور ماہ رمضان یہیں بسر کیا۔ پھر اس کا ارادہ ہوا کہ سمرقند کو لیجیے اس مطلب کے لیے محمود خاں سے کمک طلب کی اُس نے اپنے بیٹے سلطان محمد خاں کو پانچ چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ سمرقند کی طرف روانہ کیا۔ جب محمد خاں نے سنا کہ شیبانی اُزبک تاخت وتاراج کرتا ہوا چلا آتا ہے تو وہ اُلٹا پھر گیا۔ بابر بھی خجند کو واپس آیا۔ دغدغہ سلطنت وداعیہ ملک گیری میں ایک ومرتبہ کام کے نہ بننے سے خالی نہیں بیٹھا جاتا ہے۔ اس لیے بابر تاشکند میں ماموں پاس گیا۔ اور وہاں اپنے عزیزوں سے ملکر بہت خوش ہوا۔ ماموں نے آٹھ سات سو آدمیوں سے کمک کی۔ اس کمک کو لیکر قلعہ پشوخ کو جو خجند سے چالیس میل تھا اُس نے فتح کیا۔ یہاں خربوزہ بہت عمدہ ہوتا ہے۔ امرا سے مغول نے عرض کیا کہ اس قلعے کے لینے سے ہمارا کیا کام چلے گا۔ بابر کے نزدیک بھی یہی مصلحت ہوئی کہ وہ قلعہ کو چھوڑ کر پھر خجند میں آگیا۔ یہ چھوٹی سی جگہ تھی۔ وہاں دو سو آدمیوں کا گزارہ تشویش کے ساتھ ہوتا تھا۔ جو صاحب داعیہ سلطنت ہو اُس سے کیا نچلا بیٹھا جاتا ہے اس لیے اُس نے اپنے ماموں محمد حسین گورکان دوغلات سے پابیلاق دساغرچ کے دیہات مستعار جاڑا بسر کرنے کے لیے مانگ لیے۔ بابر یہاں چلا آیا۔ اور پابیلاق کے قلعے خواہ سخن خواہ بہ زور سے لیے جاڑے بھر یہی ہوتا رہا کہ بعض قلعے خیاری وسندی وفزدی سے لیے کچھ جنگ کے زور سے لیے۔ جب نوجوان بادشاہ بابر سمرقند میں سو دن سلطنت کر کے چلا آیا تو اُس کے بعد سمرقند میں اُس کے چچیرے بھائی سلطان علی مرزا کا حکم نچلا اکا تسلط

ہو گیا تھا۔ بار بیلاق سمرقند سے تعلق رکھتا تھا اس لیے سلطان علی ان غاصبوں کو نکالنے کے لیے بہت سی سپاہ لیکر آیا۔ بابر پاس تین سو آدمی تھے وہ کب اس سے لڑ سکتا تھا۔ ناچار جو کچھ تھوڑا سا ملک فتح کیا تھا اسے چھوڑنا پڑا۔ اب یہ دل بھی اس کا نہ چاہتا تھا کہ خجند میں جائے جس کے باشندوں نے دو ڈیڑھ برس تک اپنے مقدور سے زیادہ اُس کی خدمت کی تھی۔ اور یہ بھی سوچا کہ خجند میں جا کر کام کیا کرونگا۔ اس تردد و پریشانی میں وہ بیلاق میں اور انتیہ کے جنوب میں کچھ دنوں اس نواح میں پریشان سرگردان رہا۔ حیران تھا کہ کہاں جائیے کہاں رہیئے کہ خواجہ ابوالمکارم ایک بزرگ جو اسی کی طرح جلا وطنی میں سرگردان پھر رہے تھے آئے اور حال پوچھکر بہت روئے۔ بابر کو بھی رقت ہوئی کہ صبح کو علی دوست طغائی کا ایک نوکر خط لیکر آیا جس میں لکھا تھا کہ اگرچہ مجھ سے بڑے بڑے گناہ صادر ہوئے ہیں لیکن امیدوار ہوں کہ اب اُن کو معاف کرکے مرغینان میں ایلغار کرکے آئیے کہ میں وہ حضور کو سپرد کرکے غلامی اور خدمتگاری کروں کہ گناہ سے میں پاک ہو جاؤں اور میرا حجاب رفع ہو۔ اسی خرابی اور سرگردانی میں یہ پیغام جب آیا تو بے سوچے سمجھے بابر مرغینان میں کہ چوبیس فرسنگ تھا گھوڑے پر سوار ہو کر تین شباں روز میں مرغینان سے ایک فرسنگ پر پہونچا تو بعض رفیقوں نے سمجھایا کہ علی دوست وہ شخص ہے کہ جس نے کس کس طرح کی برائیاں کیں ہیں اس سے کچھ عہد و پیماں نہیں ہوا کس اعتماد پر آپ اُس پاس جاتے ہیں یہ بات تردد سے خالی نہ تھی اسلیے صلاح و مشورہ ہوا آخر کو یہ بات ٹھہری کہ اب یہاں سے کہیں جانے کو جگہ نہیں علی دوست پاس چلنا چاہیے جو خدا کو منظور ہے وہ ہوگا۔ وہ خدا پر توکل کرکے قلعہ مرغینان پر پہونچا علی دوست دروازہ بند کیے کھڑا تھا عہد و پیماں ہوا۔ بابر قلعہ کے اندر گیا اور ایک عمدہ حویلی میں اُترا۔ علی دوست ملازمت کے لیے کھڑا ہوا۔

بیلاق میں جانا اور مرغینان سے بلایا جانا

یہاں اُس کے ساتھ دو سو چالیس آدمی ہمراہ تھے۔ فرغانہ میں مرغینان پر قبضہ ہونا سب طرح سے بابر کے حق میں بہتر تھا اوزون حسن اور احمد تنبل نے اس ولایت پر ایسا ظلم کیا تھا کہ یہاں جہانگیر مرزا کی حکومت سے سب ناراض بابر کا فرمانروا اپنا بنانا دل سے چاہتے تھے۔ قاسم بیگ کو سو آدمیوں کے ساتھ اندجان کے جنوب میں اور ابراہیم سارو کو اسی قدر آدمیوں کے ساتھ شمالی اضلاع میں اخسی میں بھیجا کہ وہاں کے آدمیوں کو جس طرح ہو سکے بابر کی طرف مائل کریں۔

فرغانہ کی رعایا کی ناراضی

بعد چند روز کے اوزون حسن و احمد تنبل جہانگیر مرزا کو اور سپاہ اور مغلوں کو ساتھ لیکر مرغینان میں

بابر کے محاصرہ کے لیے آئے۔ اُن سے بڑی جوانمردی سے بابر لڑا اور سارا ملک اُس کا طرفدار ہو گیا
غرض دو برس کے بعد پھر تو عمر سلطان سولہ برس کی عمر میں اپنی قدیمی دارالسلطنت میں بادشاہ ہوا اور فرغانہ
میں اُس کی حکومت کی صورت ایسی باشان و شوکت ہوگئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اوزون حسین و احمد تنبل
کے آدمیوں کو لوگوں نے لکڑیوں اور پتھروں سے مار مار کر نکال دیا۔ اوزون حسین نے اپنے تئیں اس شرط پر
حوالہ کر دیا تھا کہ اُسکی جان اور مال کو نقصان نہ پہونچایا جائے اس لیے اُس کو چند امرا مغل کو رخصت دی گئی
جو لوگ تاراج شدہ بابر کے پاس تھے اور خواجہ قاضی کے متعلقین میں سے تھے اُنھوں نے بعض امرا سے
اتفاق کر کے کہا کہ تمام ان لڑائیوں کی وجہ اور ہمارے مسلمانوں مومنوں کی ویرانیوں کا سبب یہی جماعت مغلوں کی
تھی اُنھوں نے اپنے صاحبوں کے ساتھ کیا وفا کی جو ہمارے ساتھ کرینگے۔ اگر یہ گرفتار ہوں اور لوٹ لیے جائیں
تو اُس میں کوئی عیب کی بات نہیں ہے خصوصاً یہ لوگ ہمارے سامنے ہمارے ہی گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں
ہمارے ہی کپڑے پہنتے ہیں۔ ہماری گوسفندیں مار کر کھاتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ یہ ترحم و تحمل کیا جائے کہ نہ
وہ گرفتار کیے جائیں اور نہ لوٹے جائیں تو اتنا ضرور چاہیے کہ بادشاہ حکم دے کہ جس جماعت نے ہمارے ساتھ
لڑائی میں محنت و مشقت کی ہے وہ مخالفوں میں جاکر اپنا مال پہچانکر لے لیں۔ یہ امر بابر کو معقول معلوم ہوا
فرمان اُس نے جاری کیا کہ جو لوگ ہمارے ہمراہ تھے وہ دشمنوں کے پاس جو مال اپنا پہچانیں وہ لے لیں
اگرچہ یہ فرمان موجہ اور معقول تھا مگر اسمیں جلدی ہوئی۔ جب بادشاہ کا موذی دشمن مثل جہانگیر میرزا کے
موجود ہو تو اس طرح مال لے لینے کے کچھ معنی نہ تھے۔ ملک گیری اور ملکداری میں اگرچہ بعض کام ظاہر
میں معقول اور موجہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ہر کام کے ضمن میں چند ہزار باتیں ملاحظہ کرنی واجب لازم
ہوتی ہیں۔ اس بے سوچے سمجھے حکم دینے سے کس قدر فتنے برخاست ہوئے کہ دوبارہ جو وہ اندجان
سے نکالا گیا اس کا سبب یہی حکم تھا۔ اس حکم سے مغلوں کو توہم ہوا۔ وہ پانچ چار ہزار جنگی سپاہی تھے وہ
بھلا کس طرح یوں اپنا لٹنا پسند کرتے تھے۔ اُنھوں نے احمد تنبل اور جہانگیر مرزا کو اپنا سردار بنایا اور
اپنی قوم کے سپاہیوں کو چاروں طرف سے سمیٹا۔ بابر کے اور احمد تنبل اور جہانگیر مرزا کے لشکروں میں
سخت لڑائیاں ہوتی رہیں کبھی ادھر کبھی اُدھر فتح ہوتی رہی۔ خوب کشت و خون ہوا۔ آخر کو بابر اور
جہانگیر مرزا کی صلح ان شرائط پر ہوگئی کہ دریا رخجند دونوں کی حد فاصل ہوا اخسی اور کاشان اور تمام
ولائتیں دریا کے شمال میں جہانگیر مرزا کے حوالہ کی جائیں۔ اور دریا کے جنوب کی طرف کی ولائتیں

اندجان اور آدرکند کے سپرد ہوں اور جب دونوں بھائی اپنے اپنے ملکوں کا انتظام قرار واقعی کرلیں تو تو دونوں ملکر سمرقند پر حملہ کریں اور سمرقند کو تسخیر کریں تو اندجان جہانگیر مرزا کو ملے۔ جہانگیر مرزا اور احمد تنبل دونوں بابر کے پاس آئے اور جو شرائط مقرر ہوئی تھیں اُن کے موافق جہانگیر مرزا اخسی کی طرف اور بابر اندجان کو روانہ ہوئے اور قیدی طرفین کے قید سے رہا ہوئے۔

بابر کی نازک حالت

جب بعد اس صلح کے بابر اندجان میں آیا تو اُس نے میر علی دوست کے اطوار اور ہی طور کے دیکھے اس نے بابر کے ہمراہیوں کے ساتھ بدسلوکیاں شروع کیں اُسکے بیٹے محمد دوست نے بھی سلاطین کے دستور اختیار کیے۔ دونوں پدر و پسر کو احمد تنبل پر بڑا بھروسہ تھا۔ بابر کو یہ اختیار اور اقتدار نہ رہا تھا کہ اس طور کی نامعقول حرکتوں کو منع کرسکتا۔ تنبل جیسا دشمن بغل میں موجود تھا۔ جو کچھ اُن کے دل میں آتا وہ کرتے بابر کی عجب نازک حالت تھی کہ نہ وہ کچھ کہہ سکتا تھا نہ کرسکتا تھا۔ ان پدر و پسر کے ہات سے مدتوں اس نے خواری اُٹھائی۔

سمرقند کا دوبارہ بابر کے قبضہ میں آنا اور پھر ہاتھ سے جانا

سمرقند میں محمد علی مرزا والی سمرقند اور محمد مزید ترخاں وزیر سلطنت میں مخالفت ہوئی اور آپس میں لشکرکشیاں ہوئی کہ محمد مزید ترخاں نے بابر کو بلایا۔ یہاں بابر کا کہنا اپنے دربار میں چلتا نہ تھا اُس نے صلح اُس سے مصلحت سے کی تھی کہ اُس کا عزم سمرقند کا تھا فوراً سمرقند کو روانہ ہوا اور اخسی میں جہانگیر پاس آدمی بھیجا کہ وہ اُدھر سے سمرقند پر روانہ ہوا ابھی بابر سمرقند نہیں پہنچا تھا کہ اُس کو یہ خبر لگی کہ شیبان خاں بخارا فتح کرکے سمرقند کے فتح کے ارادہ سے چلا آتا ہے۔ سلطان علی مرزا برائے نام سمرقند میں بادشاہ تھا۔ اُس کے امرا ترخاں نے بابر کو بلایا تھا۔ اُس کی ماں زہرہ بیگی آغا ازبک تھی اُس نے اپنی نادانی اور بےعقلی سے پوشیدہ پیغام بھیجا کہ شیبان خاں اس سے نکاح کرلے تو اُس کا بیٹا سمرقند اُس کو دیدے اور اُس کے باپ کی سلطنت پر جب شیبان خاں قابض ہو تو وہ سلطان علی مرزا کے سپرد کردے۔ شیبان خاں نے اس عورت کی شرط کو قبول کرلیا۔ اور سلطان علی مرزا نے کچھ خبر اپنے امرا اور سرداروں اور نوکروں کو نہ کی اور وہ شیبان خاں پاس چلا آیا۔ شیبان خاں نے اُس کی کچھ عزت نہ کی اور اپنے سے نیچے بٹھایا۔ اس احمق عورت نے شوہر کی خواہش میں پسر کی جان و مال کو برباد کردیا۔ سلطان علی مرزا اپنے آنے سے حیران اور پشیمان ہوا اور چند روز میں وہ قتل ہوا۔ اُس کی ماں کی بھی کچھ عزت نہ ہوئی وہ بھی حرموں کی طرح شیبان خاں

کے گھر میں پڑی رہی۔

بابر جانتا تھا کہ میں اپنے تھوڑے لشکر سے شیبان خاں سے نہیں لڑ سکتا اس لیے وہ کیش میں چلا آیا جہاں پہلے سے اُس کے امرا نے اپنے اہل وعیال کو بھیج دیا تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ شیبان خاں کو سمرقند حوالہ ہو گیا تو وہ سمجھا کہ شیبان خاں ضرور اُس کے پیچھے پڑیگا تو وہ مشرق کی طرف حصار شادماں کے ملک میں چلا گیا۔ یہاں اُس کو راہوں کے طے کرنے میں پھر بڑی مصائب اُٹھانی پڑیں۔ لوگوں کی بدسلوکیوں سے اُسے بہت سے رنج اُٹھانے پڑے۔ اب اُس پاس دو سو چالیس ۲۴۰ سب نیک بد آدمی تھے اُس نے یہ مشورہ کیا کہ سمرقند شیبان خاں کے ہات ابھی آیا ہی شہر کے آدمی بھی اُس سے مانوس نہ ہوئے ہونگے اس لیے دزدی سے سمرقند کو لے لیجیے جس وقت اہل شہر ہم کو دیکھیں گے تو ناگزیر ہماری مدد کرینگے غرض یہ صاحب ہمت نوعمر بادشاہ سمرقند پر چڑھ گیا۔ اسّی یا ستّر آدمیوں نے تریٹے لگا کے اور فصیل پر چڑھکر شہر کے اندر داخل ہوئے۔ دروازہ کے پہرہ داروں کو مار کر اُس کا قفل پتھر سے توڑا اور اس دروازہ سے رات کو دو سو چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر بابر شہر میں داخل ہوا جس نے نیند سے آنکھ کھولکر اُس کو دیکھا اُس کے قدموں پر گرا اور دعائیں دینے لگا۔ چند روز میں ساری خلقت اُس کا دم بھرنے لگی اور اوروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اینٹ اور پتھروں اور لکڑیوں سے مارنے لگی۔ اس وقت شیبان خاں خود کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ اُس کی طرف سے خان وفا مرزا حکومت کرتا تھا وہ یہ حال دیکھکر بھاگا اور اپنے بادشاہ پاس پہونچا۔ اور سب حال کہا صبح کو شیبانی خاں پانچسو آدمیوں کو ہمراہ لیکر دروازہ آہنی پر آیا۔ اُس وقت اگر بابر پاس بہت آدمی ہوتے تو وہ اُس کے قابو میں آجاتا۔ شیبان خاں نے دیکھا کہ یہاں وہ کچھ کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے وہ یہاں سے بخارا کو روانہ ہوا۔

بابر کو لوگ مبارکباد دیتے تھے کہ ایک سو چالیس سال سے آپ کے خاندان میں یہاں کی سلطنت چلی آتی ہی یہ باغی کہاں سے گھس آیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے پھر یہ ملک ہات سے گیا ہوا دلوا یا ہی اس اُنیس ۱۹ سال کے نوجوان بادشاہ نے بھی یہ غضب کا کام کیا ہی کہ باوجودیکہ بہت تجربہ کار نہ تھا مگر اُس نے شیبان خاں جیسے تجربہ کار اور کلاں سال سے ملک لے لیا۔ جہاں وہ خود موجود تھا اس فتح کی تاریخیں کہی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہی ؎

باز گفتا خرد کہ تاریخش — فتح بابر محمد است بدان

جب سمرقند فتح ہوگیا تو بابر نے خوانین و سلاطین و امرا و سرحد و اطراف و جوانب پاس استمداد اور استعانت کے لیے متواتر و متعاقب ایلچی بھیجے کہ ہم سب کو چاہیے کہ ملکرا ازبکوں کو ماوراءالنہر سے نکالدیں اُن کے ہات سے تکلیفیں اُٹھائی ہیں اور اور اُٹھائیں گے۔ مگر باوجود اس تجربہ کے بعض نے سہل انگاری کی بعض نے توہت کے سبب تغافل کیا۔ بعض نے کمک بھیجی وہ معتد بہ نہ تھی۔ کچھ دنوں بابر کا زمانہ ترقی پر اور شیبان خاں کا تنزل پر آیا۔ بابر پاس دو سو چالیس ۲۴۰ آدمی کا لشکر جمع ہوگیا۔ بہت سا ملک بھی ہاتھ لگ گیا۔ ۵۔ شوال ۹۰۶ھ میں شیبان خاں نے سمرقند کی فتح کا ارادہ کیا۔ بابر بھی سمرقند سے لشکر لیکر اُس سے لڑنے گیا۔ میدان جنگ میں دونوں بادشاہوں نے اپنے اپنے کمالات خوب خوب لڑائیاں کرکے دکھائے۔ لشکر مغول جو بابر کی کمک کو آیا تھا اصل میں اس میں لڑنے کی طاقت نہ تھی وہ اُلٹا بابر ہی کے لشکر کو لوٹنے لگا۔ مثل مشہور ہے نامرد ہاتھی اپنے لشکر کو مارتا ہے۔ غرض ان مغلوں کے ہات سے اور کمک کے نہ پہونچنے سے بابر کو شکست ہوئی اور بڑے بڑے سردار اُس کے مارے گئے۔ شیبان خاں سمرقند کی چار دیواری پاس آن پہونچا محاصرہ کرلیا پھر بھی بابر اپنی جوانمردی اور بلند ہمتی سے چار مہینے تک اُس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اب ایک اور آفت آئی کہ کوئی شخص باہر سے غلہ نہ لایا اور محاصرہ کا امتداد ہوا۔ آدمیوں کی نوبت یہ پہنچی کہ فقیر مسکین گدھے اور کتے کا گوشت کھانے لگے۔ گھوڑوں کا دانہ جب کم ہوا تو درخت کے پتے کھلانے شروع کیے یہاں یہ تجربہ ہوا کہ برگ توت گھوڑے کو سازوار زیادہ ہوتا ہے۔ بعض خشک لکڑیوں کے ریزے کرکے ریشے اُن کے پانی میں تر کرکے گھوڑوں کو کھلاتے۔ گو سب طرف کمک کے لیے لکھا مگر کہیں سے اُمید اُس کے ملنے کی نہ ہوئی پہلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ قلعہ کے مضبوط کرنے کے لیے سر اور دو ہات اور دو پاؤں چاہئیں۔ سر سردار اور دو دست کمک جو دو طرف سے آئے دو پاؤں آب و ذخیرہ و غلہ اب یہاں سوا رسر کے کچھ اور نہ تھا۔ بغیر ہات پاؤں کے سر کیا کرسکتا تھا۔ محاصرہ کی مدت دراز ہوئی کسی طرف سے نہ ذخیرہ آذوقہ آیا نہ کمک پہونچی تو سپاہ اور رعیت دونوں مایوس ہوئے ایک ایک دو دو کرکے قلعہ کی فصیل سے گر کر بھاگنے شروع ہوئے۔ غلہ جو کچھ باقی تھا وہ بھی خرچ ہوگیا۔ شیبان خاں نے صلح چاہی تو مجبوراً اس صلح کو منظور کرنا پڑا جس کی شرط یہ تھی کہ بابر اپنی بہن خانزادہ بیگم کا

نکاح شیبان خاں سے کرے اور خود اپنی جان بچا کر لیجائے۔ یہ نکاح ہوا اور بابر مع اپنے زنانہ کے آدھی رات کو سمرقند سے نکل کر روانہ ہوا۔ پانچ مہینے سمرقند کا محاصرہ رہا اور ۹۰۶ھ ۱۵۰۱ء میں شیبان خاں نے اُس کو بالکل فتح کرلیا

بابر نے جو اپنے سفر کا حال سمرقند سے دوبارہ نکالے جانے کے بعد لکھا ہے نہایت دلچسپ ہے وہ ہم نقل کرتے ہیں سمرقند سے نکلنے کے بعد اندھیری رات میں وہ سغد کی جوئے کلاں میں پھنس گیا اور رستہ بھول گیا۔ اور صبح کو نہایت دشواری سے خواجہ دیدار سے گزرنا ہوا۔ رات کو قاربوغ میں آیا پھر ایلان اُدنی کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ راہ میں قنبر علی اور قاسم بیگ ملے۔ اُن کے ساتھ گھوڑے دوڑائے۔ بابر کا گھوڑا آگے نکل گیا۔ مڑکر جو اُس نے دیکھا کہ اُن کے گھوڑے کتنی دور رہ گئے ہیں تو تنگ گھوڑے کا ڈھیلا ہو گیا تھا۔ زین بھی اُس کے ساتھ پھرا اور وہ سر کے تلے زمین پر گرا اگرچہ اُسی وقت وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا مگر رات تک اس کے ہوش و حواس درست و بجا نہ ہوئے یہ عالم و وقایع گزشتہ مثل خواب و خیال کے اُس کی آنکھوں اور دل میں آجاتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد ایلان اُدنی میں ہمراہیوں سمیت وہ آیا۔ یہاں گھوڑوں سے وہ اُترے۔ ایک گھوڑے کو ذبح کیا اور اُس کے گوشت کے پارچوں کے کباب بنا کے کھائے۔ تھوڑی دیر گھوڑوں کو آرام دیکر پھر سوار ہوئے۔ صبح سے پہلے موضع خلیلہ میں آئے اور خلیلہ سے دیزخ میں آئے۔ ان دنوں میں یہاں طاہر دولدائی اور پسر حافظ دولدائی موجود تھے یہاں فربہ گوشت اور نان میدہ ارزاں بکتے تھے۔ خربوزے اور انگور کثرت سے تھے۔ وہاں وہ گرانی یہاں یہ ارزانی تھی۔ وہاں بلا تھی یہاں آمانی تھی۔ دل سے مرنے کا دغدغہ دور ہوا۔ پیاس کی شدت رفع ہوئی۔ بابر لکھتا ہے کہ اپنی عمر میں مجھے کبھی یہ فراغت نصیب نہیں ہوئی اور مدت العمر میں آمانی اور ارزانی کی قدر اس قدر میں نے نہیں کی۔ عشرت بعد عسرت کے و فراغت بعد مشقت کے زیادہ لذیذ و خوب معلوم ہوتی ہے میری عمر میں چار پانچ دفعہ اسی طور کا اتفاق ہو چکا ہے کہ شدت سے راحت میں اور مشقت سے فراغت میں میری حالت منتقل ہوئی ہے اول دفعہ یہ ہے۔ بلائے دشمن اور ابتلا ر گرسنگی سے امانی میں راحت و ارزانی میں فراغت پائی۔ دیزخ میں دو تین روز آرام کرکے اوراتپہ کا قصد کیا اور ساغرج میں گیا یہاں پہلے رہ چکا تھا۔ پھر وہ تاشکند میں ماموں سے ملنے گیا۔ اور وہاں اپنے عزیزوں سے مدت تک

بعد ملا۔ ماموں اُس کو اوراتیہ دینا چاہتا تھا مگر اُس کے بیٹے نے ترد دینے دیا۔ ناچار وہ دھکت میں آیا۔ یہاں تاجیک رہتے تھے وہ ترکوں کی طرح گلہ دار اور رمہ دار تھے۔ چالیس ہزار گوسفند اُن کے پاس تھیں۔ اس موضع میں رعایا کے گھروں میں وہ اور اُس کے ہمراہی اُترے۔ جو گاؤں میں سب سے بڑا آدمی تھا اُس کے ہاں بابر اوترا۔ وہ ایک مردِ پیر ستر اسّی برس کا تھا۔ اور اُس کی ماں جیتی تھی۔ اُس کی عمر ایک سو گیارہ برس کی تھی۔ جب ہندوستان میں تیمور آیا تو اُس کے عزیزوں میں سے کوئی ایک آدمی لشکرِ تیمور میں تھا اُس کی زبانی سُنی سُنائی وہ ہندوستان کی حکایتیں بڑی دلچسپ بیان کرتی تھی۔ اُس کے پوتے پڑوتے نواسے کنواسے چھیانوے زندہ تھے اور اگر اُن کی بہوؤں کو بھی شمار کرو تو دو سو تھے اُس کا پوتا پچیس چھبیس برس کا سیاہ ریش موجود تھا۔ جب دھکت میں بابر رہا تو پیادہ پا ننگے پاؤں چلنے کی ایسی عادت ہوگئی کہ اُس کے پاؤں کو کوہ و سنگ معلوم نہ ہوتا تھا۔ ایکدن یہ اتفاق ہوا کہ کسی تنگ راہ میں جاتا تھا کہ ایک شخص گائے لیے جاتا تھا۔ بابر نے اُس سے پوچھا کہ یہ راہ کہاں جاتی ہے اُس نے کہا کہ اس گائے کو دیکھتے رہو تو تم کو راہ معلوم ہو جائے گی۔ خواجہ اسد اللہ نے ظرافت سے کہا کہ اگر گائے گم ہو جائے تو ہم کیا کریں اس آوارہ گردی میں بابر کے نوکروں نے اندجان جانے کے لیے رخصت طلب کی تو قاسم بیگ نے مبالغہ کیا کہ جہانگیر مرزا اور احمد تنبل کو کچھ بھیجنا چاہیے بابر نے اُس کے کہنے سے جہانگیر مرزا کو اپنا طاقی اور احمد تنبل کو ایک تلوار بھیجی یہی تلوار تھی جو تنبل نے بابر کے سر پر چلائی جس کا ذکر آگے آئیگا۔

دھکت میں بابر تھا کہ موسم بہار میں شیبانی خاں اوراتیہ پر آیا۔ اس لیے بابر یہاں سے کوہستان سیخا میں چلا گیا سیخا کے نیچے آب بردن ایک گاؤں تھا اور آب بردن کے نیچے ایک چشمہ بہتا اور اُس پر ایک قبر تھی۔ اس چشمہ کے کنارہ پر ایک پتھر پر بابر نے یہ اشعار کندہ کرائے۔ **مثنوی**۔

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت — بسر چشمہ سنگے نوشت
برین چشمہ چوں ما بسے دم زدند — برفتند تا چشم برہم زدند
گرفتیم عالم بمردی و زور — ولیکن نبردیم با خود بگور

اس کوہستان کی یہ رسم ہے کہ پتھروں پر ابیات یا کچھ اور لکھتے ہیں۔ شیبانی خاں یہاں بھی آگیا تو بابر تاشکند میں ماموں پاس چلا گیا۔ یہاں اپنا وقت شاعری میں بسر کرنے لگا۔

سب سے اول غزل اسی حال میں اُس نے کہی ہو

وہ لکھتا ہو کہ جتنی مدت میں تاشکند میں رہا نہایت مفلسی اور خواری کی حالت میں رہا نہ میرے پاس کوئی ولایت تھی نہ اُس کے حاصل ہونے کی اُمید تھی نوکر میرے سب پریشان ہو گئے تھے معدودے چند باقی تھے۔ وہ میری مفلسی کے سبب سے میرے ساتھ نہیں رہ سکتے تھے۔ جب میں خان دادا کے گھر جاتا تو ایک دو نوکر میرے ساتھ ہوتے تھے۔ مگر یہ خیر تھی کہ اس خواری کی حالت میں میں بیگانوں میں نہ تھا بلکہ اپنے ہی عزیزوں میں۔ میں سر برہنہ پا برہنہ اپنے گھر کی طرح شاہ بیگم پاس آتا جاتا تھا۔ آخر کو اس سرگردانی اور بے خانمانی سے تنگ ہو گیا اور جان سے عاجز ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ اس دشواری کے ساتھ زندہ رہنے سے یہ بہتر ہو گا کہ کسی طرف جا کر گم ہو جاؤں کہ لوگوں کو میری خواری اور زاری کی خبر نہ ہو۔ اور بہتر ہو کہ میں اتنی دور چلا جاؤں جتنی دور میرے پاؤں سے چلا جائے۔ خطا جانے کا عزم مصمم کیا۔ مجھے خطا کی سیر کرنے کی ہوس اپنی خردی سے تھی۔ مگر بسبب سلطنت اور عزیزوں کے علائق کے یہ سیر میسر نہ ہوئی۔ اب سلطنت میرے پاس نہیں رہی۔ میری ماں اپنے بھائی بندوں میں رہتی تھی جو موانع سیر تھے وہ رفع ہوئے۔ کل وغدغے دفع ہوئے۔ خواجہ ابوالمکارم کے توسط سے میں نے چاہا کہ اس بات کا ذکر خان سے اس پیرایہ میں کیا جائے کہ شیبان خاں جیسا غنیم پیدا ہوا ہی دونوں ترکوں اور مغلوں کو اس سے ضرر برابر پہونچے گا۔ ابھی سے اس کا علاج کرنا چاہیے۔ ابھی اُس نے زیادہ زور نہیں پکڑا ہی۔ خان اپنے چھوٹے بھائی کیچک خان سے چوبیس پچیس برس ہوئے کہ ملا نہیں ہی اور میں نے تو اُسے دیکھا بھی نہیں ہی۔ بہتر ہو گا کہ میں اُس پاس جاؤں اور اُس کو دیکھوں اور دونوں بھائیوں کی ملاقات کا واسطہ بنوں۔ غرض میں نے یہ بہانا بنایا کہ مغلوستان اور طرفاں کی سیر کرنے جاؤں اور وہاں جا کر مجھے اختیار ہو گا کہ جہاں چاہوں چلا جاؤں۔ میں نے اس خیال کو اس نظر سے چھپایا تھا کہ ماں مجھے منع کرے گی۔ دوسرے جو کچھ چھوٹے بڑے آدمی میرے ساتھ ہیں اور امیدیں مجھ سے رکھتے ہیں جس کے سبب سے وہ میرے ساتھ مارے مارے پڑے پھرتے ہیں اُن سے یہ کہنا بے لطفی سے خالی نہیں ہو گا یہ باتیں خواجہ ابوالمکارم نے شاہ بیگم اور خان دادا سے کہیں۔ اُن کی مرضی معلوم ہوتی تھی کہ ایک آدمی میرے چھوٹے خان دادا پاس سے آیا کہ خود وہ قریب آ گیا ہی۔ اس طرح خطا کا جانا میرا موقوف رہا۔ پھر اُس نے چھوٹے خان دادا سے اپنے ملنے کا حال اور اُس کے خلعت دینے کا ذکر لکھا ہے۔ یہ خلعت

مغل جب بابر نے پہنا تو اُس کے دوستوں نے بھی اسے نہیں پہچانا اور اُس سے پوچھا کہ یہ کون مغل بادشاہ ہے خانان نے مشورہ کیا اور یہ رائے اُن کی قرار پائی کہ میرے ساتھ ایک جماعت لشکر ہمراہ کریں کہ وہ دریائے خجند سے عبور کرکے اُوش اور آورکند کی طرف جائے۔ یہ لشکر بابر کے ساتھ ہوا اس لیے اُس نے قبا کو زیر کیا۔ اُوش کے قلعہ کو اہل قلعہ کی بے خبری میں لے لیا۔ آورکند جو پہلے فرغانہ کا دارالسلطنت تھا مطیع ہوگیا۔ اب خجند سے جو اندجان کی طرف قلعے تھے سوائے اندجان کے سب بابر کے ہات آئے باوجودیکہ اتنے قلعے اُس کے ہات آئے لیکن ملک میں شور و فتنہ برپا تھا۔ احسی و کرسان کے درمیان تنبل اور خلفان میں لڑائیاں ہورہی تھیں۔ کوئی غالب و مغلوب نہیں معلوم ہوتا تھا آخرکار شیبان خاں نے ان دونوں خانوں کو شکست دی اور ان کو گرفتار کرلیا۔ ان تمام جنگوں کا نتیجہ یہ تھا کہ ماوراءالنہر میں خاندان تیمور کی سلطنت کا خاتمہ اوزبکوں کے ہات سے ہوگیا۔ بابر پر بھی مصیبتیں پڑیں وہ احمد تنبل کے تیر سے زخمی ہوا اور اُس کے سر پر وہی تلوار تنبل نے ماری جو اُس نے اُس پاس تحفۃً بھیجی تھی۔ جس وقت وہ میدان جنگ سے گھوڑے پر سوار بھاگا تو اُس کے پیچھے احمد تنبل کے دو سوار پڑے۔ مگر یہ شہسوار گھوڑے کو پہاڑوں کی طرف بڑھائے جاتا تھا اور ان سواروں کی باتوں کا جواب دیتا جاتا تھا یہ سوار اُسے صلاح دینے لگے کہ اُلٹے چلو اور احمد تنبل کی اطاعت کرلو۔ مگر یہ بات بابر نے نہ مانی۔ آخر ان دو مکار سواروں نے ایسی باتیں بنائیں اور قسمیں کھائیں کہ بابر کو یقین ہوگیا کہ وہ اُس کے درد کے شریک ہوگئے۔ مگر اُنھوں نے اُس کو راہ بھلا کر ایسی جگہ پھنسا دیا کہ دشمنوں کے ہات سے بچنا دشوار تھا۔ مگر خدا نے وہاں سے چھٹکارا دیا اُس کو ماموں محمود خاں کا بڑا اسہارا تھا۔ اب اُس کی فوج منغیہ نے بھی اوزبکوں کے ہات سے شکست کھائی اور وہ خود اپنے بھائی سمیت گرفتار رہا۔ اوزبکوں نے اپنے حقوق سابقہ کا خیال کرکے اس کو رہا کردیا۔ مگر محمود خاں اس گرفتاری کی غیرت سے امراض مختلفہ میں گرفتار رہا اور اس قید ہستی سے رہا۔

اب بابر کو یہ آس بھی نہ رہی اس لیے وہ ترمذ میں پہنچا وہاں کا حاکم تیوا صلح پیش آیا۔ اُس کے سامنے بابر نے یہ دُکھڑا روا کہ آج کل میرا حال گیند کا سا ہے کہ مصیبت کا چوگان کبھی اِدھر پھینکتا ہے کبھی اُدھر اور زمانہ کے ہات سے شطرنج کا بادشاہ بن رہا ہوں کبھی اس خانہ میں کبھی اُس خانہ میں ہوا کی طرح سو بسو تگاپو کرتا پھرتا ہوں۔ سرگردانی اور حیرانی کے سوائے کچھ

بابر کی فرغانہ میں فتوح ۔

بابر کے مصائب اور بھاگنا ۔

حاصل نہیں ہوا۔ اب جو دوستانہ صلاح ہو وہ تم بتلاؤ۔ وہی میں کروں۔ اس پر اس امیر صاحبِ تدبیر نے عرض کیا کہ شیبانی خاں ماوراءالنہر پر قابض ہی اور بلخ کا مالک ہی اور آپ کی سپاہ سب پریشان ہی بہتر یہ ہی کہ کابل کی طرف جا کر اوزبکوں کی حکومت سے دور ہو جائے۔

نہ داری اگر با عدو زور جنگ — طریق مدارا گزیں بے درنگ

ز ملکش بجائے نما انتقال — کہ یک چند فارغ شوی از قتال

بابر کا بلخ پر قبضہ

اب بابر کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی کہ وطن رہنا عزت اور غیرت کا مقتضا نہیں ہی اس لیے باپ دادا کے ملک کو سلام کیا۔ اور خدا حافظ کہہ چند رفیقوں کو ساتھ لے سنہ ۹۱۰ میں بلخ اور کابل کو روانہ ہوا۔

اب بلخ کی یہ کیفیت تھی کہ وہاں بادشاہ خسرو شاہ بادشاہ بن گیا تھا۔ وہ بھی بابر کے چچا کا بڑا رفیق تھا۔ اور اُس کے چچیرے بھائی بایسنغر مرزا کا وزیر تھا پہلے تم پڑھ آئے ہو کہ بابر نے بایسنغر مرزا کو سمرقند سے خارج کیا تھا۔ اس نمک حرام وزیر نے اپنے آقا کو مار ڈالا تھا[۱] ان بدافعالیوں کے سبب سے وہ اپنے تئیں محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ بابر کی بہت خوشامد کرتا تھا کہ اُس کا رفیق بن جائے۔ جب بابر بلخ میں پہنچا تو اُس کے آنے کی ایک دھوم مچی۔ اور مغل سپاہیوں نے خود بخود یا بابر کی کسی مخفی ترغیب و حکمت سے خسرو شاہ کی نوکری کو سلام کیا۔ اور جب بابر سے خسرو شاہ کا سگا بھائی باقی خاں جا ملا۔ تو یہ سب مغل سپاہی آٹھ ہزار کے قریب اُس کے پاس چلے آئے۔ کیا خدا کی قدرت ہی کہ کیا یہ بے ساتی کا سامان تھا کہ دو ڈھائی سو کے قریب سپاہی تھے اور وہ بھی مفلوک ایسے کہ کسی پاس تلوار کی جگہ لاٹھی اور کسی پاس نیزہ کی جگہ پونگا۔ کل دو خیمے جن میں سے ایک بڑے خیمے میں بابر کی والدہ اُترتی تھی۔ اور دوسرے میں خود اُترتا تھا یا اب یا ان کا وہ سامان ہوا کہ لشکر جرار آٹھ ہزار مغلوں کا قواعد داں اور مرتب موجود ہو گیا ایک آنًا فانًا میں خسرو شاہ کا دربار ٹوٹ گیا اور اب اُس کو جان کے لالے پڑے۔ بابر کی خدمت میں پیشکش لیکر حاضر ہوا۔ بابر اپنی مروت اور جوانمردی کے سبب سے انتقام کے درپے نہ ہوا اور اُس کو حکم دیدیا کہ جس قدر مال اسباب چاہو ساتھ لیکر خراسان چلے جاؤ۔ اُس نے سونے چاندی کا اسباب اپنے پانچ چھ خچر و شتر پر لادا اور خراسان کا رستہ لیا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہی کہ خسرو شاہ نے اپنی جان کو سب سے زیادہ عزیز جان کر اور مال اسباب کو کسی جگہ رکھ کر دو تین آدمیوں کے ساتھ

[۱] اور اس کے بھائی مسعود مرزا کو اندھا کیا تھا اور خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔

بابر کا کابل پر قبضہ

بدیع الزماں مرزا کے پاس رستہ لیا۔ اور جو اُس کے خانہ زاد مغل سپاہی ہیں چار ہزار تھے وہ بھی بابر پاس چلے آئے غرض جب سب اسباب جمع ہو گئے تو بابر نے بلخ کا انتظام کیا۔ اور وہاں سے منزل بمنزل کابل کو روانہ ہوا۔ اب یہاں کابل کا یہ حال تھا کہ ابو سعید مرزا نے کابل کی حکومت اپنے بیٹے الغ مرزا کو سُپرد کی تھی۔ جب ۹۰۷ھ ۱۵۰۱ء میں وہ مرگیا تو اُس کا بیٹا عبدالرزاق مرزا باپ کا جانشین ہوا اُسکی تخت نشینی پر کابل میں بڑی پریشانی اور بدنظمی ہو گئی۔ محمد مقیم چھوٹا بیٹا امیر ذوالنون حاکم گرم سیر نے کابل پر لشکر کشی کی۔ اور عبدالرزاق مرزا اُس سے نہ لڑ سکا۔ اور طغان کو بھاگ گیا۔ محمد مقیم کابل کا الگ بادشاہ ہو گیا اور مرزا الغ بیگ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ جب محمد بابر شاہ اس لشکر غیبی یعنی خسرو شاہ کے لشکر کے ساتھ پہنچے۔ تو محمد مقیم نے اُس کا بڑا مقابلہ نہ کیا۔ اور بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قلعہ حوالہ کیا۔ بابر نے یہ سلوک کیا کہ اُس کو اجازت دیدی کہ مال اسباب سمیت اپنے بھائی شاہ بیگ پاس چلا جائے۔ غرض کابل پر بابر کا قبضہ ہو گیا۔ اسی سال میں قتلغ نگار خانم والدہ بابر نے بھی انتقال کیا۔ ایک مہینہ اس سال کا گزرا تھا کہ ایک بڑا زلزلہ کابل میں آیا کہ قلعہ کی فصیل و بالائے کوہ شہر اور مواضع میں اکثر مکان ہموار ہو گئے اور تہ خانوں اور کوٹھوں پر آدمی دبے کے دبے رہ گئے۔ زمین ٹکڑے ہو کر کہیں سے کہیں جا پڑی اور اُس سے چشمے جاری ہو گئے۔ کہیں ہاتھی کی برابر زمین پست ہو گئی کہیں اتنی ہی اونچی ہو گئی۔ زلزلہ کے وقت پہاڑوں پر خاک اُڑتی تھی۔ ایک ہفتہ میں سینتیس دفعہ زمین ہلی اور ایک مہینے تک ہر شب ایک دو دفعہ زلزلہ آتا رہا۔ بابر نے ہیچ بارہ قلعہ کی شکست و ریخت کی مرمت کرنے کا سپاہیوں کو حکم دیا۔ ایک مہینہ دس روز میں وہ تیار ہو گیا۔ بابر نے پھر لشکر لیجا کر قلعہ قلات کو کہ قندھار کے توابع میں تھا اور جبرت فتح کیا۔ اب آگے یہاں جو تکالیف بابر کو رونما ہوتیں اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو اس تاتاری خانہ خراب کو افغانستان میں گھر مل گیا۔ مگر چین یہاں بھی اُس کو نصیب نہ ہوا۔ گھر میں برادر دشمن تکلیف دینے والے تھے۔ یہاں اور جان ستاں اعداپیدا ہوئے۔ فقط اس سارے انقلاب میں نقل مکان ہوا۔ ورنہ جیسے وہاں قوی دشمن ترک اور مغل تھے یہاں افغان ویسے ہی دشمن جاں تھے۔ وہ ان دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں ابتک کامیاب نہ ہوا تھا۔ غرض مُنہ اپسی قوتی پنجہ اور خود مختار قوموں کے ہات تلے دبا ہوا تھا اب اُس کے نکلنے کی کوئی اُمید باقی نہ رہی تھی اُس کے ساتھ

کوئی جمعیت بھی ایسی نہ تھی کہ جس پر بھروسہ ہو سکے۔ جو فوج تھی وہ ایسی تھی کہ پہلے اپنے آقاؤں کے ساتھ دغا کر چکی تھی اُن کو اچھی طرح وہ خود جانتا بھی نہ تھا۔ کوئی وزیر با تدبیر اُس پاس نہ تھا۔ بھائی جو قوت بازو کہلاتا ہے وہ وہ تھا کہ برسوں غنیم کے ساتھ رہ کر اُس کے منہ پر تلوار چلا چکا تھا۔

بابر کا چچا سلطان بائقرا خاں مرزا خراسان کا بادشاہ تھا۔ وہ شیبانی خاں اوزبک کے قوی ہونے سے ہراساں ہوا۔ اور اُس وقت کو بحسرت یاد کرتا تھا کہ بابر نے اُس کو لکھا تھا کہ آؤ ہم تم سب ملکر ان اوزبکوں کا کام تمام کریں اُس نے جابجا اپنے عزیز و اقارب کو مراسلے بھیجے اور بابر کو خط بھیجا اور لکھا کہ تم سب آؤ اور اوزبکوں کے ہات سے مجھے بچاؤ۔ بابر اس کا منتظر ہی بیٹھا تھا۔ اوزبکوں کے ساتھ لڑنے پر عاشق تھا۔ جہانگیر مرزا اپنے بھائی کو ساتھ لے خراسان روانہ ہوا۔ جب دونوں بھائی ہیر وزمیں پہونچے تو یہ خبر سُنی کہ چچا مر گیا اور اُس کے بارہ بیٹے وہاں جمع ہیں مگر باوجود اس خبر سننے کے وہ اپنے خاندان کے ننگ و ناموس رکھنے کے واسطے خراسان روانہ ہوا اگرچہ اس میں کئی اور مطلب بھی اُس کے مد نظر تھے۔ اسی اثنا میں ان چچیرے بھائیوں کے ایلچی پر ایلچی آنے شروع ہوئے اور آنے کے واسطے تقاضے پر تقاضا ہونے لگا۔ وہ مرغاب میں جہاں لشکر جمع ہو رہے تھے پہنچا۔ اُس نے چچا کا پُرسا دیا۔ بھائی بھی بڑی محبت سے پیش آئے۔ ایک ایک نے جدا جدا ضیافت کی۔ یہ سب بھائی اوزبکوں کی لڑائی سے غافل ہوئے۔ اور اپنے عیش و عشرت میں مصروف ہوئے بابر کو ہرات کے جانے کا شوق بہت تھا۔ اول اُس نے یہ سُنا تھا کہ چچا نے اُس کو خوب آراستہ کیا ہے دوم یہ بھی مد نظر تھا کہ وہاں جاکر سب اپنے خاندان کے شاہزادوں سے مشورہ کرے کہ اوزبکوں سے کیونکر لڑے غرض وہ ہرات کو روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا جاڑے کا موسم آگیا تھا زمین آسمان برف ہو رہا تھا بابر کو جو گھر کا خیال آیا کابل کو روانہ ہوا۔ اس برف اور جاڑے کے ہات سے وہ مصیبتیں اُٹھائیں کہ کبھی میدان جنگ میں دشمنوں کی آگ سے وہ آفتیں نہ اُٹھائی ہونگی۔ بہ ہزار خرابی ہزارہ میں پہنچا۔ وہاں یہ خبر آئی کہ کابل میں ایک رشتہ کا بھائی بادشاہ ہو گیا۔ اور مشہور کر دیا کہ بابر کو ہرات میں بھائیوں نے قید کر لیا ہے۔ اگرچہ شہر کابل پر بھائی کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مگر قلعۂ بالا حصار میں کچھ بابر کے دوست اڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ بابر نے اُن پاس جاسوس کے ہات اپنی خیر و عافیت کے ساتھ پہونچنے کی خبر بھیجی۔ دوستوں کو اس خبر

سے تقویت ہوئی۔ اور قلعہ سے باہر آنکر بابر سے ملے۔ اور شہر پر لڑ کر فتحیاب ہوئے۔ دونوں بھائی مرزا جان اور محمد حسین گورکان قید ہوئے۔ مگر بابر نے مروت سے اُن کو چھوڑ دیا۔ مرزا جان امیر ذوالنون پاس اور محمد حسین گورکان فرہ اور سیستان کی طرف چلے گئے۔ بلخ میں بابر کا چھوٹا بھائی ناصر مرزا حاکم تھا وہ امرا رشیبانی سے شکست پا کر کابل میں آیا۔ جہانگیر مرزا کا ایک بھائی ابھی مر چکا تھا اسکی جگہ ناصر مرزا کو مقرر کیا۔

اوزبکوں کے غلبے سے امرا ارغون نے بابر کی اطاعت کا اظہار کیا اور لکھا کہ اگر اس طرف آئے تو قندہار آپ کے حوالہ کریں۔ اس پیغام پر اُس طرف بابر روانہ ہوا۔ جب قلات سے آگے بڑھا تو خان مرزا اُسے آن ملا اور ساتھ ہو لیا جب شاہرخ بیگ اور محمد مقیم ارغون کو بابر نے پیغام بھیجا کہ تمہاری درخواست کے مطابق میں یہاں تک آیا ہوں اب تم یہاں میرے پاس آؤ۔ اس خبر کو سنکر دونوں بھائی اُس کے بلانے سے پشیمان ہوئے اور قلعہ سے باہر نکلکر خنگ پر لڑائی لڑے مگر شکست کھائی اور قلعہ میں بھی اُلٹے جانے کی فرصت نہ پائی۔ شاہرخ بیگ لیساول کو اور محمد مقیم داور کو بھاگ گیا بابر کے قبضہ میں قلعہ قندہار آیا اور وہاں بہت کچھ مال اسباب بھی ہات لگا۔ اس سب مال اسباب کو امیروں اور رفیقوں میں برابر تقسیم کر دیا اور قندہار اور داور کو ناصر مرزا کے سپرد کیا۔ اور خود کابل میں چلا آیا۔ اب محمد مقیم کے بھکانے سے اوزبکوں نے قندہار پر حملہ کیا۔ ناصر مرزا قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ اور بابر کو سارا حال لکھا۔ اُس کا جواب یہ آیا حتے الامکان لڑائی لڑو۔ اور اگر کام چلتا نہ دیکھو تو صلح کر لو۔ ہمارے پاس چلے آؤ۔ قاسم بیگ بابر کا وزیر بڑا تجربہ کار تھا۔ قندہار سے وہی بابر کو لے آیا تھا ؎

ہرچہ در آئینہ جواں بیند ۔۔۔ پیر در خشت پختہ ہماں بیند

اسے بابر نے طلب کر کے مشورہ کیا کہ اولاد تیمور کا سارا ملک شیبانی خاں دشمن کہن سال نے لے لیا ترک و چغتائی کا ہر گوشہ و کنارہ بعض کی خود رغبت سے بعض کی کراہت سے اوزبکوں کے ہات آگیا۔ کابل میں صرف آپ باقی ہیں۔ دشمن قوی۔ آپ ضعیف جو قوت قدرت ہے اس سے نہ مصالحت ہونے کا احتمال نہ مقاومت کی مجال۔ بہتر ہے کہ کہیں اور جگہ مامن تلاش کیجئے بلخ میں جا کر لڑیے یا ہندوستان کو لے لیجیے۔ اس پر مشورہ ہوا کسی نے کہا کہ بلخ پر قبضہ کیجئے کسی نے کہا کہ ہندوستان کو تسخیر کیجئے۔ آخر کو یہ صلاح ٹھہری کہ ہندوستان ہی پر حملہ کیجئے غرض

اس ارادہ سے کابل سے کوچ ہوا۔ مگر تومان سنگھا تک آکر بہ سبب بے سامانی کے مراجعت کی اور ہندوستان کے فتح کرنے کا ارادہ فسخ کیا۔ اور پھر کابل میں آیا۔ اسی اثناء میں ناصر مرزا بھی قندہار سے آگیا۔ شہر قندہار کو شیبانی خاں نے لے لیا۔ اور قلعہ کو اوروں کے سپرد کر کے خراسان میں بعض ضرورت کے سبب سے چلا آیا۔

سنہ ۹۱۴ھ میں سلطان بابر مہمند کے افغانوں کی سرکوبی کے واسطے گیا تھا کہ فیروز شاہ کے مغلوں نے فرصت پاکر عبدالرزاق مرزا ابن مرزا الغ بیگ کو کابل کا بادشاہ بنا لیا۔ تین چار ہزار آدمی اُس پاس جمع ہو گئے۔ اور ایک فتنہ عظیم برپا ہو گیا۔ پانچسو آدمیوں سے زیادہ آدمی بابر کے ہمراہ نہ تھے۔ اور باقی سب کابل کو بھاگ گئے۔ مگر اس ہمت والے بادشاہ نے باوجود ان قلیل آدمیوں کے کابل پر حملہ کیا۔ اور لڑائی میں پانچ بڑے بڑے سرداروں کو اپنے ہاتھ سے مارا۔ اور کابل کو فتح اور مرزا عبدالرزاق کو گرفتار کر لیا۔ اول دفعہ اس کا قصور معاف کر کے اُس نے رہا کر دیا۔ مگر دوسری دفعہ جو اُس نے فتنہ برپا کیا تو اُس کا فیصلہ کیا۔

خسرو شاہ کا ملک جب اوزبکوں نے لے لیا تو ایرانیوں کی سلطنت کے ساتھ اُن کی حکومت کا ڈانڈا مینڈا مل گیا۔ اور اب اوزبک قزلباشوں کے ساتھ بھی متعرض ہونے لگے۔ شاہ اسمعیل صفوی نے شیبانی خاں پاس ایلچی بھیجا اور یہ لکھا کہ عراق سے کچھ تعرض نہ کرو اور یہ بیت بھی اُس میں لکھی **بیت**

نہال دوستی بنشاں کہ کام دل ببار آرد   درخت دشمنی برکن کہ رنج بے شمار آرد

شیبانی خاں نے جواب لکھا کہ بادشاہی اُسی شخص کو سزاوار ہے کہ جس کے باپ دادا نے بادشاہی کی ہو۔ اور تو اُس وقت تک بادشاہی نہیں کر سکتا ہے کہ مجھ جیسا بادشاہ نہ ہو **مصرع**

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش + اور ایک عصا اور کچکول بھیجا کہ یہی باپ کی میراث ہے **بیت**

نصیحت گوش کن جانا کہ از جاں دوست تر دارند   جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

اگر اپنی حد سے باہر قدم رکھے گا تو سر کو دوش پر نہ دیکھے گا **بیت**

عروس ملک کسے در کنار گیرد چست   کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

شاہ اسمعیل نے جواب لکھا کہ اگر سلطنت کسی کی میراث ہوتی تو تیرے ہاتھ کیوں لگتی۔ اور یہ

جو تو لکھتا ہے کہ عروس ملک الخ اس کا جواب میں یہ لکھتا ہوں کہ ع جانان سخن از زبان من میگوئی اب اور باتیں ہماری تمہاری میدان جنگ میں ہونگی نہیں یہ چرخہ اور تکلا بھیجتا ہوں اُس سے شغل کرو اور لڑائی کا نام نہ لو۔ **فرد**

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات — باآل نبی ہر کہ درافتاد برافتاد

یہ نامہ بھیجکر اسمٰعیل صفوی روانہ ہوا۔ اور خراسان سے لیکر مرو تک بالکل اوزبکوں کو نکال دیا۔ شیبانی خاں نے لڑائی میں مصلحت نہ دیکھی اور قلعہ مرو میں متحصن ہوا۔ مگر جب لوگوں نے لعنت ملامت کی تو لڑائی کے میدان میں آیا اور شکست کھاکر بھاگا۔ پانچو امیر اور سردار بھی اُس کے ہمراہ تھے اُن سب کو قزلباشوں نے قتل کیا۔ یہ سب خبر جان مرزا نے بابر کو لکھی اور خود قندھار میں چلا گیا۔ اور بابر کو تاکید کی کہ اس وقت ہات پیر ہلاؤ مملکت موروثی کے لینے کا موقع خوب ہے۔ بابر ۹۱۷ھ میں حصار کی طرف گیا اور مرزا جان کے ہمراہ دریا امویہ سے اُترا اگرچہ یہاں اوزبک موجود تھے اُن کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ اس لیے بابر قندھار میں چلا آیا۔ اُس کی بہن خانزادہ بیگم اس لڑائی میں شاہ ایران کے ہات آئی تھی۔ نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ وہ بابر کے پاس بھیجدی گئی۔ بابر کو اتنی بات شاہ ایران کے ساتھ راہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھی۔ اس کے عوض بہت سے تحفے اور نفایس مرزا جان کے ہات بھیجکر شاہ ایران اسمٰعیل صفوی سے امداد چاہی یہ درخواست منظور ہوئی۔ اور ایران سے بہت سے سردار سپاہ لیکر اُس کے ہمراہ ہوئے اور ساٹھ ہزار لشکر کی بھیڑ بھاڑ بابر کے پاس جمع ہوگئی۔ اور اسی سال میں پھر سمرقند کو فتح کرلیا اور ناصر مرزا کو کابل کی حکومت پر مقرر کیا اور لشکر ایرانی کو نہایت اعزاز کے ساتھ واپس کیا اور خود اپنے آبائی تخت پر اجلاس کیا۔ اور آٹھ مہینے تک یہاں سلطنت کی مگر اوزبکوں نے پھر جمع ہوکر بابر کو سمرقند سے نکال دیا۔ اور اس دفعہ ایرانیوں کی امداد سے بھی کام نہ چلا۔ اور شکست ہوئی۔ اور ننگے پاؤں ننگے سر وہاں سے بھاگا۔ کابل میں آیا۔ ناصر مرزا کو یہاں کی حکومت سے غزنین کی حکومت پر منتقل کیا خود بجور میں آیا یہ ملک قوم یوسف زئی نے دبا لیا تھا۔ ان افغانوں نے اُس کی اطاعت نہ کی۔ اور تلوار سے پیش آئے بابر نے تین ہزار افغانوں کا سر اُڑا دیا۔ اور ان کے بال بچوں کو اسیر کیا۔ خواجہ کلاں کو یہاں کی حکومت سپرد کی اور خود ہندوستان کی عزیمت کی

۱۴۔ صفر سنہ ۹۲۵ کو جب بابر نے بجور کو چھوڑا تو اس کا ارادہ ہوا کہ کابل واپس جانے سے پہلے بھرہ پر
۱۵۔ فروری سنہ ۱۵۱۹
حملہ کرے۔ بابر کو ہندوستان کی فتح کا ہمیشہ خیال رہتا تھا مگر بعض موانع ایسے پیش آتے تھے کہ وہ خیال پورا نہیں ہوتا تھا۔ بجور میں چار مہینے تک لشکر کشی رہی مگر غنیمت میں کوئی قیمتی چیز ہات نہ آئی۔ بھرہ ہندوستان کی سرحد پر اس سے قریب تھا۔ اس لیے ارادہ ہوا کہ وہاں جریدہ یعنی بغیر پرتل کے جائے کہ وہاں سپاہ کے ہات کچھ آئے۔ اس خیال سے وہ افغانوں کو لوٹتا ہوا چلا جب وہ مقام کے اندر آیا تو بعض دولتخواہوں نے سمجھایا کہ اگر آپ ہندوستان پر جاتے ہیں تو ٹھاٹھ کے ساتھ جائیے۔ اگرچہ اُن کا یہ سمجھانا معقول تھا مگر بابر نے عزیمت کر لی تھی۔ اس لیے اس سمجھانے پر کچھ نظر نہ کی صبح شام کوچ کرتا ہوا وہ گزر سندھ کی طرف چلا۔ پیر محمد جالہ بان کو اُس کے بھائیوں اور چند جوانوں کے ساتھ بھیجا کہ وہ اب سندھ کے کناروں کو پایاں آب اور بالائے آب اور لشکر کو دریا کی طرف روانہ کیا اور خود سوالی کی طرف جس کو گرگ خانہ کہتے ہیں گینڈے کا شکار کرنے کے لیے آیا کئی گینڈے دکھائی دیے مگر جنگل ایسا گھنا تھا کہ اُن کو باہر نہیں نکال سکے۔ جنگل کو جلایا تو گینڈا سوختہ ہات آیا۔ جس کو کھایا۔ جو جماعت دریا کے گھاٹ کو دیکھنے گئی تھی۔ وہ بھی آگئی پنجشنبہ ۱۶۔ ماہ۔ صفر کو گھوڑے۔ اونٹ پر تال گھاٹ سے اُترا اور بازار پیادوں کو اجالہ بانوں (ملاحوں) نے اجالہ (کشتی) میں اُتارا۔ اُسی روز گزر دریا پر اہل نیلاب (اٹک سے پندرہ میل نیچے دریا رسندھ پر ہے) نے ایک گھوڑا باساز اور تین سو شاہرخی (ڈیڑھ سو روپیہ زمانہ حال) پیشکش میں دیں دریا سے پار ہو کر ظہر کی نماز کے قریب کوچ کیا اور پھر رات گئے دریا کچ کوٹ پر پہونچے۔ یہاں سے پھر صبح کو کوچ کر کے اس دریا سے عبور کیا۔ اور درہ سنگ داکی پر چڑھ کر قیام کیا۔ سید قاسم ایشک آقا (چمبرلین یعنی حاجب) تھا اور وہ پچھلی سپاہ کے ساتھ تھا وہ چند گوجروں کے سر کاٹ کر لایا وہ لشکر کے پیچھے پڑے تھے۔ صبح کو سنگ داکی سے کوچ کر کے ظہر کی نماز پڑھی اور آب سوہان (سندھ و جہلم کے درمیان ہے) عبور کیا۔ آدھی رات تک پچھلا لشکر اُترتا رہا۔ یہ دور دراز کا سفر بڑا نامبارک تھا۔ گھوڑے دُبلے اور کمزور ہوئے تھے اُن پر یہ سفر نہایت سخت تھا بہت سے گھوڑے ان میں گر پڑے۔ بھرہ سے سات کوس پر ایک پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ کو ظفر نامہ میں اور اور کتابوں میں کوہ جود لکھا ہے۔ پہلے اس کی وجہ تسمیہ بابر کو معلوم نہ تھی مگر اب معلوم ہوا کہ اس پہاڑ

پر ایک باپ کی نسل سے دو خیل آباد تھے ایک کا نام جود تھا دوسرے کا نام جنجوعہ۔ بھرہ خوشاب
چناب۔ چنوٹ۔ کئی دفعہ ترکوں کے قبضہ میں آچکے تھے (زمانہ حال میں پنڈی دادن خاں
کے نزدیک جہلم کے جنوب مشرق میں بھرہ ہے لیکن بابر کے زمانہ میں یہ ضلع دریا کے دونوں طرف
تھا اور اُس کا دار السلطنت شمال کو تھا) خوشاب دریا سے زیادہ نیچا ہے۔ چناب وہ ضلع ہوگا جو اس دریا
کے گرد پھیلا ہوگا چنوٹ کا پتہ نہیں کہ کہاں تھا اس ملک کو بابر اپنے ملک کی مثل ترکوں کی
میراث جانتا تھا یہ ارادہ کیا کہ اس ملک پر خواہ بزور یا بالصلح قبضہ کیجیے۔ مگر لازم و واجب
ہے کہ اس پہاڑ کے آدمیوں کے ساتھ مدارت اچھی طرح کی جائے اس نے حکم دیا کہ کوئی
شخص ان کے گلہ و رمہ کو اونگلی نہ لگائے بلکہ ایک رسی کے ٹکڑے اور موٹی سوئی کا بھی ضرر و نقصان
نہ پہنچائے۔

یہاں سے آگے کوچ کر کے کلدہ کہار (کلرہ کہار) میں بابر آیا۔ یہاں اس کے پاس خویدزار تھا
یہ جگہ ایسی تھی کہ بابر نے باغ کی بنیاد ڈالی اور باغ صفا اس کا نام رکھا۔ سحر کو کلدہ کہار سے وہ سوار
ہوا۔ درہ ہم باتوں سے مختلف مقاموں پر یہاں کے مشہور آدمی کم قیمت پیشکش لائے اور ملازمت
اختیار کی۔ عبد الرحیم شقاول کے ساتھ ترکوں کو بھیجا کہ بھرہ کے آدمیوں کی استمالت
کریں اور اُن سے کہیں کہ یہ ولائتیں قدیم سے ترکوں سے متعلق رہی ہیں ہرگز کچھ دغدغہ
نہ کریں۔ ہم آدمیوں کو ویران نہیں ہونے دینگے۔ ہم اس ولایت اور ملک کے کاردار
اس کو تاراج نہیں کرینگے۔ پھر دن چڑھے ببال کوتل میں پہونچے۔ قربان قرچی و عبد الملک
خستی کو سات آٹھ آدمیوں کے ساتھ خبر لانے کے لیے بھیجا۔ اسی اثنا میں افغانوں کے
بیلے بڑے بڑے آدمی پیشکش لیکر حاضر ہوئے اور ملازمت کی بابر نے لشکر خاں کو ان کے ہمراہ
اہل بھرہ کے پاس استمالت کے لیے بھیجا کوتل سے گزر کر او جنگل سے نکل کر برانغار و جرانغار
و تول دیساول کو آراستہ کر کے بابر بھرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ بھرہ کے قریب آیا
تو دیو ہندو اور سنکو کا بیٹا جو علی خاں پسر دولت خاں یوسف خیل کے ملازم اور اور بھرہ
کے سردار تھے بابر سے ملے اور ہر ایک نے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ پیشکش میں دیا اور
اطاعت و خدمت اختیار کی۔ ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے کہ بھرہ کے مشرق میں دریائے بہت کے کنارہ

پر سبزہ زار پر بابر مقیم ہوا۔ اور بہرہ کے آدمیوں کا ذرہ کے برابر بھی نقصان نہیں کیا۔ اُس وقت سے کہ امیر تیمور بیگ نے ہندوستان فتح کیا تھا یہ چند ولایت بھیرہ و خوشاب۔ وچناب۔ وچنوٹ اولادِ تیمور کے یا اُس کے توابع ولواحق کے تصرف میں تھیں۔ شاہرخ مرزا کا پوتا سیور غتمش کا بیٹا سلطان مسعود میرزا کہ اس فرصت کے زمانہ میں کابل و زابل کی فرمانروائی کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اُس کو سلطان مسعود کابلی کہتے تھے۔ میر علی بیگ کے بیٹے و بابائے کابلی و دریا خاں و اپاق خاں جس کو آخر میں غازی خاں کہتے تھے یہ سب سلطان مسعود کے پرورش یافتہ تھے اسکے اور اُسکے بیٹے علی اصغر مرزا کے مرنے کے بعد وہ متغلب ہوکر کابل و زابل اور ہندوستان کی ولایت مذکور پر متصرف ہوئے۔ سنہ ۹۱۰ھ میں بھیرہ و خوشاب وچناب کی حکومت میر علی بیگ کے پوتے اور غازی خاں کے بیٹے سید علی خاں سے تعلق رکھتی تھی۔ اُس نے سکندر لودی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اُس کی اطاعت کی وہ بابر سے ڈر کر موضع بھیرہ سے شیر کوٹ میں چلا گیا۔ دوسرے روز صبح کو بعض مناسب مقامات میں علف و چارہ کے لیے آدمیوں کو بھیجا اور سوار ہو کر بھیرہ کی سیر کی۔ روز چہارشنبہ ۲۲۔ صفر ۹۲۵ھ کو بھیرہ کے چودھریوں اور بڑے بڑے آدمیوں کو بلا کر چار لاکھ شاہرخی (بیس لاکھ روپیہ) مال امانی ٹھہرا کر محصولوں کو متعین کیا۔ اور پھر خود معجون کھا کر کشتی میں سوار ہوا۔ پنجشنبہ کی صبح کو معلوم ہوا کہ بہرہ کے آدمیوں پر بادشاہ کے آدمی دست درازی کرتے ہیں۔ بابر نے اپنے آدمی ایسے آدمیوں کے پکڑنے کے لیے بھیجے وہ چند سپاہیوں کو پکڑ کر لائے تو ان میں سے بعض کو اُس نے مروا ڈلوایا اور بعض کی ناک کو چروایا اور اُن کو لشکر کے گرد پھروایا۔ بابر ملکوں کو کہ ترکوں سے علاقہ رکھتے تھے مثل اپنے ملک کے سمجھتا تھا اس لیے وہ ان کے لٹنے کا روادار نہ تھا۔ بابر کے آدمی ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اگر مصالحت کی نظر سے ایلچی ان ان ملکوں میں بھیجا جاوے کہ ترکوں سے پہلے تعلق رکھتے تھے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ سلطان سکندر لودی کو پانچ چھ مہینے مرے ہوئے تھے کہ اس کا بیٹا سلطان ابراہیم باپ کی جگہ ہندوستان کا تخت نشین ہوا تھا۔ اس پاس بابر نے ملا مرشد کو ایلچی بنا کے بھیجا کہ اُس سے یہ درخواست کرے کہ جو ملک ترکوں سے متعلق تھے وہ مجھے حوالہ کرے۔ دولت خاں حاکم لاہور اور سلطان ابراہیم کے نام خطوط لکھکر ملا مرشد کو دیئے تھے اور زبانی باتیں بھی کہکر اُس کو رخصت کیا۔ عموماً ہندوستان کے

آدمی خصوصاً افغان عجب ہوش وخرد رائے وتدبیر سے دور رہتے ہیں نہ میدان رزم میں مردانہ وار قدم جماتے ہیں نہ بزم دوستی ومحبت میں قائم رہتے ہیں۔ اس قاصد کولاہور میں دولت خاں نے روک لیا اور سلطان ابراہیم شاہ دہلی پاس آگے نہ بڑھنے دیا پانچ مہینہ بعد یہ قاصد بے نیل مرام کابل میں چلا آیا۔

جمعہ کو مردم خوشاب کی عرضداشت آئی شنبہ ۲۵ رجب کو شاہ حسین خوشاب میں بھیجا گیا یکشنبہ کو ایسا مینہ برسا کہ صحرا بڑا دریا ہو گیا۔ دریا سے کشتیاں منگا کر لشکر اُن میں سوار ہوا اور قلعہ بہرہ میں جس کا نام جہاں نما تھا ایک روز قیام کیا سہ شنبہ کو باران وسیل کے خوف سے بہرہ کے شمال میں جو بلندیاں ہیں اُن پر لشکر آیا۔ اہل بہرہ نے جو زر دینا قبول کیا تھا اس کے ادا کرنے میں تاخیر کرتے تھے اسلیے بابر نے چار سرکاریں مقرر کیں ایک سرکار خلیفہ کو دوسری قوج بیگ کو تیسری سرکار ناصر بیگ کو اور چوتھی سرکار قاسم ومحبّت علی کو دیں۔ کابل سے روز جمعہ ۲ شعبان کو مرزا ہندال کے پیدا ہونے کی خبر آئی۔ اُس کا نام ہندال اسی وجہ سے رکھا کہ وہ ہند کی تسخیر کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ دوسرے صبح کو دیوان کے برطرف ہونے کے بعد کشتی میں بابر سوار ہوا اور ایک مجلس آراستہ ہوئی اُس نے اور بعض اُسکے مصاحبوں نے معجون کھائی اور بعض دوستوں نے شراب پی صحبت معجون کبھی صحبت شراب کے ساتھ راست نہیں ہوتی۔ مستوں نے شراب پی پی کر بدمستی میں معجون اور معجونیوں کی خوب خاک اُڑائی جس سے صحبت بے مزہ ہو گئی مجلس کا خاتمہ بے لطفی کے ساتھ ہوا۔

انہی دنوں میں منوچہر خاں پسر سید علی خاں جسکا او پر بیان ہو آتا تھا۔ تاتار خاں گکھر نے اُسے اپنی بیٹی بیاہ کے داماد بنایا۔ وہ بابر کی ملازمت میں حاضر ہوا۔

نیلاب وبہرہ کے درمیانی کوہستانی کے اندر جود وجنجوہ سے کوہستان کشمیر کے متصل تک جاٹ وگوجر رہتے ہیں اور اسی طرح کی قوموں کے آدمی بہت یوں بستے رہتے ہیں کہ ہر پشتہ و درہ میں گاؤں کے گاؤں آباد کرتے رہتے ہیں۔ اُنکے حاکم قبیلہ گکھر سے ہوتے ہیں۔ اُن کی حکومت بھی مثل جود وجنجوہ قوموں کے ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں دامنہ کوہ کی خلائق پر تاتار خاں گکھر کی اور ہاتھی گکھر کی خلافت تھی وہ ایک باپ کی اولاد میں چچازاد بھائی بھائی تھے۔ کھلوں اور ڈھلانوں پر اُنکے

محکم مقامات بنے ہوئے تھے۔ تاتار خاں کے حصار کا نام پرہالہ تھا۔ وہ بہت نیچا تھا ایسی بلندی پر نہ تھا جہاں برف پڑتی ہو۔ ہاتی کا ملک کوہستان سے متصل تھا۔ ہاتی نے بابا خاں حاکم کالنجر کو یار بنالیا تھا۔ تاتار خاں دولت خاں کا ایک طرح کا ملازم و تابع تھا وہ اس سے ملا بھی تھا۔ مگر ہاتی گکھر دولت خاں سے نہ ملا اور ہمیشہ فتنہ و فساد مچاتا رہا تاتار خاں ہندوستان کے امیروں کے اشارہ سے اور اُن کے اتفاق سے کئی میل پر اپنا لشکر لیے اس طور سے پڑا تھا کہ ہاتی گھرا ہوا بیٹھا تھا۔ جب بابر بہیرہ میں تھا تو ایک بہانہ بنا کر اور تاتار کو غافل پا کر اُس پر وہ چڑھ گیا اور اُسکو مار ڈالا۔ اُس کے ملک و خزانہ اور تمام اسباب پر قابض ہو گیا۔

بابر کشتیوں میں سوار ہو کر باغوں اور شگوفوں کی اور تیلشکر کے کھیتوں کی اور اُن میں ہنڈول سے آب پاشی کی سیر کرتا تھا اور شراب پیتا ہوا اور معجون کھاتا ہوا اور مزے اُڑاتا ہوا۔ ا ربیع الاول کو جب آفتاب برج حمل میں آیا۔ کشتی میں سوار ہوا اور شراب پی اور مصاحبوں کے ساتھ ناچ و رنگ کے جشن اڑائے شاہ حسین خوشاب سے آیا۔ اُن ولایتوں کو مصالحہ کے ساتھ بابر نے طلب کیا جو قدیم سے ترکوں سے متعلق تھیں اور اسی طرح جو ولایت اُسکو مل گئی تھی اُسکا بندوبست ایسا کیا کہ جس میں مصالحہ و امن و اماں رہا۔ ۱۱۔ ربیع الاول ۹۲۶ھ کو بہیرہ سے کابل کی مراجعت کے لیے سفر کیا۔

ایک جماعت نے جو اس ولایت کی زمین و ملک و آب و نان سے واقف تھی اور قوم جنجوہ نے جو گکھر کے قدیمی دشمن تھی بابر سے عرض کیا کہ ہاتی گکھر نے بڑے ظلم و ستم برپا کر رکھے ہیں رستے لوٹتا ہے اور مسافروں کو رستہ نہیں چلنے دیتا اس کو یہاں سے آپ دفع کریں یا اُس کی گوشمالی فرمائیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے بابر نے خواجہ میر میراں اور مرزا ناصر کو لشکر میں متعین کیا اور خود لشکر لیکر ہاتی پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ تاتار خاں کو مار کر چند روز سے ہاتی پرہالہ میں رہتا تھا۔ اسوقت وہ یہیں تھا۔ ظہر کی نماز پڑھکر اور گھوڑوں کو دانہ کھلا کر عشا کی نماز کے وقت بابر سوار ہوا۔ ملک ہست کا نوکر ایک گوجر رہبر تھا اُس کا نام سوپا تھا۔ رات بھر وہ چلا سحر کو اُترا۔ بیگ محمد مغول کو لشکر کے گرد پھرایا۔ جب روشنی ہوئی تو پھر وہ سوار ہوا۔ اور چاشت کو جنبہ پہن کر تیز رواں ہوا۔ ایک کروہ سے سواد پرہالہ نمودار ہوا چھیڑ چھاڑ شروع

ہوئی۔ میمنہ پرھالہ کے مشرق کی طرف گیا قوچ بیگ کہ جرانغار کا سردار تھا برانغار کے
عقب سے کمک کو بھیجا گیا۔ جرانغار وقول کے سپاہی پرھالہ پر گئے۔ دوست بیگ کو جرانغار
کے آدمیوں کے عقب سے اس سپاہ کی کمک کو بھیجا گیا جو پرھالہ پر حملہ کرنے گئی تھی گھیرا کی
وادی اور غاروں کے اندر ایک بلند جگہ پر پرھالہ واقع تھا اس میں جانے کی دو راہیں تھیں
جنوب مشرقی راہ سے بابر کی سپاہ گئی تھی۔ راہ غاروں کے کناروں پر جاتی تھی اور اس کے
دونوں طرف غار اور ڈھلان تھے۔ پرھالہ سے آدہ کوس سے پرہالہ کی راہ شہر کے دروازوں
تک بڑی دشوار گذار تھی۔ یہ غاروں کی راہ پانچ چار جگہ سے ایسی تنگ و ڈھلوان ہو گئی تھی کہ صرف
ایک آدمی اس پر ایک وقت میں چل سکتا تھا۔ اور ایک تیر کے فاصلہ پر راہ بہت ہی دیکھ بھال کر
چلنی پڑتی تھی۔ دوسری راہ کہ مابین مغرب و شمال کے ہے وہ ایک کھلے وادی میں سے جاتی تھی۔
ان دو راہوں کے سوا کوئی اور راہ نہیں تھی۔ اگرچہ پرھالہ کی فصیل و کنگرے نہیں تھے مگر وہ ایسی
جگہ بھی نہ تھی کہ اس پر زور کیا جاتا۔ اسکے گرد آٹھ سات گز اونچی عمود وار پہاڑی تھی۔ جرانغار ان
تنگیوں میں سے گذر کر دروازوں کی طرف چلا۔ ہاتی تیس یا چالیس جیبہ وار سلح سواروں اور
بہت سے پیادوں کو ساتھ لیکر لڑنے والوں پر حملہ آور ہوا اور ان کو ہٹا دیا۔ دوست بیگ جو
عقب میں تھا اس نے دشمنوں پر بڑا زور کیا۔ ان میں سے بہت آدمیوں کو مارا اور ہاتی کو
شکست دی۔ ہاتی گکھر اس ملک میں مردانگی میں مشہور تھا۔ وہ خوب لڑا۔ مگر میدان جنگ میں
ٹھہر نہ سکا بھاگا۔ وہ تنگ مقاموں کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔ جب وہ قلعہ میں گیا تو اوسکی حفاظت
بھی اسکے اختیار سے باہر تھی۔ بابر کی سپاہ اس کے پیچھے ایسی لگی ہوئی گئی کہ اسکے ساتھ ہی قلعہ میں
داخل ہوئی۔ ہاتی مجبور ہو کر شمال مغرب کے دروازہ سے جدہر وہ بھاگ گیا۔ دوست بیگ نے
بڑی بہادری کی بابر نے جس کا انعام اسکو خوب دیا۔ اسی وقت بابر پرھالہ میں جاکر تاتار خاں کے
مکانوں میں فروکش ہوا۔ ان ہنگاموں میں بعض آدمی جنکو بابر نے اپنے آگے رہنے کا حکم دیا تھا وہ جانب
مخالف سے مل گئے تھے۔ ان میں امین محمد قراتی اور نزخاں ارقون تھے جنپر بابر نے یہ جرمانہ کیا
کہ سروپا گوجر کو حکم دیا کہ انکو جنگل صحرا میں بے سر و سامان چھوڑ دے کہ وہ یہ حیرانی اٹھا کر لشکر میں
واپس آئیں۔

پنجشنبہ ۱۵ رکو اندر آبہ میں آب سوہان کے کنارہ پر بابر آیا- یہ قلعہ اندر بہ قدیم سے ملک ہست کے باپ سے تعلق رکھتا تھا جسکو ہاتی گکھر نے مار کر قلعہ کو ویران کر دیا تھا ان دنوں میں وہ ویران پڑا تھا- ہاتی نے تاتار خاں کے مارنے کے بعد اپنے ایک خویش پربت کو بابر کی خدمت میں پیش کش و ایک گھوڑا با ساز دیکر بھیجا تھا- اگرچہ وہ بابر سے نہیں ملا مگر اُس کا لشکر جو عقب میں تھا اُس میں آنکر اُس نے پیشکش دی اور اطاعت بابری قبول کی لنگر خاں جو بھیرہ میں مقرر کیا تھا وہ کیمپ میں بعض کاموں کے لیے آیا اور بابر سے ملا- اور سب کاموں کا انجام کر کے بھیرہ کو چلا گیا- اُس کے ساتھ کچھ بھیرہ کے زمیندار دل کو بھی رخصت کیا- پھر بابر دریا سوہان سے پار اُترکر ایک پشتہ پر اُترا- ہاتی کے رشتہ دار پربت کو خلعت دیکر رخصت کیا اور ہاتی کو فرامین استمالت لکھ کر اوس کے ہاتھ بھیجے- محمد علی جنگ جنگ کو اُسکے ساتھ- پھر بابر چاشت کے وقت سنگ درگی کے درہ میں پہنچا- صبح کو یہاں سے کوچ کر کے بلندی پر آیا اور لشکر کا ملاحظہ کیا اُس کے پاس اونٹ گھوڑے ۷۰۰ تھے یہاں سے آگے کوچ کیا- رستہ میں ایک کشتی اناج سے بھری ہوئی دلدل و کیچڑ میں پھنسی ہوئی دیکھی- مالکوں نے ہر چند کوشش کی مگر وہ نہ نکل سکی- بابر نے اُسکا اناج نکلوا کر اپنے لشکر کو تقسیم کر دیا- یہ غلہ اسوقت میں خوب ہاتھ آیا- شام کے قریب جہاں آب سند و آب نیلاب ملتے ہیں- وہاں آب نیلاب سے بہت نیچے ایک بلند جگہ پر قیام کیا- نیلاب سے پانچ چھ کشتی منگا کر سپاہ جرانغار و برانغار کئی روز میں پار اتری-

ہاتی کا رشتہ دار پربت جو محمد علی جنگ جنگ کے ہمراہ گیا تھا وہ دریا کے کنارہ پر پھر آیا اور ہاتی کی طرف سے ایک گھوڑا با ساز اور پیشکش لایا- نیلاب کے باشندوں نے ایک گھوڑا با ساز پیشکش کے طور پر دیا اور اطاعت کی- محمد علی جنگ جنگ بھیرہ میں رہنا چاہتا تھا وہ بابر نے ہندو بیگ کو دیدیا تھا- اسلیے اُسکو وہ ملک دیدیا گیا جو بھیرہ اور سند کے درمیان تھا- اور رایل والوس مثل قاریوق ہزارہ و ہاتی و غیاث وال وکھپ کے اُسکو دیدیے اور اُسکو ایک ترکی شعر کہکر سمجھا دیا کہ جو شخص رعیت ہونے پر گردن رکھے اُسکے ساتھ رعایت کرنی چاہیے اور جو ولایت میں اطاعت نکرے اُسکو تاخت و تاراج کر کے مطیع و منقاد کرے- ۲۱ ربیع الاول ۹۲۵ سنہ کو دریا کے کنارے سے سفر کیا اور ۲۷ رکو کابل میں پہنچ گیا-

اوپر لکھا ہے کہ ہندو بیگ کو بھیرہ میں بے سامان صلح کی امید میں چھوڑا تھا وہ ۲۵ ر روز دوشنبہ

کو آیا۔ اُس نے صلح و اصلاح میں کوشش نہیں کی اور بابر کی باتوں کو اس کان سنا اُس کان سے اُڑا دیا۔ بمجرد بابر کی بازگشت کے افغان اور ہندوستانی جمع ہو کر بھیرہ میں ہندو بیگ کے سر پر جا چڑھے وہ وہاں ٹھہر نہ سکا خوشاب میں آیا اور دین کوٹ و نیلاب کی راہ سے کابل میں آیا۔ دیو ہندو و پسر سکٹو اور چند ہندو بھیرہ سے قید ہو کر آئے تھے اُنکو خلعت و انعام دیکر بابر نے رخصت کیا۔ روز جمعہ کو بابر کو بخار آیا فصد لی مگر دوسرے تیسرے روز تپ آتی رہی وہ یوسف زئی اور افغانوں کی سزادہی کے درپے رہا۔ افریدی افغانوں کی سزا کے لیے اُس نے بگرام کی طرف آنے کا قصد کیا۔ علی مسجد میں آیا تھا کہ ابوالہاشم سلطان علی نے اس پاس آکر کہا کہ میں نے جوئے شاہی میں ایک شخص سے کہ بدخشاں سے آتا تھا سنا کہ سلطان سعید خاں نے بدخشاں کے فتح کرنے کا عزم جزم کیا ہے میں بادشاہ کو خبر کرنے آیا ہوں۔ بابر نے امرا کو طلب کر کے مشورہ کیا اُن کی صلاح سے بدخشاں کو مراجعت کی۔ یہاں دوستوں کے ساتھ خوب شراب کے جلسے اُڑائے اُسکے سارے دوستوں کو معجون کھانے کی عرق شراب پینے کی عادت تھی اُسکے ایک دوست نے اُنکی نسبت کہا تھا ع - در ہر کہ بنگری بہمیں درد مبتلاست

اب غرہ ماہ صفر ۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء کو کہ آفتاب برج قوس میں تھا۔ کابل سے بابر نے ہندوستان کی عزیمت سے سفر کیا۔ اول منزل دہ یعقوب میں کی۔ یہاں دو روز لشکر جمع ہونے کیلئے قیام کیا یہاں سے بادام چشمہ میں آیا۔ بدہ کو نور بیگ خواجہ حسین دیوان لاہور سے بیس ہزار شاہرخی اشرفی روپیہ سکہ لایا جسکو اُس نے بلخ بھجوایا۔

۲۸ - کو دریا سند کے کنارے پر قیام ہوا اس دریا سے اول ربیع الاول روز شنبہ کو عبور ہوا۔ اور کچ کوٹ کے دریا کو عبور کر کے اس کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ امرا و بخشیوں اور دیوان نے لشکر جو ملازمت میں تھا اُسکی موجودات لی تو سب چھوٹے بڑے نیک و بد نوکر و غیر نوکر دس ہزار آدمی لکھے گئے۔ اس سال صحرا و دامن کوہ میں برسات کم ہوئی تھی۔ مگر دامن کوہ میں جو شہر تھے اُن میں خوب برسات ہوئی تھی غلہ کی مصلحت سے دامن کوہ میں ہو کر سیالکوٹ کی راہ پر وہ چلا جب ولایت ہاتی گکھر کی برابر قریب آئے تو وہاں ایک ندی میں ہر جگہ پانی گھر گھرا تھا اور یخ بستہ ہو رہا تھا اس یخ کا عمق بہت زیادہ نہ تھا۔ ایک ہاتھ سے کچھ زیادہ ہوگا۔ بابر لکھتا ہے کہ ہندوستان کے

پانچواں سفر ہندوستان کے لئے

ملک میں اس طرح کا کچ عجیب و غریب سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ہم چند سال رہے برف و
کچ کی اصلا علامت و آثار نہیں دیکھے (اس فقرہ سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ بابر نے اپنی کتاب کی یہ
ترمیم بعد لکھنے کے کی ہو یا اسکو اوروں نے لکھا ہوگا) سند سے پانچ کوچ کرکے چھٹے کوچ میں کوہ جود
پر جو کوہ بالی ناتھ جوگی کے نیچے ہے ایک ندی کے کنارے پر باکیالان میں منزل کی۔ صبح کو یہاں
غلہ جمع کرنے کی مصلحت سے قیام کیا۔ غلہ کے لیے جو آدمی گئے تھے وہ غلہ کو چھوڑ کر جنگل و کوہ و
قلب جگہوں میں پریشان ہو کر بہت دور چلے گئے اور چند آدمیوں کو پکڑ لائے۔ یہاں سے کوچ
کرکے آب بہت سے (جہلم) کے نیچے پایاب عبور کرکے قیام کیا۔ اسی منزل سے سید طوفان و
سید لاچین کو ان لوگوں پاس کہ لاہور میں تھے دو دو گھوڑے دیکر روانہ کیا کہ وہ اہل لاہور سے جاکر
کہدیں کہ لڑائی نہ لڑیں سیالکوٹ میں یا پرسرور میں وہ میری سپاہ کے ساتھ شریک ہوجائیں
یہ خبر اڑ رہی تھی کہ غازی خاں نے تیس چالیس ہزار سپاہ جمع کی ہے اور بوڑھے دولت خاں نے بھی
دو تلواریں کمر میں بابر سے لڑنے کے لیے کس لی ہیں۔ بابر کو یہ مثل یاد تھی کہ نو دوستوں سے
دس دوست اچھے ہوتے ہیں اسلیے لڑنے سے پہلے یہ ارادہ کیا کہ لاہور کے سپاہ کو اپنے ساتھ ملالے
اس نے امیروں پاس آدمی بھیجے۔ ایک منزل درمیان کرکے آئے۔ چناب کے کنارہ سے
اتر کر منزل کی بہلول پور کی راہ سے کہ خالصہ میں تھا سیر کی اسکا قلعہ آب چناب کے کنارہ پر ایک
بلندی پر واقع تھا وہ اسکو بہت پسند آیا۔ اور سیالکوٹ کے آدمیوں کو یہاں لانے کا ارادہ کیا۔
بہلول پور سے وہ اپنے لشکر میں آیا۔ شراب کی محفل آراستہ کی۔ گھوڑوں کو کنارہ آب پر ایک دن
آرام دیا۔ ۱۴۔ ربیع الاول روز جمعہ کو سیالکوٹ میں وہ آن پڑا۔ ہر دفعہ بابر جب ہندوستان میں
آتا تو جاٹ گوجر بے شمار پہاڑوں اور جنگلوں سے گائے بیل بھینسوں کے لوٹنے کیلیے آتے تھے اور یہ
بدبخت بڑا ظلم کرتے تھے۔ اس سے پہلے یہ ولایت باغی تھی تو اسکی گرفت دگیر نہ ہوتی تھی اب یہ تمام ولایتیں
تابع ہوگئی تھیں مگر پھر بھی انھوں نے وہی اپنا پرانا طریقہ لوٹ مار کا اختیار کیا۔ بابر کی سپاہ بیرون لشکر کے
بھوک کی تنگی فقیر مسکین آئی تھی کہ انھوں نے غوغا مچایا اور اسپر لوٹ کے لیے ٹوٹ پڑے۔ بابر نے لٹیروں
کو پکڑوایا اور ان میں سے دو تین کے پرزے اڑوائے۔ اس منزل میں ایک سوداگر کی زبانی
معلوم ہوا کہ عالم خاں (یہ عالم خاں سلطان علاءالدین سلطان ابراہیم کا چچا تھا) نے سلطان

عالم خاں کا شکست ابراہیم سے

ابراہیم سے شکست پائی۔ اس شکست کا حال یہ ہے کہ عالم خاں جس طرح سے بابر کے پاس آیا تھا اُس کا حال سلطان ابراہیم کی سلطنت کے بیان میں پڑھ چکے ہو وہ بابر سے رخصت ہوا اور سخت گرمی میں کہ آگ برستی تھی ایک منزل کی دو منزلیں کرتا ہوا لاہور میں آیا اُس نے کچھ خیال اپنے ہمراہیوں کی تکلیف کا نہ کیا۔ جب عالم خاں کو بابر نے رخصت کیا تھا اوزبکوں کے تمام خانوں اور سلاطین نے بلخ کو قتل کیا تھا۔ اس لیے جسوقت عالم خاں ہندوستان کو روانہ ہوا بابر بلخ کو گیا۔ اب عالم خاں نے ان سرداروں کو جو بابر کے ہندوستان میں تھے کہنا شروع کیا کہ بادشاہ نے تم کو میری مدد کے لیے حکم دیا ہے میرے ہمراہ چلو میں غازی خاں کو بھی اپنے ہمراہ کرلونگا۔ پھر ہم سب دہلی و آگرہ پر چڑھائی کرینگے۔ بابر کے امیروں نے کہا کہ ہم غازی خاں کے ساتھ کس اعتماد پر چلیں ہمارے بادشاہ کا حکم ہمیں یہ ہے کہ جب غازی خاں اپنے چھوٹے بھائی حاجی خاں کو اپنے بیٹے سمیت لاہور یا بادشاہ پاس بطور اول کے بھیجے تو اُس کے ہمراہ ہونا ورنہ ہمراہ نہ ہونا۔ تم نے کل ہی غازی خاں سے جنگ کرکے شکست پائی ہے پھر کس اعتماد پر اُسکے ہمراہ ہوتے ہو۔ ہم تم کو بھی یہ مصلحت بتاتے ہیں کہ اُس کے ہمراہ نہ ہو ہرچند اُنھوں نے اس طرح اُس کو منع کیا مگر اُس نے نہ سنا۔ شیر خاں اپنے بیٹے کو غازی خاں اور دولت خاں پاس بھیجکر اُن کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ دلاور خاں بھی جو بندی خانے سے بھاگ کر تین مہینے ہوئے تھے کہ لاہور میں آیا تھا اُس کے ہمراہ ہو گیا مرزا محمود خاں خانجہاں جسکو لاہور کا قید خانہ سپرد تھا عالم خاں کی باتوں میں آگیا۔ غازی خاں اُن میں آپس میں یہ قرار پایا تھا کہ دولت خاں و غازی خاں و امرائے بابری جو ہندوستان میں ہیں اس ملک کو اور اُسکی تمام اطراف کو اپنے قبضہ میں رکھیں دلاور خاں و حاجی خاں عالم خاں کے ہمراہ کریں اور یہ دہلی اور آگرہ کو اپنے قبضہ میں لائیں۔ اسمٰعیل جلوانی اور بعض اور امرا بھی عالم خاں سے آکر ملے وہ بے توقف کوچ پر کوچ کرتا ہوا دہلی کی طرف رواں ہوا۔ اندری میں اُسسے سلیمان شہزادے بھی آن ملے۔ کل اس کی جمعیت تیس چالیس ہزار آدمیوں کی ہوگئی اُسنے دہلی کا محاصرہ کیا۔ مگر نہ اُسکو لڑکر اور نہ اُسکا غلہ و آذوقہ بند کرکے لے سکتا تھا۔

جب سلطان ابراہیم نے اس جمعیت کی خبر پائی کہ اُسکے ملک پر حملہ آور ہوئی تو وہ لشکر

لے کر اُن سے مقابلہ کرنے گیا۔ جب اُنھوں نے سلطان ابراہیم کے لشکر آنے کی خبر سنی تو قلعہ کا
محاصرہ چھوڑ کر اُس سے برسر مقابلہ ہوئے اور اُن میں یہ امر قرار پایا کہ اگر دن کو لڑینگے تو افغان
اپنے ناموس کا پاس کر کے بھاگنے کے نہیں کُشت وخون وقتل زیادہ ہوگا لہذا اگر شبخوں ماریںگے تو
رات اندھیری ہوگی کوئی کسیکو دیکھے گا نہیں ہر سردار اپنے اہتمام میں ہیگا۔ پس اس شبخوں کے
مارنے کے ارادہ سے وہ چھ کوس دور چلے گئے اور دو دفعہ دوپہر کو گھوڑوں پر سوار ہو کر رات کو آدھی
اور سہ پہر رات تک چڑھے رہے مگر نہ آگے گئے نہ پیچھے ہٹے۔ آپس میں کوئی بات ہی قرار نہ پائی۔
تیسری دفعہ وہ پہر رات باقی رہے دشمن کے خیمے پر پہنچے اُن کا شب خوں صرف یہ تھا کہ خیموں
میں اور گھروں میں آگ لگادیں اور کچھ اور کوشش نہ کریں۔ انھوں نے یہی کیا کہ پہر رات رہے
پیچھے سے آنکر خیموں میں آگ لگادی اور غوغا مچادیا۔ جلال خاں جگھت اور بعض اور امیروں
نے بھی آنکر عالم خاں سے ملاقات کی۔ سلطان ابراہیم اپنے چند خاصہ خیل کے ساتھ اپنے
سراپردہ سے نہ نکلا مگر صبح تک آمادہ بیٹھا رہا۔ اُس وقت اُس نے دیکھا کہ عالم خاں کی
سپاہ لوٹ پر جھک رہی ہی اور اُسکے پاس بہت سپاہ نہیں تو سلطان ابراہیم نے تھوڑی
سپاہ اور ایک ہاتھی کے ساتھ اپنی جگہ سے جنبش کی۔ ہاتھی کے پہنچتے ہی عالم خاں کی فوج
مقابلہ کی تاب نہ لاسکی اور بھاگ گئی۔ اون کے بھاگتے ہی عالم خاں میان دوآب کی طرف
سے گذر کر پانی پت میں آیا۔ یہاں پہونچکر ایسا داؤں اندری میں میاں سلیمان پر چلایا
کہ اُس سے تین چار لاکھ معلوم نہیں کہ کتنا سارا روپیہ لیکر چنپت بنا۔ اسمٰعیل جلوانی وبّن و
جلال خاں پسر کلاں عالم خاں اُس سے جدا ہوگئے اور میان دوآب میں چلے آئے امرا اور سپاہ کا
ایک حصہ جو عالم خاں نے جمع کیا تھا سلطان ابراہیم سے جا ملے جیسے کہ سیف الدین۔ دریا خاں
محمود خاں خانجہاں شیخ جمال فرملی۔ عالم خاں اور دلاور خاں اور حاجی خاں نے سرہند سے
گذر کر بابر کے آنے کا حال سُنا کہ قریب آگیا ہی اور ملوٹ کو لے لیا ہی۔ دلاور خاں بابر کا خیر خواہ
ہمیشہ سے تھا اور اُسکے سبب سے تین چار مہینے قید میں بھی رہ چکا تھا۔ اُن سے جدا ہو کر سلطان
پور اور کوچی میں آیا۔ اور بابر سے جس نے تین چار روز ہوئے تھے کہ ملوٹ کو فتح کیا تھا آنکر
ملا۔ عالم خاں وحاجی خاں آب ستلج سے اُتر کر آخر کو کنگوٹہ میں پہنچے۔ کنگوٹہ ایک مستحکم قلعہ کا

نام ہے جو کوہستان کے اندر دون اور میدان کے درمیان واقع ہے انکو بابر کی سپاہ کے ایک دستہ نے جسمیں افغان اور ہزارہ تھے جا گھیرا اور اس مضبوط قلعہ کو قریب تھا کہ فتح کرلیتا کہ رات ہوگئی - اب امرا نے قلعہ سے نکلنے کا ارادہ کیا مگر دروازہ میں گھوڑے ایسے پڑے تھے کہ وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے - ہاتھی اُنکے ساتھ تھے اُنھوں نے کچھ گھوڑوں کو کچلا اور مارا مگر پھر بھی یہ امرا گھوڑوں پر سوار ہوکر راہ نہ پا سکے - پیادہ پا اندھیری رات میں ہزاروں تشویشیں اٹھا کر غازی خاں سے جا ملے - غازی خاں جب بھاگا تھا تو یہ سمجھ کر کہ وہ ملوٹ میں پناہ گزین نہیں ہوسکتا پہاڑ میں بھاگ گیا تھا یہیں عالم خاں اُس سے ملا تھا مگر اُس نے آؤ بھگت بھی طرح اُس کی نہیں کی تو عالم خاں دون کے پائیں میں نواحی پہلور میں بابر کی خدمت میں حاضر ہوا - بابر کے امرا جو لاہور میں تھے اُسکے پاس سے آدمی نے آکر سیالکوٹ میں اطلاع دی کہ وہ صبح کو بابر کی خدمت میں حاضر ہونگے صبح کو کوچ کر کے بابر پرسرور میں آیا - محمد علی جنگجنگ خواجہ حسین اور بعض اور جوان جو لاہور سے آئے تھے بابر سے ملے - دریائے راوی کے کنارہ پر لاہور کی سمت میں غنیم کا لشکر تھا وہاں بابر نے بوچکہ کو اُس کے ہمراہیوں سمیت بھیجا کہ انکی خبر لائے - شب کے سہ پہر کو وہ یہ خبر لائے کہ غنیم نے بمجرد بابر کی خبر پانے کے حیران و پریشان ہوکر بھاگنا شروع کیا اور ایک نے دوسرے کی خبر نہ کی -

دوسرے روز صبح کو شاہ میر حسین اور بعض اور افسروں کو پرتل اور لشکر کی نگہبانی کیلیے چھوڑ کر بابر شاہ حسین اور بعض اور آدمیوں کو لیکر تیز رواں ہوا - اور عصر و ظہر کے درمیان کلانور (راوی اور بیاس کے درمیان ہے) میں پہنچا - محمد سلطان مرزا و عادل مرزا اور امرا نے یہاں اُسکی ملازمت کی - کلانور سے صبح کو کوچ کیا راہ میں غازی خاں اور بھگوڑوں کے سراغ سے یہ خبر معلوم ہوئی کہ وہ نزدیک ہی ہیں - محمدی و احمدی اور بعض اور بیگ جو بابر کے ساتھ تھے - اور انکو کابل میں بیگ بنایا تھا وہ ان مفروروں کے تعاقب میں بھیجے گئے اور یہ امر قرار پایا کہ اگر وہ غنیم مفرور کو جا لیں تو فبہا ورنہ قلعہ ملوٹ کی اطراف کی خوب احتیاط کریں کہ قلعہ کے آدمی بھاگ نہ سکیں - بابر کی بڑی غرض اس انتظام میں غازی خاں تھا کہ وہ ہاتھ آئے - اب ان امرا کو بھیجکر بابر دریائے بیاہ سے اُتر کر کیواہین کے مقابل مقیم ہوا - تین سفروں کے بعد قلعہ ملوٹ کے

درہ دامنہ میں باہر آیا۔ امرا کو جو پہلے یہاں آگئے تھے اور ہندوستانی امرا کو حکم ہوا کہ یہاں خیمے ڈالکر قلعہ کا محاصرہ کریں۔ دولت خاں کے بڑے بیٹے علی خاں کا بیٹا یہاں آیا تھا۔ کچھ وعدہ وعید و کچھ استمالت و تہدید کے ساتھ پیغام اُس کی معرفت قلعہ میں بھیجا گیا۔ جمعہ کو بابر لشکر کو پہلے روانہ کر کے آدہ کوس اور قریب آگیا اور قلعہ کو دیکھکر برانغار و جرانغار و قول میں لشکر تقسیم کر کے اپنے اُردو میں واپس آیا۔ دولت خاں نے ولی خاں کو بھیجکر بابر کو اطلاع دی کہ غازی خاں تو پہاڑ میں بھاگ گیا۔ اگر حضور میرے گناہ معاف کریں تو غلامی میں حاضر ہو کر قلعہ حوالہ کرتا ہوں بابر نے خواجہ میراں کو بھیجا کہ دولت خاں کی خاطر سے توہم کو دور کرے اور اُس کو لائے علی خاں اُسکا بیٹا اُسکے ہمراہ گیا۔ بابر نے اُس سے یہ بھی کہدیا تھا کہ ہوشیاری کر کے دولت خاں کو ہمارے پاس اس طرح لانا کہ اُس کی گردن میں وہی دو تلواریں بندھی ہوئی ہوں جو اُسنے ہم سے لڑنے کیلیے باندھی تھیں۔ باوجودیکہ اس روستائی احمق بزرگ کی یہ نوبت پہنچی تھی مگر پھر بھی وہ آنے میں حیلے حوالہ کرتا تھا۔ مگر آخر کو جب وہ بابر کے روبرو آیا تو اُس نے حکم دیا کہ اُسکی گردن سے دونوں تلواریں کھول لی جائیں اور سامنے دوزانو بیٹھے جب یوں بیٹھنے میں تاخیر کی تو بابر کے حکم سے آدمیوں نے اُسکی گردن میں ہاتھ ڈال کر دوزانو بٹھایا۔ بابر نے ایک شخص کو بلایا جو ہندوستانی جانتا تھا اور اُسکو حکم دیا کہ باتیں جو میں کہتا ہوں وہ اُس کی خاطر نشان کرے اُس نے کہا کہ میں نے تجھے پدر کہا تعظیم و احترام تیری اس سے زیادہ کی کہ تو چاہتا تھا۔ ملّو خاں کی محتاجگی سے تجھے اور تیری بیٹیوں کو خلاصی دی تمھارے حیلوں اور حرموں کو ابراہیم کی قید سے میں نے آزاد کیا۔ تاتار خاں کی ولایت تین کروڑ کی تجھے عنایت کی۔ میں نے تیرے حق میں کیا بدی کی تھی کہ تو نے دو شمشیریں کمر میں باندہ کر مجھ سے لڑنے کا ارادہ کیا اور میری ولایت پر چڑھ آیا اور اُس میں فتنہ و فساد مچایا۔ یہ پیر مبہوت ایک دو باتیں مُنہ کے اندر ہی بُڑبُڑاتا تھا کچھ معاملہ کی بات نہ کہتا تھا۔ ان باتوں کا جواب بھی کچھ سوائے سکوت کے کچھ اور نہ تھا۔

یہ قرار پایا کہ خیلخانے و حرم اُن کے اِن ہی کو دیدیے جاویں باقی اور سب اسباب و خزانے ضبط کیے جائیں اور اُنکو حکم ہوا کہ وہ خواجہ میراں کے ہمراہ پہنچے آئیں۔ بروز شنبہ ۲۲- ربیع الاول کو اُسکے خیلخانوں اور حرموں کے صحیح سالم نکالنے کیلیے بابر خود دروازہ ملوٹ کی بلندی پر بیٹھا۔

علی خاں نے آنکر ایک اشرفی نذر دی۔ ظہر کی نماز کے وقت خیلخانے اور حرمیں باہر آنی شروع ہوئیں عبدالعزیز و محمد علی جنگجنگ قتلق قدم و محمد احمدی کو حکم ہوا کہ قلعہ کے اندر جاکر اُنکے خزانے اور مال اسباب ضبط کریں بعض یہ کہتے تھے کہ غازی خاں نکل کر بھاگ گیا بعض کہتے تھے کہ ہم نے اُسکو قلعہ میں دیکھا ہے۔ اس لیے بابر نے بعض آدمیوں کو متعین کیا کہ جہاں اُس کے ہونے کا گمان ہو وہاں تلاش کیجائے۔ مبادا وہ مغالطہ دیکر نہ نکل جائے اصل غرض تو اُس کا پکڑنا ہی تھا۔ اُسکے جواہر و خزانے پنہاں ہوں وہ نکال کر ضبط کیے جائیں۔ قلعہ کے دروازہ پر آدمیوں کا ہجوم تھا وہ لوٹتے تھے سیاست کے لیے بابر نے اُن پر تیر چلائے۔ ہمایوں کا ایک آدمی تیر کے لگتے ہی مرگیا قلعہ کے اندر آیا اور سیر کی غازی خاں کی کتاب خانے میں گیا چند نفیس کتابیں آئیں سے لیں اُن میں بعض اپنے مطالعہ کے لیے رکھیں اور چند ہمایوں کو دیں چند کامران کو بھیجیں۔ ملا یا نہ کتابیں بہت تھیں ظاہری صورت میں اچھی معلوم دیتی تھیں ایسی وہ سیرت میں نہیں تھیں۔ رات کو وہ یہیں رہا صبح کو باہر آیا غازی خاں کا اُسکو یہ خیال تھا کہ قلعہ میں ہوگا مگر وہ بے حمیت نامرد پدر و برادر خرد و مادر و خواہر خرد کو ملوت میں چھوڑ کر چند آدمیوں کے ساتھ پہاڑ میں بھاگ گیا۔ قطعہ

ببیں آں بے حمیت را کہ ہرگز	نہ خواہد دید روئے نیک بختی
تن آسانی گزیند خویشتن را	زن و فرزند بگذارد بہ سختی

روز چہار شنبہ کو یہاں سے کوچ کر کے جس پہاڑ میں غازی خاں گیا تھا اُس کی طرف کوچ کیا دینہ ملوت میں ایک کوس چلا تھا کہ دلاور خاں نے آنکر ملازمت کی۔ دولت خاں و علی خاں و اسمٰعیل خاں اور بڑے بڑے امیروں کو قید کر کے کتہ بیگ کو حوالہ کیا کہ وہ اس قلعہ تلوکی میں بھیرہ کے اندر قید رکھیں۔ بابر نے تلوت کا قلعہ محمد علی جنگجنگ کو حوالہ کیا اُس نے اپنے بھائی ارغوں کو سپاہ کے ساتھ متعین کیا اور دوڈیڑھ سو افغان و ہزارہ کے آدمی بھی کمک کے لیے اس قلعہ پر متعین ہوئے خواجہ کلاں غزنیں کی شرابیں اونٹوں پر لاد کر لایا تھا۔ وہ مجلسوں میں خوب پی گئیں۔ بابر آب کند کے پہاڑوں سے گذر کر دون میں آیا جسکو ہندوستانی زبان میں جلگا دوں کہتے ہیں۔

غازی خاں کی خبر محقق بابر کو کسی جگہ نہ معلوم ہوئی اُس نے تردیکھ کو برم دیو ملہاس کے ساتھ بھیجا کہ جہاں غازی خاں ملے اُسے پکڑ کر لاؤ۔ اس کوہستان خرد کے اندر دون میں عجیب مضبوط قلعے موجود

ہیں - شرق و شمال میں ایک قلعہ ہے جسکا نام کوٹلہ ہے اُسکے گرد پہاڑ ستر اسی گز ایک انداز کا ہے - غازی خاں نے جو یہاں مضبوط قلعے بنائے تھے اُن میں سے ایک یہ ہے - قلعہ میں آدمی تھے - بابر کی سپاہ کے ایک دستہ نے اُس پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ اُسکو وہ لے لیتا مگر رات ہو گئی - اہل قلعہ بھاگ گئے قلعہ خالی کر گئے - دون کے قریب ایک اور قلعہ گنگوٹہ ہے جسکے گرد تمام ملک کوہستانی ہے مگر وہ پہلے قلعہ کی برابر مضبوط نہیں ہے - عالم خاں اسی قلعہ میں تھا جسکا بیان پہلے مذکور ہوا - غازی خاں کے لیے ایلغار روانہ کیا - پھر بابر ہمت کی رکاب میں پاؤں رکھکر اور توکل کی باگ ہاتھ میں پکڑ کر سلطان ابراہیم ابن سلطان سکندر بن سلطان بہلول لودی افغان سے لڑنے چلا - ان دنوں میں دہلی پایۂ تخت تھا - ممالک ہندوستان اسکے قبضہ میں تھے - لشکر حاضر اس پاس ایک لاکھ تھا - امرا و وزرا کے پاس ایک ہزار فیل تھے - ایک کوچ کے بعد باقی شغاول کو دیبال پور عنایت کیا اور بلخ کی مصلحت کے لیے کمک بھیجی - خویشوں و عزیزوں و فرزندوں اور چھوٹوں کو کہ کابل میں تھے بہت سا روپیہ و فتح ملوت میں جو پونجی ہاتھ لگی تھی وہ اور سوغاتیں بھیجیں -

بردرود کھلور اور قلعہ ہائے کوہستان پر اس نواح میں مدتوں سے بسبب ان مقاموں کے استحکام کے کسی دشمن نے قدم نہ رکھا تھا مگر اس سپاہ نے جو ملوت قلعہ سے آگے بھیجی گئی تھی جاکر ان سب پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے آدمیوں کو لوٹ لیا - اور بابر سے آن ملی - عالم خاں بھی خراب ہو کر پیادہ و برہنہ بابر پاس ملنے کو آیا - تو اُس نے اُس کے استقبال کے لیے امرا و مقرب بھیجے کچھ گھوڑے بھی بھیجے - اُسنے اس نواح میں آنکر اسکی ملازمت اور اطاعت اختیار کی - اس نواح کے کوہ و درہ میں میر حسین خان بیگ اور بعض جوان رخصت لیکر سپاہ کے ساتھ گئے اور دو تین رات رہے مگر کوئی چیز معتد بہ انکو ہاتھ نہ آئی - دون سے کوچ کر کے بابر روپر آیا - پھر روپر سے سفر کر سرہند کی برابر کرنال میں آیا کہ ایک ہندوستانی نے اپنے تئیں سلطان ابراہیم کا ایلچی بیان کیا اگرچہ اس پاس کچھ خط و کتابت نہ تھی مگر اُس نے بابر سے یہ درخواست کی کہ ایک آدمی اُسکے ساتھ بطور ایلچی بھیجا جائے - بابر نے اس درخواست کو منظور کیا اور لبسوادی قلنقطار اُس کے ساتھ بھیجا - یہ بیچارے دونوں ابراہیم کے پاس جاتے ہی قید ہوئے اور اُنکے مارنے کا حکم ہوا - سوادی نے اُسی روز قید سے رہائی پائی کہ ابراہیم کو بابر نے شکست دی - بابر دو دن سفر کے بعد نور و سنور ندی کے کنارہ پر آیا اس ندی کو گگر کہتے ہیں چناب

اُسکے کنارہ پرہی۔ اس منزل میں خبر آئی کہ سلطان ابراہیم خود دہلی کے اس طرف آگے بڑھا چلا آتا ہے اور حمید خاں قشقال شقدار حصار فیروزہ بھی دس کوس بابر کی طرف بڑھ آیا ہی اس پاس حصار فیروزہ کا لشکر اور گرد نواح کی سپاہ ہے۔ بابر نے کتہ بیگ کو بھیجا کہ وہ ابراہیم کے لشکر کی خبر لائے اور مومن اتکہ کو بھیجا کہ لشکر حصار کی خبر لائے۔ روز یکشنبہ ۲۲۔ جمادی الاول کو انبالہ سے بابر نے کوچ کیا اور ایک تالاب کے کنارے پر فروکش ہوا۔ کہ مومن اتکہ اور کتہ بیگ دونوں اس روز واپس آئے بابر نے برانغار کی تمام سپاہ ہمایوں کو حوالہ کی اور اُسکے ساتھ خواجہ کلاں وسلطان محمد دولدائی و ولی خازن اور وہ امرا جو ہندوستان میں رہ چکے تھے ساتھ کیے دوسرے روز دوشنبہ ۱۴ کو ہمایوں اپنی سپاہ سمیت حمید خاں کے سر پر یکایک جا چڑھا۔ ہمایوں نے پہلے سوڈیڑھ سو سپاہ قراولی کے طور پر بھیجی تھی دشمن کے قریب پہنچکر قراول اُس سے جا بھڑا ایک دو دفعہ اُن میں ردوبدل ہوئی کہ پیچھے سے ہمایوں کا لشکر نمودار ہوا اُسکے دیکھتے ہی دشمن فرار ہوا۔ ہمایوں کے لشکر نے سو دو سو آدمیوں کو نیچے گرایا اور اُنمیں سے آدھے آدمیوں کا سر اُڑایا اور آدھے آدمیوں کو زندہ مع آٹھ سات فیل کے ہمایوں کے لشکر گاہ میں لایا بروز دوشنبہ ۲۱۔ کو بابر کے پاس سو قیدی اور آٹھ سات ہاتھی لایا۔ سیاست کے لیے بابر نے اُستاد علی قلی خاں وتفنگ اندازوں کو حکم دیا کہ ان سب قیدیوں کو تفنگ سے مار ڈالیں۔ یہ ہمایوں کی اول یورش تھی اور اول کام تھا جسکو باپ نے کہا کہ یہ ایک ہمایوں شگون تھا۔ قادغوچی یعنی ہلکی سپاہ مفروروں کے پیچھے گئی اور حصار فیروزہ کو جاتے ہی لے لیا اور اُسکو لوٹ کر مراجعت کی۔ حصار فیروزہ کا مع اُسکے توابع ومضافات کے ایک کروڑ محاصل تھا وہ اور کڑور زر نقد ہمایوں کو بابر نے دیا اور یہاں سے کوچ کرکے شاہ آباد میں آیا۔ اور سلطان ابراہیم کی خبر لانے کے لیے آدمی بھیجا۔ اسی منزل میں چند روز توقف کیا اور رحمت پیادہ کو فتحنامہ دیکر کابل روانہ کیا۔ اس منزل میں ہمایوں نے اپنا خط اُسترہ ومقراض سے درست کرایا۔

۲۸۔ جمادی الاول روز دوشنبہ کو آفتاب نے برج حمل میں تحویل کی اور لشکر ابراہیم سے متواتر خبر آئی کہ وہ آہستہ آہستہ ایک روز میں دو کوس چل کر ہر منزل میں دو دو تین تین روز قیام کرتا ہی بابر بھی شاہ آباد سے ایک منزل درمیان کرکے دریائے جمن کے کنارے پر سرساوہ کے مقابل آیا خواجہ کلاں کے ملازم حیدر قلی کو خبر لانے کے لیے بھیجا۔ بابر نے جمنا سے اتر کر سرساوے کی سیر کی اس

منزل سے دریا کے نیچے کی طرف دو منزل کنارد کے ترب قریب کوچ کیا تھا کہ حیدر قلی جو خبر لینے کے لیے بھیجا گیا تھا وہ یہ خبر لایا کہ داؤد خاں اور ہتیم خاں دریا پار میان دواب میں چھ سات ہزار سوار دل کے ساتھ بھیجا گیا ہی وہ ابراہیم کے مقام سے آگے تین چار کوس پر ہماری طرف کی راہ پر مقیم ہی۔ بروز ایک شنبہ ۱۸ جمادی الاول کو اس سپاہ کے مقابلہ کے لیے چین تیمور سلطان اور اور افسروں کو مع کل سپاہ جرانغار کے جو سلطان جنید کے ماتحت تھا روانہ کیا۔ سپاہ کے ایک حصہ قول کو بھی جو یونس علی اور افسروں کے ماتحت تھا بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ دفعتہً غنیم پر ایلغار کر کے چڑھ جائیں۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت دریا سے اترے اور عصر و مغرب کے درمیان دشمن کے قریب آئے اور کچھ اپنے تئیں قریب کیا اور دشمن سے لڑنے چلے۔ مگر بمجرد اس لشکر کے پہنچنے کے دشمن بھاگا اور وہ اُسکے پیچھے آدمیوں کو مارتے ہوئے لشکر ابراہیم تک پہنچے۔ ہتیم خاں کو جو داؤد خاں کا بڑا بھائی اور ایک سردار تھا اور ستر اسّی قیدیوں اور چھ سات ہاتھیوں کو گرفتار کر کے لا کے دشمن کی سیاست کے لیے اکثر کی گردن اُڑائی گئی۔

یہاں سے کوچ کر کے بابر نے کل سپاہ کو جنگ کے لیے جرانغار و برانغار و قول و لیاول میں مرتب کیا اور اُسکو ملاحظہ کر کے دم کیا۔ دم کی یہ رسم ہی کہ جب سپاہ سوار ہوتی ہی تو اُس کا سپہ سالار کمان یا چابک ہاتھ میں لیتا ہی اور بموجب دستور مقررہ کے سپاہ کے شمار کا تخمینہ کرتا ہی جسکے موافق وہ حکم لگاتا ہی کہ سپاہ کی مقدار اتنی ہوگی۔ اسطرح بابر نے جو سپاہ کا قیاسی تخمینہ کیا تھا اُتنا ہی تھا جتنی کہ سپاہ نظر میں آئی۔ اس منزل میں توقف ہوا کہ وہ اپنے حال کے موافق اسباب کو درست کریں سات سو ارابہ (یعنی توپیں) تیار ہوئے۔ استاد قلی کو حکم ہوا کہ روم کے دستور کے موافق ارابوں یعنی توپوں کے رہکلوں کو گائے کے چمڑے کے رسوں سے بجائے زنجیر کے باندھ دے اور دو توپوں کے درمیان چھ سات توڑوں کی جگہ چھوڑے (بدایونی نے توڑے کی جگہ تو برا لکھا ہی کہ وہ مٹی سے بھرے ہوئے تھے) ان ارابوں کے پیچھے تفنگ انداز کھڑے ہو کر تفنگ چھوڑیں (تفنگ سے مراد توڑے دار بندوق سے ہی) اس اسباب کی ترتیب کرنے میں پانچ چھ روز اس منزل میں توقف ہوا۔ اسباب کے تیار و تکمیل ہونے کے بعد امرا اور اہل علم و صاحب تمیز جوانوں کو مشورہ عام کے لیے جمع کیا۔ اس مجلس میں یہ رائیں قرار پائیں کہ پانی پت ایسا شہر ہی کہ اس میں محلے اور گھر

بہت سے ہیں وہ لشکر کے لیے خاصی ایک دیوار ہے۔ اور دوسری طرف اُس کے ارابے و توڑے
مضبوط کیے جائیں اور اُن کے پیچھے تفنگچی اور پیادے کھڑے کیے جائیں۔ بعد اسکے کوچ ہوا۔ ایک
منزل درمیان کر کے پنجشنبہ سلخ جمادی الاول کو پانی پت کے قریب بابر کا لشکر آیا۔ دائیں ہاتھ کی طرف
شہر کے محلے تھے اور سامنے ارابے و توڑے لگائے گئے بائیں طرف اور کئی مختلف جگہ خندق کھودی
اور درختوں کی شاخوں کی باڑ لگائی۔ اور ایک ایک تیر کے فاصلہ پر اسقدر جگہ چھوڑ دی کہ سو سو پچاس
پچاس آدمی باہر نکل آئیں۔ بابر لکھتا ہے کہ میرے لشکر کے بعض آدمیوں کو بہت تردد و توہم تھا مگر یہ توہم
و تردد ناحق ہوتا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالے نے ازل میں تقدیر کیا ہے وہی ہوتا ہے کچھ اور نہیں ہوتا۔
مگر میں ان آدمیوں کو بھی کوئی الزام نہیں لگاتا اس لیے کہ وہ دو تین مہینے سے اپنے وطن
سے آئے تھے ایک ایسی بیگانی قوم سے لڑائی تھی کہ وہ نہ اُن کی زبان سمجھتے تھے نہ وہ اُنکی
زبان جانتے تھے۔

غنیم کے حاضر لشکر کا ایک لاکھ تخمینہ کرتے تھے اور امرا و وزرا کے ہاتھی ہزار تھے اُسکے پاس
باپ دادا کا خزانہ جمع کیا ہوا نقد موجود تھا۔ ہندوستان میں یہ رسم ہے کہ جسوقت ضرورت ہوتی ہے تو روپیہ
دیکر سپاہ کو ایک مدت کے لیے نوکر رکھ لیتے ہیں اور ان آدمیوں کو سربندی کہتے ہیں۔ اگر سلطان
ابراہیم کو اسکا خیال آتا تو ایک لاکھ سپاہ اور جمع کر سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالے کو تو میرا کام بنانا منظور تھا۔
نہ وہ اپنے جوانوں کو راضی کر سکا نہ اپنے خزانہ کو قسمت کر سکا۔ بخل و امساک اسکی طبیعت پر
ایسا غالب تھا کہ وہ اپنے جوانوں کو راضی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ خود بیحد زر جمع کرنے کا
طالب تھا وہ ایک ناتجربہ کار جوان تھا وہ اپنی سب حرکتوں میں غافل تھا اُس کا آنا بغیر
انتظام کے تھا اس کا قیام اور جانا بے تدبیری کے ساتھ تھا۔ اُس کا لڑنا بغیر دور اندیشی کے
تھا۔ جسوقت پانی پت اور اُسکے اطراف میں میرا لشکر اپنے مقام کو ارابوں و شاخوں و خندق سے
مضبوط و مرتب کر رہا تھا تو درویش محمد ساربان نے عرض کیا اسقدر احتیاط اس مقام کے استحکام میں کیگئی
ہے کہ ممکن نہیں دشمن کو خیال یہاں آنے کا ہو۔ میں نے اُس سے کہا کہ تو دشمن کو اوزبکوں کے خانوں اور
سلطانوں پر قیاس کرتا ہے مگر تجھے چاہیے کہ ان دشمنوں پر اُن دشمنوں کا قیاس نہ کر جن سے ہم پہلے
لڑ چکے ہیں۔ ان دشمنوں کو یہ تمیز ہی نہیں ہے کہ کہاں آگے بڑھنا چاہیے اور کہاں پیچھے ہٹنا

خدائے تعالیٰ نے میرے سب کام درست کیے اور جو میں نے کہا تھا وہی ہوا۔ ہم پانی پت میں آٹھ سات روز رہے ہمارے تھوڑے آدمی دشمن کے بڑے لشکر کے سپاہیوں پر تیر چلاتے تھے مگر وہ کوئی جنبش و حرکت نہ کرتے تھے۔ آخر کو بعض ہندوستانی امرا خیر خواہ کی رائے پر عمل کیا کہ میں نے مہدی خواجہ اور اور امرا کو چار پانچ ہزار سپاہ دیکر شب خون مارنے کے لیے بھیجا۔ مگر وہ آپس میں اول اچھی طرح نہ ملے اور ایسے پریشان روانہ ہوئے کہ وہ دشمن کے لشکر تک پہنچکر کچھ کام نہ کر سکے۔ جب دن نکل آیا تو غنیم کے لشکر کے پاس پہنچے غنیم بھی نقارے بجاکر اپنے ہاتھیوں کو درست کر کے لڑنے آئے۔ اگرچہ میرا لشکر اُن کا کچھ نہ کر سکا مگر یہ خیر ہوئی کہ اسقدر آدمیوں سے اپنے تئیں بچاکر صحیح سلامت اُلٹا چلا آیا اور کسی آدمی کی جان کو ضائع نہ ہونے دیا۔ محمد علی جنگجنگ کے پاؤں میں تیر لگا اگرچہ وہ مہلک نہ تھا مگر وہ میدان جنگ میں پھر نہ جا سکا۔ میں نے یہ خبر سنکر ہمایوں کو کوس یا ڈیڑھ کوس آگے اُن پاس بھیجا اور خود لشکر میں رہ کر اُس کو درست کیا اور لیکر بابر پاس چلا۔ شب خوں کی سپاہ ہمایوں کے لشکر کے ہمراہ ہوئی۔ کوئی غنیم کا آدمی آگے نہیں بڑھا۔ ہم بھی پھر کر اپنے لشکر میں چلے آئے۔ اسی رات کو ایک جھوٹا غوغا مچا اور ایک گھڑی تک لشکر کے تیار ہونے کا شور مچتا رہا اور غل غپاڑہ رہا جنھوں نے پہلے ایسا غوغا نہیں دیکھا تھا۔ انکو تردد و توہم ہوا پھر کچھ دیر کے بعد یہ غوغا موقوف ہوا۔

صبح کی نماز کے وقت خبر آئی کہ غنیم درست ہوکر ہماری طرف آتا ہے۔ ہم بھی جیبہ پہنکر اور ہتھیار باندھ کر سوار ہوئے۔ برانغار ہمایوں کو اور اُسکے ساتھ اور افسروں کو اور جرانغار سلطان مرزا کو اور اُسکے ساتھ اور امیروں کو اور قول کا دست راست چین تیمور سلطان اور اور اُسکے ساتھ اور امیروں کو اور قول کا دست چپ خلیفہ اور اُسکے اور ہمراہیوں کو براول خسرو تاش اور امیروں کو حوالہ ہوا اور عبد العزیز میر آخور طرح میں متعین ہوا اور برانغار کی اوج میں ولی قزل اور اور امرا مقرر ہوئے۔ بابا قشقہ کو مع مغلوں کے تلغمہ میں اور جرانغار کے اوج میں قراقوزی کو اور تنگری قلی مغول کو تلغمہ کے راست میں مقرر کیا اور انکو ہدایت ہوئی کہ اگر دشمن بہت قریب آجائے تو چکر کھاکر اُسکے پیچھے آئیں۔

جب غنیم سامنے آیا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ برانغار کی طرف اُس کا میلان بہت ہے اس سبب سے

عبد العزیز کو کہ طرح میں متعین تھا برانغار میں کمک کے لیے بھیجا سلطان ابراہیم کی سپاہ دور سے نمودار ہوئی تھی وہ کسی جگہ ٹھیری نہیں اور تیز چلی - جب ہماری سپاہ اُنکو نمودار ہوئی - اور آدمیوں نے دیکھا کہ وہ ترتیب سے حصوں میں بٹی ہوئی کھڑی ہوئی ہے اور اُسکی حفاظت ایسی ہوئی ہے جیسی کہ اوپر بیان ہوئی تو وہ ٹھیری اور سوچ بچار میں ہوئی کہ ہم ٹھیرے رہیں یا نہیں - ہم آگے بڑھیں یا نہیں - وہ کھڑے نہیں ہوسکتے تھے نہ پہلی طرح سے تیزی کے سات آگے بڑھ سکتی تھی - میں نے احکام بھیجے کہ سپاہ جو تلغمہ میں موجود ہے وہ دشمن کے دائیں بائیں طرف سے پھر کر آنپر تیر لگائیں - جرانغار سے مہدی خواجہ پہلے آیا - دشمن کا ایک گروہ ایک ہاتھی کے ساتھ اُس سے لڑنے آیا - میری سپاہ نے اُن پر تیروں کا مینہ برسایا - یہ حصہ دشمن کی فوج کا الٹا چلا گیا - جرانغار کی کمک کو احمدی پروانچی کو بھیجا - دائیں جانب لڑائی سخت تھی - وہاں میں نے محمد گوکلتاش کو بھیجا - اوستاد علی قلی نے بھی بہت دفعہ توپوں کی باڑ ماری اور سامنے کے دشمنوں کو خوب مارا اور مصطفے توپچی نے بائیں طرف کے اپنے توپخانے سے خوب کام لیا - برانغار اور جرانغار و قول و تولغمہ نے غنیم کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جنگ میں بڑی کوشش سے مشغول ہوئے اور اُن پر خوب تیر برسائے ایک دو دفعہ دشمن نے کوتاہ حملے میرے لشکر کے جرانغار اور برانغار پر کیے جنکو میرے لشکر نے ہٹا دیا - غرض دو لشکر آپس میں ایسے گتھ گئے کہ نہ انکو آگے بڑھنے کی راہ تھی نہ بھاگنے کا رستہ تھا - خدا کی عنایت سے یہ میرا مشکل کام سہل ہوا - اور ایسے بڑے زبردست دشمن کا لشکر دوپہر میں خاک میں مل گیا - میدان جنگ میں پانچ چھ ہزار آدمی مرے ہوئے ابراہیم کے پاس پڑے ہوئے تھے - میدان جنگ اور ادھر اُدھر کے مرے ہوئے آدمی جو شمار ہوئے تو پندرہ سولہ ہزار تھے - آگرہ میں پہنچکر بعض ہندوستانیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ چالیس پچاس ہزار آدمی اس معرکہ میں مردہ ہوئے - باقی کے پیچھے قتل اور اسیر کرتا ہوا میرا لشکر گیا - جو امرا پیش رو تھے وہ امیروں اور افغانوں کو اسیر کرکے لانے لگے اور بہت سے ہاتھی مع فیل بانوں کے لاکر پیشکش میں دینے لگے - غنیم کا کچھ فاصلہ تک تعاقب کرکے اور یہ سمجھکر کہ ابراہیم زندہ میدان جنگ سے بھاگ گیا ہے میں نے قسمتی مرزا کو مقرر کیا کہ وہ آگرہ تک اُس کا تعاقب کرے - جب میں ابراہیم کے لشکر کے درمیان سے گذرا اور اسکی سرا

اور گھروں کی سیر کی تو سیاہ آب (کالندی) پر اترا۔ ظہر کی نماز پڑھی تھی کہ خلیفہ کا چھوٹا بھائی طاہر طبری کو ابراہیم مردوں میں ملا اُسکا سر کاٹ کے میرے پاس وہ لایا۔ یہ حال ہم نے طبقات بابری سے نقل کیا ہے۔ اور اسی بیان کو اور مورخوں کے بیان سے زیادہ معتبر گنا ہے۔ ہم اسی جنگ کے بیان کو ایک اور پیرایہ میں ادا کرتے ہیں جس سے اُصل حال اس کا مختصر بیان میں میں آجاتا ہے۔ پانی پت کے جس میدان میں لڑائی ہوئی وہ ایک وسیع قطعہ زمین ہموار ہے کہیں کہیں اس میں کچھ اونچے ٹیلے ہیں۔ کم پیداوار زمین بھی اُس میں کہیں کہیں تھی۔ وہ بہت چھوٹی ندیوں سے کہیں سیراب بھی ہوتی ہے۔ گھاس پھوس جھاڑیاں اُگانے میں بھی وہ خسّت کرتی ہے۔ زیادہ تر حصہ اُسکا بنجر ہے جو اپنا سفید زرد سرد کھاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ میدان ایسا سنسان ویران بھیانک قدرت ہی نے اس لیے موضوع کیا ہے کہ قومیں اس میں لڑا کریں۔

اس میدان میں ۲۰۔ اپریل ۱۵۲۵ء کو سلطان ابراہیم نے اپنے سوار جمع کیے کہ حملہ آوروں سے لڑے ہندوستانی امرا خوب چمک دمک ملمع کے ہتیار لگائے ہوئے تھے۔ سیکڑوں ہاتھی سجے سجائے اُن کے ساتھ تھے خیموں پر کلس ایسے نظر آتے تھے کہ کسی کھیت میں زربفت کے تھانوں کو بچھا کر سونے کے درخت لگا دیے ہیں۔ دنکو اُن میں عیش و نشاط کا ہنگامہ گرم تھا۔ مگر اس سے بالکل مختلف دوسری جانب کا حال تھا کہ وہ صحرا نورد جنکی زندگی جنگ کے میدانوں میں گذری تھی اور وہ اپنے وطن کے کوہستانوں سے لڑتے ہوئے گرم لوؤں اور خشک صحراؤں میں آئے تھے۔ بہت سے انہیں اپنے سردار کے یہاں بے تکلف چلے آنے سے تردد و توہم میں پڑے تھے۔ بابر نے جو لکھا ہے کہ یہ تردد و توہم انکا بیجا ہے مگر اُن کی یہ حالت کہ وہ ایک بیگانے ملک میں ایسے بڑے لشکر کے مقابل میں پڑے ہیں ایسے ہی کہ میں اُن کو زیادہ الزام اُن کے تردد و توہم پر نہیں لگا سکتا۔ مگر ان دونوں لشکروں کے سپہ سالاروں کی لیاقتوں میں ایسا فرق تھا کہ ایک لشکر کی کمی اور اُس کے سپہ سالار کی لیاقت کی افزونی اور دوسرے لشکر کی زیادتی اور اُسکے سپہ سالار کی لیاقت کی کمی آپس میں موازنہ کرتی تھی۔ شہنشاہ دہلی کو بابر کہتا ہے کہ وہ ناتجربہ کار کنجوس تھا سپہ گری کے فن سے ناآشنا۔ دشمن کے سامنے کھڑے رہنے میں بد سلیقہ۔ لڑنے میں

ناعاقبت اندیشی۔ برخلاف اسکے بابر تھا جس نے مصائب و مشکلات کے مدرسے میں دانائی و تجربہ کا
سبق سیکھا تھا اور کوئی واقعہ جنگ ایسا نہ تھا جو اسکو نہ پیش آیا ہو۔ اُس کے لشکر کے دائیں جانب
کی حفاظت پانی پت کی دیواریں کررہی تھیں اُس کے مقابل کی جانب کی پاسبانی توپخانہ کرتا تھا۔
توپوں کا زنجیرہ چمڑے کے رسوں سے بندھا ہوا تھا۔ اُن کے رہکلے اور تورے حصار بنے ہوئے تھے
اُس کے پیچھے بندوقچی تھے جنکے توڑے دار بندوقیں قائم تھیں اور یہی افغانی جزائل تھے جنکا ہولناک
ہونا فرنگیوں کی سپاہ کے زندہ آدمیوں کی یاد میں ہے۔ بائیں طرف بابر نے خندقیں بنا کے اُن میں
درختوں کی شاخیں لگائی تھیں۔ اُن چیزوں کی تیاریوں میں اُس نے بڑے گھنٹے لگائے تھے
دوسرے دن صبح کو بے صبر ابراہیم اپنے رنگ برنگ کے گھوڑے دشمنوں پر حملہ کرنے کے
لیے لایا جسکا نتیجہ جو ہوا وہ پہلے ہی سے معلوم تھا۔ ایک طرف کو شجاعت مایوسانہ تھی اور کچھ سامان
سائنٹفک لڑائی کا تھا۔ دوسری طرف مسلح آدمی متوسط تھے جن میں نیزہ و تیر زنوں کی صفوں کا
ہجوم و ازدحام نہایت احمقانہ و بدانتظام تھا۔ مغلوں کے سواروں نے تین غول بنائے۔ دو
غول دشمنوں پر جو آگے بڑھے چلے آتے تھے حملہ کرنے کے لیے اور ایک غول لشکر کی حفاظت کے
واسطے رکھا۔ اون میں تیر انداز بھی تھے جنھوں نے دشمن کے دائیں طرف نکل کر اوسکے عقب پر
تیروں کا مینہ برسایا اور حیران و پریشان کردیا۔ سامنے جو اُن پر حملہ ہوا اُس کو اُن کے توپچیوں
نے پرے ہٹا دیا ہندوستانی سپاہ جتنی مغلوں کے نزدیک آتی تھی اُتنی وہ حملہ کرنے میں بیدل
ہوتی جاتی تھی۔ اُن کی صفیں کی صفیں آپس میں دب کر تیروں سے چھاتی جاتی تھیں نہ وہ آگے
آگے بڑھ سکتی تھیں نہ پیچھے ہٹ سکتی تھیں اُنکا خود ہجوم ہی اُن کے حق میں زہر ہوا۔ اور وہ
گڈبڈ غلط ملط ہو کر بے ترتیب ہوگئیں۔ ابراہیم اور اُس کے منتخب آدمیوں نے بے فائدہ لڑائی
کے سنبھالنے میں سعی کی سلطان کو ایک مصاحب نے سمجھایا کہ ابھی وقت ہے کہ کھسکیے یا باہر نکل بھاگیے
لیکن مغلوں کے سوار آگے تھے پیچھے تیر انداز تھے اسلیے ابراہیم نے باہر جانے سے انکار کیا۔ اور
اپنے ہوا خواہ ملازموں کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا۔ یہاں پانچ چھ ہزار ہندوستانیوں
کی لاشیں اپنے سلطان کو ساتھ لیے ہوئے پڑی تھیں۔ بابر کے حساب کے موافق پندرہ
ہزار کا خون ہوا۔ ایک ہی معرکہ میں ہندوستان کے فرمانروا بدل گئے اب

پھر طبقات بابری سے نقل کرتے ہیں۔

جس روز میں نے ہمایوں مرزا اور افسروں کو مقرر کیا تھا کہ جریدہ جاکر آگرہ پر قبضہ کریں۔ مہدی خواجہ ومحمد سلطان مرزا اور امرا کو مقرر کیا کہ پرتل سے جدا ہو کر ایلغار کر کے قلعہ دہلی میں جاکر خزانوں کی احتیاط کریں بیٹے خود دوسرے روز صبح ایک کوس کوچ کر کے دریائے جمن پر قیام کیا کہ گھوڑے تازہ دم ہو جائیں دو منزل درمیان کر کے روز سہ شنبہ کو مرزا منور شیخ نظام الدین اولیا کا طواف کیا اور دہلی کے برابر جمنا کے کنارہ پر اترا۔ شب چہار شنبہ کو قلعہ دہلی کی سیر کی اور رات کو یہاں رہا صبح کو قلعہ دہلی سے خواجہ قطب الدین کا طواف کیا۔ مقبرہ وعمارت سلطان غیاث الدین بلبن و سلطان علاء الدین خلجی ومینار وحوض شمسی وحوض خاص ومقابر وباغات سلطان بہلول کی سیر کی اور لشکر میں واپس آیا۔ اور کشتی میں سوار ہوا اور عرق پیا۔ دہلی کی شقداری کا منصب ولی بیگ قزل کو دیا اور دولت بیگ کو دیوان دہلی مقرر کیا اور خزانوں پر مہر کر کے اُن کے حوالہ کیے روز پنجشنبہ کو کوچ کر کے تغلق آباد کی برابر جمنا کے کنارہ پر قیام کیا روز جمعہ کو یہاں توقف کیا مولانا محمود وشیخ زین اور امیر دہلی میں گئے اور جمعہ کی نماز میں میرے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور فقرا میں کچھ روپیہ تقسیم کیا۔ پھر وہ اُلٹے آئے۔ ہم نے ہفتہ کو اپنے قیام گاہ سے سفر کیا اور کوچ پر کوچ کر کے آگرہ پہنچے۔ اور سلیمان فرملی کے مکان میں ٹھیرے۔ مگر یہ مکان قلعہ سے دور تھا۔ اس لیے دوسرے روز جلال خاں جگھت کی جاگیر میں اُترا۔ ہمایوں یہاں پہلے سے آیا تھا۔ اہل قلعہ نے غدر کر کے اُس کو اندر آنے نہیں دیا تھا۔ ہمایوں نے دیکھا کہ قلعہ میں آدمی بے سرے ہیں کہیں خزانوں کو نہ لوٹ لیں اُس نے خزانوں کے برآمد کی راہ بند کی اور میرے آنے تک چپکا بیٹھا رہا۔

بکرماجیت ہندو کہ گوالیار کا راجہ تھا۔ سو برس سے زیادہ ولایت گوالیار میں اُس کے باپ دادا راج کرتے چلے آئے تھے۔ سکندر کئی سال تک رہا اور گوالیار کی فتح میں کوشش کرتا رہا۔ بعد ازاں سلطان ابراہیم کی سلطنت میں اعظم ہمایوں شروانی نے کچھ مدت تک اس کا محاصرہ رکھا اور اُس پر کئی حملے کیے آخر کو صلح کر کے اُس کو لے لیا شمس آباد بکرماجیت کو دیا گیا۔ وہ سلطان ابراہیم کے ہمراہ ہو کر بابر سے لڑا اور مارا گیا۔ اُس کے اہل وعیال و خیلخانہ آگرہ میں تھا

جب ہمایوں آیا تو بکرماجیت کے آدمیوں نے بھاگنے کا ارادہ کیا مگر ہمایوں کے آدمیوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔ ہمایوں نے اُن کے لوٹنے کی اجازت نہیں دی۔ اُنھوں نے اپنی خوشی سے بہت سے جواہر پیشکش میں دیئے۔ اُن میں ایک نامور ہیرا تھا جس کو سلطان علاء الدین لایا تھا ایسا مشہور ہی کہ ایک جوہری نے اُس کی قیمت کا تخمینہ کیا تھا کہ جتنا روپیہ سارے عالم کا ایک روز کے خرچ میں صرف ہوتا ہی اُس سے آدھی اُس کی قیمت ہی۔ اُس کا وزن آٹھ مثقال کا تھا۔ ہمایوں نے میری نذر کیا میں نے اوسے ہی پھر دیدیا (یہ ہیرا کوہ نور ہے جس نے بہت سے اپنے لوگوں کو تباہ کیا ہے۔ اب وہ جناب قیصر ہند کے تاج میں چمکتا ہی۔ اوسے وزیر نے اُس کی قیمت کا تخمینہ ۸۰۰۰۰۰ پونڈ کیا ہی)

قلعہ کے اندر جو سپاہی تھے اُن میں دانا مرد یہ تھے ملک داد کرانی میں سور۔ فیروز خاں میواتی اُنھوں نے کچھ حیلے حوالے کیے تھے اُن کی سیاست کے واسطے آدمی بھیجے گئے۔ ملک داد کرانی اور بعض اوروں نے مجھ سے ملنے کی استدعا کی چار پانچ روز کے اندر میں نے اُن کی استدعا کے موافق عنایت وشفقت کی اور سب قصور اُن کے معاف کر دیئے۔ ابراہیم کی ماں کو سات لاکھ تنکہ کی جاگیر دی۔ اُس کے ہمراہی امرا میں سے ہر ایک کو پرگنے دیئے۔ آگرہ سے ایک کوس پر ایک محل میں اُس کو بھجوا دیا۔ دوشنبہ ۲۷۔ رجب کو آگرہ میں ظہر کی نماز پڑھی اور سلطان ابراہیم کے محل میں اُترا

جب میں نے ۹۱۰ھ میں ولایت کابل کو فتح کیا تھا تب سے ہندوستان کے فتح کرنے میں رات دن میرا خیال لگا رہتا تھا۔ کبھی امیروں کی سُست رائی اور کبھی بھائیوں کی ہمتائی سے نہ ہندوستان پر یورش میسر ہوئی نہ اُس کے ممالک مسخر ہوئے۔ آخر کو یہ سب موانع دفع ہوئے۔ کوئی چھوٹا بڑا امیر ایسا نہ رہا کہ میرے اس مقصود کے خلاف کوئی بات کہتا۔ ۹۲۵ھ میں لشکرکشی کر کے قلعہ بجور کو دو تین گھڑی نہ گئی فتح کر لیا۔ قلعہ کے آدمیوں کا قتل عام کیا۔ بھیرہ میں آیا۔ اس کو تاخت وتاراج نہیں کیا۔ نقد وجنس چار لاکھ شاہرخی کا وہاں کے آدمیوں سے لیکر لشکر میں تقسیم کر دیا اور کابل میں مراجعت کی۔ اس تاریخ سے تاریخ ۹۳۲ھ تک سات آٹھ سال میں پانچ دفعہ ہندوستان پر لشکرکشی۔ پانچویں دفعہ میں اللہ تعالی کے فضل وکرم سے سلطان ابراہیم جیسے غنیم کو ابتر و مقہور کیا۔ ہندوستان جیسا ملک مسخر و میسر ہوا۔ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم

ــکے عہد سے اس تاریخ تک اس طرف کے بادشاہوں میں سے تین بادشاہ ولایت ہندوستان پر مسلط ہوئے ہیں اور انھوں نے سلطنت کی ہے۔ ایک سلطان محمود غزنوی نے اُس کی اولاد ہندوستان کی مملکت کے تخت پر مدت مدید تک بیٹھی رہی۔ دوئم سلطان شہاب الدین غوری اور اُس کے غلاموں اور توابع نے بہت برسوں اس ملک میں بادشاہی کی ہے۔ سوئم میں ہوں مگر میرا کام ان بادشاہوں کے کاموں سے مشابہت نہیں رکھتا اس لیے کہ سلطان محمود نے جب ہندوستان کو مسخر کیا تو خراسان کا تخت اُس کے تحت میں تھا سلاطین خوارزم و دارالمرز اُس کے مطیع و منقاد تھے۔ سمرقند کا بادشاہ اس کا زیر دست تھا اگر اس کا لشکر دو لاکھ نہ تھا۔ تو ایک لاکھ ضرور تھا۔ اس ملک میں راے راجہ بہت سے راج کرتے تھے۔ تمام ہندوستان کا ایک بادشاہ نہ تھا۔ دوم سلطان شہاب الدین غوری اگرچہ خراسان کی سلطنت نہ رکھتا تھا۔ مگر اس کا بڑا بھائی سلطان غیاث الدین غوری یہ سلطنت رکھتا تھا۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ وہ ایک دفعہ ایک لاکھ بیس ہزار لشکر لیکر آیا۔ اس کے غنیم بھی رائے راجہ تھے۔ تمام ہندوستان میں ایک بادشاہ نہ تھا۔ میں جب بھیرہ میں آیا تو پندرہ سو غایت دو ہزار آدمی میرے ساتھ تھے۔ پانچویں مرتبہ میں جو سلطان ابراہیم کو میں نے زیر کیا اور ممالک ہندوستان کو فتح کیا تو میرے ہمراہ جو لشکر تھا اُس میں نوکر و سوداگر و چاکر سب ملکر کل بارہ ہزار قلم بند ہوئے تھے۔ کبھی ہندوستان کے فتح کرنے کو اس قدر کم لشکر نہیں آیا۔ میرے پاس جو ملک تھا وہ بدخشاں و قندھار و کابل و قندز تھا اور ان سے کوئی نفع معتد بہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اُن کی مدد عظیم کرنی لازم تھی غنیم بغل میں موجود تھا ماوراء النہر کی تمام ولایات اوزبک خوانین و سلاطین کے تصرف میں تھیں جن کے لشکر کا تخمینہ ایک لاکھ ہوتا تھا۔ وہ میرے قدیمی دشمن تھے۔ مملکت ہندوستان بھیرہ سے لیکر بہار تک افغان بادشاہ کے تصرف میں تھی اُس کا بادشاہ سلطان ابراہیم تھا جس کے لشکر کا حساب پانچ لاکھ آدمیوں کا کرنا چاہیے۔ اس وقت بعض امراء پورب اس کی مخالفت کر رہے تھے اس کا حاضر لشکر کا تخمینہ ایک لاکھ تھا۔ خود اور اُس کے امرا کے ہاتھی ہزار کے قریب تھے۔ میں نے توکل کر کے اوزبک جیسے لاکھ پُرانے باغی پس پشت چھوڑے اور سلطان ابراہیم جیسے صاحب لشکر و ممالک ملک سلیمان کے روبرو آیا اس توکل کے سبب سے خدا تعالیٰ نے میری محنت و مشقت کو ضائع نہیں کیا غنیم کو جو روبرو آیا تھا

مغلوب کرایا اور ہندوستان جیسی وسیع مملکت کو مفتوح۔ یہ دولت مجھے اپنی قوت و زور سے نہیں حاصل ہوئی اور یہ سعادت اپنی سعی و ہمت سے نہیں ملی بلکہ محض عنایت و کرم الٰہی سے ملی ہے۔

غرض بابر نے اپنی اس فتح کا حال اس طرح بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی فتوح سے بہتر سمجھتا تھا۔ اگرچہ ان چند ابتر صوبوں کی فتح کو جو سلطان ابراہیم کے قبضے میں تھے۔ سارے ہندوستان کی فتح سمجھنا یا سلطان محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین کی فتوح کی برابر جاننا بجا نہیں معلوم ہوتا۔ مگر جب اس فتح کی خصوصیات پر غور کیا جائے وہ ایک کار عظیم معلوم ہوتا ہے اور اس کے نتائج پہلے فتوح سے زیادہ عظمت و وقعت رکھتے ہیں۔ یہ فتوح ایسے بادشاہوں کی سلطنت کی بانی مبانی ہوئی کہ جن کے عہد میں ہندوستان کا ملک غایت شادابی اور نہایت آبادی کو پہنچا۔ گو جس قدر حکومتیں کہ آج کل ہندوستان میں قائم ہیں وہ انھیں بادشاہوں کی تباہی کے نتیجے اور بربادی کے نمونے ہیں۔

ہندوستان کی سلطنتوں کی کیفیت

بابر لکھتا ہے کہ ہندوستان کے ممالک وسیع و پر مردم و سیر حاصل ہیں مشرق و جنوبی بلکہ غربی حدود دریائے محیط پر ختم ہوئی ہیں۔ اس کے شمال میں ایک پہاڑ ہے جس سے کوہ ہندوکش و کافرستان و کوہستان کشمیر پیوستہ ہیں۔ مغرب و شمال میں اس کے کابل و غزنی و قندہار واقع ہیں پائے تخت اس کا دہلی ہے۔ سلطان شہاب الدین غوری کے عہد سے سلطان فیروز شاہ کے عہد تک اکثر سلاطین دہلی کے تحت و تصرف میں ہندوستان رہا اور اس تاریخ کہ میں نے ہندوستان فتح کیا پانچ مسلمان بادشاہ اور دو ہندو راجہ ہندوستان میں سلطنت کرتے تھے۔ اگرچہ اور رائے راجہ چھوٹے چھوٹے بہت سے پہاڑوں اور جنگلوں میں راج کرتے تھے۔ مگر ان میں معتبر مستقل سات ہی تھے۔ اول ان سلطنتوں میں سے افغانوں کی بادشاہت تھی۔ ان کی حکومت بھیرہ سے بہار تک تھی اور اس میں دارالسلطنت دہلی شامل تھا۔ افغانوں سے پہلے جونپور سلطان حسین شرقی قابض تھا۔ اس کے باپ دادا فیروز شاہ تغلق اور اور تغلق بادشاہوں کے ہاں ساقی تھے۔ فیروز شاہ کے بعد اس ملک پر قابض ہوئے۔ جس وقت کہ دہلی میں سلطان علاء الدین بادشاہ تھا۔ وہ سیدوں کے خاندان میں تھا جس کے باپ دادا کو امیر تیمور

نے دہلی کی سلطنت عنایت کی تھی اُس نے سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے پائے تخت دہلی سے پائے تخت جونپور تک قبضہ کر لیا۔ اور دونوں سلطنتوں کو ایک کر دیا ان کا بادشاہ ایک ہونے لگا۔ دوم گجرات اس میں سلطان مظفر بادشاہ تھا۔ وہ سلطان ابراہیم کی شکست سے کچھ دنوں پہلے اس دنیا سے چل بسا تھا۔ وہ طالب العلم تھا۔ حدیث پڑھا کرتا تھا۔ قرآن شریف لکھا کرتا تھا۔ اس کے خاندان کو ٹانگ کہتے ہیں اُس کے باپ دادا سلطان فیروز شاہ اور اُسکے خاندان کے شراب دار تھے۔ فیروز شاہ کے بعد وہ گجرات پر قابض ہوئے تھے۔ سوم دکن بہمنوں کا خاندان فرمانروائی کرتا تھا۔ اس زمانہ میں سلاطین دکن کے ہاتھ میں اختیار اور اقتدار نہیں رہا تھا۔ اُن کی ولایتوں کو اُن کے امراء دبا بیٹھے تھے۔ یہاں بادشاہ ہر کام میں ان امیروں کے محتاج ہو گئے تھے۔ چہارم مالوہ جسے مانڈو بھی کہتے ہیں۔ یہاں محمود بادشاہ تھا جس کے خاندان کا نام خلجی تھا۔ اس کے باپ دادا بھی سلطان فیروز شاہ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ اس کے بعد وہ ولایت مالوہ پر قابض ہوئے تھے۔ اس وقت اُس میں ضعف آ گیا تھا۔ رانا سنگا نے اس کا ملک بہت دبا لیا تھا۔ پنجم بنگالہ اسمیں نصرت شاہ بادشاہ تھا جس کو سلطنت وراثت میں ہاتھ آئی تھی۔ اس کا باپ بنگالہ میں بادشاہ ہوا تھا۔ وہ سید تھا اور اُس کا لقب سلطان علاء الدین تھا۔ بنگالہ میں یہ عجب رسم ہے کہ سلطنت میراث میں کمتر ملتی ہے۔ بادشاہ کے واسطے ایک تخت اور امراء و وزراء و صاحب منصبوں میں سے ہر شخص کے لیے ایک جگہ مقرر ہے۔ اہل بنگالہ اس تخت اور جگہ کو معتبر سمجھتے ہیں۔ ہر جگہ کے واسطے نوکر چاکروں کی ایک جماعت معین ہے جب بادشاہ کسی عہدہ دار کا عزل و نصب کرتا ہے تو سب نوکر چاکر تابعین کا وہ عہدہ دار ہی مختار ہوتا ہے۔ بادشاہ کے تخت میں بھی یہ خاصیت ہے کہ جب کوئی شخص بادشاہ کو مار کر تخت پر بیٹھتا ہے اُس کو سب بادشاہ مانتے ہیں امراء، وزراء، سپاہ و رعیت سب اسکی اطاعت کرتے ہیں اور اسکو سابق بادشاہ کی طرح فرمانروا جانتے ہیں۔ اہل بنگالہ کا قول یہ ہے کہ ہم تخت کے نمک حلال ہوا خواہ ہیں جو شخص تخت پر بیٹھتا ہے ہم اُس کے مطیع و منقاد ہوتے ہیں جیسے کہ سلطان علاء الدین پدر نصرت شاہ سے پہلے ایک حبشی (مظفر شاہ حبشی) بادشاہ کو مار کر بادشاہ ہوا تھا اُس نے مدت تک سلطنت کی۔ اس حبشی کو سلطان علاء الدین مار کر یکایک بادشاہ ہو گیا۔ اب اُس کا بیٹا بادشاہ بطریق ارث بادشاہ ہوا ہے ایک اور بنگالہ میں یہ رسم ہے کہ جو نیا بادشاہ ہو وہ ضرور ہے ایک نیا خزانہ جمع کرے۔ بادشاہ کا خزانہ جمع کرنا اُس کے

فخر و مباہات کا سبب ہوتا ہی۔ ایک اور رسم یہ ہی کہ پایگاہ (اصطبل) خزانہ کل بیوتات سلاطین کے خرچ اُٹھانے کے لیے قدیم زمانہ سے پرگنے مقرر ہیں اُن کی آمدنی کے سوا کسی اور طرح سے انکا خرچ نہیں اُٹھایا جاتا۔ یہ پانچ بادشاہ جو اوپر بیان ہوئے ہیں بڑے صاحب لشکر اور امیر مسلمان ہیں۔ ہندوؤں میں باعتبار ملک اور لشکر کے دو بڑے راجہ ہیں ایک راجہ بیجانگر ہی دوسرا رانا سنگا ہے جو زمانۂ حال میں اپنی جرأت و شمشیر کے زور سے بڑا صاحب قدرت راجہ ہو گیا اصل ولایت اُس کی چیتوڑ ہی جب سلاطین اسلام کی سلطنت میں خلل پڑا ہی تو اُس نے مانڈو کی سلطنت میں سے بہت سے ملک دبا لیے جیسے کہ رنتھنبور۔ سارنگ پور بھیلسا۔ چندیری ۹۳۴ھ میں عنایت الٰہی سے میں نے دو گھڑی میں چندیری کو بزور لے لیا۔ وہاں کے کافروں کو قتل عام کیا اور اس کو دار الاسلام بنایا اس کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ چند سال سے چندیری دار الحرب ہوئی تھی۔ اور وہاں میدانی رائے راج کرتا تھا۔ جو رانا سنگا کے نہایت معتبر اور معزز امیروں میں سے تھا۔ ملک ہندوستان کی جوانب اور اطراف میں اور بہت سے راجا اور رائے ہیں بعض اُن میں سے مطیع الاسلام ہیں اور بعض اُن میں سے اسلام کے بادشاہوں کے مطیع اس سبب سے نہیں رہے کہ اُن کے ملک دشوار گذار اور نہایت بعید فاصلہ پر واقع ہیں۔ بھیرہ سے بہار تک جو ملک میرے قبضہ تصرف میں تھا اُس کا سالانہ خراج یعنی آمدنی زمین باون کروڑ تنکہ تھی جس کی تفصیل ذیل میں ہی اس آمدنی میں سے یہاں کے رائے اور راجاؤں اور راناؤں کو پہلے بادشاہوں نے مدت سے اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری کے سبب سے آٹھ نو کروڑ تنکہ کی جاگیریں دے رکھی تھیں۔ اگرچہ تزک بابری کے فارسی ترجمہ میں یہ نقشہ آمدنی نہیں ہی لیکن چغتائی ترجمہ میں یہ لکھا ہی کہ دریا سندھ کے اس طرف جو ملک بابر کی حکومت کے اندر ہیں اُن کی آمدنی یہ ہی۔

	نام ملک	آمدنی ٹنکوں میں
۱-	سرکار جو ستلج سے اس طرف ہی بھیرہ۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ دیپالپور او بعض اور ملک	٣٦٣١٥٩٨٩
۲-	سرہند مع مضافات	١٢٩٣١٩٨٥
۳-	حصار فیروزہ	١٣٠٧٥١٠٤
۴-	دار الملک دہلی کے ممالک ور دوآبہ	٣٦٩٥٠٢٥٤

تمام ملک	آمدنی ٹنکوں میں
۵ - میوات جو سکندر لودی کے زمانہ میں سلطنت کا حصہ نہ تھا	۱۶۹۸۱۰۰۰
۶ - بیانہ	۱۴۱۴۱۴۹۳۰
۷ آگرہ	۲۹۷۶۹۱۹
۸ (میان ولایت) (شاید دوآبہ کے کسی حصہ سے مراد ہو)	۲۹۱۱۹۰۰۰
۹ گوالیار	۴۲۳۵۷۴۵۰
۱۰ کالپی - ستہندہ - گررا	۴۲۸۵۵۹۵۰
۱۱ قنوج	۱۳۹۶۳۳۵۸
۱۲ سنبھل	۱۳۸۴۴۰۰۰
۱۳ لکھنو و لکبیر	۱۳۹۸۲۴۳۳
۱۴ خیرآباد	۱۲۶۵۰۰۰
۱۵ اودھ و بہرائچ	۱۱۷۲۱۳۶۹
۱۶ جونپور	۴۰۰۸۸۳۳۳
۱۷ کڑا مانک پور	۱۸۳۲۷۲۸۰
۱۸ بہار	۴۰۵۶۰۰۰۰
۱۹ سرہی	۱۵۵۱۷۵۰۶ ½
۲۰ سارن	۱۱۰۱۸۶۷۹
۲۱ چپارہ (چنپارن)	۱۹۰۸۶۸۶۰۹
۲۲ گونڈہ	۴۳۳۰۳۰۰
راجہ مٹانہ - راجہ ادب برن (نرائن)، چاندی کا ٹنکہ	۲۵۵۰۰
سیاہ ٹنکہ	۲۷ لاکھ پچاس ہزار
مشتبہ	۲۰۰۰۰۰۰

ناگور - راجہ بکرماجیت - رنتھنبور - راجہ کلنجری - راجہ سنگھ دیو - راجہ بکرم دیو - راجہ بکرم چند

جو رقمیں دیتے تھے وہ مشتبہ ہیں

۲۳ ترہت خدمتانہ راجہ ترہت ۲۵۰۰۰۰ ٹنکہ نقرہ و ۲۷۵۰۰۰۰ ٹنکہ سیاہ

۲۴ رنتھنبور ۲۰۰۰۰۹

۲۵ ناگور ۱۳۰۰۰۰۰۰

۲۶ راجہ بکرماجیت راٹھور | یہ سب ملکر ½۴۴۳۷۸۳۴۵۷ ٹنکہ دیتے تھے

۲۷ راجہ کالنجری | ترہت کی سیاہ ٹنکہ ۲۷۵۰۰۰۰

| کل ½۴۴۶۵۲۳۴۵۷ ٹنکہ

۲۸ راجہ نرسنگہ دیو

۲۹ راجہ بھیکم دیو | اس کے علاوہ ۲۵۰۰۰۰ نقرہ ٹنکہ ترہتی خدمتانہ ہے اور بہت سے

۳۰ راجہ بھیکم چند | راجاؤں کا خراج نامعلوم ہے۔

ہندوستان کا جغرافیہ جو بابر نے طبقات بابری میں لکھا ہے

طبقات بابری میں ہندوستان کا جغرافیہ بابر نے نہایت عمدہ لکھا ہے اور اُسمیں ہندوستان کی بہت چیزوں کا بیان ہے۔ مگر اُس نے ترکی زبان میں اپنے اہل ملک کی نمایش کے لیے لکھا تھا۔ انمیں سے بہت سی چیزوں کا بیان کرنا ضرور نہیں ہے اس لیے کہ ہم اُن کو روز دیکھتے ہیں جیسے کہ رہٹھ کا چلنا۔ گھرنی پر چرسوں کا کھینچنا۔ چرندوں۔ پرندوں۔ درندونکی صورتیں و عادتیں۔ ہم صرف وہی باتیں لکھتے ہیں جو اُن سے ہندوستان کی نسبت وہ لکھی ہیں جن کے پڑھنے سے ہم کو دلچسپی آگاہی ہو۔ وہ لکھتا ہے کہ ہندوستان عجب جگہ واقع ہے کہ چاروں اقلیم اول و دوم وسوم وچہارم میں اپنا حصہ رکھتا ہے۔ کشمیر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتا ہے کہ کوہستان کشمیر میں جو لوگ رہتے ہیں اُن کو کھسیا کہتے ہیں اور میر سنسکرت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ پس کھسیا کا کش ہو گیا اور میر باقی رہا جس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ پہاڑ جس پر کھسیا رہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ اس ملک کا عالم ہمارے ملک کے عالم سے ہی نرالا ہے۔ کوہ و دریا و جنگل و صحرا و حیوانات و نباتات و مردم و زبان و باد و باران اس کے اور ہی رنگ ڈھنگ رکھتے ہیں۔ کابل کے توابع میں سے گرمسیر ہندوستان سے بعض چیزوں میں مشابہت رکھتا ہے اور بعض میں نہیں آب سندھ سے گزرتے ہی آب و درخت و ملک و اہل والوس و راہ و رسم تمام اُس کے بطریق ہندوستان ہیں۔ پہاڑوں دریاؤں کا بیان اُس نے ایسا ہی لکھا ہے جیسا کہ آج کل جغرافیوں میں لکھا جاتا ہے۔ وہ اس

ملک میں یہ عیب بتاتا ہے کہ سوا دریاؤں کے اور آب رواں یعنی نہریں نہیں ہیں۔ ہندوستان میں ولایتیں اور شہر بے صفا ہیں۔ تمام زمینیں ایک وضع کی ہیں اس کے باغوں میں دیوار نہیں ہوتی اس میں اکثر میدان چٹیل ہیں اور بعض میدانوں میں گھاس ہے دریا و ندیاں برسات کے مینہ سے بھر جاتی ہیں کہ ہر جگہ عبور و مرور متعذر ہوتا ہے شہر کے آدمی تالابوں سے جن میں برسات میں پانی بھر جاتا ہے اور کنوؤں سے پانی پیتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ہندوستان میں دیہات و شہروں کا آباد اور ویران ہونا تھوڑے عرصہ میں واقع ہوتا ہے بڑے بڑے شہر جو مدتوں سے آباد ہیں جب ان میں بھگدڑ پڑ جاتی ہے تو ایک آدھ روز میں ایسے ویران ہو جاتے ہیں کہ کوئی آثار و علامت اُن کی باقی نہیں رہتی اگر وہ پھر آباد ہوتے ہیں تو کسی ندی کھودنے اور بندہ باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کوئی حوض یا کنواں کھود لیا۔ بانس پھونس اور لکڑیوں کے مکان بنا لیے درختوں کی کثرت ہے لکڑیاں آسانی سے ملتی ہیں یوں فوراً شہر اور گانو آباد ہو جاتا تھا۔ ہندوستان کے مخصوص جانوروں میں سے اُسنے ہاتھی کا بیان دلچسپ لکھا ہے۔ جس ارابہ کو چار پانچ سو آدمی کھینچیں اس کو ایک دو ہاتھی آسانی سے کھینچ سکتے ہیں۔ پھر گینڈے کی کیفیت لکھی ہے۔ پھر اور جانوروں کا حال لکھا ہے جس کو ہم سب بغیر پڑھے جانتے ہیں پھر نباتات کا ذکر کرتا ہے جس میں آموں کا بیان خوب لکھا ہے ہندوستان کی فصلوں کا اور اُن کی پیداوار کا ذکر کیا ہے۔ یہاں کی اوقات و اعداد کا بیان کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ اکثر ہنود مسئلہ تناسخ کے قائل ہیں اور اپنے اپنے قبیلہ کا نام جدا جدا رکھتے ہیں۔ اہل حرفہ اپنے باپ دادا ہی کا کام کرتے ہیں۔ ہندوستان میں لطافت کم ہے اُس کے آدمیوں میں حسن نہیں حسن اختلاط و آمیزش آمد و رفت نہیں ادراک نہیں ادب نہیں کرم و مروت نہیں شہر اور گانو میں سیاق نہیں گلی کوچوں میں صفائی نہیں۔ گھوڑا خوب نہیں گوشت اچھا نہیں انگور خربزے و میوے خوب نہیں۔ یخ و آب سرد نہیں بازاروں میں نہ طعام خوب ہے نہ نان خوب نہ حمام نہ مدرسے نہ شمع نہ مشعل نہ شمعدان۔ ڈیوٹ ہوتا ہے اس کو چراغدان پر رکھتے ہیں اور بتی جلاتے ہیں اور کُپی سے اس میں تیل ڈالتے ہیں۔ یہ ڈیوٹ سیکڑوں ہوتے ہیں بجائے شمع و مشعل کے کام میں لاتے ہیں بادشاہوں اور امیروں کو اگر رات کو کام شمع سے پڑے تو اس کے سامنے یہی ڈیوٹ چیکٹ بھرا آتا ہے۔ عمارتوں اور باغوں میں آبہائے رواں نہیں اُن کی عمارات میں نہ صفائی ہے نہ ہوا کا سیاق اچھا ہے۔ رعیت اور چھوٹے آدمی سب ننگے پانوں پھرتے ہیں لنگوٹی و لنگوٹہ باندھتے ہیں۔ عورتیں دھوتی آدھی ٹانگوں میں اور آدھی سارے بدن پر اوڑھتی ہیں پس ہندوستان کی یہی لطافت ہے کہ بڑی ولایت ہے۔ طلا و زر بہت ہے

ہوائے برشگال اس کی خوب ہوتی ہے (بابر شراب پیتا تھا اس لیے اُس کو برسات کی ہوا خوب معلوم ہوتی ہوگی) مینہ خوب برستے ہیں جہاں پانی نہیں ہوتا وہاں بھی پانی کی سبیلیں بہنے لگتی ہیں۔ بارش میں ہوائیں خوب ہوتی ہیں اُن میں اعتدال اور لطافت ہوتی ہے اُن میں عیب یہ ہوتا ہے کہ وہ تر و نم ایسی ہوتی ہیں کہ ہماری ولایت کی کمانوں سے تیر اس موسم میں نہیں چھوٹ سکتا۔ کمان ہی کا حال یہ نہیں ہوتا بلکہ جیبہ و کتاب و درخت و متاع میں اس کا اثر ہوتا ہے۔ عمارت بھی بہت دیر پا نہیں ہوتی سوائے برسات کے جاڑے اور گرمی میں اچھی ہوائیں چلتی ہیں مگر آندھیاں بھی آتی ہیں جن میں وہ خاک ہوتی ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو نہیں دیکھ سکتا۔ دوسری لطافت اس ملک میں یہ ہے کہ ہر صنعت و ہر حرفہ کے آدمی بے حد و نہایت موجود ہیں۔ ہر کار و ہر چیز کے واسطے آدمی معین ہیں کہ وہ باپ دادا سے ایک ہی کام کرتے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ ملا یزدی نے ظفرنامہ میں لکھا ہے کہ آذربائیجان و فارس و ہندوستان اور ممالک کے سنگ تراش دو سو سمرقند کی مسجد میں کام بناتے تھے۔ اب یہاں آگرہ میں ہر روز میری عمارات چھ سو اسی سنگ تراش بناتے ہیں۔ یہی حال ہر پیشہ و حرفہ کا ہے۔ بابر کو یہاں تین چیزیں بڑی ناپسند تھیں۔ گرمی۔ گرد۔ آندھی۔ آب رواں کا نہ ہونا۔ اس لیے اس نے آگرہ میں چار باغ لگائے اور آب رواں جاری کیے جو مدتوں تک اس کی یاد دلاتے رہے۔

تقسیم خزانہ

بابر لکھتا ہے کہ ۲۹ رجب ۹۳۲ھ کو خزانہ کے دیکھنے و بخشنے کا انتظام ہوا۔ ہمایوں کو ستر لاکھ خزانہ سے دے گئے اور ایک اور خزانہ جس کا روپیہ تحقیق نہیں کہ کتنا تھا ہمایوں کو انعام میں دے دیا۔ کسی میر کو دس لاکھ تنکہ کسی کو آٹھ لاکھ کسی کو سات لاکھ کسی کو چھ لاکھ دیے۔ و لشکر کے آدمیوں میں سے افغانوں و اہل ہزارہ و عرب و بلوچ اور ہر جماعت کو حسب حیثیت کے خزانہ سے نقد انعام دیا گیا۔ ہر سوداگر و ہر طالب علم کو بلکہ ہر شخص کو کہ اس لشکر میں ہمراہ تھا انعام و بخشش میں روپے دیئے۔ کامران کو ۱۷ لاکھ۔ محمد زماں مرزا کو ۱۵ لاکھ۔ عسکری و ہندال بلکہ جمیع خویشوں و عزیزوں چھوٹے بڑوں کو بہت سی اشرفیاں روپے اسباب جواہر و بردہ و سوغاتیں دی گئیں۔ ہمایوں نے بھی روپیہ پاکر بہت سوغاتیں سمرقند و خراسان و کاشغر و عراق کو اپنے خویشوں و عزیزوں کے پاس بھیجیں۔ خراسان و سمرقند میں جو مشائخ تھے ان کو نذریں بھیجیں

گئیں بلکہ لاکھہ بدریان روانہ ہوئیں۔ ولایت کابل وچندہ ورشک میں ہر مرد وزن وبندہ وآزاد و بالغ ونابالغ کو ایک شاہرخی دی گئی۔ بعض مورخ لکھتے ہیں جو سلطان ابراہیم نے اپنی خست سے اور اور بادشاہوں نے برسوں میں جمع کیا تھا وہ بابر نے ایک دن کی مجلس میں بانٹ چونٹ برابر کیا اور سب کو معلوم ہوگیا کہ بابر کا لقب قلندر اسی سبب سے ہے کہ وہ کچھہ دولت وخزانہ کی پروا نہیں کرتا۔ ادہر تیغ سے لیا ادہر بیدریغ دیا۔

بابر لکھتا ہے کہ جب میں آگرہ میں آیا تو میرے آدمیوں اور ہندوستانیوں میں عجب مغائرت ومنافرت تھی میرے آدمیوں کی آواز سے رعیت وسپاہی دور دور بھاگتے تھے۔ بعد ازاں سواد دلی وآگرہ کے باقی سب جگہ کے قلعہ داروں نے اپنے قلعوں کو خوب مضبوط کیا اور اطاعت نہ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ قائم خاں نے حصار سنبھل سنبھالا۔ نظام خاں نے بیانہ میں اپنا انتظام جمایا۔ راجہ حسن خاں نے میوات میں علم مخاصمت بلند کیا۔ یہ مردود ملحد سب شروں وفسادوں کی جڑ تھا دہول پور میں محمد زیتون نے منازعت اختیار کی۔ گوالیار کو تاتار خاں سارنگ خاں نے مستحکم کیا رابری میں حسین خاں لوحانی نے اور اٹاوہ میں قطب خاں نے کالپی میں عالم خاں (عالی خاں) نے مخالفت کی۔ قنوج اور دریا گنگ کے اس طرف کا ملک مخالف افغانوں کے پاس تھا مثل ناصر خاں لوحانی۔ معروف فرملی اور امرا بھی جو سلطان ابراہیم کے مرنے سے دو تین برس پہلے باغی ہو رہے تھے۔ جب میں نے ابراہیم کو زیر کیا تو انہوں نے اس طرف کا اور ملک بھی دبا لیا تھا۔ اور قنوج سے دو تین کوچ ادہر آنکر ہو بیٹھے۔ بہار خاں پسر دریا خاں کو اپنا بادشاہ بنایا۔ سلطان محمد خطاب دیا۔ مہابن میں سلطان ابراہیم کا غلام مرغوب مالک بن رہا تھا۔ اگرچہ مجھہ سے اس قدر قریب تھا مگر چند مدت تک میرے پاس نہ آیا۔ جب میں آگرہ میں آیا تو گرمی کا موسم تھا خلقت کو ایسا توہم عام ہوا کہ وہ سب بھاگ گئی۔ اب یہاں سپاہیوں کو اجناس کھانے پینے کو نہیں ملتی تھیں نہ گھوڑوں کو دانہ گھاس ملتا۔ مغائرت ومنافرت کے سبب سے دہاقین نے رہزنی ودزدی اختیار کی۔ راہیں لوٹ مار سے راہیں بند ہوگئیں خزانہ تقسیم کرنے کے بعد مجھے اتنی فرصت نہ ملی کہ پرگنات اور مقامات میں مضبوط آدمی انتظام کے لیے متعین کرتا۔ یہ مہینے نو نفیر ان پر یہ اور ازانہ ہوا کہ گرمی بڑی شدت کی پڑی اور میرے بہت سے آدمی لوؤں سے مر گئے۔

بابر کی امیروں کو نصیحت اور ان کی خودسری

اس سبب سے بہت سے اچھے اچھے امرا اور جوانوں کے دل چھوٹ گئے اور وہ ہندوستان کے رہنے پر راضی نہ ہوئے ۔ اور واپس جانے کی تیاری کی ۔ اگر امرائے کہن سال اور تجربہ کار باتیں بناتے تو کچھ عجب نتھا مگر وہ چھوٹے چھوٹے آدمی طنز آمیز باتیں بنانے لگے کہ جن میں عقل و ہوش اتنا نہ تھا کہ تقریر کرنے کے بعد وہ اپنی فلاح و فساد میں اور نیک و بد میں فرق کر سکتے ۔ ایک چیز یا چال تھی جو ایک نے کہا دوسرے نے اس کا اعادہ کیا جس میں کچھ مزا نہ تھا ۔ ان چھوٹے آدمیوں کی رائیں بے مزہ اور بے وجہ تھیں اور تعجب یہ تھا کہ اس دفعہ جو میں کابل سے روانہ ہوا تھا اور بہت چھوٹے چھوٹے آدمی میرے ساتھ تھے جن میں سے میں نے چند کو امارت پر پہنچا دیا تھا اور مجھے اُن سے امید یہ تھی کہ اگر میں آب و آتش میں جاؤنگا تو میرے ساتھ جائیں گے اور جب میں باہر نکلونگا تو میرے ہمراہ نکلیں گے ۔ اور میں جس طرف ہونگا اُسطرف وہ ہونگے وہی آدمی میرے مقصود کے خلاف باتیں کرتے تھے ۔ میں نے ہر کار اور ہر مہم کو مشورہ و اتفاق سے کیا ۔ مگر اب وہ سب اپنی باتوں سے پھر گئے ۔ احمدی پروانچی و ولی خاں کا حال سب میں بدتر تھا ۔ ابراہیم کے زیر کرنے میں اور آگرہ کے لینے میں خواجہ کلاں نے خوب خوب کام کیے مردانہ باتیں کہتا تھا اور صاحب ہمتوں کی سی رائے دیتا تھا ۔ لیکن آگرہ کے لینے کے بعد چند روز میں اس کی ساری رائیں کچھ اور ہی ہوگئیں ۔ سب سے زیادہ وہی جانے پر بجد تھا ۔ جب مجھے آدمیوں کی یہ بددلی معلوم ہوئی تو مجلس شورہ کو جمع کر کے میں نے کہا کہ جہانگیری و سلطنت بے اسباب و آلات کے ہاتھ نہیں لگتی ۔ بادشاہی و امیری بے نوکر اور ولایت کے ممکن نہیں کتنے برسوں محنت اُٹھائی کن مشقتوں سے دراز راہ کو طے کیا لشکر کشیوں میں اپنے تئیں و لشکروں کو حرب و قتال کے مخاطروں میں ڈالا ۔ عنایت الٰہی سے اس قدر باغیوں کو زیر کیا ۔ ایسے وسیع ولایتوں اور ملکوں کو تسخیر کیا ۔ اب کون سی ایسی مصیبت اور آفت ہم پر آئی کہ ان ممالک مقبوضہ کو جنپر ہزاروں جانیں ہم نے کھوئیں ہیں چھوڑ کر کابل میں چلے جائیں اور تنگدستی کی بلاؤں میں مبتلا ہوں ۔ پس جو شخص دولت خواہ ہو وہ ایسی باتیں پھر نہ کہے ۔ جس شخص میں یہاں رہنے کی طاقت نہ ہو اور وہ جانے کا ارادہ کر چکا ہو وہ چلا جائے ۔ یہ معقول اور موجہ باتیں میں نے اُن کے خاطر نشین کیں تو خواہی نخواہی اُن کے دل سے دغدغہ جاتا رہا ۔ خواجہ کلاں کا دل یہاں رہنے کو نہیں چاہتا تھا اس لیے یہ ٹھہرا کہ اس کو بہت سی سوغاتیں دیکر بھیجیں اور بہت آدمی کم سکے

ساتھ جائیں اور وہ غزنی وکرویز ہزارہ کا جاکر انتظام کرے وہاں کوئی منتظم نہیں ہے۔ یہ سب ولائتیں اس کو میں نے دیدیں اور ہندوستان میں پرگنہ کہرام میں کہ جس کی جمع تین چار لاکھ ہے اس کو دی اور خواجہ میر میراں کو اس کے ساتھ کیا۔ خواجہ ہندوستان سے ایسا متنفر تھا کہ چلنے کے وقت دہلی کی عمارتوں کی دیوار پر یہ شعر لکھہ گیا ؎

اگر بخیر وسلامت گذر ز سند کنم سیاہ روے شوم گر ہوائے ہند کنم

جب تک میں ہندوستان میں ہوں اس ظرافت آمیز بیت کے کہنے اور لکھنے سے کیا فائدہ تھا اس کے جانے سے میرے دل میں ایک کدورت پیدا ہوئی تھی اور اس طرح کی ظرافت سے ایک اور کدورت پیدا ہوئی۔ میں نے بھی ایک رباعی بدیہہ کہی۔

الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں کہ بابر کے اس مستقل ارادہ کا اثر جیسا کہ اس کے دوستوں پر ہوا ایسا ہی اس کے دشمنوں پر بھی اثر ہوا یعنی وہ دشمن جو اس امید پر مخالف ہو رہے تھے کہ بابر اپنے دادا تیمور کی طرح ممالک مقبوضہ کو چھوڑ چھاڑ چلا جائے گا اب اُنہوں نے اس کا جماؤ دیکھہ لیا تو وہ بابر پاس آنے شروع ہوئے اور چار مہینے کے اندر جو سلطان ابراہیم شاہ کے قبضہ میں ملک تھا وہ اور اُوسکے سوا وہ تمام صوبے جو ابراہیم کے قبضے سے نکل گئے تھے جونپور کی سلطنت سمیت بابر کے قبضہ میں آگئے۔ جس کا بیان آگے طبقات بابری سے نقل ہوتا ہے۔ مُلا اپاق کہ پہلے کمتر درجہ کا آدمی تھا اس نے دو تین سال ہوئے کہ اپنے بھائی بندوں کو جمع کر کے جمعیت بہم پہنچائی تھی اس کو اور کڑی اور بعض افغانوں کو ساتھ کر کے کول بھیجا اور اس نواح کے ترکش بندوں اور سپاہیوں کی استمالت کے فرمان لکھکر بھیجے۔ شیخ گورن نے (گہورن) اخلاص و اعتقاد کے ساتھ ملازمت کی اور میان دوآب کے ترکش بندوں میں سے دو تین ہزار آدمیونکو نوکر رکھا دیا۔ ہمایوں سے یونس علی جب ادہو لکر جدا ہوا تھا تو [illegible] پسر علی خان فرملی اور [illegible] کے خویش دہلی اور آگرہ کے درمیان مقابل ہوئے۔ یونس علی نے کچھہ لڑکر ان کو زیر کیا اور علی خان کے بیٹوں کو قید کرلیا۔ اس تقریب سے پسر دولت قدم عرف معقول کو [illegible] ایک بیٹے کو [illegible] کے پاس بھیجا اور وہ ان ایام قنوج میں سیوات [illegible] آگیا تھا [illegible] اس کی میں نے پرورش کی کہ اس جگہہ کے پرگنے جیسے لائق تھے اس کو دیے۔ سلطان ابراہیم نے مصطفی فرملی اور فیروز خاں سارنگ خانی کو چند امرا کے ساتھ پورب کے باغیوں سے لڑنے

کے لیے بھیجا۔ ان امرا باغی سے مصطفٰی نے خوب خوب حرب و ضرب کی اور چند مرتبے باغیوں کو زیر کر کے شکست دی۔ ابراہیم و مصطفٰی مر گئے۔ مصطفٰی کے چھوٹے بھائی بایزید نے اپنے بھائی کے آدمیوں کو سربراہ کیا۔ سرفراز خاں و شیخ بایزید و محمود خاں لوحانی اور قاضی ضیا نے میری بندگی اختیار کی۔ اُن کی بھی میں نے اُن کے مدعا سے زیادہ رعایت کی۔ جونپور میں سے ایک کروڑ کی جاگیر فیروز خاں کو اور ایک کروڑ کی شیخ بایزید کو اور تیس لاکھ کی قاضی ضیا کو اور غازیپور میں سے پونے دو لاکھ کی محمود خاں کو عنایت کی عید شوال کے بعد چند روز حرم سرا کے گنبد ایوان ستون سنگ میں بڑی مجلس ہوئی اور ہمایوں اور امرا کو امارات عنایت ہوئے۔ محمد کوکل تاش کو سامانہ عنایت ہوا۔ ہندو بیگ و کتہ بیگ و ملک قاسم بابا قشقال کو مع اسکے بھائیوں اور خویشوں کے اور ملا آپاق کو میان دوآب کے ترکشوں کے ہمراہ بطور ایلغار کے سنبھل بھیجا۔ قاسم سنبلی نے تین چار دفعہ آدمی بھیجکر اطلاع دی تھی کہ ببّن نے سنبل کو قتل کیا اور ہم کو عاجز کیا ایلغار کے طور پر آئے تو بہتر ہوگا۔ ببّن نے اس شق میں اپنی اس ہیات سے گرمی سے بھاگ کر دامنہ کوہ کو گھیر لیا تھا۔ اور پریشان اور گریختہ افغانوں کو جمع کر کے ان فتوروں کے زمانہ میں میدان خالی دیکھکر سنبھل کو قتل کیا۔ ہندو بیگ و کتہ بیگ جو ایلغار گئے تھے وہ گھاٹوں سے اُترتے تھے۔ ملک قاسم اور بابا قشقال مع اپنے بھائیوں کے آگے جدا ہوکر چلا گیا تھا۔ جب وہ دریا سے گذرا تو سو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ تیز چلکر ظہر کی نماز کے وقت سنبل میں پہنچا۔ بیں بھی درست ہوکر لشکر سمیت لڑنے آیا۔ ملک قاسم قلعہ کو پس پشت۔ کھلکر جنگ میں مشغول ہوا۔ بیں اس کے سامنے نہ کھڑا رہ سکا بھاگ گیا۔ ایک جماعت نے اس کے آدمیوں کو مار کر سر کاٹ لیے۔ تھوڑے ہاتھی بہت سے گھوڑے اور اسباب غنیمت میں ہاتھ لگے۔ [illegible] امرا [illegible] قاسم سنبلی [illegible] قلعہ سپرد کرنا ناگوار [illegible] شیخ گورن نے ہندو بیگ [illegible]

[illegible]

[illegible]

بھیجے اور یہ قطعہ بھی بدیہہ کہہ کر روانہ کیا **قطعہ**

با ترک ستیزہ مکن اے میر بیانہ
چالاکی و مردانگی ترک عیان است
گر زود نیائی و نصیحت نہ کنی گوش
آنرا کہ عیان ست چہ حاجت بیان است

ہندوستان کے مشہور قلعوں میں سے قلعہ بیانہ ہے نظام خاں نے اپنے قلعہ کی مضبوطی پر تکیہ کرکے اپنے حوصلے سے زیادہ استدعا کی۔ اُسنے جو آدمی بھیجا تھا اُسکو جواب باصواب نہ دیا گیا قلعہ گیری کی تیاری کی محمد زیتون (حاکم دھولپور) پاس وعدہ وعید کے فرمان باقی کے ہاتھ بھیجے گئے اُس نے بھی حیلے عذر کیے میں جب کابل میں تھا تو رانا سنگا نے ایلچی بھیجا تھا اور دولتخواہی کا اظہار کیا تھا اور یہ اقرار کیا تھا کہ اگر بادشاہ اس طرف سے تو ادھر دہلی تک آئے گا تو میں آگرہ پر روانہ ہونگا۔ میں نے دہلی کو زیر کر لیا اور آگرہ کو لے لیا اس وقت تک رانا نے کوئی حرکت نہ کی بعد ازیں اُس نے آکر کندھار جو مضبوط قلعہ رنتھنبور سے مشرق سے چند میل پر ہے کا محاصرہ کیا یہ قلعہ حسن پسر مکن کے تصرف میں تھا حسن مکن نے چند مرتبہ آدمی میرے پاس بھیجے تھے۔ مکن مجھ سے ابھی ملا نہ تھا۔ گرد کے قلعے مثل اٹاوہ دھولپور و گوالیار و بیانہ میرے قبضے میں ابھی تک نہیں آئے تھے۔ مشرق کی طرف پوربیوں نے سرکشی و عناد پر کمر باندھ رکھی تھی۔ قنوج سے دو تین منزل آگرہ کی طرف آگئے تھے اور یہاں لشکرگاہ اپنا بنایا تھا۔ میں اپنے ملک میں بخاطر جمع نہ تھا۔ حسن مکن کی اعانت و کمک کے لیے کیسے سپاہ کو جدا کر سکتا تھا۔ دو تین مہینے کے بعد حسن کو کچھ بن نہ پڑا عہد کرکے قلعہ گندہار دیدیا۔ رانا سنگا نے جو بابر کے ساتھ خط و کتابت کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دہلی کے بادشاہوں کے ساتھ قاطبتہً دشمنی رکھتا تھا۔ جب دلی کا بادشاہ سلطان ابراہیم تھا تو وہ اسکی بیخ کنی میں ساعی تھا۔ اور اب دلی کا بادشاہ بابر ہوا اسکی جان کا عدو ہوا۔

رابری میں حسین خاں لوحانی تھا اُس کو ایسا توہم ہوا کہ وہ رابری چھوڑ کر چلا گیا۔ محمد علی جنگ جنگ کو رابری میں نے دیدی۔ اٹاوہ میں قطب خاں لوحانی تھا کئی بار اُسکو وعدہ وعید کے فرمان بھیجے گئے کہ آکر ملازمت کرے وہ بھی قلعہ اٹاوہ کو چھوڑ کر نکل آیا میں نے اٹاوہ مہدی خواجہ کو عنایت کیا۔ اور محمد سلطان مرزا و سلطان محمد دولدی کے ہمراہ محمد علی جنگ جنگ اور عبدالعزیز میر آخور اور بعض اور امرا کو بہت سے سپاہ دیکر اٹاوہ کی راہ پر بھیجا۔ قنوج سلطان محمد دولدی کو [illegible]

فیروز خاں و محمود خاں و شیخ بایزید و قاضی ضیا اور اُنکے ہمراہی امرا کو بہت رعایت کے ساتھ پورب کی طرف پرگنے دیئے اُنکو بھی اٹاوہ کی چڑھائی پر متعین کیا۔ دھولپور میں محمد زیتون بیٹھا ہوا حیلے کر رہا تھا اور آیا نہ تھا۔ دھولپور سلطان جنید برلاس کو عنایت کیا۔ اور عادل سلطان۔ محمدی کوکلتاش۔ شاہ منصور و تغلق قدم۔ ولی جان بیگ۔ عبداللہ بیر قلی۔ شاہ حسین بار بکی کو تعین کیا کہ دھولپور کو بزور لیکر سلطان جنید برلاس کو حوالہ کریں اور پھر بیانہ جائیں۔ ان سپاہیوں کے متعین کرنیکے بعد امرا ترک و امرا ہند کو طلب کر کے مشورہ کیا گیا کہ پورب میں امرا باغی نصیر خاں لوحانی و معروف فرملی اور اُسکے ہمراہی ہیں۔ چالیس پچاس ہزار آدمیوں کے ساتھ دریا گنگ سے گذر کر قنوج کے اسطرف دو تین منزل آگئے ہیں۔ رانا سنگا نے گندہار کو فتح کر لیا اور فتنہ و فساد مچا رہا ہے اور اب برسات بھی ختم ہونے کو ہے اب کیا کرنا واجب لازم ہے باغیوں کے سر پر جانا یا کافر کے سر پر چڑھنا۔ گرد و نواح کے قلعوں کا کام سہل ہے۔ ان غنیموں کے رفع کرنے کے بعد اور غنیم کہاں جائیں گے۔ رانا سنگا کا تصور باغیوں کے برابر نہیں ہے۔ سب نے متفق الکلمہ ہو کر عرض کیا کہ رانا سنگا بہت دور ہے معلوم نہیں کہ نزدیک آسکے۔ یہ باغی سب نزدیک ہیں ان کا دفع کرنا اولے ہے۔ میں ان دشمنوں سے لڑنے کے لیے سوار ہوتا تھا کہ ہمایوں نے یہ عرض کیا کہ بادشاہ کے سوار ہونے کی حاجت کیا ہے اس خدمت کو میں بجا لاتا ہوں۔ یہ بات سب کو پسند آئی امرائے ترک و ہند نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔ ہمایوں کو پورب میں متعین کیا جو لشکر کہ دھولپور روانہ ہوئے تھے اُن پاس احمد قاسم کو دوڑا کر حکم بھیجا کہ وہ چندوار میں ہمایوں کے ہمراہ ہوں اور مہدی خواجہ و محمد سلطان جو اٹاوہ لشکر لے کر گئے تھے اُن کو بھی حکم ہوا کہ ہمایوں کے ہمراہ ہوں روز پنجشنبہ ۱۳۔ ذیقعدہ ۹۳۲ھ کو ہمایوں سفر کر کے جلیسر میں آیا۔ یہ ایک گاؤں آگرہ سے تیس کوس ہے۔ وہاں ایک روز توقف کیا۔ پھر وہاں سے کوچ پر کوچ کیا۔ جب ہمایوں سوار ہوا کہ تو جاج مئو میں نصیر خاں لوحانی و معروف فرملی و امرائے باغی کی جمعیت جمع تھی ہمایوں نے پندرہ کوس سے مومن اتکہ کو خبر کے لیے بھیجا۔ جب باغیوں کو مومن اتکہ کی خبر ہوئی تو باغی وہاں سے بھاگ گئے۔ جب اسکی خبر ہمایوں پاس آئی تو اُس نے جا کر جاج مئو کو لے لیا۔ جب وہ نواحی بلو میں آیا تو فتح خاں شروانی ہمایوں سے ملنے آیا۔ اُس نے مہدی خواجہ و محمد سلطان کے ہمراہ میرے پاس اُس کو بھیجدیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اُس کے باپ اعظم ہمایوں کی جاگیر میں سے

دیدی اور اُس پر اور ولایتوں کی زیادتی ہوئی۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کی جاگیر اُسکو عنایت کی
ہندوستان میں جن امرا کے ساتھ بڑی رعایت کی جاتی ہے۔ اُن کے خطاب بھی مقرر
ہوتے ہیں۔ ایک خطاب اعظم ہمایوں دوسرا خانجہاں تیسرا خانخاناں ہی۔ میں فتح خاں کو
اُس کے باپ کا خطاب اعظم ہمایوں تو دے نہیں سکتا تھا اس لیے ہمایوں خود موجود تھا۔
میں نے خانجہاں کا خطاب اُس کو دیا۔ ۸۔ صفر ۹۳۳ھ کو ایک دربار میں یہ خطاب دیکر اُس کو اپنی
ولایت میں رخصت کیا اور یہ قرار پایا کہ اس کا بیٹا محمود خاں ہمیشہ بادشاہ کی ملازمت میں رہے۔ ہمایوں
نے پورب میں باغیوں کے سر پر چڑھ کے جونپور کو فتح کرلیا اور غازی پور میں وہ نصیر خاں سے لڑنے
گیا وہ آب سرد (گھاگرہ) سے پار اُتر گیا۔ سپاہ جو آگے بڑھی وہ ملک کو لوٹ مار کر اُلٹی چلی آئی۔ میں نے
جو ہمایوں کو انتظام بتایا تھا وہ کیا۔ شاہ میر حسین و سلطان جنید کو خوب جوانوں کی ایک جمعیت کے
ساتھ جونپور میں معین کیا۔ شیخ بایزید اور قاضی ضیا کو بھی یہاں مقرر کیا۔ ہمایوں مہمات کا ضبط و
سرانجام کر کے کڑہ و مانک پور کی نواح میں ہو کر گنگا پار ہو کر کالپی میں آیا۔ عالم خاں جلال خاں جگہت
کالپی میں تھے۔ اُن کی عرضداشتیں آتی تھیں۔ جب ہمایوں کالپی کی برابر آیا تو اُس نے انکا دغدغہ
دور کیا اور ہمراہ لیکر روز یکشنبہ ۳۔ ربیع الاول ۹۳۳ھ کو باغ ہشت بہشت میں میری خدمت میں آیا

روز چہارشنبہ ۲۴ محرم کو محمد علی حیدر رکابدار کو ہمایوں پاس میں نے اس غرض کے لیے بھیجا
کہ باغیوں کے لشکر کو جونپور میں شکست ہو گئی ہی وہاں چند مناسب امیروں کو مقرر کر کے خود لشکر لیکر
میرے پاس آؤ کہ رانا سنگا نزدیک آ گیا ہی۔

جب لشکر پورب بھیجا تھا تو اُس کے بعد تردی بیگ و قوچ بیگ اور اُسکے چھوٹے بھائی شیر افگن
کو اور بعض اور امیروں کو بھیجا تھا کہ وہ بیانہ کی نواح میں جا کر ملک کو تاراج کریں اور اگر قلعہ کے
اندر کے آدمیوں کو وعدہ و استمالت سے میرے پاس لاسکیں تو لائیں ورنہ تاخت و تاراج کر کے
غنیم کو عاجز کریں۔ نظام خاں حاکم بیانہ کا بڑا بھائی عالم خاں قلعہ تھنکر میں تھا اُس کے آدمی بار بار
آکر بندگی اور دولت خواہی کا اظہار کرتے تھے۔ عالم خاں نے اپنے ذمہ یہ کام لیا کہ بادشاہ ایک فوج
تعین کر دے بیانہ کے تمام سرکش ہندوؤں کو وعدہ و استمالت سے قلعہ بیانہ سے لے آنا میرا کام ہی۔ ان جوانوں
کو کہ تردی بیگ کے ہمراہ گئے تھے حکم ہوا کہ عالم خاں مرد زمیندار ہی اور اس طرح کی بندگی اور خدمتگزاری

کو اپنے ذمہ لیتا ہی۔ بیانہ کے لیے بھی مصلحت ہی کہ اُسکی صلاح وصوابدید پر عمل ہو۔ ہندوستان کے آدمی
شمشیر زنی کرتے ہیں مگر سپاہی گری و قائم و قتل کی راہ و روش سے عاری و بے بہرہ ہیں۔ عالم خاں بڑی فتح بیانہ
جماعت ایلغار کے ہمراہ ہوا۔ اور کسیکی بات کو نہ سنا اور نیک و بد کا ملاحظہ نہ کیا۔ وہ اس سپاہ ایلغار کو بیانہ کے
نزدیک لے گیا۔ میرے لشکر میں ترک ڈھائی تین سو کے قریب تھے اور ہندوستانی اور اطرافی لشکر دو ہزار سے
کچھ زیادہ تھا۔ نظام خاں کے پاس افغان اور سپاہی بیانہ کے چار ہزار سے زیادہ اور پیادہ دو ہزار سے
زیادہ تھے۔ میرے اُسقدر سوار و پیادہ دیکھ کر دیدہ و دانستہ اُنپر نظام خاں چڑھ آیا۔ اگرچہ وہ بہت آدمی
تھے مگر لشکر ایلغار نے تیر پھینک کر اور گھوڑے دوڑا کر اُن کو بھگا یا۔ عالم خاں تھیکری نے اُتر کر پانچ چھ
آدمی گرفتار کیے اور پرتال کا ایک حصہ لے لیا باوجود اس حرکت کے دعدہ استمالت کر کے نظام خاں کے سابق
ولاحق جرائم میں نے معاف کردیے اور فرمان بھیجے۔ جب اُسنے رانا سنگا کے آنیکی خبر تیز سنی تو کچھ اسکو چارہ نہ تھا۔
سید رفیع کو طلب کر کے اُسکے توسط سے قلعہ میرے آدمیوں کے حوالہ کیا اور سید کے ساتھ میرے پاس آیا۔ میں نے دو آبہ میں
بیس لاکھ کی جاگیر اُسکو عنایت کی۔ دوست ایشک آقا کو بیانہ میں عارتیا بھیجدیا۔ بعد ازاں مہدی خواجہ کو
بیانہ عنایت کیا۔ ستر لاکھ کی جاگیر دیکر بیانہ روانہ کیا۔

تاتار خاں سارنگ خانی کہ گوالیار میں تھا ہمیشہ اُسکا آدمی آکر بندگی اور دولتخواہی کا اظہار کرتے تھے جب
رانا سنگا نے کندھار لے لیا۔ اور بیانہ کے نزدیک آگیا تو گوالیار کے راجاؤں میں سے ایک اجہ درمنکت
دوسرے خان جہان گوالیار کی نواح میں آکر قلعہ کی طمع میں گفتگو و فتنہ انگیزی کرنے لگے تاتار خاں نے تنگ آکر
قلعہ کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا۔ امرا مقرب و اکثر خوب جوان تمام لشکروں میں ہر طرف ایلغار کو گئے ہوئے تھے
میں نے رحیم داد خاں کے ساتھ بھیرہ کی اور لاہوری جماعت کو گوالیار اور اسکے پرگنوں میں متعین کیا اور شیخ
گوزن کو بھیجا کہ وہ گوالیار میں رحیم داد خان کو بٹھا کر چلا آئے جب یہ لوگ گوالیار کے نزدیک پہنچے تو تاتار خاں تسخیر قلعہ گوالیار
کی رائے بدل گئی۔ اُسنے اُنکو قلعہ کے اندر نہ آنے دیا اس اثنا میں شیخ محمد غوث کہ بڑے درویش تھے اور اُنکے
مرید اور اصحاب بھی بہت تھے اُنھوں نے قلعہ کے اندر سے اپنا آدمی رحیم داد خاں پاس بھیجکر اطلاع دی
کہ تم سے جس طرح سے ہو سکے اپنے گروہ کو قلعہ کے اندر داخل کرو تاتار خاں نے اپنی پہلی رائے کو بدل ڈالا
ہی اور خیال فاسد رکھتا ہی۔ جب رحیم داد خاں پاس یہ خبر آئی تو اُسنے آدمی بھیجکر تاتار خاں سے کہا کہ مجھے
قلعہ سے باہر کافروں کا بہت خطرہ ہی مجھے چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ کے اندر آنے دیجیے باقی اور

سب آدمی قلعہ سے باہر رہینگے۔ بہت مبالغہ کے بعد تاتار خاں اُسپر راضی ہوا جب تھوڑے سے آدمی قلعہ کے اندر آگئے تو اُس نے کہا کہ ایک دروازہ بھی مجھے دو کہ میں اپنے آدمی اُسپر مقرر کروں۔ ہتیا پول کا دروازہ اُسکو حوالہ کیا گیا۔ اُس رات کو اُس دروازہ سے اُسنے اپنے سب آدمیوں کو قلعہ کے اندر داخل کیا صبح کو جب تاتار خاں نے یہ حال دیکھا تو اُسکو اور کچھ نہ بن پڑا خواہی نخواہی قلعہ رحیم داد خاں کو سپرد کر کے وہ آگرہ میں میرے پاس آیا۔ بیس لاکھ کا پرگنہ اُسکو جاگیر میں دیا۔ محمد زیتون کو بھی کوئی اور چارہ اُسکے سوا نہ بنا کہ دھولپور اُس نے حوالہ کیا اور میری ملازمت کے لیے آیا دھولپور کو خالصہ کر کے اُسکی شقداری ابوالفتح ترکمان کو دیکر اوسکو وہاں بھیجدیا۔

نواحی حصار فیروزہ میں حمید خاں سارنگ خانی نے اور بنی افغانوں اور اور افغانوں نے پانچ چار ہزار آدمیوں کی جمعیت بہم پہنچا کر ایک فتنہ و شور مچایا۔ روز چہارشنبہ ۱۵ صفر کو چین تیمور سلطان احمدی اور امیروں کو ان افغانوں کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ اُنھوں نے جا کر ان افغانوں کو خوب زیر کیا اور اُنکے بہت سے آدمیوں کو مار کر اکثر کے سر میرے پاس بھیجے۔

روز جمعہ ۱۶۔ ماہ ربیع الاول کو عجب واقعہ پیش آیا جسکو مفصل خط میں لکھکر کابل بھیجا تھا اُسکو میں یہاں نقل کرتا ہوں۔ ابراہیم لودی کی ماں نے سنا تھا کہ میں ہندوستانیوں کے ہاتھ کی پکائی ہوئی چیزیں کھاتا ہوں اُسکا حال یہ تھا کہ اس تاریخ سے تین چار مہینے پیشتر اس سبب سے کہ میں نے ہندوستانی آشیں نہیں دیکھی تھیں ابراہیم کے باورچیوں کو بلایا اور ۵۰ یا ۶۰ باورچیوں میں سے چار کو نوکر رکھا احمد چاشنی گیر (بکاول تھا) اس کیفیت کو ابراہیم کی ماں نے سنکر احمد چاشنی گیر کو اٹاوہ آدمی بھیجکر اپنے پاس بلالیا۔ اور ایک دائی کے ہاتھ کاغذ کی چار پُڑیوں میں ایک تولہ زہر بند کر کے احمد چاشنی گیر اور رہا احمد باورچی کے پاس بھیجا اور چار پرگنوں کے دینے کا وعدہ کیا کہ جس طور سے ہو سکے میرے طعام میں زہر کو ڈال دیں۔ پیچھے ایک اور دائی کو اُس نے اس خبر کے لیے بھیجا کہ وہ مجھے زہر دیتا ہے یا نہیں۔ یہ خوب ہوا کہ اُس نے زہر دیگ میں نہیں ڈالا بلکہ میری رکابی میں ڈالا۔ اور دیگ میں اس سبب سے نہیں ڈال سکا کہ بکاولوں کو میں نے تاکید کر دی تھی کہ جو ہندوستانی حاضر ہوں اُن کو کھانے پکانے کے بعد دیگ میں سے کھانا چکھایا جایا کرے۔ جسوقت کھانا چُنا گیا تو میرے بدنصیب بکاول غافل ہو گئے کہ نان تنک کے اوپر دیگچہ کے ... [illegible]

بدنصیب بکاول غافل ہو گئے کہ قلیہ خرگوش و خشکہ کے اوپر زہر ڈال دیا۔ اور جمعہ کو ظہر کی نماز کے بعد میں کھانا کھانے بیٹھا تو کھانا بدمزہ معلوم ہوا تے ایک دفعہ آنے کو ہوئی مگر رک گئی پھر دل

گھبرایا اور قے آنے کو ہوئی میں گھبرا کر آب خانہ میں گیا وہاں بہت دفعہ قے آئی مجھے کھانے کے بعد کبھی قے نہیں آئی تھی بلکہ شراب پینے میں بھی میں قے نہیں کرتا تھا اس سبب سے میرے دل میں شبہ ہوا باورچی کو پہرہ میں رکھا۔ یہ کھانا کُتے کو دیا ایک پہر تک یہ کُتا بے حال رہا ہرچند اُسکو مارا مگر اُس نے ذرا حرکت نہ کی اور وہ نہ اُٹھا دو پہر تک یہ حال رہا۔ بعد ازاں وہ نہ مرا جیتا اٹھا۔ دو ایک اور آدمیوں نے بھی یہ کھانا کھایا تھا تو اُنکا بھی قیئوں کے مارے بُرا حال ہوا مصرع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت ؛ اللہ تعالیٰ نے مجھے از سر نو جان دی اور اُس دنیا سے پھر آیا۔ ماں نے ابھی مجھے جنا۔ ترکی شعر ہی جسکا ترجمہ یہ ہے۔ ؎

من خستہ مردہ بودم زندہ شدم قدر جاں بالفعل حالا دانستم ؛

سلطان احمد بخشی کو حکم ہوا کہ باورچی پر خوب پہرہ رکھے۔ روز دوشنبہ کو دیوان (کچہری) فرمایا اکابر واشراف و امرا و وزرا دیوان میں حاضر ہوئے۔ ان دو مردوں اور دو عورتوں سے حال پوچھا گیا اُنھوں نے بیان واقع شرح و بسط سے کہا۔ میں نے چاشنی گیر کے پُرزے اُڑوا ئے۔ باورچی کی زندہ کھال کھچوائی۔ ایک عورت کو تفنگ سے مروایا دوسری کو جلوایا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ جان اسقدر عزیز ہوتی ہی جو مرنے کے قریب ہوتا ہی وہ جان کی قدر جانتا ہی۔ جسوقت یہ ہولناک واقعہ میرے دل میں آتا ہی بے اختیار میرا حال متغیر ہو جاتا ہی۔ یہ عنایت الٰہی تھی کہ از سر نو خدا نے مجھے جان بخشی۔ اس کا شکر کس زبان سے ادا کروں ابراہیم کی ماں نے یہ بڑا جرم کیا تھا اس لیے یونس علی خواجہ نے اُسکو گرفتار کیا اور نقد و جنس و غلام و لونڈی چھین کر اوسکو عبد الرحیم کے سپرد کیا کہ اُس کو خوب احتیاط سے رکھے۔ پسر ابراہیم کو یہاں رکھنا بعد اس جرم کے مناسب نہ معلوم ہوا اوسکو کابل میں مرزا کامران کے ہمراہ بھجوا دیا۔

انھیں دنوں میں مہدی خواجہ کے آدمی پے در پے میرے پاس آنکر کہتے کہ رانا سنگا کا آنا تحقیق ہی حسن خاں میواتی بھی رانا سے مل گیا ہی اسکی فکر کرنی چاہیے۔ پہلے اس سے کہ لشکر یہاں آئے کمک کے طور پر بیانہ میں ایک جماعت آجائے۔ تو میں نے لشکر کے بھیجنے کا عزم جزم کیا اس سے پیشتر محمد سلطان مرزا یونس علی شاہ منصور برلاس کتہ بیگ کو بطریق ایلغار کے بیانہ بھیجا۔ جنگ ابراہیم میں حسن خاں میواتی کا بیٹا طاہر خاں ہاتھ آگیا تھا۔ اُسکو بطریق گروگان داول کے اپنے پاس رکھا تھا اس سبب سے اُس کا باپ حسن خاں ظاہر میں آمد و رفت رکھتا تھا اور ہمیشہ اپنے بیٹے کو

رانا سنگا سے لڑائی ۹۳۳ھ

طلب کرتا تھا۔ میرے بعض امرا کے دل میں آیا کہ حسن خاں کی استمالت کے لیے اگر اُسکے بیٹے کو میں بھیدوں
تو وہ مستمال ہو کر خدمتگاری بجا لائیگا۔ طاہر خاں کو خلعت پنہا کر اور اُسکے باپسے وعدہ کر کے مینے رخصت کیا
جوں ہی حسن خاں نے بیٹے کی رخصت کی خبر سنی پہلے اس سے کہ وہ اُس پاس پہنچے الورسے نکلکر راناسنگا
سے جا ملا۔ اُسوقت اُسکے بیٹے کا رخصت کرنا بیموقع تھا۔ انھیں دنوں میں بارش خوب ہوئی۔ خوب
شراب کی صحبتیں ہوئیں۔ ہمایوں جسکو شراب سے نفرت تھی شراب پلائی گئی۔ روز دوشنبہ ۹۔ جمادی الاول
سنہ ۹۳۳ کو میں نے راناسنگا سے لڑنے کے قصد سے سفر کیا۔ محلوں سے نکلکر میدان میں آیا۔ تین چار روز
لشکر کے جمع کرنے کے لیے اور توزک کے واسطے قیام کیا۔ چونکہ ہندوستانی آدمیوں پر چنداں اعتماد نہ تھا
اس لیے امرا ہندوستان کو ہر طرف کے فرمان بھیجے گئے۔ گوالیار میں عالم خاں کو حکم بھیجا گیا کہ جا کر رحیم داد کی
کمک کرے۔ بہن و قاسم سنبلی و حامد اور اُس کے بھائیوں اور محمد زیتون کو سنبھل میں احکام بھیجے گئے۔ انہیں
دنوں میں خبر آئی کہ راناسنگا مع تمام اپنے لشکر کے بیانہ کے نزدیک آگیا ہی اور تاخت و تاراج کرتا ہی۔ جو
فوج پہلے بھیجی گئی تھی وہ قلعہ بیانہ تک نہ پہنچ سکی بلکہ اپنے آنے کی خبر تک قلعہ میں نہ پہنچا سکی۔ قلعہ کے
آدمی باہر نکل کر قلعہ سے دور بیہودہ طور پر جا پڑے۔ بہت جلد غنیم نے اُن کو شکست دیدی اور
زیر کیا۔ لنگر خاں جنجوہہ شہید ہوا۔ کتہ بیگ زخمی ہوا۔ لڑائی میں پھر وہ شریک نہ ہو سکا۔ قسمی
و شاہ منصور برلاس و ہر شخص جو بیانہ سے آتا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ وہ خود ڈر کے مارے آتا ہی یا
اور آدمیوں کو خوف دلانے کے لیے آتا ہی۔ دشمن کے لشکر کی خبر کہ کہاں ہے ہادی لا یا اُسکی
بہت ستایش و تعریف ہوئی۔ اس منزل سے میں نے سفر کیا۔ قاسم میر آخور کو بیلداروں کے
ساتھ بھیجا کہ پرگنہ مندھاپور میں جہاں لشکر اُترے گا بہت سے کنوئیں کھودے۔ ۱۴۔ جمادی الاول روز
چہارشنبہ کو نواحی آگرہ سے کوچ کر کے اُس منزل میں پہنچا جہاں کنوئے کُھدوائے تھے صبح کو یہاں
سے بھی کوچ کیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس نواح میں ایسی جگہ جہاں پانی بہت ہو اور
وہ لشکر کو کفایت کرے سوائے سیکری کے کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ یہ احتمال ہی کہ رانا نے اسجگہ
کو نہ لے لیا ہو۔ اسلیے میں برانغار و جرانغار و قول و یسا و ل کو درست کر کے سیکری کی طرف چلا
درویش محمد ساربان کو قسمی کے ساتھ جو بیانہ میں گیا تھا اور ہر طرف اسکی دیدہ و دانستہ تھی
پہلے سے کول سیکری کے کنارے پر بھیجا۔ اور میں نے منزل میں اُتر کر مہدی خواجہ و جماعت کو کہ

بیانہ میں تھے آدمی بھیجکر کہلا بھجوایا کہ بے توقف آکر ہمراہ ہو ہمایوں بیگ کا نوکر میرک مغول چند جوانوں کے ساتھ رانا کے لشکر کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ وہ رات کو جاکر صبح یہ خبر لایا کہ غنیم کا لشکر بسا در سے ایک کوس آگے بڑھا ہے آج ہی مہدی سلطان سلطان مرزا و مردم ایلغار کہ بیانہ گئے تھے آنکر ہمراہ ہوئے میں نے حکم دیا کہ قراولی کا اہتمام باری باری سے مختلف امرا کریں عبدالعزیز کی باری کا روز تھا اُس نے آگا دیکھا نہ پیچھا کنواہ (خانوہ) میں کہ سیکری سے پانچ کوس ہی آگے بڑھ گیا۔ رانا کا لشکر آگے بڑھ آیا تھا۔ جب اُسکو میری سپاہ کے بے طور آنیکی خبر ہوئی تو اُس نے چار پانچہزار آدمیوں کا لشکر بھیجا۔ اس لشکر کے آتے ہی عبدالعزیز وملا اپاق کے لشکر کو جسمیں پندرہ سو آدمی تخمیناً ہونگے آنکر گھیر لیا۔ عبدالعزیز نے غنیم کے لشکر کا کچھ تخمینہ نہ کیا اور جنگ میں مشغول ہوا۔ اول ہی حملہ میں رانا کا لشکر بہت سے آدمیوں کو قید کرکے لے گیا جس دم میرے پاس یہ خبر آئی تو میں نے کمکوں کا ایک تار باندہ دیا۔ محبت علی خلیفہ کو مع اُس کے نوکروں کے بھیجا اسکے پیچھے ملا حسین اور بعض اور امیروں کو بعد ازاں محمد علی جنگ جنگ کو بھیجا۔ مگر پہلی کمک کو جس میں محبت علی خلیفہ اور اُس کے نوکر تھے پہنچتے پہنچتے عبدالعزیز اور اُس کے ہمراہی بے دست و پا ہو گئے تھے۔ توغ انکا چھن گیا تھا۔ وہ خود اور ملا نعمت و ملا داؤد و ملا اپاق کا چھوٹا بھائی قید ہو کر قتل ہوئے۔ بمجرد پہلی کمک پہنچنے کے طاہر بیری طغائی۔ محب علی نے تاخت کی مگر اُس کو کمک نہ پہنچ سکی وہ دشمنوں میں جاکر پھنس گیا۔ محب علی بھی جنگ میں گرا مگر بالتو نے پیچھے سے حملہ کرکے اُسکو باہر نکالا۔ دشمن نے ایک کوس تک اُنکا تعاقب کیا مگر جب اُس کو محمد علی جنگ جنگ کی سپاہ دکھائی دی تو وہ پھر آگے نہ بڑھا۔

میرے پاس پیاپے خبر آئی کہ غنیم کے سپاہ نزدیک آئی ہے۔ میں نے بھی جیبہ پہنا اور گھوڑوں کو ساز ڈالا۔ اور ہتیار باندھے اور سوار ہوا اور حکم دیا کہ ارابوں کو کھینچ کر لائیں۔ ایک کوس میں آیا مگر غنیم کا لشکر اُلٹا چلا گیا تھا۔ ہمارے پہلو میں ایک بڑا کول تھا اس لیے پانی کی مصلحت کے سبب سے یہیں ہم اُترے ارابوں کو پہلے سے مضبوط کرکے زنجیروں سے مضبوط کیا تھا۔ دو ارابوں کے بیچ میں سات آٹھ گز کا فاصلہ تھا۔ وہ زنجیرہ کرکے بھیجے گئے مصطفےٰ رومی نے بدستور رومی ارابوں کو لگایا تھا وہ بہت چست و چالاک ہوشیار اور توپخانہ کے انتظام سے ماہر تھا استاد علی قلی اُس سے ضد و حسد رکھتا تھا۔ اسواسطے مصطفےٰ کو برانغار میں آگے ہمایوں کے تعین کیا۔ جس جگہ ارابے

نہیں پہنچ سکتے تھے خراسانی وہندوستانی بیلداروں سے خندق کندہ کرائی۔ رانا کے اسطرح تیز و تند آنے سے اور بیانہ کی جنگ سے اور بیانہ سے آنکر شاہ منصور و قسمی نے جو اُسکے لشکر کی تعریف کی اِن سب باتوں نے میرے لشکر کے آدمیوں میں بیدلی پیدا کی۔ اور عبدالعزیز کے زیر ہونے سے پہا ڑیں خود سری پھیلی آدمیوں کے اطمینان خاطر کے لیے اور لشکر کے استحکام ظاہری کے واسطے جن جگھوں پر ارابے نہیں پہنچتے تھے وہاں لکڑی کے سہ پا یے لگوا کے اُنہیں سات آٹھ گز کا فاصلہ رکھا اور اُنکو گائے کے چمڑوں کے رسوں سے مضبوط و مربوط کرا دیا۔ ان اسباب و آلات کے مہیا و مکمل ہونے میں پچیس روز لگے۔ انہیں ایام میں کابل سے ایک ایک دو دو آدمی کرکے پانچسو آدمی آئے ہونگے سب کے ہمراہ محمد شریف منجم شوم نفس بھی آیا۔ بابا دوست سرجی بھی جو شراب کے لیے کابل گیا تھا آیا۔ تین قطار اونٹوں کی شراب سوحہ غزنی کی لایا۔ اس حال میں کہ پریشان باتوں سے جنکا اوپر مذکور ہوا لشکر کو یوں تردد و توہم بہت تھا محمد شریف منجم جس شخص سے ملاقات ہوتی یہ مبالغہ کے ساتھ کہتا کہ اِن ایام میں مرّیخ مغرب میں ہی جو شخص اُس طرف سے جنگ کرے گا مغلوب ہوگا اگرچہ اسکا یارا ایسا نہ تھا کہ میرے سامنے یہ بات کہتا۔ مگر اوروں کے سامنے اس کہنے سے لشکر اور زیادہ بے دل ہوا۔ میں نے ایسی پریشان باتوں کو کچھ نہ سُنا جو کام کرنے کے لایق تھے وہ میں نے کیے مہم جنگ میں مصاف کرنے میں مستعد ہوکر روز یکشنبہ ۲۱۔ کو شیخ جمالی کو بھیجا کہ دوآب و دہلی کے ترکش بندوں میں سے جسقدر آدمی جمع کر سکے جمع کرکے مواضع میوات کو تاخت و تاراج کرے۔ جبتک اس طرف کوئی خدشہ ہو لوٹ مار سے ہاتھ نہ اُٹھائے۔ ملّا ترک علی بھی کابل سے آیا تھا اُس کو بھی فرمان ہوا کہ شیخ جمالی کے ہمراہ ہوکر میوات ویران کرنے اور تاراج کرنے میں تقصیر نہ کرے۔

روز سہ شنبہ جمادی الاول ۹۳۳ھ کو میں سیر کرنے کے لیے سوار ہوا تھا اثنائے سیر میں میرے دل میں آیا کہ مجھے توبہ کا دغدغہ ہمیشہ رہتا تھا امر نامشروع کے کرنے سے میرا دل مکدر ہوتا تھا میں نے کہا کہ اے نفس کب تک گناہ کرے گا۔ مرنا آنکھوں کے سامنے ہی۔ جو شخص اپنے مرنے کا جرم کرے گا وہ اس حال میں تو جانتا ہی کیا رہے گا۔ بیت

ارادۂ ترک شراب

دور ساز از جملہ مناہی خود را   پاک ساز از ہمہ گناہے خود را

اس خیال سے خوش ہو کر میں نے شراب پینے سے توبہ کی اور سونے چاندی کی صراحی و پیالہ تمام آلات مجلس شراب اسوقت منگا کر سب کو توڑ ڈالا۔ اور اُس کو مستحقوں اور درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ اور شراب کو چھوڑ کر دل کو آسودہ کیا۔ اس توبہ کی موافقت میں میرے ساتھ اوّل عسس تھا اُس نے ڈاڑھی منڈانے اور رکھنے میں بھی میرے ساتھ موافقت کی تھی اس رات اور صبح میں امراءِ مقربوں میں سے اور سپاہیوں وغیرہ سپاہیوں میں سے تین سو آدمیوں نے توبہ کی۔ جو شراب موجود تھی اُسے پھینک دیا۔ بابا دوست جو شراب لایا تھا اُس کو حکم دیا کہ نمک ڈالکر سرکہ بنا دے جسجگہ کہ شراب پھینکی گئی تھی وہ کھودی جائے اور پتھر لگا کر وہ جگہ اونچی کی جائے اور اُس پر کچھ کھودا جائے میں نے یہ منت مانی تھی کہ اگر رانا سنگا پر ظفر پاؤنگا تو مسلمانوں کو تمغا بخش دونگا (تمغا سوا زمین کے محصول کے اور تمام محصولوں کو کہتے ہیں) جب میں تین ماہ بعد ۹۳۵ھ میں گوالیار کی سیر کر کے دھولپور کی راہ سے سیکری میں آیا تھا کہ راہ میں وہ جگہ آئی جہاں شراب کے دبانے کی جگہ پتھر لگائے گئے تھے تو درویش محمد ساربان و شیخ زین نے تمغے کی بخشش کو یاد دلایا میں نے کہا کہ یہ بات تمنے خوب یاد دلائی۔ مینے منشیوں کو بلا کر حکم دیا کہ ان دو امر عظیم الشان کے لیے جو واقع ہوئے ہیں فرمان لکھے جائیں شیخ زین نے اپنی قلم سے فرمان لکھے اور تمام قلمرو میں بھیجے۔ فرمان کی عبارت کا مختصر ترجمہ یہ ہے فرمان ظہیر الدین محمد بابر اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَنَشْكُرُ هَادِی الْمُؤْمِنِیْنَ وَیَغْفِرُ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ۔ ارباب الرائے جو صواب کے محاسن وصدق وصواب کو خوب سمجھتے ہیں وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ طبیعت انسانی بمقتضائے فطرت لذاتِ نفسانی پر مائل ہے اور منہیات کا ترک کرنا توفیق یزدانی وتائید آسمانی پر موقوف ہے نفس بشر کا شرے میل کرنا کچھ دور نہیں ہے غرض اس مقال کی تصویر اور اس مقولہ کی تقریر سے یہ ہے کہ بمقتضائے بشریت بادشاہوں کی مراسم اور بادشاہی لوازم کے موافق اور صاحب جاہوں کی عادت کے مطابق خواہ وہ بادشاہ ہوں یا سپاہ عنفوان ایام شباب میں بعض مناہی و ملاہی کا میں مرتکب ہوا۔ بعد چند روز کے مجھے اس سے ندامت وحسرت حاصل ہوئی۔ ان مناہی میں سے میں نے ایک ایک کو ترک کیا اور توبۃ النصوح سے اُس کی طرف رجوع کا دروازہ بند ہوا مگر شراب کی توبہ کہ اہم مطالب اس مقصد کا اور اعظم مارب اس مقصود کا ہے۔ انا مومرہون با وقاتھا کے حجاب میں ایسا محجوب رہا کہ اپنا مُنہ نہیں دکھاتا تھا۔ یہاں تک ان

مبارک اوقات اور سانحات میں کہ جبہ تمام سے جہاد کا احرام کرکے عساکر اسلام کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں مقاتلہ کے لیے بیٹھا تھم تھیتی وہ ہاتف لاریبی سے میں نے اسباب معصیت کو مٹایا توبہ کا دامن پکڑا۔ کفار کے ساتھ جہاد کا آغاز جہاد اکبر سے کیا جسکے معنی مخالفت نفس ہیں۔ شراب کی توبہ کا میرے دل میں بہت دنوں سے ارادہ تھا اب میں نے اُسکو پورا کیا اور صراحی وجام وتمام آلات نقرہ کہ میری مجلس کو ایسی زینت دیتے تھے جیسے کہ آسمان کو کواکب اُن کو زمین پر ذلت وخواری کے ساتھ دے ٹپکا اور انشاء اللہ تعالیٰ جیسے کہ بتوں کے توڑنے کا ارادہ ہے اُن کو پارہ پارہ کیا اور ہر پارہ ایک مسکین بیچارہ کو دیدیا۔ اس میرے انابت قریب الاجابت سے میرے بہت سے مقربوں کے بمقتضائے الناس علےٰ دین ملوکہم توبہ کی اور شرب وخمر کو تکلف سے چھوڑا۔ اور ابھی بہت سے آدمی اوامر ونواہی کے مطیع ہوکر سعادتمند ہوتے جاتے ہیں اور امید ہے کہ بمقتضائے الدال علے الخیر کفاعلہ۔ اس توبہ کا ثواب میرے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا۔ اور بعد اس فرمان جاری کرنے کے میں نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص نہ شراب پیے نہ اُسکی تحصیل میں کوشش کرے۔ نہ شراب بنائے نہ بیچے نہ خریدے نہ رکھے اور میں نے جمیع ممالک میں مسلمانوں کو تمغا معاف کردیا جس کا حاصل بہت ہی کچھ تھا۔ باوجودیکہ سلاطین سابق ضوابط شریعت کے خلاف مدتوں سے اُسے لیتے تھے میں نے فرمان صادر کیا کہ کسی شہر وبلدہ میں اُ گذر ومعبر پر تمغا کسی مسلمان سے نہ لیں اور اس حکم میں تغیر وتبدل کو راہ نہ دیں اور میرے حکم کی تعمیل کریں۔

انہیں ایام میں واقعات گذشتہ سے جنگ کا اوپر مذکور ہوا لشکر کے سب چھوٹے بڑے گھبرا کر عالم تحیر میں ڈوب۔ سارے لشکر میں ایک آدمی ایسا نہ تھا جسکے منہ سے کوئی بات مردانہ اور کوئی رائے دلیرانہ سننے میں آتی۔ مقرر وزیر ومدبر امیر جنھوں نے اس ملک کی دولت کے مزے اُڑائے تھے نہ اُنکی باتیں مردانہ تھیں اور نہ اُن کی تدبیر تقریر صاحب ہمتانہ تھیں۔ اس یورش میں خلیفہ نے خوب خوب کام کیے تھے اور اُس نے ضبط واستحکام میں اور جد واہتمام میں کوئی تقصیر نہیں کی جب میں نے آدمیوں کی یہ بیدلی اور اس طرح کی سستی دیکھی تو میرے دل میں یہ تدبیر آئی کہ میں نے امرا اور جوانوں کو طلب کرکے کہا کہ اے امرا رجوانو ؎

ہر کہ آمد بجہاں زاہل فنا خواہد بود　　　آنکہ پائندہ وباقی ست خدا خواہد بود

جو شخص مجلس حیات میں آتا ہے وہ آخر کو پیمانہ اجل پیتا ہے اور جو زندگی کی منزل میں آتا ہے وہ دنیا

کے غم خانہ سے باہر جاتا ہی۔ بدنامی کے جینے سے نیکنامی کے ساتھ مرنا بہتر ہی۔ ~

بنام نکو گر بمیرم رواست   مرا نام باید کہ تن مرگ راست

خدائے تعالیٰ نے یہ سعادت ہمکو نصیب کی ہی اور ایسی دولت قریب کی ہی کہ جو مرتا ہی وہ شہید ہوتا ہی اور جو مارتا ہی وہ غازی ہوتا ہی۔ سبکو کلام الٰہی پر قسم کھانی چاہیے کہ کوئی شخص قتال سے روگردانی کا خیال نہ کریگا اور جب تک جان تن سے مفارقت نکرے وہ اس محاربہ و مقابلے بدانہ ہو یہ سُنکر صاحب و نوکر خورد کلاں سب نے رغبت سے قرآن شریف کو ہاتھ میں لیا۔ سب عہد و پیمان اُوپر کے مضمون کے موافق کیے یہ میری تدبیر اس طور کی تھی کہ دور کے آدمی سننے سے اور پاس کے آدمی دیکھنے سے دوست دشمن سبکو پسند آئی۔

انہیں دنوں میں سب جگہ ایک آفت و شورش برپا ہوئی حسین خاں نے آنکر رابری کو لے لیا (یہ ایک قلعہ دوآبہ میں چندوار سے نیچے ہی) قطب خاں کے آدمیوں نے چندوار کو دبالیا (یہ قلعہ آگرہ کے نیچے جمنا پر واقع ہی) رستم خاں نے دوآبہ کے ترکش داروں کو جمع کرکے کول کو آنکر لے لیا کپک علی کو قید کرلیا۔ زاہد خاں بمجبوری سنبھل کو چھوڑ کر میرے پاس چلا آیا۔ سلطان محمد دولدی قنوج کو چھوڑ کر چلا آیا۔ گوالیار کے قلعہ کو اس نواح کے ہندوؤں نے گھیر لیا۔ اس قلعہ کے بچانے کے لیے عالم خاں کو بھیجا گیا تھا اپنی ولایت کو گوالیار سے پھر کر چلا گیا۔ ہر روز میرے پاس ہر طرف سے ایک ناخوش خبر آتی تھی لشکر سے بعض ہندوستانی بھاگنے لگے ہیبت خاں گرگ انداز سنبھل کو بھاگ گیا حسن خاں باری دال دشمنوں سے جا ملا۔ میں نے اُنکی کچھ پروا نہ کی فقط اپنی سپاہ پہ بھروسہ کرکے کارزار پر متوجہ ہوا۔ ارابوں اور سرپائے غلطکدار کو اور اُس تمام اسباب آلات کو جو تیار ہوا تھا لیکر روز سہ شنبہ جمادی الآخر ۹۳۳ھ کو نوروز کے روز کوچ کیا۔ جرانغار و قول و یسال کو درست کیا آپنے آگے ارابے و سرپائے غلطکدار روانہ کیے اُسکے پیچھے علی قلی کو اور تمام تفنگ اندازوں کو تعین کیا کہ وہ پیادوں کو ارابوں کے عقب سے جدا نہ ہونے دے تاکہ یسال بستہ رو ہو جب یسال آگیا اور ہر شخص اپنی جگہ پر قائم ہوا تو میں نے امرا اور قول و برانغار و جرانغار کے جوانوں کی دلدہی کی اور بتایا کہ ہر جماعت کو یہاں کھڑا رہنا چاہیے اور کسی دشمن کو کس طور سے مارنا چاہیے کس طریقہ سے لڑنا چاہیے۔ غرض سب کیو اسطے یہ باتیں معین و مقرر کیں۔ میں ایک کوس چلکر اترا رانا کا لشکر بھی میرے لشکر کی حرکت سے واقف ہوا۔ اور اُس نے جماعتیں درست کیں اور مقابلہ کے

لیے سامنے آیا۔ لشکر کے آنے کے بعد ارابہ و خندق لشکر کے آگے درست کی گئیں۔ اُس دن لڑائی کا کچھ خیال نہ تھا تھوڑے سے آدمی آگے بڑھ کر غنیم سے لڑے اور لڑائی کا شگون گیا چند ہندوں کو پکڑا اور اُنکا سر کاٹ کر لائے۔ ملک قاسم چند سر کاٹکر لایا تھا اُسنے یہ خوب کیا۔ اس سے لشکر کے آدمیوں کا دل قوی ہوا۔ اور اُنکو اپنے اوپر بھروسہ ہوا صبح یہاں سے کوچ کرکے لڑائی کا خیال تھا کہ خلیفہ نے اور بعض دولتخواہوں نے مجھسے عرض کیا کہ جو منزل لشکر کے اترنے کے لیے مقرر ہوئی وہ نزدیک ہی اسلیئے خندق کندہ کرکے مضبوط کرکے کوچ کیا جائے تو مناسب ہی۔ اس خندق کے بنانے کے لیے خلیفہ سوار ہوا اُس نے خندق کی کئی جگہوں پر بیلدار اور اُنکے منتظم مقرر کیے اور پھر وہ ہم سے آن ملا۔

روز شنبہ ۱۳۔ جمادی الاخری کو ارابوں کو آگے کھینچکر برانغار جیرانغار و قول ویسال ایک کوس کے قریب آئے اور منزل مقررہ میں اُترے بعضے خیمے کھڑے ہوگئے تھے اور بعضے کھڑے ہو رہے تھے کہ خبر آئی کہ غنیم کی سپاہ دکھائی دے رہی ہی۔ فی الحال میں نے سوار ہوکر حکم دیا کہ برانغار میں برانغار اور جرانغار میں جرانغار اور ہر شخص اپنی جگہ پر جاکر ارابوں اور لشکروں کو مضبوط مرتب کرے۔ بابر لکھتا ہی کہ زین الدین نے جو اس لڑائی کا فتحنامہ لکھا ہی اُس کے لشکر اسلام کی کیفیت وخیل کفار کی کمیت وصفوں ویسالوں کا کھڑا ہونا اور اہل اسلام وہنود کی لڑائی کا حال مشخص و معلوم ہوتا ہی۔ اس سبب میں نے زین خاں کے فتحنامہ کو بغیر گھٹانے بڑھانے کے اپنی تزک بابری میں نقل کر دیا ہی وہ یہ ہی۔

جب بابر نے ممالک دہلی و آگرہ و جونپور و بہار وغیرہ تک کو فتح کر لیا تو اکثر طوائف اقوام ہنود و اسلام نے اطاعت اختیار کی مگر اب اُنھوں نے سرکشی کی۔ ولایت ہند میں رانا سنگا کا استیلا ایسا ہوا کہ بڑے بڑے راجاؤں نے اس سے مدارا و مواسا کرلی اور بلاد اسلام میں قریب دو سو شہروں کے اُسکا علم ایسا بلند ہوا کہ اُس نے مساجد و معابد کو خراب کرکے ان شہروں کے مسلمانوں کے عیال و اطفال کو اسیر کیا۔ دس بڑے بڑے نامی ہندو اُسکے طرفدار تھے جنکی سپاہ کی تفصیل یہ ہی کہ (۱) صلاح الدین ۳۰ ہزار سوار (۲) راول اودے سنگہ باگڑی ۱۲ ہزار سوار (۳) میدنی رائے بارہ ہزار سوار (۴) حسن خاں میواتی بارہ ہزار (۵) باربل اندری چار ہزار (۶) پربت بار دا سات ہزار سوار (۷) سروی کچی ۶ ہزار سوار (۸) بیرم دیو چار ہزار سوار (۹) برسنگ دیو

چار ہزار (۱۰) محمود خاں ولد سکندر پاس اگرچہ کوئی ولایت و پرگنہ نہ تھا مگر تخمیناً دس ہزار سوار اُسنے اس امید پر جمع کیے تھے کہ میں سردار ہو جاؤنگا۔ غرض ولایت و پرگنہ کے قاعدہ کے موافق اس پاس دو لاکھ ایک ہزار سوار تھے۔ اور ۱۳- جمادی الاخری ۹۳۳ سنہ کو موضع خانوہ (کانوہ) میں بادشاہی لشکر آیا۔ غنیم نے لشکر اسلام سے لڑنیکے لیے ہاتھی بھی بہت جمع کیے تھے وارد وے اسلام سے مقابلہ و کارزار میں آئے۔ لشکر اسلام نے بھی اپنی صف بندی کی اور ترکوں نے سر پر اپنے خودوں کو چمکایا اور بطریق غزات روم تفنگچیوں اور رعد اندازوں کی پناہ کے لیے سپاہ کے آگے ارابوں کی صفیں مرتب ہوئیں۔ میدان جنگ میں طرفین کے لشکر شائستہ آئین کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ بابر نے حکم دیا کہ کوئی شخص بے حکم اپنی جا سے حرکت نہ کرے اور بے اجازت میدان جنگ میں قدم نہ رکھے پہر دن تک آتش جنگ مشتعل ہوئی برانغار و جرانغار میں بہت آدمی قتل ہوئے اور مخالفت کے جرانغار نے بادشاہ کے برانغار کی طرف جنبش کر کے خسرو گوکلتاش و ملک قاسم و بابا قشقہ پر حملہ کیا۔ بابر نے چین تیمور سلطان کو اُس کی کمک کو بھیجا۔ اُس نے مردانہ دستبرد کر کے مخالفوں کو اُن کے قول کے عقب کے قریب پہنچایا جس کے جلدو میں یہ فتح اُن کے نام پر لکھی گئی مصطفےٰ رومی نے بادشاہ کے لشکر میں سے رابوں کو آگے لا کر تفنگ و ضرب زن ایسے مخالفوں کی صفوں پر لگائے کہ اُن کو توڑ دیا اور بہت سے مخالفوں کو ہلاک کر کے خاک میں ملایا۔ دشمنوں کی سپاہ پے در پے نئی آتی تھی۔ بابر بھی متواتر چیدہ چیدہ سپاہ کمک کے لیے بھیجتا تھا۔ ایک دفعہ قاسم حسین سلطان و احمد یوسف و قوام بیگ کو حکم ہوا۔ دوسری دفعہ ہند و بیگ قوچین مامور ہوا۔ تیسری دفعہ محمدی گوکلتاش و خواجگی اسد کو فرمان ہوا۔ بعد ازاں یونس علی و شاہ منصور برلاس و عبد اللہ کتاب دار اُن کے پیچھے دوست ایشک آقا و محمد خلیل اختہ بیگی کمک کے لیے مامور ہوئے۔ مخالف کے برانغار نے بار بار بادشاہ کے لشکر جرانغار پر حملہ کیا۔ کبھی تیروں سے کبھی خنجر و شمشیر سے طرفین کے آدمی کام آتے بادشاہ کے حکم سے مومن اتگہ و رستم ترکمان دشمن کی سپاہ کے پیچھے جا کر حملہ آور ہوئے۔ خواجہ خلیفہ کے ملازم ملا محمود و علی اتگہ با تعلیق اُن کی کمک کو گئے۔ محمد سلطان مرزا و عادل سلطان عبد العزیز میر آخور و قتلق قدم قراول و محمد علی جنگ جنگ و شاہ حسین یار بیگی مغول غانچی نے محاربہ میں دست گشائی کر کے پائے ثبات مستحکم کیا۔ اور خواجہ حسین نو آئینوں کی ایک جماعت

لیے کر اُن کی کمک کو گیا۔ طرفین کے بہادروں نے جانستانی ہیں جانفشانی کی۔ جب کارزار میں دیر ہوئی تو بادشاہ نے اپنے خاص ملازموں کو جو ارابوں کے پیچھے ایسے بیٹھے تھے جیسے کہ شیر زنجیروں میں ہوتا ہے حکم دیا کہ راست چپ قول سے باہر آئیں اور تفنگچیوں کی جگہ بیچ میں چھوڑ دیں اور دونوں طرف سے لڑائی شروع کریں۔ غرض اُنھوں نے داد دلاوری اور دلیری دی۔ تلواروں کی چکاچک اور تیروں کی شپاشپ کا آوازہ بلند ہوا۔ نادرالعصر علی قلی مع اپنے توابع کے لشکر کے آگے کھڑا تھا۔ سنگ اندازی اور ضرب زنی تفنگ چلانے میں کارنامہ دکھا رہا تھا۔ اس اثنا میں بابر نے حکم دیا کہ قول کے ارابے آگے روانہ ہوں۔ اور وہ خود لڑائی میں مصروف ہوا اور ایک دفعہ دشمن پر حملہ کیا۔ جب دن چھپنے کو ہوا تو قتال وجدال کی آگ نے خوب اشتعال پایا اور بادشاہ کے میمنہ و میسرہ نے دشمن کے میمنہ و میسرہ کو پرے ہٹا دیا دشمن نے قول شاہی کی چپ و راست پر حملہ کیا اور اُس کے بہت قریب آگیا۔ غرض بادشاہ کی سپاہ نے دشمنوں پر ایسا دلاوری سے حملہ کیا کہ انکا قدم میدان جنگ سے اُکھڑ گیا اور وہ بھاگ گئے۔ حسن خاں میواتی تفنگ کی ضرب سے فنا ہوا۔ راول اُودے سنگھ والی ولایت نگرپورہ۔ مانک چند چوہان۔ رائے چندر بھان و دلپت رائے و کنگو۔ کرم سنگھ۔ ڈونگرا اور بہت سے بڑے بڑے نامی سردار رانا سنگا کے مارے گئے اور کئی ہزار آدمی زخمی ہوئے۔ بادشاہ نے محمد علی کوکلتاش و عبدالعزیز میر آخور و علی خاں اور بعض اور امیر کو رانا سنگا کے تعاقب میں بھیجا۔

بابر نے مخالفوں کو جنگ گاہ سے بھگا کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اتنے میں رات ہو گئی جو دشمنوں کے لیے روز سیاہ تھا اور دوستوں کے لیے شبستانِ عشرت تھی۔ بابر اپنی منزل گاہ میں آیا اس فتح کی تاریخ شیخ زین صدر نے فتح بادشاہ اسلام کہی ہی ایک اور شاعر کو بھی اس تاریخ کا توارد ہوا۔ بعد اس فتح کے طغرا میں بابر کے نام کے ساتھ غازی لکھا گیا۔ زین خاں کے فتحنامہ کے نیچے بابر نے ترکی زبان میں ایک رباعی لکھی ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ اسلام کے واسطے میں صحرا میں آوارہ ہوا کفار و ہنود سے لڑا میں نے تو عزم جزم یہ کیا تھا کہ شہید ہوں مگر میں غازی ہوا۔

دشمنوں کا لشکر میرے لشکر سے دو کوس تھا میں نے دشمن کے تعاقب میں محمدی و عبدالعزیز و علیخاں اور امیروں کو بھیجا۔ مگر مجھے کسی اور پر بھروسہ نکرنا چاہیے تھا بلکہ خود جانا چاہیے تھا محمد شریف منجم بھی جو کیسی بد فالیاں کرتا تھا فتح کی مبارکباد دینے آیا میں نے اُس کو بہت گالیاں دے کر

دل کی بھڑاس نکالی۔ اگرچہ وہ کافر دشمن و شوم نفس اور بہت مغرور و سرکش تھا مگر قدیمی نوکر تھا ایک لاکھ ٹنکہ انعام دیکر میں نے رخصت کیا اور حکم دیا کہ میری قلمرو میں نہ رہے یہ لڑائی ایک پہاڑی کے پاس ہوئی تھی میں نے وہاں دشمنوں کی کھوپڑیوں کا مینار یادگار بنوایا۔ جب مجھے فتح ہوئی تو میں نے محمد علی جنگ جنگ و شیخ گورن اور افسروں کے ساتھ بڑا لشکر الیاس خاں کے مفسدہ کو مٹانے کے لیے دوآبہ کو روانہ کیا۔ اس الیاس خاں نے دوآبہ میں بڑا غدر و شور مچار کھا تھا۔ کول پر قبضہ کیا۔ کچک علی کو قید کیا۔ جب میرا لشکر پہنچا تو الیاس خاں نے جانا کہ اس لشکر کا سامنا نہو سکیگا چاروں طرف کی راہ لی۔ کوئی ادھر گیا کوئی اُدھر تھوڑے دنوں بعد جب میں آگرہ میں آیا تو الیاس خاں پکڑا ہوا آیا میں نے اُسکی زندہ کھال کھچوائی۔ میوات کا ملک دہلی کے قریب ہے اور اُسکی آمدنی تین چار کرڑ و ر ٹنکہ کی تھی حسن خاں میواتی کو ریاست یہاں کی وراثت میں ہاتھ لگی تھی اسی خاندان میں حکومت دو سو برس سے چلی آتی تھی وہ شاہ دہلی کا مطیع برائے نام تھا۔ سلاطین ہند کو کبھی پوری حکومت ملک میوات پر میسر نہ ہوئی اسکا سبب یہ ہوا ہوگا کہ میوات کا ملک فراخ تھا۔ پہاڑ اُسمیں بہت تھے۔ ان پہاڑوں میں میواتیوں کو پناہ لینے کا خوب موقع ملتا تھا۔ جب میں نے ملک ہند کو فتح کیا تو سلاطین سابق کے موافق حسن خاں پر میں نے بھی نہایت عنایت کی مگر اس کا فرنعمت ناحق شناس نے میری اس مروت و عنایت کا کچھ خیال نکیا۔ اُسکا دل ہندوؤں کی طرف راغب تھا جتنے فساد برپا ہوئے سب کا بانی مبانی وہی تھا۔ اس لیے مینے ہندوؤں کا ملک چھوڑ دیا۔ اور اس ملک کی نظم و نسق کا ارادہ کیا۔ میں چار پانچ کوچ کر کے قلعہ الور کے پاس پہنچا یہ میواتیوں کا دارالقرار تھا حسن خاں کے باپ دادا کا دارالسلطنت بجارا تھا۔ ایک شخص کرم چند حسن خاں کے سرداروں میں تھا اور وہ اُسوقت بھی آگرہ میں آیا تھا کہ حسن خاں کا بیٹا طاہر خاں قید تھا۔ اب اُسنے اس طاہر خاں کی طرف سے مراحم شاہانہ کی التجا کی میں نے اُسکے ساتھ عبدالرحیم کو بھیجا اور خطوط لکھدیے جس سے طاہر خاں کے دل کو تسلی اور تسکین ہو۔ اور خوف جاتا رہے اُس پر وہ میرے پاس چلا آیا اور میں نے اُس پر عنایت کی اور اُس کو ایک پرگنہ لاکھ ٹنکہ کا جاگیر میں دیا۔ اور چین تیمور سلطان کو شہر تجارا دیدیا۔ پھر میں قلعہ الور میں گیا اور وہاں ایک شب رہا۔ غرض میوات کا انتظام پہلے سے اچھا ہو گیا۔ اور الور کے پاس سے ممالک کابل کے انتظام کے واسطے شہزادہ ہمایوں کو روانہ کیا۔ وہاں خان مرزا کا انتقال ہو گیا تھا۔

اُسکے ساتھ وہ فریق بھی تھا جنھوں نے کابل جانے کی رخصت اس لڑائی سے پہلے چاہی تھی اور بہت سا خزانہ اور لشکر ساتھ کر دیا۔ محمد علی جنگ جنگ اور سرداروں کو اس کام پر تعین کیا کہ حسن خاں بابا حاجی افغان نے جو چندوار اور رابری میں اور قطب خاں نے جو اٹاوہ میں بغاوت اختیار کی ہی اُسکا انسداد کریں حسن خاں تو بے لڑے میدان سے بھاگا۔ دریا پار جاتا تھا کہ راہ ہی میں دریا رفنا میں ڈوب گیا۔ دریا خاں کہیں آوارہ ہو کر چلا گیا۔ بَبّن کا فساد دور کرنے کے واسطے محمد سلطان مرزا قنوج کو روانہ ہوا۔ وہ خیر آباد کی طرف بھاگ گیا۔ ۲۹۔ ذالحجہ ۹۳۴ھ / ۱۵۲۸ کو بادشاہ کول اور سنبھل میں شکار کھیلنے گیا۔ پھر یہ سیر و تماشا دیکھ کر آگرہ میں آیا۔ غرض جن صوبوں کا انتظام لڑائی کے سبب بگڑ گیا تھا چھ مہینہ میں سب درست ہو گیں۔ برس دن کے اندر اندر گنگا پار کے ملکوں میں صوبہ اودہ کے سوا بابر کی سلطنت قایم ہو گئی۔ فقط صوبہ اودہ میں ایک گروہ افغانوں کا باقی تھا۔ اُسکی سرکوبی کیواسطے فوج روانہ کیگئی۔

چندیری کی فتح

۹۳۴ھ / ۱۵۲۸ میں بابر نے چندیری پر چڑھائی کی۔ وہ اپنے واقعات میں لکھتا ہی کہ ربیع الاول کی چودھویں تاریخ دوشنبہ کے دن چندیری فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اور جلیسر اور کچھوہ میں ہوتا ہوا چندیری سے تین کوس پر خیمہ ڈالا۔ حصار چندیری پہاڑ پر واقع ہی اور سارا شہر اور قلعہ پہاڑوں کے ڈھلان پر بنا ہوا ہی۔ پھر آگے بڑھ کر تمام لڑائی اور مورچوں کی تیاری کی اور قلعہ فتح کرنیکا سب سامان جمع کیا۔ چندیری پہلے مانڈو (مالوہ) سے علاقہ رکھتی تھی۔ سلطان نصیرالدین کی وفات کے بعد اُس کا ایک بیٹا سلطان محمود مانڈو کا مالک ہوا اور اُس کا دوسرا بیٹا محمد شاہ چندیری پر قابض ہوا۔ اور سلطان سکندر لودی سے حمایت کا طالب ہوا۔ سلطان سکندر نے اپنے لشکر کو بھیجکر اُس کی حمایت کی۔ پھر سلطان ابراہیم کے وقت میں محمد شاہ مر گیا۔ اور ایک کم عمر بیٹا احمد شاہ چھوڑ گیا۔ سلطان ابراہیم نے اس احمد شاہ کا کام تمام کرکے ایک اپنا آدمی وہاں حاکم بنایا۔ جب رانا سنگا ابراہیم سے لڑنے کے واسطے دھولپور تک آیا۔ تو اُس شاہزادہ کے امرا اُس کے خلاف ہو گئے۔ غرض رانا سنگا کے ہاتھ چندیری آ گئی اُس نے میدنی رائے کو یہاں کا راج دیدیا۔ اب اس وقت وہ یہاں راجہ تھا اور پانچ ہزار سپاہ پاس رکھتا تھا۔ میں نے اُس پاس پیغام بھیجا کہ چندیری میرے حوالہ کر دے۔ اور اُس کے عوض میں شمس آباد لے لے مگر اُسکے دو تین صلاح کاروں نے اس صلح کو نہ ہونے دیا۔ غرض میں نے چندیری کا محاصرہ کیا۔ دوسرے

دن محصورین مایوس ہو گئے۔ اور وہی کام جو مایوسی کی حالت میں رجپوت کیا کرتے ہیں کیا کہ اپنے جورو بچوں کو قتل کیا اور برہنہ ہو جان لڑانے کے واسطے دوڑے۔ جو مسلمان فصیل پر چڑھے ہوئے تھے اُن کے سامنے آئے اُن کو مار کر بھگا دیا اور فصیل سے کود کر خوب دل کھول کر لڑے۔ اور آخر کو مغلوب ہو کر سب پامال ہو گئے۔ دو تین سو راجپوت میدنی راؤ کے گھر میں گھس گئے اور آپس میں اس طرح قتل ہو گئے کہ ایک آدمی تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوا اور اُس کے گرد سب راجپوت جمع ہوئے اور خوشی خوشی اپنی گردن اُس کی تلوار کے آگے جھکاتے گئے اور سر اڑواتے گئے۔ اور میدنی رائے بھی اسی طرح قتل ہو گیا۔ دو تین گھڑی میں یہ مشہور قلعہ خدا کی عنایت سے ہاتھ لگ گیا۔ فتح دار الحرب اس کی تاریخ ہوئی۔ یہاں بھی ایک مینار رہنے والوں کی کھوپریوں کا پہاڑ پر قایم کیا۔ دوسرے دن قلعہ کی بابر نے سیر کی۔ اور ملّو خاں کو یہ قلعہ سپرد کیا۔ اور یہ ارادہ ہوا کہ بھیلسہ اور چیتوڑ کو فتح کیجیے مگر یہ ارادہ اس سبب سے فسخ ہوا کہ جب چندیری کا محاصرہ ہوتا تھا تو خلیفہ نے دو ایک خط دیے۔ اُنکا مضمون یہ تھا کہ پورب کو جو سپاہ روانہ ہوئی تھی وہ بے ترتیب کوچ کر رہی تھی اُس پر افغانوں نے حملہ کیا اور شکست دے کر پریشان اور منتشر کر دیا۔ وہ لکھنؤ کو چھوڑ کر قنوج میں چلی آئی ہے۔ جب چندیری فتح ہو چکی تو بادشاہ نے اس باب میں صلاح اور مشورہ کیا۔ سب کی رائے یہی ہوئی کہ پہلے سرکشوں کا سر کاٹنا چاہیے۔ اس لیے وہ سب منصوبے ممالک محروسہ کی فتح کے چھوڑ دیے اور چندیری احمد شاہ کو جو سلطان ناصر الدین کا پوتا تھا سپرد کی اور اُس سے اقرار ٹھیرایا کہ پچاس لاکھ ٹنکہ خزانہ شاہی میں سالانہ داخل کیا کرے۔ اور جمادی الاول کی گیارھویں تاریخ اتوار کے دن اس مہم پر بادشاہ روانہ ہوا اور وہاں پہنچا جہاں جمنا اور چنبل ملتے ہیں یہاں اُس پاس خبر آئی کہ جو فوج قنوج میں اُس کی تھی وہ رابری میں ہے۔ اور شمس آباد کا قلعہ جس میں ابو محمد نیزہ باز کی فوج تھی دشمنوں نے حملہ کر کے لے لیا ہے۔ اس خبر کو سنکر بابر شاہ جھٹ پٹ دریا کو عبور کر کے قنوج کی طرف روانہ ہوا۔ اور آگے فوج کو دشمنوں کی خبر لانے کے لیے بھیجا جب وہ دو تین منزل پر تھا تو اُس پاس یہ خبر آئی کہ بِبن اور شیخ بایزید اور معروف افغانوں کے سردار اُس کے آنے کی خبر سنکر قنوج سے گنگا پار اُتر گئے ہیں اور مشرقی کنارے پر گنگا کے

افغانوں کی سرکوبی کا سامان

انھوں نے پڑاؤ ڈالا ہی۔ غرض بابر بھی قنوج میں پہنچا۔ یہاں تیس چالیس کشتیاں جا بجا سے جمع کر کے گنگا کا پل باندھنا شروع کیا۔ اور استاد علی قلی نے بھی اپنے توپخانے کو چلانا شروع کیا۔ اور ایک توپ بھی جسکا نام دیگ غازی تھا وہ بھی چلائی گئی۔ غرض اس توپخانہ کی توپیں پہلے دن آٹھ دفعہ اور دوسرے دن سولہ دفعہ چلیں اور اسی طرح پانچ چھہ روز تک وہ چلتی رہیں۔ اور پل بنتا رہا۔ جب پل تیار ہوگیا تو سپاہ نے عبور کیا۔ یہاں بابر نوروز اور ایام کے مسعود اور منحوس ہونے کے حساب میں رہا نہیں وہ دشمنوں کا جلد کام تمام کرتا۔ افغان بھی اپنی صفیں باندھ کر اور ہاتھیوں کو سامنے کر کے لڑائی کے میدان میں آئے اور لڑائی ہوئی اور افغان میدان سے بھاگے۔ اور چین تیمور سلطان اُنکے تعاقب میں گیا۔ مگر جو سپاہ اس تعاقب میں گئی اُسنے کچھ کام نہ کیا۔ بابر خود بھی لکھنؤ میں پہنچا اور گومتی کے پار اُترا۔ اور اجودھیا سے دو تین کوس پر پہنچا۔ شیخ بایزید بھی کہیں یہیں تھا۔ بابر کی فوج اُسکے پیچھے روانہ ہوئی تو وہ جنگل میں بھاگ گیا بابر یہاں چند روز مقیم رہا۔ اور اودہ کا خاطر خواہ بندوبست کیا۔ غرض دشمنوں کو گھاگرا پار اُتار دیا۔ اس سال کا باقی حال واقعات بابری میں نہیں پایا جاتا۔ اب بابر بادشاہ کا ارادہ گوالیار کی سیر کا ہوا۔ جمنا پار ہو کر قلعہ آگرہ میں آیا۔ اور یہاں اسکو بخار آنا شروع ہوا اور اس حالت مرض میں اُس نے خواجہ عبید اللہ احرار کے رسالۂ والدیہ کو نظم کیا۔ پھر غسل صحت ہوا اور اُسکا ایک جشن عالیشان ہوا۔ اُسکی عادت تھی کہ مصیبت کے دنوں کو ایسی ایسی دل لگیوں اور شغلوں میں کاٹتا۔

قلعہ رنتھنبور کا حال

بابر لکھتا ہی رانا سنگا کا ایک بیٹا رانی ہرومادتی سے بکرماجیت تھا وہ رنتھنبور میں رہتا تھا ایک بڑا معتبر سردار اُسکا اسوک نامی میرے پاس پیغام لایا کہ راجہ حضور کی فرمانبرداری کے واسطے اور ستر لاکھ ٹنکہ نذرانہ دینے کے لیے موجود ہی میں نے اُسپر کہا کہ مجھکو یہ امر منظور ہی وہ قلعہ رنتھنبور میرے حوالے کر دے میں اُسکو اُسی قدر جاگیر دیدونگا جسقدر وہ مانگتا ہی۔ یہ پیغام لیکر ایلچی واپس گئے اور جب گوالیار میں آیا تو ایک دن ملاقات کا بکرماجیت کے آدمیوں کے ساتھ مقرر کیا۔ مگر اُس روز معین پر کوئی آدمی حاضر نہوا۔ بعد چند روز کے پھر اسوک آیا اُس نے بکرماجیت اور اُس کی ماں کو خود جا کر جو کچھ حال گذرا تھا سنایا۔ یہ ماں بیٹے دونوں بابر کی اطاعت پر راضی ہوگئے۔ جب رانا سنگا نے سلطان محمود کو شکست دی تھی اور قید کیا تھا اُس پاس ایک تاج اور کمر بند بڑا گراں بہا تھا۔ رانا نے

بہار و بنگال کی لڑائیوں کا حال

جب اُس قیدی کو رہا کیا تو یہ دونوں چیزیں اُس سے لے لیں اب وہ بکرماجیت پاس تھیں یہ دونوں بیش بہا تحفے میری پیش کش میں آدمی کے ہاتھ بھیجے اور رنتھنبور کے عوض میں بیانہ مانگا مگر شمس آباد میں نے اُسکو دیا۔

میں شکار کھیل رہا تھا کہ آگرہ سے خلیفہ نے خط بھیجے اُن میں یہ لکھا تھا کہ شاہ سکندر لودی کے بیٹے محمود نے بہار کو فتح کر لیا (یہ محمود وہی ہی جو رانا سنگا کے ساتھ بابر سے لڑا تھا) اس خط کو پڑھتے ہی میں ایک دن میں آگرہ کے اندر آ گیا۔ اور مشورہ سے یہ امر قرار پایا کہ ممالک شرقیہ کی فتح کے واسطے میں خود جاؤں۔ غرض سب سپاہ کا سامان تیار کر کے ۹۳۵ھ ۱۵۲۹ء میں میں روانہ ہوا اور کڑکی میں پہنچا یہ مقام پرگنہ کڑہ میں ہی یہاں یہ متواتر خبر آئی کہ سلطان محمود پاس ایک لاکھ لشکر جمع ہو گیا ہی اور اس نے شیخ بایزید اور بتن کو بہت سا لشکر دیکر سرور کی طرف روانہ کیا ہے اور وہ خود اور فتح خاں گنگا کے کنارہ پر پڑا ہی اور چنار گڈھ پر حملہ کرنے کا ارادہ ہی۔ اور شیر خاں کو جسپر مینے بہت سے احسان کیے تھے اور بہت سے پرگنے جاگیر میں دیے تھے۔ اور اس طرف میں اُسکو حاکم بنایا تھا وہ بھی افغانوں کے ساتھ شریک ہو گیا۔ غرض یہ سب جمگھٹ بنارس کی طرف آیا۔ سلطان جلال الدین کے آدمی بنارس کو ان دشمنوں سے نہ بچا سکے بنارس کو چھوڑ کر چل دیے اور یہ بہانہ بنایا کہ وہاں قلعہ میں ہم آدمی اپنے چھوڑ آئے ہیں کہ وہ اُسکی حفاظت کے واسطے کافی ہیں۔ اور ہم آگے گنگا کے کنارے پر لڑنے کے لیے چلے آئے ہیں۔ تھوڑے دنوں بعد محمد بخشی کشتی میں سوار ہو کر دوسری طرف سے گنگا کے آیا اور یہ خبر لایا کہ محمود خاں پسر سلطان سکندر لودی جسکو افغانوں نے محمود شاہ بنایا تھا۔ اُس کا یہ حال ہوا کہ جب لشکر نے چنار گڈہ کا محاصرہ کیا اور انکو میرے پاس جانیکی خبر پہنچی تو اُنکے ہوش اُڑ گئے اور گھبرا کر ادہر اُدہر تتر بتر ہو گئے اور چنار کا محاصرہ اُٹھا لیا۔ اور بنارس پر جو افغان بڑہ آئے تھے وہ بھی اُلٹے ایسے بے سر و پا بھاگے کہ دریا میں دو کشتیاں اُنکی ڈوب گئیں۔ اور بہت سے آدمی اُنکے دریا میں خاک کے اندر مل گئے۔ پھر میں نے جمنا کے کنارے سے کوچ کیا اور چنار کے قلعہ کی سیر کی۔ یہاں باقی خاں خبر لایا کہ محمود خاں دریا سون کے کنارہ پر پڑا ہوا ہی۔ میں نے امیروں سے صلاح و مشورہ کیا تو یہ قرار پایا کہ کوچ پر کوچ کر کے جلد غنیم کی خبر لینی چاہیے۔ اس میں توقف نہ کرنا چاہیے۔ غرض میں

غازیپور میں پہنچا اور چوسہ (چوسر) میں مقام کیا۔ اور راور لشکر نے کرم ناسا پر خیمے ڈالے۔ پورب میں اُسوقت لوحانی اور لودی افغانوں میں آپس میں لڑائی جھگڑے ہو رہے تھے بہت سے طرفدار جلال خاں لوحانی پسر محمد شاہ لوحانی کے ہو رہے تھے۔ اس جلال خاں نے بابر پاس پیغام بھیجا کہ میں حاضر ہوتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ افغانوں کے ہاتھ سے اُس نے صدمہ اُٹھایا تھا۔ اور وہاں سے بھاگ کر بابر پاس آیا تھا۔ اِن باہمی فسادوں ہی نے افغانوں کی قوم کو تباہ کر دیا۔ اب بہار گنگا کے جنوب میں بابر کے تصرف میں تھا اور شمال میں شاہ بنگال کے قبضہ میں اس بادشاہ پاس بہت سی فوج اب بھی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ سلطنت دہلی میں سے جسقدر ملک اُسکے قبضہ میں تھا اُسی پر اکتفا کرے۔ اور باقی ملک پر جو لوگ قابض ہیں اُن سے لڑائی جھگڑا نکرے۔ اس نیت سے اُسکا سفیر اسمٰعیل مِتا بابر کے پاس رہتا تھا۔ بابر نے اِس سفیر کو اور ایک اپنے آدمی کو شاہ بنگال پاس بھیجا اور یہ لکھا کہ وہ اپنی تمام فوج کو اُس ملک سے جسمیں وہ کوچ کر رہا ہی اپنے پاس بلالے۔ اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اس سپاہ کو خیر و عافیت سے تُرک اُس پاس پہنچا دینگے اور کچھ اُن کو راہ میں تکلیف نہ ہوگی۔ اگر اس امر سے شاہ بنگال انکار کریگا تو خود اپنے پاؤں میں کلھاڑی ماریگا۔ اور جو آفت اُس پر پڑے گی وہ اپنے ہاتھ سے اُس پر آئیگی۔ غرض اس بات کا جواب نہ آیا۔ اور بابر سے صبر نہ ہوسکا وہ گنگا سے اُتر کر بنگالیوں سے لڑنے لگا۔ اگرچہ بابر گنگا پار اتر گیا تھا۔ مگر گھاگرا اترنا باقی رہا تھا۔ غنیم وہاں پڑا تھا جہاں گھاگرا اور گنگا یہ دونوں دریا ملتے ہیں۔ مگر بابر پاس کشتیوں کا سامان ایسا اچھا تھا کہ اُس نے بنگالیوں کی کشتیوں کو مار پیٹ کر بھگا دیا۔ اگر یہ صورت پیش نہ آتی تو وہی کشتیاں بابر کے حق میں سنگِ راہ ہوتیں۔ بنگالیوں نے بابر کو اُترنے سے روکا۔ بنگالی توپ چلانے میں بڑے استاد مشہور تھے اس طرف بھی علی قلی توپچی موجود تھا۔ غرض دونوں طرف سے توپوں کی مار شروع ہوئی۔ دریاؤں کے پار جا کر لڑائیاں شروع ہوئیں بابر کی فوج نے بنگالیوں کی فوج کو مار کر بھگا دیا۔ اور بہت سے سپاہیوں کو قید کر لیا۔ پھر شاہ بنگال سے صلح ہو گئی۔ اور جب بابر کا ارادہ آگرہ کا ہوا تو اُس کو یہ خبر ملی کہ بِبن اور بایزید بنگال کی فوج لیکر گھاگرا پار اُتر گئے ہیں اور لکھنؤ پر قبضہ کر لیا ہی۔ یہاں کے قلعہ میں گھاس ایک جگہ بہت سی جمع تھی اُس میں آگ لگ گئی۔ اس آگ کی گرمی سے قلعہ تنور ہو گیا۔ اور اُسکی فصیل پر کھڑے رہ کر لڑنا

دشوار ہوگیا۔ اور اُسکے پیچھے جو لشکر روانہ ہوا اُس نے اُنکو بندیل کھنڈ میں گنگا جمنا وار پار پراگندہ کر دیا۔ اب برسات آگئی۔ بادشاہ آگرہ میں آگیا۔ اور باغ بہشت میں مزے اُڑانے لگا اور بنگالہ سلطان جنید برلاس کے سپرد کر دیا اب آگے اس سے واقعات بابری میں کچھ نہیں لکھا اسی بیان پر اُس کا خاتمہ ہوگیا۔

اب اس گل کی بھی خزاں آگئی۔ مرنے سے پندرہ مہینے پیشتر بیشتر مزاج کچھ نہ کچھ مرض میں مبتلا رہتا تھا۔ اپنی واقعات میں بھی اس زمانہ کا کچھ حال نہیں لکھا ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ قلم کا زور بھی ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔ اور سستی اور کاہلی نے چستی و چالاکی کی جگہ لے لی تھی۔ ہمایوں بغیر اُس کی اجازت کے کابل سے چلا آیا۔ ہمایوں کا حال یہ ہی کہ بابر ممالک کابل و بدخشاں کے انتظام و استحکام کو اپنے ذمّے واجب جانتا تھا۔ اس نے ۹۱۶ھ میں جب خان مرزا کا انتقال ہوگیا تو ہمایوں کو بدخشاں مرحمت کیا اور اُسکو بہت ملازموں کے ہمراہ ۹۔ رجب کو ۹۱۶ھ کو وہاں روانہ کیا۔ جب ۹۱۸ھ میں بدخشاں سے قاصد خبر لائے کہ ہمایوں نے چالیس پچاس ہزار سپاہ جمع کر کے ثمرقند کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ہی اور حرف صلح بھی درمیان ہی۔ بابر نے اُسی وقت ہمایوں کو منشور لکھا کہ اگر کار مصالحت سے باہر نہ ہوگیا ہو تو جب تک مہم ہندوستان صاف نہو صلح رکھنی چاہیے۔ انشاء اللہ تعالےٰ کار ہندوستان جو قریب الاختتام ہی تمام کر کے میں خود وہاں آؤں گا۔ بیٹے ہمایوں کا حال

ہمایوں ایک سال تک بدخشاں میں عشرت پیرا رہا کہ یکبارگی باپ کے دیکھنے کا شوق ایسا دامنگیر ہوا کہ بدخشاں پر سلطان ویس کو جسکا داماد میرزا سلیمان تھا حوالہ کر کے قبلہ و کعبہ کی طرف چلا ایک روز میں کابل آیا۔ میرزا کامران قندھار سے کابل میں آیا ہوا تھا۔ عید گاہ میں دونو بھائیوں میں ملاقات ہوئی۔ میرزا کامران نے حیران ہو کر بھائی سے پوچھا کہ کیوں جاتے ہو فرمایا کہ باپ کا اشتیاق کشاں کشاں مجھے لیے جاتا ہی مرزا ہندال کو کابل سے بدخشاں کی حراست کے لیے بھیجا۔ اور تھوڑے دنوں میں باپ کے پاس دار الخلافت آگرہ میں پہنچا۔ میرزا حیدر نے اپنی تاریخ رشیدی میں یہ لکھا ہی کہ ۹۳۵ھ میں بابر نے ہمایوں مرزا کو طلب کیا۔ اور یہ واقعہ اس طرح ہی کہ میرزا خان ابن سلطان محمود مرزا ابن ابوسعید مرزا نے جو بدخشاں میں تھا وفات ہمایوں کے آنے کا حال تاریخ رشیدی میں لکھا ہے

پائی تو اُس کا ایک بیٹا سلیمان تھا اُسکو بابر نے اپنے پاس بلا لیا اور اپنے سب سے بڑے بیٹے ہمایوں مرزا کو بدخشاں بھیجا۔

سنہ ۹۲۶ھ سے سنہ ۹۳۵ھ تک ہمایوں مرزا بدخشاں میں باپ کے ساتھ تھا جب ہندوستان فتح ہوا تو اُسوقت بادشاہ کے دو بیٹے حد شباب کو پہنچے تھے اُن میں سے ایک ہمایوں مرزا کو اپنے پاس بلا لیا اس لیے کہ فرزندوں میں سے ایک اپنے پاس رہے۔ اگر واقعہ ناگزیر پیش آئے تو جانشین پاس ہو۔ ان وجوہ سے بادشاہ نے ہمایوں مرزا کو ہندوستان میں طلب کیا۔ اہل بدخشاں نے ہمایوں مرزا سے عرض کیا کہ بدخشاں کے پیچھے اوزبک لگے ہوئے ہیں اور قدیم کینہ ہم کو رکھتے ہیں آپ تو ہندوستان جاتے ہیں بدخشاں کی حفاظت امرا سے نہیں ہو سکے گی۔ ہمایوں مرزا نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کہتے ہو صحیح ہے مگر میں باپ کے حکم سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ میں بہت جلد کسی اپنے بھائی کو بھیج دیتا ہوں۔ آدمیوں کو اس طرح تسلی دیکر اُس نے ہندوستان کی راہ لی۔ اہل بدخشاں مایوس ہوئے۔ ہمایوں ہندوستان میں آیا۔ فقیر علی کو بدخشاں میں اُس نے مقرر کیا۔ ہمایوں باپ کے پاس مدتوں تک رہا تھا اور باپ اُسکے ساتھ مصاحبانہ سلوک کرتا تھا اور بارہا کہا کرتا تھا کہ ہمایوں مصاحب بے بدل ہے۔ جب ہمایوں بدخشاں سے چلا آیا تو سلطان سعید خاں کاشغر کے خوانین میں سے تھا اور نسبت خویشی کی بابر کے ساتھ رکھتا تھا رشید خاں کو یارکند میں چھوڑ کر بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان ویس کو طلب کیا۔ پہلے اس سے کہ وہ بدخشاں میں پہنچے مرزا ہندال بدخشاں میں آگیا تھا اور قلعہ ظفر کو اپنا عشرتکدہ بنایا تھا ملک میں امن امان تھا۔ سعید خاں نے تین مہینہ قلعہ کا محاصرہ کیا مگر بے بہرہ کاشغر کو اُلٹا گیا تھا۔ ہندوستان میں بابر سے یہ کہا گیا کہ کاشغریوں نے بدخشاں لے لیا۔ بابر نے بدخشاں کی مہام کے انتظام کے لیے خواجہ خلیفہ کو جانے کا حکم دیا۔ خواجہ نے اپنے معاملہ فہمی سے جانے میں تقاعد کیا بادشاہ نے ہمایوں سے کہا کہ تم جانے میں اپنی کیا صلاح جانتے ہو تو اُس نے عرض کیا کہ جب حضور کی ملازمت سے دور ہوا تھا تو مجھے اسقدر آزار و گزند پہنچا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنے اختیار سے حضور کے قدموں سے جدا نہ ہونگا آگے حضور مالک ہیں بندہ فرمانبردار ہے۔ اسواسطے مرزا سلیمان کو بدخشاں اُس نے رخصت کیا۔ اور سلطان دانیال کو لکھا کہ ہم مرزا سلیمان کو بھیجتے ہیں اُسکو مناسب ہے کہ

بدخشاں حوالہ کردے ہم نے وارث کو میراث سپرد کی ہی آیندہ تمکو اختیار ہی۔ ہم نے پہلے لکھا تھا کہ بدخشاں میں امن امان ہوگیا تھا۔ مرزا ہندال نے مرزا سلیمان کو بدخشاں حوالہ کردیا اور خود ہندوستان کی طرف چلا۔

بابر نے کچھ دنوں بعد ہمایوں کو سنبھل میں کہ اُسکی جاگیر تھا بھیجدیا تھا۔ چھ مہینے تک رہا یہاں عیش و عشرت میں مصروف رہا کہ یکایک بخار چڑھا۔ رفتہ رفتہ وہ بڑھتا گیا۔ جب بادشاہ کو یہ خبر جانکاہ پہنچی تو اُس نے بیقرار و بے تاب ہوکر حکم دیا کہ ہمایوں کو دہلی لے جائیں اور وہاں سے کشتی میں بٹھاکر آگرہ روانہ کریں تاکہ میری آنکھوں کے سامنے حاذق طبیب معالجہ کریں۔ اور اطبا کی جماعت کثیر جو میرے پاس ہی وہ اُسکے علاج میں صحیح تدبیرات کریں دریا کی راہ سے تھوڑے دنوں میں ہمایوں آگرہ میں آگیا۔ ہرچند اطبا نے علاج میں سر مارا اور صحیح تدبیرات کیں مگر کچھ افاقہ و صحت کی صورت نظر نہ آئی۔ جب ساری طبابت ختم ہوچکی تو ایک روز جمنا کے کنارے پر بادشاہ بیٹھا بیٹھا طبیبوں کے ساتھ معالجہ کے باب میں اندیشہ کررہا تھا کہ میر ابوالبقا کہ اس زمانہ کے اعاظم افاضل میں سے تھا اُس نے عرض کیا کہ پہلے عاقل بزرگوں سے سنتے چلے آتے ہیں کہ اس طرح کے امور میں جب اطبا ظاہری معالجہ میں عاجز ہوں تو چارہ کار یہ ہی کہ جو چیز سب سے زیادہ بہتر اور عزیز ہو اُس کو تصدق کرتے ہیں اور خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ اُسوقت بابر نے فرمایا کہ میرے لخت جگر ہمایوں کے نزدیک سب سے بہتر عزیز تر میں ہوں اور اُس کے پاس کوئی چیز مجھ سے زیادہ بہتر و شریف تر نہیں ہی میں اپنے تئیں اُس پر فدا کرتا ہوں خدا قبول کرے خواجہ خلیفہ اور اور مقربین درگاہ نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا فرماتے ہیں ہمایوں عنایت الٰہی سے صحت عاجل پائیگا اور عمر طبیعی کو پہنچے گا۔ جو پہلے بزرگوں نے صدقہ کے باب میں ارشاد کیا ہی اُسکا مطلب یہ ہی کہ مال دنیا میں جو بہتر ہو وہ تصدق کیجیے۔ پس وہ الماس بے بہا جو جنگ ابراہیم میں ہاتھ لگا ہی وہ ہمایوں کو دیجیے کہ اپنے اوپر سے صدقہ اُتاریں۔ اُس پر بابر نے فرمایا کہ دنیا کا مال کیا وقعت رکھتا ہی اور وہ ہمایوں کا عوض کس طرح ہوسکتا ہی میں خود اپنے تئیں اُسپر فدا کرتا ہوں اُسکا حال ایسا غیر ہوگیا ہی کہ میں اُسکو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ بعد ازاں اُس نے خلوت میں جاکر اپنے خاص طریقہ سے مناجات کی اور تین دفعہ ہمایوں کے گرد صدقہ پھرا۔ اُسکی دعا قبول ہوئی۔ طبیعت پر گرانی شروع ہوئی تو

ہمایوں کی بیماری

اُس نے کہا کہ میں نے ہمایوں کی بلا لے لی لے لی۔ فی الفور بادشاہ کو بخار چڑھ آیا اور ہمایوں کے بخار میں خفت شروع ہوئی اور تھوڑے دنوں میں صحت کامل عطا ہوئی۔ اور بابر کی طبیعت اور زیادہ بگڑنی شروع ہوئی۔ اُس کے حال سے رحلت وانتقال کی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں تو بابر نے ارکان دولت اور اعیان مملکت کو بلایا۔ ہمایوں کے ہاتھ پر اُس نے بیعت خلافت کرائی اور اپنا جانشین اور ولیعہد مقرر کیا اور تخت خلافت پر اُسکو بٹھایا اور خود پایہ تخت کے نیچے صاحب فراش پڑا رہا۔ خواجہ خلیفہ و قنبر علی بیگ و تردی بیگ و ہندو بیگ اور ایک جماعت اُسوقت موجود تھی۔ اُن کے روبرو ہمایوں کو یہ نصائح فرمائیں کہ داد و دہش عدل و احسان تحصیل رضائے الہی۔ رعایت رعایا۔ نگہبانی خلائق تقصیر والوں کا عذر قبول کرنا۔ گنہگاروں کے جرائم کا بخشنا۔ کار آگہوں کے جرم کی رعایت کرنی۔ سرکشوں کو پامال کرنا۔ ستمگاروں کو ہدایت کرنا۔ ان سب باتوں میں اہتمام کرنا اور سب سے زیادہ یہ میری نصیحت یاد رکھنا کہ بھائیوں کا قصد نکرنا گو وہ اُسکے سزاوار ہوں۔ ہمایوں نے باپ کی اس نصیحت و وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ بھائیوں نے کیا کیا جفائیں اُس پر کیں مگر اُس نے کبھی انتقام لینے کا قصد نہیں کیا مگر اُسوقت خلیفہ نظام الدین کو دل میں ہمایوں کی طرف سے کچھ وہم اور خوف پیدا ہوا اُس نے اپنی کوتاہ اندیشی سے یہ چاہا کہ مہدی خواجہ بادشاہ کا داماد بادشاہ ہو۔ یہ بات لوگوں کو معلوم ہوگئی تھی اور دربار اُس کا لگنے لگا تھا۔ اور خواجہ مہدی کو بھی یقین اپنے بادشاہ ہونے کا ہوگیا تھا۔ یہ شاہزادہ نوجوان مزاج کا لاؤبالی تھا۔ اس لیے میر خلیفہ جانتا تھا کہ وہ میرا ہمیشہ محکوم رہے گا۔ اور میں سلطنت کے مزے اڑاؤنگا مگر خواجہ مہدی سے ایک کام ایسا سرزد ہوگیا کہ وزیر اپنی امید سے نا امید ہوا اور اُسکا حال طبقات اکبری میں یوں لکھا ہے کہ ایک روز خواجہ مہدی کے مکان پر خلیفہ ملنے گیا اور محمد مقیم مصنف طبقات اکبری کا باپ اُسکے ہمراہ تھا کہتے ہیں اُسکے لیے آدمی دوڑے آئے کہ چلو بادشاہ کا دم ہونٹوں پر ہے خلیفہ جب اُٹھا تو مہدی خواجہ تعظیماً دروازہ تک پہنچانے گیا۔ اور محمد مقیم پیچھے رہگیا۔ تعظیم کے سبب آگے قدم نہ رکھ سکا خلیفہ جب دور نکل گیا تو مہدی خواجہ اپنی آپ بڑبڑانے لگا کہ خدا چاہے تو عنقریب اس پیر نابالغ کی کھال کھچواتا ہوں پھر جب اپنے منہ موڑا تو محمد مقیم کو دیکھا کہ وہ دروازہ سے نکل رہا تھا تو اُسکے اوسان خطا ہوئے مگر اُسنے محمد مقیم کے کان پکڑ کر خوب اینٹھے اور بیساختہ یہ مصرع پڑھا کہ ع زبان سرخ سر سبز مید ہد برباد محمد مقیم نے یہ داستان خلیفہ کو سنائی اور سمجھایا کہ اے خلیفہ یہ کیا تیری ناعاقبت اندیشی ہے کہ تو

ہمایوں جیسے دانشمند تجربہ کار اور اُسکے لایق بھائیوں کو چھوڑکر اس سفلہ مزاج کا حامی ہوتا ہی
اور سلطنت کو بابر کی نسل سے دوسرے خاندان میں منتقل کرتا ہی۔ اس فہمایش پر وہ اپنے خیال خبط
سے باز آیا۔ اور راہ راست پر آیا۔ اور ہمایوں کا دوست بنا۔ اور خواجہ کے واسطے بادشاہ
کے نام سے حکم دیدیا کہ وہ دربار میں آنے نہ پائے اور نہ کوئی اُس پاس جائے غرض ۵ جمادی الاول
۹۳۷ھ (۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء) کو اُسی باغ میں جسکو بابر نے جمنا کے کنارہ پر لگایا تھا اُس کی بہار عمر آخر ہوئی اور وصیت
کے موافق لاش کابل بھیجی گئی۔ اُسپر ایک عالیشان مقبرہ جہانگیر نے بنوایا ہی کہ اب بھی سیاح
دنیا کی بے نظیر عمارتوں میں شمار کرتے ہیں۔ بہشت روزی باد تاریخ وفات ہے ؎ بابر کی وفات
ہمایوں بود وارث ملک وے + ہمایوں کے جلوس کی تاریخ ہی۔ بابر کی عمر پچاس برس کی تھی اور
اڑتیس برس اُس نے سلطنت کی۔ خدا کی قدرت سے یہ امر بعید نہیں ہی کہ بابر کی دعا اور التجا جناب
الٰہی میں مقبول ہوئی ہو۔ جو لوگ تاثیر دعا کے قائل ہیں وہ بابر ہی کی طرح یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ
اُس نے دعا کے لیے کیا ہاتھ اُٹھایا گویا جان ہی سے ہاتھ اُٹھایا تھا۔ مگر جو فقط عقل کے پابند ہیں
وہ اس رائے کے دینے میں سنگدلی کرتے ہیں کہ مے نوشی کی کثرت نے بابر کو جلد ضعیف کردیا
آخر عمر میں اکثر مریض رہنے لگا جب اس حالت ضعف میں اپنے لخت جگر کا یہ حال متغیر دیکھا تو دلپر
ایسا صدمہ پہنچا کہ زندہ نہ رہ سکا۔

خلیفہ بابر کے قدیمی رفیقوں میں تھا۔ کیا تعجب کی بات ہی کہ بابر جیسے دانشمند بادشاہ کے
روبرو اور ہمایوں جیسے تجربہ کار وارث کے سامنے اُسکو یہ قدرت اور جرأت پیدا ہوئی ہو کہ خواجہ
مہدی کے بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ اب اس تعجب پر تعجب یہ ہی کہ آگے چلکر کہیں تاریخ میں
خلیفہ کا نام بھی نہیں آتا نہ اکبرنامہ کچھ اُس کے باب میں بولتا ہی نہ فرشتہ کچھ کہتا ہی معلوم نہیں
بیچ میں کون فرشتہ اُسکو کھا گیا۔ خواجہ خلیفہ نظام الدین

بابر نے سلطنت کو اتنا بڑھا کر دنیا سے آگے قدم بڑھایا کہ ہندوکش سے پرے بدخشاں اور
قندوز تک اور دریا سیحوں کے تمام جنوبی اضلاع بلخ کی سرحد تک اور ہندوکش کے جنوب کی
طرف کابل۔ غزنی۔ قندھار۔ ہندوستان میں پنجاب اور کوہ ہمالیہ اور راجپوتانہ کے درمیان
کا حصہ اور بہار کا بڑا حصہ سوائے اُسکے افغانستان کے بہت سے کوہستانی اضلاع ایسے تھے کہ بابر کی سلطنت کی حد

جنکے اندر اُس کی سلطنت برائے نام تھی۔

بابر کا جو کچھ حال ہمنے لکھا ہی اُستے عادتیں اور خصلتیں اُس کی سمجھدار سمجھ جائینگے مگر جب تک واقعات بابری کا بیان زبان پر نہ آوے بابر کے کمالات اور فضائل پردہ کے اندر ہی رہتے ہیں۔ اس کتاب میں اُس نے سوانح عمری اپنی ۹۲۶ھ ۱۵۲۰ء تک سچی سچی ٹھیٹھ ترکی زبان میں لکھی ہی۔ کہیں کہیں غوطہ بھی لگ گیا ہی۔ ۹۰۸ھ سے ۱۵۰۸ء ۱۵۱۹ء تک کچھ حال نہیں لکھا۔ اور سوائے اُس کے کہیں اور بھی کسی کسی زمانہ کا حال چھوڑ گیا ہی۔ اکبر کے ۳۴ سنہ جلوس مطابق ۹۹۸ھ ۱۵۹۰ء میں مرزا خانخاناں نے فارسی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ کیا ہی۔ اُس میں نہ توزک تیموری کی سی بناوٹ نہ توزک جہانگیری کی سی طمطراق پائی جاتی ہے۔ واقعات کا ایک بے تکلف بیان سادہ اور سچا کرتا جاتا ہی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عجیب غریب کتاب بے نظیر ہی زبان کی فصاحت بیان کی بلاغت اُس کی اہل زبان کے نزدیک مسلّم ہی۔ زبان اسکی ٹھیٹھ ترکی ہی۔ عربی و فارسی الفاظ کا خرچ اُس میں زیادہ نہیں طرز ادا اور انداز بیان وہ غضب کا ہے کہ اگر اُسکو کھول کر پڑھیئے تو کہیں افسانہ کا مزہ آتا ہی۔ کہیں تاریخ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہیں یہ معلوم ہوتا ہی کہ آج کل کے کسی بڑے محقق جغرافیہ داں کا جغرافیہ پڑھ رہے ہیں جو کبھی کسی ایشیا والے کو لکھنا نصیب نہیں ہوا۔ جن ملکوں میں وہ رہا سہا لڑا بھڑا اُن کا حال تو ایسا لکھا ہی کہ تصویر اُس کی آئینہ کے اندر نظر آتی ہی۔ پہاڑوں کا بیان اُن پر برف گرنے کا نذکرہ اُن پر سپروں کو رکھ رکھ کر کھسلنا۔ سبزہ زاروں کا لہلہانا۔ نہروں کا لہرانا۔ دریاؤں کا بہنا۔ جنگلوں کا گھنا گھنا ہونا غرض کسی بات کو چھوڑا نہیں۔ نباتات اور حیوانات کا حال جو لکھا ہی اور اُس میں ایک ملک کے میووں کی پود دوسرے ملک میں لگانے کی جو حکمتیں اور ایسی ہی اجنبی ملکوں میں جو جانوروں کی پرورش کی ترکیبیں لکھی ہیں اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو ایک عجیب قدرت خداداد قدرتی اشیاء کے بیان کرنے کی حاصل تھی۔ خدا نے اُسکو طبیعت ایسی رنگیں اور شگفتہ بنائی تھی کہ باوجود زمانہ نے اُسکو اسقدر نشیب و فراز دکھائے ہیں کبھی تخت پر بٹھایا اور کبھی بوریا بیٹھنے کو نہ دیا۔ مگر اُس کا مزاج اس شاہی اور گدائی میں ایک ہی طرح کا رہا جس حال میں رہا خوش رہا۔ جسوقت کہ سمرقند کی سلطنت سے محروم ہوا

واقعات بابری

اور جتیا بھر زمیں اُس پاس نہ رہی تو وہ لکھتا ہی کہ آج میں نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور نیند بھر کے سویا۔ اگر رزم کا بیان ہی تو دلچسپ ہی اور اگر بزم کا ذکر ہے تو دلکش ہی۔ وہ اپنے شراب کے جلسوں کا ذکر جابجا کرتا ہے وہ لکھتا ہی کہ پہلے پہل شراب ہرات میں چچازاد بھائیوں نے بڑی منت سے پلائی۔ پھر اُس کا چسکا ایسا لگا کہ کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں اُس کا لطف نہ اُٹھاتا یاروں کے جلسے جماتا۔ اور خوب شرابیں اُڑاتا۔ ایک سنگ مرمر کا حوض بنوایا اور اُس کو شراب سے لبالب بھروایا۔ اور اُسکے کنارہ پر یہ شعر کندہ کرایا۔

نوروز و نوبہار و مے و دلربا خوش است ؎ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

دوستوں کو ساتھ لیکر کبھی باغوں کی سیر کرتا۔ کبھی سبز پہاڑوں پر چڑھتا۔ کبھی کشتیوں میں بیٹھتا اور عالم آب کی سیر کرتا۔ کشتیوں کو دوڑاتا۔ آپ گاتا اوروں کو گواتا۔ رباب پر ترکی تانوں کو اُڑاتا۔ شراب خود پیتا اور اور اولفتوں کو منتیں کر کے پلاتا۔ کبھی کوئی نشہ میں لڑکھڑاتا تو اور یاروں کے ہاتھ اُسے گھر بھجواتا۔ یاروں کے ساتھ دھول دھپا لڑتا۔ خود اُنکو کچھ کہتا اور آپ کچھ سنتا۔ غرض کس کس بات کا بیان کیجیے۔ وہ جن عیبوں کو کرتا ایسے ہنر کے ساتھ کرتا کہ وہ عیب عیب نہ معلوم ہوتے۔ بُرے کاموں میں شہد کی مکھی نہ بنتا کہ جب نکلنے کا قصد کرے پر ٹوٹ کر وہیں رہ جائے۔ بلکہ وہ مصری کی مکھی بنتا کہ مزا اُڑاتا اور جب چاہتا اُڑ جاتا۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ نیت ہی چالیس برس کی عمر کے بعد شراب سے توبہ کروں اور پھر اُسے منہ نہ لگاؤں اس لیے اُنتالیسویں برس میں بہت سی شراب پیتا ہوں۔ مگر یہ عہد اُس کا پورا نہ ہوا۔ ۹۳۳ھ میں اُس نے شراب سے توبہ کی ہی۔ وہ اس بادشاہی پر عمر گذشتہ کا تاسف کیا کرتا تھا۔ اپنے لڑکپن کے دوستوں کی یادیں پہروں رویا کرتا تھا۔ ماںبہنوں اور عزیز و اقارب کا تذکرہ اس طرح کرتا کہ گویا یہ اُن کی بغل میں بیٹھا ہوا تھا۔ دوست آشناؤں کے سب برے بھلے کاموں کو بے تکلف بیان کرتا خواجہ کلاں اُس کا بڑا دوست تھا۔ کابل میں اسکی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اُسکے ایک خط میں اول کچھ کاروبار سلطنت کا ذکر لکھا ہی۔ پھر یہ لکھا ہی کہ اب میں نے شراب سے توبہ کی ہی۔ تم بھی توبہ کر لو۔ شراب پینے کا جب ہی تک لطف تھا کہ ہم سب پُرانے یار ایک جگہ بیٹھکر پیتے تھے۔ تنہا شراب پینے میں کیا خاک مزہ ہی۔ صرف دو قدیمی یار حیدر قلی اور شیر احمد تمھارے پاس باقی رہ گئے

ہیں۔ ہائے مجھے کیا رشک اسپر آتا ہی کہ تم کابل کے مزے اُڑاتے ہو۔ اتفاق سے ایک تربوز میرے پاس آیا۔ اُسے جب تراشا تو مجھے اپنی تنہائی پر کیسا افسوس آیا قتلے تربوز کے مُنہ میں رکھتا جاتا۔ اور آٹھ آٹھ آنسو روتا جاتا تھا۔ یہ سب یار انے کی باتیں لکھکر اُسنے معذرت میں یہ فقرہ لکھا۔ کہ میری اس تحریر سے تم مجھے احمق نہ سمجھنا۔ جس عمر میں لڑکے ننے کے گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اُس عمر میں وہ شہسوارین کر میدان جنگ میں وہ جید سپاہیوں کے کام کرتا کہ عقل حیران ہوتی تھی گو لڑکپن ہی سے وہ بڑا سپاہی تھا۔ مگر عمدہ سپہ سالار جب ہی بنا کہ بہت سی شکستیں کھائیں اور دیں۔ ہندوستان کے میدانوں میں جو لڑائیاں لڑا اُسنے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو سپہ سالاری کے کام میں بھی پرلے درجہ کا کمال حاصل ہو گیا تھا وہ آزاد منش اور رحم دل تھا۔ بعض مثالیں اُسکے رحم دلی کی واقعات میں قابل یاد رکھنے کے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ اُس کا ایک دوست شراب کی مجلس میں گر کر مر گیا۔ اُس کے غم میں دس روز تک آنکھ سے آنسو نہ تھما۔ جانوں کی بڑی حفاظت کرتا۔ جن دشمنوں نے اُس کے ساتھ دغا اور فریب بھی کیا۔ اُن کا قصور اُس حالت میں معاف کر دیا کہ انتقام لینا اُس کے ہاتھ میں تھا۔ ابراہیم کی ماں کا بیان پڑھ آئے ہو کہ اُس زہر دینے والی عورت کو اُس نے چھوڑ دیا۔ مگر کبھی کبھی تیموری اور چنگیز خانی رگ بھی چڑھ آتی تھی۔ افغانستان اور ہندوستان کی لڑائیوں میں اُس نے قیدیوں کو بڑی بیرحمی سے قتل کیا۔ اور کھوپڑیوں کے مینار کس خوشی اور مسرت سے اپنی آنکھوں کے سامنے چنوائے ایک دفعہ اسقدر قیدی قتل کروائے کہ اُن کا خون اسقدر بہا کہ تین دفعہ خیمہ بادشاہی اس اندیشہ سے اُکھیڑا گیا کہ خون آلودہ نہو۔ اُس کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک جگہ پڑا نہ رہتا۔ مرنے سے تھوڑے دنوں پہلے لکھتا ہی کہ گیارہ برس کی عمر سے دو رمضان ایک جگہ نہیں ہوئے کیوں ہوتے جب لڑائی بھڑائی سے فرصت نصیب ہوتی تو سیر و شکار سے رخصت نہ ملتی۔ باوجود علالت مزاج فقط تفریح طبع کے واسطے دو دن میں کالپی سے آگرہ (۱۶۰ میل) گھوڑے پر اُڑ گیا۔ دو دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کشتیاں موجود تھیں مگر وہ گنگا جیسے دریا کو کپڑے اُتار اور ننگی تلوار ہاتھ میں لے پیر کر پار اُتر گیا۔ وہ لکھتا ہی کہ جو دریا راہ میں آتا اُس سے تیر کر پار اُترتا۔ الحاصل جیسی خدا نے اُسکو جہانبانی اور کشورستانی کے لیے عقل مناسب اور ہمت بلند عطا فرمائی تھی۔ ایسی ہی اُس

کاموں کے واسطے فہم اور سمجھ عنایت کی تھی۔ عمدہ عمدہ باغ لگوائے نہریں تالاب بڑے فائدہ مند کھدوائے۔ بیگانہ ملکوں کے پھول پھلواری میوہ دار درخت لگوائے۔ یہ اُسی کا کام تھا کہ یہ کام اُسوقت کرتا کہ زمانہ اُسکو نیچے گراتا اور مصیبتوں اور آفتوں کو اُس کے سر پر چڑھاتا وہ اِن گل بوٹوں اور شعر غزل سے دل بہلاتا۔ سوائے ان واقعات بابری کے اُسکی اور تصنیفات بھی ہیں۔ ایک ترکی زبان میں دیوان ہے متانت اور بلاغت اُس کی مشہور ہے۔ مثنوی مبین اُس کی ایسی مثنوی ہے جس کو سب اُستاد مستند گنتے ہیں۔ ترجمہ رسالہ والدیہ خواجہ احرار کا مطبوع خاص عام ہے۔ اس تمام تصنیفات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی زبانوں سے ماہر تھا۔ اور شاعر شیریں کلام تھا۔ علم عروض و قوافی سے بہرا کافی رکھتا تھا وہ اپنی طبقات میں ایک جگہ لکھتا ہے ۹۳۲ سنہ میں جب ہندوستان کو آتا تھا ایک دن میں کشتی میں سوار تھا اور اُس میں بعض شاعر بھی میرے ساتھ تھے۔ جیسے کہ شیخ ابوالوجد و شیخ زین و ملّا علیخاں تردی بیگ اور بعض اور بھی تھے۔ اس صحبت میں محمد صالح کی اس بیت کا مذکور ہوا۔

محبوبہ بے عشوہ گرے را چہ کند کس | جائے کہ تو باشی دگرے را چہ کند کس

میں نے کہا کہ اس زمین میں اشعار کہیں صاحب طبع اس میں مصروف ہوئے۔ ملّا علی خاں کے ساتھ مطالبہ کے طور پر بطریق بدیہہ میں نے یہ بیت کہی ؎

مانند تو مدہوش گرے را چہ کند کس | نرگاو کسے مادہ خرے را چہ کند کس

اس سے پہلے نیک و بد و جد و ہزل جو دل میں آتا تھا بطریق مطایبہ کے کہتا تھا۔ ان ایام میں مبین کو نظم کرتا تھا میری خاطر فاتریں اور دل حزیں میں یہ آیا کہ حیف ہے کہ جس زباں سے میں ایسے الفاظ کو درج کروں۔ پھر اپنا فکر لیے قبیح سخنوں میں خرچ کروں اور افسوس ہے کہ جس دل سے ایسے معانی ظہور میں آئیں پھر اُس کے خیال میں زشت مضامین سمائیں۔ پھر اُسدن سے میں نے شعر و نظم ہزل و ہجو کو چھوڑ دیا۔ مگر بیت مذکور کے کہنے کے وقت مجھے اس اپنی پہلی بات کا خیال نہ رہا۔ بعد ایک دو روز کے جب میں بکرام (پیشور) میں آیا تو لرزہ سے بخار آیا پھر کھانسی ہوئی اس میں خون آنے لگا تو میں نے جانا کہ یہ تنبیہ کیوں ہوئی ہے۔ فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

اشعار ترکی لکھے ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے - کہ اے زبان میں تیرا کیا کروں تیرے سبب سے میرا دل تمام خون ہو رہا ہے تو کب تک اس طرح کے شعر کہیگی کہ جنمیں سے ایک فحش ہے اور ایک اُن میں سے دروغ ہے - اگر تو یہی کہے تو اس عرصہ سے اپنی باگ موڑ - پھر میں نے از سر نو استغفار مانگی اور اعتذار کیا - اور پھر اس اندیشۂ باطل کے سوچ سے اور اس پیشۂ نالایق سے دل کو سرد کر قلم کو توڑا -

بابر ہی تھا کہ جس نے ہندوستان میں خاندان مغلیہ کی سلطنت کی بنیاد جمائی - تیمور اُس کا دادا اور چنگیز خاں نانا تھا - سنہ ۱۴۸۲ میں پیدا ہوا - سنہ ۱۵۳۰ میں مر گیا - گیارہ برس کی عمر میں فرغانہ میں بادشاہ ہوا - اڑتیس برس بادشاہ رہا - اس چھوٹی سی ریاست کو وراثت میں پاکر ایسا سلطنت کو وسیع کیا کہ ہندوستان کا مالک ہوا - دس برس بھائی بندوں سے اور دشمنوں سے لڑتا بھڑتا رہا اور اتنی تھوڑی مدت میں وہ آفتیں اُٹھائیں اور مصیبتیں جھیلیں کہ شاید کسی بادشاہ نے کئی کئی پشتوں میں اُٹھائی ہونگی - کبھی سر پر تاج شاہی ہوتا - کبھی قدم رکھنے کو جگہ نہ ملتی - جیسا دل کا سخت اور طبیعت کا مصیبت پسند تھا - ایسا ہی مزاج کا رنگین تھا - رنج اور مصیبت میں عیش و عشرت کرنا اُسی کا کام تھا - کوئی مصیبت اُس کے دل کو نہ ہرا سکی - ایک مَلَکہ خدا داد اُس کو قدرتی اور فطرتی تماشوں کے سمجھنے کا تھا - عربی - فارسی - ترکی - ہندی زبانوں سے خوب ماہر تھا - شعر خوب کہتا تھا - دشمنوں کے ساتھ سلوک کرنے میں فیاض اور رحم دل تھا - اگرچہ کبھی کبھی ایسی حرکتیں کرتا تھا کہ جس سے وہ تیمور کا پوتا معلوم ہوتا تھا - مگر ایسے کاموں کا کرنا اس زمانہ میں بادشاہوں کو سزاوار تھا - وطن میں مصیبتوں کے ہاتھ سے تنگ ہو کر بے وطن ہوا - اور کابل کا بادشاہ بنا - اسوقت ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت آپس کی نا اتفاقی سے خراب خستہ ہو رہی تھی - اُس کو آنکر لے لیا - وہ اہل ہند کے ساتھ موانست اور الفت و محبت پیدا کر کے سلطنت قایم کرنے کے لیے آیا تھا - جب اُس نے بادشاہ اور حاکم ہو کر محکوموں کے ساتھ محبت پیدا کی تو پھر اُس کا اُکھیڑنا اور ہندوستان سے نکالنا دشمنوں کی حدِ اختیار سے باہر ہو گیا - ایک بڑے زبردست راجہ سے بھی لڑا اور فتحیاب ہوا - پھر اپنے عقیدہ کے موافق اپنے بیٹے ہمایوں کی جان کے عوض جان دی - الحاصل الفنسٹن صاحب کی یہ تعریف واقعی

جو سب سے زیادہ تعریف کے لایق ایشیا میں بادشاہ گذرا ہی وہ بابر ہے۔ واقعات بابری خود اُس نے ایسی لکھی ہی کہ بادشاہوں کا دستورالعمل اور ابنا الشہا کے درست اور فکرہائے صحیح کی تعلیم کا قانون ہی یہی بادشاہ ہی جس کی نسل میں پانچ متواتر بادشاہ ہمایوں۔ اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں۔ اورنگ زیب۔ ایسے ہوئے کہ کبھی ایسے اچھے بادشاہ ایشیا کے کسی ملک میں متواتر نہیں ہوئے اکثر جگہ میں نے اختصار کی نظر سے اس بادشاہ نام فقط بابر لکھا ہی جن کا دل چاہی وہ بابر کی جگہ حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ غازی پڑھا کریں۔

فقط

شگرف نامہ ہمایوں

باب سوم

حضرت جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ غازی

بابر کی جگہہ بادشاہ ہونے کا جو جھگڑا اوٹھا تھا اوس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں خلیفہ نظام الدین کی معاونت سے دار الخلافت آگرہ میں ہمایوں چوبیس برس کی عمر میں نہم جمادی الاول ۹۳۷ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۵۳۰ء کو تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا اور تاریخ جلوس ۔خیر الملوک ہوئی ۔چند روز بعد بادشاہ نے دریا کی سیر کی اور جشن اوڑایا اور اوس دن زر سے پر ایک کشتی انعام دی اور اس موج بخشش کی تاریخ کشتی زر ہوئی ۔

اس بادشاہ کے تین بھائی تھے ۔انکا نام مرزا کامران ۔مرزا ہندال ۔مرزا عسکری تھا اور اوس کا بہنوئی محمد زماں مرزا ابن بدیع الزماں مرزا تھا ۔ہمایوں نے باپ کی وصیت کے موافق تقسیم مملکت اس طرح کی ۔کہ کابل و قندھار مرزا جہانگیر مرزا کامران کو اور سرکار سنبھل مرزا عسکری کو اور سرکار الور مرزا ہندال کو عنایت کی ۔اور مرزا سلیمان کو بدخشاں مرحمت کیا ۔اس طرح سارا ملک بانٹ بونٹ اپنے واسطے فقط تھوڑا سا دہ ملک رہنے دیا جو ابھی فتح ہوا تھا اور ملکوں کے دیدینے سے تو بڑا حرج نہیں ہوا مگر کابل و قندھار کا ملک کیا ہاتھ سے گیا بہادر جوانمرد سپاہیوں کا کھیت قبضہ سے نکل گیا ۔یہیں کے سپاہی تھے جن سے سارا ملک فتح ہوا تھا اور انھیں کی امداد پر آیندہ فتوح کا مدار تھا ۔مگر اس سبب سے کہ ابھی بابر کی سپاہ جنگجو اور تجربہ کار زندہ موجود تھی اسلئے اول اول میں اوس کے برے آثار ظہور میں نہیں آئے ۔مگر جب پرانے سپاہی مرنے لگے اور انکی جگہہ نئے خیر خواہ

سپاہی بیسر نہوئے تو اوسوقت حقیقت کھلی کہ اس تقسیم سے کیا کیا خرابیاں پیدا ہوئیں ۹۳۸ھ ۱۵۳۰ء میں پانچ چھ مہینے کے قلعہ کالنجر کے محاصرہ میں بادشاہ مصروف ہوا۔ اس قلعہ کا محاصرہ ایک مہینہ رہا تھا کہ اہل قلعہ تنگ ہوگئے اور حاکم کالنجر نے اطاعت اختیار کی۔ بارہ من سونا اور بہت سا اسباب دیکر صلح کر لی۔

کالنجر اور چنار گڈھ و جونپور کی فتح

قلعہ کالنجر کا بادشاہ محاصرہ کرہی رہا تھا کہ سلطان محمود پسر سلطان سکندر لودی نے ملک بہن اور بایزید افغانوں سے اتفاق کرکے جونپور پر قبضہ کرلیا اور اس ملک میں ایک فساد عظیم برپا کیا ناچار ہمایوں نے راجہ کالنجر سے جھٹ پٹ پیش کش لیکر صلح کرلی اور جونپور کی طرف متوجہ ہوا اور ان افغانوں کو سخت شکست دی اور سلطان محمود پٹنے کی طرف بھاگ گیا اور پھر سلطنت کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور ۹۴۹ھ میں اپنی موت مرگیا۔ بایزید بھی مارا گیا۔ غرض جونپور پر ہمایوں کا قبضہ ہوگیا اور بدستور سابق جنید برلاس کو وہ سپرد ہوا بادشاہ نے خود آگرہ کو مراجعت کی اور ایک جشن عظیم کیا جس میں بارہ ہزار آدمیوں کو خلعت اور انعام ملے اور دو ہزار آدمیوں کو بالا پوش عنایت کیے جن میں مرصع تکمے لگے تھے۔ قلعہ چنار گڈھ شیر خاں پاس تھا (یہ شیر خاں وہی جس نے ہمایوں کو ہندوستان سے نکالکر اپنے تئیں شیر شاہ بنایا اوس کا ذکر آگے آئیگا) اس نے قلعہ دینے سے انکار کیا اس سبب سے بادشاہ لشکر لیکر قلعہ پر چڑھ آیا مگر اس شرط پر صلح ہوگئی۔ شیر خاں پاس قلعہ چنار گڈھ رہے اور اوس کا بیٹا عبدالرشید عرف قطب خاں بادشاہ کی ملازمت میں ہمیشہ رہے۔

اس سنہ میں سلطان بہادر فرمانروائے گجرات نے دانشور ایلچیوں کے ہاتھ بادشاہ پاس تحفے اور ہدیئے بھیجے جن کو بادشاہ نے منظور کیا اور اپنے فرمان اور منشور سے اوس کا اطمینان کیا۔

اس سنہ میں دارالملک دہلی میں جمنا کے کنارہ پر بادشاہ نے ایک شہر کی بنیاد رکھی اور اوسکا نام دین پناہ رکھا۔ ایک فاضل نے اوسکی تاریخ شہر بادشاہ دین پناہ کہی۔

مرزا کامران کا کابل سے پنجاب میں آنا

جب مرزا کامران نے باپ کے مرنے کی خبر اور بھائی کے بادشاہ ہونے کی خبر سنی تو اوسکے پیٹ میں چوہے دوڑے قندھار مرزا عسکری کو سپرد کرکے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا کہ شاید شاہی پر کامیاب ہو ان دنوں میں ہمایوں کی طرف سے لاہور میں میر یونس علی حاکم تھا۔ مرزا کامران مکر اور فریب کی چال یہ چلا کہ اس نے قراچہ بیگ کو علی الاعلان خوب گالیاں دیں۔ دوسرے دن

قراچہ بیگ اپنے سپاہیوں سمیت مرزا کامران کے لشکر سے بھاگ کر لاہور گیا۔ میر یونس علی نے اُسکے ساتھ نہایت مروت کی اور آدمیت برتی اکثر اوقات اوسکو اپنے گھر بلاتا اور دوستانہ جلسے اُسکے ساتھ ہوتے قراچہ بیگ گھات میں لگا رہتا تھا کہ کب موقع ملے کہ دغا کروں۔ ایک دن مجلس شراب میں جبکہ وقت یونس علی کے عمدہ سپاہی جاگیروں پر گئے ہوئے تھے اوسکو پکڑ بند کر دیا اور قلعہ لاہور کے دروازوں پر اپنے آدمی بٹھا دیے اور جلدی سے مرزا کامران کو بلایا وہ اُس کا منتظر بیٹھا تھا۔ یلغار کرکے لاہور میں داخل ہوا اور شہر پر متصرف ہوا اور میر یونس علی کو بند سے آزاد کرکے عذر خواہی کی اور کہا کہ تم یہاں رہو تو میں تمکو لاہور کا حاکم مقرر کر دونگا۔ میر یونس علی نے اوسکی خدمت کو قبول نکیا رخصت لیکر ہمایوں کی خدمت میں چلا آیا۔ مرزا کامران نے سرکار پنجاب کے پرگنوں میں اپنے آدمی مقرر کر دیے اور ستلج تک ملک پر قبضہ کر لیا۔ مکاری یہ کی کہ بادشاہ پاس دانا ایلچی بھیجے اور اُن سے استدعا کی کہ یہ ملک مجھے عنایت ہو۔ ہمایوں کو تو اپنے باپ کی نصیحت پر عمل کرتا تھا کہ بھائیوں سے نہ بگاڑنا۔ یہ ملک اُسے دیدیا مرزا کامران نے اِس عنایت کا شکریہ ادا کیا اور ہمیشہ رسل و رسائل بھیجتا رہا اور ہمایوں کی مدح کرتا رہا۔ یہ ایک عرضی اوس نے لکھ کر بھیجی۔

حُسن تو دمبدم افزوں بادا	طالعت فرخ و ہمایوں بادا
ہر غبارے کہ زراہت خیزد	نور چشم من محزوں بادا
گرد آن از رہ لیلےٰ آید	جائے او دیدۂ مجنوں بادا
ہر کہ گرد تو چو پرکار نگشت	او ازین دائرہ بیروں بادا
کامراں تا کہ جہاں راست بقا	خسرو ہر ہمایوں بادا

اِس غزل کے صلہ میں بادشاہ نے حصار فیروزہ اوسکو اور عنایت کیا۔ مرزا کامران ظاہرا فرمانبرداری کرتا رہا اور ہمایوں اوسپر عنایت کرتا رہا۔

محمد زماں مرزا و محمد سلطان مرزا اور اوسکے بیٹے رفیع مرزا نے بغاوت کا طریقہ اختیار کیا اِس گروہ کی تنبیہ کے لئے بادشاہ بھوجپور کی نواح میں گنگا کے کنارہ پر آیا۔ اور یادگار ناصر مرزا کو لشکر دیکر بھیجا یا وہ گنگا پاران سرکشوں کے سر پر پہنچا وہ لڑکر اُن پر مظفر ہوا اور محمد زماں مرزا اور محمد سلطان مرزا و ولی خوب مرزا کو گرفتار کر لیا۔ محمد زماں مرزا کو مقید کرکے بیانہ بھجوا دیا

اور باقی دو مرزاؤں کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی۔ محمد زماں مرزا قید سے نکلکر گجرات میں سلطان بہادر پاس چلا گیا۔

بادشاہ نے ۹۴۱ھ میں دیار شرقی کا عزم گیا اور ممالک بنگالہ کی فتح کا ارادہ کیا۔ حدود کالپی قصبہ کنار تک وہ آیا تھا کہ اوس نے سُنا کہ قلعہ چتور کا محاصرہ سلطان بہادر نے کیا سلطان علاؤالدین کے بیٹے تاتار خاں کے پاس ایک جمع کثیر ہے اور فساد برپا کر رہی ہے گجرات کی سلطنت دہلی سے علیحدہ ہوکر ایک بڑی زبردست سلطنت بن گئی تھی۔ اب اس میں بڑا اولو العزم اور صاحب حوصلہ و بلند پرواز بادشاہ بہادر شاہ ہوا۔ اُس نے اپنے زور بازو سے اصل سلطنت کو وسعت دی اور خاندیس و احمد نگر و برار کے بادشاہوں نے اُس سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ اگر وہ اُنکے ملک کا خواہاں نہوگا تو سب اوسکے ہواخواہ رہیں گے۔ اِسکے سوا مالوہ کی سلطنت کو اُس نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ غرض وہ اور ہمایوں برابر کی ٹکریں تھیں۔ بہادر شاہ نے تو بابر کی لڑائی ابراہیم کے ساتھ دیکھی تھی وہ اس خاندان کے ساتھ لڑنے سے جھجکتا تھا۔ مگر تاتار خاں اوسکو پٹیاں پڑھایا کرتا تھا کہ بادشاہ کی سپاہ کو عیش اور آرام کی خو ہوگئی ہے اوس سے لڑنا کچھ مشکل نہیں۔ ایکدن بہادر شاہ نے تاتار خاں سے پوست کندہ یہ بات کہدی کہ لشکر گجرات بادشاہ کی سپاہ کا حریف نہیں ہو سکتا تھا مگر اُسکو میں تدبیر و حیل سے اپنا تابع بناؤنگا اور اسی سبب سے اُس نے خزانہ کا منہ کھول رکھا تھا جس کے سبب سے اوسکے دس ہزار ملازم ہوگئے تھے اسی اثنا میں یادگار طغائی کے نوکروں سے جن کی حراست میں محمد زماں مرزا قید تھا سازش کرکے وہ بھاگ آیا جسکو بہادر شاہ نے بہت غنیمت جانا ہمایوں نے بہادر شاہ کو لکھا کہ جو ہمارے حقوق خدمت کو ترک کرکے آپ کی طرف بھاگتے ہیں اُنکو پکڑ کر ہمارے پاس بھیجدو یا اپنے ملک سے باہر نکالدو تاکہ آپکی اور ہماری یکجہتی میں فرق نہ آئے سلطان بہادر نے اوس کا جواب یہ دیا کہ اگر ہماری پناہ میں کوئی بزرگ زادہ آئے اور اوسکے ساتھ ہم کسی قدر رعایت کریں تو وہ ہمارے اور آپ کی محبت و اخلاص کے منافی نہیں ہے اور عہود و مواثیق میں وہ مضرت نہیں پہنچاتا۔ چنانچہ سکندر لودی اور سلطان مظفر کے درمیان موافقت تھی مگر اوسکے بھائی سلطان علاءالدین اور کئی اور سلاطین زادوں کے گجرات کے آنے سے اور اونکے ساتھ یہاں رعایت اور مروت

ارادہ فتح بنگالہ [illegible]

کرنے سے اونکی مودت میں خلل نہیں پڑا۔ ہمایوں نے اِس کا جواب دیا کہ عہد و پیمان کے رسوخ
اور ثبات کی علامت سوائے اِس کے اور نہیں ہے کہ کوئی امر وہ نہ ظہور میں آئے جو صداقت میں
خلل ڈالے اور یہ دو بیتیں بھی لکھیں۔

اے آنکہ لاف میزنی از دل کہ عاشق است ۔ طوبیٰ لک ار زبان تو با دل موافق است
درخت دوستی بنشاں کہ کام دل بار آرد ۔ نہال دشمنی برکن کہ رنج بے شمار آرد

اب میری نصیحت کو گوش ہوش سے سنئے کہ مرزا کو میرے حوالہ کیجیے یا اوسکو اپنے ملک سے
نکالئے علاءالدین کا قصہ اور تھا اور یہ اور معاملہ ہے اِسپر قیاس کرنا یہ قیاس مع الفارق ہی بہادر
شاہ نے ہمایوں کی مرضی کے موافق اِسکا جواب نہ دیا۔ بہادر شاہ سے تاتار خاں نے کہا کہ بادشاہ
کے ممالک محروسہ میں مجھے بھیجائے۔ سلطان بہادر نے بھی اوسکی روانگی کا یہ سامان تیار کیا کہ بتیس ۳۲
کروڑ زر قدیم گجرات کہ چالیس کروڑ دہلی کے روپیہ کے برابر ہوتے ہیں قلعہ رنتھنبور میں بھیجا کہ تاتار خاں
سپاہیوں کی تنخواہ میں تقسیم کرے سلطان علاءالدین پدر تاتار خاں کو ایک فوج عظیم کالنجر
جانے کے لئے دی کہ یہاں فساد برپا کرے۔ برہان الملک ملتانی اور گجراتیوں کے ایک غول کو اِسلئے
مقرر کیا کہ ناگور میں جاکر پنجاب کو تسخیر کریں۔ اور ہمایوں کے لشکر کے سراسیمہ کرنے کے لئے
اپنے لشکر کو جابجا بھیجدیا۔ اگرچہ لوگوں نے سمجھایا کہ ایک جگہ لشکروں کو رہنے دیجئے مگر اوسنے
کچھہ نہ سُنا اور پیماں شکنی کا کچھہ خیال نہ کیا۔ ابراہیم شاہ لودی بادشاہ دہلی اُسکی معاونت
کرچکا تھا اِس کے عوض میں وہ لودیوں کی اعانت فرض سمجھتا تھا اور اونکے دعوی سلطنت کو حق
جانتا تھا۔ خود تو چتوڑ کے محاصرہ میں مصروف ہوا اور فتنہ انگیزی کے لئے امیروں کو ادہر ادہر
بھیجدیا۔ تاتار خان دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ یہ یاد رہے کہ سلطان علاءالدین کا نام عالم خاں تھا۔
وہ سکندر لودی کا بھائی اور سلطان ابراہیم کا چچا تھا۔ سلطان سکندر کے مرنے کے بعد
سلطان ابراہیم سے سلطان علاؤالدین نے مخالفت کی اور سرہند کی حدود میں دعوی
سلطنت کیا اور سلطان علاؤالدین اپنا خطاب رکھا اور افغانوں کو جمع کرکے سلطان ابراہیم
سے لڑنے کا قصد کیا۔ دونوں کے لشکر ہوڈل کے نزدیک آئے علاءالدین مقابلہ نہ کرسکا۔
شبخون مارا جس میں ہزیمت پائی۔ کابل گیا پھر بابر کے ساتھ ہوکر ابراہیم سے لڑا۔ جس کا

بادشاہ کا گجرات کی فتح کیلئے جانا اور سلطان بہادر کا شکست کھانا اور ملک مالوہ کا فتح ہونا

حال تمنے پہلے پڑھا۔ ہندوستان کے فتح ہونے کے بعد بابر نے اوسکو بدخشاں دیدیا۔ وہاں سے افغان سوداگروں کی دستگیری سے بھاگا اور افغانستان و بلوچستان میں ہوتا ہوا گجرات میں آیا۔ تاتارخاں بھاگ کر پہلے ہی گجرات میں آگیا تھا۔ جب فوجیں روانہ ہوئیں تاتارخاں نے نے اپنے خزانہ سے چالیس ہزار سپاہ افغانوں وغیرہ کی جمع کرلی اور ملک بیانہ کو لیلیا۔ بادشاہ جو ممالک شرقیہ کی فتح کو جاتا تھا وہ فوڑا الٹا آگرہ میں آیا۔ مرزا عسکری۔ مرزا ہندال۔ یادگار ناصر مرزا اور اور امرا۔ کو اٹھارہ ہزار سپاہ دیکر دشمن کی اُس سپاہ کے برباد کرنے کے لئے بھیجا جسکا رخ دہلی کی طرف تھا وہ جانتا تھا کہ اس سپاہ کے برباد ہونے سے باقی اور دو فوجیں جو ہیں وہ خود برباد ہو جائینگی۔ جب یہ سپاہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچی تو اوس کے خوف سے مخالف کا لشکر بھاگنا شروع ہوا اور تین ہزار آدمی رہ گئے۔ مندرایل میں ایک معرکہ اس سے ہوا۔ ہر چند اونہوں نے ہاتھ پاؤں مارے مگر بے دست و پا ہوکر ہارے۔ جب یہ لشکر پراگندہ ہوا اوسکے ساتھ وہ دونوا ور لشکر فتنہ انگیزی کے لئے آمادہ تھے خود بخود تتر بتر ہوگئے۔ اس سے بیانہ اور اوسکے مضافات پر ہمایوں کا قبضہ ہوگیا۔

اس شکست سے بہادر شاہ شکستہ دل ہوا اور ہمایوں کا حوصلہ بڑھا اب ہمایوں کا ارادہ مصمّم ہوا کہ بہادر شاہ کو نقض عہد کی خوب سزا دے۔ وہ جمادی الاولی ۹۴۱ھ سنہ کو تسخیر گجرات کے لئے روانہ ہوا۔ جب رائے سین کے قلعہ کے قریب پہنچا تو اہل قلعہ نے عرایض معہ پیشکش کے بھیجیں کہ قلعہ حضور کا ہے ہم بادشاہ کے غلام ہیں۔ بادشاہ کا قصد گجرات کا تھا اوس نے اس قلعہ پر توجہ نہ کی اور مالوہ کی طرف چلا۔ سارنگ پور میں پہونچا تو سلطان بہادر شاہ چتور کے محاصرہ میں ہمہ تن مصروف تہا۔ بادشاہ نے یہ قطعہ بہادر شاہ پاس بھیجا۔

اے کہ ہستی غنیم شہر چتور ‌ ‌ ‌ ‌ کافراں را چہ طور مے گیری
بادشاہے رسید بر سر تو ‌ ‌ ‌ ‌ تو نشستہ چتور مے گیری

اس قطعہ کے جواب میں بہادر شاہ نے یہ قطعہ لکھا۔

منکہ ہستم غنیم شہر چتور ‌ ‌ ‌ ‌ کافراں را بہ جور مے گیرم
ہر کہ بکند حمایت چتور ‌ ‌ ‌ ‌ تو بہبیں کش چہ طور مے گیرم

اب بہادر شاہ نے اپنے امیروں کے ساتھہ مشورہ کیا ایک جماعت نے مشورہ یہ دیا
کہ قلعہ کی مہم سب وقت میسر ہے اور اہل قلعہ سے کچھ ضرر بھی نہیں پہنچتا۔ مناسب یہی ہے کہ مہم
قلعہ کو موقوف کرکے بادشاہ کے لشکر کے روبرو ہوجئے۔ صدر خاں جو اہل علم وفضل کا صدر
تھا اور سپاہ میں صاحب منصب والا تھا اوس نے اپنی اصابت رائے سے یہ کہا کہ محاصرہ
مدّت سے ہو رہا ہے تھوڑے دنوں کا کام اس میں باقی ہے اوّل اوسکو ختم کرنا مصلحت
ہے ہمایوں دیندار بادشاہ ہے جب تک ہم کفار سے لڑتے ہیں وہ ہم سے لڑنے نہیں آئیگا اگر
آئیگا تو ہمارے لئے ترک جہاد کا عذر معقول میسر ہوگا۔ سلطان بہادر کو یہ رائے پسند آئی اور اسپر
عمل کیا جب ہمایوں کے کان میں یہ خبر پہونچی وہ بہادر شاہ سے جبتک کچھہ نہ بولا کہ ۳ رمضان
۹۴۱/۱۵۳۴ھ کو اوس نے قلعہ چتوڑ فتح کیا اس کا سبب کیا اُس کا تساہل تھا یا اسلام کا پاس تھا
قلعہ میں بہادر شاہ کو بہت دولت ہاتھہ آئی اور اوس نے وہ سب سپاہیوں میں تقسیم کردی پھر
وہ بادشاہ کے خیمہ گاہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اوجین میں بادشاہ کا مقام تھا یہاں سے جلد تردہ
مندسور میں پہنچا جو مالوہ کے مضافات میں سے ہے ایک کولاب پر جو چوڑائی اور لمبائی میں دریا
کی برابر تھا دونوں لشکر اوسکی دو جانبوں میں فروکش ہوئے۔ دونوں بادشاہوں کے ہراولوں
میں لڑائی ہوئی بادشاہ کی طرف بیچکہ بہادر تھا اور بہادر شاہ کی طرف سید علی خاں اور مرزا
مقیم تھے۔ بہادر شاہ کی طرف شکست ہوئی جس سے وہ شکستہ دل ہوا۔ تاج خاں اور صدر خاں
نے نہایت ممتاز افسر بہادر شاہ کے تھے اوسپر زور دیا کہ ہماری سپاہ نے ابھی قلعہ چتوڑ فتح کیا ہے
دل اوسکا بڑھا ہوا ہے۔ مغلوں کی دوا دوش اور حرب وضرب کا تجربہ اوسکو نہیں ہوا ہے بہتر
یہی ہے کہ فی الفور دشمن پر حملہ کیا جائے مگر رومی خاں جو توپخانہ کا افسر تھا اور بہادر شاہ کا بڑا
معتبر تھا اوسکی رائے اوسکے برخلاف تھی اوسکے پاس تین سو ترکی گولہ انداز اور اسی پرتگیزی اور
اور فرانسیسی گولہ انداز تھے جن کا افسر سان سجے گو تھا جو ہندی پرتگیز تھا اور فرنگی خاں اوسکا
خطاب تھا۔ رومی خاں قسطنطنیہ کا رہنے والا عثمانی ترک تھا۔ اپنے فن کو وطن میں سیکھکر
یہاں آیا تھا۔ وہ توپ خانہ کا اہتمام خوب جانتا تھا اوس کا تجربہ چتوڑ اور رائے سین کے
قلعوں پر ہوچکا تھا اور ساحل بحر پر اوس نے بہت سے پرتگیزوں کے جہاز پکڑ لئے تھے۔

وہ بہادر شاہ سے کہا کرتا تھا کہ میں نے آپ کا توپ خانہ ایسا تیار کر دیا ہے کہ قیصر روم کے
توپ خانہ کے بعد یہی ہے۔ اوس نے کہا کہ جب یہ آتش باری کا سامان ہمارے پاس ہو تو پھر
تلوار سے لڑنے کی کیا ضرورت ہے مناسب یہی ہے کہ رہکلوں کا حصار بنائیں اور اوس کے
گرد خندق کھدوائی اور پھر ان پر توپیں لگائیں۔ مغل جب ہم پر دوڑ کر آئیں تو اونکے ٹکڑے
اوڑائیں اور ایسا انکو گھٹائیں کہ وہ بھاگ جائیں یوں سلاح دوردست سے کام چلائیں شمشیر
اور تیر کی جنگ بجائے خود ہے۔ آخر رومی خاں کی صلاح پر بادشاہ نے عمل کیا۔ مگر یہ ہنرمندی
کسی کام نہ آئی۔ ہمایوں کو اسکی خبر ہو گئی اوس نے اپنی سپاہ کو حکم سُنا دیا کہ خبردار توپ خانہ
کی ہوا کے پاس بھی نجانا۔ اور پانچ چار ہزار تیرانداز مقرر کئے کہ چاروں طرف سے دشمنوں کی رسد
کو لوٹا کریں۔ قاعدہ ہے کہ کھلے میدانوں میں اس قسم کی قلعہ بندی کچھ کام نہیں آتی۔ اس قلعہ
بندی سے دشمنوں کو چاروں طرف اپنے تاخت و تاراج کا موقعہ ملتا ہے ہمیشہ ایسے قلعہ نشینوں کو
شکست ہوتی ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ہمایوں کے بہادروں و یکہ جوانوں کی بزم بادہ پیمائی گرم
ہوئی اس میں ہر ایک اپنی مردانگی کی شیخی بگھارتا۔ ایک مست بولا کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے
غنیم روبرو ہے اپنے عیار کار کو ظاہر کیجئے پچھلی کھانیاں بنانے سے فائدہ کیا ہے۔ لشکر کے
ہوشیاروں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ یہ بدمست کہ دو سو کے قریب تھے دشمنوں پر جا پڑے۔ ایک
گجراتی سردار اونسے پانچ ہزار سواروں سے خوب لڑا۔ مگر گجراتیوں کو شکست ہوئی اور وہ
اپنے لشکر میں بھاگ گئے یہ اپنے لشکر میں آئے۔ اور اس لڑائی کا نام رزم دستان رکھا گیا
سلطان بہادر کے لشکر میں اس دلیری اور دلاوری سے ہل چل پڑی۔ مغل کسی توپ خانہ کی مار
میں نہ آتے اور چاروں طرف سے دشمنوں کی رسد بند کر دی۔ توپ خانہ کا قلعہ غنیم کے لئے
بندی خانہ بن گیا۔ توپ و تفنگ انھیں کے لئے وبال جان ہو گئے۔ اب نہ سپاہ پاس کھانے کو
تھا نہ جانوروں کے لئے گھاس چرنے کو تھی۔ چار پانچ ٹنکہ سیر اناج بکتا تھا۔ گھوڑوں کے گوشت
سے لشکر پیٹ بھرتا تھا اور کوئی اور خوراک نہیں ملتی تھی۔ بادشاہی تیراندازوں نے سب طرف
سے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ جو رسد کی تلاش میں باہر نکلتا طعمہ اجل ہوتا۔ عید رمضان کے دن
محمد زماں میرزا۔ پانچ۔ چھ سو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑنے کے لئے نکلا۔ اس طرف سے بھی ایک

جماعت لڑنے کو کھڑی ہوئی - گجراتیوں نے تین دفعہ تیر مارے اور پھر وہ بھاگ گئے اِس حیلہ سے لشکر جو اونکے پیچھے گیا وہ توپ خانہ کی زد میں آیا - توپیں دفعۃً چھوڑی گئیں - بادشاہی آدمی زخمی اور ہلاک ہوئے - سترہ روز بعد بادشاہ نے ایک ساعت مقرر کی تھی کہ سلطان بہادر کے لشکر پر حملہ کیا جائے - اِس عرصہ میں روز بروز گجراتیوں کا حال تنگ ہوتا جاتا تھا - اتوار کے دن ۲۱ شوال کو بہادرشاہ نے کل توپوں اور ضرب زنوں میں بارود بھروادی اونکی رنجکیں اُڑوائیں جس سے سب توپیں پھٹ گئیں - پھر بہادرشاہ نے دکھلایا تو یہ کہ وہ آگرہ جاتا ہے مگر وہ منڈو کو روانہ ہوا - صدرخاں و عمادالملک بیس ہزار سوار لیکر سیدھے رستے پر منڈو کو روانہ ہوئے محمد زماں مرزا فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے لاہور روانہ ہوا - گجراتیوں کے لشکر میں اُسدن ایک عجیب شور غل غوغا مچا - حقیقت حال بادشاہ کو معلوم ہوئی وہ تیس ہزار سپاہ کو مسلح لئے ہوئے رات بھر کھڑا رہا جب پھر دن چڑھا تو معلوم ہوا کہ سلطان بہادر منڈو کی طرف بھاگ گیا - بادشاہ کے لشکر نے گجراتیوں کے لشکرگاہ کو خوب لوٹا - اسباب و اموال ہاتھی گھوڑے خوب ہاتھ لگے - خداوندخاں جو سلطان مظفر کا اوستاد اور وزیر تھا وہ بادشاہ پاس آگیا - اُس پر بادشاہ نے بڑی نوازش کی اور یادگار ناصر مرزا و قایم سلطان و میر ہندو بیگ کو دشمن کے لشکر کے پیچھے روانہ کیا - قلعہ منڈو میں حیدرخاں اور عمادالملک پہونچے - بادشاہ بھی اونکے پیچھے آیا اور قلعہ کے پیچھے خیمے ڈالے - لشکر مخالف سے رومی خاں بھی بھاگ کر بادشاہ پاس آیا اور شاہی خلعت سے سرفراز ہوا - کوئی کہتا ہے کہ سلطان بہادر نے ایک افسر کو حکم دیا تھا کہ رومی خاں کو مار ڈالے اِس افسر نے رومی خاں کو اِس حکم سے اطلاع دی اِسلئے وہ بادشاہ پاس چلا آیا - اور کوئی کہتا ہے کہ بادشاہ نے اُس سے سازش کرکے بُلالیا - بہادرشاہ یہاں چند روز ٹھیرا - اوس کی یہ صلاح ہوئی صلح اِس طرح ہو جائے کہ منڈو اور اوس کی حدود تو بادشاہ پاس رہیں اور گجرات اور چتوڑ اس پاس رہیں یہ صلح طرفین کو منظور ہوئی - سلطان بہادر کی طرف سے صدرخاں اور بادشاہ کی طرف سے مولانا محمد پرعلی صلحنامہ کو مرتب کرنے بیٹھے - اُسی رات کے آخر میں قلعہ کے نگہبان محنت سے ہارے تھکے ہوئے تھے کہ قلعہ کے عقب میں بادشاہ کے دو سو سپاہی کچھہ زینے چڑھا کر اور کچھہ رسّیاں لگا کر قلعہ کی دیوار پر چڑھ آئے اور قلعہ کے دروازہ کو جو پاس تھا کھول کر اپنے گھوڑے منگا کر سوار ہوئے

اور سپاہیوں کو اپنے دروازہ پر بلا لیا۔ قلعہ کا صاحب مورچل ملو خاں تھا کہ قادر شاہ اوسکا خطاب تھا جب اوس کو خبر ہوئی تو گھوڑے پر سوار ہو کر سلطان بہادر کے پاس گیا وہ ابھی سوتا تھا کہ قادر شاہ کی آواز سے بیدار ہوا۔ اور خواب و بیداری میں بھاگا۔ تین چار آدمی اوس کے ساتھ تھے۔ اثناء راہ میں بھوپت رائے ولد سبھدی کہ اوسکی اہل مجلس میں سے تھا۔ بیس سواروں کے ساتھ اُس سے آن ملا۔ اور بیس سوار اور اُس سے آکر ملے جب وہ میدان میں آیا تو وہ بادشاہ کے دو سو آدمی اوسکے مقابل آگئے جس پر سلطان بہادر نے خود حملہ کیا اور اونکے اندر سے وہ صاف نکل گیا اور گجرات کی طرف چلا کہ لوری اوزبک نے جو اُس کا پہلے نوکر تھا اور اب قاسم حسین خاں پاس تھا اوسے پہچان لیا۔ قاسم خاں سے کہا کہ یہ سلطان جاتا ہے مگر قاسم حسین خاں نے اوس کے کہنے کو کچھ نہ سُنا۔ سلطان جان سلامت لے گیا جانپانیر پہنچنے تک اس پاس پندرہ سو آدمی ہو گئے۔ جب وہ یہاں کے قلعہ میں آیا تو یہاں کے خزائن اور نفائس جتنے لیجا سکا اون کو بندر دیپ میں بھیجدیا۔

بادشاہ کو اپنے بہادروں کی اس تیز دستی کی خبر دوسرے روز دو گھنٹے دن چڑھے ہوئی وہ اسی وقت سوار قلعہ میں دہلی دروازہ سے داخل ہوا۔ صدر خاں یہاں لڑ رہا تھا۔ اگرچہ زخمی ہو گیا تھا مگر پائے ثبات محکم تھا۔ آخر کو بعض افراد اوسکو سونگر میں لے گئے۔ اور منڈو سے بھاگ کر بہت آدمی اوس کے ساتھ جا کر اس قلعہ میں متحصن ہوائے۔ اور سلطان عالم بھی اوس پاس چلا گیا۔ یہاں بادشاہ کی سپاہ تین روز تک دشمنوں کے گھروں کو لوٹتی رہی۔ پھر بادشاہ نے سپاہ کو لوٹ سے منع کر دیا اور عالم خاں اور صدر خاں پاس اپنے معتمد بھیجے اور مطمئن کیا متحصنوں کو اماں دی اور وہ بادشاہ کی خدمت میں آئے۔ سلطان عالم چند دفعہ فتنہ برپا کر چکا تھا اسلئے اوس کی کوچیں کاٹ کر چھوڑ دیا۔ صدر خاں پر اشفاق خسروانہ ہوئے۔ بادشاہ دس ہزار سواروں کے ساتھ گجرات کی طرف بطور ایلغار متوجہ ہوا۔ اور باقی لشکر کو حکم دیا کہ منزل بمنزل سفر کرے جب بادشاہ کا لشکر جانپانیر میں پہنچا تو اوسکی خبر سلطان بہادر کو ہوئی تو وہ دوسرے دروازہ سے نکلکر کمبایت کی طرف بھاگ گیا اور شہر میں آگ لگانے کا اشارہ کر گیا۔ بادشاہ شہر میں آیا تو اوس نے اس آگ کو بجھوایا۔ اور میر ہندو بیگ اور ایک اور جماعت کو جانپانیر کی حدود میں منتظم مقرر کیا اور خود ایک ہزار سوار ساتھ لیکر بطور ایلغار کے سلطان بہادر کے

پیچھے پڑا۔ سلطان کھمبایت میں پہونچکر دیپ (دیو) چلا گیا۔ اور سو غراب جنگی کو جو اہل فرنگ کے خیال سے بنائے تھے آگ لگا دی کہ مبادا وہ بادشاہ کے ہاتھ آجائیں اور وہ اوسکا تعاقب کرے۔ بادشاہ نے کھمبایت میں سمندر کے کنارہ پر قیام کیا۔ اور سلطان کے تعاقب میں لشکر کو دیو روانہ کیا۔ سلطان دیو میں پہنچگیا اور بادشاہ کا لشکر بہت کچھہ غنائم دیو کے پاس سے لیکر کھمبایت میں آئے ۹۴۲ھ میں یوں منڈو اور گجرات فتح ہوئے۔

بادشاہ کے لشکر پر شبخون کا ہونا

بادشاہ کے ساتھہ کھمبایت میں کم آدمی تھے۔ ملک احمد لاد اور رکن داؤد کہ سلطان بہادر کے اعیان میں سے تھے۔ اور کولی واڑہ کے پاس رہتے تھے۔ اس سرزمین کے کولیوں اور گنواروں کو مطلع کیا کہ بادشاہ کے ساتھہ آدمی کم ہیں فرصت پاکر اوس پر شبخون مارو۔ وہ مستعد ہوگئے۔ ایک بڑھیا بادشاہ کے خیمے کے پاس آئی اور بادشاہ کے مقربوں میں سے ایک سے کہا کہ مجھے خاص بادشاہ سے ایک بات کہنی ہے۔ اس بڑھیا کی باتیں ایسی سچی معلوم ہوئیں کہ بادشاہ نے اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ اوس نے بادشاہ کو شبخون کی خبر دی۔ بادشاہ نے بڑھیا سے کہا کہ تجھے کس سبب سے اس خیرخواہی کی سوجھی۔ اوس نے کہا کہ میرا بیٹا بادشاہ کی قید میں ہے۔ اگر میری بات سچ ہو تو اس دولت خواہی کے انعام میں وہ رہا ہو اور اگر وہ جھوٹ ہو تو مجھے بیٹے سمیت سیاست ہو۔ بادشاہ نے دونوں کو پہرہ میں رکھا۔ اور رات بھر ہوشیار رہا۔ رات تو خیر سے گذری مگر سحر کو پانچ چھہ ہزار بھیل اور گنوار بادشاہ کے خیمہ گاہوں پر آن پڑے اور سب مال اسباب لوٹ لے گئے۔ اس لوٹ میں اکثر کتب نفیسہ کہ مصاحب معنوی تھیں اور ساتھ رہتی تھیں وہ بھی لٹ گئیں۔ ان میں ایک تیمور نامہ بھی تھا جو ملا سلطان علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور استاد بہزاد کے ہاتھ کی تصویریں اس میں بنی ہوئی تھیں۔ جب دن ہوا تو بادشاہی لشکر ان لیٹروں کے پیچھے پڑا اور تیروں سے ان سب کو متفرق اور منہزم کیا پیرزن سرخرو ہوئی اور اوس کی مقصد برآری ہوئی۔ بادشاہ ایسا غضب میں آیا کہ اوسنے کھمبایت کے لوٹنے اور جلانے کا حکم دیدیا۔ سلطان بہادر کے تعاقب سے قطع نظر کرکے وہ جانپانیر میں آیا۔

فتح جانپانیر ۹۴۲ھ

اختیار خاں کہ سلطان بہادر کا معتمد کارواں تھا۔ اس قلعہ کا محافظ تھا اور اوسکی نگاہداشت

میں بہت کوشش کرتا تھا باوجود اس محافظت و احتیاط کے کبھی کبھی دریائے کوہ سے جہاں درختوں اور خارزاروں کی کثرت سے پیادہ کا گذر دشواری سے ہوتا تھا۔ چہ جائیکہ سوار کا بعض ہیزم کش کوہ نوردوں نے اپنے منافع کے لئے ایک منفذ پیدا کیا تھا۔ کہ غلہ اور روغن گراں بیچنے کے لئے قلعہ کے نیچے لاتے اور قلعہ کے آدمی رسیاں لٹکا کر جبنس کو اوپر کھینچتے اور قیمت کو نیچے لٹکاتے۔ جب مدّت محاصرہ دراز ہوئی تو ایک روز بادشاہ اطراف قلعہ کی سیر کرتا تھا اور لشکر کے اندر جانے کی راہ تلاش کرتا تھا کہ ایک جماعت اوسکو نظر پڑی وہ غلہ اور روغن بیچکر جنگل سے نکلتی تھی حکم ہوا کہ تحقیق کرو کہ یہ جماعت کیا کام کرتی ہے۔ اِس جماعت نے کہا کہ ہم ہیزم کش ہیں۔ مگر آلات ہیزم کشی تبر و تیشہ اِن کے پاس نہ تھے اِسلئے اِن کا کہنا سچ نہ معلوم ہوا۔

حکم ہوا۔ کہ جب تک سچ بات نہ بتائیں سیاست سے نجات نہ پائیں ناچار اونہوں نے اصل حال تبلا دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس جائے کو لوگ جاکر دیکھیں۔ تو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ جگہہ ساٹھ۔ ستّر گز اونچی ہموار بلند ہے اِس پر چڑہنا دشوار ہے۔ حکم بادشاہی سے ستّر۔ اسّی میخیں لگائی گئیں اور وہ چپ و راست گز گز کے فاصلہ پر دیوار کوہ میں ٹھونکی گئیں اور جوانوں کو حکم ہوا کہ اِس معراج مردانگی پر چڑھیں اونتالیس آدمی چڑہے تھے کہ پھر بادشاہ نے چڑہنے کا قصد کیا مگر بیرم خاں نے عرض کیا کہ اِتنا توقف کیجئے کہ درمیان کے آدمی اوپر چڑھ جائیں۔ یہ کہکر وہ پہلے خود چڑہا اور پھر بادشاہ کا اکتالیسواں نمبر چڑہنے والوں میں تھا۔ خود بادشاہ نے کھڑے رہ کر تین سو آدمیوں کو اِس فولادی زینے پر چڑھایا۔ پھر حکم دیا کہ مورچوں میں جو سپاہ متعین ہے وہ قلعہ پر حملہ کرے۔ کہ قلعہ کے اندر کے آدمی باہر کے آدمیوں سے لڑنے میں ایسے مشغول ہوں کہ وہ بادشاہ کے اندر آنے سے غافل رہیں۔ کنگروں سے باہر سر نکالکر وہ باہر کے آدمیوں سے ردبدو لڑ رہے تھے کہ اِن تین سو جوانوں نے لشکر کو پیچھے سے آن کر تیر لگا کے بے دست و پا کیا مخالف سوراخوں میں چھپنے شروع ہوئے۔ اختیار خاں سرکوچہ پر جسکو مولیہ کہتے ہیں اوپر چڑھ گیا دوسرے روز اماں دی کر بادشاہ نے بلا لیا۔ وہ مہمات سلطنت کی سر براہی میں دانشمند ہونے کے سوا علوم حکمت سے خصوصًا ہندسہ و ہیائت سے خوب ماہر تھا اور

شعر و معما سے بہرہ مند تھا بادشاہ کی مجلس عالی میں اوسکو بیٹھنے کی اجازت ملی اور عطوفت خسروانہ سے وہ ممتاز ہوا اور مقربان سلطانی میں داخل ہوا۔ اِس واقعہ کی تاریخ کسی فاضل نے اوّل ہفتہ ماہ صفر کہی ہے۔

جس روز یہ فتح ہوئی ہے سلطان بہادر کا ایک نامی سردار عالم خاں بادشاہ پاس آیا بادشاہ نے اوس سے سلطان کے خزانوں کا حال بہت پوچھا مگر اوس نے کچھہ نہ بتلایا تو بعض امیروں نے عرض کیا کہ یہ بہادر شاہ کا بڑا معتمد سردار ہے اِسے ضرور خزانوں کا حال معلوم ہوگا وہ یوں نہیں بتاتا تو اوسکو خوب ماریئے پیٹئے وہ سب بتلا دیگا۔ بادشاہ نے کہا وہ ہمارے پاس خود آیا اوسکو مارنا پیٹنا مناسب نہیں ہے

چو کارے برآید بلطف و خوشی　　چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

اوسکو کسی مجلس میں خوب شراب پلا اور سارا حال پوچھ لو۔ یہی کیا گیا کہ ایک مجلس میں پیالہ محبت پلایا گیا۔ جب وہ اوس کے نشہ میں مست ہوا تو اوس سے کہا کہ سلطان بہادر کے خزانے ہاتھ نہیں آتے تو اوس نے کہا کہ اگر ان خزانوں کو چاہتے ہو تو اِس حوض کے اندر ہیں جس پر تم بیٹھے ہو۔ اُسیوقت حوض ڈولوں سے خالی ہونا شروع ہوا تو عالم خاں نے کہا کہ حوض یوں نہیں خالی ہوگا۔ اِس کی بدررو کھولدو۔ اِس بدرو کے کھولنے سے حوض سے پانی بالکل نکل گیا تو خزانہ کی جگہہ اوس نے بتلادی وہاں سے وہ خزانہ نکلا کہ سپاہ میں سپروں میں بھر بھر کر تقسیم ہوا۔ ایک کنواں بھی خزانہ سے بھرا ہوا معلوم ہو گیا تھا۔ ہمایوں اپنی فتوح سے متمتع نہوا۔ بلکہ عیش و نشاط میں ڈوب گیا جس سے بُرے نتائج پیدا ہوئے۔ فرماندہی کی شرایط عظیم میں سے یہ ہے کہ خاص ملازموں اور قریب کے خدمتگاروں کے واسطے چند ضابطے مقرر ہوں اور اون میں سے ہر گروہ پر ایک خردمند اور احتیاط اندیش افسر مقرر ہو۔ تاکہ وہ ہمیشہ اونکی نشست و برخاست و ماند و بود و آمد و رفت کی خبر رکھے اور صحبت بد سے جو بُرے خیالات کی مائی باپ ہے بچائے علی الخصوص اُسوقت کہ کثرت مشاغل سے بادشاہ سے جزئیات امور مخفی رہتے ہوں اور اس پر اکتفا نہ کی جائے بلکہ منہیان راست گفتار دُرست کردار مقرر کئے جائیں کہ ہمیشہ حقیقت احوال و مغز مقاصد سے بادشاہ کو مطلع کرتے رہیں ورنہ بہت سے تنگ حوصلہ دوام صحبت کے سبب سے

سطوت بادشاہی کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے۔ بادشاہ کے تقرب کے سبب سے وہ ایسے بدمست ہوجاتے ہیں کہ لغزشیں کرنے لگتے ہیں۔ اور اس بدمستی سے بڑے فساد برپا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں یہی سانحہ پیش آیا کہ ان فتوحات غیبی کی شادمانی میں بادشاہ کی بزم رمے میں ایسے کم حوصلہ اور ناقص نہاد مثل کتابدار و سلحدار و دوات دار اور مشل اون کے شریک ہوئے باغستان بالول یا باہول میں جب بزم صراحی و جام مرتب ہوئی اور عالم مستی میں کہ عقل و ہوش برجا نہیں ہوتے یہ بدمست ظفرنامہ میں پڑھنے لگے کہ جب امیر تیمور کی سلطنت کی ابتدا تھی اور چالیس جاں نثار اوس کے ساتھ تھے اون سے دو دو تیر لیکر بادشاہ نے ایک مٹھے میں باندھے اور ہر شخص سے کہا کہ توڑو ہر ایک نے زانو پر رکھ کر زور کیا مگر وہ نہ ٹوٹے اور جب کھولکر الگ الگ تیر دیے تو ہر ایک نے آسانی سے اوس کو توڑ ڈالا پھر امیر تیمور نے فرمایا کہ ہم چالیس آدمی ہیں اگر اس دستہ تیر کی طرح یک دِل رہیں تو جہاں جائیں گے فتح و ظفر پائیں گے۔ اب بے خبر بے خردوں نے اس سرگذشت کو پڑھ کر یہ خیال کیا کہ ہم چارسو آدمی ہیں اگر ایک دِل رہیں گے تو ملک دکن کو فتح کرلیں گے۔ یہ سوچ کر چلدیے۔ بادشاہ کو دوسرے روز ان نزدیکوں کا پتہ نہ لگا۔ ان کے پکڑنے کے واسطے ایک ہزار آدمی متعین کیے۔ وہ ان سب کی گردن پکڑکر بادشاہ پاس لائے بادشاہ نے سرخ کپڑے مریخ کے رنگ کے پہنے اور کرسی قہر و غضب پر بیٹھا اور گناہ گاروں کے گروہ کے گروہ اوس کے روبرو پیش ہوئے۔ ہر ایک گروہ کو اس طرح سزا دی کہ بعض کے ہاتھ باندھ ہاتھیوں کے پاؤں تلے ڈالا۔ اور بعض کو جنہوں نے خط ادب سے سر باہر رکھا تھا اونکے بدن کو سر کے بوجھ سے ہلکا کیا۔ جس جماعت نے خیال فاسد میں دست درازی کی تھی اونکو بے دست و پا کیا۔ جس فرقہ نے خود بینی سے بادشاہی حکموں پر کان نہیں لگایا تھا اونکے گوش و بینی القطع کیے جس طائفہ نے سر انگشت عزیمت حرف خطا پر رکھا تھا اونکی مشت میں انگشت باقی نہ رکھی۔ جب یہ قصہ فیصلہ ہوچکا تو شام کی نماز میں امام جو کھڑا ہوا تو اوس نے سورہ الم ترکیف پڑھی۔ جب بادشاہ نے سلام پھیرا تو حکم دیا کہ امام نے سورہ فیل پڑھ کر بدفالی کی ہے اور مجھ پر کنایہ یہ اعتراض کیا ہے وہ ہاتھی کے پاؤں تلے ڈالا جائے۔ مولانا

محمد پیر علی نے ہر چند سفارش کی کہ امام سورت کے معنی نہیں جانتا۔ مگر بادشاہ کی سورت غضب نے کچھ نہ سُنا۔ امام بیچارہ مارا گیا۔ مگر جب بادشاہ ہوش میں آیا۔ اور امام کی سادہ لوحی کا یقین ہوا تو نہایت تاسف کیا اور ساری رات روتا رہا ولایت گجرات آب مہندری کے شمال میں ہمایوں کے قبضہ میں تھی مگر بادشاہ کو قلعہ چنپانیر کی فتح سے وہ اموال و اسباب فراوان ہاتھ لگا تھا کہ بزم خسروانی سے اشتغال تھا اور لب حوض پر دونوں طرف جشن اُڑتے تھے اور بزم رنگیں جمتی تھی۔ ملک کے خراج کی تحصیل کا خیال بھی نہ تھا کہ حاکم مقرر ہوتے اور وہ انتظام کرکے خراج وصول کرتے۔ اِس شورش میں بہادر شاہ کے بھی ملکی اور جنگی افسر چلے گئے تھے۔ زمینداروں اور رعایا نے اپنے تئیں بے سر دیکھکر بہادر شاہ سے جس سے ابتک اونکو موانست تھی عرضداشت بھیجی کہ کسی عاقل کو آپ مقرر فرمائیں کہ محصول کی تحصیل کے لئے قیام کرے۔ تو رعایا ادائے مال سے سبک دوش ہو سلطان نے امیروں کو بلاکر رعایا کی عرضداشت پڑھی اور پوچھا کہ کون احمد آباد جاکر تحصیل مال کرنے پر راضی ہوتا ہے۔ سب خاموش رہے۔ مگر عماد الملک نے جرأت کرکے اِس خدمت کی استدعا کی مگر یہ شرط ٹھیرائی کہ مجکو بالکل یہ اختیار دیا جائے کہ برآمد کار کے لئے جتنا خراج چاہے معاف کردے۔ جتنا چاہے مانگے جس کو چاہے جاگیر دے جس کو چاہے نقد روپیہ دے اُس سے بازپُرس نہ کی جائے۔ بہادر شاہ نے یہہ درخواست منظور کی اور وہ دو سو سواروں کے ساتھ احمد آباد روانہ ہوا۔

راہ میں وہ تحصیل مال کے لئے محصل مقرر کرتا گیا اور جن آدمیوں کو وہ اپنے نزدیک معتمد جانتا تھا اور ملک میں وہ معزز تھے اون کو جاگیریں اور مواجب مقرر کرتا تھا۔ وہ معہ اپنے ساتھیوں کے اوس کے ہمراہ ہوتے جاتے تھے۔ سورت اور کاٹھیاواڑ کے زمیندار اِسقدر اوسکے ساتھ ہوگئے کہ احمد آباد پہونچنے تک دس ہزار سوار اِس پاس جمع ہوگئے۔ وہ جو محصول جمع کرتا اُسکو فیاضی سے لوگوں میں تقسیم کرتا۔ اِسلئے اوسکی سپاہ تیس ہزار ہوگئی اور مجاہد خاں حاکم جوناگڈھ دس ہزار سواروں کے ساتھ اِس سے آن ملا۔

جب ہمایوں کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے اپنی مستانہ نوشی چھوڑی اور ہوش میں آیا تردی بیگ کو جانپانیر میں چھوڑا اور خود احمد آباد کی طرف چلا اور لشکر کو پھر غنیمت کا روپیہ

گجرات کی بدنظمی اور بہادر شاہ کی طرف سے عماد الملک کا تحصیل خراج کے لئے جانا

تقسیم کیا اور آب مہندری کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا - عماد الملک بھی دلیری کر کے آگے آیا بادشاہ
کے ہر کوچ پر وہ بھی کوچ کرتا تھا - اِس پاس سپاہ پچاس ہزار تھی - مرزا عسکری جو چند منزل
بادشاہ سے آگے ہراول لشکر کے ساتھ تھا - اِس پر نرباد اور محمود آباد کے درمیان دوپہر کو
نہایت سخت گرمی میں گجراتیوں نے یکایک حملہ کیا اور مرزا کو شکست دی مگر یادگار ناصر مرزا اور
ہندو بیگ جو مرزا کے داہنے بائیں طرف ایک میل میں لشکر لئے موجود تھے - وہ اوسکی حمایت
کو آ گئے - بادشاہ کے لشکر کے آنے کی خبر دشمنوں کو معلوم ہوئی یادگار ناصر کا لشکر آگے تھا
اوس سے پہلے لڑائی ہوئی - دوسری جانب سے عالم خاں لودی اور چند اور امیروں نے کوشش
کی - مگر عماد الملک بچکر نکلگیا - طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ مرزا عسکری کے لشکر پر گجراتیوں
نے ایسا جلد حملہ کیا کہ اوسکو فرصت لشکر کے آراستہ کرنے کی نہ ملی وہ چند ہمراہیونکو ساتھ
لیکر چار بند زقوم میں چلا گیا - گجراتی کچھہ مرزا کی طرف متوجہ نہوئے بلکہ لوٹ پر پل پڑے
اور غنیمت کو لیکر پراگندہ ہو گئے - اُسوقت مرزا یادگار ناصر و میر ہندو بیگ اپنی اپنی فوجیں
آراستہ کر کے آئے تو پھر گجراتیوں کو شکست ہوئی اور مرزا عسکری نے بھی چار بند سے
باہر آکر اپنا نقارہ بجایا - اور گجراتیوں کا تعاقب احمد آباد تک کیا - دو ہزار آدمی اس معرکہ میں
قتل ہوئے مگر اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ تین ہزار سے زیادہ اور چار ہزار سے کم مخالفوں کے آدمی
مارے گئے بادشاہ بھی یہاں آگیا - اوس نے خداوند خاں سے پوچھا کہ اب آیندہ احتمال جنگ
ہے یا نہیں - اوس نے جواب دیا کہ وہ غلام مبروص عماد الملک اِس جنگ میں موجود تھا تو جنگ
آخر ہے اور اگر وہ نہیں تھا تو پھر اوس کے لڑنے کا احتمال ہے مگر دو زخمیوں کی زبانی تحقیق ہوا
کہ اس جنگ کا مہتمم وہی تھا - بادشاہ نے کوچ کر کے احمد آباد کے نزدیک کانکریہ میں جیسے ڈیرے
ڈالے اور مرزا عسکری کو احمد آباد میں توابع عنایت کیا - مرزا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر
سارا لشکر شہر میں آئیگا تو عموماً خلایق کو آزار پہونچائیگا - بادشاہ نے دروازوں پر پہرے
بٹھا دیے کہ سوائے مرزا عسکری اور اوسکے آدمیوں کے کسی کو اندر نجانے دیں - بادشاہ
سرکیچ میں آیا - کہ معمورہ دلکش تھا - شہر کی سیر کو گیا - اور گجرات کے ملک کا یہ انتظام کیا کہ مرزا
یادگار ناصر کو پٹن عنایت کیا اور قاسم حسین خاں سلطان کو بڑوچ و نوساری و بندر سورت

ہمایوں کا عماد الملک سے لڑنے کے لئے آمادہ ہونا۔

بادشاہ کا انتظام گجرات کا

دیا۔ اور دوست بیگ آقا کو کمبائت و بڑودہ اور میر موحکہ بہادر کو محمود آباد مرحمت کیا۔
ہندو بیگ کو بہت سا لشکر دیا کہ وہ جسکو کمک کی ضرورت ہو اوسکی مدد کرے۔

بادشاہ کو ہندو بیگ کی صلاح

ہندو بیگ اور بعض ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کو فتح و نصرت میسر ہوئی۔ سلطان بہادر بھاگتا پھرتا ہے وہ حضور کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ بندر سورت میں خراب خستہ پڑا ہے پس یہ مناسب ہے کہ جو خزانے ہاتھ لگے ہیں اونمیں سے ایک دو سال کی تنخواہ سپاہیوں کو دیجائے اور باقی بطریق امانت رکھی جائے اور ولایت گجرات سلطان بہادر کو اپنی طرف سے عنایت کی جائے تاکہ آپ کی نیکنامی صفحہ روزگار پر یادگار رہے۔ قولہ تعالی احسن کما احسن اللہ الیک ان اللہ یحب المحسنین اور خود بدولت آگرہ کو تشریف فرما ہوں کہ وہاں سے پریشان خبریں آرہی ہیں۔ یہ صلاح بڑی نیک ہوتی اگر اوسپر عمل ہوتا۔ مگر بادشاہ اس صلاح کو سنکر خفا ہوا اور کہنے لگا کہ جس ولایت کو ضرب شمشیر سے تسخیر کیا ہو اوس کو رائگاں کھونا نہیں چاہیے۔ اس ملک کا انتظام میں کرلونگا اور اور ملکوں کا بھی۔

آگرہ و مالوہ سے پریشان خبروں کا آنا

جب گجرات کا بادشاہ نے انتظام کردیا تو وہ بندر دیپ (دیو) کی طرف جہاں بہادر شاہ تھا چلا۔ احمد آباد سے تیس کوس پر ندوقہ سے گذرا تھا کہ دارالخلافہ سے دولت خواہوں کی عرایض آئیں کہ حضور دارالخلافہ سے بہت دور چلے گئے یہاں متمردوں نے تمرد اختیار کیا افغانوں نے بہار میں سر اٹھایا ہے۔ محمد سلطان مرزا نے اپنے بیٹوں الغ خاں و شاہ مرزا کی مدد سے قنوج سے جونپور تک لیلیا ہے اور خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا ہے۔ جمنا کے کنارہ پر جو اضلاع ہیں اون میں اور آگرہ میں بھی سرکشی کے آثار نمودار ہوتے جاتے ہیں مالوہ کی مختلف طرفوں سے اسی طرح کی خبریں بہت جلد پہنچیں کہ سکندر خاں اور ملو خاں نے سر اوٹھایا ہے اور سرکار ہنڈیہ کے جاگیردار مہتر زنبور کے سر پر چڑھ گئے۔ وہ اپنے اموال کو لیکر اوجین میں چلا آیا اور اس نواح میں جو بادشاہ کی سپاہ جا بجا متعین تھیں۔ وہ سب اوجین میں فراہم ہے اور فتنہ پردازونکی جماعت کثیر نے اس شہر کا محاصرہ کیا اور درویش علی کتاب دار حاکم اوجین کو بندوق سے زخمی کیا جس سے وہ مرگیا۔ باقی اہل قلعہ نے امان طلب کی بادشاہ پاس جب یہ

بادشاہ کا منڈو میں آنا

پریشان خبریں آئیں تو یہ امرا نے قرار دیا کہ مالوہ میں جاکر منڈو میں مقیم ہو جس سے ملک مالوہ بھی اہل فساد سے پاک ہو اور گجرات بھی جو ابھی فتح ہوا ہے انتظام پائے اور دار السلطنت کے قریب جو فتنہ فساد کی آگ بھڑک رہی ہے وہ بجھ جائے اوس نے گجرات کو مرزا عسکری اور ایک گروہ امرا کو حوالہ کیا اور خود بڑوچ وسورت اور سیر تیں ہوتا ہوا برہان پور میں آیا اور یہاں سات روز قیام کیا۔ قلعہ آسیر کے پہلو میں سے گذر کر منڈو میں آیا۔ بادشاہ کی معاودت کی خبر سنکر فتنہ پرداز کونوں میں چھپ گئے۔ بادشاہ کو مالوہ کی آب وہوا ایسی مطبوع مزاج ہوئی کہ اوس نے اپنے معتمدین کو یہاں جاگیریں دیدیں۔ پھر اوس پر کامرانی اور کام بخشی کے دروازہ کھل گئے۔

بہادر شاہ کا گجرات میں پھر اقبال چمکنا

گجرات میں ہمایوں بادشاہ کے اقبال کی ہوا پھر بگڑی۔ گجراتی ان فتح کرنے والوں کو اجنبی اور بیگانہ جانتے تھے۔ ابھی بادشاہ نے گجرات کی طرف پیٹھ کی تھی کہ وہاں سرکشی کا بازار گرم ہوا۔ بہادر شاہ نے پرتگیزوں سے صلح کرلی اونہوں نے اوسکی کمک کا وعدہ کیا اور اوس نے پانچ چھ ہزار حبشیوں کا لشکر جمع کرلیا۔ اوس کے اور طرفدار بھی ملک میں تیار ہوگئے۔ رومی خاں صفر جس نے سورت کے قلعہ کو بنایا تھا اوس کے اندر ہو بیٹھا اور چاروں طرف سے اوسے بند کرلیا۔ ایک اور افسر نے دریا تپتی کے دہانہ پر نوساری کے قریب ایک مستحکم حصار میں قیام کیا۔ اور گجراتی جہازوںکی مدد سے اس مقام کو حملہ آوروں کے ہاتھ سے بچایا۔ ان افسروں نے خان جہان شیرازی کے ساتھ اتفاق کرکے عبد اللہ خاں حاکم ولایت نوساری کو یہاں سے نکال دیا اور سورت پر قبضہ کیا۔ عبد اللہ خاں قاسم حسین خاں اوزبک کا خویش تھا اور وہ اوسکی دار الخلافۃ بڑوچ میں چلا گیا۔ خاں جہاں نے خشکی کی راہ سے بڑوچ کی طرف کوچ کیا۔ اور رومی خاں نے دریائے نربدا کی راہ سے عرابہائے جنگی میں توپ و تفنگ لگاکر بڑوچ پر چڑہائی کی یہ دیکھکر قاسم حسین خاں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ بھاگ کر چانپانیر میں آیا۔ اور یہاں سے احمد آباد میں گیا اور مرزا عسکری اور ہندو بیگ سے کمک کا طالب ہوا۔ سید اسحاق نے جسکو بہادر شاہ کی طرف شتاب خانی کا خطاب ملا تھا۔ کمبائت پر تصرف کیا۔ اور سارا ملک گجرات لڑنے پر تیار ہوگیا۔ مرزا عسکری نے یہ حال دیکھہ یادگار ناصر مرزا کو پٹن سے احمد آباد میں بلا لیا۔ دریا خاں و

حافظ خاں جوراہ بسین سے سپاہ لئے بہادر شاہ پاس دیو جاتے تھے جب اونہوں نے پٹن کو بادشاہ کی سپاہ سے خالی دیکھا تو اوس پر قبضہ کرلیا اور پھر تو یہ حال ہوگیا کہ امراے شاہی اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارنے لگے۔ اپنی تنگ حوصلگی سے تھوڑی سی کامیابی پر فاسد اندیشی کرنے لگے اور آپس میں ناشائستہ مخالفت کرنے لگے اور نفاق سے دل مکدر رکھنے لگے۔ تین مہینہ کا عرصہ گذرا تھا کہ ایک دن مرزا عسکری شراب پئے مجلس میں بیٹھا تھا۔ کہنے لگا کہ میں بادشاہ ظل اللہ ہوں۔ اوس پر غضنفر اوس کے کوکا نے چپکے سے کہا کہ ہستی اما خویش نیستی۔ یہ سنکر یاروں نے قہقہہ لگایا۔ مرزا نے پوچھا کہ کیا ہے تو یہ غضنفر کا کہنا معلوم ہوا۔ اوس نے غصہ ہوکر اوسکو قید خانہ میں بھیجدیا۔ وہ اس بند سے نکلکر بندر دیو میں بہادر شاہ پاس پہونچا اور تین سو سواروں کو ساتھ لیگیا۔ اوس نے مغلوں کے سارے منصوبوں اور ارادوں اور تدبیروں پر مطلع کیا اور احمد آباد پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا اور کہا کہ وہ سب بھاگنے کے لئے پا برکاب بیٹھے ہیں مگر کسی بہانہ کے منتظر ہیں اس امر پر اسقدر اصرار کیا کہ آپ مجھے قید رکھئے اگر میری بات میں رائی برابر جھوٹ ہو تو سزا دیجئے۔ اس کہنے سے بہادر شاہ احمد آباد کی طرف چلا۔ سارا ملک اوس کے ساتھ تھا۔ لشکر اس کا بہت بڑھ گیا اور وہ احمد آباد کے مقابل سرکیج میں خیمہ زن ہوا۔ اس نازک وقت میں بادشاہ کی سپاہ خطرناک حالت میں تھی۔ سارا ملک اوس کا دشمن تھا ہمایوں کی سپاہ نے سارے شہر سوائے جانپانیر کے چھوڑ دیے تھے۔ سب آنکر مرزا عسکری کے پاس جمع ہوئے تھے۔ ہندو بیگ یادگار ناصر مرزا۔ قاسم حسین سلطان اوزبک اور اور امراے عظیم سرکیج میں نزدیک اساول کے حوالی احمد آباد میں سابرمتی کے بائیں کنارہ پر جمع تھے اور بیس ہزار سوار اُن پاس تھے یہاں مرزا عسکری کو ہندو بیگ نے یہ سمجھایا کہ گجرات پر قبضہ و تصرف رکھنے کا طریقہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ اب اپنے نام کا خطبہ پڑھوائے اور سکہ چلائے تاکہ اہل ملک آپ کو بادشاہ جانیں اور آپ کی اطاعت کریں اور سپاہ آپ کو بادشاہ جان کے خوب جان لڑا کر لڑائی لڑے اور میدان جنگ میں بہادری دکھائے اوس پر مرزا عسکری نے ہندو بیگ کو لعنت ملامت کی مگر اصل حال یہ تھا کہ من چاہے اور منڈیا ہلائے۔ بہادر شاہ کا لشکر بھی سامنے تھا اتفاقاً مرزا عسکری کے خیمہ سے اوس کے خیمہ پر ایک گولہ آنکر لگا اور خیمہ

گر پڑا۔ یہ دیکھہ کر وہ بہت گھبرایا اور غضنفر کو بلایا کہ اوس کی سیاست کرے مگر اوس نے کہا کہ جبتک صف آرائی نہو ﷲ میری سزا سے باز رہیے یقینی آج رات کو مرزا عسکری بھاگ جائیگا۔ تین روز دونوں لشکر مقابلہ میں پڑے رہے۔ آخر کو مرزا عسکری بغیر لڑے جانپانیر کو بھاگا۔ اور ایسا بے سروپا بھاگا کہ اپنے خیمے اور بھاری اسباب کو یہیں چھوڑ گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ اس طرح سوار ہوا کہ لڑائی کو جاتا ہے مگر وہ بھاگنے کا سامان تھا۔

سلطان بہادر نے جسکو سو طرح کے اندیشے تھے دلیر ہو کر اوس کا تعاقب کیا۔ سلطان کا ہراول سید مبارک تھا وہ بادشاہی لشکر کے قریب پہنچا۔ ناصر مرزا چنداول تھا۔ مرزا پھر کر دشمنوں سے خوب مردانہ لڑائی ہوئی سلطان کے ہراول نے بہت آدمیوں کو قتل کیا۔ مرزا کے ہاتھ میں بھی زخم آیا۔ دشمن محمود آباد میں ٹھیر گیا۔ اور مرزا نے اپنے لشکر میں مراجعت کی مرزا عسکری نے آب مہندری سے کہ راہ میں تھا ایسا مضطربانہ عبور کیا کہ بہت سے سپاہی اوس کے دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ سلطان بھی اوس کے پیچھے آب مہندری تک آیا۔ جب مرزا عسکری جانپانیر میں پہنچا تو تردی بیگ نے لوازم مہمانداری کا حق ادا کیا اور قلعہ میں چلا گیا۔ دوسرے روز مرزاؤں کے بیٹوں کی نیت میں فساد آیا اور اونھوں نے تردی بیگ کو پیغام بھیجا کہ ہم پریشان احوال آئے ہیں اور لشکر کا برا حال ہے قلعہ کے خزانوں سے کچھ روپیہ بطور مساعدت کے ملے کہ ہم لشکر کو دیں اور اوسان درست کر کے دشمن کے دفع کرنے پر مبادرت کریں۔ چھ روز میں منڈو قاصد پہونچتا ہے عرایض بھیجنے میں یقین ہے کہ بادشاہ خزانہ ملنے کا حکم دیدے گا۔ تردی بیگ نے اونکی درخواست کو نامنظور کیا۔ مرزاؤں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ تردی بیگ کو گرفتار کر لیں اور تمام خزانوں پر متصرف ہوں اور سلطنت مرزا عسکری کے نام پر مقرر کر دیں۔ اگر بہادر پر ہم فتح پائیں تو بہتر ورنہ بادشاہ کو تو منڈو کی آب و ہوا پسند ہی اور دار الخلافہ آگرہ کی حدود خالی ہیں اسطرف متوجہ ہوں۔ تردی بیگ قلعہ سے نکلکر مرزاؤں کی خدمت میں جاتا تھا کہ اثناء راہ میں اوسکو یہ خبر ہوئی تو وہ الٹا قلعہ کو چلا گیا اور مرزاؤں کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کا میری توپوں کی زد میں ٹھیرنا مناسب نہیں۔ مرزاؤں نے جواب دیا۔ کہ ہم جاتے ہیں تم ذرا ہم سے ملجاؤ کچھ باتیں کہنی ہیں وہ اون کے منصوبے پر مطلع تھا کب آتا تھا۔ مناسب جواب دیا۔ مرزاؤں نے اپنے خیمے نہیں ہٹائے

سلطان بہادر سے لڑائی شکست

مرزاؤں کا ارادہ مرزا ہمایوں جانا اور تردی بیگ کا خزانہ دینے سے انکار کرنا

تھے اسلئے اونکے دھمکانے کے لئے تردی بیگ نے صبح کو توپیں اونپر ماریں تو مرزاؤں نے وہاں سے کوچ کیا۔ گھاٹ کرجی کی راہ سے دار الخلافت آگرہ کی طرف بخیال فاسد رواں ہوئے بادشاہ کا لشکر جب تک جانپانیر میں رہا بہادر نے آب مہندری سے جو جانپانیر سے پندرہ کروہ تھا عبور نہیں کیا۔ جب اوسکو آگرہ کی طرف مرزاؤں کے چلے جانے کی اور اونکے خیالات واہیہ کی خبر پہونچی تو وہ دریا سے عبور کرکے جانپانیر میں آیا۔ باوجودیکہ قلعہ مستحکم تھا اور تمام قلعہ داری کے لوازم موجود تھے مگر حالتیں ایسی تھیں کہ بہادر شاہ سے تردی بیگ لڑتا تو قلعہ بھی جاتا اور اوس کا سارا خزانہ بھی۔ اب اوس نے قلعہ حوالہ کردیا اور خود سلامت نکل آیا اور خزانہ جس قدر وہ لے سکا اپنے ساتھ لے لیا۔ اور بادشاہ پاس منڈو پہونچا اور مرزاؤں کے ناصواب ارادوں سے بادشاہ کو مطلع کیا۔ یہ سنکر بادشاہ اس خیال سے بطور ایلغار کے چتوڑ سے روانہ ہوا کہ آگرہ میں مرزا پہلے سے نہ پہونچ جائیں اتفاقات حسنہ سے یہ تھا کہ راہ کے درمیان چیپوڑ کی نواح میں اوسکو مرزا مل گئے۔ ناچار وہ بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوئے بادشاہ نے اپنی عطوفت ذاتی اور عفو جبلّی سے اونکے اعمال ناپسندیدہ پر نظر نہ کی اور اپنے لطف عمیم سے اونکے گناہ معاف کردیے اور عفو کا ضمیمہ فیض احسان کو بنایا اور اون پر عنایت شاہانہ کیں۔

اس ملک سے آگرہ میں بادشاہ کے جانے کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ محمد سلطان مرزا اور اوس کے بیٹے الغ مرزا نے جو ہمیشہ باغی رہتے تھے ان دنوں میں شورش برپا کی۔ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ بادشاہ نے اونکے نابینا کرنے کا حکم دیا تھا مگر جو لوگ اونکے اندھا کرنے کے لئے مقرر ہوئے تھے شرایط احتیاط نہ بجالائے اور آنکھیں سلامت رہیں اب اونہوں نے قید سے نکلکر پرگنہ بلگرام پر تاخت کی اور قنوج میں گئے خسرو کوکلتاش کے بیٹے یہاں تھے اونہوں نے امان لیکر قنوج اون کو دیدیا اور قنوج کے سامنے بلگرام کو محمد سلطان نے اپنا دار السلطنت بنایا اور یہاں سے اپنے بیٹے الغ مرزا کو بڑی سپاہ کے ساتھ جونپور کے محاصرہ کرنے کے لئے بھیجا دوسرے بیٹے شاہ مرزا کو کڑہ مانک پور پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

مرزا ہندال جسکو بادشاہ نے آگرہ میں حاکم مقرر کیا تھا اس سرکشی کے فرو کرنے کے

لئے روانہ ہوا اور اوس نے فوراً قنوج کو لے لیا۔ جب محمد سلطان مرزا نے سنا کہ مرزا ہندال قریب آگیا ہے تو اوس نے جہاں جہاں فوج بھیجی تھی وہاں سے بلالی۔ شاہ مرزا اوس سے آن ملا اور الغ مرزا نے لکھا کہ جب تک میں نہ آنکر ملوں دشمن سے لڑائی نہ لڑنا۔ سلطان مرزا اور شاہ مرزا دونوں دریا کے کنارہ پر بادشاہی لشکر کو دریا سے اُترنے نہیں دیتے تھے۔ مرزا ہندال یہ چاہتا تھا کہ محمد سلطان مرزا پہلے اوس سے کہ الغ بیگ اِس سے آنکر ملے لڑائی لڑے وہ قنوج دس کروہ آگے جاکر گنگا سے جہاں وہ پایاب تھے معہ لشکر اُترا اور دشمن کو یہ حال نہ معلوم ہوا دونوں لشکر مقابل ہوئے اور لڑنے لگے کہ ایک ایسا آندہی کا طوفان آیا کہ دشمنوں کی آنکھوں میں خاک پڑی کہ خاک اون کو نہ سجھائی دیتا تھا۔ بادشاہی لشکر کے پس پشت آندہی کا رُخ تھا گھوڑوں کے سموں کی خاک نے اور آندہی کی گرد نے دشمنوں کو ایسا گھیرا کہ وہ نہ غنیم کے لشکر کو نہ اپنے لشکر کو پہچانتے تھے۔ اونہوں نے شکست پائی۔ جون پور کی طرف الغ مرزا روانہ ہوا۔ مرزا ہندال نے پرگنہ بلگرام کلاں بیگ کو سپرد کیا اور خود مرزا الغ بیگ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اودہ میں اوسکو جالیا یہاں محمد سلطان اور اوس کے بیٹوں کا لشکر آپس میں ملگیا تھا۔ اوس کے روکنے کے لئے مرزا ہندال کا لشکر آیا۔ دونوں لشکر دو مہینے تک آمنے سامنے پڑے رہے۔ مرزا ہندال لڑنے کے لئے بے صبری کرتا تھا مگر شیخ پھول کہتا تھا کہ تحمل کرو میں دعوت اِسم کر رہا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ دشمن خود پریشان ہوجائیں گے۔ مرزا ہندال اِس نوید سے خوشحال ہوتا تھا۔ اِس اثناء میں مرزا محمد سلطان کو خبر پہونچی کہ بادشاہ دارالخلافت آگرہ میں آگیا ہے۔ اِسلئے اوس نے فوراً مرزا ہندال پر چڑھائی کی مرزا ہندال نے شیخ پھول سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے تو اوس نے کہا کہ جب دشمن سر پر آن کھڑا ہوا تو ضرور لڑنا چاہیئے غرض دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ مرزا ہندال کو فتح ہوئی وزری ہوئی۔ مرزا محمد سلطان تینوں بیٹوں سمیت کوچ بہار کو جو پرنیا کے متصل سرحد بنگالہ پر ہے بھاگ گیا۔ مرزا ہندال نے جون پور تک تعاقب کیا اور یہاں ٹھیر گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ جون پور کو تقسیم کرے کہ اوسکو خبر معلوم ہوئی کہ بادشاہ گجرات سے آگرہ میں آگیا۔ تو وہ سپاہ کو چھوڑ کر بھائی سے ملنے آگرہ چلا آیا۔

مرزا ہندال کی فتح

جب بادشاہ آگرہ کی طرف چلا تو تمام گرد و نواح کے ملک میں اُس کی خبر ہوئی - کہ بادشاہ اُلٹا جاتا ہے تو بھوپال راے ہیجا گدھ نے یہ دیکھا کہ قلعہ منڈو خالی پڑا ہے تو وہ دلیرانہ اُس میں آیا - ملو خاں اوس سے آن ملا اور یہاں کے تخت پر بیٹھکر اوس نے اپنا لقب نادر شاہ رکھا اور میران محمد فاروقی برہان پور سے یہاں آیا - بادشاہ کی فوج تو یہاں موجود نہ تھی کہ لڑائی ہوتی غرض تمام ملک پر اون کا قبضہ ہوگیا - خلاصہ اوپر کے تمام جھگڑوں کا یہ ہی ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ع میں بہادر شاہ کو اپنا سارا ملک گجرات اور مالوہ دونو ہاتھ لگ گئے - ہمایوں کو یہ دونوں ملک کس محنت اور مشقت سے ہاتھ آئے تھے وہ مفت ہاتھ سے نکل گئے تاریخ گجرات میں ہم باقی حال بہادر شاہ کا لکھیں گے -

مالوہ کا بادشاہ کے ہاتھ سے نکل جانا

جب بادشاہ گجرات اور مالوہ چھوڑ کر آگرہ میں آیا تو اوس نے ملک کا حال دگرگوں پایا سارے کام ابتر و پریشان ہوگئے تھے - جب سے وہ بادشاہ ہوا تھا اوس کی سلطنت کے لئے بہت سے ایسے خوف و خطر درپیش ہوئے کہ اونکے دفع کرنے کے لئے بڑی مردانگی اور فرزانگی کی ضرورت تھی - باپ کے زمانہ کے جو امرا ترکی و چغتائی اوسکے ساتھ تھے اون کی خیر خواہی اور دولت خواہی ڈہیل ہو رہی تھی - محمد زماں مرزا - ایسے ہی محمد سلطان مرزا اور اوس کے بیٹے گو شکست پا چکے تھے مگر وہ لڑنے کو مستعد تھے اور وہ ایسے ملک میں چلے گئے تھے کہ اُنکا مقام اونکے ارادوں کا استحکام کرتا تھا - کیونکہ یہ ملک ابھی فتح ہوا تھا اور ملک سے فاتح بالکل اجنبی تھے - مملکت دہلی چھوٹی چھوٹی ولایتوں میں منقسم تھی جو کم و بیش آزاد تھیں اِن میں انتظام رکھنا آسان نہ تھا - دوآب اور آگرہ کے ہمسایہ میں بڑے بڑے سرکشوں کے گروہ موجود تھے جنکا حال یہ تھا کہ جہاں ذراسی بھی غفلت اونہوں نے بادشاہ کی طرف دیکھی تو لوٹ مار اونہوں نے شروع کی - مالوہ اور گجرات میں ہمایوں کا جانا تھا کہ اونہوں نے شورش اور لوٹ مار مچادی - ایسی حالتوں میں بڑے جوانمرد بادشاہ کا کام تھا کہ وہ سلطنت کو سنبھالتا -

ملک کی حالت جب ہمایوں آگرہ میں آیا

آگرہ میں برس روز تک ہمایوں رہا - یہ زمانہ اوس نے عجب طرح بسر کیا - کس شان و شکوہ سے اوس نے ملکوں کو فتح کیا تھا مگر وہ سب اُس کے ہاتھ سے نکل گئے تو اوس کا دل

[illegible]

افسردہ آگرہ میں برس روز تک ہمایوں رہا۔ ہوا۔ اب اوس نے دل کے شگفتہ کرنے کا علاج یہی سوچا کہ محل میں مست پڑا رہتا۔ دربار میں کبھی نہیں آتا۔ کسی سے کچھہ صلاح و مشورہ نہ کرتا ملک کی بدنظمیوں کا علاج کچھہ نہ کرتا۔ افیونوں کی پینکیوں سے کام تھا اور کسی سے کچھہ سروکار نہ تھا۔

شیرخاں کا حال

۹۴۳ھ ۱۵۳۶ء کو امیر جنید برلاس حاکم جونپور مرگیا۔ یہ امیر اپنی حکمت اور تدابیر اور شمشیر سے افغانان شرپسند کی سرکوبی کرتا رہتا۔ گجرات اور مالوہ کی مہمات میں بادشاہ مصروف ہوا۔ اس عرصہ میں شیرخاں افغان نے بہار۔ جون پور۔ قلعہ چنار پر تصرف کرلیا۔ بہت کچھہ سامان جنگ اور لشکر بہم پہنچا لیا۔ بنارس کو تاخت و تاراج کیا۔ گورکھہ پور کا محاصرہ مدتوں تک رکھا۔

ہمایوں کی بنگالہ پر چڑھائی کی تیاری

جب ہمایوں کو شیرخاں کی اس حال کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوا اور اوس نے بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اوس پر حملہ کرنے کے لئے لشکر کی تیاری کا حکم دیا (شیرخاں کا مفصل حال ہم آیندہ اوسکی تاریخ میں لکھیں گے) اول بادشاہ کا ارادہ گجرات پر یورش کرنے کا تھا اسلئے کہ برہان نظام شاہ بادشاہ احمدنگر پر اوس کے دکھنی ہمسایہ والوں نے حملہ کیا تھا تو اوس نے ہمایوں کو لکھا تھا کہ اگر آپ گجرات پر حملہ کریں تو بندہ اس حملہ جدید میں آپ کا معاون ہونگا۔ مگر بادشاہ کو شیرخاں کا بہت خوف تھا اسلئے اوسنے مہم بنگالہ کو مقدم جانا دارالخلافہ آگرہ کی حکومت میر محمد بخشی کو کہ معتمدین میں سے تھا سپرد کی اور محمد یادگار ناصر مرزا اسپنے چچازاد بھائی کو کالپی جو اوس کی جاگیر تھی حوالہ کی اور اوسکو رخصت کیا کہ وہاں جاکر انتظام کرے۔ نورالدین محمد مرزا کو جسکو اوسکی بہن گلرنگ بیگم بیاہی تھی قنوج اور اوس کے نواح کی حراست حوالہ ہوئی اور ۹۴۳ھ ۱۵۳۶ء کو خود کشتی میں سوار ہوکر مشرق کی طرف کوچ کیا مرزا عسکری اور مرزا ہندال و بیرام خاں اور امراء عالی قدر ہمراہ تھے لشکر بجر و بر کی راہ سے چلتا تھا اور خود کبھی کشتی میں سوار ہوتا کبھی گھوڑے پر۔ اس طرح بادشاہ چنارگڈہ پہنچا۔ چنارگڈھ کے قریب مرزا محمد زماں گجرات سے چلکر ہمایوں سے آن ملا۔ اس واقعہ کا حال یہ ہے کہ مرزا نے پہلے اپنے آنے سے اپنی ہمشیرہ عزیزہ معصومہ سلطان بیگم کی معرفت بادشاہ سے عفو تقصیر کی درخواست بھیجی تھی۔ بادشاہ نے اوس کے جرموں کو معاف کردیا تھا اور اوسکو بلایا تھا۔

جب مرزا لشکر بادشاہی کے قریب آیا تو بادشاہ نے اوس کی بڑی خاطرداری اور تواضع کی خلعت خاصہ و کمربند و اسپ و شمشیر عنایت کیا۔ ہمایوں کی صفت ذاتی یہ تھی کہ وہ سیات کی مکافات حسنات سے کیا کرتا تھا۔ جتنا کسی کا جرم و اثم زیادہ ہوتا تھا اوتنا ہی اوسپر لطف و کرم زیادہ کرتا۔ یہ صفت بادشاہوں میں کمتر ہوتی ہے شیر خاں بڑا عاقبت اندیش تھا اور وہ اِن سب خطروں سے جو اوسکے آگے پیش آتے تھے پہلے سے واقف ہوجاتا تھا اور اونکی روک تھام کے واسطے ایسی معقول تدبیریں سوچتا اور عمدہ تجویزیں کرتا کہ اوس کی نظیر ہندوستانمیں نہیں پائی جاتی۔ جب اوسکو ہمایوں کے آنے کی خبر پہونچی تو اوس نے قلعہ چنار گڈھ کو مستحکم کیا

قلعہ چنار گڈھ کا محاصرہ

اور قطب خاں اپنے بیٹے کو اوسکی محافظت سپرد کی اور خود بہار کھنڈ یا جہار کھنڈ کو چلا گیا۔ قطب خاں کو اوس نے مقرر کیا کہ وہ محاصرین کو باہر ستاے اور غازی خاں سور کو قلعہ کے اندر مقرر کیا کہ دشمنوں سے لڑے۔ ہمایوں نے چنار گڈھ کے پاس مقام کیا اور اِس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ کیا محاصرہ کا اہتمام سارا رومی خاں کے سپرد کیا۔ یہ رومی خاں وہی ہے جو مندسور کی لڑائی میں بہادر شاہ بادشاہ گجرات سے جدا ہوکر بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں آیا تھا۔ اور امیر آتشی کے عہدہ پر سرافراز ہوا تھا۔ اوسکو قلعوں کی فتح میں کمال تھا۔ اوس نے قلعہ کا محاصرہ شروع کیا اور کئی مہینے اِس محاصرہ میں لگ گئے۔ توپوں نے وہ کام محاصرہ میں نہیں کیا جس کی اُمید تھی تو رومی خاں نے اِس امر کے دریافت کرنے کے لئے کہ قلعہ کی کونسی طرف ضعیف ہے یہ تدبیر کی کہ اپنے حبشی وفادار کلامات کو ایسا مارا پیٹا کہ اوسکے سارے بدن پر بدھیاں پڑگئیں وہ راتکو بھاگا اور قلعہ کے اندر داخل ہوا اور وہاں رومی خاں کے ظلم و ستم کا بیان کیا کہ مجھے ناحق مارا مارا پیٹا ہے کہ دیکھ لو کہ کوڑوں کے نشان میرے سارے بدن پر موجود ہیں۔ افغانوں نے اوسکے زخموں کا علاج کیا اور جب اچھا ہوگیا تو اوس نے کہا کہ رومی خاں جیسے اوستاد کا شاگرد ہوں میں آپ کو ایسے مقامات بتا سکتا ہوں کہ جہاں سے محاصرین کو آپ لوگ بہت حیران و پریشان کرسکتے ہیں غرض اپنی صداقت اور ہنرمندی کا یقین اہل قلعہ کو ایسا دلایا کہ اُنھوں نے اپنے قلعہ کے سارے مقامات دکھا دیے۔ یہ غلام چند روز وہاں رہ کر اور سب کچھ دیکھ بھال کر پھر رومی خاں پاس بھاگ آیا اور سارا حال بیان کردیا جس کے موافق رومی خاں

سے عمل کیا۔ رومی خاں نے کشتیوں کے ساباط (مورچے) بنائے تھے اور اُن میں تختہ پر قطعات تختہ ایسے مسطح لگائے تھے کہ اونکو دیکھکر ہنرمندوں کی عقل دنگ ہوتی تھی۔ اور سرنگیں وہ لگائیں جنکے اُڑنے سے زمین کے ٹکڑے ہوتے تھے۔ یہ مورچہ رواں دریا کی طرف سے قلعہ کے پاس گیا اور پھر قلعہ پر چاروں طرف سے حملہ ہوا اور قلعہ کی ایک دیوار گری جس میں سے محاصرین نے قلعہ کے اندر جانے کا ارادہ کیا مگر محصورین نے بھی ایسا مقابلہ کیا کہ سات محاصرین کو قتل کیا اور مورچہ رواں بھی توپوں سے آدھا اوڑا دیا۔ دوسرے دن صبحکو کاریگروں نے مورچہ رواں کی مرمت کی اور از سر نو حملہ کا ارادہ کیا۔ جب اہل قلعہ نے دیکھا کہ بادشاہ کسی طرح قلعہ کو بغیر فتح کے نہیں چھوڑیگا تو اونہوں نے جان کی اماں مانگ کر اپنے تئیں حوالہ کر دیا۔ اور بادشاہ نے بھی رومی خاں کے کہنے سے اونکو جان کی اماں دیدی مگر مؤید بیگ دولدی نے دشمن کے تین سو گولہ اندازوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور جھوٹ موٹ کہدیا کہ یہ بادشاہ کے حکم کے موافق کام کیا ہے۔ رومی خاں نے بادشاہ سے اس عہد شکنی کی شکایت کی جس پر بادشاہ نے مؤید بیگ کو بڑی لعنت ملامت کی۔ بادشاہ نے رومی خاں سے پوچھا کہ یہ قلعہ کس امیر کو دیا جائے کہ یہاں وہ تیرے ساتھ کام کرے تو اوس نے کہا کہ ان امیروں میں سے تو کوئی اس قلعہ کے لایق میں نہیں دیکھتا۔ بادشاہ نے رومی خاں کو یہ قلعہ حوالہ کیا مگر اس کہنے سے امیر اُس سے ایسے ناراض ہوگئے کہ سب نے متفق ہوکر اوسکو وہ زہر کا پیالہ پلایا کہ جس سے پیمانہ عمر اس کا لبریز ہوا۔ اس محاصرہ کا حال جو ہم نے واقعات ہمایونی میں اور طبقات اکبری اور اکبر نامہ اور تاریخ فرشتہ میں اور منتخبات اللباب خافی خاں میں ایسا مختلف لکھا ہے کہ اونمیں مطابقت کرنی دشوار ہے۔

بنگالہ میں شیر خاں اور بنارس میں ہمایوں

ہمایوں کو چنار کی تسخیر میں چھ مہینے لگے۔ شیر خاں کو یہ فرصت کا وقت خوب بنگالہ میں اپنے کام کرنے کے لئے مل گیا۔ اوس نے بنگالہ کو لے لیا اور گور کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ کبھی وہ خود اور کبھی اوس کا بیٹا جلال خاں اور کبھی اوس کا سپہ سالار خواص خاں لشکر سے کام لیتا ہمایوں چنار کو فتح کرکے بنارس میں آیا۔ یہاں اوس کو معلوم ہوا کہ گور کا محاصرہ کر رہا ہے اور کل مملکت پر قابض ہو گیا ہے اسلئے بادشاہ نے بنگال میں جاکر شیر خاں کی ترقی کو روکنا

چاہا وہ دریائے سون کے کنارہ پر پہونچا۔ جہاں اوسکو یہ معلوم ہوا کہ شیرخاں نے گور کو لے لیا۔

بہت مہینوں تک شہر گور کا محاصرہ رہا تو وہاں قحط پڑا۔ سید محمود شاہ بادشاہ گور نے دیکھا کہ اب شہر کے بچنے کی امید دشمنوں کے ہاتھہ سے نہیں ہے تو ایک کشتی میں وہ سوار ہوکر حاجی پور میں آیا۔ اوس کا تعاقب شیرخاں کے لشکر نے کیا۔ اور اوس کے لشکر کو پریشان کردیا اور اوسکو خود بھی زخمی کیا تو محمود شاہ بادشاہ بنگالہ نے بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں استغاثہ کرنے کا قصد کیا۔ شیرخاں نے گور کو فتح کرکے ملک بنگال اور بہار کے بڑے حصّہ پر قبضہ کرلیا سید محمود شاہ کے زخمی ہونے اور اوس کے ملک بنگال کے چھوڑنے نے بادشاہ کے ارادہ کو بنگالہ کی تسخیر پر اور زیادہ آمادہ کیا اور اُس نے اور زیادہ اوس پر توجہ کی کہ وہ زرخیز ملک بنگالہ پر شیرشاہ کی حکومت کو جمنے نہ دے اسلئے اوس نے قبل حسین ترکمان کو ایلچی بناکے شیرشاہ پاس یہ فرمان دیکر بھیجا کہ چتر و تخت و خزانے ہمارے پاس بھیجدے اور بنگالہ اور رہتاس کو خالی کرکے ہمارے بندگان درگاہ کو سپرد کردے۔ اس کے عوض میں قلعہ چنارگڈھ اور جونپور یا کوئی اور جگہہ جو اُسکو اچھی معلوم ہو جاگیر میں لے لے۔ شیرخاں نے بادشاہ کے اس حکم کو قبول نہیں کیا۔ اور کہا کہ میں نے پانچ سال محنت کرکے بنگالہ کو اپنی تلوار کے زور سے لیا ہے اور اس میں اکثر میرے سپاہیوں نے جان دی ہے بھلا وہ میں کیسے دیسکتا ہوں۔ قبل حسین چند روز رہ کر واپس آیا اور اوس نے یہ کہا کہ شیرخاں نے بادشاہ کا حکم نہیں مانا اور وہ گور سے رہتاس اور کوہستانی ملک کو گیا ہے اور بے شمار دولت جو اوسکے ہاتھہ لگی تھی اپنے ساتھہ لیگیا ہے کہ وہ اِن پہاڑوں میں اوسکو محفوظ رکھے۔

بادشاہ نے جونپور کو اور اوس کی حدود کو ہندو بیگ کو کہ اُمرائے کبار میں سے تھا اور چنارگڈھہ کو بیگ میرک کو عنایت کیا کہ وہ اس طرف کے ملک میں انتظام کریں۔ اور خود اوس نے لشکر کو بحر و بر کی راہ سے جنبش دی۔ آرہ اور دیناپور کے درمیان ایک قصبہ مونیہ ہے جو گنگا اور سورن کے ملنے سے مقام سے قریب ہے وہاں سید محمود شاہ معزول بادشاہ بنگال جس کے زخم ہرے تھے بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اوس کو تسلّی دی کہ میں

محمود شاہ شاہ بنگالہ کا ہمایوں پاس آنا

بھیجنا ہمایوں کا ایلچی شیرخاں کے پاس

تیرا ملک تجھے جلد دلائے دیتا ہوں۔ جب بادشاہ پٹنے میں پہونچا تو دولت خواہوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ موسم باراں سر پر ہے اگر حضور بنگالہ پر حملہ کرنے کو اس موسم کے آخر ہونے تک موقوف رکھیں گے تو آئین ملک گیری میں جو روش فیروزی پانے کی ہے اوس کے موافق حصول مامول قریب تر ہوگا بنگال میں اس موسم میں سوار کو چلنا نہایت دشوار ہے اور سپاہ کا وہاں جانا ویران اور تباہ کرنا ہے لیکن والی بنگالہ کو اپنی اغراض پر نظر تھی اوس نے بادشاہ سے یہ عرض کیا کہ بنگالہ میں شیر شاہ کے قدم قدم نہیں جمے ہیں اوسکے سر پر جلد چڑھنے سے اوس کا استیصال سہل ہوگا۔ وہاں سب طرح کا سامان رسد لشکر کے لئے موجود ہے بادشاہ نے اس ستم رسیدہ کی خاطرداری اور صلاح کی معقولیت پر خیال کرکے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ بادشاہ کو اس مہم کا شوق اس سبب سے بھی تھا کہ جیسا ایک بڑا ملک گجرات ہاتھ سے گیا ہے ایسا ہی دوسرا ملک ہاتھ آئیگا تو نقصان کا معاوضہ فائدہ سے ہو جائیگا۔

شیرخاں کی فوج کا ... اور بادشاہ سے شکست پانا

جب شیر خاں نے سنا کہ بادشاہ کا لشکر آتا ہے تو اوس نے یہ ارادہ کیا کہ بادشاہ کی اس فوج عظیم سے اس سال نہ لڑے اور برسات میں اوس کو حیران کیجے اسلئے وہ خود تو جھار کھنڈ کو چلا گیا کہ جب بادشاہ کا لشکر بنگالہ میں آئے تو خود اس راہ سے بہار میں جائے اور وہاں شورش اور فساد مچائے اور مال بنگالہ جو اس پاس ہے اوسکو کسی مامن میں پہونچائے اپنے بیٹے جلال خاں اور اپنے سپہ سالار خواص خاں کو گڈھی ترائی (تلے گولی لی) کے قریب مقرر کیا اور کہہ دیا کہ جب لشکر شاہی یہاں پاس آئے اور میں شیر پور میں پہونچوں تو تم ایلغار کرکے میرے پاس چلے آنا اور جنگ کے اقدام پر دلیری نہ کرنا۔ بادشاہ نے بھاگلپور سے ابراہیم بیگ چابوق اور جہانگیر قلی بیگ و بیرم بیگ و نہال بیگ و روشن بیگ و کرگ علی بیگ و بچکہ بہادر اور ایک جماعت کثیر پانچ چھ ہزار سپاہ کو روانہ کیا جب لشکر شاہی نواحی گڈھی پر میں پہنچا تو جلال خاں باپ کے حکم کے برخلاف فوج کو آراستہ کرکے لشکر شاہی پر چڑھ آیا۔ ابھی لشکر نے کمر بھی سیدھی نہیں کی تھی کہ اوس پر یہ آفت آئی اس سے نہ جنگ کا انتظام ہو سکا نہ ترتیب افواج قایم ہوئی لشکر مخالف بہت تھا۔ یہاں سپاہ کا قصد جنگ نہ تھا۔

ہمایوں کا بنگال میں داخل ہونا اور گور میں ٹھہرنا

بیرام خاں نے چند مرتبہ لشکر اس طرح لڑایا کہ دشمن کے لشکر کا منہ پھیر دیا مگر فوج شاہی میں بے ترتیبی ایسی تھی کہ اوسکو کمک نہ پہونچی اور حسب دلخواہ کام نہ بنا اور لشکر شاہی کو شکست ہوئی اور علی خاں جہادتی وحید بخشی اور بعض اور اعیان دولت والا پایہ شہید ہوئے جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو خود اوس نے سرعت کے ساتھ نہضت کی راہ میں کھلگام میں کشتی جو بادشاہ کی خاص سواری کی تھی ڈوب گئی۔ یہاں بادشاہ سے امراء شکست یافتہ آن ملے۔ لشکر سفر کر رہا تھا کہ کئی گھنٹے بارش ہوئی۔ خیمے ڈیرے و سراپردے سب کھڑے تھے کہ بادشاہ نے حاجی محمد بیگ کو بھیجا کہ گڈھی کی خبر لائے کہ جلال خاں کہاں ہے۔ حاجی محمد جاکر وہاں سے خبر لایا کہ جلال خاں گڈھی میں ہے شیر خاں نے اوسے لکھا ہے کہ میں نے اپنا مال رہتاس میں پہنچا دیا ہے تو جھارکھنڈ (بھرکھنڈ) کی راہ سے میرے پاس چلا آ۔ جب بادشاہ بنگالہ پر مسلط ہوگا تو جو تدبیر کرنی ہوگی وہ کی جائیگی۔ جب جلال خاں کو شیر خاں کی رہتاس میں پہونچنے کی خبر پہونچی تو وہ رات کو باپ پاس چلا گیا اور اوسکی خبر بادشاہ پاس پہونچی کہ اب گڈھی میں جلال خاں نہیں ہے۔ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ سنگ راہ خود بخود کیوں اٹھ گیا۔ جس سے بنگالہ کا راستہ صاف ہوگیا۔ یہ گڈھی بہار اور بنگالہ کے درمیان بنگالہ کا دروازہ گنا جاتا ہے اسی لئے جلال خاں نے پندرہ ہزار سپاہ سے روکا تھا کہ بادشاہ کو بنگالہ کے اندر نہ جانے دے اور شیر خاں کو اتنی فرصت ملجائے کہ وہ بنگال کی غنیمت کو رہتاس میں لیجائے۔ جب رہتاس شیر خاں نے لیلیا تو جلال خاں اُس پاس چلا گیا اور شیر خاں کو اپنے منصوبوں کے موافق کھلے ہوئے ملکوں کے بندوبست کا موقعہ مل گیا۔ اب بادشاہ بنگال میں داخل ہوا اور گور پر بغیر مقابلہ اور مقاتلہ کے اوس کا قبضہ ہوگیا۔ افغانوں کے ظلم سے ملک بنگالہ خراب خستہ و پریشان حال ہوگیا تھا۔ گور میں ہر طرف مردے پڑے ہوئے تھے اور کوچے بازاروں میں اونکی بدبو پھیل رہی تھی۔ بادشاہ کے یہاں آنے سے یہ تباہی اور لڑائی کی نشانیاں دُور ہوئیں۔ سارے صوبہ بنگال پر ایک سال میں ۹۴۵ھ میں بادشاہ کا بالکل قبضہ ہوگیا اوس نے اپنے بھائی مرزا ہندال کو ترہت اور پرنیہ کو جاگیر میں دیا اور حکم دیا کہ وہ اپنی نئی جاگیر میں جاکر لایق سامان بنگالہ کے اِس طرف سے لائے۔

وہاں ہماری کام روائی خوب ہوجائیگی - محمد غازی توغبائی لے آنکہ مرزا ہندال کو یہ پیغام مخفی
پہنچایا اور کہا کہ دو کاموں میں سے ایک کام کرنا ناگزیر ہے کہ کیا اپنے نام کا خطبہ پڑہوائے
اور اور ان امراء کو بلوا کر اون پر نوازش فرمائے یا کسی بہانہ سے اون کو بلا کر قید فرمایئے
مرزا ہندال کو اپنے تیئں بادشاہ بنانے کا خیال ہمیشہ سے تھا اوس نے امراء کے پیغام کو مغتنمات
سے شمار کیا اور اونکو بلا کر لطف و کرم کے وعدہ کئے اور آپ بادشاہ بننے کا ارادہ مصمم کیا
جب بادشاہ کو بنارس اور جون پور اور اوسکی حدود کے تفرقہ کا اور مرزا ہندال کی بغاوت کا
حال معلوم ہوا تو شیخ بہلول کو بنگالہ سے رخصت کیا کہ وہ دار الخلافہ میں بہت جلد اپنے تیئں
پہنچائے اور مفسدوں کو خستہ کر کے خیالات فاسدہ سے باز رکھے - اور افغانوں کے استیصال
کے لئے اون کو یکدل اور یک زبان بنائے - شیخ صاحب ہندوستان کے اعیان مشایخ
میں سے تھے اور بادشاہ اونکا معتقد تھا - شیخ اُسوقت آگرہ میں پہنچا کہ امراء نادرست اندیشی اور
ناسودمند فکر کر کے مرزا ہندال کو بہکا کر بادشاہ بناتے تھے - مرزا ہندال شیخ کے استیصال کو
گیا - شیخ نے دولت خواہانہ باتیں اوسکو سمجھائیں اور مرزا کو بادشاہ کی خدمت پر ثابت قدم کیا
دوسرے روز محمد بخشی کو بلایا کہ لشکر کے لیے جو کچھہ سامان چاہیئے اوس کا سرانجام کردے - زر
واشترو اسپ و اسلحہ جنگ کا سامان کرے - محمد بخشی نے یہ معذرت کی کہ خزانہ تو ہے
نہیں کہ سپاہ کو دیا جائے مگر اسباب اور اجناس بہت ہیں سب حسب دلخواہ سرانجام کرتا ہوں
اس بات پر چار پانچ روز نہ گذرے تھے کہ مرزا نورالدین محمد قنوج سے ایلغار کر کے آیا اُسکے
آنے سے اس ارادہ میں کہ امراء نے ملکر کیا تھا بڑی تقویت ہوئی - مرزا ہندال نے دوسرے
دفعہ محمد غازی توغبائی کو امراء کے پاس بھیجا امراء نے جو پہلے کہا تھا وہی کہا اور اوس پر یہہ
اور اضافہ کیا کہ شیخ بہلول کو جو بادشاہ کا فرستادہ ہے اور ہمارے کاموں کی صلاح کو
بگاڑتا ہے مرزا ہندال علانیہ قتل کر ڈالے تاکہ ہم سب کو یقین ہوجائے کہ وہ بادشاہ سے یکسو
ہوگیا اور اوس نے ہماری بات کو مان لیا تو ہم خاطر جمع سے اوسکی ملازمت کریں سفر اور
لشکر کا سامان شیخ درست کر رہا تھا کہ مرزا نورالدین محمد نے شیخ کو اوس کے گھر سے پکڑوا کر
دریا کے پار ریت میں گردن اُڑوادی اور مرزا ہندال کے نام کا خطبہ پڑہوا دیا اور آگے

کوچ کیا۔ ہر چند مرزا ہندال کی ماں اغاچہ بیگم نے اور اور بیگموں نے سمجھایا کہ یہ تو کیا کرتا ہے گھر میں آگ لگاتا ہے مگر اصلا فائدہ نہوا ؎

یا د است نصیحت کساں در گوشم
اما یاد یکہ آتشم تیز کند

جب مرزا اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کے اپنی ماں کے پاس گیا تو وہ ماتمی لباس پہنے ہوئے تھی مرزا نے ماں سے کہا کہ ایسی شادمانی میں آپنے یہ ماتمی لباس کیوں پہنا ہے دُور اندیش ماں نے کہا کہ تیرے ماتم میں یہ لباس پہنا ہے تو خردسال ہے فتنہ سازوں اور ناعاقبت اندیشوں کی باتوں میں آکر راہ صواب سے گمراہ ہوا ہے اور اپنے تئیں ہلاک کرنے پر کمر باندھی ہے۔ محمد بخشی نے آنکر کہا کہ آپ نے شیخ کو مارا اب میرے مارنے میں کیوں توقف کرتے ہیں۔ مرزا نے اوس کی استمالت کی اور ہمراہ لیا۔ میر فقیر علی اور یادگار ناصر مرزا اس ناگوار قضیہ کو سُنکر گوالیار کی راہ سے ایلغار کرکے دارالملک دہلی میں آئے اور شہر کے استحکام اور قلعہ داری کے اہتمام میں لگے۔ مرزا ہندال فیروزآباد کے نزدیک حمید پور میں تھا کہ اوسکو خبر لگی کہ یادگار ناصر مرزا اور فقیر علی نے دہلی کی جانب ایلغار کیا۔ مرزا اور امرا نے مشورہ کرکے دہلی پر متصرف ہونے کا ارادہ کیا۔ کوچ پر کوچ کرکے دہلی کا محاصرہ کیا۔ یادگار ناصر مرزا اور فقیر علی نے قلعہ داری پر کمر ہمت چست کی۔ مرزا کامران کو صورت واقعہ لکھکر التماس کی کہ فتنہ وفساد دور کرنے کے لئے دہلی تشریف لائے۔ مرزا کامران فوراً دہلی کی طرف دوڑا۔ جب وہ قصبہ سنپت میں آیا تو مرزا ہندال نے اپنا کام ناتمام چھوڑکر دارالخلافہ آگرہ میں مراجعت کی مرزا کامران جب دہلی کے قریب آیا تو اوس سے ملاقات کرنے میر فقیر علی گیا۔ یادگار ناصر مرزا بدستور سابق قلعہ کے استحکام میں مشغول رہا۔ میر فقیر علی نے مرزا کامران کو مقدمات ہوش افزا سمجھائے کہ دہلی میں یادگار ناصر مرزا ہے اگر اوس پر آپ حملہ کیجیے گا تو وہ ہمایوں کیطرف سے اوس کی حفاظت کریگا۔ اس سے بہتر ہے کہ آپ مرزا ہندال کے پیچھے آگرہ کی طرف جائیے کہ وہ وہاں جمنے نہ پائے اور آگرہ پر تصرف کیجیے۔ جب آپ پاس آگرہ ہوگا تو دہلی خود بخود آپ کو ہاتھ لگ جائیگی ناصر مرزا اوس کے حوالہ کرنے میں کوئی حیلہ نہ کرے گا مرزا کامران اس طرح سمجھانے سے آگرہ روانہ ہوا۔ ناصر یادگار مرزا کو اپنے قلعہ داری

کے استحکام کے لئے فرصت ملی۔ مرزا کامران آگرہ کے قریب پہونچا تو مرزا ہندال نے دیکھا
کہ میں بھائی کی ٹکھر کا نہیں ہوں تو وہ الور کو جو میوات کا دار الحکومت تھا پانچ ہزار سوار
لیکر چلا گیا۔ مرزا کامران آگرہ میں آیا تو اوس نے اغاچہ بیگم والدہ مرزا ہندال سے درخواست
کرکے مرزا ہندال کو آگرہ میں بلوایا وہ الور سے آیا دونوں بھائیوں میں ملاقات اچھی طرح
ہوئی اور امراء فتنہ انگیز کو بلاکر قصور معاف کیا اور مرزاؤں اور امیروں نے اتفاق کرکے
جمنا سے عبور کیا کہ شیر خاں کے فتنے کو دور کریں۔ مرزا کامراں خود کوتاہ اندیش تھا اور امراء
جو بھاگے بھوگے اوسکے ہمراہ تھے وہ ایسے فتنہ پرداز تھے کہ اونہوں نے اوسکو ایسی
پٹیاں پڑھائیں کہ بھائیوں میں اور زیادہ نفاق بڑھا۔ اونہوں نے اوسکو یقین دلایا کہ شیر خاں
دشمن کو تباہ کرنا اور ہمایوں کو مصیبت سے بچانا اپنے پانوں میں کلھاڑی مارنی ہے ہمایوں
کے سامنے اِن کا چراغ نہیں روشن ہوگا۔ مگر جب اس کا چراغ گل ہو جائیگا تو پھر شیر خاں
سے سمجھنا کیا بڑی بات ہے۔ غرض کامران جو آہستہ آہستہ شیر خاں کی طرف کوچ کر رہا تھا۔
اوس کو اوس نے موقوف کیا اور یہ صلاح ٹھیری کہ اولٹے چلیئے اور تمام ذخیروں اور اسباب
جنگ کو محفوظ رکھئے کہ لشکر اپنے گھر آرام سے پہونچ جائے۔ اور نئی جنگ کا سامان اُس پاس
موجود رہے اگر بادشاہ ہمایوں کو شیر خاں شکست دے تو اوس سے مقابلہ کے لئے ہم تیار ر
ہیں اور اگر شیر خاں کو شکست ہو تو بادشاہ سے ہم مصلح ہو کر مصالحت جن شرایط پر چاہیں گے
ٹھیرالیں گے۔ غرض برسات کی ابتداء میں مرزا کامران اُلٹا آگرہ میں چلا آیا اور ہمایوں کو اپنے
حال پر چھوڑ دیا۔ بادشاہ اور اوسکے اولیاے دولت جن کو اِس ملک میں جاگیریں ملی تھیں
عیش وعشرت کے سامان کے زیادہ کرنے میں مصروف تھے۔ غفلت کا دروازہ اُن پر کھلا ہوا
تھا۔ ارکان سلطنت انتظام ملکی کی طرف کم مصروف تھے فتنہ خوابیدہ اپنی آنکھوں کو کھول
رہا تھا۔ ایسی خبریں کہ معتمد ہوں بادشاہ کے لشکر میں پہونچتی نہ تھیں۔ اگر بادشاہ کے کسی مقرب
کو بہت باتوں میں سے کوئی بات معلوم ہوتی تھی تو اوس کا مقدور نہ تھا کہ بادشاہ سے
کہتا۔ یہ خوف تھا کہ کسی چیز ناملایم سے بادشاہ کا عیش منغص نہو۔ مگر دولت خواہ حقیقی بھی
موجود تھے جن کی نظر اپنی غرض پر نہیں ہوتی بلکہ حق پر ہوتی ہے اونہوں نے سارا حال

بادشاہ کو سنایا - بادشاہ نے سنکر بنگالہ سے مراجعت کا ارادہ کیا - اگرچہ اسوقت برسات سے ساری زمین سیلاب ہو رہی تھی اور دریاؤں میں طوفان آرہا تھا مگر صلاح وقت اسکی مقتضی ہوئی کہ مراجعت کیجئے - ملک بنگالہ مرزا زاہد بیگ کو حوالہ کرنے کے لئے کہا تو اوس نے کہا کہ بنگالہ کے سوا میرے مارنے کے لئے کوئی اور جگہہ نہ تھی اس جواب پر بادشاہ بہت خفا ہوا - اور فرمایا کہ اس مردک کو مارنا چاہیئے وہ مجلس سے اوٹھکر باہر گیا - زاہد بیگ کی بیوی ہمایوں کی لاڈلی بیوی بیگہ بیگم کی بہن تھی - اس بیگم نے بادشاہ سے ہر چند منت سماجت کی کہ بادشاہ اس کا قصور معاف کر دے مگر جب بادشاہ نے نہیں مانا تو زاہد بیگ بھاگ کر مرزا ہندال پاس چلا آیا اور اوس کو باغی بنایا - بادشاہ نے جہانگیر قلی کو بنگالہ حوالہ کیا اور لشکر اور بعض امراء اوسکے ماتحت مقرر کئے -

جب بادشاہ بنگالہ سے چلا تو اوس نے خانخانان لودی کو آگے بھیجا کہ وہ منگیر میں جبتک ٹھیرے کہ وہاں لشکر پہونچے - وہ منگیر میں آنکر مقیم ہوا - بادشاہ منگیر کو آتا تھا کہ اوس نے سُنا کہ شیر خاں کا سپہ سالار خواص خاں ایلغار کر کے منگیر میں آیا اور اوسکے دو دانوں کو آگ سے جلا دیا اور خانخاناں کو قید کر کے شیر خاں پاس بھجوا دیا - بادشاہ اس خبر کے سننے سے متردد ہوا اس سے ہمایوں کی اور خطرناک حالت ہوگئی - بنگال اور بہار کو جو آبنائے جدا کرتے ہیں اُنسے گذرنا اور بھی مشکل تھا - سپاہ کو کیچڑ پانی میں سفر کرنا پڑتا تھا - بہت اسباب اوس کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے - گھوڑے مرے جاتے تھے - سپاہ میں بیماری نے آفت مچا رکھی تھی ہمایوں نے مرزا عسکری کو بلایا جس کی سپاہ سارے لشکر میں کارگذار سمجھی جاتی تھی اوس سے بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے اِن آفتوں سے بچا - میں تجھے چار چیزیں دونگا - جو تو مانگے گا - مرزا عسکری نے امراء کو بلا کر پوچھا کہ بادشاہ نے یہ کہا ہے - اُس سے کونسی چار چیزیں مانگوں - امیروں نے کہا کہ آپ کونسی چیزیں اوس سے مانگنی چاہتے ہیں اوس نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ بادشاہ سے روپیہ و اجناس اور اسباب و قماش بنگالہ و چند پاترین و چند نفر خواجہ سرا مانگوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا عسکری کیسا کوتہ اندیش اور نفس پرور تھا - امراء نے یہ سنکر بڑا تعجب کیا تو مرزا نے اون کا تعجب دیکھہ کر کہا کہ اب تم بتاؤ کہ کیا مانگوں تو اونھوں نے کہا کہ ہمیشہ

وقت شیر خاں سے مقابلہ و مجادلہ کرنے کا اور جانسپاری اور سپاہ گری کا ہے بادشاہ سے بہادر سپاہی دلاور جانسپار و مردان کار اور سپاہ کی تنخواہ کے اضافے اور افسروں کے لئے بڑے درجے مانگنے چاہئیں اور عرض کرنا چاہئے کہ حضور مجھے اس مہم کے سپرد فرمائیں ہیں جانوں اور شیر خاں مرزا عسکری نے امرا کی رائے کو پسند کیا اور اسیکو بادشاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ نے روپیہ بہت عنایت کیا اور چند امرا نامی کو اوسکی خدمتمیں بھیجدیا کہ شیر خاں سے لڑیں اور حکم دیا کہ مرزا عسکری چند منزل گڈھی سے آگے بڑھکر کھلگرام میں میرے آنے تک قیام کرے اور شیر خاں کی جو خبر اُسکو معلوم ہو اوس سے مجھے مطلع کرے جب مرزا عسکری کھلگرام میں آیا تو معلوم ہوا کہ شیر خاں نے جون پور اور چنار کا محاصرہ کر رکھا ہے اور قنوج تک ملک کو تسخیر کر لیا ہے اور ایسا مطلق العنان ہو گیا ہے کہ اپنے تئیں بادشاہ شیر شاہ بنایا ہے اور اب وہ رہتاس میں سپاہ جمع کر رہا ہے۔ بادشاہ گنگا کے بائیں کنارہ پر سفر کر کے منگیر میں آیا۔ یہاں مرزا عسکری سے جو پہلے چلا تھا ملا۔ محمد زماں میرزا نے تحقیق خبر بادشاہ پاس بھیجی کہ شیر خاں دُور نہیں ہے۔ وہ بادشاہ کے لشکر کی خبر ذرا ذرا مخفی دریافت کرتا ہے۔ اگر بادشاہ گنگا کے کسی کنارہ پر چلا جاتا تو وہ اس راہ میں بہت سی سپاہ اپنی کمک کے لئے جمع کر لیتا اور اوسکو راہ میں اسقدر خوف و خطر بھی پیش نہ آتے جیسے کہ اس شیخی کے سبب سے پیش آئے کہ اوس نے کہا کہ شیر خاں یہ ڈینگ ماریگا کہ بادشاہ نے میرے خوف سے سیدھی جنوبی راہ کو چھوڑ کر شمال کی راہ اختیار کی اسلئے اوس نے دائیں کنارہ کی طرف عبور کرنے کا قصد کیا۔ بادشاہ کے بڑے بڑے لایق افسروں نے اوس کو سمجھایا کہ لشکر لڑنے کے لئے تیار نہیں ہے غنیم کی طرف منہ کرنا اور عرصہ قتال میں استعجال کرنا مصلحت سے دُور ہے۔ لشکر دُور دراز کے سفر سے پابگل آیا ہے اور ماندہ ہو رہا ہے۔ اِس پاس اسباب جنگ موجود نہیں ہے۔ مگر اِسے کنارہ پر جون پور تک جانا چاہئے اور وہاں توقف کرنا چاہئے جب تک کہ دہلی سے سامان جنگ و کمک آئے اور برسات ختم ہو جائے۔ موید بیگ نے بادشاہ کی رائے کی تائید کی کہ اگر بادشاہ دریا پار نجائیگا تو شیر خاں اور شیر ہو جائیگا کہ بادشاہ اوسکی لڑائی کے خوف سے نہیں اوترا۔ غرض بادشاہ نے کسی کا کہنا سنانا اور وہ پٹنہ سے گذرا

اور مونیر میں جہاں سون اور گنگا ملتی ہیں پہونچا۔

اب تک دشمن کو دور نہ تھا مگر نظر سے غائب تھا۔ اب پیچھے پیچھے اِس کا لشکر کثیر تھا آنے لگا۔ بادشاہ نے لشکر کو لڑنے کی تیاری کا حکم دیا۔ سامنے کچھ افغانوں کا لشکر بھی آگیا تھا۔ لشکر نے کوچ کیا دوسرے روز تیر و تفنگ سے لشکروں میں چھیڑ چھاڑ ہوئی۔ دوسرے روز لشکر سفر کرنے کو تھا کہ خبر آئی کہ افغانوں نے اُس کشتی کو پکڑ لیا جس میں توپ کوہ شکن تھی اور وہ چنار کی فتح کے کام میں آئی تھی۔ سپاہ دریائے سون سے پار اُتری اور چوتھے روز مخالف سے کچھ چھیڑ چھاڑ کرتی ہوئی (چونسہ) میں پہونچی اس مقام کے قریب دریا کرم ناسا دریائے گنگ سے ملتا ہے۔

شیر خاں کے منصوبے

شیرخاں نے جب سُنا کہ مرزاؤں اور بادشاہ کے لشکر نے دارالخلافہ آگرہ کیطرف سفر شروع کیا تو وہ جونپور سے دست بردار ہو کر رہتاس کو چلا گیا۔ اور اوس نے یہ منصوبہ کیا کہ اگر بادشاہ اِس سے لڑنے آئیگا تو وہ جنگ سے یکسو ہو کر راہ جھارکھنڈ سے جس سے آیا تھا پھر مراجعت کرکے بنگالہ کا قصد کریگا اور اگر بادشاہ دارالخلافہ کی طرف گیا تو عقب میں آن کر اوسکے اسباب اور رسد کے لوٹنے کا اور شبخوں مارنے کا موقعہ ملے گا جب بادشاہ کا لشکر ترہت میں آیا تو شیرخاں کو بادشاہ کے لشکر کی کمی اور بے سرانجامی معلوم ہوئی تو وہ شیر ہو گیا۔ اور سپاہ تیار کرکے اوس نے پیشقدمی کی اور بادشاہی لشکر کے نزدیک نزدیک وہ اپنا قابو ڈھونڈھتا تھا اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ غنیم کی نیرنگستانی سے واقف ہوتا۔

چونسہ کی لڑائی اور اوسکا انجام

بادشاہ کا لشکر پہر دن چڑھے چونسہ میں پہنچا ہے کہ مشرق کی جانب سے بہت سا گرد و غبار نظر آیا۔ بادشاہ نے اوس کی خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ شیرخاں کا لشکر بھاگا بھاگ چلا آتا ہے بادشاہ نے امراء سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے تو قاسم حسین خاں نے کہا کہ شیرخاں کا لشکر اٹھارہ اونیس کروہ کی منزل طے کرکے آیا ہے اوسکے گھوڑے تھکے تھکائے ہونگے اوسکی نسبت ہمارے گھوڑے تازہ دم ہیں اسلئے آج ہی حملہ کرنا چاہیئے آگے جو خدا کی مرضی

مصرعہ تا درمیان خواستہ کردگار چیست + بادشاہ نے منظور کرلیا مگر موید بیگ نے

کہا کہ لڑائی میں اضطراب نہیں چاہیئے تساہل چاہیئے۔ بادشاہ نے اس رائے کو پسند کیا تو امرا اور سپاہ کا دل آزردہ ہوا۔ کرم ناسا کا پل بندھا اوس کے پار لشکر شاہی بغیر لڑے اُترا۔ راتوں رات شیرخاں نے اپنے تمام لشکر کے گرد خندقیں کھودلیں اور مورچے بنالئے

اب ہمایوں آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اس پاس سپاہ تھوڑی اور بے سامانی بہت بیماری اور خراب راہوں کی تکان سے سپاہ بہت ضعیف ہوگئی تھی۔ بہت سی باربرداری کے جانور مرگئے تھے۔ گھوڑوں کے مرنے سے سوار پیادے ہوگئے۔ دونو لشکروں کے قراولوں میں لڑائیاں ہوتیں جن میں پادشاہی لشکر کو غلبہ رہتا۔ اسی حال میں دونو لشکر دو مہینے تک پڑے رہے اس حالت میں۔ بادشاہ نے بھائیوں کو خط پر خط منت سماجت سے لکھے کہ اے برادران عزیز اسوقت شیرخاں ٹرا زبردست مخالف ہے۔ ہم سب پر واجب ہے کہ متفق ہوکر اس شیرخاں کے پنجے سے ملک چھٹائیں۔ دیکھو باپ نے کیا جان کھپا کر یہ ملک لیا ہے اب ہماری نا اتفاقیوں سے وہ مفت ہاتھ سے جاتا ہے۔ خاندان کا نام و نشان مٹا جاتا ہے۔ اس بلا سے نجات پاؤ اور پھر مرضی کے موافق ملک کو آپسمیں بانٹ لو مگر ان کمبخت بھائیوں نے ایک نہ سُنی۔ اُن کے آہنی دلوں میں ان نصایح کا نقش نہ جما۔ اور اُلٹی یہہ سمجھے کہ ہماری فرمانروائی اور شاہی کا سدراہ ہمایوں ہی ہو رہا ہے۔ غرض یہ بھائی جو ایک اقلیم کو فتح کرسکتے تھے کوتاہ بینی سے ایسے دُور از کار اندیشی رکھتے کہ اتفاق کی سعادت سے محروم رہے۔

چو ستہ میں بادشاہ دو ڈہائی مہینے گھرا پڑا رہا اور آفتیں جھیلتا رہا۔ شیرخاں نے اپنی سپاہ کے مورچے ایسی توپوں سے آراستہ کئے تھے کہ بادشاہ اس کے لشکر کو کھلے میدان میں لڑنے کے لئے نہیں جا سکتا تھا اور نہ دشمن کے روبرو سے گنگا کے پار ہو سکتا تھا چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں جو بادشاہ کو فتحیابی ہوئی وہ کچھ کام نہ آئی وہ دشمنوں کے ملک میں پڑا ہوا تھا اور گنگا پار قنوج تک ملک کو افغان تاخت و تاراج کر رہے تھے بھائی جو ہر طرح کی مدد بادشاہ کی کرسکتے تھے اونکا حال اوپر بیان ہوچکا ہے اب ماہ محرم ۹۴۶ ۱۵۳۹ میں یہ ایک بلا آسمانی آئی کہ بارش کی شدت نے کمک اور رسد کی راہ بند کی۔ شیرخاں

سکے قلعہ کا ایک حصہ بالکل پانی میں ڈوب گیا وہ بلند مقام پر اوپر تین چار کوس چلا گیا اور قلعہ میں سپاہ کا ایک حصہ چھوڑ گیا۔ توپ خانہ اوس کا بہیں رہا لڑائیاں جاری رہیں۔

بادشاہ ایسا عاجز ہوا کہ اوس سے مصالحت میں اپنی مصلحت جانی اور ملا محمد پر غیز کو جو شیر خاں کو جانتا تھا اِس پاس بھیجا کہ صلح و آشتی کی گفتگو کرے اس ایلچی نے جا کر یہ دیکھا کہ گرمی میں ننگا بادشاہ شیر شاہ کدال ہاتھ میں لئے سپاہیوں کے ساتھ خندق کھود رہا ہے بادشاہ کے ایلچی کو دیکھکر اوس نے ہاتھ دہوے اور زمین پر بیٹھ کر ایلچی سے باتیں کیں۔ ملا نے بادشاہ کا پیغام دیا تو شیر شاہ نے یہ جواب دیا کہ میری طرف سے ہمایوں سے کہو کہ وہ لڑنا چاہتا ہے مگر اُس کا لشکر لڑنا نہیں چاہتا۔ اور میں لڑنا نہیں چاہتا مگر میرا لشکر لڑنا چاہتا ہے مگر اوس نے اپنے مرشد شیخ خلیل کو جو حضرت شیخ فرید شکر گنج کی اولاد میں سے تھا ہمایوں پاس بھیجا کہ شرایط صلح ٹھیرائے۔

اِن دونو لشکروں میں ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور شرایط صلح پر مباحثہ ہوا جنگ ملتوی ہوئی۔ دونوں لشکروں میں دوستانہ ملاقاتیں ہوئیں۔ شیر خاں نے اِس عرصہ میں اپنے سپہ سالار خواص خاں کو کئی ہزار سوار دیکر چپکے چپکے بھیجا کہ وہ راجہ مہرٹہ کو دہمکائے۔ اِس راجہ نے بادشاہ کی مدد سواروں اور پیادوں سے کی تھی اور شیر شاہ کی سپاہ کی رسد لوٹی تھی۔ شیر خاں نے اُس راجہ کو سمجھایا تھا کہ اگر تو کسی طرف نہ بولیگا تو تجھے انعام دیا جائیگا اور اگر بادشاہ کی طرف بولے گا تو انتقام لیا جائیگا۔ راجہ نے خواص خاں کا مقابلہ کیا مگر اوس نے شکست پائی۔ خواص خاں نے اوس کا سر کاٹ کر شیر شاہ پاس بھیجدیا۔

صلح کا اِن شرایط پر فیصلہ ہوا۔ کہ کل ملک بنگال اور بہار میں جو اوس کی جاگیر تھی وہ شیر خاں کو دیجائے اور وہ ہمایوں کو اپنا بادشاہ مانے اور اپنے ملک میں اُسکے نام کا خطبہ پڑھوائے۔ شیر خاں نے چنار کے لینے کے تکرار کی پادشاہ نے اِس شرط کو بھی گو اوسکو ناگوار تھی مان لیا مورخوں کا اِن شرایط کے باب میں اختلاف ہے۔ ابوالفضل نے تو فقط یہ لکھا ہے کہ شیر خاں نے روباہ بازی کر کے معتبر آدمیوں کو بادشاہ پاس صلح

مصالحت کی گفتگو

مسم ابطا صلح

کے لئے بھیجا۔ طبقات اکبری اور تاریخ بدایونی میں لکھا ہے کہ شرایط صلح یہ تھیں کہ ہمایوں سلامت اپنے گھر جائے۔ شیرخاں پاس بنگال گڈھی تک رہے اور اِس بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑہا جائے۔ جوہر نے یہ شرط لکھی ہے کہ چنار شیرخاں کو دیا جائے گو بادشاہ کو یہ شرط ناگوار خاطر تھی مگر اوس نے مان لی۔ نصاب نامہ میں لکھا ہے کہ بنگال گڈھی تک شیرخاں کو دیجائے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ بنگال اور بہار شیرخاں کو دیا جائے اور شیرخاں کچھ خراج دیا کرے۔ اِن شرایط پر طرفین سے قسماقسمی ہوگئی۔ اِس عہد وپیمان کے بعد دونو لشکروں نے سفر کرنا شروع کیا۔ شیرشاہ نے کرم ناسا پر پل بنا کے اپنی عمدہ سپاہ دوتین منزل پر بنگال میں بھیجدی۔ ہمایوں نے اپنے مورچے اُکھیڑ ڈالے۔ لشکرگاہ میں لشکر پراگندہ پھرنے لگا اور اپنے اسباب کے باندھنے اور کھانے پینے کے سامان کرنے میں مصروف ہوا۔ اور گنگا کے کنارہ پر کشتیوں کا پل بنانے لگا کہ اپنے گھر اُلٹا جائے۔ لشکر میں خوشی کے مارے چہل پہل ہو رہی تھی۔

جب شیرشاہ نے دیکھا کہ ہمایوں اور اوس کے سپہ سالاروں نے اپنا پہرہ چوکی موقوف کیا تو اوسکو یقین ہوا کہ یہی وہ وقت ہے جس کا میں منتظر رہتا تھا کہ اِس میں بادشاہ پر حملہ کرنے سے اِن کا فیصلہ اور خاندان بابری کا خاتمہ ہوجائیگا۔ اوسوقت شیرخاں نے جو عہد وپیمان قرآن اوٹھا کر کئے تھے اون کا کچھ خیال نہیں کیا یا یہ عہد وپیمان دراصل اِسطرح ہوئے ہی نہ تھے اوس نے اپنی سپاہ کو چھپے چھپے جنبش دی۔ اوس نے اپنی سپاہ کے تین توپ (گروہ) بنائے۔ ایک اپنے پاس رکھا دوسرا اپنے بیٹے جلال خاں کو اور تیسرا اپنے سپہ سالار خواص خاں کو دیا۔ خواص خاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی سپاہ کو لیکر بادشاہ کے لشکر کے گرد چکر کرے اور دشمن کو دریا کی طرف چوکائے۔ کشتی ڈبونگے جو دریا میں ہوں اونکو لے لے اور جو آدمی راہ میں اُس سے ملیں اونکو قتل کرے۔ باقی دو حصے بالاتفاق بادشاہ کے لشکر پر مختلف مقامات پر حملہ کریں۔ کہتے ہیں کہ شیخ خلیل نے بادشاہ کو اطلاع دی تھی کہ وہ ہوشیار ہو جائے اُس پر حملہ ہونے کو ہے۔ خواص خاں بعد ظہر کی نماز کے قوی لشکر لیکر اوسکے لشکر پر حملہ کرنے کو ہے مگر بادشاہ نے اُسکی پروا نہ کی۔

محمد زماں خاں کا یہ کام تھا کہ رات کو لشکر کی حفاظت کرے مگر اُس نے بڑی غفلت کی لشکر کے عقب میں دریا کی طرف غل شور ہوا۔ تھوڑی دیر بعد تمام لشکرگاہ کی عورتیں اور بھیر بنگاہ کے آدمی پریشان ہو گئے۔ افغان لشکر میں گھس آئے اور جو سامنے آیا اُسے قتل کیا کچھ رسم نہیں کھایا۔ بہت سے سوتے ہوئے سپاہیوں کو مار کر ایسا سلایا کہ قیامت ہی کو اُٹھیں گے کوئی کہتا ہے کہ ہمایوں اُسوقت سوتا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ قرآن پڑہتا تھا۔ جب اوس نے یہ حال دیکھا تو فوج کی تیاری کا نقارہ بجوایا۔ تین سو سوار اوس کے پاس آئے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا ہی تہا کہ تردی بیگ۔ کوچ بیگ۔ بابا جلائر اوس سے آن ملے اونکو حکم دیا کہ حاجی بیگم کو جس طرح بنے لاؤ۔ اِس حکم کی تعمیل میں اُنکی جان گئی۔ غرض جو وفادار نوکر بیگم صاحب کو لینے گیا وہ جان سے گیا۔ بہت سی جانیں گئیں مگر بیگم صاحب افغانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوئیں۔ شیر خاں نے اپنے خواجہ سراؤں اور مسلح سپاہیوں کو حکم دیا کہ بیگم کے خیمے پر پہرہ دیں اور کسی کو حرم سرا کے گرد نہ آنے دیں۔ افسروں اور مردہ سپاہیوں کی عورتیں اس مامن میں چلی آئیں۔ جب ہمایوں اپنی سپاہ جمع کر رہا تہا۔ تو دشمنوں کے کچھ سپاہیوں نے ایک ہاتھی کو ہمایوں کے اوپر پیلا۔ ہمایوں نے اپنے ملازم سے نیزہ لیکر ہاتھی کے مستک پر ایسا مارا کہ وہ اوس کے اندر ایسا گھس گیا کہ پھر کھینچنے سے بھی نہ نکلا۔ بادشاہ نے نیزہ کو چھوڑ دیا ایک تیر انداز نے ہاتھی کے ہودہ پر سے بادشاہ کے بھی تیر ایسا مارا کہ بازو زخمی ہوا۔ زخمی ہو کر بادشاہ پھرا اور اوس نے اپنے پاس والوں کو پکارا کہ حملہ کرنے میں شریک ہوں مگر اونھوں نے کچھ نہ سنا اور یہ کہا کہ دسترخوان اوٹھ گیا پھر کھانے کا انتظار کیوں کیا جائے۔ یہ وقت درنگ کے نیکا نہیں ہے بادشاہ نے تو لڑنے مرنے کا قصد کیا مگر امراء اوسکے گھوڑے کی باگ موڑ کر دریا کی طرف کشاں کشاں لے گئے ؎

چو بینی کہ یاراں نہ باشند یار　　　　ہزیمت ز میدان غنیمت شمار

جب بادشاہ پل پر آیا تو اوسے شکستہ پایا۔ توقف میں جان کا اندیشہ تھا اسلئے گھوڑے کو دریا میں ڈالدیا۔ مگر گھوڑا ران کے تلے سے نکل گیا۔ بادشاہ بھی ڈبکیاں کھانے لگا بادشاہ کا بہشتی مشک کے اندر ہوا بھر کر تیرتا جاتا تھا وہ بادشاہ کا خضر راہ بنا۔ اُس نے بادشاہ کو مشک پر بٹھا کر

دریا پار اوتار دیا۔ دریا پر اوترکر بادشاہ نے سقہ سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے تو اوس نے کہا کہ نظام تو بادشاہ نے فرمایا کہ تو نظام اولیا ہے اور اوس سے وعدہ فرمایا کہ اگر میں بسلامت تخت سلطنت پر بیٹھوں گا تو دو پہر کی بادشاہی تجھکو دونگا۔ جب بادشاہ کی یہ نوبت ہوئی تو لشکر کا کیا ذکر ہے جس کے جدہر سینگ سمائے اودہر چلا گیا۔ بہت سے یوں ہی مارے گئے کچھ کیچڑ میں پھنس پھنس کر دنیا کی دلدل سے چھوٹے۔ کچھ دریا میں طعمۂ نہنگ اجل ہوئے۔ آٹھ ہزار سپاہی اور بڑے بڑے افسر بابر کے زمانے کے مرزا محمد زماں۔ مولانا محمد پیر علی۔ مولانا قاسم علی صدر اور مولانا جلال ٹٹوی اور بہت سے اور امرا بحر فنا میں غرق ہوئے۔ یہ واقعہ ۹ صفر ۹۴۶ھ مطابق ۲۷ جون ۱۵۳۹ء کو آب گنگ پر گذر چوسہ پر واقعہ ہوا۔

دو پہر کے لئے نظام سقہ کا بادشاہ ہونا

شیر شاہ نے بادشاہ کو یہ شکست کامل دی۔ لشکر گاہ پر سب طرف سے حملہ ہوگیا دریا پر پل توڑ دیا تھا۔ کشتیاں ادہر اودہر رواں تھیں۔ بندوقچی و نیزہ باز اُن میں بیٹھے تھے اُنہوں نے جو پانی کے پاس آیا سب کو مار ڈالا۔ تمام خیمے۔ اسباب۔ توپ خانہ۔ غلہ کا ذخیرہ۔ خزانہ جو کچھ باقی رہا تھا وہ سب شیر خاں کے ہاتھ آیا۔ اور بادشاہ کی ساری تاتاری فوج کام میں آگئی۔

دشمن کی سپاہ کو شیر شاہ بالکل تباہ کرکے اپنے شاہانہ خیمے میں گیا اور نہایت عجز و نیاز سے دوگانہ شکر الٰہی ادا کیا۔ ایک اپنے خواب کا ذکر کیا کہ میں اور ہمایوں دونوں آنحضرت کے روبرو پیش ہوئے تو آنحضرت نے ہمایوں سے سلطنت لیکر مجھے اِس شرط سے دی کہ ہمیشہ عدل کرنا۔ شیر خاں نے پھر قیدی ملکہ کے پاس نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ پیغام بھیجا کہ جب ہمایوں آگرہ پہنچا تو آپ کو بخیر و عافیت آگرہ پہنچا دونگا۔ اِس وعدہ کو اوس نے ایمانداری سے پورا کیا۔ اور اوس نے حکم دیدیا کہ اہل حرم کو دشمن کی سپاہ تباہ شدہ کے بیوی بچوں کو وہی وظیفے ملیں جو اونکو پہلے سے ملتے تھے۔ وہ قیدی نہ سمجھے جائیں اور اونکی خوشی ہو تو اپنے گھر چلے جائیں۔ یہ کام شیر شاہ نے بڑی انسانیت اور مردمی کا کیا۔

ہمایوں کا آگرہ پہنچنا

گنگا کے بائیں کنارہ پر کچھ دنوں ہمایوں نے توقف کیا اور فوج کے آدمی جو ادہر اودہر پراگندہ ہوگئے تھے اونکو جمع کیا اور مرزا عسکری اور بعض اور امرا سے جو آگرہ کو جاتے تھے ملا مگر ابھی اوسکو دشمن کے ہاتھ سے فراغت نہیں ہوئی۔ وہ آگرہ آتا تھا کہ اوسکو خبر ملی کہ میر فرید

غور ایک افغان افسر اوس کے پیچھے چلا آتا ہے اور شاہ محمد افغان آگے راہ روکے ہوئے کھڑا ہے اس خبر کو سن کر بادشاہ کے آدمی بڑے متردد ہوئے اور خوف کے مارے اونکے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اِس اڑے وقت میں راجہ پربھان ایک راجپوت راجہ معہ اپنی سپاہ کے بادشاہ کی امداد کو کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں میر فرید غور کو جو پیچھے آتا ہے روکتا ہوں اور حضور اپنی تمام سپاہ سے شاہ محمد افغان پر جو سر راہ کھڑا ہے حملہ کر کے آگے چلے جائیے بادشاہ نے یہی کیا کہ وہ اپنی سپاہ کے ساتھ افغانوں کے اِس لشکر کے جو سامنے تھا مقابلہ میں آیا افغانوں کا لشکر اپنے مقام سے چلا گیا۔ بادشاہ کے لئے رستہ صاف ہو گیا۔ بادشاہ کالپی کی راہ سے آگرہ میں آیا۔

بنگال اور بہار پر شیر شاہ کا تسلط

شیر شاہ نے اپنی فتوح کے بڑہانے میں وقت نہیں کہویا۔ وہ بہت جلد بنگال میں لشکر لیکر گیا۔ اور اپنے بیٹے جلال خاں کو ساتھ لیتا گیا۔ اور جہانگیر قلی کو جسکو پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ بنگال میں بادشاہ چھوڑ آیا تھا حملہ کر کے متواتر شکستیں دیں اس دلاور نے جب دیکھا کہ میں باوجود کوشش و کشش کے دشمن کے سامنے میدان جنگ میں نہیں ٹھیر سکتا تو زمینداروں کی پناہ میں چلا گیا اور وہاں دشمن سے سخت مقابلہ کیا مگر آخر کو وہ اور اوس کا لشکر مغلوب ہوا اور افغانوں کے لشکر کی کثرت نے اوسکو اور اوسکی تمام سپاہ کو فنا کیا فقط درویش مقصود بنگالی مشہور آدمیوں میں سے بچا۔ اب شیر شاہ نے اپنے منشیوں کو حکم دیا کہ اس فتح کی مبارکبادی کے خطوط احباب کو لکھے جائیں۔ اِسپر امیروں نے عرض کیا کہ خطوط کیا لکھتے ہیں فرمان جاری فرمائیے اور اپنے نام کا خطبہ پڑہوائیے اور سکہ جاری کیجئے۔ شیر خاں نے اِسبات کو قبول کیا اور شیر شاہ اپنا خطاب رکھا۔ بالکل بادشاہ بن گیا۔ اب اس کے بادشاہ ہونے میں کوئی کسر باقی نہ تھی۔

گنگا کے اضلاع مشرقی

چونسہ کی فتح عظیم کے اثر کچھہ بنگال ہی پر مقصور نہ تھے بلکہ وہ ہر طرف پھیلے۔ بہار کا مطلق العنان مالک شیر شاہ ہو گیا۔ وہ گنگا کے پار جون پور کے محاصرہ کے لئے آیا اور اوسکو معہ اوسکی مضافات کے کچھہ تھوڑے ہی مقابلہ سے تسخیر کر لیا اور اسی طرح گنگا کے مشرق میں قنوج تک ملک پر متسلط ہو گیا اور اس فتح پر قناعت نہیں کی بلکہ دوآبہ میں بہت سے لشکر

سکے ساتھ اپنے بیٹے قطب خاں کو بھیجدیا کہ وہ کالپی اور اٹاوہ کے شہروں کو فتح کرے
اب ہمایوں کی وسیع سلطنت ایسی تنگ ہوگئی تھی کہ آگرہ اور دہلی کی فصیلوں کے اندر اوسکی
حد رہ گئی تھی - اور اِن شہروں کی رعایا بھی محفوظ نہ تھی -

جب آگرہ میں ہمایوں معہ معدودے چند اور مرزا عسکری کے دوڑا دوڑ آیا تو مرزا
کامران قدمبوسی سے سرافراز ہوا بادشاہ نے اوسے گلے لگایا - مرزا کامران اور اوسکی
والدہ کی سفارش سے مرزا ہندال کا قصور بادشاہ نے معاف کیا وہ بھی شرمندہ سرافگندہ
بادشاہ کی ملازمت میں آیا - اِس سے پوچھا گیا کہ تو کیوں باغی ہوا اور بادشاہ کی مدد سے رو
گرداں ہوا تو اوس نے شرمندہ ہوکر جواب دیا کہ میں خورد سال تھا امیروں کے بہکانے میں
آگیا - میں اپنے گناہ کا قائل ہوں - بادشاہ نے فرمایا کہ آیندہ اپنے گناہ سے توبہ کرو - پھر بادشاہ
نے فرمایا کہ گذشت انچہ گذشت - اب شیر خاں کے دفع کی تدبیر کرنی چاہیئے وہ گنگا پر قنوج
تک قابض ہوگیا ہے تو مرزاؤں اور امیروں نے کہا کہ ابکی دفعہ بعنایت الٰہی و اقبال شاہی
ہم ایسی دلاوری اور جاں سپاری کرینگے کہ دشمن کا نام نہیں چھوڑیں گے اِس پر فاتحہ
خیر پڑھی گئی -

نظام سقہ کا دو پہر بادشاہ ہونا

اِس اثنا میں پاک سرشت سقا نظام جو بادشاہ کے لئے آب حیات بنا تھا - جان و مال کو
دعا دیتا ہوا تخت کے پایہ سے آن لگا - بادشاہ نے اِس سقے کو دُور سے دیکھا تو پہچان لیا
اور اپنے وعدہ کو پورا کیا کہ دو پہر کے واسطے اوسکو تخت پر بٹھا دیا اور بعض احکام اور اوامر
بادشاہی جن کی اوسکی ظرف میں گنجایش نہ تھی مستثنیٰ کرکے اوس کو حکم رانی کا اختیار دیا - اور
اِس اورنگ شاہی پر سقے نے جو حکم دیے وہ جاری ہوئے مشہور ہے کہ اوس نے مشکیں کتروا کر
چام کے دام چلائے - اون پر طمعہ کرایا اور اپنا نام اور اپنی سلطنت کا سکہ اوس پر نقش کرایا -
بادشاہ کی اِس علو ہمت کو مرزا کامران دیکھ کر چیں بہ جبیں ہوا اور شکایت کی اوسکی خاطر آزار
جو کو یہ بھی ایک بہانہ ہاتھ آیا -

ہمایوں کا [illegible] کے ساتھ لڑنے کے لئے جانا -

جب بھائیوں کا اجتماع ہوا تو ہمایوں ہر روز مجلس شورہ منعقد کرتا - بھائیوں کو بلاتا اور
سب نشیب و فراز سمجھاتا اور کہتا کہ اگر خدا نخواستہ شیر خاں قوی پنجہ ہوگیا تو ہم سب کا کہیں

پتا نہ لگیگا - بادشاہ ہر چند بھائیونکے زنگار نفاق کو مصقل مواعظ سے چھیلتا مگر کسی طرح وفاق جلا نہ پاتا اور مرزا
کامراں کی خاطر سے زلال نصایح سے غبار کدورت دھوتا مگر صفائی نہ پیدا ہوتی - بادشاہ نے سپاہ کے
جمع کرنیمیں اہتمام کیا - بھائیوں اور عزیزونکی پریشان دلی دور کرنیمیں کوشش کی گو ظاہر میں بھائیوںمیں کچھ عرصہ
تک اتفاق معلوم ہوا مگر اونکے باطن میں نفاق تھا - اِس عرصہ میں سپاہ بھی جمع ہو گئی بہت
سے امرا اپنی اپنی جاگیر سے سپاہ لیکر بادشاہ سے آن ملے اِن میں محمد سلطان مرزا اور اوسکے
بیٹے بھی تھے اونہوں نے دیکھا کہ افغان ایسے غالب دشمن ہوگئے ہیں کہ خاندان تیموری کی ایک
شاخ تنہا اونکے ہاتھ سے نہیں بچ سکتی - اِسلئے اونہوں نے اپنی تقصیر کو معاف کرایا اور اُسکے
ساتھ شریک ہوئے اِس طرح سے بادشاہ کی سپاہ تعداد میں زیادہ ہو گئی مگر استعداد میں
کم تھی بھائیوں میں یوں تو بڑے بڑے مشورے ہوتے کہ تدبیریں کیا کیا کرنی چاہئیں مگر اِس
سبب سے کہ دلوں میں نفاق تھا کچھ کام اِن سے نہ نکلتا - کامراں نے ہمایوں سے درخواست
باصرار کی کہ وہ آگرہ میں رہے اور یہ خدمت مجھے سپرد فرمائے کہ میں اوسکو بجا لاؤں - میرے
پاس بیس ہزار سپاہ پنجاب کی تازہ دم موجود ہے جو شیر شاہ سے خوب سمجھ لے گی مگر بادشاہ
نے فرمایا کہ افغانوں نے مجھے دغا سے شکست دی ہے مجھے اون سے انتقام لینا چاہئے - یہاں
مرزا کامران کو بڑا توقف ہو گیا تھا وہ بادشاہ کے ساتھ کسی بات میں متفق الرائے نہ تھا - اُسکو
لاہور جانے کی دھن لگی - اور اوس نے بادشاہ سے جانے کی باربار درخواست کی مگر اوسکی
اور درخواستیں سوا اِس درخواست کے بادشاہ منظور کر لیتا - بادشاہ سے مرزا کہتا کہ میرے
پاس بہت ملک ہے وہاں کے انتظام کے لئے میری حاضری وہاں ضرور ہے غرض کتنی مہینے تک
بادشاہ سے یہی درخواست کرتا رہا مگر مطلب نہ حاصل ہوا - اب معلوم ہوا کہ بنگال کی فتح
سے شیر شاہ نے فراغت پاکر ایک لشکر جرار جمع کیا ہے اور وہ اِن بھائیوں پر حملہ کرنے
آتا ہے -

دکھلانے کے لئے بھائیوں میں اتفاق دشمن کے دفع کرنے کے لئے ہو گیا تھا مگر مرزا
کامراں دل سے اپنے بھائی کے تسلط و سطوت بڑھنے کا خواہاں نہ تھا اور اوسکو اپنے حق میں
زہر سمجھتا تھا - اور شمال میں جانے کے لئے بے صبر تھا - اوس پر مرض نے سخت حملہ کیا - ہندوستان

کی آب و ہوا اوسکو موافق نہ آئی دو تین مہینہ کے اندر اوسکو خفیف سا بخار آنے لگا جس
سے وہ ضعیف ہوگیا اور امراض متضاد میں مبتلا ہوا۔ علاج کا اثر اوس کے مرض پر نہ ہوا۔ تو
ارباب غرض نے یہ سمجھایا کہ بادشاہ کے کہنے سے بیحیی نے زہر دیدیا ہے۔ اول اوس نے
مرزا کلاں بیگ کو جو بابر کے زمانہ کا عمدہ سپہ سالار چغتائی تھا روانہ کیا۔ بادشاہ نے مرزا کامران
کو سمجھایا کہ اگر تجھکو توفیق میرے ہمراہ ہونے کی نہیں ہے تو اپنے آدمیوں کو میرے ساتھ کر۔
مرزا بادشاہ کی خواہش کے برعکس اس اندیشہ میں ہوا کہ بادشاہ کے آدمیوں کو بدراہ کر کے
اپنے ہمراہ لے جائے۔ مرزا حیدر دوغلات بن محمد حسین گورکان کو کہ خالہ زاد بھائی بابر کا تھا۔
اور مرزا کامران کے ساتھ آکر دار الخلافت آگرہ میں بادشاہ کی خدمت سے مشرف و ممتاز ہوا
تھا اوسکو اپنے ساتھ مرزا کامراں نے لیجانا چاہا تو اوس نے بادشاہ سے رخصت چاہی۔ بادشاہ
نے فرمایا۔ کہ اگر نسبت خویشی پر خیال ہے تو طرفین سے وہ برابر ہے اگر ارادت و اخلاص مندی
کا خیال ہے تو وہ ہمارے ساتھ تونے زیادہ ظاہر کی ہے۔ اور اگر ناموس و مردانگی کی تلاش
ہے تو ہمارے ہمراہ ہونا چاہیے کہ ہم دشمن سے لڑنے جاتے ہیں۔ مرزا کامران اپنی بیماری کے
سبب سے تجھکو ساتھ لیجانا چاہتا ہے۔ تو تو طبیب اور دارو شناس نہیں ہے کہ ساتھ جاتا ہے
مرزا جو لاہور کو مامن تصور کرتا ہے یہ خیال اوس کا فاسد ہے۔ اب یہ یورش جو ہم کرتے ہیں
دو حال سے خالی نہیں اگر ہمکو فتح ہوئی تو پھر تمہارا کیا منہ ہوگا جو ہمارے روبرو آؤگے شرمندگی
کے مارے جینا مرنے سے بدتر ہوگا اگر عیاذاً باللہ اوسکے خلاف حال ہوا تو تمہاری کیا مجال ہے
جو لاہور میں رہ سکو جس نے مرزا کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اس ہنگامہ جنگ میں لاہور میں رہنا
بیخوف و خطر ہے اوس کے دماغ میں خلل ہے یا وہ خائن ہے کہ حق کو چھپاتا ہے اور خوشامد کرتا
ہے مرزا حیدر پر کامراں کو بڑا اعتبار تھا۔ جسوقت وہ قندھار فتح کرنے گیا تھا تو اوسکو اپنی جگہہ
لاہور میں مقرر کر گیا تھا۔ اسلئے مرزا نے اوسے سمجھایا کہ تو میرے ساتھ چل اور اوسکو یاد دلایا
کہ جب تو جلاوطن ہوکر آیا تھا تو میں نے تجھے اپنے دربار میں ہمیشہ بھائیوں کی طرح رکھا اور سب
سے زیادہ تجھکو معتبر سمجھا اور اپنے معاملات عظیم تیرے سپرد کئے ہیں ایسی حالت میں کہ تو ہی دشمن
کو دھکا رہا ہو اور میں بیمار ہوں تجھے یہاں چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ اگر ساتھ نچلیگا تو ناحق شناس

ٹھیرے گا - غرض دونوں بھائیوں نے حیدر مرزا کو فہمایش کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کے دلوں میں کیا تھا - مرزا حیدر نے بادشاہ کے سمجھانے سے اپنے جانے کے ارادہ کو فسخ کیا - حیدر مرزا کی یہ رائے تھی کہ مرزا کامران کے جانے ہی سے خاندان چغتائی کا زوال آیا - مرزا کامران پاس فوج بہت تھی اوس نے تین ہزار آدمی بہ سرداری عبداللہ مغل مرزا حیدر کے ہمراہ کر دیے مگر خود اوسکو توفیق خدمت نہوئی - مرزا کامران کے جانے سے بادشاہ کی دوستوں کو مضرت و شکست اور دشمنوں کو منفعت و قوت ہوئی - اِس عرصہ میں شیر خاں گنگا پار اوترا اور اپنے چھوٹے بیٹے قطب خاں کو دوآبہ میں بھیجا کہ کالپی اور اٹاوہ پر حملہ کرے کہ وہ دار السلطنت کے قریب ہیں - جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے یادگار ناصر مرزا و قاسم حسین خاں اوزبک جو اِس حدود میں جاگیر دار تھے اور اسکندر سلطان کو جو مرزا کامراں کی جانب سے سرکار کالپی کے بعض محال کا اہتمام رکھتا تھا - حکم دیا کہ وہ اِس سے لڑنے جائیں - اونہوں نے بادشاہ کے کہنے پر عمل کیا اور دونوں لشکروں میں ایک جنگ عظیم ہوئی اور دشمن کو شکست ہوئی اور قطب خاں اِس لڑائی میں میدان جنگ میں مارا گیا جس کا سر کاٹ کے آگرہ میں بادشاہ پاس بھیجا گیا - اِن فتحمند سپہ سالاروں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ وہ خود لڑنے کے لئے چلے - چنانچہ وہ آگرہ سے گنگا کی طرف شیر شاہ سے لڑنے گیا - ذیقعدہ ۹۴۷ھ ۱۵۴۰ء میں ہمایوں آگرہ میں باغ زرفشاں میں خیمہ زن تھا - بادشاہ کی شکستوں کا اور بھائیوں کی نااتفاقی کا اثر سارے لشکر میں پھیلا ہوا تھا - اعلیٰ درجہ کے امیر اور خصوصاً چغتائی سب دلوں میں ناراض تھے - سپاہ میں نئی بھرتی کے سپاہی تھے - جنہوں نے کبھی لڑائی کا میدان نہیں دیکھا تھا - جو سپاہ تجربہ کار دلیر شجاع تھی - اس کا بڑا حصہ بنگال کی مہم میں کام آچکا تھا - لشکر میں تمام ناتوانی اور بے مہری پھیل رہی تھی - نہ افسروں میں گرمجوشی تھی نہ سپاہ میں مستعدی - جب بادشاہ بھوجپور میں آیا تو شیر شاہ لشکر لیکر دریا کے اِس طرف ہو بیٹھا کہ بادشاہ کو اوترنے نہ دے - بادشاہ نے تھوڑے دنوں میں بھوج پور کے گھاٹ پر پل باندھا اور عبور کرنے کا ارادہ کیا کہ ڈیڑھ سو جوانان یکہ تاز بے زین کے گھوڑوں پر بیٹھکر دریا میں تیر کر پار گئے اور بہت دشمنوں کو مار کر مراجعت کی - پل کے قریب آئے تو افغانوں نے پل کو اِس طرح توڑ ڈالا کہ ایک ہاتھی جسکا نام گردباز تھا اور

شیرشاہ کی فوج کا آگے آنا اور اوس کی شکست

وہ شیر شاہ کو جنگ چونسہ میں ہاتھہ لگا تھا اوسکو پل توڑنے کے لیے کھڑا کر دیا۔ اوس نے پل کے پایوں کو ڈہا دیا۔ بادشاہ کے لشکر نے ایک توپ اوسکے ایسی لگائی کہ فیل کے پانوں بھی ٹوٹ گئے۔ اور لشکر کا زور بھی پل پر کم ہو گیا اور جو جوان پار اُتر گئے وہ سلامت چلے آئے۔ اب صلاح یہ ہوئی کہ دریا کے کنارے کنارے قنوج کو سفر کیجئے۔ یہ کوچ آہستہ آہستہ ہوتا تھا کہ مخالفوں کی طرف سے کشتیاں نمودار ہوئیں کہ وہ بادشاہ کے لشکر کے سدراہ ہوں۔ بادشاہی لشکر نے ایک توپ ایسی ماری کہ مخالفوں کی سب سے بڑی کشتی شکستہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو گئی اب ہم آگے حال تاریخ رشیدی سے مختصر کر کے لکھتے ہیں اوسکو زیادہ معتبر اس سبب سے گنتے ہیں کہ مصنف اس کا حیدر مرزا جس کا حال اوپر بیان ہوا اوس میں خود شریک تھا۔ جب سب بھائی جمع ہوئے تو امور حادثہ میں صلاح و مشورہ ہونے لگا اور گفت و شنید بہت طول کے ساتھہ ہوئی مگر کوئی مقصود کے لیے مفید نہوئی بلکہ کوئی بات ایسی پیش نہوئی جو اس موقع کے لیے مناسب تھی عقلا نے کہا ہے کہ جب روز تیرہ آتا ہے تو عقل کو خیرہ کرتا ہے۔ مرزا کامراں کو واپس جانے کی دھن لگی ہوئی تھی۔ بادشاہ مرزا کامران کی سب درخواستوں کو قبول کرتا۔ مگر واپس جانے کی اجازت ندیتا۔ غرض سات مہینے اِس حیص بیص میں گذرے کہ شیر شاہ گنگ کے کنارے پر جنگ کے ارادہ سے آموجود ہوا ؎

مرگ آمدہ و نشستہ در پیش | تو در پے این و آن فتادہ
در غفلت و قلتِ تجارب | مثل تو کسے ندیدہ سادہ

اِس حال میں مرزا کامراں امراض متضادہ میں مبتلا ہوا۔ ہندوستان کی آب و ہوا سے اُسکو طرح طرح کے امراض عارض ہوئے جب امراض کا امتداد دو تین مہینے رہا تو پانوں حرکت نہیں کر سکتے تھے اور ضعف کے سبب سے ایسا دُبلا ہو گیا تھا کہ بدن کی رگیں چاہو تو اُس کی گن لو۔ پوست و استخوان باقی رہا۔ مگر حکیم ابو البقا نے اوس کے علاج میں ید بیضا دکھلایا۔ مرزا کامران نے اشتداد مرض کی وجہ سے لاہور جانے کا عزم مصمم کیا۔ اوس کا یہاں سے جانا شیر خاں کا اقبال اور چغتائیوں کا ادبار تھا۔ بادشاہ نے ہر چند سعی کی کہ وہ اپنے آدمی کمک کے لیے یہاں چھوڑ جائے۔ مگر مرزا کامراں نے اوس کے خلاف کوشش کی کہ آگرہ کے تمام آدمیوں کو اپنے

ہمراہ لے جاوے چہ جائیکہ اپنے لشکر کو یہاں چھوڑ جاوے۔ میر خواجہ کلاں جو اوسکی عقل تھا وہ بھی واپس جانے میں بجد ہوا۔ مرزا نے اس امیر کو اپنے سے پہلے روانہ کیا اور خود بھی اُسکے پیچھے روانہ ہوا۔ اِس اثنا میں شیر خاں دریاے گنگ کے کنارہ پر آیا۔ اور اوس کا لشکر دریا سے اُترا قطب خاں اُس کا بیٹا اِٹاوہ اور کالپی کے پاس آیا۔ یہ حدود اقطاع میں تھیں۔ قاسم حسین سلطان کے جو ساطین اوزبک میں سے ایک تھا اور یادگار ناصر مرزا کے جو بابر بادشاہ کے بھائی سلطان ناصر مرزا کا بیٹا تھا کالپی کا ایک حصہ مرزا کامراں کے بھی اقطاع میں اوسکے انتظام کے واسطے اپنی طرف سے اوس نے اسکندر سلطان کو بھیجا تھا۔ یہ سب ملکر قطب خاں کے مقابل گئے اور اوسکو مار ڈالا اور خوب فتح اور مردانہ کام کیا۔ بادشاہ آگرہ سے گنگا کی طرف شیر خاں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ کامراں مرزا نے اپنے آیندہ تمام وکمال کاموں کو مجھے (حیدر مرزا) کو تفویض کر کے کہا کہ تو میرے ساتھ لاہور چل تو کاشغر سے ابنائے جنس کی ناسازگاری سے چلا آیا۔ وہاں تو نے دیکھہ لیا کہ تمام عمر خدمتگزاری کرنے سے کیا حاصل ہوا۔ میں نے تجھے اپنے برادر سے بہتر سمجھہ کر اپنے تمام کلیات امور سپرد کئے اگر مجھہ سے کوئی تقصیر ہوئی تو کہہ میں اوس کا تدارک کروں اب اِس حال میں کہ ممالک پر دشمن غالب ہے اور میں مرض میں مبتلا ہوں برادرانہ دست شفقت مجھہ پر پھیر کر ان دونوں مہلکوں سے خلاص دیکر لاہور پہنچا دے۔ مجھے اوس نے القاب میں دوست گزیدہ بہتر از برادر لکھا۔ یہ القاب اوس نے کسی اور عزیز کو نہیں لکھے تھے۔ اب بادشاہ مجھے یہ سمجھاتا تھا کہ مرزا کامراں جو اشتداد مرض کی وجہ سے اپنے ساتھ تجھے لیجانا چاہتا ہے تو کوئی طبیب نہیں ہے کہ اوس کے مرض کی دوا کرے گا جس کے سبب سے تیرا جانا ضرور ہو اگر قرابت کے سبب سے جاتا ہو تو تیرا رشتہ مجھہ سے اور کامراں سے برابر ہے۔ میں جو کہتا ہوں تو انصاف سے ملاحظہ کر کہ بابر شاہ کے تمام فرزندوں کا اور کل ہندوستان کا کاروبار اس لڑائی پر موقوف ہے کہ مجھہ میں اور شیر خاں میں ہوتی ہے۔ تیرا کامراں کے ساتھہ لاہور کو جانا دو باتوں پر محمول ہوگا۔ اوّل آنکہ مرزا کامراں نے بہانہ بنا کے خود اپنی جان بچا کر سلامت لیگیا۔ دوم یہ کہ تو بابر بادشاہ کا خالہ زاد ہے سب کے ساتھ خویشی برابر رکھتا ہے اِسلئے تجھے لوگ کہیں گے کہ ایسے غموں کے ہجوم میں کسی کے ساتھ غمخوار

نہیں ہوا اور خود لاہور سلامت چلا گیا اور وہاں سے کسی اور مامن میں گیا۔ کیا یہ بات دوستی اور خویشی میں سزاوار ہے تو اس مصاف میں مجھے اکیلا چھوڑتا ہے۔ دودمان بابری کی دولت خواہی اس لڑائی میں تجھ پر لازم ہے۔ مرزا کامراں کا مرض ایک بہانہ ہے۔ حالانکہ اگر اس لڑائی میں شکست ہوئی تو لاہور بطریق اولی ویران ہوگا اور شیر خاں کی تہ تیغ ہوگا۔ میں نے یہی مصلحت جانا کہ مرزا کامراں کی بغیر اجازت کے میں بادشاہ پاس رہوں۔ کامراں مرزا نے اسکندر سلطان کو تقریبًا ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ کمک کے لئے چھوڑا اور جتنے آدمی وہ یہاں سے لے جا سکا اپنے ہمراہ لیکر لاہور کو روانہ ہوا۔ جس کے سبب سے اُس نے اپنے دشمن کو قوی کیا دوستوں کو شکست دی۔ بہرحال لشکر شاہی دریا گنگ کے کنارہ پر پہنچا۔ ایک مہینے کے قریب گنگا کے ایک طرف بادشاہ کا لشکر اور دوسری طرف شیر خاں کا لشکر ایکدوسرے کے مقابل پڑے رہے۔ ان لشکروں میں دو لاکھ سے زیادہ آدمی ہونگے۔ ہندوستان میں بابر بادشاہ کی خدمت میں محمد سلطان مرزا آیا تھا وہ خراسان کے بادشاہ سلطان حسین مرزا کا نواسہ تھا۔ بابر بادشاہ نے الطاف شاہانہ طرح طرح سے اوس پر کئے تھے۔ اسکے بعد ہمایوں بادشاہ سے اوس نے بار بار بغاوت کی جس سے اوس کا مطلب کچھ نہ حاصل ہوا۔ وہ بادشاہ کے روبرو آیا اور تقصیرات معاف کرائیں۔ بادشاہ نے معاف کر دیں تعجب یہ ہے کہ یہ احمق جو بھاگے تھے وہ شیر خاں پاس نہیں جاتے تھے کہ اوس سے عنایت کی توقع رکھتے وہ یہہ کہتے تھے کہ لشکر میں ہوا گرم ہے ہمکو جانے دو اور اپنے مقاموں میں آرام کرنے دو۔ مرزا کامراں کا لشکر جو بطور کمک کے یہاں رہ گیا تھا اُس میں اکثر آدمی لاہور کو بھاگ گئے۔ اب تمام اسباب جو بادشاہ کی ملازمت تھا سات سو گردوں تھے جن میں سے ہر ایک کو بیلوں کی چار جوڑیاں کھینچتی تھیں اور ہر گردوں میں ایک ضرب زن تھا کہ جس میں سے پانچسو مثقال کا گولہ چھوٹتا تھا۔

اِن دنوں میں بار بار میں نے دیکھا کہ یہ ضرب زن بلندی پر سے جو سوار کچھہ کچھہ دکھائی دیتے ہوتے جاتے تھے۔ اُن پر بے خطا نشانہ مارتے تھے اور اکیس گردون ایسے تھے کہ اونکو بیلوں کی آٹھ جوڑیاں کھینچتی تھیں اُن سے پتھروں کے گولے نہیں مارے جاتے تھے بلکہ

ہفت جوش (گلی ہوئی پیتل وغیرہ) کا گولہ چھوڑا جاتا تھا جس کا وزن پانچہزار مثقال اور جسکی قیمت دوسو مثقال نقرہ ہوتی تھی۔ وہ اس چیز پر نشانہ لگاتے تھے جو ایک فرسخ سے نظر آتی تھی جب لشکر نے بھاگنا شروع کیا تو اس خوف سے بغیر لڑائی کے لشکر ویران نہو جائے یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ جنگ کی جائے۔ اگر لڑائی ہر بھی جائیگی تو خلق یہ مطعون تو نہیں کریگی کہ ہندوستان جیسے ملک کو بغیر ہاتھ ہلائے ہاتھ سے دیدیا اور یہ فائدہ بھی سمجھ میں آیا کہ اگر دریا پار چلے جائیں گے تو سپاہ پھر نہیں بھاگ سکیگی۔ ان وجوہ سے دریا سے لشکر پار اترا۔ دونوں طرف کے لشکروں نے اپنے گرد خندقیں بنائیں۔ ہر روز طرفین کی اوباش اور بے پاس آدمیوں میں لڑائیاں ہوتیں۔ اس حال میں برسات کا مینہ ایسا برسا کہ بادشاہ کا سارا لشکر گاہ پانی میں ڈوب گیا۔ اسلئے یہاں سے کوچ کرنا لازم ہوا۔ اہل الرائے کہتے تھے کہ اگر ایک اور ایسا مینہ برسا تو سیلاب کے امواج کا تلاطم تمام لشکر کو گرداب اضطراب میں سرگرداں کریگا۔ تجویز ہوئی کہ کسی ایسی اونچی جگہہ پر لشکر کا مقام ہو کہ وہاں برسات کا سیلاب اثر نہ کرے اور مخالف سے مقابلہ بخوبی ہو سکے میں ایسے مقام کی تلاش میں گیا اور ایک مقام اس کام کے لئے تجویز کیا کہ وہاں لشکر کوچ کرکے جائے۔ میں نے عرض کیا کہ کوچ کے وقت مصاف خلاف عقل ہے اسلئے کوچ کے وقت مقابلہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ دشمن کی توجہ کو ہٹا کر اوسکو امتحان میں یوں لانا چاہئے کہ کل روز عاشورہ ہے ہم اپنے لشکر کو خوب ضبط کریں و ربط دیں اور آگے نہ بڑھیں دشمنوں کو دیکھیں کہ اگر وہ خندق سے باہر آتے ہیں اور ہم سے جنگ میں پیشقدمی کرتے ہیں تو آخر کو ہمارے اور دشمن کے درمیان ایک مصاف و جنگ ہوگی مناسب تدبیر یہ ہے کہ ہم دیگوں (توپوں) اور ضرب زنوں کو مقابلہ میں رکھیں اور تفنگچیوں کو کہ قریب پانچہزار کے ہیں توپوں پر مقرر کریں۔ اگر دشمن ہم پلہ حملہ کرنے باہر آئے تو کوئی محل اور وقت اس سے زیادہ بہتر مصاف کے لئے نہیں ہوگا اگر دشمن خندق سے باہر نہ آیا تو دوپہر تک ہم صف کش رہیں اور پھر اپنے مقام میں آجائیں اور پھر دوسرے دن بھی وہی کام کریں جو پہلے دن کیا تھا۔ یوں نئے مقام میں اپنا اسباب جنگ لیجائیں اور اوس کے بعد ہم خود کوچ کرکے وہاں چلے جائیں۔ یہ رائے سب کو پسند آئی۔

۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو اسی ارادہ سے ہم سوار اور صف آرا ہوئے۔ بلکہ یہ صفیں اون کے دل کی طرح متزلزل اور ناراست تھیں۔ یہ ٹھیری کہ گردون اور دیگ اور تیکچیاں بیچ میں ہیں توپوں کا اہتمام محمد خاں رومی اور اوستاد علی قلی خاں کے بیٹوں اور اوستاد احمد رومی اور حسن خلیفہ کو سپرد ہوا۔ اونہوں نے گردونوں اور ضرب زنوں کو اونکے مناسب مقاموں پر نصب کیا۔ اور قانون مقررہ کے موافق اُن میں زنجیرہ کھینچا۔ یعنی زنجیریں اونکے درمیان ڈالدیں باقی سپاہ میں امیر اسم بےمسمی تھے۔ بڑی بڑی جاگیریں اور خزانے رکھتے تھے مگر اُن میں رلے درویت وہمت وغیرت وشجاعت ذرا نہ تھی۔ امیر وہی حقیقت میں ہوتا ہے جن میں یہ صفات ہوں۔ بادشاہ نے مجھے اپنے بائیں پہلو کی طرف اس طرح مقرر کیا تھا کہ دایاں پہلو میرا بادشاہ کے بائیں پہلو سے ملا ہوا تھا اس مقام پر اپنی منتخب فوج کو کھڑا کیا بائیں طرف میرے تمام ملازم کھڑے تھے۔ میں نے چار سو آدمی انتخاب کئے تھے وہ سب تجربہ کار اور جنگ پروردہ تھے سب تپچاق کے گھوڑوں پر سوار اور جیبہ پوش تھے۔ میرے اور جوبیار کے درمیان ۲۷ امیر تھے جنکے علم توغ تھے۔ ایسے ہی جرانغار کے دوسری طرف پر یہی قیاس کرنا چاہئے جب مصاف میں شیر خاں اپنی سپاہ کو توپ میں مرتب کرکے لایا تو امراء اعظام نے ان ستائیس توغوں کو اس وہم سے پنہاں کردیا تھا کہ کہیں دشمن اون کو دیکھکر ہمیں پر نہ پل پڑیں پس اونکی اس حرکت سے اونکی شجاعت اور رولاوری پر قیاس کرلینا چاہئے۔

شیر خاں نے اس سپاہ کے پانچ جوق کئے تھے اور ہر جوق میں ایک ہزار آدمی تھے تین ہزار آدمی اوس کے آگے بڑھے میں نے تخمینہ کیا تھا کہ شیر خاں کی سپاہ میں پندرہ ہزار سے کم اور چغتائی لشکر میں چالیس ہزار آدمی ہونگے۔ بادشاہی لشکر میں سب تپچاق سوار اور جیبہ پوش تھے وہ دریا کی طرح اوج موج کررہے تھے مگر اونکے امراء کا حال وہی تھا جو اوپر میں نے بیان کیا۔ جب شیر خاں کی سپاہ خندق سے باہر آئی تو اوس کے دو جوق جو کثرت میں اور تمام جوقوں سے ممتاز تھے وہ خندق کے آگے کھڑے ہوئے اور تین جوق اوس کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئے بادشاہ کی طرف سے بھی میں نے قول کو حرکت دی اور اوس جگہہ پر لیگیا جو میں نے اوس کے کھڑے رہنے کے لئے انتخاب کی تھی مگر جب ہم وہاں پہونچے تو

وہاں قیام کرنا میسر نہوا۔ اسلئے کہ لشکر چغتائی کے ہر امیر و وزیر اور غنی سے فقیر تک غلام تھے امیر جنکے اوصاف اوپر بیان کیے ہیں آئنیں جب امیر پانسو نوکر تھے تو اوس کے نوکر ونکے پاس پانچسو غلام ہونگے۔ یہ غلام لڑائی کے دن نہ اپنے آقا کی کچھہ مدد کرتے ہیں اور نہ خود اپنے اختیار میں ہوتے ہیں۔ جہاں لڑائی تھی وہاں اِن غلاموں پر اُنکے مالکوں کا بس کچھہ نہیں چلتا تھا جب اونکے سر پر اُن کا خواجہ نہیں رہتا تو وہ شتر بے مہار بنجاتے ہیں یا اوس شکاری پرند کی طرح ہو جاتے ہیں کہ جس کے سر پر سے ٹوپی اُٹھ جائے اور وہ جدہر چاہے اُڑ جاوے۔ وہ جدہر چاہتے تھے خوف زدہ ہو کر بھاگنے کے لئے دھکا پیل کرتے تھے جس کے سبب سے ہم کو اپنی جگہہ پر قایم رہنا ممکن نہ تھا۔ قول کو دشمن نے عقب سے دبا کر گردونوں کے زنجیرہ سے باہر کر دیا پھر تو یہ حال ہوا کہ یہ اوس پر اور وہ اِس پر گرنے لگا اور اِس آیت کے معنی سمجھہ میں آنے لگے دُكَّتِ الارض دکا دکا۔ ایسے ہی غلام جو آدمیوں کے پیچھے تھے وہ اپنے آگے کے آدمیوں کو آگے ہکاتے تھے۔ کئی جگہہ سے زنجیرہ ٹوٹ گیا اور جو آدمی زنجیرہ کے پاس تھے وہ اِس سے باہر نکل گئے اور جو باہر نہ نکل سکے وہ اندر ہی درماندہ ہوگئے تمام صفوف ابتر اور پریشان ہوگئے۔ یہ تو اِس قول کا حال ہوا جو مرکز میں تھا۔ دائیں طرف شیر خاں صف آرا ہو کر حملہ آور ہوا۔ جب صف پاس وہ جاتا پہلے اِس سے کہ ایک تیر وہ پھینکے اِس طرح وہ تیر و نکے آگے جاتے تھے جیسے کہ صرصر میں گھاس۔ یہ سب اپنی صفوں کو توڑ کر قول میں پہنچیں غلام جنکو اونکے افسروں نے پیچھے سے بلا کر آگے کرنا چاہا تھا وہ یکبارگی عقب سے ایسے بھاگے کہ وہ گردونوں کے پاس پہونچے جن میں سے کچھہ گردونوں سے نکل گئے اور کچھہ اونکے پیچھے رہے۔ اور صفیں ایسی درہم برہم ہوگئیں کہ امیر نوکر سے جدا اور نوکر امیر سے جدا ہوگیا اور اِس حال میں بائیں طرف کی سپاہ بھاگ کر قول میں آئی۔ پہلے اِس سے کہ ایک تیر غنیم کی جانب چلائیں وہ متفرق ہوگئی اور یکبارگی ہزیمت ہوگئی۔ لشکر چغتائی جس کا تخمینہ میں نے چالیس ہزار کیا تھا شیر خاں کے دس ہزار لشکر سے بھاگا بغیر اِس کے کہ دوست دشمن سے کوئی ایک زخمی ہوا شیر خاں کو ظفر اور چغتائیوں کو شکست ہوگئی ایک دیگ سے نہ گولہ چھوٹا نہ ایک ضرب زن میں بتی لگی کہ سارے گردون بیکار اور معطل ہوگئے۔

جہاں سے چغتائی بھاگے ہیں وہاں سے دریائے گنگ تک ایک فرسنگ کا فاصلہ تھا سب امیر اور بہادر جن میں سے ایک بھی زخمی نہیں ہوا تھا جان بچانے کے لئے دریا کی طرف بھاگے دشمن نے تعاقب کیا اسلئے چغتائیوں کو اتنی فرصت بھی نہ لینے دی کہ وہ اپنے زرہ بکتر اور ہتیاروں کو تو اُتارتے وہ دریا میں جا پڑے اور اپنے ہی ہتیاروں کے بوجھ سے ڈوب گئے دریا کا پاٹ پانچ تیر پرتاپ کا ہوگا۔ بڑے بڑے نامی امیر بہادر نامراد دریائے نامرادی میں ڈوبے جو بچے اونکا جہاں جی چاہا چلے گئے۔ جب ہم دریا سے نکلے ہیں تو وہ بادشاہ جس کے کارخانوں میں دوپہر سے پہلے سترہ ہزار شاگرد پیشہ کام کرتے تھے وہ ننگے سر ننگے پاؤں ایک گھوڑے پر سوار تھا جو اوسکو تردی بیگ نے مستعار دیا تھا بقا بقائے خداست و ملک ملک خدا۔ بادشاہ کے سات ہزار آدمی تھے جن میں سے ساٹھ آدمی دریا میں سے زندہ نکلے باقی سب غرق آب عدم ہوئے۔ اِس سے کُل آدمیوں کی جانوں کا قیاس کر لو۔

یہ حال تو مرزا حیدر نے اپنی تاریخ رشیدی میں چشم دید لکھا ہے۔ مگر ابو الفضل نے اکبرنامہ میں لکھا ہے کہ مرزا ہندال کے روبرو شیرخاں کے لشکر میں سے جلال خاں و سرمست خاں اور تمام نیازی افغان آئے اور یادگار ناصر مرزا اور قاسم حسین خان کے مواجہ میں مبارز خاں و بہادر خاں و راے حسین جلوانی اور جماعہ کررانی آئے اور مرزا عسکری کے سامنے خواص خاں و برمزید اور ایک اور جماعت آئی۔ مرزا ہندال اور جلال خاں کے درمیان اوّل لڑائی ہوئی اور عجیب چپقلشیں ہوئیں۔ جلال خاں گھوڑے سے گرا جرانغار شاہی نے اپنے غنیم کے قول پر حملہ کیا جب شیرخاں نے یہ دیکھا تو بہت سا لشکر لیکر اودہر چڑھ گیا اور خواص خاں اور اوسکے ہمراہیوں نے بھی مرزا عسکری پر حملہ کیا۔ جونہیں حملہ ہوا تو اکثر امرا بھاگ گئے اور ذرا کارزار میں ہاتھ نہ ہلایا بادشاہ خود دو دفعہ لشکر مخالف پر چڑھ کر گیا اور اوس کے دو نیزے شکستہ ہوئے۔ گو قانون نہیں ہے کہ بادشاہ خود مرتکب جنگ ہو لیکن وقت نبرد آزمائی میں جودت جلادت حدت شجاعت کب بادشاہ کو روک سکتی تھی اور قانون پر عمل کرنے دیتی تھی۔ مگر افسوس کہ ہزاروں نے برادری کا حق نہ ادا کیا۔ جنگ میں امیر ثابت قدم نہ رہے اور بادشاہ پر اس صدمے کے پڑنے کو اونھوں نے روا رکھا۔ یہ لشکر شیر جو نفاق سے بر اور اخلاص سے خالی تھا۔ بادشاہ کے ساتھ تھا اوسکے

شکست پانے سے بادشاہ کو ایسی غیرت آئی کہ اِن دشمنان دوست نما کی ساتھہ مدارا کرنے سے اور نفاق کے ساتھہ اُن سے موافقت رکھنے سے اور حریفان کج باز کے ساتھہ نرد رڈ و بدل کھیلنے سے منزلِ فنا میں جانے کو بہتر سمجھا۔ اور اپنے نفس نفیس سے اوس نے اسطور سے حملہ کیا کہ جس سے اوس کا ارادہ ظاہر ہوگیا۔ مگر بعض دولت خواہ اوسکے سامنے گڑگڑائے اور اوسکے گھوڑے کی باگ کو موڑ لائے۔ بادشاہ دریا کے کنارے پر متردد تھا کہ کیا کروں کہ اِتنے میں اپنے ایک بوڑھے ہاتھی پر اوسکی نظر جا پڑی۔ فیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی لا۔ وہ ہاتھی لایا۔ بادشاہ اُس پر بیٹھا۔ اُس میں ایک خواجہ سرا کافور نامی بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے فیلبان سے کہا کہ ہاتھی کو دریا میں ڈال تو اوس نے کہا کہ دریا میں ہاتھی ڈوب جائیگا۔ خواجہ سرا نے چپکے سے سُنکر بادشاہ کے کان میں کہا کہ کہیں یہ نمک حرام حضور کو دشمنوں میں جا کر نہ پھنسا دے۔ بہتر ہے کہ اس موذی کا سر اُڑا دیجئے میں ہاتھی ہانک لونگا مجھے ہکانا آتا ہے۔ بادشاہ نے فیلبان کا تلوار سے سر اُڑا کر نیچے پھینک دیا۔ خواجہ سرا فیلبان بنا اور بادشاہ کو دریا کے کنارہ پر لاکر اوتار دیا اتفاق سے یہاں کڑاڑہ بلند تھا۔ اوسپر بادشاہ کا چڑہنا دشوار تھا۔ وہاں چند مغل اوپر بیٹھے تھے اونھوں نے پگڑیوں کے سروں کو ملا کر اور بٹ کر بادشاہ کے ہاتھ میں ایک سرا دیکر اوپر کھینچ لیا۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے بادشاہ کا ہاتھہ پکڑ کر اوپر چڑہا دیا۔ بادشاہ نے جب نام اوس کا پوچھا تو شمس الدین محمد اپنا نام اور غزنی اپنا وطن بتلایا اور کہا کہ مرزا کامراں کا نوکر ہوں۔ اس اثناء میں مقدم بیگ نے جو اعیان مرزا کامراں میں سے تھا بادشاہ کو پہچانا اور اپنے گھوڑے کو پیشکش کیا۔ بادشاہ نے ان آدمیوں کے ساتھ سلوک شاہانہ کیا۔ یہ واقعہ ۱۰ محرم ۹۴۷ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۵۴۰ء کو ہوا۔

اب ہمایوں آگرہ کی طرف چلا۔ اثناء راہ میں مرزا عسکری اور مرزا ہندال اور اور مرزا بھی مل گئے۔ بچی کھچی رہی سہی فوج بھی اکٹھی ہوگئی جب بھنگا پور شاید (بھوگانوں) میں پہنچے تو اس قصبہ کے آدمیوں نے بادشاہی آدمیوں کے ساتھ خرید و فروخت بند کردی اور یہ ناہنجاری اختیار کی کہ جو بادشاہ کا آدمی اونکے ہاتھ پڑجاتا تو اوسکی جان لینے کا قصد کرتے۔ جب بادشاہ کو یہ حقیقت معلوم ہوئی تو مرزا عسکری و یادگار ناصر مرزا و مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ ان سرکشوں کی فہمایش و تادیب کریں تیس ہزار کے قریب یہ گنوار پیادہ و سوار جمع ہوگئے تھے جب حکم شاہی ان مرزاؤں پاس پہنچا تو مرزا

انڈیا عہد مغلیہ

عسکری نے جانے سے انکار کیا۔ یادگار ناصر مرزا نے اسکو دو چار قمچیاں لگا کر کہا کہ تمہاری نا اتفاقی سے یہ حال تو ہو گیا ہے اسپر متنبہ نہیں ہوتے۔ یادگار ناصر مرزا اور مرزا ہندال نے فرمانبرداری کی کہ اِن گنواروں پر چڑھ کر گئے اور جنگ عظیم ہوئی اور گنواروں کی جماعت کثیر قتل ہوئی۔ اونکو تنبیہ کر کے مرزاؤں نے مراجعت کی اور مرزا عسکری کہ شکایت ناک تھا معاتب ہوا۔ اِس قمچی بازی کی حکایت جوہر نے اپنی تاریخ ہمایوں میں یہ لکھی ہے کہ اتفاقاً یادگار ناصر مرزا کے تیر لگا۔ اوس نے مرزا عسکری سے کہا کہ آپ ذرا اِن گنواروں کی طرف متوجہ ہو جئے تاکہ میں اپنے زخم کو باندہ لوں۔ مرزا کو اِس کا یہ کہنا ایسا ناگوار ہوا کہ اوس نے ناصر یادگار مرزا کو بے نقط سنائیں اوس کے جواب میں گالیاں سنیں تو غصہ میں آنکر ناصر یادگار کے تین قمچیاں یا چابک مارے۔ یہ قمچیاں کھا کے ناصر یادگار نے بھی مرزا عسکری کے پاؤں میں چند قمچیاں لگائیں۔ جب ہمایوں کو خبر ہوئی تو اوس نے کہا کہ بہتر ہوتا کہ یہ چابک آپس میں لگانے کی جگہہ چوروں پر وہ لگاتے۔

یہاں سے بادشاہ ایلغار کر کے آگرہ میں آیا۔ اطراف ممالک کو درہم برہم پایا ہر طرف فتنہ برپا دیکھا۔ بادشاہ دوسرے دِن صبحکو قدوۃ الاکابر مرزا رفیع کے مکان میں اُترا۔ میر صاحب ساوات صفوی میں سے تھے اور عقل وعلم میں کمال رکھتے تھے۔ بادشاہ اونکی برابر کسی کی تعظیم نہیں کرتا تھا اون سے مشورت کرنے کے بعد آخر الامر یہ رائے قرار پائی کہ پنجاب کی جانب کوچ کیا جائے اگر مرزا کامران کو عقل داوری اور سعادت یاوری کرے تو وہ تلافی اور تدارک کے درپے ہو کر بادشاہ کی خدمت کرے جس سے البتہ رخنہ فتنہ وفساد بند ہو جائیگا۔ مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ وہ قلعہ کے اندر جائے وہاں سے بادشاہ کی ماہبنوں اور اوراہل وعیال اور خدمتگاروں کو لائے اور خزانہ اور جواہر جتنا لاسکے لے آئے۔ خود بادشاہ سیکری میں آیا۔ راہ میں مرزا ہندال بھی مع اہل وعیال ہلگیا۔ سیکری میں چند روز بادشاہ بابر کے باغ میں رہا تھا کہ ایک دِن صبحکو وہ سیکری کی طرف سے ایک تیر اوسکی بغل میں آنکر پڑا۔ میرزا حیدر اور ایک افسر تیرانداز کی تلاش میں نکلے تو وہ بھی زخمی ہو کر واپس آئے۔ بادشاہ نے جانا کہ یہاں دال میں کچھہ کالا کالا ہے وہ دہلی کی طرف چلا۔ وہ نہایت خستہ حال ہو رہا تہا۔ چند امیر اوس کے ساتھ تھے۔ اُن میں ایک میر فقیر تھا جب وہ اوس سے آگے چلنے لگا تو بادشاہ نے اوسکو غصہ سے بلایا اور کہا کہ تیرے ہی کہنے سے

بادشاہ کا آگرہ میں آنا

مرزا ہندال کا بادشاہ سے جدا ہونا ۹۴۶ھ

میں گنگا پار اترا تھا۔ اچھا ہوتا کہ تو وہیں مرگیا ہوتا کہ آج ہم سے جدا ہو کر نہ چلتا۔ فقیر علی اولٹا آیا اور اثناء راہ میں وہ ۲۰ صفر ۹۴۷ھ کو دنیا سے صفر کر گیا۔

اب بادشاہ کو صفر میں فکر سے نجات ملی اول منزل میں وہ بجونہ میں پہونچا تھا کہ مرزا عسکری نے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ میر فرید گور (پرفریہ) جو شیر شاہ نے بادشاہ کی تلاش میں بھیجا تھا وہ جلد نزدیک آنے والا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ یہاں سے جریدہ کوچ فرمایئے پیچھے آدمی آن رہیں گے۔ اس کی صلاح کے موافق بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ لشکر میں غل و شور پڑا ہر شخص حیران تھا کہ میں کیا کروں۔ ایک دوسرے کا دستگیر نہ ہوتا۔ بیٹا باپ کی اور باپ بیٹے کی خبر نہ لیتا۔ ہر ایک شخص جو مال قیمتی اس پاس تھا اوسے چھپا کر چنپت بنتا۔ اب اس مصیبت پر باران رحمت الٰہی نے اور ایسی زحمت پہنچائی کہ خدا کسی دشمن کو نہ دکھائے جب بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو ایسا مضطر اور بیدل پایا تو وہ اپنے گھوڑے کی باگ روک کر کھڑا ہوا اور اس نے فرمایا کہ روم۔ شام۔ عراق اور ہر جانب کے آدمی جو ہماری سپاہ میں تھے اون میں سے کچھ جنگ چوسہ میں کچھ جنگ قنوج میں مارے گئے۔ اب جو باقی ہیں وہ یوں ہلاک ہوتے ہیں میں اپنے مرنے پر راضی ہوں مگر مجھ سے یہ اپنے آدمیوں کی مصیبت نہیں دیکھی جاتی ایسا مضطرب اور بے دل نہ ہونا چاہیے تحمل کے ساتھ ایک طرح چلنا چاہیے۔ اوس نے فوج کے تین حصے کیے دست راست کی سپاہ مرزا ہندال کو اور دست چپ کی سپاہ یادگار ناصر مرزا کو اور عقب کی سپاہ اور امیروں کی دی اور حکم سنا دیا کہ جو بادشاہ کے آگے جائیگا وہ سزا پائیگا اور اوس کا گھر لٹ جائیگا۔ چونہ بہادر نے ایک مغل کا گھوڑا چھین لیا تھا۔ اوسکو حکم ہوا کہ گھوڑا واپس دے تو تو اوس نے سنا نا بادشاہ نے اوس کا سر اوڑا دیا اس سیاست سے آیندہ انتظام ہو گیا۔ بادشاہ اس طرح سے ۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو دہلی پہنچا۔ یہاں قاسم حسین سلطان اوزبک اور بعض امیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہندال اور عسکری نے اپنی جاگیروں پر جانے کے لیے رخصت لی۔ ایک الور گیا۔ دوسرا سنبھل۔ ۲۰ محرم کو اس شہر سے بھی سفر کیا ۲ صفر کو رہتک پہنچا۔ یہاں مرزا ہندال بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسرے روز بادشاہ نے قیام کیا۔ اہل قلعہ نے جو شہر کا دروازہ بند کیا تھا اونکو تنبیہ کی دس بارہ کروہ کی منزلیں روز بادشاہ طے کرتا ہوا ۱۷ صفر کو سرہند میں

(سھرند) میں پہنچا۔ مرزا ہندال کو بادشاہ نے یہیں چھوڑا اور خود ستلج کے کنارے پر ماچھیواڑہ میں پہونچا۔ دریا چڑھا ہوا تھا مگر وہ اُس سے پار اوتر گیا۔ شیر شاہ بھی دہلی آگیا۔ اِن دونوں بادشاہوں میں پچاس کروہ کا فاصلہ تھا۔ بادشاہ اور مرزا ہندال جالندھر میں آئے۔ شیر شاہ کی سپاہ سرہند میں آئی۔ بادشاہ خود لاہور روانہ ہوا اور مرزا ہندال کو جالندھر میں چھوڑا اور مظفر بیگ ترکمان کو اوس کی اعانت کے لیے بھیجا۔ مظفر بیاس کے مغربی کنارہ پر کندوال میں تھا کہ شیر شاہ کی سپاہ بھی کنارہ پر سامنے آئی۔ جب بادشاہ لاہور میں قریب سرائے دولت خاں کے پہنچا تو خواجہ دولت کے باغ میں اُترا مرزا ہندال باغ خواجہ غازی میں آترا پھر سنبھل سے مرزا عسکری بھی آگیا وہ امیر ولی بیگ کے گھر میں اُترا اور اِن دونوں شمس الدین محمد نجومی جو بادشاہ کے ساتھ قنوج کی لڑائی میں تھا وہ بھی آگیا۔ غرہ ربیع الاول ۹۴۷ھ کو لاہور میں سب بھائی اور امراء گرامی اور اونکے ملازم جمع ہوئے باوجودیکہ ان عزیزوں کو تنبیہات آسمانی ہوتی تھیں مگر کوئی صداقت پر کمر بستہ ہوتا تھا اب بھائیوں میں اتفاق کا ہونا اور دلوں کا صاف ہونا ایک خواب وخیال تھا۔ بادشاہ کے پاس آنکر بہت دفعہ مجلسیں جمیں اور انہیں صلاحیں اور اتفاق اور یکجہتی پر عہد وپیمان ہوئے اور اکابر ومعارف مثل خواجہ خاوند محمد دہلی جو سب کے پیر ومرشد تھے اور میر ابوالبقا کہ اعلم العلماء تھے گواہ ہوئے اور سب مرزاؤں اور اعیان دولت واکابر نے جمع ہوکر اتفاق ویکجہتی کا عہدنامہ لکھا اور اوپر سب نے مہریں کر دیں جب یہ محضر عہد وپیمان تیار ہوگیا تو اب نصائح شروع ہوئیں۔ بادشاہ نے سمجھایا کہ بھائیو دیکھو کہ باپ نے کس محنت وجانفشانی سے یہ وسیع سلطنت ہندوستان حاصل کی۔ اگر وہ ہماری نااتفاقی سے ہاتھ سے جاتی رہیگی تو تم خواص وعوام میں مطعون وملوم ہوگے۔ اب تمکو فکر کرنا اور غیرت پکڑنی چاہیے تاکہ خلایق کے درمیان سربلندی اور رضائے ایزدی ہو مگر ارباب عہد وپیمان واصحاب مواثیق وایمان اپنے عہد قریب کو بھول گئے اور اپنی ہوا وہوس میں موافق باتیں کہنے لگے مرزا کامراں نے کہا کہ میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ بادشاہ اور تمام مرزا چیدہ چند روز کے لئے پہاڑوں یا کشمیر میں چلے جائیں اور تمام اہل وعیال میرے سپرد کر دیں کہ میں اونکو لیکر کابل چلا جاؤں اور اون کو وہاں امن میں پہنچا کر پھر چلا آؤں۔ کامراں کی یہ بات سنکر سب حیران ہوگئے کہ اسوقت میں کہ اتفاق پر

سوگند ہوئی یہ کیا بات اوس نے کہی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی اہل وعیال کو تو اوسکے ساتھ کابل بھیجدیگا اور خود جریدہ لاہور سے کابل تک پہاڑوں میں پڑا پھریگا اور رہزنوں سے اپنے تئیں لٹوائیگا۔

مرزا ہندال اور یادگار ناصر مرزا نے کہا کہ اب ہم افغانوں سے نہیں لڑسکتے مناسب یہی ہے کہ حدود بکر میں چلے جائیں اور اُس ولایت کو لے لیں اور اوسکی قوت سے گجرات کو تسخیر کریں جب یہ دو ملک حاصل ہوجائیں اور کام کا انتظام ہوجاتے تو پھر اس ملک کو اچھی طرح سے دشمنوں سے لے سکیں گے۔ مرزا حیدر نے کہا کہ کل مرزا کوہ شہر ند (سرہند) سے کوہ سارنگ تک دامن کوہ کو مستحکم کریں میں اوس کا ذمہ دار ہوں کہ تھوڑی تقویت سے دو مہینے میں کشمیر کو لے لونگا اور جب کشمیر لینے کی خبر پہونچے تو ہر شخص اپنے متعلقین کو کشمیر بھیجدے کہ کوئی مامن اُس سے زیادہ محفوظ نہیں ہے چار مہینے چاہییں کہ شیر خاں وہاں پہونچے اونکو اعتضاد و قوت محاربہ میں اپنی توپوں وضرب زنوں پر ہیں جنکے بارکش گردوں ہیں جو کسی طرح پہاڑ میں نہیں آسکتے وہ تو آنکر لڑ نہیں سکتا۔ اسکی کثرت لشکر میں قلت ہوگی اور واپس جانے پر مجبور ہوگا۔ چونکہ زبانیں دلوں کے ساتھ موافق نہ تھیں اسلیے مجلس تمام ہوگئی اور اصل بات ناتمام رہی۔ مرزا کامراں بادشاہ کا زیادہ تر حریف تھا نہ مطیع نہ دوست ظاہر میں وہ بادشاہ کے ساتھ موافقت کرتا تھا کہتا کہ میں ساعت مسعود میں نکلتا ہوں اور مخالف سے یکدل و یکرنگی کے ساتھ پیکار پر تیار ہوتا ہوں۔ مگر اس ظاہری موافقت کی جگہ باطنی مخالفت کو وہ بڑھاتا جاتا تھا مرزا کامراں سخت متردد تھا کہ میں بھائی اور شیر شاہ کے خوفوں سے کس خوف کو زیادہ سمجھوں بھائی اپنے ورثہ کے سبب سے مجھے میری وسیع سلطنت سے جو ایران۔ خراسان۔ ہیلمند سے ستلج اور حصار فیروزہ تک پھیلتی ہے محروم کرسکتا ہے۔ مگر شیر خاں کی غایت فیروزمندی یہ ہے کہ وہ پنجاب کو مجھ سے لے لے اور کابل۔ قندہار۔ غزنی کو وہ اُنگلی نہ لگاتے۔ اسلئے وہ ایسی حکمتیں کرتا تھا کہ ہر ایک کا مجمع منتشر ہوجاے اور وہ خود کابل میں جاکر گوشۂ عشرت کو غنیمت جانے۔ غرض یہ سارے منصوبے و مشورے یوں ہی خالی گئے اور کوئی تدبیر بن نہ پڑی کہ سب بھائی ملکر کسی کام کو کرتے۔ ہمایوں میں وہ صفات نہ تھیں کہ جس سے وہ بھائیوں میں اپنی اطاعت اور ادب کو پیدا کرتا ہر مرزا خودسر ہوگیا جو دل

مرزا کامراں کی دغابازی

میں آمادہ کرتا۔ بابر کی ذہانت و ہوشمندی کسی بیٹے کے ورثہ میں نہ آئی تھی مرزا کامران پر کام کا مدار سارا تھا سو وہ اپنے سلطنت میں کسی رقیب کے آنے کا طرفدار نہ تھا اسوقت کہ اوس نے بھائیوں کے عہدنامہ پر دستخط کیئے مخفی قاضی عبداللہ صدر کو شیرشاہ پاس بھیجا کہ رابطہ وداد کو مستحکم کرے اور پیمان محبت باندھے اور اپنے کام کو دشمن کی مدد سے نکالے اور مکتوب اوسکو لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر شیرشاہ اِسے پنجاب میں بدستور سابق قایم رکھے تو وہ تھوڑے زمانہ میں اوسکے کارہا شایستہ بجالائے۔

شیرشاہ دہلی میں آگیا تھا مگر اِس سے آگے قدم نہ بڑہاتا تھا اور اِس فتح کو اپنی مساعدت بخت گنتا تھا۔ اور اوسکو اندیشہ تھا کہ اگر پیشتر جاؤں تو مبادا کہیں میرا کام پیشتر نہو جائے اور لاہور میں مرزاؤں کی جمعیت ہو رہی تھی۔ اِسکے وہم سے بڑا ہراس اوسکو تھا کہ اِس اثناء میں کامران کے قاضی صدر اِس پاس آیا تو اوس نے اوس کی تعظیم کی اور بھائیوں کی نااتفاقی کا حال سنکر وہ ایک دِل سے ہزار دِل ہوگیا اور کامران کے مکتوب کا جواب اوسکے مدعا کے موافق لکھا قاضی اوس پر متقاضی ہوا کہ وہ جلد آگے بڑھے شیرشاہ نے اپنا ایلچی قاضی کے ساتھ کیا تاکہ وہ حقیقت معاملہ پر آگاہ ہو کر چلا آئے۔ مرزا کامران نے شیرشاہ کے فرستادہ بالغ لاہور میں بلایا بڑا جشن کیا اور سات برس کی عمر سے لیکر ستر برس کی عمر تک والوں کو بلایا۔ ہمایوں کو بھی شریک کیا۔ مگر اصل مطلب کی باتیں رات کو ایلچی کے ساتھ کیں اور قاضی صدر کو پھر شیرشاہ پاس بھیجا۔ اِس اثناء میں شیرشاہ دہلی سے آگے بڑھ کر دریائے بیاس کے کنارے پر سلطان پور میں آگیا تھا۔ قاضی بھی یہیں اوس پاس آیا اور شیرشاہ کو دریا پار جانے پر دلیر کیا۔ اِس اثناء میں مظفر ترکمان جس کو دریا پر سلطان پور میں بادشاہ نے شیرشاہ کے روکنے کے لیے متعین کیا تھا وہ لاہور میں آیا اور اوس نے بیان کیا کہ میں شیرشاہ کا مقابلہ نہ کر سکا کہ اوسکے لشکر کو روکتا اب وہ دریا پار آگیا ہے اور وہ جلد لاہور کے سامنے آتا ہے اور میرا بھتیجہ جنید بیگ مقابلہ میں مارا گیا۔

اب بادشاہ کو توقف کا محل نہ رہا۔ یہ تحقیق کرنا مشکل ہے کہ مرزا کامران نے خود شیرشاہ کو پنجاب حوالہ کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ یا شیرشاہ کا خوف اوسپر ایسا طاری طاری ہوگیا تھا کہ بغیر لڑے پنجاب حوالہ کر دیا۔ غرض شیرشاہ کے مقابلہ کی کوئی تدبیر نہیں کی گئی فوراً لاہور سے بادشاہ

اور مرزاؤں نے چناب کی طرف کوچ کیا - مرزا کامران نے اپنے ملازموں اور اسباب کو کشتیوں میں اُتارا - اُسوقت اِن مرزاؤں میں باہم وہ نفاق تھا کہ ہمایوں کے بعض صلاح کاروں نے اوسکو صلاح دی کہ لشکر کے ایکدل و یک جہت ہونے کی تدبیر کوئی اس سے بہتر نہیں ہے کہ مرزا کامران کا کام تمام کرے - بادشاہ کے معزول کرنے کے لیئے وہ سازشیں کر رہا ہے اس پر ہمایوں نے کہا کہ میں اس ناپائیدار دنیا و فانی کے لیئے اپنے بھائی کو بے جان نہ کرونگا اوسکے خون میں اپنے ہاتھ نہیں سانونگا - میں ہمیشہ اپنے باپ فردوس مکانی کی نصیحت جو اوس سے لے ہیں اوس نے کی یاد رکھونگا - اوس نے مجھ سے کہا تھا کہ اے ہمایوں زنہار ہزار زنہار بھائیوں کے درمیان کشاکش نہ کرنا اور بدنیت نہ ہونا - یہ الفاظ اوسکے میرے دل پر پتھر کی لکیر ہیں جو کسی طرح مٹائے نہیں مٹنے کے - اِس نازک وقت میں ہمایوں نے اِس تدبیر پر کہ مرزا حیدر نے تجویز کی تھی کشمیر کی فتح پر ارادہ مصمم کیا - اور مرزا حیدر کو ایک جماعت ساڑھے چار سو آدمیونکی ہمراہ کرکے اپنے سے پہلے کشمیر کی طرف روانہ کیا -

بادشاہ کوچ بہ کوچ یکم رجب کو ہزارہ میں پہنچا - یہاں اوسکو معلوم ہوا کہ مرزا کامران با جمعیت و سپاہ بادشاہ پاس آتا ہے - بادشاہ کے ملازمین نے عرض کیا کہ حکم ہو تو ہم بھی ہتیار لگاکر تیار ہوں بادشاہ نے کہا کہ کچھہ ضرورت نہیں - مرزا کامران آیا اور بادشاہ کے پاس بیٹھا - اور ایک گھنٹے تک باتیں کرتا رہا - اوس نے کہا کہ جب سے کابل سے بندہ ہندوستان میں آیا ہے تو مشاغل کی کثرت سے کبھی آرام کرنے کی فرصت نہیں ملی - میں اور میرے ملازم سب تھک گئے ہیں اسلیئے مجھے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے کاموں کی اصلاح میں کوشش کروں اور اپنی سپاہ میں نئے آدمی بھرتی کروں - اب بادشاہ سے کابل جانے کی اجازت مانگتا ہوں کہ وہاں جاکر اپنے سب کاموں کو درست کرکے اور سامان بہم پہنچا کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں بادشاہ نے فاتحہ پڑھ کر بھائی کو رخصت کیا - ہمایوں نے آگے کوچ کیا - رجب ۹۴۷ھ میں

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ میرزا حیدر کو بادشاہ نے کشمیر کو بھیجا تھا اسلیئے ضرور ہے کہ ہم کشمیر کا حال لکھیں کہ اسوقت کیا تھا - جب مرزا کامران سام مرزا سے لڑنے قندہار گیا تھا تو لاہور میں اپنی بجائے مرزا حیدر کو حاکم مقرر کر گیا تھا - والی کشمیر سے خواجہ حاجی و ابدال ماکری - رنگی چک اور ایک اور جماعت

امراء کشمیر مخالفت کرکے کوہ پایہ ہند میں آگئے اُنہوں نے مرزا حیدر سے التجا کی اسکے ذریعہ سے وہ چاہتے تھے کہ مرزا کامران اُنکے ساتھ لشکر کر دے جس کی اعانت سے وہ والی کشمیر کو تخت سے اُتار دیں اور جس ملک سے وہ جلاء وطن ہوئے ہیں اوسکو اپنے تصرف لائیں۔ مرزا حیدر کشمیر میں پہلے رہ چکا تھا اسلیئے وہ اوسکے معاملات میں بہت توجہ کرتا تھا۔ اوس نے اِن جلاء وطن امیروں کی تدبیر کو مان لیا اور اوس نے بہت کوشش کی کہ لشکر اونکی امداد کے لئے مرزا کامران حوالہ کرے۔ مگر حالات ایسے پیش آئے رہے کہ جب تک مرزا کامران لاہور میں رہا یہ مقصد نہ حاصل ہوا۔ جب مرزا ہندال نے اپنے نام کا خطبہ پڑہوایا اور ایک فتنہ اوٹھایا اور مرزا کامران آگرہ میں آیا تو یہاں بہت کوشش کرکے اِن جلاوطنوں کی مدد کے واسطے مرزا کامران سے لشکر لیا جس کا افسر بابا چوچک جو کامران کے امراء عظام میں سے تھا مقرر ہوا۔ کہ وہ جاگیر کشمیر کو فتح کرے مگر بابا چوچک نے سفر میں ایسا تساہل کیا کہ بادشاہ کی شکست کی خبر جو چونسہ میں ہوئی عام ہوگئی اسلیئے اوس نے فسخ عزیمت کی اور امراء کشمیر حدود نوشہرہ و راجوری ہی میں کشمیر اور پنجاب کے پہاڑونکے شعاب میں آگئے تھے اور منتظر وقت رہتے تھے اور مرزا حیدر کو خطوط لکھ کر تسخیر کشمیر کی ترغیب دیتے تھے۔ مرزا حیدر ان خطوط کو بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں پیش کرتا جس سے اوسکو روز بروز ملک دلکشا کشمیر کی سیر کا شوق زیادہ ہوتا تھا۔ اِن دنوں میں بادشاہ کو کوئی تدبیر کشمیر کی تسخیر کی سوا اِس سودمند نہ معلوم ہوئی تھی۔ اسلیئے یہ تجویز ہوئی کہ مرزا حیدر اول نوشہرہ میں جائے کہ ملوک کشمیر اُس سے ملیں اور اوسکے متعاقب سکندر توپچی نوشہرہ میں اس سے ملے اور پھر دونوں پتہ عقبہ کشمیر میں جا ملیں اور امیر خواجہ کلاں نوشہرہ میں آئے اور جب مرزا حیدر کشمیر میں جائے تو خواجہ کلاں پتہ عقبہ کشمیر میں آئے اور بادشاہ نوشہرہ میں فروکش ہو۔ مرزا حیدر جب نوشہرہ میں آیا تو تمام ملوک کشمیر آن کر اوس سے ملے۔ اسکندر توپچی ایک روز راہ پر نوشہرہ میں اور خواجہ کلاں سیالکوٹ میں آیا جس روز مرزا حیدر نے سکندر توپچی کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ خبر آئی کہ تمام آدمی لاہور سے چلے آئے۔ مرزا حیدر جلد روانہ ہوا اور پتہ عقبہ کشمیر میں پہنچا کاجی چک دوسری راہ سے آیا بے اندوہ و مناقشہ و قوع خرخشہ وہ وہاں ہو پہنچ گئے۔ جب لاہور کی ویرانی کی خبر سکندر توپچی و امیر خواجہ کلاں کو پہنچی تو اسکندر توپچی

سارنگ کی طرف التجائے گیا اور امیر خواجہ کلاں سیالکوٹ سے جاکر اہل قوت سے ملحق ہوا
بادشاہ نے ہر چند چاہا کہ وہ کشمیر کی طرف آئے مگر کسی نے اوسکی ہمراہی نہیں کی - یہ بیان تاریخ
رشیدی سے نقل کیا ہے - ابو الفضل نے یہ حال لکھا ہے کہ اسوقت ہمایوں دریائے چناب کے
کنارہ پر تھا کہ مرزا عسکری و مرزا کامران معہ خواجہ عبدالحق و خواجہ خاوند محمود کے کابل کو روانہ
ہوئے محمد سلطان مرزا و الغ بیگ مرزا و شاہ مرزا نے حدود ملتان میں اس تفرقہ کی خبر سُنی
تو وہ دریائے سندھ کے کنارے پر جاکر مرزا کامران سے جا ملے - غرہ رجب سنہ ۹۴۷ھ میں ہمایوں
کو جس نے کشمیر جانے کا مصمم ارادہ کیا تھا - مرزا ہندال و یادگار ناصر مرزا و قاسم حسین سلطان اصرار
کرکے سندھ کی طرف لے گئے خواجہ کلاں بیگ جس نے بادشاہ کے ہمراہ ہونے کا قصد کیا تھا وہ
سیالکوٹ سے جاکر مرزا کامران کے ہمراہ ہو گیا - جواہر واقعات ہمایونی میں یہ لکھتا ہے کہ خواجہ
کلاں بیگ مقام بھرہ میں حکمران تھا - اوس نے بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ اگر حضور
بھرہ میں تشریف فرما ہوں تو بندہ خدمتگاری اور جان سپاری کے لیے حاضر ہے - اسی مضمون کی
عرضداشت اوس نے مرزا کامران کو بھی لکھی تھی - جب اوس نے سنا کہ لاہور سے تیس کوس کے
اندر افغان آگئے ہیں اور بادشاہ اور کامران دونوں بھرہ کی طرف روانہ ہوئے تو وہ سیالکوٹ
سے جہاں تھا وہ بھرہ میں آگیا ہمایوں کو خواجہ کلاں کی ملاقات کا بڑا شوق تھا اسلئے اوس نے
بھرہ جانے کا قصد کیا - ظہر کی نماز کے وقت وہ دریائے جہلم پر آیا - دریا بڑے زور شور سے چڑھا
ہوا تھا - بادشاہ پار جانے کے لئے بیتاب تھا - اوس نے تردی بیگ کو کہا کہ گھوڑے کو دریا میں
ڈال کر رہنا ہے - گھوڑا تیرا مگر ادھر ادھر چکر کھانے لگا تو اوس نے ایک ہاتھی کو دریا میں رواں
کیا اور اوس کے پیچھے گھوڑے پر سوار ہو کر دریا میں چلا - مغرب کی نماز تک چالیس آدمی دریا کے
پار گئے پھر رات بھر چلکر صبحکو بھرہ میں پہونچے تو یہاں آن کر معلوم ہوا کہ کامران پیشقدمی کرکے
خواجہ کلاں کے گھر آیا اور اوسکو اپنی خدمت میں ساتھ لے گیا - جبار قلی قورچی نے بادشاہ سے
عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو مرزا کامران پر دست اندازی کی جائے - فرمایا کہ لاہور میں جب مرزا ہندال
نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اسے مار ڈالوں - تو میں راضی نہیں ہوا تھا - اب کیوں راضی ہوں -
بہتر ہوگا کہ میں خوشاب میں جاکر حسین تمر سلطان اور اوسکے بیٹوں سے ملاقات کروں بادشاہ

یہاں سے بغیر کسی مقام کے خوشاب میں ظہر کے وقت پہونچا۔حسین تمر سلطان یہاں کا حاکم مع بیٹوں کے بادشاہ کا رکاب بوس ہوا۔ بادشاہ نے اوسکو بڑا دلاسا دیا اور پوچھا کہ اگر اسوقت مرزا کامران آجائے تو تو کیا کرے اوس نے عرض کیا کہ میں بادشاہ کا غلام ہوں۔ کارزار میں جاں سپاری کے لیئے حاضر ہوں۔ بادشاہ نے اون کو حکم دیا کہ وہ اپنا اسباب تیار کرکے ہمارے لشکر کے ساتھہ چلے اوس نے حکم کی تعمیل کی۔ بادشاہ کے ساتھہ ہولیا۔

بادشاہ اِن واقعات سے ایسا حیران پریشان ہوا کہ اوس نے کشمیر کا ارادہ ترک کیا اور ہندال اور یادگار مرزا کے ساتھہ بھکر کی مہم میں شریک ہونے کا ارادہ کیا۔ حیدر مرزا سکندر توبچی اور مرزا کلاں بیگ کی کمکوں سے محروم رہا۔ مگر وہ اپنے ارادہ میں ثابت قدم رہا اور تین ہفتے کے بعد کشمیر کی دارالسلطنت میں بغیر لڑائی بھڑائی کے فرماں روا ہوگیا۔ بادشاہ حسین تمر سلطان کے ساتھہ خوشاب سے چھ کروہ چلا تھا کہ ایک ایسا راستہ آیا کہ اُس میں دو لشکر ساتھہ نہیں چل سکتے تھے۔ اِس راہ سے آگے دو راہیں تھیں۔ ایک ملتان کو جاتی تھی دوسری کابل کو۔ اِس تنگ راہ میں دونوں کامران اور ہمایوں کے لشکر آئے۔ ہمایوں پہلے جانا چاہتا تھا۔ کامراں جو بادشاہ کی نافرمانی ظاہر کرتا تھا وہ اول جانا چاہتا تھا۔ غرض جب اول جانے کی تکرار بڑھی تو میر ابوالبقا نے جو ایک مرد بزرگ کامراں کے لشکر میں تھا اوس نے مرزا کامراں کو سمجھا کر بادشاہ کے اوّل جانے پر راضی کردیا اور بادشاہ اِس راہ سے نکلکر ملتان روانہ ہوا۔ بعد اس کے کامراں کابل کو گیا۔

چناب و سندھ کے درمیان جنگل کو طے کرکے چند روز میں بادشاہ گل بلوچ میں پہونچا رجب ۹۴۷ھ میں ہندال مرزا و یادگار ناصر مرزا بے تامل بیگ میرک کی اغوا سے بادشاہ سے جدا ہوکر اسی راہ پر بادشاہ سے پہلے گئے تھے اونکو بلوچوں نے روکا اور اون پر حملہ کیا۔ بلوچ سارے ملک میں پھیلے ہوتے تھے وہ سخت جفاکش تھے۔ وہ مرزاؤں کو اس راہ سے کب گذرنے دیتے تھے بادشاہ چند روز گل بلوچ میں ٹھیرا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مرزاؤں نے لاہور سے کوچ کرکے راوی کو بادشاہ کے ساتھہ عبور کیا تھا اور ہزارہ کے قریب سے اوس سے جدا ہوگئے تھے تو اونھوں نے ملتان کے ملک میں کوچ کیا تھا اس اثنا میں قاضی عبدالصمد صدر

مرزا کامراں) معہ چند افغانوں کے اوپر آتا تھا کہ مرزا ہندال کے قراولوں کے ہاتھہ وہ آگیا انہوں نے مرزا ہندال پاس اُنکو بھیجدیا۔ اوس نے افغانوں کو قتل کیا اور بابا دوست کی شفاعت سے عبداللہ نے سیاست سے نجات پائی غالباً یہ صدر کوئی مخفی پیغام افغانوں کے لشکر کو لے گیا تھا اور وہاں اپنے آقا کے پاس اس راہ سے جاتا تھا کہ اوسپر یہ آفت آئی۔ اس مغربی صحرا میں یہہ مرزا بیس[۲] روز تک سرگردان اور حیران تھے کہ کیا کریں۔ بلوچوں کا یہاں غلبہ تھا اور اون کے پاس مستحکم مقامات تھے۔ اُنہوں نے اِن آوارہ گردوں کا کھانا پینا بند کردیا اور اونکو گجرات نجانے دیا واپس جانے پر مجبور کیا بادشاہ بھی دشت میں اٹکل سے راہ چلتا تھا۔ آب نایاب غلہ کسی جگہہ نہیں۔ بدرقہ تحمل و زاد توکل کے بھروسہ پر سطے منازل و قطع مراحل کرتا تھا ایک دن اوس نے نقارہ کی آواز سنی۔ بعد تحقیق کے معلوم ہوا کہ دو تین کروہ پر مرزا ہندال اور یادگار ناصر مرزا پڑے ہوئے ہیں۔ میر ابوالبقا مرزا کامراں سے جدا ہوکر بادشاہ کے ہمراہ ہو گیا تھا اون کو بادشاہ نے مرزاؤں کے پاس بھجوادیا کہ وہ بادشاہ کی فرودگاہ سے اون کو اطلاع دے اور سعادت بخش خرد افزا باتیں اون کو سناکر بادشاہ پاس لے آئے۔ میر ابوالبقا مرزاؤں کے پاس گیا اور اون کو پندپزیر بناکر بادشاہ کی ملازمت میں لایا اور اب یہ متفق ہوکر ولایت بکر کی طرف چلے۔

ابھی مرزاؤں کے ساتھ بادشاہ گل بلوچ سے نہیں چلا تھا کہ یہ خبر متوحش آئی کہ خواص خاں افغان سپہ سالار بادشاہ کے تعاقب میں بھیجا گیا ہے اور وہ بیس کروہ پر آن پہنچا ہے ہمایوں پاس گو لشکر تھوڑا تھا مگر وہ لڑائی کے لئے تیار ہوا کہ اتنے میں یہ خبر آگئی کہ خواص خاں نے قیام کیا اور بادشاہ کا تعاقب چھوڑا۔ یہ دانشمند سپہ سالار جب ملتان میں آیا اور اوس نے دشمن کو سراسر پریشان دیکھا اور بادشاہ اور مرزاؤں کا نشان نہ پایا تو وہ اپنے افغانوں کی سپاہ عظیم سے جاملا مگر اس کی ہمسایگی کے خوف نے بادشاہ کو جلد سفر پر آمادہ کرایا اور اوچھ کی طرف سفر کیا۔ راہ میں بھوک پیاس سے بہت تکلیف اٹھا کر اور تھک کر چناب کے کنارہ خیمہ زن ہوا۔ اِس دریا میں جہاں ستلج اور بیاس ملتے ہیں اس سے آگے اوسکو گارا کہتے۔ آخر شعبان میں یہاں وہ پہنچا۔

بادشاہ بخشو لنگاہ کے ملک کے قریب آیا وہ اِن حدود میں بڑا ذی اقتدار حاکم تھا

اوس کی قوم میں سے ملتان میں بادشاہ ہوتے تھے ملتان کے بادشاہ کا خطاب لنگاہ ہے
بادشاہ نے اِس خیال سے کہ مبادا وہ سد راہ ہو۔ بیگ محمد بکاول اور کچک بیگ کے ہاتھ
فرمان بھیجا کہ اسکو خطاب خانجہاں کا عنایت ہوا اور اوسکے ساتھ خلعت فاخرہ اور توغ اور سپر
نقارہ اور چار ہاتھی بھیجے۔ اور اُن سے درخواست کی کہ لشکر کے کھانے کو غلہ اور دریا سے
اوس کے اُترنے کے لئے کشتیاں بھیجدے۔ اگرچہ وہ خود تو بادشاہ پاس نہ آیا مگر اوس نے
بادشاہ کے آدمیوں کا استقبال کیا اور بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی کہ سوداگروں کو حکم دیا کہ وہ
لشکر شاہی میں اقسام اجناس پہنچائیں اور بہت کشتیاں تیار کردیں کہ بادشاہ دریا گارا
سے پار اُتر جائے۔ بادشاہ اِن کشتیوں میں دریا پار اُتر کر ۲ رمضان ۹۴۷ھ کو حدود بکر
(بکھر) میں پہنچا اور دریائے سندھ کے کنارہ پر جو بکھر کے سامنے ہے قصبہ لہری میں باغ
کے اندر خیمہ زن ہوا۔

اب ہمایوں کے لئے چند سال کا زمانہ ایسا آیا کہ ہندوستان میں اوس نے کوئی کار
نمایاں اپنا نہ دکھایا۔ وہ ہندوستان سے بالکل ایسا خارج ہوا کہ کوئی اُس کا داخل ہونا نہیں
چاہتا تھا۔ بلکہ مہمان تک بنانے کا روادار نہ تھا۔ اوس کے چھوٹے بھائی پاس ایک وسیع
سلطنت تھی جس میں وہ بھی ایک طرح کا حق رکھتا تھا تخت سلطنت پر دس برس تک وہ بیٹھا
اِس میں زمانہ نے اوسکو عجیب و غریب انقلابات دکھائے۔ اوّل اوّل اوس کا جہاں خیمہ گیا
فتح وظفر اوس کے ساتھ گئی۔ مالوہ و گجرات اوس نے کس جانفشانی اور جوانمردی اور سلیقہ
مندی سے فتح کیا۔ انکی فتح میں کیسے کیسے سد راہ اوس کے روبرو پیش آئے مگر اوس نے اپنی
مردانہ ہمت سے اونکو دور پھینک دیا۔ مگر آخر کو دونو ملک ہاتھ سے نکل گئے۔ بنگال کو فتح کیا
مگر آخر کار اوس کے چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ غرض جو فتح اپنی بلند ہمتی و دلاوری سے حاصل کی اوسکے
ثمر سے متمتع ہونا نصیب نہوا۔ اوس کی ترکی و مغلی سپاہ نے اپنی دلیری جوانمردی ہنرمندی
ہوشمندی سے فتوح حاصل کی۔ مگر اِس سبب سے کہ لشکروں میں یکدلی و یکجہتی سے جنگ عظیم
کے منصوبے ہوتے تھے بڑے بڑے شجاع تجربہ کار افسروں کی جانیں تلف ہوتی تھیں فتحمند سپاہ
کی کافی حمایت نہ کسی کمک سے ہوئی نہ کسی نئی سپاہ کی بھرتی سے اِسلئے وہ لڑتے لڑتے

تباہ ہوئی ملکی انتظام جنگی تھا۔سپاہ پر وہ موقوف تھا جہاں کوئی آفت سپاہ پر آئی سلطنت تباہ ہوئی۔ افغانوں کے ہاتھ سے سلطنت نکلکر ترکوں کے ہاتھ لگی تھی اوس کے انتظام کے واسطے نہایت فرزانگی و مردانگی و حکمت عملی کی ضرورت تھی۔ مگر یہاں حقیقت میں کوئی ملکی انتظام نہ تھا اور آپس میں ذرا اتحاد نہ تھا۔ اس کا رنگ بادشاہ کے ڈہنگ کے ساتھہ بدلتا تھا اسوقت سلطنت کے انتظام کے لئے کامل مدبر و عاقل منتظم درکار تھا اصلاح میں کوئی انتظام قوانین اور آئین کے موافق نہ تھا سلطنت کے افسروں کے لئے کوئی قاعدہ و ضابطہ نہ تھا کہ وہ آنکو باہم معاونت کے لئے مجبور کرتا تھا بادشاہ کے خصائل میں وہ قوت اور قدرت نہ تھی۔ کہ افسروں میں اپنا رعب داب خوف و ادب پیدا کرتا۔ جابجا سرکشوں نے سر اُٹھایا۔ فقط اِن افغانوں ہی میں اِن سرکشیوں کا بازار گرم نہ تھا بلکہ خود دربار شاہی کے افسروں میں یہ وبا پھیل رہی تھی۔ افغانوں کے ہاتھ سے ابھی سلطنت گئی تھی۔ گئی ہوئی سلطنت پھر حاصل کرنے کے لئے وہ کوشش کرتے تھے۔ اپنی ذلت کے مکافات عزت حاصل کرنے سے کرتے تھے۔ ہمایوں کے بھائی اور امراء جو سرکشی کرتے تھے وہ باہر کی سلطنت سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے برباد کرتے تھے۔ امراء عظام کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارا بادشاہ جو اگرچہ اولوالعزم اور کاہل ہے مگر اپنی آخر شکست سے پہلے ہی وہ ایسا بیدل ہوگیا ہے کہ اب وہ قابل اعتماد نہیں رہا۔ اسلئے ابھی پندرہ برس کا عرصہ گذرا تھا کہ ابراہیم شاہ کے شکست پانے سے ہندوستان میں افغانوں کا ادبار آیا اور خاندان تیموریہ کا اقبال چمکا اِس عرصہ میں پانچ سال تو بابر کی سلطنت نہایت شان و شوکت و جاہ و جلال کے ساتھہ رہی اور اوس کے بیٹے نے سلطنت دس برس کی سلطنت میں کوئی انتظام کا ڈہنگ درست نہوا اِس خاندان کی قوت سلطنت جنگی تھی قنوج میں ادہر سپاہ کا کام تمام ہوا اودہر ہندوستان میں اِس سلطنت کا نام و نشان غائب ہوا۔ یہ بات بھی ہے کہ ابھی اتنی مدت بھی نہیں گذری تھی کہ اس میں استحکام سلطنت ہوتا۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ بادشاہ قصبہ لہری میں باغ میں اُترا۔ لہری کو اب روڑی کہتے ہیں اور بکر کو بکھر پہلے ہی زمانہ میں لہری بکر مشہور تھے اب روڑی بکھر مشہور ہیں۔ روڑی دریائے سندھ کے بائیں کنارے پر سنگ چقماق کی پہاڑی پر واقعہ ہے اور مشہور قلعہ بکھر اس کے

سامنے ہے دریا کے وسط میں ایک پہاڑی جزیرہ ہے اسمیں یہ قلعہ بنا ہوا ہے - مرزا شاہ بیگ نے جس کا مفصل حال تاریخ سندھ میں پڑھ ہو گے کچھ برسوں پہلے اس جزیرہ کو خوب مستحکم کیا تھا مگر اب اس کو غلہ کے ذخیروں اور اسباب و آلات جنگ سے ایسا معمور کیا تھا کہ وہ مدتوں تک غنیم کا مقابلہ کر سکتا تھا - سلطان محمود بکری کہ مرزا شاہ حسین بیگ ارغون کے توابع میں سے تھا اس قلعہ کی قلعہ داری کرتا تھا اس نے ملک بکر کو ویران کر کے استحکام قلعہ کیا اور دریائے سندھ کی اس طرف سے ساری کشتیاں لیگیا اور قلعہ کے نیچے انکا لنگر ڈالا - یہ شاہ حسین بیگ اس مرزا بیگ ارغون کا بھائی ہے کہ جب بابر نے اس سے قندھار بزور لے لیا تو اس نے یہاں آکر دریاء سندھ کے زیرین و بالا ملک پر یعنی بھکر اور روڑی پر قبضہ کر لیا - ہمایوں جس باغ میں اترا تھا وہ روڑی سے چار میل پر تھا اس باغ کا نام چار باغ بابر لو تھا - وہ لطافت میں بے نظیر تہا عمارات دل پذیر جو وہاں تعمیر ہوئی تھیں انکو بادشاہ نے بذات خاص رونق دی اور ہمسایہ میں لشکر کو اس زمین میں اتارا جس میں راستہ قصبہ کو جاتا تھا - یہاں لشکر کو سفر میں آفتوں کے اٹھانے کے بعد آرام ملا -

ان ایام میں بھی ہمایوں کو آرام نصیب نہ ہوا اس کو اپنے لشکر و ملازموں کے لئے غلہ وغیرہ کے لئے تردد کرنا پڑا چند روز بعد مرزا ہندال معہ اپنے لشکر کے چار پانچ کروہ جا کر مقیم ہوا اور دریا پار اتر کر داہنی طرف قیام کیا یادگار ناصر مرزا بھی دریا کے پار جا کر مقیم ہوا -

کچھ دنوں بعد ان کو ضرورت ہوئی کہ اپنی قیام گاہ کو فراخ کریں اور غلہ و آذوقہ زیادہ بہم پہونچائیں تو مرزا ہندال سفر کر کے پاتر میں چلا گیا جو شاد آب ضلع سیہوان میں تھا اور یادگار مرزا درار بیلا میں چلا گیا روڑی سے سندھ پچاس کروہ پر تھا اور دوسرا بیس کروہ پر

جب بادشاہ قصبہ لہری میں اترا تو اس نے سلطان محمود کو فرمان بھیجا کہ وہ آستان بوس ہو - اور قلعہ ہمارے ملازموں کے حوالہ کرے اس نے عرض کیا کہ میں مرزا شاہ حسین کا ملازم ہوں جب تک وہ بادشاہ کی ملازمت میں نہ آئے میرا آنا آئین نمک حلالی میں پسندیدہ نہیں ہے اور اس کی اجازت بغیر قلعہ حوالہ کرنا بھی سزاوار نہیں اور اسی طرح کی اور باتیں سنائیں بادشاہ نے اسکے عذر کو مان کر معتمد ملازموں امیر طاہر صدر و میر سمندر کو مرزا شاہ حسین پاس جو ٹھٹہ

میں تھا بھیجا اور انکو سمجھایا کہ جس طرح ہو سکے اسکو ہماری طرف مائل کریں اور اوس سے بیان کریں کہ بادشاہ کا ٹھٹہ میں رہنا اختیاری نہیں ہے یہاں آنے سے اُس کی غرض یہ نہیں ہے کہ وہ ملک سندہ میں شاہ حسین کی حکومت میں خلل انداز ہو بلکہ آگے جاکر گجرات کے فتح کرنے کا ارادہ ہے اِسلئے تجھہ کو یہاں آنے کی تکلیف دیتا ہے کہ اس مہم میں جو کام کرے وہ تیری صلاح مشورہ سے کرے۔

بادشاہ کے مطالب رد کئے اور عذر ظاہر کر کے ایلچی بھیجا

مرزا شاہ حسین بادشاہ کے فرستادوں کے ساتھہ بادب پیش آیا اور کالی کندہ سے ملک خراج بادشاہ کو پیشکش کے لئے بھجوادیا کہ جس سے بادشاہ کے خرچ کا کام چلے۔ مگر جو اس رسالت کا اصل مقصد تھا اس میں آنے بانے بتائے۔ اور ایسی بناوٹ کی باتیں بنائی کہ جس سے بادشاہ مایوس ہو جب پانچ چھہ مہینے گذر گئے اور کچھہ اصل حال نہیں معلوم ہوا تو بادشاہ نے ایلچیوں کے نام فرمان صادر کیا کہ یا وہ فوراً واپس چلے آئیں یا مجھے اطلاع دیں کہ وہاں کامیابی کی امید کیا ہے ایلچیوں نے جواب لکھا کہ کچھہ دنوں یہاں اور رہنے دو امید ہے کہ خاطر خواہ مطالب حاصل ہو جائیگا مگر پھر اور زیادہ عرصہ گذرا کہ ٹھٹے سے کچھہ خبر نہ آئی اور یہاں بادشاہ کی مشکلات روز بروز زیادہ ہوتی گئیں تو اوس نے ایلچیوں کو حکم بھیجا کہ اگر شاہ حسین آنے سے انکار کرے تو تم خود جلد چلے آؤ۔

شاہ حسین کا بادشاہ کو سندھ سے نکالنے کی ترغیب دینا

جب یہ احکام پہنچے تو میر سمندر روڑی چلنے کو تیار ہوا اب مرزا نے دیکھا کہ زیادہ التوا نہیں کرسکتا اور بادشاہ کا لشکر بھی قحط اور بیماری سے پراگندہ اور پریشان نہیں ہوا تو وہ ایک اور چال چلا کہ بادشاہ کو سندہ سے نکال دے۔ اوس نے میر سمندر کے ساتھہ شیخ مرک کو اپنا ایلچی بنا کے بھیجا۔ یہ شیخ شیخ پوران کی اولاد میں سے تھا جس کے خاندان معتقد خاندان ارغون تھا۔ اور لایق پیشکش بھی اوس کے ہمراہ کی اور یہ عرضداشت لکھی کہ ولایت بکھر کا محصول کم ہے اور ولایت جاجکان معموری و آبادی زراعت اور غلہ کی کثرت میں ممتاز ہے۔ بادشاہ کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس طرف وہ تشریف لیجائیں اور اوسکو تصرف میں لائیں جس سے بادشاہ کی سپاہ کو فراغت نصیب ہوگی میں بھی خدمت کے لئے نزدیک ہو جاؤنگا۔ میری بڑی سعادت ہے کہ حضور نے اِن حدود میں نزول اجلال فرمایا اور بتدریج

اپنے دل کے سارے دغدغوں کو دُور کرکے رکاب بوس بنوں گا اور یہ بھی معروض کیا کہ جب میں حضور کا بساط بوس ہونگا تو بادشاہ کی تھوڑی توجہ سے ملک گجرات حضور کے تصرف میں آجائیگا اور اِس ملک کی دولت کے ذریعہ سے تمام ممالک ہندوستان کو حضور اپنے تصرف میں کرلیں گے۔

ایلچی نے آن کر جب بادشاہ سے فتوح کے لئے یہ باتیں عرض کیں تو وہ اوسکو ایسی پسند آئیں کہ اوس نے اُن کو منظور کرلیا۔ مگر ارکان سلطنت نے اِس عرضداشت کو اور ہی نظر سے دیکھا کہ جاجکان کا ملک دریاے سندھ سے مشرق میں ہے جس کے باشندے بڑے بہادر ہیں اون کو شاہ حسین مطیع نہیں کرسکا اسلئے اوس نے بادشاہ کے ذریعہ سے اُنکو مغلوب کرنا چاہا اِس میں شک نہیں کہ یہ ملک شاداب اور زرخیز ہے اور اوسکے دہات بڑے آباد ہیں۔ وہ دریاے سندھ کی شاخوں سے سیراب ہوتا ہے مگر اس میں کوئی قلعہ نہیں ہے کہ جس میں اُسوقت کہ گجرات کی فتح کو جائیں تو اہل دعیال اور لشکر کے بھاری اسباب کو وہاں چھوڑ جائیں کہ شیر شاہ اور نیز شاہ حسین مرزا کے اور ہمسایہ کی قوموں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ اُنھوں نے یہ خیال کہ شاہ حسین مرزا نے مکروتزویر سے ایسی دروغ باتیں راست نما بنائی ہیں۔ اگر شاہ حسین کو بادشاہ کی خدمت کرنی حقیقت میں منظور ہوتی تو وہ اپنے مستحکم قلعوں میں بادشاہ کو آنے دیتا۔ میر سمندر شاہ حسین مرزا کی خصلت کو خوب جانچ پرتال کرکے آیا تھا۔ اُس نے بھی یہ کہا کہ میری راے میں بادشاہ کی خدمت میں شاہ حسین نہیں حاضر ہوگا۔ اِس راے کو ہمایوں نے بھی مان لیا۔ قلعہ بھکر کا محاصرہ شروع کیا جب شاہ حسین کو خبر ہوئی کہ بادشاہ نے بھکر اور سیہوان کا محاصرہ کیا تو اوس نے اِن دونوں قلعوں کو اور زیادہ مستحکم کیا اور یہہ کہا کہ بھلا ہمایوں باغ نزہت نہیں کو جس میں وہ رہتا ہے کب چھوڑ کر اِس لشکر میں جائیگا کہ بھکر کو محاصرہ کررہا ہے اور اوس کے امیر وہاں کب قیام کریں گے یہ پیشین گوئی اوسکی پوری ہوئی رہوڑی میں جسوقت سے بادشاہ کا لشکر آیا تھا مختلف مقامات سے ایک خلقت اُس سے ملنے چلی آتی تھی۔ ہندوستان میں ہمایوں اور شیر شاہ میں جھگڑا نہیں ہوا تھا بلکہ دو مختلف قوموں افغانوں اور ترکوں میں جیسا ہندوستان سے بادشاہ اور اوس کا

محاصرۂ قلعہ بھکر

خاندان نکالا گیا تو اس ملک میں بادشاہ کے ہم وطنوں اور متعلقین کے لئے کوئی مامن نہ تھا کوئی لکھتا ہے کہ عورت مرد بچے سب ملکر اوس کے لشکرگاہ کے گرد دو لاکھ کے قریب جمع ہوگئے تھے مگر اس تعداد میں مبالغہ ہے۔ اس ملک کا پیداوار تھوڑا زراعت قلیل پھر اس آفت پر ایک اور آفت کہ شاہ حسین نے تمام غلے کو غارت کر دیا تھا اور بادشاہ کے لشکر میں غلے کے جانے کی راہ کو روک رکھا تھا۔ موسم خراب تھا۔ ان سببوں سے اناج جو پہلے گراں تھا اور زیادہ گراں ہوگیا۔ ایک روٹی ایک مثقال کو آتی تھی قحط پڑا اور بھکر کے گرد فاقوں کے مارے آدمیوں کا مرنا شروع ہوا۔ بادشاہ نے اپنے تابعین کے لئے خزانہ کا منھ کھولا۔ مگر ہر چیز حد سے زیادہ گراں ہوگئی۔

ہمایوں نے اپنا بڑا عزیز وقت اس میں ضایع کیا کہ شاہ حسین سے اپنا مطلب نکالے مرزا ہندال نے باربار درخواست کی کہ ضلع سیہواں کو جو نہایت شاداب اور سیر حاصل ہے وہ فتح کرلے مگر ہمایوں نے اوس کو یہ جواب دیا کہ شاہ حسین سے عہد و پیمان ہورہے ہیں جبتک اس کا فیصلہ نہ ہو یہ کام نہیں کرنا چاہئے۔ اب شاہ حسین کا جھگڑا گیا تو مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ وہ سیہواں کو فتح کرے۔ شاہ حسین نے یہاں بھی وہی تدبیر کی جو بکھر میں کی تھیں کہ قلعہ سیہواں کو مستحکم کیا اور اوس کے گرد سارے ملک کو ویران کردیا۔ اب ہمایوں کو یہ خبر لگی کہ مرزا ہندال کا ارادہ اوسکو چھوڑ کر قندھار جانے کا ہے تو اوس نے بابرلو کے باغوں کو چھوڑا جن میں وہ پانچ چھ مہینے سے رہتا تھا اور لشکر کو بدستور حکم دیا کہ وہ قلعہ بھکر کا محاصرہ رکھے اور خود دار بیلا کو گیا اور یادگار ناصر مرزا سے ملا اور دو دن یہاں ٹھیرا۔ تیسرے روز وہ پاتر میں آیا جو دریائے سندھ سے ۲۰ میل پر ہے اور یہاں اپنے بھائی ہندال سے ملا۔

بادشاہ کا پاتر میں آنا اس لئے زیادہ ذکر کے قابل ہے کہ یہاں اس کا وہ نکاح ہوا جس سے اکبر جیسا شہنشاہ پیدا ہوا۔ بادشاہ کی دعوتیں ہورہی تھیں کہ مرزا ہندال کی والدہ دلدار بیگم نے بادشاہ کی دعوت کی اور سب بیگمات کو بلایا۔ ان میں حمیدہ بیگم بھی مہمان تھی جس کی عمر چودہ سال کی تھی۔ وہ ہندال کے اوستاد شیخ علی اکبر جامی کی بیٹی تھی بادشاہ اوس کی صورت کو دیکھکر دل و جان سے فریفتہ ہوا۔ اوس نے پوچھا کہ وہ کسی جگہہ نامزد تو نہیں

ہوئی۔ جواب ملا کہ اس کی منگنی تو ہو گئی ہے مگر نکاح نہیں ہوا بادشاہ نے کہا کہ میں اس سے نکاح کرونگا۔ اِس پر مرزا ہندال بہت خفا ہوا اور اوس نے کہا کہ میں تو سمجھا تھا کہ بادشاہ میری عزت افزائی کے واسطے یہاں آیا ہے مگر اب معلوم ہوا کہ ایک نوجوان لڑکی سے وہ نکاح کرنے کے لئے آیا تھا۔ اگر بادشاہ یہ ناشائستہ کام کریگا تو میں اوس کی خدمت سے جدا ہو جاؤنگا۔ جب دلدار بیگم نے بیٹے کی یہ باتیں سُنیں تو اوس نے بیٹے کو لعنت ملامت کی اور اوس سے کہا کہ بادشاہ سے تو معذرت کر جب اوس نے انکار کیا تو بادشاہ خفا ہو کر کشتی میں سوار ہوا مگر دلدار بیگم اُسے منا کر اپنے گھر لے آئی اور بیٹے کو بھی راضی کر دیا۔ ۹۴۸ھ میں نکاح ہو گیا۔ چند روز بعد مرزا ہندال کے لشکر میں بیماری پھیلی آدمی مرنے لگے۔ بادشاہ اپنی بیگم مریم مکانی حمیدہ بیگم بانو کے ساتھہ کشتی میں سوار ہو کر اپنے لشکر میں آگیا۔

مدّت سے بادشاہ حدود بکھر میں مقیم رہتا تھا۔ گرانی غلہ اور ویرانی ولایت سے لشکر کا حال خستہ ہو رہا تھا۔ مرزا جو بادشاہ کے ہمرکاب و ہم عنان تھے اُن کے دلوں میں وہ سست اندیشی اور نادرست فکر گذرتے تھے جو منافقوں کے مشرب میں گوارا اور مطبوع ہوتے ہیں قراچہ خاں مرزا کامراں کی طرف سے قندہار میں حکمراں تھا اوس نے مرزا ہندال کو خط لکھا۔ کہ یہاں چلے آؤ اور اس میں سلطنت کرو۔ یادگار ناصر مرزا بھی بادشاہ کے ساتھ باطن میں مخالفت رکھتا تھا مرزا ہندال کو اغوا کیا کہ قندہار کو چلے آؤ۔ ہندال اپنے لشکر کو جمع کر کے قندہار روانہ ہوا اور اپنا آدمی یادگار ناصر مرزا پاس بھیجکر اپنے جانے کی اطلاع دی اور اوس کے بلانے کی درخواست کی کہ راہ میں اوس سے ملجائے جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو سہ شنبہ تاریخ ۱۸ ر جمادی الاولی ۹۴۸ھ کو بادشاہ میر ابو البقا کے پاس گیا اور اوسکو باعزاز تمام یادگار ناصر مرزا پاس برسم رسالت بھیجا کہ مرزا کو خطا کی طرف سے باز رکھے اور راہ صواب پر لائے مرزا پاس میر گیا اور سعادت آموز اور نصیحت آمیز باتیں کر کے مرزا کو مخالفت سے پھیر کر موافقت کی راہ پر لایا اور یہ مقرر ہوا کہ مرزا دریا سے عبور کر کے بادشاہ پاس آئے اور خدمتگاری اور جاں سپاری میں ثابت قدم رہے۔ اسکے ساتھ یہ شرطیں ٹھیریں کہ جب ہندوستان فتح ہو تو تہائی اوسکو دیا جائے اور جب بادشاہ کابل میں جائے تو غزنی۔ چرخ۔ موضع لوہ گھر کہ بابر نے مرزا کی ماں

میر ابو البقا کا یادگار ناصر مرزا پاس جانا

بادشاہ ہمایوں کا یادگار کو رخصت کرنا اور بادشاہ کا سیہوان جانا

کو دیدیے تھے اُس سے متعلق کئے جائیں - چہار شنبہ کو میر اپنے گھر مراجعت کرتا تھا کہ قلعہ بھکر کے آدمیوں کو اوس کے جانے کی خبر ہوئی - ایک جماعت نے کشتی کے پاس آنکر میر پر تیر ونکا مینہ برسایا - اُس کے کئی زخم کاری لگے دوسرے دن میر بقا عالم فانی سے ملک بقا میں رخصت ہوا بادشاہ کو اس بزرگ کے مرنے کا افسوس ایسا ہوا کہ اوس نے یہ فرمایا کہ بھائیونکی مخالفت وسرکشی نمک پروردوں کی حق ناشناسی - یاروں و دوستوں کی دم بازی ملک ہندوستان کی سلطنت کا جانا اور اوس کے بعد کلفت پر کلفت کا آنا یہ سب ایک طرف اور واقعہ میر ایکطرف اس واقعہ کے پانچ - چھہ روز بعد یادگار ناصر مرزا دریا سے عبور کرکے بادشاہ پاس آیا اسی اثنا میں حاکم ٹھٹے کے فرستادہ شیخ میرک کو رخصت کیا اور حاکم ٹھٹہ کو یہ فرمان لکھا کہ جو کچھہ تم نے التماس کیا تھا اوس کو ہم نے قبول کیا بشرطیکہ تم از روے عقیدہ کے ہماری ملازمت میں حاضر ہو - والی ٹھٹہ نے مدتوں تک آنے کے وعدے کئے کبھی وہ پورے نہیں ہوئے - اب بادشاہ کو تباہی سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر شائی اس سے بہتر نہ سوجھی کہ ٹھٹہ پر حملہ آور ہو یادگار ناصر مرزا کو بالاے سندہ کی یعنی بھکر کی مملکت سپرد کی اور ہدایت کی کہ قلعہ بھکر کا محاصرہ کرے اور خود غرہ جمادی الاولی ۹۴۷ھ کو ٹھٹہ کی طرف کوچ کیا ضلع سیہوان کو مورخ سوسے یا سوستان بھی لکھتے ہیں اسکے مشرق میں دریاے سندھ ہے مغرب میں بلوچ کوہستان ہے جنوب میں سلسلہ کوہ لکی ہے جو دریاے سندھ کے کنارے پر ہے اس میں دریاے سندھ کی ایک شاخ سے جسکو ارل کہتے ہیں آبپاشی ہوتی ہے اور اس شاخ سے انہار منقاطع تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں اور بہت سی ندیاں پہاڑوں سے آتی ہیں - غرض یہ چھوٹا سا ضلع نہایت سیراب وشاداب وسرسبز وسیر حاصل ہے - اس میں شہر سیہوان ایک اونچی زمین پر ارل کے کنارے پر ہے - ایک قلعہ ساٹھ فیٹ اونچی زمین پر بنا ہوا ہے اوسکی دیوار اینٹ کی نہایت مضبوط ہے لکی کوہستان سمندر کی تازی ہوا کو روکتا ہے اسلئے یہاں اُمس رہتی ہے -

قلعہ سیہوان کے نزدیک فضیل بیگ برادر مرزا منعم خاں - ترش بیگ برادر بزرگ شاہمخاں اور جماعت قریب بیس آدمیوں کے کشتی میں سوار ہوے جاتے تھے کہ قلعہ سے ایک جماعت نے نکلکر اس جماعت کا قصد کیا - یہ بھی سب متفق ہوکر کشتی سے باہر آئے اور جانب

مخالف پر حملہ آور ہوئے مخالفوں کو ایسا بھگا دیا کہ وہ قلعہ کے اندر داخل ہوئے بعض انمیں سے بھی قلعہ کے اندر مردانگی کرکے جا پہونچے۔ مگر کمک کی امید نہ تھی اِسلیئے بادشاہ کے لشکر میں واپس چلے آئے۔ اِس جماعت نے بادشاہ سے عرض کی کہ اِس شہر کا تسخیر کرلینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اِسکے لے لینے سے گرد کے ملک پر ہماری حکومت ہو جائیگی۔ بادشاہ کو انکی راے پسند آئی اور اِسی کو اختیار کیا اور ٹھٹھہ کے قصد کو ملتوی کیا۔ ۱۷ رجب کو قلعہ سیہوان کا محاصرہ کیا بادشاہ کو امید تھی کہ چند روز میں قلعہ ہاتھ لگ جائیگا۔ مگر شاہ حسین نے یہاں بھی وہی اپنی حکمت کی کہ قلعہ میں سپاہ اور عمدہ عمدہ افسر لڑنے کے لئے مقرر کئے اور اور گرد کے ملک سے مویشی اور باشندوں کو نکال کر بالکل ویران کر دیا پہلے اِس سے کہ لشکر ہمایوں قلعہ کے گرد پہونچے محافظان حصار نے قلعہ کی حوالی میں باغوں اور عمارتوں کو ویران کر دیا۔ حملہ آوروں نے توپ خانے لگاے اور ایسے لڑے کہ وہ نہایت تنگ آگئے مرزا حسین شاہ نے جب دیکھا کہ اوس کی دار السلطنت پر آفت آنیوالی ہے تو وہ نہایت مستعدی سے کام کرنے لگا۔ ٹھٹھہ سے چلکر سین میں آیا۔ یہ شہر دریاء سندھ کے دائیں کنارہ پر تھا اور بادشاہ کے لشکر سے بہت دور نہ تھا اور یہاں اپنے گرد خندق بنائی اور غرابوں اور کشتیوں کا بیڑا اکٹھا کیا۔ میر علیقہ ارغون کو سیہوان کا حاکم مقرر کیا۔ میر علیقہ قابو پاکر بادشاہ کے لشکر گاہ کے اندر بازار کے قریب گیا اور دشمنوں کو اسکا حال نہیں معلوم ہوا کہ وہ قلعہ میں چلا گیا۔ ہمایوں نے ایک سُرنگ بہت جلد قلعہ تک بنوائی اور اوسے اُڑایا تو قلعہ کی دیوار گری محاصرین نے جب اِس دیوار شکستہ کے اندر جانیکا ارادہ کیا تو اوسکے اندر ایک اور دیوار نظر آئی جس سے اونکو نہایت مایوسی ہوئی۔ شاہ حسین نے سب طرف راہیں ایسی بند کر دیں تھیں کہ بادشاہ کے لشکر میں غلہ کسی طرح نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اِس کی سپاہ چاروں طرف ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ اب ہمایوں کے لشکر کو معلوم ہوا کہ ارغون کی قوم بڑی بہادر ہے اور وہ سب طرح کا اسباب جنگ رکھتی ہے اور خوب مسلح ہے ہمایوں کے لشکر کا یہ حال تھا کہ بارود کی کمی ہوئی اِسلیئے محاصرہ کے لئے جن ہتیاروں کا چلانا ضرور تھا نہیں چلا سکتے تھے برخلاف اِن کی اُمید کے کئی مہینے اِس محاصرہ میں لگ گئے اور یہ بلا پر بلا آئی کہ دریا میں طغیانی

سیہوان کا محاصرہ

محاصرہ کی مشکلات

ہوئی سارے ملک میں بانی پھیل گیا بیماری کا زور شور ہوا۔ سپاہیوں کو روٹی نہیں ملتی تھی۔ لشکر کی باربرداری کے جانوروں کو ذبح کرتے اور اون سے پیٹ بھرتے اونہوں نے دیکھا کہ اِس طرح بھی مصیبت کے دن کاٹے نہیں کٹیں گے تو گروہا گروہ اُن میں بھاگنے شروع ہوئے امتداد محاصرہ اور کم رسی غلہ سے فرومایہ آدمیوں ہی نے گریز کی راہ نہیں اختیار کی بلکہ مردم کلاں نے بھی بے صبری سے بھاگنا شروع کیا۔ چنانچہ میر طاہر حیدر و خواجہ غیاث الدین جامی و مولانا عبدالباقی حاکم ٹھٹہ کے لشکر میں چلے گئے۔ میر برکہ مرزا حسن و ظفر علی ولد فقیر علی بیگ و خواجہ محب علی بخشی یادگار ناصر مرزا پاس جا پہنچے اور اوسکو پار جانے کے لئے اغوا کیا اور بادشاہ نے یہ بھی سنا کہ منعم خاں اور فضیل بیگ اور ایک اور جماعت متفق ہو کر کنارہ کشی کرنی چاہتی ہے بادشاہ نے احتیاطاً منعم خاں کو جو سب کا سردار تھا مقید کیا۔

بھکر کے محاصرہ کی ترقی

اِس سے پہلے علی بیگ جلائر نے جو ایک پورانا ترکی افسر تھا بادشاہ سے عرض کیا کہ شاہ حسین ٹھٹہ سے چلکر دریا سے پار ہو کر پندرہ کروہ اِس طرف آیا ہے بندہ کے ہمراہ پانچسو سوار کیجئے تو میں شب و روز سفر کر کے غنیم کے لشکر پر دفعۃً جا پڑوں اور اوسکے لشکر کو نکما کر دوں۔ بادشاہ نے اِس درخواست کو منظور کیا۔ مگر یہ بہادرانہ کام پیدل سپاہ سے کب ہو سکتا تھا۔ بادشاہ نے دیکھ لیا کہ کوئی افسر اِس کام میں شریک نہیں ہوتا۔ بادشاہ نے ناصر یادگار مرزا کو بھکر کے قلعہ کے محاصرہ کے لئے چھوڑا تھا۔ اوس نے قلعہ کا محاصرہ ایسا تو کیا نہیں کہ محصورین قلعہ کے اندر بند ہو جاتے وہ ایسا غافل تھا کہ دو دفعہ اہل قلعہ نے اوس پر حملہ کیا اور اوس کے سپاہیوں اور افسروں کو قتل کیا۔ تیسری دفعہ کشتیوں سے دلیرانہ باہر آکر ریتی میں صفِ جنگ آراستہ کی۔ اِس دفعہ مرزا کے آدمیوں نے ایسی دستبردی کی کہ تین چار سو آدمی اونکے قتل کئے اور پیاسی ریتی کو اونکے خون سے سیراب کیا اور ایسا اون کو ڈرایا کہ پھر اونھوں نے پیشدستی کا ارادہ نہیں کیا۔

یادگار ناصر مرزا کا نفاق

شاہ حسین نے یہ روباہ بازی کی کہ وہ ناصر مرزا کی اولوالعزمی سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ بادشاہ تو خستہ حال ہو چکا ہے جو کچھ ہے مرزا ہی ہے اوسکو بادشاہ کے جدا کرنے کی یہہ تدبیر کی کہ اوس نے بابر قلی مہردار کو مرزا پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میں بڈھا ہو گیا ہوں کوئی

غنخوار نہیں۔ اپنی بیٹی کی نسبت تجھ سے کرتا ہوں۔ تمام خزانے تجھے دیتا ہوں۔ حیات مستعار میں سے جو چند روز باقی ہیں اون کو رائگاں ہاتھ سے نہیں دیتا۔ تیرے ساتھ اتفاق کر کے گجرات کو تسخیر کروں گا۔ غرض اس سے یہ تھی کہ شاہ حسین اپنی زندگی ہی میں گجرات کا بادشاہ اوسکو بنائیگا اور اوس کے مرنے کے بعد ملک ٹھٹہ کا وہ مالک ہوگا۔ یادگار مرزا نے اِن شرائط کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا جب بادشاہ نے اپنے لشکر کی عسرت دیکھی تو یادگار ناصر مرزا پاس آدمی بھیجا کہ خود حاکم ٹھٹہ پر جلد چڑھ جائے کہ اوس نے راہ بند کر رکھی ہے غلہ و رسد لشکر کو نہیں پہونچنے دیتا۔ تا کہ لشکر کی جان ضیق سے نکلے۔ شاہ حسین میدان میں مرزا سے نہیں لڑسکیگا۔ میں خود لڑنے اِسلئے نہیں جاتا۔ کہ میرے جانے سے قلعہ محصور میں سامان غلّہ وغیرہ کا پہونچ جائے گا۔ محاصرین کی ساری محنت برباد جائیگی۔ بادشاہ کی اِس درخواست کے موافق اوس نے ۵۰ اسوار تردی بیگ کے ہمراہ بھیجدیے۔ مگر یہ لشکر اتنی دیر کر آیا کہ وہ کچھ کام نہ آیا۔

مرزا اگرچہ دل میں بادشاہ سے برگشتہ تھا۔ مگر بادشاہ کی ظاہرداری چلی جاتی تھی۔ اوس نے اپنا پیش خانہ باہر نکالا تھا۔ لیکن روانگی میں اپنی خام خیالی سے تعلل اور التوا کرتا تھا اِس اثناء میں بادشاہ نے شیخ عبدالغفور کو کہ ترکستان کے مشایخ کی نسل سے تہا اور بادشاہ کے مقربوں میں تہا مرزا پاس روانہ کیا کہ اہتمام کر کے جلد اوسکو لائے۔ مگر اس بے سعادت نے جیسے کہ کہا ہے ؎ کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست۔ بجز دی اختیار کی اور مدعاء کے برعکس ایسی ناشائستہ باتیں مرزا کے خاطر نشان کیں کہ بادشاہ کی سپاہ میں اب کچھ دم باقی نہیں ہے جس کے سبب سے مرزا کے دِل سے بادشاہ کا خوف بالکل جاتا رہا اور پھر ظاہرداری میں بھی خلل پڑا پیش خانہ کہ باہر نکالا تھا اُلٹا منگالیا اور عذر نامہ جہ لکھہ کر بادشاہ پاس بھیجدیا اِس حال میں مرزا نے یہ حرکت نہایت ناشائستہ پاجی پنے کی کی کہ حاکم ٹھٹہ کے اغوا سے اُس نے ایک کشتی کو جس میں گیہوں اور غلّہ بھرا ہوا بادشاہ کے لشکر کے لئے جاتا تھا پکڑا اور شاہ حسین کے حوالہ کیا جس نے کشتی بانوں کو جو بادشاہ کے دو تنخواہ تھے اور اوس کے لشکر کے لئے کشتیاں اور غلہ بہم پہنچاتے تھے قتل کر ڈالا۔

شاہ حسین کا بادشاہ کی کشتیوں کا پکڑنا اور بادشاہ کا سیوان چھوڑنا

جب بادشاہ نے دیکھا کہ روزگار ناسازگار ہے۔ لشکر کی جان ضیق میں آرہی ہے اب مناسب وقت نہیں ہے کہ حوالی قلعہ میں رہیے تو ذیقعد کو اوس نے بھکر اور روڑی کی طرف راہ لی۔ حسین شاہ کو اب یادگار ناصر مرزا کی طرف سے تو خوف نہیں رہا تھا اب وہ بالکل بادشاہ کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ خبر آئی کہ ارغون کشتیوں کا بیڑہ لئے چلا آتا ہے اور اوس میں بہت سی سپاہ سوار ہے۔ اوس کی غرض یہ ہے کہ بادشاہ کو اولٹا نہ جانے دے۔ اِس خبر کے بعد یہ خبر اور اُڑی کہ غنیم نے بادشاہ کی وہ ساری کشتیاں پکڑلیں جن میں کچھ تھوڑا سا غلہ لشکر کے لئے باقی تھا اور وہ لشکر کے قریب تھیں۔ ایسا جلد اِس خبر کا اثر پھیلا کہ بعض عورتیں جو کشتیوں میں تھیں وہ ننگے سر ننگے پانو بادشاہ کے لشکر گاہ میں دوڑی آئیں۔ یہ خبر بھی اُڑی کہ بادشاہ گھوڑے سے گر پڑا اور اوس کے ہاتھ پانو میں چوٹ لگی۔ یہ خبریں سنکر قلعہ کا محاصرہ سپاہ نے چھوڑ دیا اور ایسی بے سروپا ہوکر بھکر کی طرف بھاگی کہ تمام خیمے ڈیرے سارا اسباب پرتل بنگاہ چھوڑ گئی۔ محاصرہ سات مہینے تک رہا۔ اِن واقعات سے کچھ دنوں پہلے شاہ حسین نے ایک ایلچی بادشاہ پاس بھیجا تھا۔ مگر بادشاہ کے لشکر کے آدمیوں نے اوسے لوٹ لیا اور

ایلچی شاہ حسین کا قتل ہونا

مارڈالا۔ بادشاہ نے مرزا منعم بیگ کو شاہ حسین پاس بھیجا کہ وہ ایلچی کے قتل ہونے کی معذرت کرے اور اوس سے کہے کہ بادشاہ کا تعاقب چھوڑے اور اِس مصیبت میں اپنے بادشاہ کے ساتھہ مہربانی کرے۔ مگر شاہ حسین ایسے غصہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اوس نے بادشاہ کے ایلچی کو اپنے سامنے تک نہ بلایا اور اُسے لکھہ بھیجا کہ بادشاہ نے اوس پر یا اوس کے خاندان پر کونسی مہربانی وشفقت کی ہے کہ میں اوسکے مصائب کا لحاظ کروں۔ اِس اثنا میں بادشاہ نے اپنا سفر جاری رکھا مگر وہ ایسا اضطرار کے ساتھ تھا کہ بہت سے آدمی پیچھے رہ گئے اور دشمنوں کے ہاتھہ میں پڑکر قتل ہوگئے۔ کچھ بھاگ گئے۔ جس وقت بھکر میں بادشاہ پہونچا ہے تو چند ملازم اوس کے ساتھ تھے۔

بادشاہ کا روڑی میں پہونچنا

یہاں بادشاہ کو ایک اور دشواری پیش آئی کہ اُس نے ناصر یادگار مرزا پاس پہلے سے ہرکارے بھیجے تھے کہ دریا کے کنارہ پر کشتیوں کو تیار رکھے کہ دریا کے پار روڑی میں جانا آسان ہوگا۔ مگر جب بادشاہ آیا تو کشتیاں یہاں موجود نہ تھیں۔ یادگار ناصر مرزا نے پوشیدہ آدمی بھیجکر ارغونوں کو بلایا کہ رات کو وہ تمام کشتیاں بھکر کے قریب جوار

سے بے گئے۔ اب بادشاہ کے رفیق جو باقی رہ گئے تھے اونہوں نے کہا کہ اب دریاء عظیم سے پار ہونا مشکل ہے بہتر ہوگا کہ اب قندہار تشریف لے چلیے اوس پر بادشاہ نے کہا کہ مجھ پر کوئی نہایت ہی سخت آفت پڑے گی تو میں اپنے نامہربان و نا احسانمند بھائیوں کے ملک میں جاؤں گا۔ یا اونکے ملک میں پناہ لونگا۔ کچھ آدمی روشن بیگ کے ہمراہ کیے اور حکم دیا کہ دیہات سے جو دس بارہ کوس پر ہوں اونکی گائیں اور بھینیں پکڑ لاؤ کہ اونکی کھالوں کی مشکیں بناکر دریا سے پار اُتر جائیں۔ اِن گایوں اور بھینسوں کی کھالوں کی مشکیں بنیں اوسکے سوائے زمینداروں نے دو ڈوبی ہوئی کشتیاں بھی بتلادیں جو نکالی گئیں۔ دریاے سندھ کے کنارہ پر اِن کاموں میں کئی روز لگ گئے۔ شاہ حسین کا بیڑا بھی اوپر چڑھا چلا آتا ہے مگر دریا کا چڑھاؤ ایسا تھا کہ اوس پر کشتیوں کا چڑھاو نہایت آہستہ تھا۔ کھالوں کی مشکیں بن رہی تھیں کہ بادشاہ کے دل خستہ گروہ سے دو کروہ پر حسین شاہ آگیا۔ پس جو شخص ایک کروہ سے زیادہ اپنے لشکر سے آگے نکل جاتا وہ شاہ حسین کے ہاتھ میں آتا اسلیے بادشاہ کے ملازموں کو دریا سے اُترنا اور زیادہ دشوار ہوگیا۔ تردی بیگ نے ایک کشتی اس لئے لی کہ اپنے اہل وعیال کو اس میں بٹھا کر پار اوترے۔ بادشاہ کے ایشک آقا میر خلنگ نے تردی بیگ سے کہا کہ اس کشتی میں سے اپنا اسباب اُتار لو اس میں پہلے بادشاہ کے اہل وعیال پار جائیں گے پھر کوئی اور جائیگا۔ اِس گستاخانہ گفتگو پر تردی بیگ نے کہا کہ مردک کیا بکتا ہے۔ میر نے اِسکا جواب دیا کہ جو شخص کسی کو مردک کہتا ہے وہ مردک ہوتا ہے۔ اِس پر تردی بیگ نے اوس کے ایک چابک جڑا۔ اُس نے تلوار میان سے سونت کر بیگ پر چلائی جس سے اوس کے گھوڑے کا زین کٹ گیا اور وہ بچ گیا۔ پھر آدمیوں نے بیچ میں آنکر اُن کو الگ الگ کردیا۔ بادشاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو بادشاہ نے تردی بیگ کی امارت کے سبب سے یہ حکم دیا کہ میر کے ہاتھ رومال سے باندھ کر تردی بیگ پاس اوسکو لے جائیں۔ جب میر دست بستہ تردی پاس آیا تو فوراً اوس کے ہاتھ کھلوائے اور قصور معاف کیا اور پاس بٹھایا اور گھوڑا اور جوڑا انعام دیا۔

بادشاہ سندھ کے بائیں کنارہ سے پار اُتر گیا مگر یہاں بھی خوف وخطر سے نجات نپائی جب یادگار مرزا کو بادشاہ کے عبور کی خبر آئی تو نہایت متحیر اور شرمندہ ہوا۔ اپنی خجالت

کے مٹانے کے لئے اور بادشاہ کی خیر خواہی جتلانے کے لئے شاہ حسین کے آدمی جہاں دریا کے کنارے پر اُترے ہوئے تھے وہاں گیا اور اُن میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور ایک جماعت کو اسیر کیا اور معاودت کی اور بادشاہ کی خدمت میں شرمسار حاضر ہوا اور مخالفوں کے سروں کو بادشاہ کے قدموں میں رکھا بادشاہ نے پھر اِس کا قصور معاف کر دیا شاہ حسین نے دریا کے کنارہ پر قیام کیا بادشاہ کے حالات کا نگراں رہا۔ یادگار مرزا بادشاہ کی تعظیم و تکریم بظاہر کرتا تھا اور کوئی شکایت نہیں کرتا تھا اور اپنی حالتیں جو انقلاب ہوا تھا اوسے ظاہر نہیں کرتا تھا۔ شاہ حسین سے وہ پوشیدہ خط و کتابت رکھتا تھا۔ شاہ حسین نے مرزا سے اِن دو زمینداروں کو طلب کیا جنہوں نے بادشاہ کو کشتیاں بتلائی تھیں۔ اِن زمینداروں کو جب یہ اطلاع ہوئی تو وہ بادشاہ کے لشکر میں چلے گئے۔ مرزا نے بادشاہ پاس آدمی بھیجکر عرض کیا کہ ولایت بھکرؔ جو حضور نے مجھے جاگیر میں عنایت کی ہیں اونکے مال کی بابت کچھ معاملات ان زمینداروں کے ساتھ ہیں اون کو بھیجدیجئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ میرے چند آدمی زمینداروں کے ساتھ جائیں اور جب معاملہ کی تنقیح ہو جائے تو پھر اُن کو میرے لشکر میں لے آئیں۔ جب مرزا پاس یہ زمیندار گئے تو اونکے دیکھتے ہی اوس نے بادشاہی آدمیوں سے اون کو چھین کر شاہ حسین پاس بھجوادیا اور پھر شاہ سے مخالفت کی اور اوس کی خدمت میں نہیں حاضر ہوا۔

ہمایونکے لشکر پاس غلہ کچھ نہ تھا۔ ملک میں قحط پڑ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے یادگار ناصر مرزا سے کچھ غلہ لیا گیا وہ خرچ ہو گیا تھا۔ مجبور ہو کر بادشاہ نے تردی بیگ اور اور افسروں کو محمود بکری پاس بھیجا جو بھکرؔ کا قلعہ دار تھا اور جس سے لڑائی ہوئی تھی کہ ہماری مدد غلہ سے کرے۔ اُس نے اِن بادشاہی آدمیوں کی بڑی خاطرداری کی اون کو روپیہ دیا غلہ دیا۔ اور مجلس مشورہ کو جمع کیا اِس میں یہ تجویز ہوا کہ بادشاہ پاس تین سو خروار غلہ کے بھیجدیے جائیں۔ یہ غلہ بادشاہ کے لشکر میں آیا مگر اس سے بھی لشکر کو سیری نہ ہوئی۔

جب یہ آیا ہوا غلہ بھی خرچ ہو گیا۔ بازار کے آدمیوں اور بھیر نے جب یہ مصیبت عام کو دیکھا تو اونہوں نے بھاگنا شروع۔ ایسے ہی بادشاہی سپاہی بھی یا تو یادگار ناصر مرزا پاس بھاگنے شروع ہوتے یا اونکی ٹکڑیاں ملک میں ادھر اودھر غلہ کی تلاش میں پھرنے لگیں۔ اِس

پریشان حالی میں اونپر حملے ہوتے اور ملک کے باشندے اون کو ہلاک کرتے۔ اُن میں سے جو لڑنے کھڑے ہوجاتے تو غنیموں کو مغلوب کرتے مگر بھوک پیاس انہیں مارے ڈالتی تھی اور بھکر کے میدانوں کو اُن کی ہڈیوں سے سفید بناتی تھی۔ بعض اِن میں ایسے خوش نصیب بھی تھے کہ اس نواح میں ملکوں میں جاکر خوشحال ہوگئے۔ بادشاہ کے اعلیٰ درجہ کے امیر بھی بھاگنے لگے۔ جیسے کہ قاسم حسین سلطان اوزبک یادگار ناصر مرزا پاس چلا گیا۔ فضائل بیگ بھی اس پاس چلا گیا اس مرزا نے کوئی تہدید و ترغیب باقی نہیں رکھی جو آدمیوں کو بادشاہ کے چھوڑنے کے لئے نہیں دی۔ جب بادشاہ کے آدمیوں کو نہایت خستہ حال دیکھا تو ان پاس ایک نوشتہ بھیجا اگر وہ صبح تک بادشاہ کو چھوڑ کر نہ بھاگ جائیں گے تو اون کا خون اونکی گردن پر ہوگا۔ اب اوسنے ایسی کھلی مخالفت اختیار کی تھی۔

بادشاہ پاس خبر آئی کہ فضائل بیگ جو پہلے روز بھاگ گیا تھا وہ اپنے بھائی منعم بیگ کو بھی بادشاہی لشکر سے بھگانا چاہتا ہے تو بادشاہ نے کہا کہ اگر بھاگیگا تو خراب ہوگا پھر بادشاہ نے سُنا کہ تردی بیگ اور منعم بیگ بھی بھاگتے ہیں۔ بادشاہ ان دونوں کی نگہبانی کے لئے رات بھر جاگتا رہا۔ جب صبح ہوئی بادشاہ طہارت کے لئے گیا اون کو حکم دے گیا کہ تم یہیں رہو۔ مگر بادشاہ طہارت کو گیا اودہر وہ اپنے گھوڑوں کی طرف گئے۔ روشن بیگ نے بادشاہ کو اون کے بھاگنے کی خبر پہنچائی تو بادشاہ نے فرمایا کہ اون کو بلاؤ۔ ہرچند اون کو بلایا مگر اونہوں نے کچھہ نہ سُنا کہ کس کو بلاتے ہو۔ تو بادشاہ خود اون کو بلانے گیا تو ناچار وہ اولٹے آئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ منعم بیگ کو نگاہ رکھیں۔ تردی بیگ خود مجبور ہوکر رہ گیا۔

ہمایوں کے لئے ایسی حالت میں رہنا ناممکن تھا۔ روز بروز اوس پر یادگار ناصر مرزا کی مخالفت کھُلتی جاتی تھی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ بادشاہ جانتا تھا کہ مرزا کی سپاہ کی معاونت بغیر کوئی کام پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ بادشاہ پاس سپاہ کا توڑا تھا۔ مرزا کے خیالات ہی کچھہ اور تھے بادشاہ سے موافقت کرنے کا خیال ہی اوس کے دِل میں سے اُڑ گیا تھا۔ ایک دفعہ وہ روڑی سے جو اوس کے قبضہ میں تھا۔ اِسلئے باہر آیا کہ بادشاہ کے لشکر پر حملہ کرکے اِس قضیہ کو پاک کرے

جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو فی الفور لڑنے کے لئے سوار ہوا - ہاشم بیگ کو جو مرزا کے خیر اندیش معتمدوں میں سے تھا اوسکو مرزا کی اس حرکت شنیع کی جب خبر ہوئی تو وہ جلدی سے مرزا پاس پہونچا اور اوس کے گھوڑے کی باگ کو پکڑ لیا اور طرح طرح سرزنش و نکوہش کی اور تلخ و درشت کہا کہ عالم سے راہ و رسم مروّت و شرم و آداب و ادب درزم اُٹھ گئی جو تو ایسی سُبک سری اور اپنے ولی نعمت سے برابری کرتا ہے - وہ کس مذہب و ملّت میں اور کس قانون و حکمت میں روا ہے -

نیکو مثلے زد آن سپہدار — کاندازۂ کار خود نگہدار
بر پایۂ قدر خویش نہ پائے — تا بر سرِ آسمان کُنی جائے
ہر مرد کہ شغلِ خویش نگذاشت — بر خورد ز ہرچہ در جہاں کاشت

اِس طرح کی ہوش افزا باتیں بنا کے مرزا کو روڑی میں وہ اوٹھا لایا -

حکمت الٰہی اور مصلحت ازلی کی دقایق میں سے یہ امر ہے کہ ہر نامرادی میں اسباب مراد سرانجام پاتے ہیں - جب بادشاہ نے دیکھا کہ دریا سندھ میں نقش مراد نہ بیٹھا اور آدمیونکی نامردی کا جوہر عیار پر کسا گیا - لشکر کی بے اخلاصی بھائیوں کی بد مددی - اقربا کی بے خردی زمانہ کی ناماسعدی مشاہدہ میں آئی تو یہ آرزو ہوئی کہ لباس تجرید و تفرید میں قدم شوق راہ خدا کے رہروؤں کے دشت میں رکھے اور اوس سے مراد مقصود اپنا حاصل کرے کُنج عزلت میں بیٹھے اور اخوان زمان کے دیکھنے سے فراغت اختیار کرے اور اوس پر آسیب جہاں اور پُر فریب اہل جہاں سے کنارہ پکڑے مگر بادشاہ کی خیر اندیش جماعت نے جو اس سختی اور مصیبت کے زمانہ میں بھی اوسکے ہمراہ تھی بہت عجز و انکسار کے ساتھ اِس ارادہ کے ترک کرنے کی درخواست کی کہ اِن دِنوں میں حضور مالدیو کی ولایت میں تشریف لے چلیں اوسنے بارہا حضور کی خدمت میں اپنی عبودیت کی عرضیاں بھیجی ہیں اس پاس بہت لشکر و سامان موجود ہے - بادشاہ نے اپنے اخلاصمندوں کی خاطر داری سے اُس طرف کا قصد کیا اور آخر دفعہ یہ سعی کی کہ ناصر مرزا سے پھر موافقت ہو جائے ایک منشور میں نصایح دولت افزا لکھ کر ابراہیم ایشک آقا کے ہاتھ اُس پاس بھیجا کہ شاید اوس کو اپنی بدافعالی پر

وقوف اور ندامت ہوا ور مخالفت سے باز آکر موافقت کرے اور آخر میں اس فرمان میں یہ شعر لکھا۔

اے برخسار چو مہ چشم و چراغ دِگران سوختم چند شوی مرہم داغ دِگران

مگر مرزا پر اس نصیحت نے کچھ اثر نہ کیا۔ خام طمعی سے بیوفائی اختیار کرکے حدود دلہری میں پڑا رہا۔ اب بادشاہ نے دیکھا کہ میں ملک سندھ میں خیر و عافیت کے ساتھ نہیں رہ سکتا تو وہ مالدیو کے ملک کی طرف چلا جس نے اوسکو بہت دفعہ بلایا تھا۔ وہ جودھپور (مارواڑ) کا راجا تھا۔ جودھپور کی راہ بھکر کی طرف سے دشوار گذار تھی اسلئے بادشاہ نے چکردار راہ اچھہ کی اختیار کی۔ ۲۱ محرم ۹۴۹ھ کو وہ اچھہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور ایک دہ آرونام میں پہونچا وہ سرِ راہ تھا وہاں کاروان جیسلمیر اور اوس کی نواح سے غلہ اور اجناس وغیرہ لائے تھے۔ جب کاروانیوں نے سنا کہ بادشاہ کی سپاہ قحط زدہ بھوکی چلی آتی ہے تو اونہوں نے فورًا اپنا اسباب اور غلہ اونٹوں پر لادا اور جنگل میں چلے گئے مگر غلہ اور اور چیزیں اپنی چھوڑ بھی گئے وہ بادشاہ کے آدمیوں کے ہاتھہ آئیں جسکو وہ بڑی غنیمت سمجھے اور اس منزل میں مقام کرکے بڑی آسودگی سے وقت گذارا۔ ظہر کی نماز کے بعد یہاں سے اچھہ کی طرف کوچ ہوا۔ منزل بمنزل بے توشہ رزاد راہ مصیبتیں اُٹھاتے ہوئے چلے جاتے تھے مَو میں پہنچے جو پرگنہ بھکر کی سرحد پر تھا۔ یہاں سے پھر ایسی جگہہ گئے کہ وہاں پانی ڈہونڈا نہیں ملتا تھا بادشاہ کی صراحی پانی سے خالی ہوئی بادشاہ نے اپنے آفتابچی جوہر سے کہا کہ تیرے پاس آفتابہ میں پانی ہے جوہر نے کہا کہ ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اس پانی کو میری صراحی میں ڈالدے جوہر نے جب یہ پانی صراحی میں ڈالدیا آفتابہ خالی ہوگیا جوہر نے عرض کیا کہ پانی ہاتھہ آتا نہیں رات کو سفر ہوتا ہے اگر میں حضور سے دُور ہوگیا تو پیاسا مرجاؤنگا پادشاہ نے خود اپنی صراحی سے کچھہ پانی آفتابہ میں اونڈیل دیا اور فرمایا کہ اس قدر پانی سے تیرا کام چل جائیگا پھر بادشاہ ایک تالاب پر پہونچا۔ ایک ہرن لشکر میں آگیا۔ ہرچند آدمیوں نے اوس کے مارنے کا قصد کیا مگر وہ زندہ بچکر بہاگ گیا۔ پھر ایک آدمی کو آواز دیکر ہرن کو اولٹا پھرایا۔ وہ تالاب میں آیا۔ بادشاہ کا آفتابچی جوہر اوس کے پکڑنے کو گیا اور اوس نے کہا کہ اس ہرن

چوتھائی میری ہے بادشاہ نے فرمایا کہ تین چوتھائی میری ہے غرض ہرن پکڑا آیا۔ ذبح ہوا چوتھائی جوہر کو ملی دو چوتھائی بادشاہی باورچی خانہ میں گئی اور ایک چوتھائی مریم مکانی حمیدہ بیگم پاس گئی۔ اِن حکایتوں کو مورخوں نے اس طرح لکھا ہے کہ گویا وہ ہمایوں کی سلطنت کے واقعات عظیم میں ہیں۔ بادشاہ منزل بمنزل کوچ کرکے اچھہ میں پہنچا۔ اور راہ میں صحرا نوردی میں سب چیزوں کی کمیابی سے خاصکر بے آبی سے بہت تکلیف اوٹھائی۔ بادشاہ نے اِس ملک کے حاکم بخشو لنگاہ کو جس کو پہلی دفعہ یہاں آنکر خانجہاں کا خطاب دیا حکم بھیجا کہ خود آئے یا غلّہ رسد وغیرہ لشکر میں پہنچائے مگر اوس نے ایسا تمرد اختیار کیا کہ نہ خود آیا نہ غلّہ بھیجا بلکہ بادشاہ کے آدمی جو غلہ وغیرہ خرید کرکے لاتے تو اوسکو زبردستی چھنوا لیتا۔ یہاں ڈیڑھ مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور غلہ کی نایابی سے نوبت یہانتک پہونچی کہ جھاڑی بوٹی کے بیروں اور سنکروںکو کھاکر لشکر جیتا۔

جب یہ بیر اور سنکر بھی ختم ہوئے تو ایک درویش نے جنگل میں پھرتے پھرتے ایک قلعہ دیکھا یہ قلعہ مالدیو کی ولایت جیسلمیر کی سرحد پر تھا اوس کا نام دیوراول تھا۔ بادشاہ اِس قلعہ کی نواح میں ۲۴ ربیع الاوّل کو گیا وہاں غلہ اور پانی میسر ہوا۔ تین روز یہاں قیام ہوا شیخ علی بیگ نے کہا کہ قلعہ فتح کر لیجئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر میں اِس قلعہ کی فتح سے روئے زمین کا بادشاہ ہوجاؤں تو بھی اِسکو فتح کرکے مالدیو کی خاطر آزردہ نہ کروں گا۔ یہاںسے بادشاہ نے کوچ کیا تو دور تک کہیں پانی نملا۔ آدمیوں کا پیاس کے مارے لبوں پر دم تھا کہ نہایت جستجو سے ایک حوض پانی سے بھرا لبالب ملا بادشاہ خود اوترا اور خدا کا شکر بجالایا اور یہاں مقام کیا اور پکھالوں کو پانی سے بھرکر اور اپنے گھوڑوں پر رکھ کر خود چلا کہ پیاسے جو پڑے ہوئے ماہی بے آب کی طرح ریت میں تڑپ رہے ہیں اُنکو پانی پلاکر لشکر میں لے آئے اور جو مر گئے تھے اونکو گور گڑھا دے آئے۔ بادشاہ واپس آتا تھا کہ ایک مغل سر راہ پیاسا پڑا جان توڑ رہا تھا۔ بادشاہ اوس کا قرضدار تھا۔ بادشاہ نے اوس سے کہا کہ اگر اپنا سارا قرض جو ہم پر ہے چھوڑ دے تو پانی پلاتا ہوں۔ مغل نے کہا کہ مجھے اِسوقت ایک پانی کا پیالہ ساری دنیا کی دولت سے زیادہ قیمتی معلوم ہوتا ہے میں نے قرض چھوڑا خدا کے لئے

۲۴ ربیع الاول ۹۴۸ھ

پانی پلاؤ۔ بادشاہ نے اِس قرض کی معافی کے تین گواہ کیے اور اوس کو پانی پلایا اور اوسکو اپنے لشکر میں لایا۔ یہ مقام بیکانیر کے علاقہ میں واصل پور معلوم ہوتا ہے جہاں بادشاہ ۲۰ ربیع الاوّل میں پہنچا۔ اور ۷ ربیع الآخر کو بیکانیر سے بارہ کوس پر دہ پہونچا۔ اثنا راہ میں جو بادشاہ کے ساتھ دوربین تھے وہ مالدیو کی مکروعذر سے اندیشہ مند تھے اور حزم و احتیاط کی باتوں سے بادشاہ کو آگاہ کرتے تھے۔ بادشاہ کے حکم سے میر سمندر جو نہایت ہوشمند تھا مالدیو کے پاس گیا اور اوس کے دل کی تمام باتوں کو دریافت کرکے بادشاہ پاس پھر آیا اور عرض کیا کہ راجہ نے جو اخلاص کی تمہیدیں کیں تھیں وہ سچی نہ تھیں۔ اِس وقت راجہ نے کچھ میوہ بادشاہ پاس بھیجدیا۔ اب اِس راجہ کی بیوفائی اور باتوں میں بھی ظاہر ہونے لگی۔ جب بادشاہ کا لشکر راجہ کی راجدہانی کے پاس آیا تو سنگا ناگوری کہ مالدیو کے معتمدوں میں سے تھا۔ بادشاہ کے لشکر میں بطور سوداگروں کے آیا اور اِس جستجو میں ہوا کہ کوئی الماس گراں بہا ہو تو اوسکو خریدوں۔ اوس کی اوضاع سے خیر نہیں معلوم ہوتی تھی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اِس مشتری کے خاطر نشان یہ بات کردو کہ ایسے جواہر گراں بہا خریدنے سے میسر نہیں ہوتے جوہر شمشیر آبدار سے ہاتھ آتے ہیں جب اوس کے ساتھ کسی بادشاہ کی رائے بھی ہو۔ یا بادشاہوں کی عنایت سے میسر ہوتے ہیں۔ اِس مزور کے آنے سے اندیشہ زیادہ تر ہوگیا اور سمندر کی دریافت پر بادشاہ نے تحسین کی۔ جوہر نے یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ کے نمکحرام دو نوکر راجہ پاس گئے اور اونہوں نے راجہ کو سمجھایا کہ بادشاہ پاس لعل و گوہر بڑے بیش قیمت ہیں وہ اوس سے طلب کرے۔ شاید اِس کی تصدیق کے لئے اوس نے سنگا کو بھیجا ہو۔

تنگدستی کے وقت بادشاہوں میں حزم زیادہ ہوجاتا ہے اِسلئے ہمایوں نے شمس الدین اتکہ کو راجہ کے پاس بھیجا از روے حزم و احتیاط راے مل سونی کو بھیجا کہ بہت جلد وہاں جاوے اور اپنی فراست سے وہاں کا حال دریافت کرکے اطلاع دے اگر وہاں سے لکھکر اطلاع نہ دے سکے تو اشارت معہود میں آگاہ کرے۔ مالدیو کی نفاق و وفاق کی علامت یہ ٹھیری کہ وہ اپنے قاصد کو کہدے کہ بادشاہ پاس جاکر اپنی پانچوں انگلیوں کو

راے مل سونی کا بھیجنا

ملاکر پکڑے اور خلاف و نفاق کی اشارت یہ کہ فقط چھوٹی اُنگلی کو ہاتھہ میں پکڑے۔ اب بادشاہ کا لشکر قصبہ پھلودی سے کہ راجہ کے موطن جودہ پور سے تیس کوس پر تھا دو تین منزلیں طے کرکے کول جوگی کے کنارہ پر فروکش ہوا۔ راے لؔ سونی کا قاصد آیا اور اوس نے چھوٹی اُنگلی کو پکڑا۔ اِس اشارے کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ راجہ کا ارادہ مکرو غدر کا ہے اوس نے ایک جماعت کثیر کو بادشاہ کے استقبال کے لیے بھیجا جس کا ارادہ کچھہ اور ہی تھا اُسے مالدیو پر دغابازی کا شبہ اِس سے اور بھی زیادہ ہوگیا کہ بادشاہ کا ایک کتاب دار ہندوستان سے کسی شکست میں بھاگ گیا تھا اور مالدیو پاس جاکر اوس کا نوکر ہوگیا تھا اوس نے بادشاہ کو لکھا کہ خدا کے واسطے آپ یہاں سے جسقدر جلد ممکن ہو تشریف لیجائیے مالدیو کا یہ فاسد ارادہ ہے کہ حضور کو گرفتار کرکے شیر شاہ کے حوالہ کرے۔ ہمایوں بادشاہ کا ایلچی شمس الدین اتکہ مالدیو پاس تھا راجہ نے اوس کے لئے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ وہ بادشاہ سے کسی طرح خط و کتابت نہ کرسکے گویا اوسکو آزاد قیدی بنا رکھا ہے مگر یہ اتکا اوس کے اٹکانے سے نہ اٹکا جب مالدیو کی نیت میں اوس نے فساد دیکھا تو وہ چھپ کر بادشاہ پاس چلا آیا اور اوس نے وہاں کا سارا حال عرض کیا جس سے بادشاہ کو یہ یقین ہوگیا کہ میں خطرناک حالمیں ہوں۔ اوس نے بے تامل پھلودی کی طرف کوچ کردیا جیسلمیر کی راہ سے امرکوٹ جانیکا ارادہ کیا۔

ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ایک گروہ تو آدمیوں کا یہ کہتا ہے کہ مالدیو ابتدا میں بادشاہ کا خیراندیش تھا۔ مگر آخر کو جب اوس نے بادشاہ کی بے سامانی اور قلت دیکھی تو اوس کی نیت میں فساد آگیا یا شیر خاں نے مواعید خداع آمیز اُس سے کئے اور اوس نے اوسکا استیلاد دیکھا یا شیر خاں نے اوسکو بادشاہ کی اعانت خدمت کرنے سے ڈرایا بہر تقدیر وہ راہ ہدایت و سعادت سے پھرا اور ورق اخلاص کو اولٹ دیا۔ ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ابتدا سے انتہا تک اظہار بندگی کرنا اور عرایض عبودیت بھیجنا بالکل نفاق پر مبنی تھا نظام الدین احمد نے اپنی تاریخ طبقات اکبری میں مالدیو کی نسبت لکھا ہے کہ جب ہندوستان سے ہمایوں خارج ہوا اور شیر شاہ کی فتح نے اپنے چاروں طرف پاؤں پھیلائے تو افغانوں

اور راجپوتوں کے درمیان مُٹ بھیڑ ہونے لگی۔ مالدیو نے ہمایوں کو اِسلئے بلایا تھا کہ اوسکے سہارے سے وہ اپنی قوی دشمن شیرشاہ کا مقابلہ کرسکے۔ مگر جب اوس کے ملک میں بادشاہ آگیا اور اوسکو معلوم ہوگیا کہ بادشاہ پاس سپاہ نہایت قلیل ہے اور وہ بھی خستہ حال و پریشان ہے اور اوس میں کوئی قابلیت اوسکی امداد کی نہیں ہے اور شیرشاہ کی سپاہ ضلع ناگور میں جو اوس کی مملکت کی سرحد پر ہے دہمکیاں دے رہی ہے اور شیرشاہ نے ایلچی بھیجکر بہت سے وعدے وعید کئے تو اوس نے کمال بے مروتی سے یہ امر قرار دیا کہ بادشاہ کو جس طرح ہوسکے گرفتار کرکے شیرشاہ کے حوالہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ راجہ سمجھتا تھا کہ بادشاہ کے ساتھ ہونا شیرشاہ سے جھگڑا مول لینا ہے۔ شیرشاہ کو وہ ایسا زبردست جانتا تھا کہ اپنی ہستی اوس کے سامنے نہ گنتا تھا۔ بادشاہ کے آنے سے اوس کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں اوسکے پکڑنے کو شیرشاہ سارا لشکر لے کر اوس کے ملک پر نہ چڑھ آئے۔ غرض ایسے ایسے اندیشوں سے اوس نے شیرشاہ سے وعدہ کرلیا کہ ہمایوں کو پکڑ کر اوس کے حوالہ کردیگا۔ جب لشکر نے مراجعت کے لئے حرکت کی تو بادشاہ نے روشن بیگ اور شمس الدین اتکہ کو بھیجا کہ وہ اِس ملک کے رہنے والوں رہبروں کو لائیں۔ وہ دو آدمیوں کو اونکے اونٹوں سمیت پکڑ کر بادشاہ پاس لائے۔ بادشاہ نے کہا کہ اونٹ طویلے میں بندھیں اور اونکی تلواریں پہرہ میں رہیں۔ قاضی مہدی علی جو اونکی زبان جانتا تھا اون کو ہدایت کرے کہ اگر وہ رہبری اچھی طرح کرینگے تو انعام و وظیفہ پائیں گے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم گنوار ہیں امرکوٹ کا رستہ ہم کیا جانیں۔ وہ گرفتار رہے اور اون سے کہا گیا کہ تم جاسوس ہو یا تم راستہ جانتے ہو مگر شرارت سے نہیں بتلاتے اب تمہاری گردن اُڑائی جائیگی۔ اِن آدمیوں نے زندگی سے مایوس ہوکر قیدخانہ سے اپنی خلاصی اس طرح کرنی چاہی کہ پہرہ والوں سے ایک خنجر اور ایک چھرا چھینا اور بے خبر لوگوں پر حملہ کیا ترسون بیگ کو جس کی حراست میں وہ تھے قتل کیا۔ طویلہ میں جاکر اپنے اونٹوں کے چھرے مارے اور اور جانوروں کو زخمی کیا جن میں بادشاہ کا خاصہ کا گھوڑا اور ایک خچر تھا پہلے اِس سے کہ بادشاہ کے آدمیوں نے اونکو قتل کیا اونھوں نے بہت سے آدمیوں و عورتوں اور جانوروں کو زخمی اور قتل کیا۔ بعض نے

لکھا ہے کہ ۱۷ آدمیوں کو مارا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ ہندوؤں میں سے جاسوسی کے لیے دو آدمی آئے تھے وہ گرفتار ہوئے۔ بادشاہ کے روبرو پیش ہوئے۔ باتوں کے پوچھنے سے حقیقت حال معلوم ہوئی۔ ایک کو قتل کا حکم ہوا کہ دوسرا دہشت میں آنکر اصل حال بتلائے مگران دونوں نے اپنے تئیں اس طرح خلاص کیا کہ دو شخصوں سے جو اونکے نزدیک کھڑے تھے کارد اور خنجر چھین کر سترہ جاندار آدمی اور گھوڑے زخمی کر کے قتل کئے اور خود بھی مارے گئے۔ بادشاہ کے خاصہ کا گھوڑا جو مارا گیا تو بادشاہ کے اصطبل میں دو گھوڑے اور خچر باقی رہے اس واقعہ سے لشکر میں ایسا تفرقہ پڑا کہ لوگ بھاگنے لگے تو بادشاہ نے سمجھایا کہ تم مجھے چھوڑ کر کہاں جاؤ گے تمہارے بچنے کے لئے کوئی جگہہ نہیں ہے مگر اس پر بھی تین امیر بھاگ کر مالدیو سے جا ملے۔ بادشاہ کے خاصہ کا گھوڑا مارا گیا تھا اور کوئی گھوڑا اوسکی سواری کے لیے نہیں رہا تھا۔ اوس کے نوکروں نے تردی بیگ سے ہر چند گھوڑے اور اونٹ طلب کئے مگر اوس نے بیمروتی کر کے اونکے دینے میں مضائقہ کیا۔ ناچار بادشاہ اونٹ پر سوار ہوا ندیم کوکہ خود پیادہ تھا اوس کے گھوڑے پر اوس کی ماں سوار تھی اوس نے یہ گھوڑا بادشاہ کی نذر کیا اور اپنی ماں کو اونٹ پر سوار کیا۔

اُسوقت بادشاہ جو کام کرتا تھا اُس کا انتظام نہ ہوتا تھا جس جگہہ اوسکو خیر و نیکی کی توقع ہوتی وہاں شرارت اور بدی ظہور میں آتی۔ سپاہ ناصرہ کی زدا ندودی محک تجربہ میں آئی اور نادرست اندیشوں کا غدر بادشاہ کی نظر کے سامنے آیا تو اوس نے تردی بیگ منعم خاں اور ملازموں کی ایک اور جماعت کو حکم دیا کہ وہ لشکر کے پیچھے رہیں۔ بداندیشوں کو سر راہ نہ گذرنے دیں کہ لشکر کو جرأت کر کے ضرر پہونچائیں۔ ساری راہ میں وہ اسی بات کا ملاحظہ کریں اور اگر قابو پائیں تو دشمن پر دست بردی کریں۔ بادشاہ کے ساتھ معدودے چند جان سپار اور بیگمات تھیں۔ بہادر سپاہیوں میں سے شیخ علی بیگ جلائر د ترسون بیگ ولد بابا جلائر د فضیل بیگ اور کچھہ اور آدمی تھے جن کی تعداد بیس نفر تھی اور بعض اور غلامان خاص اور شاگرد پیشوں میں مُلّا تاج الدین اور مولانا چاند منجم ساتھہ تھے۔ یہ گروہ پہلودی سے چلکر سانلمیر میں پہنچا جو جیسلمیر کے ملک میں تہا۔ بادشاہ اس وضع سے چلا جاتا تھا کہ صبحکو کیا دیکھتا ہے کہ لشکر

کے پیچھے سے تین فوجیں سواروں کی چلی آتی ہیں مورخ قیاساً ہر فوج کی تعداد پانچ پانچ سو آدمیوں کی بتاتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جو امیر پیچھے گئے تھے وہ کہاں ہیں عرض کیا کہ وہ اندھیری رات میں راہ بھول گئے تو اُس نے حکم دیا کہ دریافت کرو کہ یہ سپاہ دشمنوں کی ہے یا دوست کی جب یہ تحقیق ہو گیا کہ دشمن کی سپاہ ہے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ گھوڑوں پر جو اسباب لدا ہوا ہے وہ اوتار کر اونٹوں پر لادا جاتے اور سپاہی جو پیادہ پا چل رہے ہیں وہ گھوڑوں پر سوار ہوں اس طرح سولہ سواروں کا لشکر تیار ہوا۔ شیخ علی بیگ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے اوس نے کہا کہ یہ وقت وہ ہے جو حضرت امام حسین پر آیا تھا کوشش کرنی چاہیے۔ غایت یہ ہے کہ میں شہید ہو جاؤنگا اوس نے اپنا حق نمک بادشاہ سے معاف کرایا اور اپنا حق خدمت بادشاہ کو معاف کیا۔ شیخ علی بیگ اور درویش کوکا اور روشن بیگ اور ایک اور جماعت کل بائیس آدمی دشمنوں کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ جس وقت وہ پہونچے تو ہندو ایک تنگ راہ میں آ گئے تھے اور شیخ علی نے اوّل ہی تیر میں مخالفوں کے سردار کو ہلاک کیا۔ اِدھر سے جو تیر شست سے نکلا مخالفوں میں سے ایک معتبر کو اوس نے خاک پر گرایا۔ دشمنوں میں طاقت مقاومت نہ رہی اور تھوڑے لشکر نے بڑے لشکر کو بھگا دیا اور بہت سے آدمیوں کو قید کیا۔ شیخ علی نے بہبود چوبدار کو کہا کہ بادشاہ کو اس فتح کا مژدہ سنا۔ بہبود نے دشمنوں کے سر کاٹ کے فتراک میں باندھے اِس بہبود نے بہبودی کی خبر بادشاہ کو سُنائی اور مخالفوں کے سر بادشاہ کے قدموں میں رکھے بادشاہ نے مراسم شکر گذاری ادا کیے۔ وہاں جہاں پانی تھا قیام کیا وہ گروہ بھی جو رات کو راہ بھول گیا تھا بادشاہ سے آن ملا۔ وہ اپنے ساتھ جیسلمیر کے ملک کی گائیں اور بھینسیں پکڑ لایا تھا اسلئے یہ دن بڑی خوش حالی کے ساتھ گذرا۔

راجہ جیسلمیر نے جو دو ایلچی بھیجے تھے وہ یہاں بادشاہ پاس آئے اور اُنہوں نے بہت شکایت کی کہ بادشاہ مسلح سپاہ کے ساتھ اِس ملک میں بغیر بلائے چلا آیا۔ راجہ کے ملک میں گائے ذبح نہیں ہوتی۔ بادشاہ کے آدمیوں نے اِس مقدس جانور کو پکڑ کر حلال کیا اب بادشاہ کا لشکر راجہ کی رعایا کے ہاتھ سے بچکر کہاں جائیگا۔ بادشاہ نے امرا سے

مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے اُنہوں نے کہا کہ ملائمت سے تو کام چلنے کا نہیں لب شمشیر سے حکم فرمایئے کہ اِن ایلچیوں کو مقید کیجئے۔ بادشاہ نے اونکو مقید کر دیا اور کچھہ جواب نہ دیا اور آگے چلا۔ اور جیسلمیر میں غرہ جمادی الاولی کو بادشاہ پہونچا۔ راے جیسلمیر کہ اس کا نام راے لونکرن تھا وہ بادشاہ کے آنے سے ناراض ہوا اور شہر کے باہر جو تالاب (کول آب) تھا اوس کی محافظت کی تاکہ لشکر شاہی کو محنت اوٹھاکر سراب سے اس مرحلہ بے آبی میں آیا ہے بے آب ہونے سے آزار پاتے مگر بادشاہ کے شیروں نے دستبردی کی اور گروہ کو تالاب کے کنارہ پر شکست دی۔ وہ بھاگ کر قلعہ میں چلے گئے۔ بادشاہ کو آگے چار کوس چلکر ایک گانوں ملا کہ جس میں پانی غلہ بہت تھا مگر کوئی آدمی نہ تھا۔

اب بادشاہ کا گذر ایسے صحرائے بے آب میں ہوا کہ ابتک نہ ہوا تھا۔ اور اس مصیبت پر یہ ایک اور آفت آئی کہ راجہ جیسلمیر نے اپنے بیٹے کو جو اُس کا ہم نام مالدیو تھا حکم دیا کہ جہاں جہاں کنواں ہو اُس میں ریت بھر دے۔ باپ کا حکم بیٹا بجالایا۔ بادشاہ کے لشکر کو تین روز تک پانی نہ ملا راہ میں جس کنوے میں ڈول ڈالا وہ ریت سے بھرا نکلا۔ ناچار آگے کوچ کیا پھر مغرب کے درمیان ایک کنوے پر گذر ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہاں قیام ہو خواہ کنوے میں پانی ہو یا نہو۔ اس چھوٹے سے لشکر کے گرد اونٹوں کا حصار بنا اور آدمی مقرر ہوئے کہ رات کو اس کے گرد وہ گشت کریں۔ بادشاہ خود بھی اس گشت کرنے میں شریک تھا مگر جب شیخ علی کو معلوم ہوا تو وہ خود آیا اور بادشاہ کو سونے کے لئے بھیجا اور خود گشت کیا۔ بادشاہ نے اپنی بارگاہ میں جاکر آرام کیا کہ شیر شاہ کا بھیجا ہوا ایک چور بادشاہ کے خیمے میں گھس گیا اور اوس نے بادشاہ کی بغل میں جو تلوار تھی وہ آدھی نکالی تھی کہ اوسکو اپنی گرفتاری کا اندیشہ ہوا۔ وہ آدھی تلوار نکلی ہوئی چھوڑکر بھاگ گیا۔ صبحکو بادشاہ نے میان سے آدھی تلوار نکلی ہوئی دیکھی مگر وہ تحقیق نہ کرسکا کہ کس نے یہ کام کیا۔

اب پھر یہاں سے صحراے بے آب میں سفر کیا۔ چوتھے روز چار چاہ پر پہنچا جن میں سے تین چاہ میں پانی تھا اور ایک خشک تھا۔ بادشاہ نے ایک کنواں اپنے خرچ کے لئے رکھا دوسرا تردی بیگ کو اور تیسرا خالد بیگ کو دیا۔ کوئی ڈول پاس نہ تھا اسلئے اوس کی جگہہ دیگچی کنوے

صحرائے عظیم میں بادشاہ کا جانا

[illegible]

ہیں ڈالی۔ کنوے میں پانی چھ سو فیٹ نیچا تھا۔ جب اونٹ یا بیل رسی لیکر چلتا اور ڈول لب چاہ پر آتا تو ڈہول بجایا جاتا تو اونٹ ہکانے والا اونٹ کو ٹھیراتا تو ڈول باہر نکلتا جب پہلا ڈول باہر نکلا تو پانچ چار آدمی پیاس کے مارے ایسے دیوانے ہو رہے تھے کہ وہ اوس پر جا گرے جس سے رسی ٹوٹ گئی اور ڈول پھر کنوے میں جا پڑا۔ اِس سے بعض آدمیوں کو مایوسی ہوئی کہ وہ اپنی پیاس بجھانے کے لئے کنوے میں گر پڑے اور پیاس کے عذاب سے قیامت تک چھوٹ گئے۔ غرض پانی نے بڑے بڑے جوانمردوں کی آنکھوں سے پانی کا دریا رواں کرایا۔ کنوے سے بڑی محنت سے تو ایک ڈول نکلتا پھر اوس پر جھگڑا ایسا ہوتا کہ پانی فراغت سے کسی کو نہ ملتا۔ بادشاہ کی شاگرد پیشہ کی جماعت نے جن کے لئے ایک کنواں مقرر ہوا تھا بادشاہ سے جاکر یہ شکایت کی کہ تردی بیگ کے گھوڑے اور اونٹ تک پانی پیتے ہیں اور ہمکو پانی نہیں ملتا۔ بادشاہ اُس سے منع کریں نہیں ہم اُس سے لڑیں گے غایت یہ ہے کہ ہم مارے جائیں گے۔ اب بھی بن پانی مرے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے تردی بیگ سے اُسکی تُرکی زبان میں کہا کہ تم ایک ساعت پانی اپنے لئے نہ نکالو اوس نے یہ حکم مان لیا۔ غرض پانی کی حقیقت بیان نہیں ہو سکتی بہت سے آدمی پیاس کے مارے مر گئے ایک بوند پانی مرتے وقت تک بھی اونکے حلق میں نہ پہنچا۔

اِس وقت راجہ کا بیٹا سفید علم ہاتھ میں لئے نمودار ہوا۔ اوس نے بادشاہ پاس آدمی بھیجکر یہ عرض کیا کہ حضور اِس ملک میں دشمنوں کی طرح آئے اور گائے کشی کی جو ہندوؤں کے دہرم میں نہایت ممنوع ہے اگر حضور یہاں اطلاع کر کے آتے تو مہمانداری آپ کی راجہ کی طرف سے موافق اُس قاعدے کے ہوتی جو راجاؤں اور زمینداروں میں مروج ہے اگر چند روز قیام کا ارادہ یہاں ہو تو میں بیل اور ڈول بھیجکر حوض کو پر کردوں کہ بادشاہ کے لشکر کے آدمی اور مویشی اچھی طرح پانی پئیں۔ میرے ایلچیوں کو جو حضور نے بے قصور قید کر رکھا ہے خلاص فرمایئے۔ بادشاہ نے تردی بیگ کی سفارش سے اِن ایلچیوں کو چھوڑ دیا۔

[illegible] سے دوسرا پیغام آیا

بادشاہ جانتا تھا کہ یہاں کے آدمی بد ہیں اور آگے کی منزل میں ایک کنواں ہے اسلئے

اوس نے اپنے لشکر کے تین حصے کئے اور حکم دیا کہ ایک دن درمیان کوچ کریں تاکہ باری باری سے پانی سب کو میسر ہو۔ اول حصہ میں بادشاہ اور تردی بیگ اور ایشان تیمور سلطان تھا دوسرے حصہ میں منعم بیگ اور تیسرے حصہ میں شیخ علی تھا۔ مگر اس طرح جانے میں بھی بہت آدمی پیاس کی شدت کے مارے مرگئے۔ کہتے ہیں کہ ایک گروہ ان تین گردہونمیں سے دوپہر کو پانی کے تالاب پر پہنچا۔ گھوڑے اور اونٹ کئی دن کے پیاسے تھے وہ پانی کو دیکھ کر کب رک سکتے تھے وہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسقدر پانی پی گئے کہ پیٹ تن تن کر پھٹ گیا۔

اب بادشاہ امرکوٹ سے دس کوس کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں کے رانا کا استقبال کرنا مشتبہ تھا مصائب کی شدت نے چھوٹے بڑے کا ادب آداب کچھ باقی نہ رکھا تھا دلوں میں معمولی اخلاق کا بھی پاس نہ رہا تھا۔ روشن بیگ کا گھوڑا سفر سے ماندہ ہوگیا تو وہ بادشاہ کی حاملہ بیوی پاس گیا اور اپنا گھوڑا جو اوس نے مستعار دیا تھا مانگ لیا۔ جب بادشاہ کو اوسکی خبر ہوئی تو اوس نے اپنا گھوڑا اپنی بیوی پاس بھجوایا اور خود پیادہ پا چلا اور پھر آفتاب خانہ سے اونٹ منگاکر سوار ہوا۔ یوں وہ ایک کروہ چلا تھا کہ خالد بیگ نے خبر پاکر اپنا گھوڑا بادشاہ کو دیا۔ دسویں جمادی الاولی کو بادشاہ قلعہ امرکوٹ میں داخل ہوا سات سوار بادشاہ کے ساتھ تھے باقی ایک ایک دو دو تین تین کرکے فنا ہوئے۔ یہاں کے حاکم کا نام رانا پرشاد تھا۔ بہت سے اسباب ایسے جمع ہوئے تھے کہ یہ رانا بادشاہ کا خیرخواہ ہوگیا تھا وہ ہمایوں کے ساتھ اس بے سامانی کے عالم میں ایسی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آیا جیسا کہ کوئی بڑے بادشاہ کے ساتھ پیش آتا ہے جسوقت بادشاہ آیا اسی وقت استقبال کے لئے بھائی کو بھیجا اور اپنے نہ آنے کا یہ عذر کیا کہ آج ملازمت کے لئے مہورت مبارک نہ تھا کل حاضر ہونگا۔ دوسرے دن بادشاہ پاس آیا اور عرض کیا کہ میری ریاست چھوٹی سی ہے اس کی زمین بنجر ہے لیکن اس پاس دو ہزار سوار اپنی قوم سودھا کے ہیں اور پانچہزار سوار اسکے سیمچار دوستوں کے ہیں جنکو وہ جمع کرسکتا ہے یہ دونوں ملکر حضور کی خدمت کے لئے دل و جان سے حاضر ہیں۔ اس لشکر سے حضور ٹھٹے اور بھکر کے کل ملک کو فتح کرسکتے ہیں۔

بادشاہ نے اوسکی اس دولت خواہی کا شکریہ ادا کیا اور یہ کہا کہ اس مصیبت کے وقت میں میرے پاس روپیہ نہیں ہے کہ میں تمہارے دوستوں کے لشکر کو بلاؤں اور اوسکی تنخواہ ادا کروں۔ مگر مجھے امید ہے کہ میں لشکر کے لئے روپیہ جلد بہم پہنچا ؤنگا۔

بادشاہ کے مزاج کی بے پروائی اور زندہ دلی عجب طرح کی اس حکایت سے معلوم ہوتی ہے کہ اُس نے کپڑے اُتار کر دھونے کو دیے تھے اور حمام کے کپڑے پہنے بیٹھا تھا کہ ایک پرند اُڑتا ہوا خیمہ میں چلا آیا اُسے پکڑا اور قینچی سے اوسکے پر کترے اور مصوّر سے تصویر کھنچوائی اور اوسے چھوڑ دیا۔

بادشاہ نے جب اپنے پاس روپئے نہونے کا ذکر کیا تھا تو شاہ محمد خراسانی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ امیروں کے پاس روپیہ ہے اور اونہوں نے جہاں جہاں۔ روپیہ چھپا کر رکھا ہی وہ مجھے معلوم ہے۔ پس بادشاہ نے امیروں کو بلایا اور شاہ محمد کے ساتھ اپنے ملازم کئے کہ امیروں کے خیموں میں سے سارا اسباب قیمتی اور روپیہ تلاش کر کے میرے سامنے لائیں پکانے کی دیگ اور طبق کو وہیں چھوڑ آئیں حسب الحکم وہ گئے اور امیروں کے مال اور دولت اور لباس کے صندوقچوں کو تلاش کر کے بادشاہ کے روبرو لائے۔ ایک بڑھیا نے اپنا صندوقچہ بچانے کے واسطے حسین بورچی کو دیا تھا۔ مگر وہ آدمیوں نے پکڑ لیا۔ اس میں تین خشت زرسرخ اور بیالیس اشرفیاں اور زیور مرصع نکلا۔ بادشاہ نے کافور کو حکم دیا کہ حسین بورچی کی کانوں کی لوئیں کتر دے اوس نے بورچی کے سارے کان کتر کر بوچا بنا دیا۔ مگر بادشاہ نے پھر اوسکے کان جڑوا دیے۔ امیروں کا جو روپیہ اور اسباب جمع ہوا تھا اوس میں سے آدھا تو اونکے مالکوں کو دیدیا اور آدھا ملازموں اور شاگرد پیشہ میں تقسیم کر دیا۔ اور ریارچے جو جمع ہوئے تھے اون میں سے دو تہائی مالکوں کو دیدیے اور ایک تہائی حرم سرا میں بھیجے۔ غرض یوں امیروں کا دل دُکھا کر اور ایک حرکت جو شان شاہی سے بعید تھی کر کے خنجر یاتے مرصع اور کچھ روپیہ رانا کے بیٹوں پاس بھیجا۔ یہ واقعہ جوہر کے واقعات ہمایوں سے نقل کیا ہے مگر طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے۔ بادشاہ پاس جو خزانہ تھا وہ لشکریوں کو تقسیم کر دیا اور اوس نے تردی بیگ اور اور دل سے روپیہ کی مدد لیکر رانا اور اوسکے فرزندوں کو

بادشاہ کی امرکوٹ میں اقامت اور سندھ کے تازہ واقعات

نیکو خدمتی کے انعام میں دیا اور زرہ و کمر و خنجر سے سرافراز کیا - ابوالفضل نے اکبرنامہ میں لکھا ہے کہ تردی بیگ خاں اور ایک اور جماعت پاس بادشاہ کی بدولت بہت مال و منال و اسباب تھا مگر ایسی عسرت و مصیبت میں بادشاہ کی طلب کے باوجود وہ اون کے دینے میں دریغ کرتے تھے - بادشاہ نے باتفاق رائے امرکوٹ اون سے یہ مال لے لیا بادشاہ نے کمال مروت و فتوت ذاتی و غایت مہربانی و انصاف سے کچھہ اس مال میں سے مدد خرچ کے طور پر ملازموں میں تقسیم کردیا اور زیادہ تر مال اونہیں پست فطرتوں اور تنگ حوصلوں کو دیدیا - یہ بھی کیا وقت تھا امرائے عظام و امنائے کبار کو بادشاہ کے ساتھہ ادنی درجہ کا بھی اخلاص نہیں رہا تھا وہی مال جو بادشاہ کی عنایت سے حاصل ہوا تھا اوسکے دینے میں خست کرتے تھے - سات ہفتے کے قریب امرکوٹ میں ہمایوں رہا - اور اپنے درماندہ ملازموں کو تازہ دم کیا - رانا نے اپنے مقدور کے موافق اوس کی خدمت کی - بادشاہ نے اس عرصہ میں خوب سندھ کے تازہ حالات دریافت کئے پہلے ہم نے بیان کیا ہے کہ شاہ حسین مرزا نے بادشاہ کو ایسا مجبور کیا کہ اوسکو قلعہ سیہوان کا محاصرہ اوٹھانا پڑا - مگر وہ بادشاہ کو چلے جانے سے روک نہ سکا - جب تک اوس کو ہمایوں کا خوف رہا وہ یادگار ناصر مرزا کا دِل یوں بڑہاتا رہا کہ وہ ملک سندھ میں اُس کا جانشین ہوگا اوس کا داماد بنے گا اور اوسکو گجرات اور دہلی کے تخت پر بٹھائیگا - یادگار ناصر مرزا ان بہلاووں میں آن کر بادشاہ سے بالکل مخالف ہوگیا اور محرم کے وسط میں دریا پار ہو کر لشکر میں جو دریا کے دائیں کنارے پر ہے گیا اور بھکر کے قلعہ میں اپنی توپیں اور بندوقیں رکھوادیں - ہمایوں مجبور ہو کر ۲ محرم کو روڑی سے روانہ ہوا تھا - اور ۴ محرم کو شاہ حسین بھکر میں یہ تحقیق کر کے کہ بادشاہ اوچھ کو جاتا ہے آیا - یہاں اس ہوشیار اور تیز رائے نے اپنی آنکھوں سے ہر چیز کو اور ہر کارخانہ کو دیکھا - اوس نے سلطان محمود بکری کو اس پر تنبیہ کی کہ اوس نے دشمنوں کو کھلا کر غلہ برباد کیا - اس اشرف امیر کو تو وہ سزا دینی نہیں چاہتا تھا مگر اوس نے غلہ کے داروغہ محمود کو دروازہ پر سولی چڑہا دیا ان زمینداروں کی زندہ کھال اُتروائی جنھوں نے ہمایوں کو دریائے سندھ میں ڈوبی ہوئی کشتیاں بتائی تھیں اور یادگار ناصر مرزا نے اون کو بادشاہ سے

لیکر اوس پاس بھجوایا تھا۔ بادشاہ کے چلے جانے کے بعد اوس کے لشکر کے بہیر کے اور ہر قسم کے آدمی جو اوس کے ساتھ نہ جاسکے وہ سارے ملک میں مارے مارے پڑے پھرتے تھے۔

یادگار ناصر مرزا جو حاکم ٹھٹہ کے فریب و فسون میں آن کر بادشاہ سے منحرف ہوا تھا لوہری میں توقف کیا وہ بادشاہ کی روانگی کے بعد دو مہینے تک پڑا رہا۔ آخر کو اوس پر ظاہر ہوا کہ حاکم ٹھٹہ شاہ حسین مرزا کے حرف حکایت میں صدق و صفا نہ تھا اور مقدمات حیلہ پیوند اوس کے کذب و سفاہت پر مبنی ہیں۔ ناچار قندہار کو روانہ ہوا۔ جو ہر نے تو یہ لکھا کہ وہ ایسی رسوائی سے باہر نکالا گیا کہ اوس کے ہر آدمی سے ایک شاہرخی اور ہر گھوڑے پر پانچ شاہرخی اور ہر شتر پر سات شاہرخی حسین شاہ نے لیکر اونکا پنڈ چھوڑا ہر چند ہاشم بیگ نے جو یادگار ناصر مرزا کا دولت خواہ۔ راست گو اور ہوا پرست رضا جو تھا سمجھایا کہ بادشاہ کو چھوڑ کر مرزا کامران پاس جانا مصلحت نہیں ہے سوچ لینا چاہیے کہ دنیا جاے مکافات ہے یہہ امر ثابت ہی کہ جس شخص کا ادبار آتا ہے اوس کی عقل تیرہ ہو جاتی ہے اور اپنے ولی نعمت کے آزار کے درپے ہوتا ہے۔ خیر اندیشوں کی نصیحت کو باد ہوا سمجھکر کان میں نہیں لاتے دانشوروں کی سنجیدہ باتوں کو افسانہ افسوں جانتا ہے۔ وہ قندہار کی طرف متوجہ ہوا اور اوسوقت وہاں پہنچا کہ مرزا کامران نے مرزا ہندال کا قندہار میں قافیہ تنگ کر رکھا اور محاصرہ سے وہ تنگ ہو رہا تھا۔ یہاں سے وہ مرزا کامران کے ساتھ کابل گیا۔ مرزا کامران نے شاہ حسین حاکم ٹھٹہ کے پاس آدمی بھیجا کہ شہر بانو بیگم اور اوس کے بیٹے مرزا سنجر کو جو یادگار ناصر مرزا سے جدا ہو کر وہیں جدا رہ گئے ہیں بھیجدو۔ حاکم ٹھٹہ نے اُنکو اس جماعت کثیر کے ساتھ کہ بادشاہ سے جدا ہو کر اس کے ملک میں آوارہ پھر رہے تھے بآئین مناسب روانہ کیا۔ اُس سے یہ خطا ہوئی یا عمدًا اوس نے یہ کیا کہ اس قافلہ کو اس بیابان کی راہ سے اوس سے روانہ کیا کہ بے آب و علف تھا۔ ایک جماعت کثیر راہ میں تلف ہوئی۔ یہ قافلہ موضع شال میں پہنچا تو آدمیوں میں ایسی تپ پھیلی کہ شہر بانو بیگم نے انتقال کیا اور دو تین ہزار سرگردان آدمیوں میں سے تھوڑے زندہ سلامت رہے۔ شاہ حسین روڑی ربیع الثانی

یادگار ناصر مرزا کا قندھار جانا

تک رہا اور ہر چیز کو درست کیا قلعہ سیہوان جاکر اوسکی شکست و ریخت کی مرمت کرائی پھر سیسن میں گیا۔

جب بادشاہ امرکوٹ میں رہتا تھا تو وہ صلاح و مشورہ لیتا تھا کہ اب کیا تدبیر کرنی چاہیے۔ یہ معلوم ہوتا کہ رانا پرشاد کا عمل دخل اپنے ملک پر اچھی طرح سے نہیں رہا تھا ہجانی بیگ نے اوسکو بے دخل کر دیا تھا۔ اور شاہ حسین نے اوس کے باپ کو مارڈالا تھا اسلئے وہ اُس سے انتقام لینا چاہتا ہمایوں کی مدد سے وہ اپنے دونوں کام بنانے چاہتا تھا اسلئے اُس نے بادشاہ پاس یہ سامان جمع کر دیا تھا۔ اور بادشاہ کو یہ صلاح دیتا تھا کہ ملک ٹھٹھہ پر جو امرکوٹ سے سوکوس تھا حملہ کیجئے۔ اوّل جون پر پیشقدمی کیجیے۔ یہاں کے باشندے ارغون سے ناراض ہیں وہ بادشاہ سے آن ملیں گے۔ امرکوٹ ایک چھوٹا سا ضلع کم حاصل تھا بادشاہ کی اقامت دراز کے لئے مناسب نہ تھا اسلئے بادشاہ نے یہ ارادہ مصمم کیا کہ لشکر ونکو ساتھ لیکر جون کی طرف چلئے۔ راجہ نے بھی اپنے لشکر کو پہلی رجب کو امرکوٹ سے نکالا بادشاہ نے حمیدہ بیگم بانو اور اہل و عیال کو امرکوٹ میں چھوڑا اور بیگم کے بھائی خواجہ معظم کو گھر کا منتظم مقرر کیا۔ سہ روز بعد یعنی ۵ رجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء کو حمیدہ بیگم بانو کا وضع حمل ہوا۔ اور شاہزادہ اکبر پیدا ہوا جو آیندہ ہندوستان کا شہنشاہ اور اپنے خاندان کا سرتاج ہوا۔ بادشاہ امرکوٹ سے بارہ کوس پر ایک حوض پر مقیم تھا کہ تردی بیگ نے یہ مژدہ سنایا۔ بادشاہ اس مژدہ جان بخش سے ایک دل سے ہزار دل ہوا۔ خدا کی درگاہ میں شکر بجالایا جو نہارستان نامرادی میں گل مراد کھلاتا ہے اور ناکامی کی تہی دستی میں ہزاروں کام بناتا ہے اوس کے دل پر جو کلفت کے زخم تھے وہ اس مرہم سے اچھے ہوگئے۔ امرا مبارکبادی کے لئے جمع ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے آفتابچی جوہر کو حکم دیا کہ جو تیرے پاس میری امانت ہے اُسے لا۔ جوہر نے عرض کیا کہ میرے پاس حضور کی امانت دو سو شاہرخی اور دستانہ نقرہ اور ایک نافہ مشک تہا سو اون میں سے تو اوّل دو چیزیں حضور نے اُنکے مالکوں کو دلادیں۔ نافہ مشک موجود ہے۔ بادشاہ نے نافہ منگایا اور اوسکو توڑا اور چینی کی رکابی میں مشک کو نکال کر رکھا اور اوس کی چٹکی چٹکی امیروں میں تقسیم کر دی۔ یہ اشارہ

شاہزادہ اکبر کا پیدا ہونا

غیبی تھا مشک کی بو کی طرح اوس کی شمیم اقبال تمام جہاں میں پھیلے گی - اور جلال الدین محمد اکبر نام اوس کا رکھا -

بادشاہ نے اِس خوشخبری کو سنکر دن کو قیام کیا اور شام کو سفر کیا اوس کے ساتھ چغتائی خیر خواہ اور امر کوٹ کے رانا کے آدمی تھے - پانچ منزلوں میں بعد جون کے قریب بادشاہ پہنچا - رن کے شمال مغرب میں جاجکان کی مغربی سرحد پر ضلع جون واقع ہے - وہ دریاے سندھ کی ایک مشرقی شاخ کے قریب ہے اور یہ شاخ جنگل کو قطع کرتی ہوئی کچھ کی مغربی سرحد بنی ہے - اس ضلع میں بہت سے دریا کے شعبے چھوٹے چھوٹے بہتے ہیں - جن سے یہ ضلع بہت سے چھوٹے چھوٹے جزیروں اور قطعات میں تقسیم ہو گیا ہے اس زمانہ میں یہاں زراعت خوب ہوتی تھی اس میں انسان کی مایحتاج کی افراط تھی اس کے باغ بڑے پرفضا اور دلکشا تھے - یہ قصبہ کثرت حدایق و انہار و لطافت فواکہ و اثمار میں بلاد سندھ میں ممتاز تھا - جب اس سرزمین میں یہ خواص ہوں اور وہاں قدرتی ندی نالوں اور مصنوعی نہروں سے سیرابی و شادابی ہو اور باشندے بہادر ہوں تو وہاں کے باشندوں کو آزادی کی نعمتیں ایسی ہی حاصل رہیں جیسے کہ اوس کے ہمسایہ کے ملک جاجکان کے وحشی باشندوں کو حاصل تھیں -

جب ہمایوں اس مقام پر آیا تو جانی بیگ جس پاس پہلے امر کوٹ تھا اور راس بنوالح میں وہ مشہور قزاق تھا جون میں وہ بہت سواروں کے ساتھ موجود تھا - بادشاہ نے شیخ علی بیگ کے سوار پر اسنے تجربہ کار وفادار مغل اور رانا کے پانچسو سوارہا سوار آگے روانہ کئے اور پیچھے اونکی کمک کے لئے خود چلا شیخ علی خود بھی بہادر تھا اور بادشاہ کی کمک کا بھی سہارا لگا ہوا تھا - اوس نے آتے ہی دشمن کے لشکر پر حملہ کیا اور بادشاہ کے آنے سے پہلے اوسکو ہزیمت دیکر پراگندہ اور منتشر کر دیا - بادشاہ نے آتے ہی سارے اسیروں کے قتل کا حکم دیا - ان قیدیوں میں وہ زخمی مغل بھی تھا جسکو مرزا اقلی نے پیش کر کے ترکی زبان میں کہا کہ اس نے بادشاہ کو بہت گالیاں دی ہیں - بادشاہ نے کہا کہ اسے چھوڑ دو وہ اپنی سزا کو پہنچگیا - پھر بادشاہ میدان جنگ سے جون میں آیا اور ایک بڑے باغ

میں خیمہ لگایا اور اپنے لشکر کے گرد ایک گہری خندق کھودی - خاصہ ایک حصار متین اُسکے لشکر کے گرد تیار ہوگیا اور آس پاس کے تمام راجاؤں اور رئیسوں کو اوس نے بلایا سو دہائکے اور کچھہ سماچاوں کے رئیس اُس پاس آئے اور جام کے سرخیل جن کے پاس پہلے ملک بھکر تھا وہ بھی حاضر ہوئے اس طرح اِس پاس پندرہ سولہہ ہزار سواروں کی جمعیت ہوگئی - جون میں دو آدمی گرفتار ہوئے جن کا حال قابل لکھنے کے ہے - جب بادشاہ نے قلعہ سیہوان کا محاصرہ کیا تھا تو اس قلعہ میں ایک تفنگ انداز ایسا تھا کہ نشانہ بے خطا لگاتا تھا بادشاہ نے فرمایا تھا کہ مجھے اُمید ہے اُسے ایک دن گرفتار کرونگا اور بعض دفعہ یہ بھی ارشاد کیا تھا کہ جس چور نے میری تلوار آدھی میان سے نکالکر چھوڑدی وہ بھی میرے ہاتھہ آئیگا جب بادشاہ نے جون پر قبضہ کیا تو یہ دونوں آدمی ایک بوزہ فروش کی دُکان پر اپنی اپنی بہادریوں کی داستان بیان کررہے تھے کہ بادشاہ کے آدمیوں نے اونکی یہ باتیں سن لیں اور اون کو گرفتار کرکے بادشاہ کے روبرو لائے بادشاہ نے تفنگ انداز کو قتل کرنے کا حکم دیا - چور کو معاف کیا اور ایک تحفہ اوسکو دیا -

یہاں بادشاہ نے شعبان کے آخر میں امرکوٹ سے مریم مکانی اور شاہزادہ اکبر کو بلایا ۳۵ دن بعد روز ولادت سے اپنے نور چشم کو دیکھکر آنکھوں کو روشن کیا -

جس وقت شاہ حسین نے سنا کہ چھہ مہینے بھی نہیں گذرے کہ ہمایوں اِس کے ملک کی ایک جانب سے نکلا تھا - اب وہ دوسری جانب میں آگیا تو اوس نے جانا کہ خطرناک بلا نازل ہونیوالی ہے وہ ایک سپاہ جرار کے ساتھہ دریا کی اس شاخ پر کہ جون کے قریب تھی چار کوس پر مقابل کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا -

اس مقام میں دونوں لشکروں میں روز چھیڑ چھاڑ اور لڑائی ہوتی تھی مگر یہ مقابلہ برابر کا نہ تھا - مرزا شاہ حسین کا ملک تھا اوس کے پاس سارے مخازن ملک موجود تھے جو نقصان ہوتا اوس کو وہ پورا کرلیتا - مگر بادشاہ کے خیرخواہوں میں سے جن پر اوس کی ساری قوت کا مدار تھا - کوئی ایک مارا جاتا تو اوس کا عوض اوس کو میسر نہیں ہوتا تھا - مرزا نے اپنی قوت پر مکر و حیلہ کا اور اضافہ کیا اوس نے بادشاہ سے اوس کے دوستوں کو جدا کیا

کمک کے لئے آ گئے تھے جدا کرنا چاہا - اوس نے پوشیدہ ایک ایلچی سراپا و کمر و خنجر و تحائف دیگر رانا پاس بھیجا کہ بادشاہ کی دولتخواہی چھوڑ دو اور ہمارے خیر خواہ بنو - رانا اس سراپا کو بادشاہ پاس لے گیا - بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک کتے کو یہ سراپا پہنا کر اور اوسکی کمر میں خنجر و پٹکا لگا کر بھیجدو جس سے اوس کی کمال حقارت ہو - چنانچہ یہی ہوا تو حسین شاہ دلمیں بہت جلا اور شرمندہ ہوا -

مسلمانوں کی اس عادت نے کہ وہ ہندوں کو ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھتے تھے شاہ حسین کا کام بنا دیا -

خواجہ غازی نے امر کوٹ کے رانا سے ایسی نامناسب گفتگو کی کہ وہ ناراض ہو کر معہ لشکر بادشاہ کے پاس سے چلا گیا - اور اوس نے کہا کہ مغلوں کے ساتھ رفاقت کرنی عبث ہے - اوسکے جاتے ہی اور رئیس بھی چلے گئے - ہر چند بادشاہ نے دلاسے اونکو دیے مگر کچھ اثر نہوا اور وہ اس پاس نہ ٹھیرے - اب بادشاہ پاس وہی اوسکے قدیمی خیر خواہ رفیق رہ گئے جو تعداد میں تھوڑے تھے مگر بہادری میں بڑے تھے - ان میں سے بھی شاہ حسین پاس منعم بیگ بھاگ گیا - اور اوس سے جا کر کہا کہ بادشاہ میدان میں بے پناہ پڑا ہے - یہ خبر بادشاہ کو ہو گئی اوس نے حکم دیا کہ حصار قلعہ بنایا جاوے اور اوس کے گرد خندق کھودی جاوے خود عصا ہاتھ میں لیکر ہر گروہ کو بتا دیا کہ وہ یہاں کام کرے - تین روز میں قلعہ تیار ہو گیا - جب شاہ حسین چڑھ کر آیا تو اوس نے یہ قلعہ دیکھا اور منعم بیگ سے کہا کہ تو نے مجھ سے خلاف بیانی کی - شاہ حسین نے ہر چند قلعہ کی فتح میں کوشش کی مگر ناکام رہا - بادشاہ کی طرف بھی نقصان ہوا محمود گرد باز مارا گیا -

رفقا سے بادشاہ کا جدا ہونا اور شاہ حسین کا حملہ

بادشاہ کا دل سرد ہو رہا تھا کہ اس حال میں ۷ محرم ۹۵۰ھ کو حدود گجرات سے بیرام خاں اکیلا بادشاہ کے پاس آیا اور بادشاہ کی خاطر افسردہ کو شگفتہ کیا - عجیب بات یہ ہے - کہ جب بیرام خاں لشکر گاہ میں آیا تو اوّل گذر اوس کا جنگ گاہ پر ہوا - پہلے اس سے کہ وہ بادشاہ کی خدمت میں آتے اور لوگ اوسکو جانیں اوسنے مردانہ کارزار شروع کی - اور بادشاہ کی سپاہ اوس کی بہادری کو دیکھکر متحیر ہو گئی اور اوس سے نے جانا کہ وہ جنود غیبی سے

بیرام خاں کا بادشاہ پاس آنا

ہے اور جب یہ معلوم ہوا کہ وہ بیرام خاں ہے تو اہل مصاف نے خوشی کا نعرہ مارا اور بادشاہ اوس کے آنے سے نہایت خوش ہوا اور اوس تقریب سے چند روز یہاں توقف ہوا۔

بیرام خاں ترک تھا۔ بدخشاں میں پیدا ہوا بلخ میں تعلیم پائی۔ سولہ برس کی عمر میں ہمایوں کی سپاہ میں داخل ہوا۔ قنوج کی لڑائی میں شریک ہوا۔ جب شکست ہوئی تو سنبھل کیطرف راجہ متر سین پاس جو اس سرزمین کے معتبر زمینداروں میں سے تھا چلا گیا۔ مدتوں اوسکی حمایت میں رہا۔ جب یہ خبر شیر شاہ کو ہوئی تو آدمی بھیجکر اوس کو بلا بھیجا۔ راجہ نے مجبور ہوکر اوسے بھیجدیا۔ مالوہ کی راہ میں شیر شاہ کی خدمت میں وہ پیش ہوا۔ شیر شاہ نے بھی اوسکی تعظیم دی اور دیر تک اوس سے دلفریب باتیں کرتا رہا۔ باتوں باتوں میں یہ بھی فرمایا کہ ہر کہ اخلاص دارد خطا نمیکند۔ بیرام خاں نے اوس کی تصدیق کی۔ اور کہا کہ ہر کہ اخلاص دارد خطا نخواہد کرد۔ برہان پور کے پاس سے یہ اور ابوالقاسم حاکم گوالیار نہایت بیقرار ہوکر شیر شاہ کے لشکر سے گجرات کی طرف فرار ہوئے۔ راہ میں گجرات سے شیر شاہ کا ایلچی آتا تھا۔ اوس کو جب یہ خبر ہوئی کہ تو اوس نے ابوالقاسم کو کہ جسم و صورت میں نمود رکھتا تھا پکڑ لیا۔ اوس کو بیرام خاں سمجھا۔ اب بیرام خاں کی نیک ذاتی اور جوانمردی دیکھیے کہ خود اوس نے جاکر مبالغہ سے کہا کہ میں بیرام خاں ہوں اور یہ ابوالقاسم ہے۔ ابوالقاسم کی مردمی دیکھیے کہ خود اوس نے کہا کہ میں بیرام خاں ہوں اور یہ میرا ملازم ہے وہ مجہپر اپنی جان فدا کرنی چاہتا ہے غرض معاملہ تھا کہ مصرع

مرا بگذارو دستِ یارِ من گیر۔ مگر وجاہت صورت نے ابوالقاسم کو گرفتار کرایا۔ وہ شیر شاہ کے روبرو آیا۔ ناشناسی سے اوس نے اس معدن مروت کو شہادت کے درجہ پر پہنچایا شیر شاہ بار بار یہ کہا کرتا تھا کہ جس مجلس میں بیرام خاں نے یہ کہا تھا کہ ہر کہ اخلاص دارد خطا نمی کند۔ میں جب ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ ہمارے ساتھ اخلاص نہیں کرے گا۔ اب بیرام خاں گجرات میں سلطان محمود پاس جو اسوقت یہاں بادشاہ تھا پہنچا اوس نے بہت منت سماجت کی کہ آپ یہیں رہیے مگر اوسکو ہمایوں کی کدایسی لو لگی ہوئی تھی کہ وہ یہاں کب رہتا تھا سفر حجاز کے لیے رخصت لیکر بندر سورت میں آیا۔ یہاں سے ملک مارواڑ میں گیا

احوال بیرام خاں خانخاناں

بادشاہ کے لشکر میں پھر غلہ کی تنگی کا ہونا۔ اوسکی بہم رسانی کے لئے لشکر بھیجنا اور اوس کا تباہ ہونا۔

وہاں سے اپنے بادشاہ کی خدمت میں جون میں آپہنچا۔

بادشاہ کے لشکر میں روز بروز غلہ کی تنگی زیادہ ہوتی جاتی تھی گو اوس کے لشکر کا مقام ایسا تھا کہ دشمن اوس پر حملہ نہیں کرسکتا تھا مگر اوس کی رسد کو چاروں طرف سے بند کرسکتا تھا یہ مشکل جب تک نہ پڑی کہ صحرائی قومیں اوس کی دوست تھیں مگر جب وہ اوسکو چھوڑکر چلی گئیں تو وہ اپنے بہت سے ملازموں کو بہت دور دور بھیجتا تو وہ لشکر کے مایحتاج کو بہم کرکے لشکر میں پہنچاتے۔ جتنے ذخیرے غلہ وغیرہ کے پاس تھے وہ سب خالی ہوگئے اِس ضرورت کے سبب سے یہ سُنکر کہ ایک قلعہ تھاری ہے جس میں غلہ اور ضروری سامان بہت ہے اور وہ آسانی سے فتح ہوسکتا ہے شیخ علی بیگ جلائر کو یہ خدمت سپرد ہوئی۔ اِس افسر کو اِس کام میں ایسی کامیابی ہوئی کہ اوس نے بادشاہ کے لشکر میں بہت رسد بھیجی۔ لیکن جب شاہ حسین کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے اپنے سپہ سالاروں میں سے عیسیٰ ترکمان کو حکم دیا کہ وہ جاکر بادشاہ کے اس لشکر پر حملہ کرے اور بادشاہ کے لشکرگاہ تک رسد نہ پہنچنے دے۔ مگر اس سپہ سالار نے اِس کام میں ساہلت کی تو اوس نے سلطان محمود بکری (بکھری) کو یہ خدمت حوالہ کی سلطان محمود پر اب تک مرزا کی نظر نامہربانی چلی جاتی تھی۔ اِس سبب سے وہ ذلیل حالت میں رہتا تھا اوس نے اِس خدمت کی بجاآوری میں کمرہمت ایسی چست کی کہ مرزا اوس پر مہربان ہوجائے اور گئی ہوئی عزت پھر حاصل ہوجائے اس طرف سے بادشاہ کی توجہ ہٹانے کے لئے خود بادشاہ پر بہت سپاہ لیکر بحر بری طرف سے ہر روز چھیڑ چھاڑ پہلے سے زیادہ شروع کی۔ بادشاہ کو جب یہ خبر ہوئی کہ شیخ علی کی سپاہ پر حملہ کرنے کے لئے شاہ حسین نے سپاہ بھیجی ہے تو اوس نے ایشان تیمور سلطان کو حکم دیا کہ وہ شیخ علی کی کمک کرے۔ مگر شیخ علی کو اوس کا آنا ناگوارا ہوا۔ دونوں افسروں میں ناحق جھگڑا کھڑا ہوا۔ ہمایوں اپنے مورچوں میں چاروں طرف سے گھر جانے سے بڑے بڑے تنگ آگیا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ اِن مورچوں کی جنگ محفوظ سے کوئی کام نہیں نکلنے کا بہتر ہے کہ باہر نکلکر ایک جنگ عظیم کیجئے۔ اِس عرصہ میں شاہ حسین تین چار دفعہ بادشاہ سے لڑائی کے لئے پیشقدمی کرچکا تھا۔ بادشاہ کا ارادہ تھا کہ اب کی دفعہ وہ لڑنے آئے تو میں مورچوں سے

باہر نکلکر اوس پر حملہ کرونگا - اِس نیت پر فاتحہ پڑھی اور جن آدمیوں پاس بڑے گھوڑے
تھے اونکو اچھے گھوڑے دیے - یہ قرار پایا تہا کہ کل لڑائی ہوگی - رمضان کا مہینا تھا افطار روزہ
پر ایک پہر گذرا تھا کہ ایک شخص دریا کے کنارے پر سے آیا اوس نے کہا کہ ایک آدمی کشتی
مانگتا ہے - بادشاہ نے اُس آدمی کا نام پچھوایا جب معلوم ہوا کہ وہ ایشان تیمور ہے تو بادشاہ
نے فرمایا خدا خیر کرے - کشتی میں ایشان تیمور بادشاہ پاس آیا اُس نے شیخ علی کے مرنے
کا اور اپنی شکست پانے کا حال سُنایا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمود نے اپنے آس
پاس کی قوموں کو جمع کرکے اپنا موقعہ دیکھ کر صبح کے وقت بادشاہ کی سپاہ شیخ علی پر حملہ
کیا - قودمی بیگ نے جو ایشان تیمور کی طرف سے کام کرتا تھا - جنگ میں ساہلت کی شیخ علی
نے ثابت قدم رہ کر عرصہ رزم میں جو شیر مردوں کے لئے نشاط بزم ہوتی ہے شگفتہ روئی
کے ساتھ شربت شہادت پیا طرفین سے جانوں کا زیان ہوا - مگر ہمایوں کیطرف زیادہ نقصان ہوا
بادشاہ اپنے اِس مخلص کے واقعہ سے نہایت خستہ دل ہوا جس صبحکو بادشاہ کا ارادہ لڑنیکا تہا اوسکی رات میں ایسا
بیقرار رہا کہ بیان نہیں ہو سکتا - شاہ حسین مرزا لشکر اپنا مسلح و تیار کرکے لڑائی کے لئے سوار
ہونے کو تھا کہ محمد حسین نے بادشاہ کے لشکر سے بھاگ کر اوسکو خبر دی کہ شیخ علی بیگ مارا
گیا ایشان تیمور نے ہزیمت پائی - بادشاہ کا ارادہ ہے کہ آج قلعہ سے باہر ہو کر میدان میں
تجھ سے لڑے تو کہاں لڑنے کو جاتا ہے - بادشاہ بڑی جرأت سے لڑیگا تو اوسکے سامنے
نہیں ٹھیر سکیگا بہتر ہے کہ صلح کرلے - شاہ حسین نے بھی سوچا کہ جب آدمی مایوس ہوتا ہے تو
جان لڑا کر لڑتا ہے - بادشاہ آخر کو صلح کرلیگا - اِس لئے وہ تین روز تک بادشاہ سے
لڑنے کے لئے اپنے دستور کے موافق نہیں نکلا - چند روز بعد شاہ حسین نے بابر قلی اپنے
معتمد افسر کو بادشاہ پاس بھیجا - بادشاہ کا قدمبوس وہ ہوا قند و میوہ نذر کیا - شاہ حسین
کی طرف سے عرض کیا کہ وہ شرمندگی کے مارے حضور میں نہیں حاضر ہوا - اوسکی تقصیرات
عذر خواہی کی - بادشاہ نے بابر قلی کو رخصت کیا اور کہا کہ اب میں ملک سندھ سے کوچ
کرکے قندہار کو جاتا ہوں - غرض اِن دونوں میں مصالحت اِن شرائط پر ہوگئی کہ بادشاہ
تو شاہ حسین کے ملک کو بالکل چھوڑ دے اور شاہ حسین بادشاہ کو تیس کشتیاں اور

ایک لاکھ مثقال نقد اور دو ہزار خروار غلہ اور تین سو اونٹ موضع رونائی میں حوالہ کرے تاکہ بادشاہ دریائے سندھ سے پار ہو کر قندہار کی راہ پر چلا جائے۔ جبکہ طرفین سے یہ شرائط منظور ہوگئیں تو شاہ حسین نے دریا پر کشتیوں کا پل باندھ دیا تاکہ وہ جون میں اس دریا کے بازو پر سے گذر جائے ۷ ربیع الاول سنہ ۹۵۰ھ مطابق ۱۰ جولائی سنہ ۱۵۴۳ع دو روز میں معہ اپنے لشکر کے دریا پار اتر گیا۔ عہد و پیمان کی شرائط کا ایفا طرفین سے ہوگیا۔ غلہ اور مویشی موضع رونائی میں دیا گیا۔ یہاں سے لشکر سیوان میں گیا۔ یہاں سندھ سے باہر جانے کے لئے تیاری کی ملک سندھ میں اور اوس کی نواح میں بادشاہ ڈھائی برس تک رہا۔

افغانستان کی حالت

جب بادشاہ کو بالکل مایوسی ہوئی کہ وہ ملک سندھ سے لشکر جمع کرکے دوبارہ ہندوستان میں نہیں جاسکتا تو قندہار کی طرف جانے کا ارادہ کیا جو اوس کے بھائی مرزا کامران کی سلطنت میں تھا اسوقت افغانستان کا حال یہ تھا کہ مرزا کامران بھائی کو چھوڑ کر اور پنجاب شیر شاہ کو حوالہ کرکے خوشاب میں گیا۔ کابل میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلایا جس سے اوس نے بھائی کی سلطنت برائے نام بھی نہ رکھی۔ مرزا عسکری اوسکا بھائی کابل اسکے ساتھ گیا تھا غزنی اور اوسکی حدود کی حکمرانی اوسکو حوالہ کی۔ قندہار میں قراچہ بیگ حاکم تھا۔

شاہ حسین حاکم سندھ نے مرزا کامران کی اطاعت اختیار کرلی تھی۔ مرزا اوس سے چاہتا تھا کہ اتحاد و وداد کا پیوند استوار ہوجائے۔ اسلئے امیر اسد دوست کو کہ فضلاء عصر میں تھا اور مرزا کی وکالت اوسکے سپرد تھی اور شیخ عبدالوہاب کو کہ شیخ پوران کی اولاد میں سے تھا مرزا کامران نے شاہ حسین بیگ ارغون پاس بھیجا۔ جب بادشاہ سندھ سے پار اتر کر قندہار کو جاتا تھا تو اوس نے سیوان کے قریب آن کر سنا کہ یہ ایلچی اوس سے دور نہیں۔ ان ایلچیوں نے یہ سنکر کہ بادشاہ قریب ہے وہ سیوان میں متحصن ہوئے بادشاہ نے امیر اسد دوست کو فرمان لکھا کہ وہ حاضر ہو۔ مگر اوس نے یہ عذر لکھا کہ اہل قلعہ مجھے چھوڑتے نہیں اسلئے نہیں آسکتا۔

یہوان سے بادشاہ کوچ کرکے دو شب درمیان فتحپور گنداوہ میں پہونچا۔ بادشاہ کو رہبر شاہ حسین نے دیے تھے جو اوسکے اشارہ سے یہ نہیں چاہتے تھے کہ بادشاہ اس ملک سے واقف ہو اسلئے وہ شیریں چاہ و چشمے نہ بتلاتے اور بادشاہ کے لشکر کو پیاسا رکھتے یا کھاری پانی پلاتے۔ بادشاہ یہاں سے دو شب درمیان سفر کرکے شیریں و تلخ چشموں پر گذرا۔ جب اوس نے پوچھا کہ چشمہ شیریں کونسا ہے تو رہبروں نے جواب دیا کہ چشمہ شیریں تو سات کوس بادشاہ پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ بادشاہ نے لشکر کو تو چشمہ تلخ پر چھوڑا اور خود تھوڑے آدمیوں سے چشمہ شیریں پر آیا اور خود پانی پیا اور آدمیوں کے لئے پانی بھرا اور لشکر کو مراجعت کی۔ اور یہاں قیام کیا اور پھر عصر کے وقت کوچ کیا۔ یہ ایک اور مصیبت تھی کہ راہ میں تمام قزاق پھیلے ہوئے تھے۔ اکثر وہ بلوچی تھے جو ہمیشہ یہی کام کیا کرتے تھے کہ وہ تنہا یا گروہ باندھکر مسافروں کو لوٹا کرتے تھے۔ جوہر لکھتا ہے کہ آفتاب خانہ کا شتر تھک گیا تھا اسلئے وہ لشکر سے پیچھے رہ گیا تھا۔ آگے چل نہیں سکتا تھا۔ قزاقوں نے اوسپر حملہ کیا۔ جوہر کو زخمی کیا اور شلیتہ میں سے سارا اسباب وہ لے گئے۔ یہاں سے کوچ ایسے دشت میں ہوا کہ جس کی زمین کی تاثیر یہ تھی کہ موسم گرما میں اس میں وہ لوئیں چلتی تھیں کہ آدمی کے اعضا کا بھرتہ بناتی تھیں اور جاڑے سے ایسی سرد ہوائیں چلتی تھیں کہ اگر آگ پر سے پتیلی اتار کر شوربہ کی رکابی میں نکالئے تو وہ یخ بنجاتا تھا۔ بڑے بڑے آدمیوں پاس ایسے کپڑے نہ تھے کہ وہ اس سردی سے بچتے۔ اس کی یہ مثال ہے کہ بادشاہ پاس ایک پوستین تھا۔ اوسکو ادھڑوا کر پوستین تو بیرام خاں کو دیا کہ وہ سردی کھاتا تھا اور استر اسکا ایک اور ملازم کو عنایت کیا۔ سفر کی نہایت مصائب اوٹھا کر وہ درۂ بولان سے گذر گیا اور اور ضلع شال مستنگ میں پہونچا جو بلوچستان کی شمالی سرحد ہے اور قندھار سے تین فرسخ اور اوسکے تابع ہے۔

اب یہاں ایک مشکل پر دوسری اور مشکل پیش آئی کہ جلال الدین بیگ کہ اعیان مرزا کامران میں تھا ان حدود میں جاگیر رکھتا تھا اوس نے اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے وہ بادشاہ کے دو ملازموں کو جو ایک چشمہ پر پہلے بھیجے گئے دستگیر کرکے لے گئے۔ ان میں

سے ایک آدمی نے فرصت پاکر ان جاسوسوں کے ہاتھ سے خلاصی پائی اور ان بداندیشوں
کی حقیقت کچھ قرائن احوال سے کچھ اس جماعت کی گفتگو سے دریافت کرکے بادشاہ کو آنکر
سنائی بادشاہ نے جانا کہ بھائیوں کو میرا آنا معلوم ہے اور وہ اپنی عداوت سے باز نہیں
رہیں گے اسلئے اوس نے قندہار کے جانے کا ارادہ موقوف کیا اور مستنگ کی طرف باگ
موڑی - بادشاہ سے بعض آدمیوں نے قندہار جانے کی رخصت طلب کی جن میں پائندہ محمد
دیسی بھی تھا اُسکے ہاتھ بھائی کو اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر بھیجا جس کا عنوان یہ تھا کہ برادر
کم مہرب ارادت معلوم کرے میں نے نصائح و مواعظ کی تھیں مگر گوش حق شنو اور دل
دانائے درست فہم اُس پاس کہاں تھا کہ ان نصائح کا اثر ہوتا - ان نصایح سے پہلے سے زیادہ
اور عداوت پر مستعد ہوا -

جب ہمایوں سندھ چھوڑ کر قندہار جانے کو تھا تو شاہ حسین نے اپنے کاموں کی خوش
اسلوبی کے لئے مرزا کامران پاس آدمی بھیجکر ہمایوں کے حال سے مطلع کیا تھا تو مرزا کامراں نے
مرزا عسکری کو لکھا کہ شہر کو استحکام دے اور جس طرح بن سکے ہمایوں کو گرفتار کرے عسکری
نے شہر کو درست کیا - اور بادشاہ کی گرفتاری کو چلا - قاسم حسین سلطان و مہدی قاسم خاں
اور ایک اور جماعت ملازموں نے مرزا عسکری کو جانے سے منع کیا کہ کہیں ایسا نہو کہ بادشاہ
مضطر ہوکر فرط ضرورت کے سبب سے عراق کی طرف متوجہ ہو کہ جس سے حوادث عظیم رونما
ہوں - ابوالخیر اور ایک اور جماعت نے یہ شرارت کی کہ مرزا عسکری کو جانے کی صلاح دی
وہ دوسرے روز صبحکو مستنگ کی جانب سے روانہ ہوا ایک دو کوس چلا تھا کہ اوس نے
آدمیوں سے پوچھا کہ کوئی اس راہ کو بھی جانتا ہے - قاسم حسین سلطان کا نوکر جے بہادر
اوزبک تھا جو اب مرزا عسکری کا نوکر ہوا تھا - اوس نے کہا کہ میں اس راہ کو خوب جانتا
ہوں بار بار آیا گیا ہوں - مرزا نے اوس سے کہا کہ تو سچ کہتا ہے - تو ان حدود میں جاگیردار
رہا ہے - مرزا نے اوسکو حکم دیا کہ آگے چلکر راہ کی خبر لا - اوس نے کہا کہ میرا یابو کم رو ہے
مرزا نے ترسوں برلاس کو اشارہ کیا کہ اپنا تیز رو اور چالاک گھوڑا اوسکو دیدے - برلاس
کو یہ حکم ناگوار ہوا تو مرزا نے اوس پر تشدد کیا تب گھوڑا اوسے دیا - چونکہ بہادر یا جے بہادر

ہندوستان میں پہلے بادشاہ کا ملازم رہ چکا تھا وہ تیز رو گھوڑے پر سوار ہوا اور درہ
پنکہ تک اوس کو قدم بقدم چلایا۔ مگر جب لوگوں کی نگاہ سے غائب ہوا تو گھوڑے کو سرپٹ
دوڑا کر بادشاہ کے لشکرگاہ میں بیرام خاں کے خیمہ پر پہنچا۔ اور اوسکو حقیقت حال پر مطلع کیا
کہ سر پر بلا آنے والی ہے۔ بیرم خاں بے تامل اوسکو ساتھ لیکر بادشاہ کے سراپردہ کے پاس
آیا اور قنات یا پردہ کے پیچھے سے اوس نے بادشاہ سے کہا کہ حق ناشناس یہ عزم نادرست
کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے تردی بیگ اور امیروں پاس آدمی بھیجے کہ سوار وہ بھیجیں مگر ان
تنگ چشم امیروں نے بادشاہ کے کہنے کو نمانا تو اوس نے یہ ارادہ کیا کہ خود سوار ہو کر
مخالفوں کی تادیب کرے اور اونکے کردار کی سزا دے مگر بیرام خاں نے عرض کیا کہ
وقت تنگ ہے توقف کی فرصت نہیں سوا اسکے عسکری پاس لشکر بہت ہے۔ یہاں سے
چلے جانے میں سلامتی ہے۔ بادشاہ نے غصہ سے فرمایا کہ قندھار اور کابل پر میرا اور میرے
نالائق بھائیوں کا جھگڑا رہتا ہے وہ یہ کہہ کر اپنے مخلصان جان سپار کو جو تھوڑے سے ساتھ
تھے لیکر جنگل میں چلا گیا اور حجاز کا قصد عراق کی راہ سے کیا۔ خواجہ معظم ندیم کوکلتاش و میر
غزنوی و خواجہ عنبر کو حکم دیا کہ جس طرح ہو سکے وہ مریم مکانی کو یہاں سے لے آئیں۔ ان سعادتمندوں
نے اس کام کو جلد کر دیا۔ شاہزادہ اکبر کی عمر ایکسال کی تھی وہ صحرا نوردی کا تعب
متحمل ہوتا اسلئے اس کو یہیں نوکروں کی حفاظت میں چھوڑا۔ اور حمیدہ بیگم کو گھوڑے پر
بٹھایا اسوقت ہمایوں کے ساتھ چالیس آدمی تھے جن میں سے بائیس امیر اور دو عورتیں
تھیں باقی سب کو معہ خیموں اور پرتل کے یہیں چھوڑ دیا۔

جوہر نے اپنے واقعات ہمایونی میں اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ شال مستنگ
میں پہنچنے سے ایک رات پہلے بادشاہ ایک باغ میں پہنچا تو ایک شخص نے اوسکو سلام کر کے
پوچھا کہ حضور کو مرزا عسکری کی بھی کچھ خبر ہے بادشاہ نے فرمایا کہ مجھے کچھ خبر نہیں اگر تجھکو
کوئی خبر معلوم ہے تو میں اوسکو سنکر خوش ہونگا۔ اوس نے کہا کہ میں خلوت میں کچھ عرض
کرنا چاہتا ہوں۔ سوا جوہر کے جو ایک لڑکا تھا بادشاہ نے سب نوکر علیحدہ کر دیئے تو اوسنے
کہا کہ میرا بیٹا مرزا عسکری کا نوکر ہے وہ اوسکو کوہستان میں پکڑ کر جو یہاں سے پانچ

کوس پر ہے چھوڑ کر ابھی اکیلا آیا ہے وہ کہتا ہے کہ دوپہر سے پہلے مرزا عسکری حضور
کو گرفتار کرنے آئیگا۔ اس خبر کو سن کر بادشاہ باغ سے اٹھ کر لشکرگاہ میں آگیا۔ بادشاہ
نے روزہ افطار کیا اور سحری کو آش کھائی۔ صبح کی نماز پڑھی درازی سفر سے تھک رہا تھا
وہ لیٹتے ہی سو گیا۔ اسکے ملازم ادھر ادھر اپنے کاموں میں لگ گئے۔ دوپہر کو جنگلوں میں
سے ایک شخص سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا لشکرگاہ میں آیا اور بادشاہ کو پوچھا۔ وہ نہایت
ہی بیقرار تھا۔ ملازم نے کہا کہ گھوڑا یہیں چھوڑ دو اور اندر جاؤ۔ مگر اوس نے گھوڑا نہ چھوڑا مگر
اوس کی باگ کو ہاتھ مروڑ کے خیمہ میں داخل ہوا۔ بادشاہ سوتا تھا اوسکو جگایا تو اوس نے
پوچھا کہ کچھ پیغام لایا ہے اُس نے کہا کہ نہیں بعد اوس کے اوس نے کہا کہ مرزا عسکری حضور
کے دشمنوں کو آزار دینے کے لئے آتا ہے بادشاہ نے اوس کا نام پوچھا اوس نے چولی بہادر اوزبک
فرستادہ قاسم حسین سلطان بتایا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ سچ کہتا ہے اوس نے بیرام خاں کو بلاکر
پوچھا کہ کیا کرنا چاہئے اوس نے کہا کہ یہاں سے چلا جانا مصلحت ہے بادشاہ نے کہا کہ
جنگ کرنا چاہئے۔ بیرام خاں نے کہا کہ ہم تھوڑے ہیں دشمن بہت ہیں بہتر یہی ہوگا کہ یہاں
سے باہر چلے جائیں۔

مرزا عسکری نے میر ابوالحسن صدر کو آگے بھیجا کہ بادشاہ کا قصد آگے جانے کا ہو تو
اُس سے ایسی باتیں بنائے کہ وہ نہ جائے بادشاہ جس وقت سوار ہوتا تھا اوس وقت میر
صاحب آئے اور چاہا کہ مرزا عسکری کی طرف سے چند پیغام پہنچائے جس سے توقف ہو مگر
بادشاہ نے اوس کی واہی باتیں نہ سنیں اور آگے چلا گیا۔ مرزا عسکری کچھ دیر کے بعد آیا
شاہ ولد۔ ابوالخیر ایک جماعت کثیر کو متعین کیا کہ لشکر کی محافظت کرے اور کسی شخص کو لشکر
سے باہر نہ جانے دے۔ مرزا کو جب یہ معلوم ہوا کہ چولی بہادر نے بادشاہ کو اوس کے
آنے سے مطلع کر دیا اور بادشاہ جنگل کو نکل گیا تو بہت افسوس ہوا۔ میر غزنوی جو شاہزادہ
اکبر کا محافظ تھا جب مرزا عسکری پاس آیا تو اوس نے کہا میں فقط اپنے بھائی سے ملنے کو
اور سب طرح کی خدمت کرنے کو آیا تھا وہ کسواسطے بھاگ گیا شاید کچھ اور بات سمجھا پھر
اوس سے پوچھا کہ مرزا اکبر کہاں ہے۔ میر غزنوی نے کہا کہ خیمہ میں۔ تو مرزا عسکری نے حکم

دیا کہ رکاب خانہ سے ایک اونٹ میوہ کا مرزا کے لیے بھیجا جاوے۔ میں بھی آتا ہوں۔ شام
کو بادشاہی خیموں کو اور اون کے اندر کی چیزوں کو اوس نے دیکھا اور لکھوایا۔ اس اسباب
میں ایک صندوق تھا جس میں رنگ برنگ کے پتھر بھرے ہوئے تھے اوسکو خام طبعی سے
زر جانکر کھلوایا تو پتھر نکلے اس سے دلگیر ہوا۔ دوسرے روز پہر دن چڑھے نقارہ بجوا کر بادشاہ
کے خیمے میں آیا اور تمام چھوٹے بڑے آدمیوں کو گرفتار کیا تردی بیگ کو شاہ ولی کے
سپرد کیا اور سب بیوفا آدمیوں کو اپنے آدمیوں کی حوالات میں دیا۔ کچھ آدمیوں کو شکنجہ
میں کھینچکر ہلاک کیا اور تردی بیگ سے کل روپیہ چھین لیا۔ میر غزنوی اور ماہم آغا (انگہ)
مرزا اکبر کو مرزا عسکری کے روبرو لائے اوس نے مرزا کو بہت پیار کیا۔ اور اس کو ۱۸
رمضان ۹۵۰ھ کو قندہار لے گیا اور اپنی بیوی سلطان بیگم کو اوس کی پرورش سپرد کی
جس نے اوس کو ماں کی طرح پالا۔ بادشاہ نے جو ملازم اوس کے لئے باہم انگہ جی جی انگہ
اتکہ خاں رکھے تھے وہ بدستور رہے بادشاہ نے وادی توکل میں قدم رکھ کر چول کی راہ
پر خطر اختیار کی اور جو تھوڑے سے آدمی اوس کے ساتھ تھے اون کو لقب چولی کا دیا
بادشاہ کچھ تھوڑی دور چلا تھا کہ اندھیری رات آئی بیرام خاں نے عرض کیا کہ حضور کو مرزا
عسکری کی محبت جو وہ زر و اسباب سے رکھتا ہے معلوم ہے۔ اسوقت مرزا خاطر جمع
سے دو تین نویسندوں کے ساتھ اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا مال اور اشیاء لشکر کو دیکھ دیکھ
فہرست لکھوا رہا ہوگا۔ عنایت الہی پر تکیہ کرکے حضور ناگہاں خیمہ پر چلیئے اور مرزا عسکری کا
کام تمام کیجئے جب مرزا نہ رہیگا تو ملازم اوس کے کہ حضور کے نمک پروردہ ہیں ناگزیر
حضور کے قدم لیں گے اگر بادشاہ جاتا تو یہی حال پاتا جو بیرام خاں نے اپنی فراست
سے بتایا تھا۔ مگر ہمایوں نے فرمایا کہ یہ تجویز از روے حساب و معاملہ قابل تحسین ہے۔ مگر
پاک طینتی اور خیر اندیشی سے اس کام کو نہیں کرنا چاہتے۔ اب ہم نے دور دراز سفر کا ارادہ کرلیا
ہے فتح غنیمت نہیں چاہتے عراق کی راہ سے حجاز جانا چاہتے۔ اگرچہ بادشاہ کا تعاقب
مرزا عسکری نے نہیں کیا۔ مگر اوس سے بادشاہ کا خوف و خطر نہیں گیا۔ وہ سیستان کی
طرف جاتا تھا۔ کرٹی منزل کے بعد ایک رات کو کتے کی آواز سنی بادشاہ نے یہ فرمایا تھا

[illegible]

[illegible]

کہ یہاں آبادی ہوگی کہ بلوچوں نے آن کر بادشاہ کی راہ روک لی۔ وہ اپنی زبان میں باتیں کرتے تھے جو سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ مگر بادشاہ کے لشکر میں ایشک آقا حسن علی کی بیوی بلوچنی تھی وہ اون کی زبان سمجھتی تھی وہ ترجمان مقرر ہوئی تو اوس کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ یہ کہتی ہے کہ اون کا سردار ملک خطہ جس کو ابوالفضل نے ملک ہاتھی بلوچ قافلہ سالار رہزنان لکھا ہے یہاں نہیں ہے اونہوں نے یہ سمجھکر کہ بادشاہ ہے اُس سے کہا کہ جب تک ہمارا ملک نہ آئے اوس کی اجازت بغیر آپ آگے نہیں جا سکتے بادشاہ کو مجبور ہوکر ٹھیرنا پڑا۔ اوسکو بلوچ قلعہ میں لے گئے۔ سب راہزنوں نے بادشاہ کو ادب سے سلام کیا اور فرش بچھایا۔ اوس پر بادشاہ اور حمیدہ بیگم کو ٹھیرایا۔ صبح کی نماز بادشاہ پڑھ رہا تھا۔ ملک خطہ کو آدمی بلاکر لایا۔ چونکہ بادشاہ قلعہ میں صلح کے ساتھہ داخل ہوا تھا اسلئے قزاقوں نے اوسے مہمان جانا بادشاہ کے آگے ملک مجرا کورنش بجالایا۔ اور مزاج پرسی کی۔ پھر عرض کی کہ تین دن ہوئے مرزا کامران کا حکم آیا ہے کہ ہمایوں جس وقت یہاں آئے تو اس راہ سے اوسے گذرنے نہ دینا اور اوس کو پکڑ کر مقید کر لینا۔ مگر بادشاہ نے مجھے میرے گھر میں تشریف سرافراز کیا ہے تو آپ میرے سر و چشم پر بیٹھیے مگر بہتر یہی ہوگا کہ آپ سوار ہوجئے اور ایران کی سرحد تک آپ کے ساتھہ چلوں گا اور بخیریت پہنچا دونگا ہمایوں نے خوشی سے اوسکی درخواست کو قبول کیا۔ اوس نے اس قول پر ہول با ہر خیریت کے ساتھہ ولایت گرم سیر میں پہونچا دیا۔ جو قندہار اور خراسان کے درمیان تھی۔ مرزا کامران کی سلطنت میں تھی۔ سید عبدالحی یہاں کا حاکم تھا وہ خود نہیں حاضر ہوا۔ اُس کا غلام جو بادشاہ کے لوازم مہمانداری اور آداب خدمتگاری کو بجالایا تو اوس پر ایسا غصہ ہوا کہ اِس کی آنکھیں اوسنے نکلوائیں مگر پھر بھی اوسنے بادشاہ کا یہ ادب کیا کہ کچھہ اوسکو چیزیں تھوڑی بہت جیسی یہاں میسر ہوسکتی تھیں بھجوائیں۔

ایران کی سرحد میں پہنچنا

مرزا عسکری کی طرف سے خواجہ جلال الدین محمود اپنی ولایت کی تحصیل اموال کے لئے آیا تھا۔ بادشاہ نے بابا بخشی کو اِس پاس بھیجا وہ بادشاہ پاس آیا اور جو نقد وجنس اِس پاس تھا اوسکو بادشاہ پر نثار کر دیا۔ بادشاہ نے اوس پر مہربانی کرکے میر سامان سرکار

خاصہ کا مقرر کیا۔

بادشاہ چندروز یہاں رہا اور اپنے دولت خواہوں کو جو اوسکے ہمرکاب تھے نصایح دلبند اور مواعظ ارجمند فرماتا تھا۔ دنیا کی بیوفائی اور سلسلہ ظاہر کی بے اعتباری کو دلائل کے ساتھ بیان کرکے خاطرنشان کرتا تھا۔ اصحاب تعلق کو دنیا کی تگاپو سے باز رکھ کر مقصد حقیقی اور مطلب اصلی کی طرف لاتا تھا۔ اب بادشاہ کی ہمت اس طرف مصروف تھی کہ اسباب تجرید و مواد تفرید روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے اسلئے گوشہ میں بیٹھے اور ظاہر و باطن کو غیر سے خالی کیجئے یکتائی کے ہمت میں مشغول ہوجئے۔ لیکن مروت و مردمی یہ کام نہیں کرنے دیتی تھی کہ اپنے ملازموں کا دل انقطاع کلی کرکے آزردہ کیجئے

گرم سیر کا تعلق قندہار سے تھا مگر اوس کے پاس ملک سیستان تھا جو شاہ ایران کی عملداری میں تھا ہلمند سے عبور کرکے سیستان میں وہ داخل ہوسکتا تھا اوس نے مکتوب محبت طراز فرمانرواے ایران کو جو موروثی دوست خاندان تیمور کا تھا چولی بہادر کے ہاتھ بھیجا اور اُس میں سب اپنا حال بیان کیا یہ شعر بھی لکھا ؎

چہ بدریا چہ بکہسار و چہ دشت | کہ گذشت بر ما انچہ گذشت

گرم سیر جواب آسنے تک ٹھیرتا مگر عبدالحی نے اوسکو خبردار کیا کہ مرزا کامران نے ایک لشکر گران قندہار سے روانہ کیا ہے کہ بادشاہ کو پکڑ لے۔ اب بادشاہ کو سوا اِسکے چارہ نہیں تھا کہ وہ سیستان میں شاہ ایران کی سلطنت میں چلا جائے اور وہاں ایران کی حمایت میں خیر و عافیت سے رہے۔ اب ہمایوں نے دیکھا کہ میں اپنے باپ کے ملک میں کہیں بیخوف و خطر نہیں رہ سکتا تو وہ دریا ہیلمند سے پار اُترا اور شاہ ایران کی عملداری میں ایک جھیل کے کنارہ پر مقیم ہوا جس میں وہ دریا گرتا تھا سیستان میں شاہ طہماسپ شاہ ایران کی طرف سے احمد سلطان حاکم تھا۔ وہ لوازم مہمانداری بجا لایا اور ایک اسپ جس کا نام لیلۃ القدر تھا بادشاہ کی نذر کیا۔ ہمایوں نے اپنے ملک کو بڑی مجبوری اور ناخوشی سے چھوڑا اور شاہ ایران کی عملداری میں گیا جو متعصب شیعہ تھا۔ مگر اوس کے لئے کوئی اور جگہ ایسی نہ تھی کہ وہاں وہ چین سے بیٹھتا۔ کامران اُس کا قائم مقام ہوگیا تھا۔ اوس کی مملکت میں فقط خاندان چغتائی

کی سلطنت تھی ممالک کابل - غزنی - قندہار - ختلان - بدخشان اس پاس تھے - ہندوستانمیں
شیر شاہ بڑی سلطنت و شان و شوکت سے سلطنت کر رہا تھا - پنجاب اور دریاء سندھ کے
درمیان ملک اُس نے مرزا کامراں سے چھین لیا تھا - بھکر اور ٹھٹھ میں شاہ حسین فرمانروا تھا
اب ہمایوں سارا اپنا ملک غیروں کے ہاتھہ میں دیکھتا تھا بھائی کے ہاتھوں میں گرفتار ہونیکا
خوف ہر وقت لگا رہتا تھا اسلئے اوس نے اپنے باپ کے موروثی ملک کو چھوڑا اور بیگانوں کا
دست نگر ہوا ان کی دستگیری مشتبہ تھی کہ وہ کریں یا نہ کریں - اب ہم ہمایونکے حال کو یہانتک
لکھہ کر چھوڑتے ہیں اور پھر اوسکے ایران میں رہنے اور ہندوستان کے دوبارہ فتح کرنیکا
ذکر کرینگے - اب تاریخ شیر شاہی لکھتے ہیں - فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رزم نامۂ شیر شاہی

افغانوں کا ایک خاندان سور کہلاتا ہے اور اوسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سلاطین غور میں سے ایک شہزادہ سور تھا وہ اپنا دیس چھوڑ کر ملک روہ میں چلا آیا تھا اگرچہ پٹھانوں کی عادت یہ نہ تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو غیر کفت میں بیاہیں۔ مگر جب اونکو اس شہزادہ کا عالی نسب ہونا ثابت ہوا تو اونہوں نے اپنے بیٹی سے شادی کردی۔ اس سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ افغان سور اپنے تئیں اور سب افغانوں سے اسلئے بہتر جانتے ہیں کہ وہ سلاطین غور کی اولاد میں سے ہیں۔

سلطنت خاندان سور

ملک دہلی میں سلطان بہلول قبیلہ ساہو خیل قوم لودی افغان بادشاہ تھا۔ اس زمانہ میں مملکت ہند میں اور کئی بادشاہ صاحب سکہّ اور خطبہ تھے۔ ملک جونپور سلطان ابراہیم شرقی اور ملک مالوہ میں سلطان محمود خلجی اور ملک گجرات میں سلطان قطب الدین اور ملک دکن میں سلطان علاء الدین احمد شاہ اور کشمیر میں سلطان زین العابدین۔ ملتان میں شیخ یوسف صاحب سجادہ غوث العالم مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا قریشی صاحب سلطنت تھے اور بنگال و ٹھٹے کے بادشاہوں کے نام معلوم نہیں جب تک سلطان بہلول دہلی میں سریر آرا رہا ان سلاطین میں سے کسی نے مخالفت کرنے میں جرأت نہیں کی۔

شیرخان کے حسب ونسب و آغاز عمر کا بیان

راے سیرہ لنگاہ زمیندار بیری دباری اسنے شہر ملتان سے شیخ یوسف کو نکال دیا اور
خود ملک ملتان پر متصرف ہوا اور اپنا نام قطب الدین رکھا۔ شیخ یوسف استمداد کے لئے
سلاطین کی درگاہ میں دہلی میں آیا۔ سلطان بہلول سپاہ رزم خواہ لیکر شیخ یوسف کے ہمراہ
شہر ملتان کی طرف گیا۔ سلطان محمود شرقی حاکم جونپور نے وہاں سے آن کر دہلی کا محاصرہ کیا
سلطان بہلول لودی دیپالپور میں تھا کہ اوسکو دہلی کے محاصرہ کی خبر پہونچی۔ اوس نے
اپنے ارکان دولت سے فرمایا کہ مملکت وسیع اور زردار ہے اور سلاطین یہاں کے ہندی
نژاد ہیں مگر میں اپنے ملک میں اپنی قوم کے بہت قبیلے رکھتا ہوں کہ شجاعت و مردانگی میں
معروف اور جلادت پہلوانی میں موصوف ہیں اپنے ملک میں تنگ معاش ہیں اگر وہ ہندوستان
میں آجائیں تو تنگدستی کی دقت سے بھی نجات پائیں اور اپنی قوم کے دشمنوں پر غالب
آئیں اور ملک ہند اون کے ہاتھ آجائے میرے دشمنوں کو غارت کر دیں۔ ارکان دولت نے
عرض کیا کہ حضور کی راے نہایت مناسب و درست ہے اور اپنی قوم کے حق میں یہ نہایت
لطف و کرم ہے۔ ؎

منزل مہمان نبود ہر درے   بار عزیزان نکشد ہر سرے

مناسب ہے کہ حضور ہر قبیلہ کے سردار کا نام ملک روہ میں فرامین صادر فرمائیں جس کا
مضمون یہ ہو کہ خدا تعالی نے سلطنت دہلی افغانوں کو عنایت فرمائی۔ مگر اور سلاطین ہند
چاہتے ہیں کہ ملک ہند سے افغانوں کو خارج کریں۔ جس میں عورتوں کی عزت بھی شامل ہوتی ہے
ہوتی ہے مملکت ہند وسیع و زردار ہے۔ اس میں تمام عزیزوں کی گنجایش ہے۔ اگر اس ملک
میں یہ عزیز آجائیں تو سلطنت میرے نام پر ہو اور ہر ملک اور ولایت جو اب ہاتھ میں ہے
جو اور آیندہ ہاتھ آئے اوس کو برادرانہ قسمت کر کے وہ لے لیں۔ ان دنوں میں سلطان محمود
حاکم جونپور بہت سی جمعیت اور زمینداروں کو ساتھ لایا ہے اور شہر دہلی کو گھیر رکھا ہے اور افغانوں
کے اہل و عیال اس شہر میں ہیں اگر بطریق کمک یہ عزیز بہت سی جمعیت کے ساتھ اس ملک
میں تشریف لائیں تو وقت امداد ہے ان فرامین کے پہنچتے ہی از روے شرم و حمیت کے
یکبارہ ہند میں وہ آئیں اور سلطان محمود کو ہلاک کریں اور جب وہ اپنی گذر اوقات اچھی طرح

دیکھیں گے تو پھر قصد معاودت نکریں گے۔ بادشاہ کی لشکر کی جمعیت بڑھائیں گے اور ملک ہندکو اپنے تحت و تصرف میں لائیں گے۔ سلطان بہلول نے اس صلاح و مشورہ کی تحسین فرماکر قبائل افغانوں کے سرداروں کے نام فرامین جاری کرائے۔ روہ کے افغانوںکے پاس یہ فرمان جونہی پہونچے وہ مور وملخ کی طرح سلطان بہلول کی ملازمت کے لئے دہلی کے قریب آئے۔ سلطان محمود کی جانب سے بھی ایک فوج لڑنے کو آئی جس کا سپہ سالار فتح خاں ہروی تھا۔ اور اوس کے پاس ہاتھی بہت تھے۔ ایک طرفۃ العین میں افغانوں نے اوس کے لشکر کو شکست دیدی۔ فتح خاں کو مارڈالا۔ جب سلطان محمود کو فتح خاں ہروی کے قتل کی خبر پہونچی تو وہ بغیر لڑے بھاگ گیا۔ کالو خاں محمود خیل ساہو خیل اس لڑائی میں زخمی ہوا تھا۔ سلطان بہلول نے علاج و صدقہ کے لئے زر نقد بھیجا تو اوس نے نہ لیا اور کہا کہ میں یہاں زخم فروشی کے لئے نہیں آیا ہوں۔ بادشاہ سے افغانوں کے اکثر نامی سرداروں نے رخصت کی درخواست کی سلطان بہلول نے اُن کو بہت کچھہ کہا کہ تم یہاں سے نہ جاؤ تو اونھوں نے کہا کہ ہم اس دیار میں بطور کمک کے مستورات کے ننگ و ناموس کے بچانے کے لئے آئے تھے اب بادشاہ ہمکو رخصت کرے پھر ہم آجائیں گے۔ سلطان بہلول نے ہر قبیلہ کے سرداروںکو اس قدر زر نقد و اشیاء اور ہر جنس کی متاع عنایت فرمائیں کہ جس کا سان گمان بھی افغانونکو نہ تھا۔ اونکو پھر مایحتاج کے لئے محنت کی ضرورت نرہی۔ بعض افغانوں نے ملازمت کرلی اونکو جاگیریں حسب دلخواہ دے کر سلطان نے امیر بنادیا۔ کالو خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ مجھے انعام و اکرام سے معاف رکھے میں اس ملک میں طمع دنیوی کے لئے نہیں آیا تھا۔ جب قبائل روہ کے سرداروں کو بادشاہ رخصت کرچکا تو اوس نے اپنے امراء کو حکم دیا کہ دیار روہ سے جو افغان ہند میں آئے اور میری خدمت کا ارادہ رکھے تو اوسکو میرے پاس لاؤ کہ مناسب حال سے زیادہ اوسکو جاگیر دونگا۔ اور اگر وہ تمھاری قربت و اخلاص و محبت و ملازمت اختیار کرے تو تم اوسکے دلخواہ مواجب دو اگر میں یہ سنونگا کہ روہ سے ایک افغان یہاں آیا اور تنگی معاش اور بے روزگاری کے سبب سے اپنے وطن کو چلا گیا تو تمھاری جاگیر میں تغیر کردونگا۔ جب روہ کے افغانوں نے یہ خبر سنی اور سلطان کی بخشش و انعام کو دیکھا۔ تو

شیر شاہ کا خاندان

روز بروز و ماہ بماہ و سال بسال ہندوستان میں افغان آتے تھے اور جاگیر پاتے تھے سلطان بہلول کے عہد دولت میں ہندوستان میں شیرشاہ کا دادا ابراہیم خاں سور مع بیٹے حسن خاں کے جو شیرخاں کا باپ تھا افغانستان کے اُس مقام سے آیا جسکو افغانی زبان میں زغری یا شرغری اور ملتانی زبان میں روہری کہتے ہیں اور یہ روہری کوہ سلیمان کا ایک پارہ ہے کہ پہاڑ سے نکلا ہوا ہے چھہ یا سات کروہ اوس کا طول ہے اور گمل کے کنارے پر واقع ہے۔ مہابت خاں سور داؤد ساہو خیل کا نوکر ابراہیم ہوا۔ جسکو سلطان بہلول نے جاگیر میں پنجاب کے اندر پرگنہ ہریانہ اور بہکل دبھکال وغیرہ دے رکھا تھا اور بجوارہ میں اوہوں نے سکونت اختیار کی۔

سلطان بہلول کے عہد میں شیرخاں پیدا ہوا اور اوس کا نام فرید خاں رکھا گیا۔ تاریخ خانجہاں لودہی میں لکھا ہے کہ وہ حصار فیروزہ میں پیدا ہوا تھا۔

ایک مدت کے بعد مہابت خاں (ہیبت خاں) سے ابراہیم خاں رخصت ہوا اور حصار فیروزہ میں آیا اور جمال سارنگ خانی کا ملازم ہوا۔ اوسنے پرگنہ نارنول میں چند گانوں کی جاگیر بقدر چالیس سوار کے اوسکو عنایت کی مسند عالی عمر خاں سروانی کلکاپوری جو خان اعظم کا خطاب رکھتا تھا اور سلطان کا مشیر اور مصاحب تھا اوس کی نوکری میاں حسن خاں پدر فرید خاں نے کی مسند عالی تاتار خاں کی وفات کے بعد سلطان بہلول نے لاہور کی حکومت اس عمر خاں کو دی جو سرکار سرہند میں حضور شاہ آباد پائل پور میں جاگیر رکھتا تھا اوس نے پرگنہ شاہ آباد میں موضع بہادنی اور کئی گانوں جاگیر میں حسن خاں کو دیے۔ ابو الفضل نے یہ لکھا ہے کہ شیرخاں کا دادا ابراہیم گھوڑوں کی سوداگری کرتا تھا اور سوداگروں میں کوئی بڑی عزت نرکھتا تھا۔ اعمال نارنول کے موضع شملہ میں متوطن ہوا اوسکے بیٹے حسن نے کچھ رشد پیدا کیا اور سوداگری سے نکلکر سپاہ گری میں آیا مدت تک رانسال کے داد ارے ل کا ملازم رہا پھر نصیر خاں لوہانی کا وہ نوکر ہوا جو سکندر لودی کے امرا میں سے تھا اور اپنی خدمت وکاردانی کے سبب سے سب ہمسروں میں برتر ہوا جب نصیر خاں مرگیا تو اوسکے بھائی دولت خاں پاس نوکر ہوا اور پھر بٹن کے ملازموں میں جو سلطان سکندر لودی کے

امرا، بزرگ میں تھا داخل ہوا۔

کچھ مدت کے بعد میاں حسن سے فرید نے عرض کیا کہ مسند عالی عمر خاں کی خدمت میں مجھے لیجا کر اس سے عرض کرے کہ فرید یہ کہتا ہے کہ میں آپ کی خدمت کرنی چاہتا ہوں جس کام کے لایق آپ اسے سمجھیں اوسپر مقرر فرمائیں۔ میاں حسن نے فرید سے کہا کہ ابھی تو خورد سال ہے کچھ روزوں توقف کر۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ فرید نے ماں پر تقاضا کیا کہ باپ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ اوسکو عمر خاں پاس کسی خدمت پر مامور کرنے کے لیئے لے جاتے۔ ماں نے میاں حسن سے کہا کہ فرید کا دل چاہتا ہے کہ مسند عالی عمر خاں کو دیکھے تم اپنے ہمراہ اسے مسند عالی کے روبرو لیجاؤ۔ شاید وہ خورد سال کی عرض سے خوش ہو اور کوئی چیز اوس کو دیدے۔ میاں حسن نے بیٹے اور بیوی کی خاطر فرید کو ہمراہ لیا مسند عالی عمر خاں کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ فرید آپ کی ملازمت چاہتا ہے۔ عمر خاں نے جواب دیا کہ فرید ابھی خورد سال ہے جب وہ لایق خدمت ہوگا تو میں اوسے خدمت دونگا۔ فی الحال میں اوسکو موضع مہاولی کا مزرعہ بلہو دیتا ہوں۔ اس سے حسن خاں اور فرید خاں دونوں خوش ہوئے اور جب فرید گھر گیا تو اوس نے ماں سے کہا کہ باپ تو مجھے نہیں لیجاتا تھا مگر آپ کی خاطر سے لیگیا۔ عمر خاں نے مجھے پرگنہ شاہ آباد میں ایک گانوں دیا۔

چند سال بعد حسن خاں کے باپ ابراہیم خاں کا نارنول میں انتقال ہوا۔ جب حسن خاں کو باپ کے مرنے کی خبر ہوئی تو وہ شاہ آباد سے آن کر عمر خاں کے پاس گیا جو اسوقت سلطان بہلول کے لشکر کے ساتھ تھا۔ اوس سے رخصت مانگی کہ وہ جا کر اپنے باپ کے متعلقین کی تعزیت کرے۔ اور اوس نے یہ بھی کہا کہ میں ان سب متعلقین کو ساتھ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ میں کسی دنیاوی فائدہ و اضافہ کے واسطے آپ کی خدمت نہیں ترک کروں گا۔ عمر خاں نے حسن خاں سے کہا کہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے اپنی جاگیر میں سے تیرا حصہ دیدیا ہے اور آدمیوں کی گنجایش میرے پاس نہیں ہے اور تیرے باپ کے متعلقین تیرا سہارا ڈھونڈھتے ہیں تو اپنے باپ کی جاگیر بلکہ اُس سے زیادہ تو جاگیر پا سکتا ہے میں اپنی قوم کا بدخواہ نہیں ہوں کہ تجھے تھوڑی جاگیر پر رکھوں خاطر

جمع رکھ کہ میں جمال خاں سے تیرے باپ کی جاگیر مع اضافہ کے دلا دونگا۔ امراء افغان ایسے خیر خواہ قوم ہوتے تھے کہ جب وہ دیکھتے تھے کہ جتنا فائدہ ہم افغانوں کو پہنچا سکتے ہیں اُس سے زیادہ فائدہ وہ کہیں اور سے حاصل کر سکتے ہیں تو وہ اون کی سفارش اس فائدہ کے لیئے کر دیتے تھے۔ اونکی ریڑہ نہیں مارتے تھے حسن خاں اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ دوسرے روز مسند عالی عمر خاں نے جمال خاں کو بلا کر میاں حسن کی بہت سفارش کی اور باپ کی جاگیر پر اور چند دہات کا اضافہ کرا کے اوسکو دلا دیا اور یہ کہا کہ میاں حسن پر جو احسان تم کروگے وہ مجھہ پر ہوگا حسن خاں کو گھوڑا اور سراپا عنایت کر کے اُس نے رخصت کیا حسن خاں نے جمال خاں کی ایسی خدمت کی کہ وہ اوس سے راضی ہوا۔

سلطان بہلول کی وفات کے بعد سلطان سکندر نے جب اپنے بھائی باربک شاہ سے جونپور لیا ہے اور یہ صوبہ جمال خاں کو حوالہ کیا۔ تو اوسکو حکم دیا کہ بارہ ہزار سوار وہ رکھے اور اونکی جاگیریں بادشاہ کی طرف سے مقرر کرے جمال خاں میاں حسن کی حسن خدمات سے خوش تھا اوسکو پرگنہ سہسرام۔ حاجی پور۔ خاص پور۔ ٹانڈہ جاگیریں دے کر پانچسو سوار کا جاگیر دار مقرر کیا۔

حسن خاں کی اولاد اور فرید خاں سے اوسکی ناراضی اور فرید کی تعلیم

حسن خاں کے آٹھ بیٹے تھے فرید خاں و نظام خاں تو پٹھانی بیوی سے تھے اور علی اور یوسف دوسری بیوی سے اور خرّم خاں و شادی خاں تیسری بیوی سے اور سلیمان اور احمد چوتھی بیوی سے۔ سلیمان اور احمد کی ماں لونڈی تھی اسپر حسن خاں ایسا فریفتہ تھا کہ نہ وہ فرید خاں کی بات پوچھتا تھا نہ اوس کی ماں کے حال پر توجہ کرتا تہا۔ وہ بالکل اس لونڈی کے بس میں تھا۔ بعض اوقات فرید خاں کو نہایت سخت و سست کہہ بیٹھتا تھا۔

جاگیر دینے کے وقت حسن خاں نے فرید خاں کا کچھہ خیال نہیں کیا اور اوس کو جاگیر نہ دی۔ اس سبب سے فرید باپ سے رنجیدہ ہو کر جونپور میں جمال خاں پاس چلا گیا حسن خاں کو معلوم ہوا کہ فرید وہاں چلا گیا تو اوس نے جمال خاں کو عرضداشت لکھی کہ فرید مجہسے ناحق رنجیدہ خاطر ہو کر آپ پاس چلا آیا ہے آپ کے مکارم اخلاق سے اُمید ہے کہ آپ اوسے سمجہا کر میرے پاس بھیجدیں اور اگر میرے پاس آنے کے لیئے وہ راضی نہو تو آپ

اوسکو اپنی خدمت میں رکھیں اور علوم دینی کی اور خدمات ملوک کے ادب کی تعلیم دلائیں۔
جمال خاں نے فرید کو بلاکر سب طرح سے سمجھایا کہ بیٹا باپ پاس چلے جاؤ مگر فرید نے منظور نہ کیا اور اوس نے یہ کہا کہ تحصیل علوم اور اکتساب فنون کے واسطے سہسرام سے جونپور ہزار درجہ بہتر ہے۔ یہاں ہر علم کے سیکڑوں عالم اور ہر فن کے صدہا ماہر موجود ہیں یہاں تحصیل علم میں مشغول ہونگا۔ جمال خاں نے کہا اچھا۔ یہاں فرید تحصیل علوم عربیہ میں مشغول ہوا۔ کافیہ مع شرح قاضی شہاب الدین سے اچھی طرح پڑھا۔ اور اور علوم تحصیل کئے گلستان بوستان سکندرنامہ۔ برزبان یاد کیا اور فلسفہ کی بھی کتابیں پڑھیں اور کتب سیر ملوک ماضیہ اکثر اوقات مطالعہ کرتا تھا۔ اپنی ایام سلطنت میں جب علماء اوسکی خدمت میں مدد معاش کیلئے حاضر ہوتے تھے تو وہ حاشیہ ہندیہ اُن سے پوچھتا تھا۔ چند سال کے بعد جونپور میں جمال خاں کی خدمت میں حسن خاں آیا تو اوسکو سب بھائی بندوں اور عزیزوں نے جمع ہوکر اس بات پر بڑی لعنت ملامت کی کہ لونڈی کے پھندے میں پھنسکر فرید جیسے لایق بیٹے کو گھر سے نکال دیا اس خوردی میں آثار بزرگی اوس کی ناصیہ پر نمودار ہیں اور علم و فہم و عقل و فراست میں اوسکی برابر قوم سور میں ایک شخص بھی نہیں ہے اوس نے ایسی قابلیت پیدا کی ہے کہ اگر کوئی پرگنہ وغیرہ اوسکو سپرد کرے تو وہ اوس کا خوب انتظام اور اوسکے کاروبار کو اچھی طرح سرانجام دیگا۔ میاں حسن نے یہاں برادری کا کہا مان لیا اور کہا کہ فرید کو دلاسا دیکر میرے پاس لاؤ۔ مجھے آپ کا کہنا منظور ہے اِسکے عزیزوں نے کہا کہ تو اکثر اوقات جمال کی خدمت میں جونپور میں رہتا ہے۔ تو اپنے دونوں پرگنوں کی حکومت فرید کو سپرد کردے۔ میاں حسن نے اپنے عزیزوں کی التماس کو قبول کیا۔ یہ عزیز خوش حال ہوکر فرید پاس آئے اور اوس سے کہا کہ ہم نے جو کچھ تیرے باب میں باپ سے کہا اوس نے بلا عذر قبول کیا اب تجھسے عزیز جو کہیں تو تو بھی قبول کر۔ فرید نے کہا کہ جو کچھ آپ فرمائیں گے اُسے قبول کرونگا اور ہرگز اوس سے برگشتہ نہونگا مگر میاں حسن جسوقت حسن روئے کنیزک دیکھیں گے تو جو کچھ وہ کہیگی وہ کرینگے۔ عزیزوں نے کہا کہ تو ہمارا کہنا قبول کر۔ اگر حسن اپنے اقرار سے جو اُس نے ہمارے سامنے کیا ہے پھر جائیگا تو ہم اوسکو ملامت کرینگے۔ فرید نے عزیزوں سے

یہ کلمات سُنے تو اوس نے کہا کہ آپ کی خاطر سے میں نے دونوں پرگنوں کی حکومت قبول کی حسب المقدور اس خدمت میں تقصیر نہیں کروں گا۔ فرید خوش ہوکر عزیزوں کے ساتھ باپ پاس گیا اور چند مہینے اُس پاس رہا۔ جب میاں حسن نے چاہا کہ جاگیر میں فرید کو بھیجے تو بیٹے نے باپ سے کہا کہ ابھی چند باتیں عرض کرنی ہیں اگر حکم ہو تو عرض کروں میاں حسن نے کہا کہ کہو اوس نے کہا کہ جاگیر میں سپاہی اور اہلکار اکثر عزیز ہیں اور دونوں پرگنوں میں جاگیر رکھتے ہیں میں زراعت و عمارت کی افزایش میں سعی کرونگا اور زیادتی زراعت و عمارت سوائے قانون عدل کے میسر نہیں ہوتی حکماء نے کہا ہے کہ عدل جو بہترین خصلت ہے اور اوس کا نتیجہ بقائے ملک و وسعت مملکت اور معموری خزانہ و آبادی قریہ ہے اور ظلم بدترین درخت ہے کہ ثمرہ اُس کا زوال مملکت و خرابی ممالک ہے اُس سے دُنیا اور آخرت دونوں خراب ہوتی ہیں ؎

مملکت معمور خواہی خلق را معمور دار وز سر ایشاں بلائے ظالماں را دور دار

دویم سیاست ہے جس پر آبادی مملکت منحصر ہے۔ اگر سیاست نہو تو پھر انتظام نہیں ہوتا اور جلدی سے ارکان سلطنت میں تزلزل آجاتا ہے ؎

در سیاست نظام گیرد ملک بے سیاست خلل پذیرد ملک

قاعدہ شریعت بغیر کوئی حق اپنے مرکز میں قرار نہیں پاتا اور بے ضابطہ سیاست کے کار شرع و دین منتظم نہیں ہوتا۔ حاکم کو چاہیے کہ وہ نازکی و کاہلی کو پاس نہ آنے دے بار عام کرے اور خود اپنے نفس نفیس سے مظلوموں کے حال سے مطلع ہو۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کے عزیز و مقدم ظلم و تعدی کرتے ہیں اول میں اونکو نرمی و آہستگی کے ساتھ ظلم و تعدی کرنے سے منع کرونگا اور اگر وہ افعال زشت سے باز رہیں گے تو فبہا ؎

چو کارے برآید بلطف و خوشی چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

اگر وہ ظلم سے جو اُن کی طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے باز نہ آئیں گے تو میں اونکی سیاست کرونگا کہ اوروں کو عبرت ہو اور ظالم ظلم سے باز رہیں اور فتنہ انگیزوں کو معلوم ہو کہ سیاست کی آگ گرم ہو رہی ہے جس سے وہ بیچکر ایک کونہ میں بیٹھ جائیں گے۔ اگر کار

سیاست میں کچھہ سستی و بے پروائی دہ دیکھیں گے تو ہزار فتنے بیدار کریں گے اور ہر طرف ایک شور او ٹھائیں گے۔ حکما کا قول ہے کہ سلطنت بمنزلہ نہال کے ہے اور سیاست بمنزلہ آب۔ لازم ہے کہ درخت سلطنت کی بیخ کو آب سیاست پہنچاتے رہیں جس سے ثمرہ امن و امان حاصل ہو۔ ملوک پر لازم ہے کہ حقوق ذوی القربیٰ یعنی خویشوں و عزیزوں کی رعایت کریں اور ہمیشہ اونکے حال سے خبردار رہیں اور اور آدمیوں سے زیادہ اونکا ماہیانہ مقرر کریں اور اونکے ضروری کاموں کے اندر جیسے کہ فرزندوں کی شادی اور مصائب سفر میں مدد کریں۔ خدم و حشم و عمال کے حقوق کی نگاہداشت کریں جو اونکی تنخواہ مقرر ہو وہ بے نقصان اونکے پاس پہنچائیں اور اپنے حق میں طمع نہ کریں اور انعام و بخشش دینے میں دریغ نہ کریں اور چشم شفقت اور عین عاطفت سے دیکھیں اون میں سے جس کو ضرورت اور احتیاج ہو رفع کریں۔ اگر جب حاکم دیکھے کہ اون میں سے کوئی ظلم و تعدی و فسق و فجور میں دست درازی کرتا ہے اگر اس کا فرزند ہی کیوں نہو اوس پر قہر و تشدد کرے نرمی و رفق نہ کرے۔ مظلوم کا حق اوس سے دلائے اور کچھہ ملاحظہ عزیزوں و خدم و حشم کا نہ کرے اسلئے کہ حقیقت میں ظالم دو سببوں سے حاکم کا دشمن ہوتا ہے اول یہ کہ اوسکے سبب سے حاکم کی مہابت اور سلطنت کی آبرو کم ہو جاتی ہے اور خلقت میں سستی و کاہلی و بے عدلی کے ساتھ منسوب ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ زراعت سے رعیت ہاتھہ اوٹھاتی ہے اور متفرق ہو جاتی ہے ملک ویران ہوتا ہے محصول کم ہو جاتا ہے خزانہ خالی ہو جاتا ہے۔ سپاہی کے لئے زر نہیں پیدا ہوتا اور جب اوسکو زر نہیں ملتا ہے تو وہ کہیں اور چلا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں عدالت سے کام کروں گا خواہ کوئی اپنا ہو یا پرایا ہو۔ جان پہچان ہو یا انجان ہو عدالت میں سب کو برابر جانوں گا۔ ظالموں و سرکشوں کو بغیر سزا دیے نہیں چھوڑوں گا اونکی جاگیر کو بدل دونگا۔ میاں حسن بیٹے کی یہ باتیں سنکر بہت خوش حال ہوئے اور کہا کہ میں سپاہیوں کی جاگیروں کا عزل و نصب وغیرہ سب تجھے سپرد کرتا ہوں تیرا دل چاہے سو کر میں تیرے کیے ہوئے کام میں دخل و تبدیل نہ کروں گا باپ نے فرید کو اپنی جاگیر میں بھیجدیا۔

جب فرید اپنے باپ کی جاگیر میں پہنچا تو اوس نے تمام مقدموں کاشتکاروں

پٹواریوں اور سپاہیوں کو بلایا۔ پہلے سپاہیوں سے یوں مخاطب ہوا کہ باپ نے تمہاری
موقوفی بحالی میرے ہاتھہ میں دی ہے میں اِن پرگنوں کو زراعت و عمارت کی افزایش میں
دل سے سعی کرنی چاہتا ہوں اِس میں میری نیکنامی اور تمہاری بھلائی ہے۔ تمکو چاہیئے کہ زراعت
و عمارت میں رعیت کے ساتھہ سہولیت اور عمل نیک کرو اور ظلم و تعدی کو چھوڑ دو۔ رعیت سے
بوقت زراعت جو محصول مقرر ہو اُس قرار سے محصول لینے کے وقت پھرنا نہیں چاہیئے اُسکے
موافق محصول لینا چاہیئے۔ اگر عمال و سپاہی اپنے قول و قرار سے محصول لینے کے وقت
پھر جائیں اور رعیت کے حق میں طمع کریں تو ویرانی رعیت اور حاکم کی بدنامی کا سبب ہوگا اور سال
آیندہ میں محصول کم ہو جائیگا سپاہیوں اور عمال کو معلوم ہو کہ جو کچھہ پہلے ظلم و تعدی وہ کر چکے
ہیں اوس کو میں معاف کرتا ہوں اب آیندہ وہ ظلم نہ کریں اگر میں سنوں گا کہ اُنہوں نے رعیت
سے ایک گھاس کا پٹھا بھی ظلم سے لیا تو ایسی سیاست اوس کی کرونگا کہ اوروں کو عبرت ہو خواہ
میرا کیسا ہی عزیز ہو میں اون کی رو رعایت نہیں کروں گا۔ اگر وہ ظلم و خلاف عہدی رعیت کے
ساتھہ کریگا اوسکو سزا دونگا تاکہ اورونکو عبرت ہو اور رعیت بفراغت خاطر زراعت و عمارت
میں سعی کرے اور محصول زیادہ ہو میں سپاہیوں کے مواضع سے کوئی چیز نہیں لونگا اور جو کچھہ
محصول زاید ہوگا وہ سپاہیوں کی ملک سے ہوگا۔ میری غرض یہ ہے کہ میری حکومت کے
سبب سے خاص و عام کو نفع پہونچے اور ظلم و تعدی کے آثار باقی نہ رہیں رعیت کی تھوڑی
رعایت کرنے سے بھی حاکم کو بہت فائدہ پہونچتا ہے ؎

مراعات دہقان کن از بہر خویش   کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

جب سپاہیوں کی نصیحت سے فارغ ہوا تو رعیت کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں تمکو اختیار دیتا ہوں
کہ جس طرح اپنا فائدہ دیکھو زر مالگذاری ادا کرو۔

بعض مقدموں نے عرض کیا کہ جریب قبول کیجائے یعنی پٹہ قبولیت لکھے جائیں کسی مقدم
نے نقدی کا دینا کسی مقدم نے بٹائی کرنا قبول کیا۔ غرض اسکے موافق پٹہ قبولیت لکھا گیا اور
اور جریبانہ یعنی کھیتونکی پیمایش کی اجرت و محصلانہ یعنی تحصیلداروں کی زر مالگذاری تحصیل کرنے کی
اجرت اور خوراک محصلان کی معین کی گئی اور مقدموں سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ سارے ملک

کی سرسبزی زراعت پر موقوف ہے اور زراعت کا سارا مدار کاشتکاروں پر ہے جسقدر وہ مرفہ الحال ہونگے زمین کو زرخیز کرینگے اور جس قدر وہ خستہ حال ہونگے زمین کو ویران کرینگے اون پر جو کچھہ ظلم و ستم تم کرتے ہو میں اوس سے خوب واقف ہوں اسلئے میں نے جریانہ و محصلانہ و خوراک محصلان مقرر کردی ہے۔ اگر اوس سے زیادہ رعیت سے ایک پھوٹی کوڑی لوگے تو وہ حساب میں مجرا دونگا اور یہ بھی تمکو یاد رہے کہ آخر سال میں حساب میرے روبرو ہوگا اور رعیت سے جو خراج واجب مقرر ہوا ہے وہی دلاؤنگا اور واجبی دیوان (بادشاہ کو جو خراج دیا جاوے) وہ بھی میں اس طرح جمع کرونگا کہ خریف کا روپیہ خریف میں اور ربیع کا روپیہ ربیع میں بقایا دیوان پرگنہ کی ویرانی کا سبب ہوتی ہے اور عمال اور رعیت میں عداوت ہوتی ہے حاکم پر واجب ہے کہ پیمایش زمین کے وقت جس قدر رعایت کاشتکار کے ساتھ ممکن ہے کرے مگر تحصیل محصول کے وقت رعایت کا نام نہ لے۔ کوڑی کوڑی اوس سے وصول کرے اگر روپیہ کے ادا کرنے میں کاشتکار شرارت کریں تو اونکو قرار واقعی سزا دے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ بعد اسکے کاشتکاروں اور رعیت کی طرف متوجہ ہوا اور اوسنے کہا کہ میں دل و جان سے تمہارا بھی خواہ ہوں جس بات کی تکلیف تمکو ذرا سی بھی ہو تو مجھسے آن کر عرض کرو میں اوس کا علاج کرونگا۔ میں تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہوں یہ نصیحت کر کے رعایا کو رخصت کیا کہ زراعت میں مشغول ہوں اور دولت خواہی دیوان کریں۔ رعیت کی رخصت کے وقت اپنے باپ کے عہدہ داروں کو سمجھانے لگا کہ اگر غور سے دیکھو تو تمام ملک کی دولتمندی اور بہبودی اور سرسبزی و شادابی کاشتکاری پر منحصر ہے۔ اسلئے میں نے کاشتکاروں کی خوب دلجمعی کر کے رخصت کیا ہے۔ تم اونپر ظلم و ستم کسی طرح نہ کرنا۔ اگر کاشتکاروں پر ظلم و ستم ہو تو پھر اون سے زمین کا محاصل لینا بڑی ناانصافی اور بے شرمی ہے جس رعایا اور کاشتکاروں کی بدولت ہم اپنا پیٹ پالتے ہوں اونکی حفاظت و حراست ہم پر فرض و واجب ہے بعض پرگنوں میں بعض زمیندار ایسے متمرد ہیں کہ محکمہ حاکم میں حاضر نہیں ہوتے محصول کماحقہ نہیں ادا کرتے۔ آس پاس کے دہات کو ضرر پہنچاتے ہیں اب تم بتاؤ کہ کس تدبیر سے ایسے سرکشوں کو ہلاک کروں۔ اسپر سب افسروں نے عرض کیا کہ حضور تھوڑے دنوں صبر

فرمائیں میاں حسن کے ساتھہ بہت سات کہ مدت سے گیا ہوا ہے اب عنقریب آنیوالا ہے
اوس پر فرید خاں نے کہا کہ ایک لمحہ بھی میں صبر نہیں کرسکتا کہ میرے ہوتے وہ محکمہ میں نہ آئیں
اور خلق خدا کو ستائیں۔ اب تم دیکھو کہ کس طور سے میں تدبیر کرکے اُن متمردوں کی گوشمالی
کرتا ہوں کہ وہ زمانہ میں یادگار رہے باپ کے عہدہ داروں کو حکم دیا کہ دوسو گھوڑوں کے
زین کس کر تیار کریں اور یہ تلاش کریں کہ اس پرگنے میں کتنے جوان ہیں۔ پھر افغانوں اور
خیل داروں کو جو بے جاگیر تھے بلا کے کہا کہ جب تک میاں حسن آئیں میں تمکو خوراک اور
پوشاک دونگا اور مفسدوں کے لوٹنے سے جو کچھہ نقد و جنس تمھارے ہاتھہ لگے وہ تمھاری ملک
ہوگا میں اُس میں سے کچھہ طمع نہیں کرونگا اور جو تم میں سے مردانگی دکھائیگا اوسکو جاگیر
میاں حسن سے دلواؤنگا اور تمھاری سواری کے لیئے گھوڑے میں خود دیتا ہوں جب یہہ
کلمات افغانوں نے سُنے تو وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم جاں نثاری میں کوئی تقصیر
نہیں کرینگے فرید نے اون پر طرح طرح کی مہربانیاں کیں اور اون کو کپڑے دیے اور کسیقدر زر
بھی دیا کہ یہ تمھارے صابون کے لیئے ہے اور رعیت سے گھوڑے طلب کیے کہ عاریتاً چند
روز کے لیئے دیدیں کہ اس مہم کے ختم ہونے کے بعد اونکو میں واپس کردونگا رعیت نے بڑی
خوشی سے گھوڑے دینے قبول کیئے اور ہر گانوں سے ایک دو گھوڑے اُس پاس بھیجدیے
اون پر زین جو فرید خاں نے خود بنوائے تھے رکھے گئے اور اِن سپاہیوں کو جن پاس گھوڑے
نہ تھے یوں تقسیم کیئے گئے کہ ہر سپاہی کو وہی گھوڑا دیا گیا جو اوس کی سواری کے لایق تھا۔
اِن سپاہیوں نے چند دہات کے سرکشوں کو لوٹنا مارنا شروع کیا اور اونکی عورتوں اور
بچوں کو گرفتار کیا اور مال و جنس سب چھین لیا۔ فرید خاں نے مال اور چوپایے سپاہیوں کو
دیدیے اور رعیت کے زن و فرزند کو مقید کیا اور مقدموں کو کہلا بھیجا کہ سرکاری مالگزاری
کی کوڑی کوڑی ادا کرو نہیں یہ تمھارے بال بچے بیچے جائیں گے اور تمکو آباد نہیں ہونے
دونگا جہاں جاؤگے وہاں میں پیچھا کرونگا اور جس گانوں میں جاؤگے وہاں کے مقدم کو
حکم دونگا کہ تمکو باندھ کر میرے پاس بھیجدے اور اگر یہ نہوگا تو میں تم سے بھی جنگ کرونگا
جب مقدموں نے یہ کلمات سُنے تو اونھوں نے آدمی بھیجکر یہ عرض کی کہ ہماری پہلی خطا

معاف ہو اگر آیندہ کوئی حرکت ناپسندیدہ سرزد ہو تو سیاست کی جاے - فرید خاں نے کہا کہ حاضر ضامنی دو کہ اگر تم جرم کرکے بھاگ جاؤگے تو ضامن تمہارا تم کو حاضر کرے - جن مقدموں کے اہل وعیال قید تھے اونہوں نے حق دیوان جو باقی تھا ادا کیا اور حاضر ضامنی دی اور اہل وعیال کو بند سے آزاد کرایا -

بعض زمیندار ایسے تھے کہ طرح طرح کے فساد برپا کرتے تھے - دزدی رہزنی کا پیشہ کرتے تھے حق دیوان میں روپیہ کی جگہہ خاک بھی نہیں دیتے تھے - نہ کبھی دیوان میں حاضر ہوتے تھے اور اپنی جمعیت پر مغرور تھے - ہرچند اونکو نصیحت کی گئی مگر اون کے کان پر جوں نہ چلی فرید خاں نے اپنا لشکر جمع کیا اور رعیت کو حکم دیا کہ جس پاس گھوڑا ہو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور جس پاس گھوڑا نہو وہ پیادہ آئے - آدھے آدمی اپنے گانوں کے ساتھہ لائے اور آدھے آدمیوں کو چھوڑ آئے کہ وہ زراعت اور عمارت کے کام میں اور گھروں کے انتظام میں مصروف رہیں - جب سپاہ اور رعیت حاضر ہوئے تو متمردوں کے دہات کی جانب کوچ کیا - اور گانوں سے ایک کوس پر قلعہ خام بنایا اور حکم دیا کہ جنگل صاف کیا جائے اور سواروں کو حکم دیا کہ گانوں کے گرد پھرو اور مردوں کو مارو اور اون کے زن وبچوں کو اسیر کرو - مویشی کو پکڑ لو - کھڑی زراعت کو برباد نہ کرو نہ کسی آدمی کو انکے گانوں میں کوئی چیز لے جانے دو اور نہ کسی چیز کو اونکے گانوں میں سے باہر آنے دو - راہ کی شب و روز نگاہبانی کرو اور کسی آدمی کو باہر نہ جانے دو - پیادوں کو حکم تھا کہ جنگل صاف کرو کہ پھر اون کے چھپنے کے لئے کوئی جگہہ باقی نہ رہے جب جنگل صاف ہو جاتا تو دوسرے گانوں کے قریب ایک قلعہ خام بنایا جاتا اور اوس میں سپاہ فروکش ہوتی - غرض متمرد عاجز ہوئے اور اپنا وکیل اونہوں نے بھیجا کہ اگر ہمارا قصور معاف ہو تو ہم حاضر ہوں - فرید نے کہا کہ میں تمہارے آنے کو منظور نہیں کرتا - ہمارے تمہارے درمیان لڑائی ہے خدا جسکو چاہے فتح دے - ہرچند ان متمرد زمینداروں نے بہت روپیہ کا لالچ دیا اور معافی قصور کے لئے ہاتھہ پانوں مارے مگر فرید خاں نے ایک نہ سنی اور اون سے کہا کہ بدمعاش سرکشوں کا یہ دستور ہے کہ اول حاکموں سے جنگ اور درشتی سے پیش آتے ہیں اگر حاکم کو کمزور دیکھتے ہیں تو اپنے تمرد سے باز نہیں آتے اور اگر حاکم کو زور آور پاتے ہیں تو اوس سے دب کر روپیہ دے دلا کر بلا کو اپنے سر سے ٹالتے ہیں اور وقت فرصت پاکر پھر وہ کے وہی ہو جاتے ہیں - میں نے پہلے تمکو سمجھایا کہ چلے آؤ اور حق دیوان ادا کرو اور اپنے افعال زشت سے باز آؤ کہتے

قبول نہ کیا۔ اب جب میں غالب ہوا تو یہ چاہتے ہو کہ طمع زر میں آکر تمہارا عذر قبول کروں اور بازگشت کروں۔ انشاءاللہ تمہارے مردوں کو تہ تیغ کرونگا اور زن و بچہ کو قید کرونگا اور تمہاری ہی پر اور رعیت کو آباد کرونگا تاکہ اوروں کو عبرت ہو جس خام طمع نے ان حیلہ انگیز مفسدوں سے روپیہ لیکر اخلاص کیا اوس نے اپنے ملک میں بنا ظلم و فساد کو قایم کیا اور مظلمہ میں اونکے ساتھہ شریک ہوا اسلئے کہ جب وہ اپنے گھر کا روپیہ حاکم کو دیکر خلاص ہوتے تو پھر وہ دزدی اور رہزنی سے زر پیدا کرتے ہیں اور بیچاری ضعیف رعیت سے جو اونکے پاس سکونت رکھتی ہے اوس سے زر بزور لیتے ہیں بلکہ دیوان میں اتنا روپیہ دیتے نہیں جتنا ناجائز طور سے وہ تحصیل کرتے ہیں حاکم کو چاہیئے کہ طمع زر میں آنکر اُن مقدموں کو مارنے اور سیاست کرنے میں تاخیر نہ کرے اور رعیت کی خبرداری کرے کہ کوئی اُس پر ظلم نہ کرنے پائے میں ان کا گناہ کبھی نہیں بخشونگا اور انشاءاللہ تعالیٰ ان ناہمواروں کو گھوڑوں کی ٹھوکروں تلے لاؤنگا اور تلواروں سے سر اوڑاؤنگا یہ بودے کتے دیو شکل روپیہ کار اپنی شجاعت پہ مغرور ہیں اُن کو برباد کرتا ہوں صبحکو وہ سوار ہوکر ان گناہگار مفسدوں پر دوڑا اور متمردوں کو قتل کیا اور اون کے زن و بچوں کو بند کیا۔ اور اون کے بیچنے کا حکم دیا اور آدمیوں کو بُلا کر اون کی جگہہ آباد کیا جب اور متمردوں نے دیکھا کہ یوں وہ مارے جاتے اور جلاوطن ہوتے ہیں بیوی بچے قید ہوتے ہیں تو اونہوں نے تمرد سے توبہ کی اور دزدی اور رہزنی سے باز آئے

پند گیر از مصائب دگراں تا نگیرند دیگراں ز تو پند

اگر کوئی سپاہی یا کاشتکار فرید پاس فریاد لاتا تو اوسیوقت اوسکی دادرسی کے لئے ہمہ تن مصروف ہوجاتا اور مظلوم کے ظلم میں غور کرتا اور کاہلی و غفلت ہرگز نہ کرتا۔

تھوڑے عرصہ میں دونوں پرگنوں کا وہ انتظام کیا کہ ساری رعایا و سپاہ مالامال ہوگئی اور تمام مفسدوں کے گھر بے چراغ ہوگئے۔ جب میاں حسن کو یہ خبر پہونچی تو وہ بہت خوش ہوا اکثر مجالس میں وہ ان پرگنوں کی آبادانی کا اور اپنے بیٹے کی فرزانگی مردانگی کا اور مفسدوں و متمردوں کی زبونی کا ذکر کرتے۔

فرید کی حسن تدبیر کی شہرت ولایت بہار میں ہوگئی۔ اس طرف کے سارے امیر اوسکے کام سُنکر تحسین کرتے تھے اور اوس کا بڑا اعتبار کرتے تھے سب عزیز و اقارب اوسکو عزیز رکھتے تھے

مگر چند آدمی اوس سے حسد بھی کرتے تھے جیسے کہ سلیمان کی ماں۔ بعد ایک مدت کے جمال خاں کے پاس سے میاں حسن اپنے گھر آیا۔ امیر غریب رعیت سپاہی سب نے متفق ہو کر فرید کا ذکر خیر حسن خاں کے روبرو کیا۔ اوس نے بھی دیکھا کہ فرید و نظام کے انتظام سے ملک آباد رعیت شاد خزانہ معمور ہے تو خوشی کے مارے وہ پھولا نہ سماتا تھا۔ فرید سے جو ناخوشی تھی وہ رفع ہوئی۔ دونوں بھائیوں پر طرح طرح کی مہربانیاں کرتا اور کہتا کہ میں اب بڈھا ہو گیا ہوں اب پرگنات اور سپاہ کی تدابیر میں مجھسے محنت و مشقت نہیں ہو سکتی اب تم دونوں بھائی اِس کام کا انتظام کرو میاں حسن کی یہ باتیں سلیمان اور اوسکی ماں کو خوش نہ معلوم ہوئیں اب اونہوں نے فرید پر بہتان لگانے شروع کئے اور یہ جھوٹی تہمت لگائی کہ فرید خاں نے جو سلیمان کی بہن کی شادی کے لئے روپیہ دیا تھا وہ کھوٹا تھا ہر روز اوسکی شکایت حسن خاں سے ہوتی مگر وہ کچھ سنتا نہ تھا جب سلیمان کی ماں نے دیکھا کہ اِن جھوٹی شکایتوں سے فرید سے میاں حسن نہیں ناراض ہوا بلکہ اولٹا اوس سے یہ کہنے لگا کہ تجھے مناسب نہیں ہے کہ فرید کا گلہ ہر دفعہ کیا کرے تیرے سوا کوئی عزیز سپاہی رعیت اوس کی شکایت نہیں کرتا میں اوس کے افعال نیک کا شاکر ہوں اور اوس سے راضی ہوں دونوں پرگنے اُسی کے سبب سے آباد ہو گئے ہیں میاں حسن کی زبان سے یہ بات مادر سلیمان سنکر از حد مغموم ہوئی اور اوسکے سامنے اوٹھ کے چلی گئی اور میاں سے اختلاط کم کر دیا کج ادائیاں شروع کیں۔ اور پہلے تعلقات کو چھوڑ دیا۔ مگر عشق بڑی بُری بلا ہوتا ہے جب حسن نے اپنے معشوق کو دیکھا کہ وہ دلگیر و غم زدہ رہتا ہے تو ایک دِن اوس نے پوچھا کہ تیرے مغموم اور کم اختلاطی کا سبب کیا ہے۔ مادر سلیمان نے عرض کیا کہ میں تیری ایک کمینہ لونڈی تھی۔ تو نے اپنی محبت و اخلاص سے سرافراز کیا۔ تیرے اہل و عیال نے مجھہ سے حسد شروع کی۔ میں نے اونکی خدمت میں کچھہ قصور نہیں کیا۔ مگر وہ مجھپر اور میری اولاد پر کم عنایت کرتے ہیں اور اوسکو تو خود بھی جانتا ہے جب تو نے عزیزوں کی سفارش سے فرید کو جاگیر دی تھی تو میں نے پوچھا تھا کہ میرے فرزندوں کو تو کیا دیگا تو تو نے وعدہ کیا تھا کہ جب وہ بڑے ہونگے اور حکومت کے لایق ہونگے تو اونکو بھی حکومت پرگنہ کی ملیگی۔ فرید بڑا بیٹا ہے تیرا وہ جانشین ہوگا۔ اگر تو اپنی حیات میں میرے بیٹوں کو فرید کے پرگنات دیکر سرافراز نہ کریگا تو تیری زندگی میں اپنے تئیں اور اپنے بیٹوں کو مار ڈالونگی اسلئے کہ وہ تیری زندگی میں صاحب سامان نہوئے فرید اور تیرے عزیز میرے بیٹوں کے دشمن ہیں تیرے بعد وہ ہم کو بے حرمت کر کے پرگنات سے نکال دینگے اِسلئے

بیوی کا میاں کی شکایت سے باپ کا فرید سے ناراض ہونا

تیرے سامنے مرنا دشمنوں کے ہاتھ سے بے ناموس ہونے سے بہتر ہے۔
میاں حسن تو عشق کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے جب معشوق کی بغل میں سے گئے تو عقل کہاں تھی عقل کی بات کو عشق کب سننے دیتا ہے ؎

عشق ست ہزار شعلہ در تاب عقل ست ہزار پنبہ در آب

معشوق کی محبت کا وہ غلبہ اوسپر تہا کہ اوس کے کہنے سے کب باہر جا سکتا تھا اوسنے اپنے بڑے بیٹے سے محبت باطنی چھوڑ دی اور اوس کے درپے ہوا کہ اوسکو علیحدہ کرکے اپنے کنیزک زاد بیٹوں کو اُس کا قایم مقام کرے اور سلیمان نے میاں حسن سے کہا کہ تیری شفقت و لطف سے سب طرح کی امیدیں ہیں۔ مگر تیرے عزیزوں سے خوف ہے کہ وہ فرید کو حکومت سے جدا ہونے دینگے تو کمند عشق کے اسیر نے سخت قسم کھائی معشوق کو تسلی دی۔ اب حسن میاں فرید کے تصوروں کو پکڑنے کے درپے ہوا کہ اُسکے احوال اور اشغال کا تجسس شروع کیا غرض حسن نے فرید سے پھر ڑچھش شروع کی کہ وہ اس سے رنجیدہ ہو گیا۔ اُسکو معلوم ہو گیا کہ مادر سلیمان سے پدر نے بہ قسم یہ اقرار کر لیا ہے کہ اوسکے دو بیٹوں کو وہ پرگنے کی حکومت دیگا اور اس اقرار سے جو اوس نے اپنے عزیزوں سے کیا تہا پھر جائیگا تو اوس نے دونوں پرگنوں کی حکومت ترک کرکے حسن سے کہلا بھجوایا کہ جبتک لطف و شفقت پدری مجھپر تھی میں پرگنات کی خدمت کرتا تہا مگر اب وہ نہیں رہی اسلئے آپ جسے چاہیں پرگنات کا شقدار بنائیں بعض آدمیوں نے حسد و دشمنی سے ایسی باتیں آپ کے کان تک پہنچائی ہیں کہ آپ کا دل مجھ سے پھر گیا ہے۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میرا حال کس طرح تحقیق کرنا چاہیئے حاکم کو لازم ہے کہ اعمال اور رعیت کے احوال سے خفیہ خبردار رہے تاکہ اون سے بے دیانتی نہونے پائے اور اس سے آبادی ملک ہو اور نیکنامی و اطمینان خاطر ہو۔ خود غرضوں کی باتیں اوس کے دل میں دخل نہ دیں اور غرض گو کے کہنے کا اعتبار نہ کرے ؎

زصاحب غرض راستی نشنوی اگر کار بندی پشیماں شوی

اگر کسی غرض گو کے کہنے سے حاکم کے دل میں آئے کہ عمال نے بے دیانتی کی ہے تو عمال کو بدلے اور اپنے امین اور متدین خدمتگار مقرر کرے اور حکم دے کہ کاغذ خام چند دہات کے پہلے اوس سے کہ مقدم کو خبر ہو وہ لے لیں۔ پھر ہر دہ کے مقدم اور پٹواری کو بلائیں پھر حاکم خود ان کاغذوں پر متوجہ ہو

اِسلئے کہ ایسے آدمی کہ بالکل قابل اعتماد ہوں کم میسر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی دیانت مند ہاتھ لگجائے تو اُسے مقرر کرے اگر تحقیق سے بے دیانتی عمال ثابت ہو تو سزا دے کہ اوروں کو عبرت ہو ؎

مکن صبر بر عامل ظلم دوست — کہ از فربہی بایدش کندہ پوست

اگر شقدار نہ بدلا جائیگا اور دوسرا آدمی متعین کیا جائیگا کہ کاغذ خام لے و مقدم و پٹواری کو بلائے تو اوس کے خوف سے کاغذ خام نہیں دیگا اور پرگنہ کی حقیقت جیسی کہ چاہیئے نہیں دریافت ہوگی اور رعیت اُس مستقل شقدار سے عداوت نہیں باندھے گی۔ پس حاکم کو چاہیئے کہ شقدار قدیم کو بدلکر نیا شقدار مقرر کرے۔ نیا شقدار جب پُرانے شقدار کی بد دیانتی ثابت کرنے میں کوشش کرے گا تو پُرانا شقدار نئے شقدار کو کچھہ نذر دیگا اور کہے گا کہ تو رعیت کی عادت نہ بگاڑ کہ آج جو میرے لئے ہے وہ کل تیرے لئے ہوگا تو نیا شقدار رعیت کو حقیقت حال کہنے سے منع کر دیگا۔ بہتر ہے کہ شقدار قدیم کو بدل دے اور ایک تیسرا دیانت دار آدمی مقرر کرے کہ کاغذ خام لیکر و مقدم و پٹواری کو بلاکر تحقیق کرے تاکہ حقیقت کار معلوم ہو۔ ابا جان آپ کو معلوم ہے کہ میں نے پرگنات کی شقداری چھوڑ دی ہے آپ شخص ثالث کو مقرر کریں تاکہ وہ کاغذ خام و مقدم و پٹواری کو آپ پاس لائے اور خود آپ متوجہ ہوکر تحقیق کریں تاکہ حق و باطل ظاہر ہو ؎

خوش بود کہ محک تجربہ آید بمیاں — تا سیہ روے شود ہر کہ درو غش باشد

فرید خاں کا باپ سے پرگنوں کا چھوڑنا

میاں حسن نے اس کا جواب فرید خاں کو یہ کہلا بھیجا کہ مجھے تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے جب میں لشکر میں یہاں سے غیر حاضر تھا تو مجھے پرگنات کی حقیقت خوب معلوم ہوئی کہ تو نے ملک کو دو چند آباد کر دیا۔ اگر تو نے کچھہ تصرف بھی کیا تو اچھا کیا وہ تیرا مال اور حق تھا میں نے تجھے حکومت اِسلئے دی تھی کہ میں نے تجھ میں لیاقت دیکھی تھی اور میری غرض اس سے یہ تھی کہ تو صاحب سامان ہوکر کسی دن وہ تیرے کام آئے۔ میرے مرنے کے بعد میری نیکنامی تیرے ہی سبب سے ہوگی اور میرے پس ماندوں کی خبر گیری تو ہی کرے گا۔ تیرے ناخلف بھائی سلیمان وغیرہ ہر روز مجھے تکلیف دیتے ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ اون سے ملک کا انتظام نہیں ہوگا میں نے ہر چند اون کو سمجھایا مگر اون پر کچھہ اثر نہوا۔ اونہوں نے مجھے بے آرام کر رکھا ہے اونکی ماں اپنے بیٹوں کے لئے رات دن میری جان کھاتی ہے۔ اس ضرورت کے سبب سے میں چند روز ان دونوں پرگنوں کا شقدار

سلیمان اور احمد کو مقرر کرتا ہوں کہ اس شب و روز کی تشویش سے نجات پاؤں۔ جب فرید خاں نے میاں حسن کے یہ کلمات سُنے تو اوس نے کہلا بھیجا کہ دونوں پرگنے آپ کے ہیں اونکی حکومت جسے چاہے دیدیجئے۔ جب عزیزوں نے سُنا کہ دونوں پرگنوں کی حکومت فرید سے حسن خاں لیتا ہے اور سلیمان اور احمد کو دیتا ہے اور فرید کا ارادہ ہے کہ روزگار کے لئے آگرہ جائے۔ اُن دنوں آگرہ دارالخلافت تھا وہیں آدمی روزگار کے لئے جاتے تھے تو وہ جمع ہوکر میاں حسن پاس آئے اور اُس سے کہا کہ یہ تو کیا کرتا ہے کہ پرگنوں کی حکومت فرید سے لیتا ہے اور سلیمان اور احمد کو دیتا ہے کہ فرید جاتا ہے۔ ان دو پرگنوں کا انتظام جیسا فرید نے کیا ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اور کوئی قصور بھی اوس نے نہیں کیا۔ ایسے قابل فرزند کو ان ایام میں باہر جانے دیتا ہے کہ سلطان ابراہیم کی سلطنت میں خلل پڑ رہا ہے اور ہر افغان کہ زمینداری رکھتا ہے ریاست اور مملکت گیری کا دعوی کرتا ہے میاں حسن نے عزیزوں سے کہا کہ تم سچ کہتے ہو کہ فرید خاں کا آزردہ خاطر کرنا مناسب نہیں ہے۔ مگر میں اس سے مجبور ہوں کہ سلیمان اور اوسکی ماں مجھے تنگ کرتے ہیں اور ایک لحظہ آرام سے نہیں رہنے دیتے جب سلیمان خردسال تھا تو اوس نے مجھسے کہا تھا کہ مجھے حکومت دو تو میں نے اوسکی تسلی کے لیے کہا تھا کہ جب تو بڑا ہوگا تو تجھے پرگنہ کی حکومت دونگا تو اوس نے کہا کہ اگر آپ فرید کو پرگنہ کی حکومت دیدینگے تو کس طور سے اُسکو حکومت سے جدا کرینگے تو میں نے کہا تھا کہ میں اُس سے کہونگا کہ تو نے بہت دنوں پرگنوں میں حکومت کی اب چند روز کے لئے اپنے چھوٹے بھائی کو حکومت کرنے دے تاکہ امور ملکی میں اوسکو مہارت ہوجائے۔ وہ میری اس بات کو بار بار یاد دلاتا ہے۔ میں سلیمان کی ماں پر دل وجان سے قربان ہوں جب میں اوسکو آزردہ دیکھتا ہوں تو چین و آرام مجھپر حرام ہوجاتا ہے میں بڈھا ہوگیا ہوں مرنے کے دن قریب ہیں میں خلاف عہد نہیں کرسکتا اپنی زندگی میں ایک دفعہ اون کو پرگنات کی حکومت دیتا ہوں اگر اونکی نیک عملی سے پرگنات کی آبادی اور رفاہیت میں خلق وسپاہ کی خوش حالی ظاہر ہوئی تو وہ میری زندگی میں نیکنامی حاصل کریں گے جیسی کہ فرید نے شہرت اور نیکنامی حاصل کی ہے اور فرید سے میری خاطر جمع ہوگئی ہے کہ جہاں وہ جائیگا وہاں روزگار پائیگا۔ اور اگر وہ اس حکومت کے قابل نہونگے تو میری زندگی میں چندروز دنیا سے متمتع ہونگے یہ مجھے یقین ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ پرگنات میاں فرید کے

منتقل ہونگے کہ وہ ہی اوسکے لایق ہے اوسکی قابلیت اور لیاقت تدابیر ملکی میں مجہ سے اور اپنے بہائیوں سے کہیں زیادہ ہے اور جتنے اوس کے اقران اور ہم سن ہیں اُن سب میں وہ بہتر ہے اور امور مملکت میں جو بکار آمد باتیں میں سنے فرید سے سُنی ہیں کسی اور کی زبان سے ہرگز نہیں سُنیں۔

جب عزیزوں نے میاں حسن کا جواب یہ سُنا تو اونہوں نے اوس سے کہا کہ مناسب نہیں ہے کہ ایک بندوڑی کی خاطر اپنے لخت جگر کو ان ایام خلل انگیز میں جدا کرے۔ بہار میں لوحانیوں کے اطوار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ سے روگردانی کرکے بادشاہی اپنے نام سے کریں حکماء نے کہا ہے کہ عورتوں کا اعتماد نہیں کرنا چاہیے اور اپنے اسرار پر اُن کو مطلع نہیں کرنا چاہیے۔ امور ملکی میں اُنسے مشورہ نہیں کرنا چاہیے اپنے مال اور ذخائر کو اُن سے پوشیدہ رکھنا چاہیے اگر کوئی عورت کے عشق میں مبتلا ہو جائے تو اُس سے اپنے عشق کو مخفی رکھنا چاہیے کہ اُس کا غلبہ نہ ہو جب عورت جانتی ہے کہ شوہر اُس کا عاشق ہے تو وہ اوس کی اطاعت نہیں کرتی اور شوہر کو خادم جانتی ہے عورتوں کی طبیعت میں حسد ہوتی ہے وہ ناقص العقل ہوتی ہیں اور جہالت اُنکے اندر ہوتی ہے اونکی متابعت نہیں کرنی چاہیے۔ مگر عشق کب اُن عقل کی باتوں کو سننے دیتا تھا عزیزوں کے کہنے کا اثر اُس عاشق زار پر کچھہ نہ ہوا۔

میاں حسن سے جب فرید بالکل نا امید ہو گیا تو وہ عزیزوں سے رخصت لیکر آگرہ کی جانب پرگنہ کاہن پور (کانپور) کی طرف سے روانہ ہوا۔ اس پرگنہ میں اعظم ہمایون سروانی حاکم تھا جسکے پاس بہت آدمی تھے اِس مقام میں سروانی بہت رہتے تھے جب فرید کاہن پور میں آیا تو سروانیوں نے کہ میاں حسن سے رشتہ داری رکھتے تھے اوسکی دعوت کی۔ اس مجلس میں شیخ اسمٰعیل بہی ہمراہ تھا فرید نے پوچھا کہ یہ کون ہے سروانیوں نے کہا کہ وہ سروانی ہے مگر پھر یہ کہا کہ وہ تمہاری قوم کا سور ہے اور ہمارا بھانجا ہے شیخ اسمٰعیل سے فرید نے کہا کہ تمنے کس لئے یہ نہ کہا کہ میں سور ہوں تو اسمٰعیل نے کہا کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ میں سروانی ہوں اونہوں نے مجھے سروانی کہا تو اس میں میرا کیا گناہ ہے شیخ اسمٰعیل سے فرید نے کہا کہ میرے ہمراہ ہو جسے شیخ اسمٰعیل و ابراہیم اوسکے ساتھہ ہوئے اسمٰعیل کا بیان آگے آئیگا یہاں فقط اِتنا ہی ذکر کرنا کافی تھا۔

حا۔ س

جب فرید خاں آگرہ میں آیا تو یہاں دولت خاں کا طوطی خوب بول رہا تھا۔ وہ بدہو کا بیٹا تھا جو خانہ زاد اعظم ہمایوں سروانی کا تھا۔ دولت خاں بارہ ہزار سوار کا سردار تھا سلطان ابراہیم شفقت اوس پر کرتا تھا۔ فرید نے دولت خاں کا دامن پکڑا۔ اور اوس کی خدمت ایسی بجالایا کہ دولت خاں اکثر کہا کرتا تہا کہ فرید خاں کے سامنے میں شرمندہ اِس سے ہوتا ہوں کہ اگر وہ اپنا مدعا کہے اور میں اُس میں حتی الوسع کوشش نہ کروں جب فرید خاں نے جانا کہ دولت خاں مجہپر ایسی عنایت کرتا ہے تو اوس نے واجب العرض لکہی کہ میاں حسن بڈہا ہوگیا ہے اوس کے حواس میں فتور آگیا ہے اور وہ ایک لونڈی پر فریفتہ ہے جو کچھہ وہ کہتی ہے وہ کرتا ہے۔ ملک کی تدبیرات اوسنے لونڈی کو سپرد کی ہیں۔ اوسکے ہاتھہ سے سب عزیز اور آدمی نالاں اور رعیت سرگردان ہیں اون کی بیوقوفی سے دونوں پرگنے ویران ہوتے جاتے ہیں شاہ عالم بندہ کو وہ پرگنے عنایت فرمائیں میں پانسو سواروں سے خدمت کرنے کے لئے حاضر ہوں دولت خاں نے اِس واجب العرض کو پڑہکر اوسکو تسلی دی کہ میں بادشاہ سے سفارش کرونگا اور دونوں پرگنہ کی حکومت دلادوں گا مگر جب دولت خاں نے بادشاہ سے میاں حسن اور فرید کا حال کہا تو بادشاہ نے فرمایا کہ میں اُس شخص کو بدجانتا ہوں جو باپ کا گلہ شکوہ کرے۔ دولت خاں نے بادشاہ کا ارشاد فرید سے کہہ کر کہا کہ تو دلگیر نہو میں انشاء اللہ بادشاہ سے تجہے دونوں پرگنے دلادوں گا۔ فرید اُس سے اگرچہ رنجیدہ خاطر ہوا مگر دولت خاں کی تسلی کے سبب سے اُس پاس رہا۔ وہ اوسکو روپیہ اتنا دیتا تھا کہ خرچ کے بعد اُس پاس روپیہ جمع ہوتا تھا۔ پھر کچھہ دنوں بعد میاں حسن کا انتقال ہوا۔ سوم کے روز سلیمان نے باپ کی پگڑی سر پر رکہی جس مجلس میں وہ پگڑی رکھکر بیٹھا تہا وہاں نظام خاں معہ اپنی جمعیت کے پہنچا۔ اور اوس کے سر پر سے دستار اوتار لی اور اوسکو سمجہایا کہ بڑے بھائی فرید کے ہوتے تجہے مناسب نہیں ہے کہ باپ کی پگڑی سر پر رکھے۔ خدا سے ڈر۔ خلق سے شرم کر کہ دستور و قاعدہ کے خلاف کام کرتا ہے کہ جس سے عداوت پیدا ہو۔ باپ کی زندگی میں اپنی ماں کے زور سے تو نے فرید کے ساتھہ بے مروتی کی باپ کو تو کیا کہوں وگرنہ تمہارے زور و مردانگی کا حال معلوم ہی تھا اب تجہے یہ مناسب ہے کہ گذشتہ کے برخلاف تو فرید کے ساتھہ اخلاص رکھہ بغض چھوڑ۔ بڑے بھائی کے ساتھہ لڑنا اچھا نہیں ہوگا۔ آپ نے جو اپنے زندگی میں بیٹوں کو جاگیریں علیحدہ علیحدہ تقسیم کیں ہیں وہ بہر

تو قانع ہو تو ترک ریاست کر کہ وہ تیرے بھائی کا حق ہے اور اگر لڑائی کرو تو نہ چھوڑے گا تو اور دونوں کا محتاج ہو جائے گا اور کوئی تجھے اچھا نہ کہے گا اور تو بدنام ہو جائے گا اور دونوں پرگنے ویران ہو جائینگے سلیمان نے کہا کہ اگر بھائی میرے ساتھ اخلاص رکھیں گے میں بھی ضرور ان کی خدمت کرونگا ۔

میاں حسن کی وفات کے بعد تمام حالات یہاں کے میاں نظام نے فرید کو لکھے جب اس کو خبر ہوئی تو اس نے باپ کی عزاداری کی اور سلیمان کا حال من وعن دولت خاں سے اس سے کہا کہ تو کچھ اندیشہ نکر دونوں پرگنوں کی حکومت بادشاہ تجھکو دیدیگا ۔ دولت خاں نے حسن کی وفات کا ذکر سلطان ابراہیم سے کیکر فرید خاں کے نام فرمان لکھدیا کہ دونوں پرگنوں پر اپنا تصرف کر کے پھر یہاں آجائے ۔ جب فرید خاں یہ فرمان لے کر اپنے پرگنوں میں گیا تو عزیزوں نے اس فرمان کو قبول کیا ۔ سلیمان فرید کے ساتھ مقاومت تو کر نہیں سکتا وہ محمد خاں شاہ خیل حاکم چونڈہ کے پاس چلا گیا وہ پندرہ سو سوار کا جاگیردار تھا ۔ اور میاں حسن سے اس کو کلفت باطنی تھی اس لیے وہ چاہتا تھا کہ بھائیوں میں عداوت پیدا ہو تا کہ طرفین میرے محتاج ہوں اس نے سلیمان سے کہا کہ چند روز صبر کرو ۔ فرید پاس فرمان حکومت ہے ۔ اس وقت یہ حال ہو رہا ہے کہ سلطان ابراہیم نے سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے امرا کی مدارات بری طرح سے کی ہے کہ وہ سب اپنی جاگیروں کو چلے گئے ہیں اور وہیں رہتے ہیں ۔ خانخاناں یوسف خیل حاکم پنجاب نے اپنے بیٹے دلاور خاں کو کابل بھیجا ہے کہ شہنشاہ بابر کو یہاں لائے اور وہ مغلوں کو ساتھ لیے چلا آتا ہے ۔ دونوں بادشاہوں میں لڑائی ہوگی ۔ اگر سلطان ابراہیم کو غلبہ ہوا تو اس پاس جاتا میں بھی تیری سفارش کی عرضداشت بادشاہ پاس بھیجدونگا کہ فرید کو میاں حسن سے اور تجھ سے عداوت ہے اور میاں حسن نے تجھے اپنی جانشینی کے لیے ترجیح دی تھی اور حکومت کے لیے پسند کیا تھا جو تیری قسمت میں ہوگا وہ تجھے مل جائے گا ۔ اور اگر مغل فتحمند ہوئے تو میں فرید سے بزور پرگنہ چھین کر تجھے دلا دونگا ۔ سلیمان نے محمد خاں سے کہا کہ میں فرید کے خوف سے آپ پاس پناہ لیکر آیا ہوں کہ سوروں کے درمیان کوئی آپ کے برابر نہیں ہے ۔ میں نے اپنا اختیار آپ کو دیا ہے ۔ جو حکم آپ دیں گے میں اسے قبول کرونگا ۔ محمد خاں نے اپنے وکیل بھیجکر فرید خاں کو کہلا بھیجا کہ تم میری نصیحت سنو اور میری مداخلت کا پاس خاطر رکھو تو میں آکر تم بھائیوں

میں صلح کرادوں۔ میں تم میں قرار کرادوں اُس سے۔ جو پھرے تو اس پر عزیز لعنت ملامت کرینگے
اس کے جواب میں فرید نے لکھا کہ بے شک آپ سب میں بڑے اور بزرگ ہیں اور داؤد خیل
سور کی اقوام میں برتر ہیں اس لیے قوم کی سرداری کے آپ مستحق ہیں۔ آپ کا یہاں آنا مناسب
نہیں مجھے بلا بھیجئے اور سلیمان آپ کی خدمت میں موجود ہے اور فقیر کا گلہ کرتا ہے۔ آپ پر روشن
ہے کہ وہ باپ کی زندگی میں میرا مخالف تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ
جو جاگیریں تینوں بھائیوں کی باپ کی زندگی میں تھیں اس سے زیادہ لے لے اور باپ کے عہد میں
عداوت جو طرفین میں تھی اُسے دور کر اور اخلاص محبت سے باقی زندگی بسر کرے

آسایشِ دو گیتی تفسیر این دو حرف است — با دوستاں مروت با دشمناں مدارا

میری نصیحت نے اُسپر کچھ اثر نہ کیا۔ سب عزیز یہاں تھے، انہوں نے اپنی طرف سے بہت
سعی کی اور مخالفت سے منع کیا اُس نے قبول نہیں کیا اگر خان اعظم اسکو مخالفت سے منع
کریں اور اخلاص کی طرف رہنمائی کریں تو میاں حسن کے خاندان کی عزت باقی رہیگی میں
اپنے بھائی نظام کو خدمت میں بھیجتا ہوں۔ آپ سلیمان کو سمجھا کر اس کے ساتھ بھیج دیجئے ۔
میں اس کو جاگیر خاطر خواہ دیدونگا اور جو وہ یہ چاہے کہ پرگنہ کی حکومت میں اس کی شرکت ہو
تو یہ آرزو اس کی میری زندگی میں تو بر آنے کی نہیں۔ دو شمشیر ایک نیام میں اور دو حاکم ایک مقام
میں نہیں رہ سکتے۔

در شہر مگو کہ تو باشی با من — کاشفتہ بود کار ولایت بدو تن

جب محمد خاں کا وکیل فرید خاں کا یہ جواب سنکر گیا تو خان نے سلیمان سے کہا کہ میں جانتا ہوں
کہ فرید تمہارا حصہ آسانی سے نہیں دیگا خاطر جمع رکھو میں بزور تمہارا حصہ دلادونگا جب تم تین بھائی
میرے پاس آئے ہو تو تمہارے حصہ دلانے کا پاس لحاظ مجھپر لازم ہے سلیمان یہ سنکر خوشحال ہوگیا
فرید خاں کو خبرداروں نے یہ ساری خبر سنادی تو فرید خاں نے اپنے بھائی نظام خاں اور تمام اپنے
دولت خواہوں سے مشورہ کیا کہ مصلحت یہ ہے کہ ہم بھی کسی شخص کے ساتھ رجوع کریں کہ وہ محمد خاں
کا مانع ہو۔ اور ایسا آدمی کوئی اُس پاس سوا بہار خاں پسر دریا خاں لوحانی کے نہیں ہے۔ چند روز
صبر کرنا چاہیے۔ اگر سلطان ابراہیم کی فتح ہوئی تو اس کا فرمان میرے پاس ہے۔ کوئی مجھ سے

کچھ نہیں کہہ سکتا اگر عیاذاً باللہ سلطان ابراہیم کو شکست ہوئی تو میں بضرورت بہار خاں کا دوست ہونگا اور اُسکی خدمت میں ہونگا۔ تھوڑے دنوں کے بعد خبر آئی کہ دونوں بادشاہوں میں پانی پت کے میدان میں سخت لڑائی ہوئی اور سلطان ابراہیم شہید ہوا اور دہلی کی سلطنت ۹۳۲ھ میں شہنشاہ بابر کے ہاتھ آئی۔

سلطان ابراہیم کی وفات کے بعد بہار خاں نے سلطان محمد کا لقب اختیار کیا اور بہار میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلوایا۔ اب فرید خاں کو بہار خاں پاس جانے کی ضرورت ہوئی اور وہ اُسکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور رات دن اس کے کاموں میں رہنے لگا اور حسن خدمات کی وجہ سے وہ اس کا بڑا مقرب ہو گیا اور اپنی حسن تدابیر کی وجہ سے سارے بہار میں اُس کی شہرت ہو گئی۔ ایک روز سلطان کے ہمراہ شکار کو فرید خاں گیا تھا کہ ایک شیر نظر آیا اس کو فرید خاں نے شمشیر سے شکار کیا جس کے سبب سے سلطان محمد نے فرید خاں کو شیر خاں کا خطاب دیا اور اپنے بیٹے جلال خاں کا نائب مقرر کیا۔ جلال خاں کی نیابت میں شیر خاں کام کرتا تھا ایک مدت کے بعد وہ سلطان محمد سے رخصت لیکر اپنے پرگنوں میں گیا اور وہاں بہت دنوں مقیم رہا۔ شیر خاں کی شکایت سلطان محمد کرتا تھا کہ وہ تھوڑے دنوں کی رخصت لیکر گیا تھا مگر بہت دن گزر گئے وہ نہیں آیا یہ زمانہ ایسا پر خلل تھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی پر اعتماد کلی نہیں کر سکتا تھا۔

سلطان محمد پاس محمد خاں آیا اور اُس نے شیر خاں کی شکایت کی کہ وہ سلطان محمود پسر سلطان سکندر کی راہ دیکھ رہا ہے جس کے رفیق اکثر امراء افغان ہو گئے ہیں اس لیے وہ نہیں آیا۔ اگر سلطان فرمائے تو میں شیر خاں کے آنے کی تدبیر عرض کروں۔ سلطان نے پوچھا وہ تدبیر کیا ہے تو محمد خاں نے کہا کہ اس کا بھائی سلیمان جو قابل ہے اور میاں حسن نے اپنی زندگی میں دونوں پرگنوں کی حکومت اُسے دی تھی شیر خاں کو اُس نے خارج کر دیا تھا تو باپ کی شکایت لیکر سلطان ابراہیم پاس گیا سلطان نے اُس کو دھتکار بتائی کہ میں ایسے شخص کو بد جانتا ہوں جو اپنے باپ کی شکایت کرے۔ مگر حسن کے مرنے کے بعد اُس نے دولت خاں بن بدھو کی وساطت سے دونوں پرگنوں کی حکومت کا فرمان سلطان ابراہیم سے لکھا لیا۔ سلیمان کا بھی ارادہ تھا کہ باپ نے جو مرنے کے وقت اس کے لیے سفارش نامہ لکھا سلطان کو جاکر دکھائے تو بیچ میں یہ حادثہ پانی پت کی لڑائی کا پیش آگیا اور

فرید خاں کو شیر خاں کا خطاب ملنا

اس کا وہاں جانا رہ گیا اب وہ حضور کی خدمت میں استغاثہ لیکر آیا ہی اگر دونوں پرگنوں کی حکومت سلیمان کو سلطان عطا کرے تو شیر خاں جلد ملازمت میں حاضر ہو جائے گا۔ مدت ہوئی ہی کہ سلیمان اس کے ظلم سے بھاگ کر میرے پاس آیا ہی اگر اس کو اپنا حق ملجائے تو بندہ بھی آپ کا ممنون احسان ہوگا سلطان محمد نے کہا کہ شیر خاں نے میری بہت خدمت کی ہی اس جھوٹے سے قصور پر کہ وہ اختتام رخصت پر آیا نہیں بغیر تحقیق کیے اس کی جاگیر کا تغیر نہیں کر سکتا۔ مگر تیری خاطر سے اس قضیہ کا فیصلہ تیرے سپرد کرتا ہوں تو دونوں سے خویشی و قرابت کی نسبت برابر رکھتا ہی تو کسی کی رورعایت نہ کرنا جو حق ہو وہ کرنا کہ اُن میں جو فساد غبار اُٹھ رہا ہی بیٹھ جائے۔

میانجی چناں کن برائے صواب　　　　کہ ہم سیخ بر جا بود ہم کباب

سلطان محمد سے جب محمد خاں رخصت لیکر اپنے پرگنہ میں آیا تو شیر خاں پاس شادی خاں اپنے غلام کو یہ پیغام دیکر بھیجا کہ تونے جو دونوں پرگنے دبا لیے ہیں اور اپنے بھائی کو محروم کر دیا ہی یہ مناسب نہیں ہی کہ اس سے خاندان میں نزاع پیدا ہو گیا ہی۔ اب میں شادی کو تیرے پاس بھیجتا ہوں مجھے امید ہی کہ تو اس کے کہنے سے باہر نہ ہوگا اور مجھے ممنون کریگا۔ تیرے بھائی مدتوں سے میرے پاس ہیں افغانوں کی رسم و راہ تجھ سے مخفی نہیں ہیں۔ شیر خاں پاس شادی خاں آیا اور محمد خاں کا پیغام اُس سے عرض کیا اُس کے جواب میں شیر خاں نے کہا کہ خان اعظم سے میری زبانی یہ پیغام دو کہ یہاں روہ کا ملک نہیں ہی کہ ریاست برادر وار قسمت ہو یہ ملک ہند ہی۔ بادشاہ کے حکم کا وہ وابستہ ہی کہ اس میں کسی کی شراکت نہیں۔ خردی و بزرگی و برادری کا کچھ تعلق نہیں ہی سلطان سکندر خاں نے قرار دیا ہی کہ جو افغانوں کے امیروں میں مرے اس کا خزانہ و اسباب بطریق فرائض ورثا کے درمیان تقسیم ہوں اور پرگنات و سپاہ جو اس کی اولاد میں سب سے زیادہ لائق ہو اسکو دیے جائیں اور اس میں کسی بھائی کی شرکت نہ ہو۔ دونوں پرگنوں کی حکومت سلطان ابراہیم نے بندہ کو عنایت کی ہی اس میں بھائیوں کی شرکت نہیں ہی۔ نقد و جنس جو میاں حسن کے پاس تھا اس کو سلیمان لیکر آپ پاس چلا گیا ہی۔ اس میں سب بھائی شریک ہیں۔ آپ کی خاطر کے سبب سے اُس سے کچھ نہیں کہا جس وقت وہ آپ جدا ہوگا حسن خاں کے ورثا اس سے اپنا حصہ لیں گے۔ خان اعظم کو یہ کہنا مناسب نہیں کہ سلیمان کو تا نظام و بہلود یہ میں اپنی خوشی

خاطر سے تو اُن کو نہیں دونگا اگر آپ جھگڑ کر مجھسے پرگنے لیکر سلیمان کو دیدیں گے تو آپ حاکم ہیں اسکے سوا کچھ اور عرض کرنے کے لیے نہیں ہے۔

شیرخاں سے شادی رخصت ہوکر محمد خاں پاس گیا اور سارا حال عرض کیا تو وہ بہت برآشفتہ ہوا شادی کو حکم دیا کہ میرا تمام لشکر ہمراہ لیکر ٹانڈہ اور بلہو کو بزور لیکر سلیمان کو دلا دے۔ اگر وہاں لڑائی ہو اور دشمن کو ہزیمت ہو تو دونوں پرگنے سلیمان کو دیدے اور اپنا لشکر وہیں چھوڑ دے کہ مبادا سلیمان کو تھوڑے آدمیوں کے ساتھ دیکھکر دشمن اس پر حملہ آور ہو۔

جب یہ خبر شیرخاں کو پہنچی تو اس نے خواص خاں کے باپ سکھا کو جو اس کا غلام تھا اور بنارس کے پاس ٹانڈہ اور بلہو کا متصدی تھا پروانہ بھیجا اور اپنے لشکر کو بھی لکھا کہ سلیمان کو شادی ہمراہ لیکر تمہاری طرف آتا ہے تو ٹانڈہ و بلہو کو بے جنگ کے حوالہ نکرنا۔ انہوں نے شہر سے نکلکر شادی سے جنگ کی۔ سکھا اس لڑائی میں مارا گیا اور لشکر شکست پاکر شیرخاں پاس سہسرام میں آیا اور وہ یہاں بھی نہیں رہ سکتا تھا۔

شیرخاں کو بعض آدمیوں نے سمجھایا کہ سلطان محمد پاس وہ جائے مگر اس نے یہ صلاح نمانی اور یہ کہا کہ زمانہ میں خلل آرہا ہے سلطان محمد میری شکست سے محمد خاں سے نہیں لڑیگا بلکہ وہ صلح کرانے کے لیے سعی کریگا اور میں صلح میں اپنی مصلحت نہیں دیکھتا۔ نظام نے کہا کہ اگر آپ صلح میں مصلحت نہیں جانتے تو بہتر یہ ہوگا کہ ہم پٹنہ چلیں اور وہاں کے عمایدکی سفارش کے ذریعہ سے سلطان جنید برلاس سے ملیں اور اس کی ملازمت اختیار کریں اور اس کی ملازمت کے سبب سے محمد خاں سے اپنا انتقام لیں اور اس کو چونڈہ سے نکالدیں۔ یہی امر قرار پایا اور شیرخاں پٹنہ میں آیا۔ اور سلطان جنید برلاس پاس اپنا وکیل بھیجا۔ اور یہ التماس کی کہ اگر سلطان قول قرار کرے کہ کوئی آزار اس کو نہ پہنچائیگا تو میں آپ کی دل وجان سے خدمت و دولت خواہی کروں سلطان مذکور نے اسے قبول کرلیا۔ شیرخاں سلطان کی ملازمت میں آیا اور بہت چیزیں پیشکش میں دیں۔ سلطان اس سے بہت راضی اور خوش ہوا۔ اور اپنا لشکر اس کو دیا۔ محمد خاں اور سلیمان اس سے نہ لڑ سکے۔ وہ کوہ رہتاس میں بھاگ گئے اب شیرخاں نے اپنے پرگنوں پر اور محمد خاں کے پرگنہ چونڈہ پر قبضہ و تصرف کیا۔ بعض پرگنات خالصہ شاہی پر قابض ہوا۔ اسکے

عزیز اور افغان جو پہاڑوں میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ اُن سب کو خطوط لکھکر بلا لیا اور اُن کو ترغیب دی کہ پہلے سے دوچند جاگیر میں اُن کو دیجائیں گی۔ شرم ستورات واحدی میں نے اپنا انتقام لیا اور پرگنات پر قبضہ کیا۔ ان خطوط کے پہنچنے پر شیرخاں کی خدمت میں اکثر افغان آگئے۔ جب اس پاس افغان جمع ہوگئے تو مغلوں کا لشکر جو جنید برلاس نے اس کی کمک کے لیے ساتھ کیا تھا اس کو عمدہ پیشکش دیکر رخصت کیا محمد خاں کو عریضہ لکھا کہ خان اعظم کوئی دغدغہ دل میں نہ کریں اور سب طرح سے خاطر جمع رکھیں اور یہاں آنکر اپنے پرگنہ چوندہ پر تصرف کریں۔ میں نے پرگنات خالصہ شاہی کو لے لیا ہے مجھے اپنے عزیزوں کے ملک کی طمع دامنگیر نہیں ہے۔ زمانہ فتنہ انگیز اور حادثہ زا ہے اور جو افغان کہ جمعیت رکھتا ہے وہ ہماری ریاست اور ملک کے لینے کی لاف مارتا ہے۔ اس عہد میں اہل دولت کو اپنی قوم کا مدد و معاون ہونا چاہیے اور سپاہ کی جمعیت بہم پہنچانی چاہیے تاکہ اپنے ملک کی حفاظت کریں اور اوروں کے پرگنہ پر تصرف کریں۔ پس مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حسد و حقد و عجب و کینے کو جو جانبین کے سینوں میں جمع تھا دور کریں جس سے عزیزوں کی خاطر جمع ہو اور اس سے مرتبہ و قدر عالی و منزلت معالی حاصل ہوں ؎

نہال دوستی بہ نشاں کہ کام دل ببار آرد نہال دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد

محمد خاں پاس جب شیرخاں کا عریضہ آیا تو وہ پہاڑ پر سے اُتر کر پرگنہ چوندہ میں آیا اور آپس میں پہلی کدورت کی عذرخواہی کی۔ شیرخاں کا محمد خاں مرہون منت ہوا۔

محمد خاں کی طرف سے شیرخاں خاطر جمع ہوکر سلطان جنید برلاس کی خدمت میں آیا اور اس کے ہمراہ حضرت بابر بادشاہ کی خدمت میں مہم چندیری میں پہنچا۔ وہ مغلوں کے درمیان مدتوں رہا اور اُن کے اطوار جنگ و تدبیر ملکداری اور ارکان دولت کی روش کو دریافت کرتا رہا۔ وہ اکثر اوقات افغانوں کی مجالس میں کہتا کہ اگر بخت مساعدت کرے اور دولت یاوری کرے تو ملک ہند سے مغلوں کو باسانی نکال سکتا ہوں جب افغان یہ باتیں اُس کی سنتے تھے تو اس سے تمسخر کرتے تھے اور جب مجلس سے باہر جاتے تھے تو کہتے تھے کہ شیرخاں کیا لاف گزاف بکتا ہے اور شیخیاں بگھارتا ہے اور ایسی باتیں کہتا ہے جو حد امکان سے باہر ہیں۔ عباس خاں مولف شیرشاہی لکھتا ہے کہ میں نے اپنے چچا شیخ محمد سے جس کی عمر اسی برس کی ہے سُنا ہے

شیر خاں و شیخ ابراہیم سروانی

کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں مہم چندیری میں خانخاناں یوسف خیل کی ملازمت میں تھا کہ شیخ ابراہیم سروانی منزل شیر خاں میں اس کو لے گیا۔ وہاں باتوں میں شیخ ابراہیم نے کہا کہ یہ ناممکن ہے کہ افغانوں کے ہاتھ میں ملک ہند آئے اور مغل اس ملک سے خارج ہو جائیں۔ شیر خاں نے شیخ محمد سے کہا کہ تم میرے اور شیخ ابراہیم کے درمیان گواہ رہو کہ اگر طالع و بخت میرا مدد کرے تو تھوڑی مدت میں مغلوں کو ہند سے میں باہر نکال دونگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ افغان جنگ و شمشیر زنی میں مغلوں سے فائق ہیں۔ افغانوں نے اپنے ملک ہند کی سلطنت آپ اپنی نااتفاقی کے سبب سے کھوئی ہے۔ میں نے مغلوں میں رہکر اُن کی جنگ کی روش دیکھی کہ وہ میدان جنگ میں ثبات و قرار نہیں رکھتے اور اُن کے بادشاہ اپنے علو نسب و شرافت کے سبب سے اپنے نفس نفیس سے تدابیر ملک میں متوجہ نہیں ہوتے امور مہمات ملکی اپنے امرا اور ارکان دولت کو سپرد کر دیتے ہیں اور اُن کے قول فعل پر اعتماد رکھتے ہیں اور یہ امرا سپاہی سے، رعیت سے متمرد زمینداروں سے غرض سب سے رشوت لیتے ہیں دولت خواہ ہو یا نادولت خواہ ہو جس کے پاس ہو وہ حسب دلخواہ اپنے سارے کام بنا لیتا ہے اور جس پاس زر نہیں خواہ کیسی ہی وہ دولت خواہی کرے اور سپاہی خواہ کیسی ہی شمشیر زنی کرے اس کے کاموں کے چلنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی ؎

ہر در کہ رشوت ستاں یافتی　　　اگر یار رواری اماں یافتی

طمع زر کے سبب سے دوست و دشمن میں حاکم تمیز نہیں کرتا۔ اگر دولت نے میری یاوری کی تو شیخ جی آپ دیکھ لیں گے اور سن لیں گے کہ میں افغانوں کو کس طور سے اپنے ساتھ وابستہ کرتا ہوں کہ ہرگز وہ پھر متفرق نہوں گے۔

چند روز بعد وہ ایک دن بادشاہ پاس اسوقت گیا کہ اس کا دستر خوان بچھا ہوا تھا یہ بھی اس میں شریک ہوا اتفاقاً ماہیچہ کی آش صینی اُس کے روبرو رکھی گئی وہ اس کے کھانے کے طریقہ سے ناآشنا تھا اُس نے چھری سے اُس کی قاشیں بنائیں اور بے تکلف کھانی شروع کیں تو بابر کی نظر اس پر پڑی اور اس کی فراست پر تعجب ہوا اسی وقت اُس نے اپنے وزیر میر خلیفہ سے سرگوشی کی کہ تو اس شیر خاں کے حال سے غافل نہو اور ہر وقت اس کو نگاہ میں رکھ اس کے بشرہ سے آثار بادشاہی عیاں ہیں۔ میں نے شیر خاں سے

بڑے بہت افغان رئیس اور امیر دیکھے ہیں مگر یہ سطوت وحشمت وشوکت کبھی کسی اور کی صورت میں نہیں دیکھی۔ جب سے میری نظر اس پر پڑی ہے میرا دل اس کے گرفتار کرنے کو چاہتا ہے۔ شیر خاں جب سلطان جنید سے رخصت ہوا تھا تو سلطان نے اپنے بڑے بھائی میر خلیفہ وزیر بابر سے اس کی بہت سفارش کی تھی۔ شیر خاں نے خلیفہ کو بہت تحفے تحائف پیشکش میں دئے تھے۔ بادشاہ سے خلیفہ نے عرض کیا کہ شیر خاں بیگناہ ہے اس پاس نہ کچھ جمعیت سپاہ نہ اور کچھ سامان ہے کہ حضور کو اس کی جانب سے کوئی وہم پیدا ہو۔ اگر حضور اس افغان کو قید میں ڈالیں گے تو وہ افغان جو حضور کی خدمت میں حاضر ہیں وہ حضور سے بدگمان ہو جائیں گے اور ان کو بادشاہ کے قول وقرار پر اعتماد واعتبار نہیں رہے گا اور یہ تفرقہ کا سبب ہوگا۔ یہ سنکر بادشاہ چپ ہو رہا۔ شیر خاں نے اپنی فراست سے دریافت کر لیا کہ اس کے باب میں بادشاہ نے کچھ کہا ہے۔ اس نے اپنے گھر میں آکر لوگوں سے کہا کہ آج بادشاہ نے بری نظر سے مجھے دیکھا ہے اور خلیفہ سے میرے باب میں کچھ کہا ہے میرا یہاں رہنا خوب نہیں اور اسی وقت سوار ہو کر لشکر سے باہر چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ نے جو دیکھا تو وہ مجلس میں نہ تھا بادشاہ نے اسے طلب کیا۔ لوگ اس کے گھر آئے تو وہ جا چکا تھا۔ بادشاہ نے خلیفہ سے کہا کہ اگر تو منع نہ کرتا تو میں اس کو گرفتار کرتا وہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

شیر خاں کا دوبارہ سلطان محمد پاس جانا اور بہار کا مالک و والی ہونا۔

جب شیر خاں لشکر سے بے رخصت اپنی ریاست میں چلا آیا تو اس نے سلطان جنید کو تحفہ پیشکش بھیجے اور عرضی لکھی کہ بسبب ضرورت کے میں بادشاہ سے بے رخصت لیے چلا آیا ہوں اگر رخصت طلب کرتا تو وہ دیتے نہیں اور مجھے نظام بھائی نے لکھا تھا کہ محمد خاں اور سلیمان نے سلطان محمد سے عرض کیا کہ شیر خاں مغلوں کے ہمراہ ہو گیا ہے اور مغلوں کے زور سے اس نے ہمارے پرگنے ہم سے لے لیے ہیں اگر حکم ہو تو ان پرگنوں کو لے لیں۔ سلطان محمد نے اس کا جواب کچھ نہیں دیا جب یہ خبر مجھے پہنچی تو پھر میرا وہاں ٹھہرنا نا ممکن تھا اس لیے چلا آیا۔ میں بندہ سلطان ہوں سلطان جو خدمت مجھے چاہیں میں اس کے بجا لانے پر موجود ہوں۔

بعد اس کے شیر خاں نے نظام اور عزیزوں سے مشورہ کیا کہ اب نہ کچھ مغلوں کو اعتماد ہے اور نہ مجھے مغلوں کا اعتبار ہے اس لیے سلطان محمد کی خدمت میں جانا چاہیے تاکہ اس

تجویز پر فیصلہ ہوا اور وہ سلطان محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اُسے دیکھکر بہت خوش ہوا وہ اُس کی حسن تدابیر کا تجربہ کر چکا تھا۔ اُس نے اپنے بیٹے جلال خاں کو اس کے سُپرد کیا کہ اُس کی نیابت وہ کرے اور اُس کی تربیت میں کوشش کرے ابھی وہ خرد سال ہی۔ شیر خاں اس سے خوشحال ہوا اور ان اشغال میں دل وجان سے مصروف ہوا۔ جب سلطان محمدؐ کا انتقال ہوا تو جلال خاں اُس کا جانشین ہوا۔ جلال خاں خرد سال تھا اس کی ماں جس کا نام دوددو تھا اور وہ سلطان محمدؐ کی حرم تھی ملک بہار کی حکومت کرتی تھی اُس نے بھی شیر خاں کو قائم رکھا جب دوددو نے بھی وفات پائی تو شیر خاں بطریق نیابت جلال خاں کا کام کرتا تھا اور اب وہ اکیلا مختار ملک بہار میں تھا۔ گور و بنگالہ میں سلطان محمود بادشاہ تھا۔ اس کی طرف سے پرگنہ حاجی پور میں مخدوم عالم حاکم تھا۔ شیر خاں اور مخدوم عالم میں ایسا اتحاد تھا کہ دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے۔ مخدوم عالم سے بادشاہ بنگالہ ناراض ہوا اور اس کا ارادہ ہوا کہ ملک بہار کو افغانوں سے چھین لیجئے۔ اس مطلب کے لیے قطب خاں کو بہت سا لشکر دیکر بھیجدیا۔ شیر خاں نے صلح کے لیے التماس کیا کہ ہم مسلمان ہیں اور کبھی تم سے ہم نے مخالفت نہیں کی اور اپنی حد سے تجاوز نہیں کیا اور مسند عالی دریا خاں اور آپ کے درمیان اخلاص و اتحاد تھا۔ اب اس کا بیٹا خرد سال ہی آپ کو مناسب نہیں کہ اس وقت ملک لینے کا قصد فرمائیں ہرچند اس نے صلح کے لیے منت سماجت کی مگر قطب خاں نے ایک نہ سُنی۔ شیر خاں نے افغانوں سے کہا کہ ایک طرف مغل اور دوسری طرف لشکر بنگالہ۔ ان آتش و آب کے بیچ میں بچنا ہماری دلاوری اور مردانگی پر موقوف ہی۔ اس پر پٹھانوں نے کہا کہ خاطر جمع رکھہ کہ جب تک ہماری جان میں جان ہی میدان کو ہاتھہ سے نہ دینگے یا فتح کریں گے یا جان دیں گے۔ ہم نے جو چند سال سے نمک کھایا ہی اُسے حرام نہیں کرینگے۔ شیر خاں نے اپنے لشکر کو ترتیب دیکر قطب خاں کا مقابلہ کیا۔ ایک جنگ عظیم واقع ہوئی۔ لشکر بنگال کو شکست ہوئی اس جنگ میں شیخ اسمعیل نے داد مردانگی دی جیب خاں جو اسمعیل خاں کا سالہ تھا اس نے قطب خاں کے تیر لگایا وہ گھوڑے سے گرا اور اس کی جان نکل گئی۔ شیخ اسمعیل کے نام پر یہ فتح ہوئی۔ شیر خاں نے اس کو خطاب شجاع خاں (شجاول خاں کا) دیا۔ یہ اسمعیل وہی ہی جس کا پہلے

شیر خاں کا لشکر بنگالہ پر فتح پانا

لوحانیوں اور شیر خاں کے درمیان عداوت

ذکر ہوا) اس لڑائی میں خزانے و گھوڑے ہاتھی وغیرہ شیر خاں کو ہاتھ لگے اور اس سے وہ بڑا دولت مند ہوگیا - اُن میں سے کچھ اس نے لوحانی پٹھانوں کو نہ دیا - لوحانیوں کو شیر خاں کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور اس کی طرف سے دل میں کینہ رکھنے لگے گو اس کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے - مخدوم عالم نے قطب خاں کی مدد نہیں کی اور اُس کا یہ واقعہ ہوا تو بادشاہ بنگالہ نے مخدوم عالم پر لشکر بھیجا اس نے شیر خاں سے مدد طلب کی شیر خاں نے کہا کہ مجھ میں اور لوحانیوں میں مخالفت ہوگئی ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر اعتبار نہیں رہا - وہ خود تو مدد کو نہیں گیا مگر میاں حسُو خاں کو کمک کے لیے بھیجا - مخدوم عالم نے اپنا سارا مال اسباب شیر خاں پاس یہ کہکر بھیجدیا کہ اگر مجھے فتح ہوئی تو میں یہ سارا اسباب الٹا لونگا اور نہیں تو اس اسباب کا تیرے پاس رہنا بہ نسبت اوروں کے پاس رہنے کے بہتر ہوگا - مخدوم عالم لڑائی میں مارا گیا - میاں حسُو زندہ سلامت آئے - مخدوم عالم کا اسباب شیر خاں پاس رہا -

شیر خاں اور لوحانیوں کے درمیان مخالفت روز بڑھتی جاتی تھی یہانتک اس کی حد پہنچی کہ اُنہوں نے شیر خاں کے مارنے کی یہ تدبیر کی کہ جلال خاں کو جھوٹ موٹ مریض مشہور کیجئے وہ اس کی عیادت کو ضرور اس کے گھر کے اندر آئے گا - جب وہ جلال کی خدمت سے باہر ایک دروازہ سے نکلے تو دوسرے دروازہ پر وہ پہنچنے نہ پائے کہ جلال خاں کے محل کے دونو دروازے بندکر کے اُسے مار ڈالیں - یہ وہ جانتے تھے کہ جب وہ جلال خاں پاس آتا ہے تو اس کے ساتھ تھوڑے آدمی ہوتے ہیں - بعض لوحانی شیر خاں کے عزیز اور اخلاص مند تھے اور اس مشورہ میں شریک تھے انہوں نے اس ساری تدبیر کی خبر اس کو کردی شیر خاں لوحانیوں کی طرز پہلے ہی جانتا تھا کہ اُنکا کلیجہ حسد سے کباب ہورہا ہے اور اس کے خراب کرنے کے لیے سازشیں کرنے اور منصوبے باندھنے لگے ہیں - اس بات کو بھی سنکر یہ سرتیلا غیر بنی گیا چپکے چپکے اپنی جان و مال کی حفاظت کرنے لگا - تمام خزانہ اور ملک و مال جو اب اس کو ہاتھ لگا تھا اس کو نئی سپاہ کے بھرتی کرنے میں صرف کرنے لگا اور نئی سپاہ کو خاطر خواہ جاگیریں دیدیں اور لوحانیوں کی بات نہ پوچھی اس سبب سے وہ اور بھی جلکر خاک ہوئے اور جب اس سپاہ جدید کا انتظام ہوگیا اور اس کو یقین ہوگیا کہ لوحانی اس کا بال بیکا نہیں کرسکتے اور لڑائی میں غالب نہیں آسکتے

تو اس نے لوحانیوں کی دشمنی کا اظہار کیا۔ جلال خاں شاہ بہار سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہی کہ شاہ بنگال کا ارادہ ہی کہ آج کل ملک بہار پر بڑا لشکر بھیجکر اس کو لے لے۔ لوحانی تین چار پشت سے جاگیردار چلے آتے ہیں۔ آرام طلبی اُن کی عادت ہو گئی ہی نیا ملک جو ہاتھ آتا ہی اس کی بھی وہ طمع کرتے ہیں۔ لڑائی بھڑائی کے کام کے نہیں ہی۔ اس لیے میں نے یہ نئی سپاہ بھرتی کی ہی۔ کہ شاہ بنگال کا حوصلہ اس کثرت سپاہ کو دیکھکر پست ہو جائے اور وہ بہار کی طرف رخ نہ کرے لوحانی مجھسے دلی بغض رکھتے ہیں میری عزت وجان کے خواہاں ہیں۔ اگر حضور مجھہ کو اپنا عزیز سمجھتے ہیں تو اُن کو میری دشمنی سے منع کیجئے اور جو کچھہ وہ میرے معاملہ میں کہیں اُسے نہ باور کیجئے نہ سنئے آپ کو معلوم ہی کہ لوحانیوں کی قوم مجھہ سے کہیں زیادہ قوت وغلبہ رکھتی ہی اور افغانوں کا قاعدہ یہہ ہی کہ اگر ایک متنفس کے چار بھائی زیادہ ہوتے ہیں تو وہ اپنے سے غیر کے قتل و بے حرمت کرنے میں کچھہ خیال نہیں کرتا یہہ وقت بڑا نازک ہی کیا آپ خود خوف واندیشہ نہیں رکھتے۔ مجھے معلوم ہوا ہی کہ لوحانیوں نے میرے مارنے کے لیے کمر باندھی ہی اب میں حضور کی خدمت میں بغیر بہت سے سپاہیوں کی ہمراہی کے حاضر نہیں ہونگا مجھے یا تو آپ اپنے محل کے اندر بلائیں نہیں یا ضرورت کی صورت بلائیں تو حکم فرمائیں کہ ایک جماعت کثیر کے ساتھ محل میں آوٗں۔

جلال خاں اور لوحانیوں کو معلوم ہو گیا کہ شیر خاں کو اُن کے ارادہ اور مشورہ پر اطلاع ہو گئی اور اُنکا مکر اُس پر کارگر نہوا۔ جلال خاں نے شیر خاں سے کہا کہ لوحانیونکا کیا مقدور ہی جو تیری طرف بدنظر سے دیکھہ سکیں لیکن تو جانتا ہی کہ سب افغانوں میں لوحانی زیادہ بدزبان ہیں کچھہ سوچتے سمجھتے نہیں زبان اُن کے اختیار میں نہیں جو کچھہ زبان پر آتا ہی بک دیتے ہیں اور خاک کچھہ نہیں کرتے۔ اپنی تسکین خاطر کے لیے جس طرح تیرے جی میں آئے میرے پاس آ اور کچھہ فکر و اندیشہ نکر جو کچھہ تو کریگا میں اُسے قبول کرونگا۔ شیر خاں کی تسلی کر کے جلال خاں نے رخصت کیا۔ اب لوحانیوں اور شیر خاں میں آپس میں اعتماد نہیں رہا اتحاد و اتفاق برطرف ہوا۔ اب لوحانیوں کے دو فریق ہو گئے۔ جس فریق نے شیر خاں کو خبر دی تھی وہ اُن سے علیحدہ ہو گیا۔ غرض لوحانیوں میں بھی اتفاق نہیں رہا۔ ان میں سے ایک جماعت کثیر نے شیر خاں کے ساتھ عہد و پیمان قسم کے ساتھ کیے۔ شیر خاں نے اُن سے کہا کہ میں جلال خاں کی دولت خواہی کے سوا کچھہ اور

نہیں چاہتا۔ اس کے ماں باپوں نے میرے حق میں احسان کیے ہیں اور وہ خرد سال ہے اس کی تربیت میرے سپرد ہے۔ میں نے حتی الامکان اس کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے اور نہ کرونگا وہ خود اس بات کو خوب جانتا ہے۔ بعض غرض گویوں نے حسد کے سبب سے مجھے مارڈالا ہوتا اگر تم خبر نہ کرتے جب تک میں زندہ رہونگا تمہارا احسانمند رہونگا۔ اگر آپ کے نزدیک مصلحت ہو تو میں جلال خاں سے عرض کروں کہ چند لوحانی جو فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں وہ اُن کو اپنی خدمت سے دور کردے اور اگر وہ دور نہ کرے تو مجھے اپنی نیابت سے معاف کرے۔ اس لیے کہ ایسے مخالفوں کے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے لوحانی جو شیر خاں کے ساتھ متفق ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی صلاح عین ثواب ہے کہ ہم میں اور اُن میں عداوت جانی اور مالی ہوگئی ہے ایک جگہ رہنا مناسب نہیں اور اُن کے قول و قرار پر اعتماد نہیں چاہیئے۔ انہوں نے جو آپ کے زوال دولت کی تدبیریں کی ہیں اُن میں سے ایک شمہ ہم نے عرض کی ہیں۔ آپ کا اقبال تھا اور زمانہ حیات باقی تھا اس لیے جو انہوں نے چاہا وہ نہوا اب اُن کے ضرر سے بچنا چاہیئے شیر خاں نے اپنے دوست لوحانیوں کے ساتھ صلاح مشورہ کرکے جلال خاں کو یہ واجب العرض لکھی جب سلطان محمدؒ نے مجھے آپ کی نیابت دی تو لوحانیوں کو حسد کے سبب سے وہ ناگوار گزری اور سلطان محمدؒ کی وفات کے بعد جب آپ کی ماں نے مجھے نائب بدستور رکھا اور امور ملکی میں مختار بنایا تو اور اُن کی حسد زیادہ ہوئی اور ظاہر اور پوشیدہ وہ میری شکایت کرنے لگے۔ مگر میرا دامن لوث خیانت سے پاک صاف تھا۔ ہر چند انہوں نے میرے حال میں جاسوسی کی مگر میرے کام میں کوئی رخنہ انہوں نے ایسا نہ پایا کہ وہ مجھے نیابت سے دور کرسکتے۔ مجھے اُن کے حال پر اطلاع تھی مگر میں نے اُسکے چھپانے میں کوشش کی اور اس کا افشا آپ کے سامنے نہیں کیا۔ اور میں نے اُن کے اعزاز واکرام میں اور اُن کی مہمات کے انصرام میں کوئی تقصیر نہیں کی اور اس کی منازعت و مخاصمت کی مکافات میں نے جائز نہیں رکھی۔ زوال نعمت و فساد دولت کا سبب مخاصمت ہوتی ہے سلطان ابراہیم سے مغلوں نے جو ملک لے لیا وہ بزور شمشیر نہیں لیا بلکہ افغانوں کی باہمی مخالفت کے سبب سے لیا ہے۔ مجھے جماعت کثیر سے معلوم ہوا ہے کہ لوحانی میرے مارنے کا

قصد کرتے ہیں اور رات دن اسی فکر میں رہتے ہیں کہ کس طرح مجھے یہاں سے نکالیں اور اپنی قوم کی کثرت پر مغرور ہیں۔ آپ کو دو مہم دربیش ہیں ایک حاکم بنگالہ کی دشمنی جو روبرو ہے۔ دوم ملک کی نگاہداشت مردم بیگانہ سے وتحصیل زر رعیت سے آپ کے لشکر کی دو جماعتیں ایسی ہوگئی ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی مخالف وضد ہیں اُنکا یکجا جمع رہنا ممکن نہیں۔ ان دو جماعتوں میں سے جس کو چاہئے اپنے پاس رکھیے اور دوسری کو اپنی اپنی جاگیروں میں رخصت دیجئے۔ بضرورت عرض کیا جان سب کو عزیز ہے جب جلال خاں کو شیر خاں کے عریضہ پر اطلاع ہوئی تو اُس نے شیر خاں کے وکیل سے کہا کہ حق شیر خاں کی جانب ہے مگر اُس سے یہ کہو کہ بعض باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا فیصلہ جب تک نہیں ہوگا کہ میں اور تم یک جا ہوں چند روز صبر کرو کہ دشمن قوی سامنے ہے۔ میں آہستگی کے ساتھ اس فتنہ کو دور کرتا ہوں اور حق وباطل کی تحقیق کرتا ہوں شیر خاں کو جب اپنے عریضہ کا جواب معلوم ہوا تو اس نے اپنا وکیل پھر جلال خاں پاس بھیجا کہ حضور نے جو ارشاد فرمایا بجا ہے میں آپ کے حکم سے باہر نہیں جو حکم دیجئے گا میں عمل کرونگا۔

بعد ازاں جلال خاں نے ان لوحانیوں کو بلایا جنہوں نے شیر خاں کے مارنے کا قصد کیا تھا ان کو شیر خاں کی واجب العرض دکھائی اور فرمایا کہ بعض لوحانیوں کو اس مشورہ کی خبر تھی اُنہوں نے شیر خاں سے حقیقت حال بیان کی اور اس کے ساتھ متفق کر یہ عہد وپیمان بقسم کر لیے کہ ہر نیک وبد میں اس کے ساتھی ہیں لوحانیوں نے جو جلال خاں کے ساتھ متفق تھے کہا کہ ہم کو اس کی ذرا پروا نہیں کہ شیر خاں کو ہمارے مشورہ پر اطلاع ہوگئی مگر یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ لوحانیوں میں سے ایک جماعت اس کے ساتھ متفق ہوگئی اور ہماری قوم میں تفرقہ پڑگیا۔ جو تدبیر ہم نے دشمن کے دفع کرنے کی سوچی تھی وہ الٹی ہمارے ہی تفرقہ کا سبب ہوئی۔ اب ہم اور شیر خاں یکجا نہیں رہ سکتے۔ اب شیر خاں کو اپنی جاگیر میں بھیجدیجئے اور آپ فراغ خاطر وجمع باطن کے ساتھ بادشاہ بنگالہ پاس چلے جائیے اور بہار نذر کیجئے پہلے اس سے کہ کوئی بہار پر قبضہ کرے۔ جلال خاں کو لوحانیوں کی رائے پسند آئی۔ شیر خاں کو بلا کر کہا کہ میری دولت خواہی کے سبب سے لوحانیوں نے تیری مخالفت کی وہ اپنی سزا جزا کو پہنچ گئے۔ اب تم مغلوں کے پاس جاؤ اور اپنے ملک کی تدبیر کرو اور میں ملک بنگالہ پر حملہ کرنے جاتا ہوں۔ شیر خاں نے

جلال خاں کے کہنے کو قبول کیا۔ اسی وقت جلال خاں نے گھوڑا اور خلعت دیکر شیر خاں کو رخصت کیا وہ اپنے پرگنہ سہسرام میں آیا۔ جلال خاں شاہ بنگال پاس گیا۔ جب شیر خاں نے سُنا کہ جلال خاں شاہ بنگال پاس گیا تو وہ بڑا خوش ہوا اور اُس نے کہا کہ ملک بہار اب میرے ہاتھ آجائیگا مجھے یقین تھا کہ ملک بہار کے فتح کرنے کے لیے لشکر بنگال آئے گا اور مجھ میں اور جلال خاں کے لوحانی لشکر میں عداوت تھی تو مجھے خوف تھا کہ دشمن کو فتح ہو اس لیے کہ ہزیمت کا سبب عظیم لشکر کی باہمی مخالفت ہوتی ہے۔ اب بادشاہ بنگال پاس لوحانی چلے گئے میرے اور لشکر کے درمیان مخالفت باقی نہیں رہی اور جب افغانوں کے لشکر میں تفرقہ نہو تو لڑائی کے دن لشکر بنگال کی حقیقت اُس کے سامنے کیا ہے۔ مغلوں کا لشکر تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر بعنایت الٰہی میں نے شاہ بنگال کو شکست دیدی اور میں زندہ رہا تو لوگ دیکھیں گے کہ میں نے مغلوں کو کس طور سے ہندوستان سے خارج کر دیا۔ اب شیر خاں اپنے لشکر کی استعداد میں مصروف ہوا اور نیا لشکر بھرتی کرنا شروع کیا۔ جس جگہ کوئی افغان تھا اس کے پاس اپنا آدمی بھیجکر بلایا اور جو کچھ زر اس نے مانگا وہ دیا اس طرح اپنی جمعیت خوب بہم پہنچائی اور سب طرح سے لشکر کو تیار کیا۔ بہار کو پس پشت اپنے رکھا اور لشکر بنگال کے روبرو آیا اور اپنے لشکر کے گرد قلعہ خام کہگل کا بنایا۔ *(حاشیہ: شیر خاں کا ملک بہار پر قبضہ پانا)*

شاہ بنگال نے ابراہیم پسر قطب شاہ کو اپنے لشکر کا میر عسکر بنایا۔ اور مملکت بہار کے فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ ابراہیم پاس بنگال کا لشکر بہت تھا اور ہاتھی بہت تھے۔ اور آتشبازی کا سامان زیادہ تھا اس پر اتنا غرور زیادہ تھا کہ شیر خاں کی لشکر کی کچھ حقیقت نہیں گنتا تھا۔ شیر خاں اپنے قلعہ خام کی پناہ میں روز دشمن سے لڑتا تھا اور ابراہیم کا لشکر ہر چند کوشش کرتا تھا مگر قلعہ خام کے سبب سے شیر خاں کے لشکر کو آزار نہ پہنچا سکتا تھا اور افغان جانبازی کرکے اپنے قلعہ میں ابراہیم کے لشکر کو آنے نہ دیتے تھے۔ جب دشمن اُن کے قلعہ پر حملہ کرتا ناکام واپس جاتا تھا۔ دونوں لشکروں میں کوئی ایک غالب نہیں ہوتا تھا۔ ابراہیم خاں کو لوحانیوں کی شمشیر پر بڑا غرور تھا۔ اب اُس نے جانا کہ روز مصاف میں افغانوں کے حریف بنگالی نہیں ہو سکتے۔ لشکر کی کثرت اور ہاتھیوں اور آتشبازی کے سبب سے ابتک بنگالیوں کا لشکر غنیم کے لشکر کے روبرو تھا ہوا ہے اسلیے اُسنے بادشاہ بنگال کو عرضی بھیجی کہ ایک اور لشکر وہ بھیجے کہ شیر خاں نے زمین حصا کو اپنی پناہ بنا رکھا ہے اور اس لشکر سے میں اسکو اپنی جگہ سے نہیں نکال سکتا *(حاشیہ: شیر خاں کا بنگال کی سپاہ سے لڑنا اور فتح پانا)*

جب شیر خاں کو خبر ہوئی کہ ابراہیم خاں نے اپنے بادشاہ سے دوسرے لشکر کی مدد طلب کی ہے تو اس نے افغانونکو جمع کرکے کہا کہ میں نے چند روز سے لڑائی میں بنگالیوں پر سبقت نہیں کی ہے اور حصار کو پناہ بنا رکھا ہے اور تھوڑے آدمیوں کو باہر نکال کر دشمن سے لڑتا تھا کہ وہ دشمن کے لشکر کی کثرت سے ہیبت میں نہ آجائیں اب مجھکو یقین ہوگیا کہ روز جنگ میں افغانوں سے بنگالی کم ہیں۔ میں مدتوں تک حصار نشین رہا اور کوئی جنگ عظیم دشمن سے نہیں کی تو اس کی وجہ یہہ تھی کہ دونوں لشکروں کی توتونکا حال معلوم ہوجائے۔ اور بنگالیونکا غرور بڑھ جائے اور افغانوں کے دلوں سے دشمن کی کثرت لشکر کی ہیبت دور ہوجائے۔ اب میں جنگ صف کرتا ہوں بغیر اس جنگ صف کے دشمن ہلاک ہوکر پراگندہ نہوں گے۔ الحمد للہ کہ بنگالیوں اور افغانوں میں جو جنگ ہوتی ہے تو ہر بار افغان ہی سبقت لیجاتے ہیں اور بنگالی اُن کی برابری نہیں کرسکتے ہیں۔ اب میرے دل میں یہہ ارادہ ہے کہ اگر عزیزوں کی صلاح ہو تو کل جنگ صف کروں۔ اب اس جنگ میں تاخیر کرنی مناسب نہیں دشمن پاس اور کمک آنیوالی ہے۔ افغانوں نے عرض کیا کہ جو کچھہ آپ کی خاطر اشرف میں آیا ہے وہ عین ثواب ہے اور اب لڑائی میں دیر کرنی مناسب نہیں ہے۔ ہم سب دل وجان سے لڑنے کو موجود ہیں انشاء اللہ تعالی جو ابراہیم کے باپ کو شربت مرگ چکھایا تھا وہی بیٹے کو چکھائیں گے۔ اور دشمن کے لشکر کی کثرت سے ہم کچھہ غم واندوہ نہ کریں گے مشہور ہے کہ زدہ را تواں زد شیر خاں نے جب دیکھا کہ افغان بنگالیوں کے ساتھہ لڑنے میں دلیر ہیں تو اس نے ابراہیم خاں سے کہلا بھیجا کہ کل میرا جنگ صف کا ارادہ ہے۔ ابتک میں نے ایسی جنگ میں توقف اس لیے کیا تھا کہ ہم اور تم میں صلح ہوجائے گی۔ اگر آپ صلاح پر راضی نہیں تو علی الصباح کل لشکر لیکر آئیے ابراہیم خاں نے شیر خاں کے وکیل سے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان صلح نہیں ہوگی۔ اب جو کچھہ تم نے کہلا کر بھجوایا ہے اس میں ثابت قدم رہنا اور وعدہ سے نہ ٹلنا۔ میں بھی لشکر لیکر لڑنے آؤنگا۔ شیر خاں اس جواب کو سنکر خوش ہوا۔ دوسرے روز جنگ عظیم ہوئی۔ شیر خاں کو فتح ہوئی بنگالیوں کو شکست ہوئی۔ ہر چند ابراہیم خاں نے بنگالیوں سے کہا کہ پھر کر کوشش کرو جو افغانونکا لشکر تھوڑا ہے بھاگ کر بادشاہ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ مگر کچھہ فائدہ نہوا۔ پھر ابراہیم خاں نے

کہا کہ میں خود کیا بادشاہ کو منہ دکھاؤنگا. میں لڑتا ہوں فتح پاؤنگا یا میں مرونگا۔ اُس نے بہت کوشش کی عمر باقی نہ تھی اجل آگئی۔ جلال خاں بنگالہ کو بھاگا خزانہ وہاتھی وتوپ خانہ یہ سب شیر خاں کے ہاتھ لگے۔ اور تمام ملک بہار کا اور ملکونکا مالک ہوگیا۔

جو ملک شیر خاں کے تحت و تصرف میں آتا تھا اُس کی عمارت وزراعت میں وہ سعی کرتا تھا اور تھوڑے دنوں میں اپنی حالت سابقہ سے بہتر ہو جاتا تھا وہ اپنے نفس سے سب کاموں کی خبرداری کرتا تھا۔ کسی ظالم وسرکش کی خواہ اس کا خویش و قریب وعزیز ہی کیوں نہو اس کی رورعایت کبھی نہیں کرتا تھا۔ اگر کسی کو وہ نوکر رکھتا تھا تو اول ہی اُس سے وہ کہہ دیتا کہ جو کچھ تنخواہ تیری مقرر ہوئی ہے وہ تجھکو میں دونگا اس میں کبھی ایک پیسہ وکوڑی کا فرق نہوگا۔ لیکن اگر تو کسی پر ظلم وتعدی کرے گا تو میں تجھکو ایسی سزا دونگا کہ اوروں کو عبرت ہو۔ تھوڑے دنوں میں وہ خلق خدائی میں نیک نام ہوگیا اور اس کی شہرت ہوگئی کہ وہ سپاہیوں کا حق ادا کرتا ہے رعیت پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اُس پر کسی کو ستم کرنے دیتا ہے

قلعہ چنار پر شیر خاں کا قبضہ

سلطان ابراہیم لودی نے چنار کا قلعہ تاج خاں سارنگ خانی کو سپرد کیا تھا بادشاہی خزانے یہیں جمع ہوتے تھے۔ تاج خاں کی بیوی لاڈ بیگم یا لاڈ ملکہ تھی جس کے ساتھ وہ بڑا لاڈ پیار رکھتا اور اس کی محبت کے دام میں اسیر تھا۔ اس کو ملک اور سپاہ کا اختیار دے رکھا تھا۔ اور اس کے نائب میں ترکمان سگے بھائی میر احمد اور میرداد اسحاق مقرر کیے۔ یہ تینوں بھائی بڑے ہوشیار اور زیرک اور تجربہ کار تھے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ تاج خاں بالکل ایک عورت کے اختیار میں ہے تو اُنھوں نے اس عورت کے ساتھ عہد و پیمان بقسم کرلیا کہ اُس سے مخالفت نہیں کرینگے۔ لاڈ بیگم کے بطن سے تاج خاں کوئی اولاد نہ رکھتا تھا اور بیویوں سے اولاد تھی۔ مگر لاڈ بیگم کی محبت کے سبب سے وہ بیٹوں اور اُن کی ماؤں کو تنگ معاش ایسا رکھتا تھا کہ اُن کو روٹی بھی اچھی طرح نہیں ملتی تھی۔ ہر چند باپ کے سامنے بیٹے اپنا عرض حال کرتے۔ مگر باپ نہ سنتا تھا۔ باپ بیٹوں میں عداوت بڑھتی گئی۔ تاج خاں کے بڑے بیٹے نے لاڈ بیگم کے ایک تلوار لگائی مگر

کاری نہ لگی۔ خدمت گاروں نے تاج خاں سے فریاد کی۔ وہ تلوار لیکر بیٹے کو مارنے آیا۔ جب بیٹے نے دیکھا کہ بیوی کی خاطر سے باپ میرا گلا کاٹنے کو آیا ہے تو اُس نے باپ کو ایسی تلوار ماری کہ اس کا کام تمام ہوگیا۔

تاج خاں کی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی لاڈ بیگم کے ساتھ سارا لشکر رہا۔ اس کے بیٹوں سے وہ ناراض تھا۔ مگر کچھ تھوڑے سے آدمی ایسے بھی تھے کہ تاج خاں کے نالائق بیٹوں کے بھی ساتھ تھے۔ میر احمد و میر داد کی معرفت لاڈ بیگم اور شیر خان کے درمیان ایسی گفتگوئیں ہوئیں کہ لاڈ بیگم شیر خاں کے ساتھ نکاح کرنے پر اور قلعہ اس کو حوالہ کرنے پر راضی ہو گئے۔ شیر خاں قلعہ میں گیا اور لاڈ بیگم سے نکاح ہوا۔ بیگم نے ۱۵۰ عدد جواہر بیش بہا اور سات من موتی اور ۱۵۰ من سونا اور بہت سی اور اشیا دیں۔ احمد یار مورخ نے ان سب اشیاء کا تخمینہ نو لاکھ روپیہ کا کیا ہے۔ چنار کے گرد نواح کے پرگنے بھی شیر خاں کے قبضہ میں آگئے۔ نصیر خاں کی بیوی گہر گشائیں کے مرنے سے ۳۰۰ من یا ۶۰۰ من سونا شیر خاں کو ہاتھ لگا۔ غرض شیر خاں اب صاحب قلعہ و خزانہ ہوگیا۔ سوار و پیادوں کی جمعیت اس پاس زیادہ ہوگئی۔ شہنشاہ بابر سے فتح پور سیکری میں سلطان محمود پسر سلطان سکندر نے شکست پائی تو وہ چتوڑ میں آیا یہاں رہا۔ مسند عالی اعظم خاں ہمایوں ثانی (جس کا داماد سلطان محمود تھا) مسند عالی عیسیٰ خاں پسر ہیبت خاں پسر مسند عالی عمر خاں کالکا پوری جو پہلے لاہور کا حاکم تھا۔ ابراہیم خاں پسر احمد خاں پسر بہار تر خاں یوسف خیل اور میاں ببّن پسر میاں عطا ساہو خیل حاکم سرہند میاں بایزید فرملی صوبہ بہار میں جمع تھے۔ ان امیروں نے سلطان محمود کو بلاکر پٹنہ میں بادشاہ بنایا۔ جب سلطان محمود ان امراء کے ساتھ ملک بہار میں آیا تو یہ ناممکن تھا کہ شیر خاں مقابلہ اُن کا کر سکتا۔ ان پاس بڑا لشکر تھا۔ وہ بڑے صاحب اعتبار تھے۔ ناچار شیر خاں بھی سلطان محمود کی خدمت میں آیا۔ ملک بہار کو افغانوں نے تقسیم کر لیا تھا۔ مگر بادشاہ نے شیر خاں سے کہا کہ جب میں جونپور پر قبضہ کرونگا تو میں بہار تجکو دیدونگا۔ تو نے اس کو

سلطان محمود کا بہار میں آنا اور شیر خاں کا دغا دینا

اپنی تلوار کے زور سے بنگال کے بادشاہ کو شکست دیکر فتح کیا ہے۔ تو کچھ دل میں متفکر نہو جیسے کہ سلطان سکندر نے مملکت بہار دریا خاں کو دی تھی اس طرح میں تجھے بہار دونگا۔ شیر خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس باب میں فرمان عالیشان بھی عنایت ہو۔ سلطان نے فرمان اسکو دیدیا۔ شیر خاں یہہ فرمان حاصل کرکے اور سلطان سے چند مہینے کی رخصت لشکر تیار کرنے کے لیے لیکر اپنی جاگیر میں آیا۔ جب سلطان محمود نے لشکر کو تیار کرکے جونپور کو کوچ کیا تو شیر خاں کو حاضری کا حکم بھیجا۔ اس کا جواب اُس نے یہہ بھیجا کہ میں لشکر کا سامان جمع کر رہا ہوں جب سامان تیار ہو جائے گا حضور کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ اس جواب پر امیروں نے بادشاہ سے کہا کہ یہہ شیر خاں بڑا روباہ باز ہے مکاری اور حیلہ جوئی اس کا پیشہ ہے۔ مغلوں سے سازش رکھتا ہے اس لیے بہانے بتاتا ہے اس کو ضرور ہمراہ لینا چاہیے۔ اعظم ہمایوں سروانی نے کہا کہ اس کے ساتھ لے چلنے کی آسان ترکیب یہہ ہے کہ ہم سب جہاں شیر خاں ہو وہاں چلیں اس کو اپنے نہ آنے کی سزا یوں ہی ملجائے گی کہ اس پر ہماری مہمانی کے خرچ کا بوجھ پڑیگا پیشکشیں دینی پڑینگی ناچار اُس کو ساتھ ہونا پڑیگا۔ اس صلاح کو پسند کیا سلطان محمود مع لشکر سہسرام کی طرف متوجہ ہوا۔ جب شیر خاں کو یہہ حال معلوم ہوا تو وہ غمگین ہوا اور اپنے دولت خواہوں سے کہا کہ جو تدبیر میں نے سوچی تھی وہ راست نہیں آئی۔ امراء عظام میں جو سلطان کے ہمراہ ہیں ایک اعظم ہمایوں سروانی اور دوسرا مسند عالی عیسی خاں سروانی بڑے عاقل ہوشیار اور تدابیر ملکی میں تجربہ کار ہیں وہ بسبب شرم افغانی اور عصبیت خویشی کے اس لشکر کے ہمراہ ہوئے ہیں مگر تم جان لو کہ اس لشکر سے کوئی کام نہوگا اس کے امرا میں اتفاق نہیں ہے۔ اس لشکر میں میاں بہن و بایزید فرملی بے شعور ہیں اور امور ملکی میں نارسا ہیں۔ میں نے یہہ چاہا تھا کہ بلطائف الحیل ان کو ٹالوں اور جب وہ میرے ملک سے باہر ہوں تو پھر غدر مچاؤں۔ مگر اب سلطان خود اور یہہ امیر میرے پاس آتے ہیں وہ میرے مہمان ہیں اُن کی مہمانداری کی تم تیاری کرو میں سلطان کے استقبال کو جاتا ہوں۔ وہ بادشاہ کی خدمت میں دوڑا اور بہت تحفے تحائف نذر کے لیے ہمراہ لایا اور سلطان اور امراء کی دعوتیں ایسی دھوم دہام سے کیں کہ بادشاہ کے دل سے ساری کدورتیں اس کی طرف سے رفع ہوگئیں۔ اس نے

بادشاہ کو چند روز ہٹیرایا - اُس نے لشکر کو آگے بھیجکر لکھنو، کٹرہ مانک پور پر قبضہ کیا -

جب ہمایوں کو یہ خبر ہوئی تو وہ آگرہ سے لکھنو کو روانہ ہوا - یہاں سلطان محمود بھی جونپور سے آگیا تھا - دونوں لشکر لکھنو کے قریب خیمہ زن ہوئے - روز طرفین کے بہادر کارزار کرتے - شیر خاں جانتا تھا کہ افغانوں کے لشکر میں اتفاق نہیں ہے ہر شخص خودسر ہے اُس نے ہندو بیگ کو لکھا کہ مغلوں ہی نے مجھے خاک سے اُٹھا کر سرفراز کیا ہے سلطان محمود زبردستی اپنے ساتھ پکڑ کر مجھے لایا ہے - جس روز جنگ ہوگی میں نہیں لڑونگا - بغیر لڑائی کے چلا جاؤنگا میری حقیقت احوال حضرت ہمایوں سے عرض کرو کہ روز جنگ میں بادشاہ کی خدمت میں کرونگا اور میرے ہی سبب سے سلطان کے لشکر کو ہزیمت ہو جائے گی جب ہندو بیگ نے ہمایوں کو شیر خاں کا یہ عریضہ سنایا تو اُس نے شیر خاں کو لکھا کہ تو جو سلطان کے ہمراہ آیا اُس کے سبب سے کچھ خوف و خطر نکر عریضہ میں جو فعل لکھا ہے اگر وہ تجھ سے ظہور میں آئے گا تو بہتر ہے تیری سرافرازی کا سبب ہوگا - چند روز بعد دونوں لشکروں میں جنگ کی صفیں آراستہ ہوئیں اور کارزار شروع ہوئی عین جنگ کے وقت شیر خاں بے جنگ اپنی فوج ہمراہ لیکر رواں ہوا - اس سبب سے سلطان محمود کے لشکر کو ہزیمت ہوئی - ابراہیم یوسف خیل نے اس کارزار میں داد مردانگی دی اپنے روبرو سے مغلوں کی فوج کو ہٹا دیا مگر جب وہ مارا گیا میاں بایزید شراب کے نشہ میں بدمست ہو کر قتل ہوئے سلطان محمود اور امرا بھاگ کر ملک بہار میں آئے - سلطان محمود صاحب خزانہ و ملک نہ تھا کہ اس سے لشکر کو آراستہ کرسکتا جن امیروں نے اسے بادشاہ بنایا تھا اکثر اُن میں سے میدان جنگ میں مارے گئے جو زندہ رہے وہ آپس کی مخالفت کے سبب سے پراگندہ ہوئے - سلطان محمود کو عورتوں کے ناچ دیکھنے کا بڑا شوق تھا - اکثر اوقات اس میں مشغول رہتا مغلوں سے لڑ نہیں سکتا تھا اسلیے اُس نے شاہی کو ترک کیا اور ملک پٹنہ میں گوشہ نشیں ہوا اور پھر ہرگز پادشاہی کا ارادہ نہیں کیا اور ۹۴۹ھ میں اس دنیا سے رحلت کی - تاریخ خان جہاں میں لکھا ہے کہ وہ ملک اڑیسہ میں ۹۴۴ھ میں مرا اور تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ وہ یہاں ۹۴۹ھ میں مرا -

جب سلطان محمود پر ہمایوں غالب ہوا اور اکثر مخالفوں کو قتل کیا - اُس نے ہندو بیگ کو مقرر کیا کہ شیر خاں سے جا کر قلعہ چنار لے لے - مگر شیر خاں نے اس کو چنار نہ دیا - جب ہمایوں کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ قلعہ چنار کی طرف لشکر کا کوچ ہو شیر خاں نے اپنے بیٹے جلال خاں کو

چنار کا قلعہ شیر خاں

اور جلال خاں بن جلو کو قلعہ چنار میں چھوڑا اور آپ خود اہل و عیال کو لیکر کوہستان بہار کھنڈ میں چلا گیا۔ ہمایوں نے قلعہ حصار کا محاصرہ کیا۔ ہر روز لڑائی ہوتی رہی اور دونوں جلال خاں ایسی بہادری سے لڑے کہ نام ہو گیا شیر خاں کا قاعدہ یہ تھا کہ دیار میں وہ جاسوسوں کو بھیجتا اور وہاں کی حقیقت حال کو دریافت کرتا رہتا

چہ نیکو متاع ایست کار آگہی　　کزیں نقد عالم مبادا تہی

بعالم کسے سر بر آرد بلند　　کہ در کار عالم بود ہوشمند

شیر خاں جانتا تھا کہ ان حدود میں زیادہ دنوں ہمایوں نہیں رہ سکتا اس کو یہ خبر معلوم ہو گئی تھی کہ گجرات کے شاہ بہادر شاہ نے منڈو پر قبضہ کر لیا ہے اور دہلی کے لینے کا ارادہ رکھتا ہے ہمایوں کو بھی اس کی خبر ہو گئی تھی۔ شیر خاں نے اپنا وکیل ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ میں تربیت کیا ہوا جنید برلاس کا ہوں۔ جنگ لکھنؤ میں جو میں نے خدمت کی ہے وہ حضرت بادشاہ کو معلوم ہے اگر مجھ غلام قدیم کو قلعہ چنار عنایت ہو تو میں حضور کی اور خدمت بجا لاؤنگا۔ میں بھی حضور کی درگاہ کے خدمت گاروں میں سے ایک ہوں بندہ کو قلعہ چنار عنایت ہو اور میں اسکے عوض میں قطب خاں اپنے بیٹے کو حضور کی خدمت میں رہنے کے لیے بھیجتا ہوں اگر ہم افغانوں سے کوئی حرکت نامناسب سرزد ہو تو ایسی سیاست فرمائیے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ جب حضرت ہمایوں نے شیر خاں کی یہ عرضداشت دیکھی تو اسکے وکیل سے کہا کہ میں شیر خاں کو قلعہ چنار اس شرط سے دیتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹے جلال کو میرے ساتھ کر دے۔ شیر خاں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ماں باپوں کے نزدیک سب بیٹے محبت میں برابر ہوتے ہیں قطب خاں جلال خاں سے بہتر نہیں ہے کہ میرے مخالف بہت ہیں اور میں اس پر آمادہ ہوں کہ ایسے مخالف کو زندہ نہ چھوڑوں جو حضور کے ملک میں غدر کر کے آزار پہنچائے۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ مرزا محمد زماں جو قلعہ بیانہ میں نظربند تھا ایک جعلی فرمان بنا کر قید سے نکل گیا اور ملک میں فساد اس نے برپا کیا اور سلطان بہادر شاہ گجرات دہلی کا ارادہ رکھتا ہے اسلیے ہمایوں نے شیر خاں کے وکیل سے کہدیا کہ شیر خاں دولتخواہ ہے اس کی عرض کو قبول کر لیا۔ قطب خاں کو میری خدمت میں بھیجدے میں نے قلعہ چنار اس کو عنایت کیا۔ شیر خاں خوش ہو گیا قطب خاں اور عیسیٰ خاں حجاب کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ بادشاہ ہمایوں نے آگرہ کو مراجعت کی سلطان بہادر کے ساتھ لڑائیوں میں مشغول ہوا شیر خاں کو فرصت ملی

اس نے بہار میں اپنے مخالفوں میں سے ایک کو باقی نہیں رکھا۔ اُس نے افغانوں کی پرورش شروع کی جن افغانوں نے حوادث روزگار کے سبب سے فقیری اختیار کی تھی اُن کو فقیری سے نکال کر سپاہیوں کی زمرہ میں داخل کیا۔ جنہوں نے سپاہ گری نہ اختیار کی اور گداگری اپنا شعار بنایا اُن کو قتل کیا اور کہدیا کہ جو افغان سپاہی نہیں بنے گا اس کو میں مار ڈالونگا۔ لڑائی میں وہ افغانوں کی بڑی نگہداشت رکھتا تھا۔ اور کسی کی جان کو رایگاں نہ جانے دیتا تھا۔ جب افغانوں نے دیکھا کہ شیرخاں کو اُن کی تربیت کی طرف بڑا میل ہے تو ہر طرف سے اُس کی ملازمت کے لیے وہ دوڑے آئے جب سلطان بہادر کو شکست ہوئی اور وہ ملک سورت کو بھاگا تو تمام افغان جو اُس کے نوکر تھے اور اس کے امیر تھے شیرخاں پاس آگئے۔ افغانوں کے بڑے بڑے امیر جو پہلے شیرخاں کی خدمت سے ننگ و عار رکھتے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ اس کا اقبال روز بروز ترقی پر ہے تو اس عار کو دور کیا اور اس کی خدمت میں چلے آئے چنانچہ مسند عالی عیسے خاں بن مسند عالی ہیبت خاں سروانی اور میاں بین ساہوخیل و قطب خاں موچی خیل فرملی اور اعظم ہمایوں پسر کلاں سلطان عالم خاں ساہوخیل۔ غرض سب ہی اعلیٰ درجہ کے افغان شیرخاں پاس آگئے اور اُس نے اپنا خطاب حضرت اعلیٰ رکھا۔

بی بی فتح ملکہ صاحب خزانہ تھی اور وہ میاں محمد کالا پہاڑ کی بیٹی تھی اور میاں کالا پہاڑ سلطان بہلول کا بھانجا تھا۔ میاں محمد صاحب تدبیر تھا۔ سپاہ تھوڑی رکھتا تھا۔ خزانہ بہت جمع کرتا تھا سلطان بہلول نے تمام سرکار اودہ اور پرگنے اس کو جاگیر میں دیے تھے اور باپ کا خزانہ بھی اس کو ہاتھ آیا تھا سلطان بہلول و سلطان سکندر و سلطان ابراہیم کے عہد میں اس کی جاگیر میں کچھ تغیر نہیں ہوا تھا اس مدت میں سوا دولت جوڑنے کے اس کو کچھ خیال نہ تھا۔ ثقہ آدمی کہتے ہیں کہ تین سو من سونا اُسنے جمع کیا تھا اور طلا و جواہر کے سوا وہ کچھ اور نہیں خریدتا تھا۔ سوا فتح ملکہ کے کوئی اور اولاد اس کے نہ تھی۔ اس کا بیاہ شیخ مصطفےٰ سے کیا جب سلطان ابراہیم کی آخر سلطنت میں میاں محمد نے وفات پائی تو اس کا بیٹا مجہول النسب تھا جس کو نیاموں کہتے تھے۔ اس کے مجہول النسب ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ میاں محمد نے اپنی ایک حرم ایک غلام کو دی تھی جس نے ایام عدت میں بیٹا جنا اور یہ کہا کہ میاں محمد سے میرا حمل تھا جب میاں محمد نے یہ سُنا تو اس کنیز کو غلام سے

شیرخاں کا افغانوں سے حسن سلوک

بی بی فتح ملکہ اور میاں محمد کا تذکرہ

جدا کیا اور اپنے محل میں اُس لڑکے کو فرزند بنا کے پالا ۔ وہ قابل ہوا ۔ سلطان ابراہیم نے مصطفیٰ کو جو
میاں محمد کا داماد اور بھتیجا تھا ۔ اس کا قائم مقام مقرر کیا اور میاں نیامو کو بھی کچھ خزانہ اور سرکار اودہ
میں جاگیر دیدی ۔ زیادہ تر باپ کا خزانہ بی بی فتح ملکہ کے ہاتھ آیا ۔ شیخ مصطفیٰ نے سلطان ابراہیم کے
عہد میں اور بعد اس کے میدان جنگ میں اپنے کارہا نمایاں دکھائے ۔ کہتے ہیں کہ سلطان ابراہیم
کے عہد میں میاں مصطفیٰ اور میاں معروف فرملی میں کسی ملک پر لڑائی کی ٹھہری میاں مصطفیٰ کا قاعدہ تھا
کہ جب وہ جنگ کے لیے سوار ہوتا تو پہلے شیخ محمد سلیمان جو اس کا جد تھا اس کی روح کی ثواب کیلئے
چند من حلوا پکوا کے فقرا کو تقسیم کرتا پھر جنگ کے لیے سوار ہوتا ۔ میاں معروف دعاؤں کے پڑھنے
میں مشغول تھے کہ مصطفیٰ کی فوج نزدیک آگئی ۔ تو میاں معروف نے ایک خوش طبع شخص سے کہا
کہ میں شیخ محمد سلیمان کو دعائیں مانگ کر مدد کے لیے بلا رہا ہوں تو اس نے کہا کہ اٹھو سوار ہو شیخ محمد
سلیمان حلوے کو چھوڑ کر تیری مدد کو نہیں آئے گا ۔ لڑائی ہوئی میاں معروف کو شکست ہوئی ۔ جب
میاں مصطفیٰ نے وفات پائی تو ایک چھوٹی عمر کی لڑکی مہر سلطان چھوڑی ۔ بی بی فتح ملکہ بڑی ہوشیار
عاقلہ تھی اس نے اپنے خاوند کے چھوٹے بھائی بایزید کو خوب تربیت کرایا اور اس سے کہا کہ سپاہیوں
کی نگہداری تیری اور روپیہ میرا ۔ بایزید اس دولت کی بدولت بابر سے خوب لڑا اور ایسے کارہائے
نمایاں کیے کہ بابر کی فوج کا کئی دفعہ منہ پھیر دیا ۔ بایزید اور ببن کا نام مشہور ہو گیا ان دونوں آدمیوں
کے مارے جانے کا بیان پہلے ہو چکا ہے ۔ جب بایزید مارا گیا تو بی بی فتح ملکہ بہار میں تھی ۔ بہار کے
نزدیک کے پہاڑوں میں اپنے خزانوں کی نگہبانی کے لیے وہ لے آئی ۔ اس کا ارادہ تھا کہ پٹنہ
کے راجہ کے پاس جائے ۔ جو سرداران افغانوں کے ساتھ برا سلوک کرتا تھا ۔ مگر جب بایزید ہلاک
ہوا اور سلطان محمود نے سلطنت کو ترک کیا تو راجہ پٹنہ نے جانا کہ افغانوں کا سلسلہ دولت منقطع ہوا
تو اس نے افغانوں پر جو اس پاس پناہ لے گئے تھے دست تعدی دراز کیا ۔ بی بی فتح ملکہ کو بھی خبر ہوئی
تو اس نے پٹنہ جانے کا ارادہ ترک کیا ۔ جب شیر خاں کو معلوم ہوا کہ اس خوف کے مارے بی بی فتح
ملکہ نے پٹنہ جانے سے توبہ کی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس کو یہ فکر ہوا کہ کسی طرح سے بی بی ملکہ
کو اپنے پنجہ میں لائے کہ وہ کسی اور راجہ پاس نہ چلی جائے اور اس کا خزانہ میرے ہاتھ سے
نہ نکل جائے جس کی حسرت ہمیشہ دل میں باقی رہے ۔ اس پاس شیر خاں نے اپنا وکیل بھیجا اور

یہ عریضہ لکھا کہ سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے سارے امرا اور امیرزادے اس دربار میں تشریف لائے ہیں اور بندہ کو سرفراز کیا ہے اور وہ افغانوں کی فقط ناموس کے لیے جمع ہوئے ہیں اور میں نے بھی اُن کی خدمت کے لیے کمر باندھی ہے۔ بی بی فتح ملکہ کو افغانوں کے ساتھ دو واسطے ہیں۔ اوّل یہ کہ شیخ محمد بہلول سلیمان کی اولاد میں سے ہے۔ دوم سلطان بہلول کے ساتھ نسبت فرزندی کی ہے۔ بندہ نے کیا تقصیر کی ہے کہ اس طرف آنے میں بی بی نے توقف کیا ہے۔ اس دیار کے کفار کا کچھ اعتبار نہیں ہے خدانخواستہ جس کوہستان میں بی بی پھر رہی ہے کوئی آسیب اس کو پہنچ جائے گا تو میری ساری عمر کے لیے ناک کٹ جائے گی لوگ یہ کہیں گے کہ بی بی کو شیرخاں پر اعتماد نہ تھا اس لیے وہ اس کے ملک میں نہ آئی۔ وکیل یہ پیغام لیکر بی بی فتح ملکہ کی خدمت میں آیا تو اس نے جواب لکھا کہ اگر شیرخاں عہد کرے اور قسم کھائے تو میں اس پاس آتی ہوں۔ شیرخاں نے اُس کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اس نے اپنے ایک معتمد کو شیرخاں پاس بھیجا جس کے سامنے اُس نے عہد و پیمان بقسم کیا۔ بی بی اُس پاس چلی گئی اور کچھ مدت اس کے ساتھ رہی بعض مورخ لکھتے ہیں کہ اُس کے پاس چھ سو من سونا تھا اور سوا اس کے چاندی اور بیش قیمت جواہر تھے۔ جب نصیب شاہ بادشاہ بنگالہ نے وفات پائی تو امرا بنگالہ نے سلطان محمود کو بادشاہ بنایا۔ اس میں سلطنت کی قابلیت خاک نہ تھی وہ بنگالہ کا انتظام نہ کر سکا۔ اس لیے ملک میں خلل پڑتا چلا گیا۔ اس لیے ملک بنگالہ کے فتح کرنیکے لیے شیرخاں کا حوصلہ بڑھا۔ اس نے بی بی فتح الملک سے تین سو من سونا سپاہ کی تیاری کے لیے لیا اور اس کی مدد معاش کے واسطے دو پرگنے یا چند دیہات دیدیئے اور زر نقد بھی اتنا دیا کہ وہ زندگی بھر کسی کی محتاج نہو۔ جلال خاں نے اس کی بیٹی مہر سلطان سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس بی بی نے انکار کر دیا۔ شیرخاں نے بھی بیٹے کو اس حرکت سے باز رکھا مہر سلطان کی شادی فتح الملک نے اپنے ایک عزیز سلطان سکندر سے کی۔ یہ سکندر بڑا نالائق نکلا۔ مہر سلطان کی زندگی تک اس کی عمر اچھی طرح بسر ہوئی شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں ۹۸۰ھ میں وہ سندہ کی طرف جاتی تھی کہ پرگنہ کیٹ میں مظفر خاں کے گھر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ شیرخاں نے فتح ملکہ کی دولت سے اپنے لشکر کو آراستہ کیا اور بنگال کی مملکت پر گڈھی (سیکری گلی) اس طرف قبضہ کر لیا۔

جب ہمایوں گجرات سے آیا تو خانجہاں یوسف خیل نے اس سے عرض کیا کہ شیر خاں سے غافل نہیں ہونا چاہئے وہ بڑا فتنہ انگیز ہے اور ملک کی تدابیر خوب جانتا ہے۔ سارے افغان اُس پاس آنکر جمع ہوئے ہیں۔ لیکن ہمایوں کو اپنی بادشاہی پر غرور ایسا تھا کہ وہ شیر خاں کی حقیقت اپنے آگے کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ آگرہ میں برسات کے موسم میں وہ پڑا رہا۔ ہندو بیگ کو جونپور کی طرف بھیجا کہ وہ شیر خاں کا حال من وعن دریافت کرکے لکھے جب شیر خاں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ اسکی طرف آنا چاہتا ہے تو اس نے ہندو بیگ حاکم جونپور کو بڑی پیش کش بھیجکر عرض کیا کہ میں نے جو حضرت ہمایوں بادشاہ سے وعدہ کیا تھا اس سے تجاوز نہیں کیا۔ اس کے ملک میں دخل نہیں دیا آپ مہربانی فرماکر میری دولت خواہی کا اظہار بادشاہ پر کرکے اس کو اس طرف آنے سے باز رکھئے میں بھی اُس کے خدمتگاروں اور دولت خواہوں میں سے ایک ہوں۔ ہندو بیگ پیش کش کو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور شیر خاں وکیل سے کہا کہ تو اس سے کہدے کہ جب تک میں زندہ ہوں وہ سب طرح سے اور سب طرف سے اپنا خاطر جمع رکھے کوئی شخص اس کو آزار نہیں پہنچا سکے گا۔ اس وکیل کے روبرو ہندو بیگ نے بادشاہ کو عرضداشت لکھی کہ حضور کے دولتخواہوں میں سے شیر خاں بھی ایک ہے اور وہ حضرت کے نام کا خطبہ پڑھواتا ہے اور سکہ چلاتا ہے اور حضور کے ملک کی حدود پر کوئی دست اندازی نہیں کی۔ اس نے بادشاہ کی ناخوشی کی بات نہیں کی حضور کا یہاں قدم رنجہ فرمانا حضور ہی کو تکلیف دیگا۔ ہندو بیگ کی اس عرضداشت کو دیکھکر ہمایوں نے ایک سال تک اپنے سفر میں توقف کیا۔ اس عرصہ میں شیر خاں نے جلال خاں اور خواص خاں اور امیروں کو ملک بنگال کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ امرا ملک بنگال میں داخل ہوئے تو سلطان محمود میں طاقت اُن سے مقابلہ کی نہیں تھی وہ خفیہ گور میں چلا گیا۔ گرد نواح کا سارا ملک افغانوں کے قبضہ میں آیا اور انہوں نے قلعہ گور کو بھی محاصرہ کرلیا اور قلعہ کے آگے ہر روز لڑائیاں شروع ہوئیں۔

سال آئندہ میں ہمایوں بادشاہ نے بہار و بنگال کی طرف کوچ کیا۔ اور قلعہ چنار کے نزدیک آیا اپنے امرا سے پوچھا کہ اول قلعہ چنار تسخیر کرنا چاہئے یا گور کی جانب جانا چاہئے جس کو جلال خاں پسر شیر خاں نے محاصرہ کر رکھا ہے اور ابتک اس کے ہاتھ نہیں آیا ہے۔ اس کے مغل امرا نے

یہ صلاح دی کہ اول قلعہ چنار کو لینا چاہیے پھر گور کی جانب جانا چاہیے - یہہ رائے ٹھیر گئی - جب ہمایوں پاس خانخاناں یوسف خیل آیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے یہہ سنا ہی کہ امرا مغل نے یہہ قرار دیا ہی کہ اوّل قلعہ چنار کو لینا چاہیے - خانخاناں یوسف خیل نے عرض کیا کہ میری رائے میں دو امر آئے ہیں دونوں عرض کرتا ہوں اُن میں حضور جس امر کو پسند کریں اُس پر عمل کریں - ایک رائے جوانانہ یہہ ہی کہ قلعہ چنار کو اوّل لیں پھر گور کو جائیں دوم رائے پیرانہ یہہ ہی کہ گور میں خزانہ بہت ہی اوّل اس پر قبضہ کرنا چاہیے بعد ہ قلعہ چنار کا لے لینا آسان ہی پیر ہمایوں نے کہا کہ میں جوان ہوں جوانانہ رائے پسند کرتا ہوں قلعہ کو پیچھے چھوڑ کر آگے نہیں جاتا ہوں - خانخاناں جب گھر آیا تو اس نے کہا کہ شیر خاں خوش نصیب ہے کہ گور کی طرف مغل نہیں گئے جبتک کہ یہہ قلعہ چنار میں لگے افغان گور کو فتح کرینگے اور خزانہ اُن کے ہاتھ آئیگا

شیر خاں نے چنار میں غازی خاں سور او سلطان سروانی (بروبی) کو کہ شقدار قلعہ چنار تھا چھوڑا اور اپنے اہل وعیال ور افغانوں کو جو اس کے ہمراہ تھے قلعہ بھرکندہ میں لے گیا مگر اس قلعہ میں ان سب آدمیوں کی گنجایش نہ تھی - رہتاس کا راجہ کشن اور اس کا نائب چورامن اس کے بڑے دوست تھے چورامن ایک بڑا لائق عالم پنڈت تھا وہ پہلے بھی شیر خاں کے حقیقی بھائی نظام خاں کے اہل وعیال کو اس قلعہ رہتاس میں پناہ دے چکا تھا - جب کچھہ دغدغہ باقی نہیں رہا تو قلعہ کو نظام خاں کے اہل وعیال نے خالی کر دیا تھا - ان ایام میں بھی شیر خاں نے چورامن کو لکہا کہ مجھے بڑی ضرورت پیش آئی ہی آپ چند روز کے لیے بطور عاریت قلعہ رہتاس عنایت فرمائیں تو میں آپ کا ممنون منت ہونگا - اور جب میرا دغدغہ دور ہو جائے گا تو قلعہ خالی کر دونگا - چورامن نے جواب میں لکھا کہ خاطر جمع رکھو میں راجہ سے قلعہ رہتاس دلا دونگا - راجہ سے چورامن نے جا کر کہا کہ شیر خاں کو ایک مشکل پیش آئی ہی وہ آپ سے التجا کرتا ہی کہ اس کے اہل وعیال کے لیے قلعہ بطور عاریت عنایت ہو - یہہ احسان کا وقت ہی - راجہ نے قبول کر لیا - شیر خاں اہل وعیال کو لیکر بھرکندہ سے چلا کہ راجہ اپنے قرار سے پھر گیا اور کہنے لگا کہ میں نے جو پہلے نظام کو قلعہ میں جگہ دیدی تھی تو اس پاس جمعیت کم تھی اور میں غالب تھا اور اب اس کی جمعیت بہت ہی اور میں جمعیت کم رکھتا ہوں اور وہ غالب ہی اگر قلعہ رہتاس میں آ کر وہ قلعہ کو نہ دے تو میں اس سے بزور نہیں لے سکتا - چورامن نے یہہ شیر خاں کو لکھا کہ میرے بعض مخالفوں نے راجہ کی منت

قلعہ رہتاس پر شیر خاں کا قبضہ

بدل دی کہ اب وہ قلعہ کے دینے سے انکار کرتا ہے۔ جب شیر خاں نے یہ بات نہیں سنی تو وہ بہت غمگین ہوا۔ اب چورامن اور راجہ کو لکھا کہ آپ کے قول کے موافق میں اہل و عیال کو بہر کنڈ سے لیکر چلا ہوں۔ اگر ہمایوں کو یہ خبر ہو جائے گی تو وہ فوج کو بھیجکر افغانوں کے اہل و عیال کو مار ڈالیگا یہ وبال آپ کی گردن پر ہوگا۔ چھہ من سونا رشوت کے طور پر چورامن پاس بھیجا اور اس کو لکھا کہ کسی تدبیر سے راجہ کو سمجھا کر اہل و عیال کے لیے قلعہ دلوا دے۔ اگر قلعہ راجہ نہ دیگا تو میں ہمایوں سے صلح کر لونگا اور پھر میں اور وہ دونوں ملکر راجہ کا کام تمام کر دیں گے۔ چورامن نے شیر خاں کو لکھا کہ خاطر جمع رکھو اہل و عیال کے لیے قلعہ دلوا دونگا اس نے راجہ سے جا کر کہا کہ یہ آپ کو مناسب نہیں ہے کہ خلاف عہد کیجیے۔ اگر ہمایوں کو خبر ملے گی کہ شیر خاں کے اہل و عیال کو جگہ نہیں ملی تو وہ ان سب کو مار ڈالیگا یہ وبال میری اور آپ کی گردن پر ہوگا۔ شیر خاں آپ کے اعتماد پر اہل و عیال کو لیکر چلا ہے اگر اسکو یہ مشکل پیش آئے گی تو وہ ضرور ہمایوں سے صلح کر لیگا اور آپ سے جنگ کریگا۔ آپ اس سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔ ناحق آپ دشمنی کر کے اپنے ملک میں خلل ڈالتے ہیں۔ اگر آپ قلعہ میں اس کے اہل و عیال کو جگہ نہ دینگے تو میں زہر کھا کر مر جاؤنگا۔ راجہ نے جب چورامن کی یہ تقریر سنی تو اسنے اہل و عیال کے لیے قلعہ دینا قبول کیا۔ ابھی شیر خاں نے یہ بات سنی نہ تھی کہ خبر آئی کہ خواص گور کی خندق میں ڈوب کر مر گیا اور قلعہ چنار کو بادشاہ ہمایوں نے صلح کر کے لے لیا تو وہ حیران اور متفکر ہوا خواص خاں کے چھوٹے بھائی صاحب خاں کو خواص خاں کا خطاب دیا اور اسپر تاکید کی کہ گور کو جلد لے لو۔ ہمایوں نے چنار لے لیا ہے اور چند روز میں بنگال میں آنے والا ہے۔

خواص خاں جس روز گور میں پہنچا جلال خاں سے شیر خاں کا حکم عرض کیا۔ جلال خاں نے کہا کہ ایک روز تحمل کرو مگر اس نے کہا کہ میں حکم کی تعمیل کرونگا۔ آپ اپنے دولت خانہ پر تشریف لیجائیں جلال خاں سے کہا کہ آپ اپنے گھر تشریف لے جائیے۔ غرض خواص خاں نے دلیری کر کے پہلے اس سے کہ جلال خاں اپنا لشکر لے آئے حملہ کر کے گور کو فتح کر لیا۔ اس کے سبب خلقت میں خواص خاں کی شجاعت کی ایسی شہرت ہوئی کہ چھپا نہ رہ گیا فتح اس کے ساتھ گئی۔ شیر خاں کے لشکر میں کوئی سخاوت و شجاعت میں اس کے برابر نہ تھا۔ جلال خاں نے باپ کو لکھا کہ خواص خاں نے قلعہ کو فتح کر لیا۔ جب شیر خاں اہل و عیال کو لیکر قلعہ رہتاس کے پاس پہنچا

توراجہ کی بڑی منت سماجت کی اور بہت کچھ نقد جنس راجہ کو دیکر وعدہ کیا کہ اگر مجھے سلطنت ہاتھ لگے گی تو آپ کا احسانمند ہونگا راجہ خوش ہوگیا اور اس نے قلعہ کے اندر شیر خاں کے اہل وعیال کو آنے دیا شیر خاں نے اپنے آدمیوں کو نصیحت کردی تھی کہ جو قلعہ کے اندر جائے پھر باہر نہ آئے شیر خاں خود قلعہ میں گیا اور خدا تعالی کا شکر ادا کیا کہ اس نے قلعہ چنار کا نعم البدل اس کو دیا اور کہنے لگا کہ مجھے گوڑ کے فتح ہونے کی ایسی خوشی نہیں ہوئی جیسی کہ اس قلعہ کے ہاتھ لگنے کی۔ پھر اس نے قلعہ کے نگہبانوں سے کہلا بھجوایا کہ تم راجہ پاس چلے جاؤ۔ تمہارا اور افغانوں کا یہاں یکجا رہنا مناسب نہیں یہہ بھی کہدیا کہ اگر وہ کہنا نہ مانیں تو ان کو مار مار کر نکال دو۔ شیر خاں کے آدمیوں نے جو قلعہ کے نگاہبانوں سے باہر جانے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا مانا نہیں۔ پھر شیر خاں کے آدمیوں نے انکو تلوار سے مار کر باہر کردیا اور شیر خاں نے اپنے نگہبان مقرر کردیئے۔ اور قلعہ کی نگاہداشت میں نہایت اہتمام کیا۔ رہتاس کی تسخیر کا بیان جو اوپر لکھا ہے وہ سب سے زیادہ معتبر تواریخ شیر شاہی اور مخازن افغانی سے لکھا ہے جنہوں نے اپنی تاریخوں میں ان امیروں اور امیرزادوں سے واقعات کو تحقیق کرکے لکھا ہے جو اس ہنگامہ میں شریک تھے مگر تاریخ خان جہاں اور اور تاریخوں میں اس واقعہ کو افسانہ کے طور پر بیان کرکے خواص و عام میں مشہور کیا جس کو معتبر مورخ پایہ اعتبار سے ساقط سمجھتے ہیں۔ بازاری گپ جانتے ہیں۔ ہم اس افسانہ کو تاریخ خافی خاں سے نقل کرتے ہیں۔

دھلی اور بنگالہ کا کوئی بادشاہ قلعہ رہتاس پر نہیں چڑھا۔ شیر خاں کو تدبیر کی رہنمائی سے یہہ سوجھی کہ اس قلعہ کے حاکم موروثی راجہ ہرکشن پاس پیغام بھیجا کہ مجھ پر مغلوں نے زور کیا ہے اگر انکے ہاتھ یہہ ملک آگیا تو تیرے تصرف میں اس قلعہ کا رہنا محال ہے میرے خیال میں یہ آیا ہے کہ میرے پاس ناموس و خزانہ رکھنے کے واسطے کوئی جگہ نہیں ہے اس لیے میں تجھ سے یہہ درخواست کروں کہ تو میرے فرزندوں اور عیال کو اور زر و مال کو جس کا ساتھ لیجانا مناسب نہیں ہے اپنے قلعہ میں جگہ دے تاکہ میں تو خاطر جمع ہوکر مغلوں کے مقابل جاؤں اور اپنے اور تیرے ملک سے ان کے فتنہ و شر کو دفع کروں۔ اگر غالب ہوا تو ساری عمر تیرا ممنون احسان رہونگا اگر خدانخواستہ معاملہ دگرگوں ہوا تو میرے مال و عیال مغلوں کے تصرف و ملکیت تعذیب سے محفوظ رہیں گے اور میری ناموس و مال کو تو اپنا تصور کیجو اور اپنے ظل عافیت میں ان کو رکھیو۔ راجہ نے اول انکار کیا

مگر آخر کو زر و مال کی طمع سے وہ شیر خاں کے دم میں آگیا اور اُس کی درخواست کو مان لیا ؎
یدوز دطمع دیدہ ہوشمند۔ شیر خاں نے راجہ کو اور اُس کے کارپردازوں میں سے ہر ایک کو یہانتک
کہ دربانوں کو بھی تحائف بھیجے اور یہ اظہار کیا کہ ہم صحبت رہتاس ہے معلوم نہیں کہ مآل کار کیا ہو۔ شرم
و ناموس کو میری حیات میں اور میرے مرنے کے بعد اپنے ذمہ جانو اور اُن کو اور زیادہ امیدیں
دلائیں اور ہزار ڈولیاں بہ تفاوت لے گیا۔ خاص و خواص و شاگرد پیشہ کی سواریوں کو زینت
دی۔ ہر ڈولی میں دو جوان مرد عورتوں کا لباس پہنا کے بٹھائے اور چند ڈولیوں میں بڑی بوڑھیوں
کو بہت زیور پہنا کے بٹھایا اور اُن کو دادی۔ نانی۔ چچی۔ ماں بہن بتایا کہ اگر پردہ کے اندر دیکھا جائے
تو اصل بات پر سے پردہ نہ اُٹھ جائے۔ ہر جوان کے پانوں تلے تلواریں چھپا کر رکھدیں، بیلوں
اور کہاروں و مزدوروں کے کندھوں پر مصالحہ جنگ و قلعہ گیری کو اس خوبصورتی سے رکھا
کہ وہ لالچیوں کو روپے کی تھیلیاں معلوم ہوں۔ ان سب کو ڈولیوں کے آگے پیچھے جلو میں رکھکر
قلعہ میں داخل کیا اور خود عورتوں کو پہنچانے اور ان سے رخصت ہونے کا بہانہ بنا کے دروازوں پر
چند سوار کار آزمودہ ہمراہ لیکر آیا۔ دربانوں نے چند بڑھیوں و مردوں کی ڈولیوں کی تلاشی لی
پھر اُن کو اس پر راضی کر لیا کہ وہ اور ڈولیوں کی زیادہ کاوش نہ کریں۔ جب یہ ڈولیاں دوسرے
دروازہ میں پہنچیں تو جوانان سادہ کار بیکار کے حربے لیکر کہاروں کے ساتھ جو اکثر کہا در افغان تھے
اور حمّال جن کے ہاتھوں میں لکڑیاں تھیں دربانوں پر ٹوٹ پڑے اور اُن کو مار کر لمحہ بھر میں دروازہ
پر قبضہ کر لیا۔ شیر خاں کی یہ تدبیر تقدیر کے موافق ہوئی تو وہ خوشی کے مارے جامہ میں نہ سمایا۔
نقارہ بجاتا ہوا قلعہ میں داخل ہوا۔ راجپوت غافل پڑے تھے ان کو مار ایا تہ ہار راجہ بعد از خرابی
بصرہ قلعہ کے چور دروازہ سے مع چند ہمراہیوں کے نکلکر بھاگ گیا جان سلامت لے گیا۔ اور
حسن تدبیر سراپا تزویر سے افاغنہ کے چنگ میں بے جنگ قلعہ آگیا۔

تیموری مورخ ابو الفضل نے یہ لکھا ہے کہ چھ سو ڈولیاں تھیں ہر ڈولی میں دو مسلح جوان
اور ڈولیوں کے ادہر اُدہر لونڈیاں۔ اس حیلہ سے قلعہ میں آدمی پہنچا کر اُسے لے لیا اور جیپال
اور سپاہیوں کو اس قلعہ میں چھوڑ کر فتنہ پردازی میں ہاتھ دراز کیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قلعہ رہتاس شیر خاں کے ہاتھ لگ گیا اور وہاں اپنے بڑے بیٹے عادل خاں

ہمایوں اور شیر خاں کے پیغام سلام اور ان کا انجام

اور قطب خاں کو اہل و عیال سپرد کیے اور آپ کوہسار بہرہ کندہ میں آیا - ایک مقام سے دوسرے مقام میں پڑا پھرا - احمد یادگار لکھتا ہے کہ اُس نے جھارکند (بہرہ کندہ) کے راجہ سے لڑکر ایک سفید ہاتھی جس کا نام سیام چند تھا حاصل کیا - اس ہاتھی میں یہ صفت تھی کہ وہ کبھی خاک اپنے سر پر نہیں ڈالتا تھا اور اس کے ساتھ اور غنیمت بھی ہاتھ لگی اسکو وہ دہلی کی سلطنت ہاتھ لگنے کے لیے نیک شگون سمجھا

ہمایوں چنار فتح کرکے بنارس میں آیا اور شیر خاں پاس وکیل اس غرض سے بھجوایا کہ ملک بہار پر قبضہ ہوجائے بادشاہ کی اس نیت سے شیر خاں واقف تھا اس نے بادشاہ کے وکیل سے کہا کہ میں نے قلعہ گور فتح کیا ہے اور افغانوں کا لشکر بہت بڑا جمع کیا ہے - اگر بادشاہ بالکل بنگالہ سے دست بردار ہو تو میں بہار اسکو یا جس کو وہ حکم دیگا اور تمام امارات شاہی جیسے چتر و تخت وغیرہ ہیں وہ بادشاہ کی خدمت میں بھیجدونگا اور بنگال سے بادشاہ کی خدمت میں دس لاکھ روپیہ سالانہ بھیجتا رہونگا - بشرطیکہ بادشاہ آگرہ کو تشریف فرما ہو - وکیل نے بادشاہ پاس آکر شیر خاں نے جو کہا تھا عرض کیا - ہمایوں بہار کی بابت سنکر بہت خوش ہوا اور شیر خاں کی درخواست کو قبول کیا اور ایک خلعت اور گھوڑا اس پاس بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ اُس کی درخواست منظور ہے - شیر خاں پاس وکیل خلعت اور گھوڑا لایا اور بادشاہ نے جو فرمایا تھا وہ کہدیا - شیر خاں بہت خوش ہوگیا اور کہا کہ میں ان سب شرائط کو پورا کرونگا جو بادشاہ نے منظور فرمائی ہیں - شب و روز خدا سے دعا مانگتا رہونگا کہ جب تک میں زندہ رہوں مجھ میں اور بادشاہ میں مخالفت نہو میں اس کا دولت خواہ خدمت گار رہوں -

اس پیغام پر تین روز گذرے تھے کہ سلطان محمود بادشاہ بنگالہ کا وکیل ہمایوں کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ قلعہ گور افغانوں نے لے لیا ہے - بہت سا ملک ہنوز میرے قبضہ میں ہے حضرت بادشاہ اس طرف توجہ فرمائیں ابھی افغانوں کے یہاں پیر نہیں جمے ہیں اور اُن کی قوت کو قرار نہیں ہوا - ملک سے اُن کو نکالنا آسان ہے - افغانوں میں اس قدر قوت نہیں ہے کہ بادشاہ کے روبرو ہوسکیں میں بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں - سلطان محمود کی التماس کے سنتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ بنگالہ کی طرف لشکر کا سفر ہو خانخاناں یوسف خیل اور برلاس اور بعض امرا آگے روانہ ہوں اور سامان جنگ کا مہیا کرکے بہرکھنڈ کے پہاڑوں میں جائیں - جہاں شیر خاں

ہی۔ مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ وہ اپنے لشکر کو لیکر حاجی پور کی طرف جائے اور بادشاہ خود بنگالہ کو روانہ ہوا

جب شیر خاں نے سنا کہ اس کی طرف بادشاہ متوجہ ہوا تو اس کے عہد و پیمان کی امید بالکل منقطع ہوئی اُس نے بادشاہ کے وکیل سے کہا کہ میں نے بادشاہ کے ادب اور خدمت میں کوئی تقصیر نہیں کی اور اسکے ملک کی سرحد میں کچھہ دخل نہیں دیا ملک بہار لوحانیوں سے فتح کیا۔ جب بادشاہ بنگالہ نے بہار پر قبضہ کرنے کا قصد کیا تو میں نے عجز و انکسار کے ساتھ اس سے عرض کیا کہ مجھے اپنے حال پر رہنے دے اور بہار کے لینے کا قصد نکرے۔ مگر اس نے اپنے خدم و حشم کی کثرت کے سبب سے قبول نہیں کیا جب اُس کی جانب سے یہ تعدی ہوئی تو اس پر خدا نے مجھے ظفر دی اسلیے ملک بہار کی طمع کی میں نے اُس سے بنگالہ کا ملک لے لیا بادشاہ بنگالہ کے قول پر حضرت ہمایوں نے اعتماد کیا۔ میری خدمتوں پر اور افغانوں کی جمعیت لشکر پر جو بادشاہ کی خدمت کے لیے میں نے بہم پہنچائی کچھہ توجہ نہ کی اور بنگالہ کی جانب کوچ کر دیا۔ جب بادشاہ نے قلعہ چنار کا محاصرہ کیا تو افغانوں نے مجھپر جنگ کا تقاضا کیا تھا مگر میں نے اُن سے کہا کہ بادشاہ صاحب قدرت ہی قلعہ کے لیے اس سے لڑنا تمکو مناسب نہیں ہی وہ میرا ولی نعمت و مربی ہی جب اس کو معلوم ہوگا کہ میں نے باوجود کثرت سپاہ کے لڑنے کا قصد نہیں کیا اور اس کا ادب کیا تو وہ مجکو اپنا نمک خواہ خدمت گار جانے گا اور میرے اس لشکر کثیر کی پرورش کے لیے وہ مجھے ایک ملک جاگیر میں دیگا۔ بادشاہ نے بہار مجھہ سے مانگا اس کے دینے کے لیے میں تیار ہوگیا۔ یہ ملکداری کی تدبیر سے بعید ہی کہ اس مقدار جمعیت لشکر کو اپنی خدمت سے جدا کرے اور دشمن کے قول پر اعتماد کرکے اس کے خوش کرنے کے لیے افغانوں کے قتل اور جلاوطن کرنے کے درپے ہوا۔ بادشاہ میری حسن خدمات کا خیال ذرا نہیں کرتا اور عہد شکنی کرتا ہی تو اب مجھے نہ کوئی امید ہی اور نہ کوئی ایسا ذریعہ ہے کہ میں افغانوں کو بادشاہ کے مقابلہ کرنے سے روکوں۔ بادشاہ سن لیگا کہ افغانوں نے کیا کام کیا اور اس کو بنگال میں اپنے آنے سے پشیمانی اور پریشانی حاصل ہوگی اسلیے کہ اب افغانوں میں اتفاق ہی اور انہوں نے سب آپس کی نا اتفاقی کے جھگڑوں کو اُٹھا رکھا ہی جس کے سبب سے مغلوں نے سلطنت اس سے پہلے لے لی تھی۔ یہ کہکر وکیل کو خلعت رخصت دیکر رخصت کیا اور لشکر جو اس کے ہمراہ تھا اس کو رہتاس روانہ کیا اور خود چند سوار ہمراہ لیکر گور کی طرف خفیہ روانہ ہوا کہ کوئی اُسکے درپے نہو پھر وہ پہاڑوں میں جاکر ایسا مخفی ہوا کہ کسی کو نہ معلوم ہوا کہ وہ کہاں گیا اور ہمایوں کے لشکر میں

سلطان محمود کا آنا اور مرنا

مخبروں کو بھیجا کہ وہ بادشاہ کی خبر لائیں کہ کیا ارادہ رکھتا ہے۔ ہمایوں دو منزل چلا تھا کہ اس کو معلوم ہوا کہ شیر خاں پہاڑوں میں چلا گیا ہے اس لیے وہ پھر اُلٹا آیا۔ تتار خاں یوسف خیل اور بری برلاس جو شیر خاں سے لڑنے کے لیے گئے تھے وہ پرگنہ منیر شیخ یحییٰ میں مقیم تھے۔ جہاں سلطان محمود بڑی بادشاہ گور بھی آ گیا۔ یہاں بادشاہ ہمایوں بھی آ گیا۔ سلطان محمود کو بادشاہ کی خدمت میں امرا لے گئے۔ بادشاہ نے اس کا اعزاز و اکرام خاطر خواہ اس کے نہیں کیا اس لیے سلطان محمود اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور اسی غصہ و رنج میں چند روز بعد مر گیا۔ بادشاہ نے اس قصبہ منیر شیخ یحییٰ میں اپنے لشکر کو مرتب کیا۔

موید بیگ پسر سلطان محمود اور جہانگیر قلی پسر ابراہیم بایزید و میر مور کا۔ تردی بیگ۔ بری برلاس مبارک فرملی اور اور امرا کو تیس ہزار سوار دیکر بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ بادشاہی لشکر سے سات کوس آگے آگے چلیں۔ جب شیر شاہ نے سُنا کہ ہمایوں بنگالہ کی طرف چلا تو وہ خود جریدہ چند سواروں کے ساتھ خفیہ روانہ ہوا۔ اور لشکر شاہی جو پیش رو تھا اس کے قراول نے ایک گانوں کے باغ میں کچھ سوار دیکھے اور جب اس کو معلوم ہو کہ شیر شاہ کے سوار ہیں تو خوف کے مارے کچھ تحقیق نہیں کیا کہ وہ کتنے ہیں موید بیگ سے دوڑ کر اس کی خبر کی۔ موید بیگ نے جانا کہ شیر خاں لڑنے آیا ہے اس نے بادشاہ کو مطلع کیا۔ بادشاہ نے خبرداروں کو بھیجا کہ وہ تحقیق کر کے خبر لائیں۔ انہوں نے جا کر مقدم دہ سے دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ شیر خاں چند سواروں کے ساتھ آیا تھا وہ بادشاہ کے سواروں کو دیکھکر مُنگیر کی سڑک کی طرف بھاگ گیا۔ جب یہ خبردار بادشاہ پاس خبر لائے رات ہو گئی تھی اس لیے یہ تعاقب موقوف ہوا۔

جب شیر خاں گڈھی کے دروازہ سے گذرا تو اس نے دیکھا کہ سیف خاں اچل خیل سروانی اپنے اہل و عیال کو لیے رہتاس کو جاتا ہے تو اس نے کہا کہ پھر جاؤ مغلوں کا لشکر قریب ہے۔ جب سیف خاں کو ہمایوں کے لشکر کی حقیقت معلوم ہوئی تو اس نے شیر خاں سے کہا کہ آپ کے ساتھ تھوڑے آدمی ہیں اور دشمن سے فاصلہ تھوڑا ہے شاید دشمن آپکا تعاقب کرے اور پھر آپ کو پکڑ لے میرے اہل و عیال کو حضرت اعلیٰ شیر خاں صبح کو ہمراہ لیجیے اور بندہ دروازہ گذر گڈھی پر کھڑا ہوتا ہے جب تک بدن میں جان باقی ہے لشکر بادشاہی کو روکونگا تاکہ آپ کے اور دشمن کے لشکر کے درمیان فاصلہ بہت زیادہ ہو جائے سیف خاں سے شیر خاں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ میں اپنی جان بچانے کیواسطے

شیر شاہ اور سیف خاں کی باتیں اور سیف خاں کا ہمایوں کے ہراول سے لڑنا ۔ [illegible]

بھائی کی جان کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالوں سیف خاں نے کہا کہ آدمی سب برابر نہیں ہوتے ایک نفس کو اہل بیت کیلیے
اور ایک اہلبیت کو ایک قبیلہ کیلئے اور ایک قبیلہ کو ایک شہر کیواسطے اور ایک شہر کو ایک صاحب اقبال
کیلیے فدا کرنا چاہیئے اسیلیے کہ ایک صاحب اقبال دولت کی ذات ہفت اقلیم کو فائدہ پہنچا سکتی ہی سپاہی
کے واسطے کوئی چیز اس سے بہتر نہیں کہ وہ اپنے صاحب کی ذات کی حفظ وحمایت میں اپنی جان فدا کرے
میرے اقبال کا ستارہ چمک جائے کہ میری جان اور میرے سپاہیوں کی جان آپکے کام آئے۔ ہر چند شیر خاں
نے مبالغہ کیا کہ میرے ہمراہ چل کہ میرے کام آئے مگر سیف خاں نے اُسے قبول نہیں کیا اور اہل و عیال کو
شیر خاں کے ہمراہ کیا صبح کے وقت سیف خاں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ غسل کر کے مرنے کے لیے تیار ہو
اور کچھ دغدغہ نکرو اجل لازم الوقوع ہی کسی آدمی کو اس سے چارہ نہیں صاحب جو سپاہی کو دولت دیتا ہی
اور اس کے تمام رنج و آلام میں حمایت کرتا ہی وہ اس لیے کرتا ہی کہ سپاہی اپنے ولی نعمت کی مہمات
میں اپنی جان پر کھیل جائے کہ ایسی خدمات پسندیدہ بنی آدم کے کام آتی ہیں اور سعادت دارین حاصل
ہوتی ہی یہ سنکر سیف خاں کے بھائیوں نے کہا کہ جو کام آپنے اختیار کیا اس پر ہم بدل وجان سے فدا ہیں
یہ کار کا وقت ہی گفتار کا نہیں۔ جو کچھ ہم سے ہو سکیگا اس کے کرنے میں تقصیر نہیں کریں گے سیف خاں
مستعد ہو کر گڈھی کے دروازہ پر کھڑا ہوا۔ اسکے ساتھ بھائی بھی آکر کھڑے ہوئے۔ جس وقت انہوں نے
بادشاہ کے لشکر کے ہراول کو دیکھا تو کمین گاہوں سے بھوکے شیروں کی طرح نکلکر اُن پر جا پڑے سمندر
کی طوفانی موجوں کی طرح اُن پر جا پڑے۔ اور اُنکا چھوٹا گروہ پہاڑ کی طرح سامنے کھڑا ہو گیا اور جب تک
بادشاہ کی فوج کو گڑھی میں سے نہ گزرنے دیا کہ سیف خاں کے بھائی مردانہ وار جان سے گئے
اور خود بھی اسکو تین زخم لگے۔ سیف خاں بے ہوش تھا کہ مغل اُسکو ہمایوں پاس پکڑ کر لے گئے بادشاہ
نے اس کی تحسین کر کے فرمایا کہ ہر وفادار سپاہی کو اسی طرح اپنے آقا کی خدمت کرنی چاہیئے جیسے کہ تو نے
کی کہ اپنی جان کے فدا کرنے میں نہ اپنی سپاہ کی قلت پر اور بادشاہی سپاہ کی کثرت پر خیال کیا۔
پھر اس نے سیف خاں کو اختیار دیا جہاں چاہے ہمارے پاس رہے چاہے چلا جائے اس نے عرض کیا
کہ شیر خاں کے ساتھ میرے اہل و عیال ہیں میں وہاں جاؤنگا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے
تیری جان بخشی کی جہاں چاہے جا۔ مروت اسے کہتے ہیں وہ مونگیر کے نواح میں شیر شاہ
سے جا ملا۔ یہاں ہیبت خاں نیازی حاکم تھا۔ شیر خاں نے اسکو حکم دیا کہ سیف خاں کے اہل و

عیال کو ہمراہ لیکر قلعہ گڑھی میں لیجائے اور خود ایک تیز رو کشتی میں سوار ہو کر گور کی طرف روانہ ہوا دو راتوں کے بعد یہاں آیا تو اس نے جلال خاں اور حاجی خاں اور امراء کو دس ہزار سوار دیکر دروازہ گذر گڑھی کی حفاظت کے لیے بھیجا۔ ممالک گور اور بنگال کی راہ فقط اس گڑھی میں سے تھی اور ان ملکوں میں سے کسی اور راہ سے جانا ممکن نہ تھا۔ ان دونوں افسروں کو تاکیدی حکم دیدیا تھا کہ اس تنگ راہ کو وہ مسدود رکھیں اور بلندیوں پر توپیں لگا دیں جن سے وہ ہمایوں کی سپاہ کو خوف و خطر میں رکھیں تاکہ وہ خود اس فرصت میں گور میں جو خزانے تھے اُن کو رہتاس میں لے جائے اُس نے ان افسروں کو یہ ہدایت بھی کردی کہ وہ اپنے مقام کو کسی حال میں نہ چھوڑیں اور نہ مغلوں سے لڑیں کیونکہ شیر خاں پاس اسوقت جانا پڑیگا کہ وہ اپنا منصوبہ پورا کر چکے گا۔

ہمایوں کا مقدمۃ الجیش سات حصوں میں بڑے لشکر سے جدا ہو کر سفر کر رہا تھا۔ اس نے گڑھی سے تین میل کے فاصلہ پر خیمے لگائے۔ ہر صبح کو وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس گذر پر آتے اور تیر لگاتے اور اُلٹے چلے جاتے ان میں سے ایک گروہ نے آنکر بڑے غل شور سے جلال خاں کو کہنا شروع کیا کہ تو بڑا نامرد ہے کہ لومڑیوں کی طرح ایک تنگ گذرگاہ میں پڑا پھرتا ہے۔ اگر مرد ہے اور مرد کا بچہ ہے تو میدان جنگ میں سامنے آ کہ معلوم ہو کون شجاع ہے۔ ابتک اس کو مغلوں سے میدان جنگ میں پالا نہیں پڑا ہے۔ افغان ہر روز دشمنوں کی آتشباری سے ہلاک ہوتے جلال خاں ایکدن حاجی خاں پاس گیا اور اس نے یہ شکایت کی کہ مغل ہر روز ہمکو ستاتے ہیں اور اپنی آتشباری سے نقصان پہنچاتے ہیں اور مجھے گالیاں سناتے ہیں۔ اس کی اب مجھے برداشت نہیں ہے۔ میں اکیلا تو کچھ مغلوں کا نہیں کرسکتا لیکن اگر اور افسر میرے ساتھ شریک ہوں تو لشکر کو بتا سکتا ہوں اس پردہ تساہل کے اندر پڑے رہنے سے کوئی بھلائی نہیں پیدا ہوگی۔ حاجی خاں نے کہا کہ یہ امر آپ کے باپ کے حکم کے برخلاف قطعی ہے تو جلال خاں نے کہا کہ اگر میری درخواست آپ منظور نہیں کرتے تو مجھے کھانا حرام ہے۔ اس پر حاجی خاں نے کہا کہ اگر آپ کو اس امر میں ایسا ہی اصرار ہے تو مجھے منظور ہے جو نامرد میدان جنگ سے زندہ بھاگ کر آئے گا وہ شیر خاں کے ہاتھ سے سزا جس کا مستحق وہ ہوگا پائے گا۔ لیکن اگر فتح ہوئی تو ہماری ہمت کے سر پر تاج لگ جائے گا۔ اور سب کچھ بھلا ہو جائے گا۔ اس پر الحمد پڑھی گئی۔

حسب دستور دوسرے روز صبح کو مغل گھوڑے دوڑاتے ہوئے افغانوں کے لشکر پر آئے اور پھر اپنے خیموں کو اُلٹے چلے گئے ہتھیار اُتار کر رکھدیئے اور گھوڑوں کے زین کھولدیئے۔ سپاہی دانہ چارہ علوفہ کی تلاش میں چلے گئے۔ افسروں نے تکیئے لگا کے آرام کیا۔ دوپہر کے قریب افغانوں نے گڑھی میں ایک ہزار سوار چھوڑ دیئے اور چھ ہزار سوار لیکر باہر نکلے اور مغلوں پر حملہ کیا۔ چند مغل جن کے گھوڑے پاس تھے وہ تو سوار ہوئے مگر بڑا حصہ اُنکا لڑنے کے لیے تیار نہو سکا۔ وہ لڑ نہ سکے بھاگ گئے۔ اس لڑائی میں مبارک فرملی اور ابوالفتح لنگاہ اور مغلوں کے بڑے بڑے امیر تہ تیغ ہوئے۔ مغلوں کی کل لشکرگاہ میں سارا اسباب گھوڑے اونٹ ہاتھی وغیرہ افغانوں کے ہاتھ لگے۔ تھوڑے مغل جان بچا کر بھاگے ہوں گے ورنہ سب قتل ہو گئے۔ یہ کہتے ہیں کہ کوئی افغان ایسا نہ تھا جس کو اس لڑائی میں چار گھوڑے کم از کم اور بہت سے صندوق بیش قیمت اشیا کے ہاتھ نہ لگے ہوں گے۔

شیر شاہ کا خزانہ اور جلال خاں کا بلانا

شیر خاں پاس اتنے خزانے تھے کہ اُن کی باربرداری کے لیے جانور گور میں اتنے جمع نہ ہو سکے کہ وہ اپنی دولت کو رہتاس میں پہنچاتا وہ حیران تھا کہ باربرداری کے لیے کیا تدبیر کروں کہ جلال خاں کا خط اس فتح کا پہنچا تو اس نے بیٹے کو لکھا کہ ہاتھی اونٹ بیل جس قدر تم خرید کر بھیج سکو بھیجدو جب یہ باربرداری کا سامان آیا تو شیر خاں نے رہتاس میں اپنے خزانوں کو پہنچایا۔ شیر خاں نے اس فتح پر اس مثل کو کہا کہ پانی سے جب مرغ ایک دفعہ بھاگ جاتا ہے تو دوبارہ وہ پانی میں لڑتا نہیں مگر ککڑوں کوں بہت کرتا ہے۔ جب شیر خاں رہتاس میں پہنچا تو اس نے جلال خاں کو لکھا کہ گڑھی سے یہاں چلے آؤ۔ جب ہمایوں کو یہ خبر ہوئی کہ گڑھی خالی پڑی ہے بنگالہ کی دارالسلطنت گور میں خود آیا اور مرزا ہندال کو آگرہ بھیجا۔ شیر خاں نے گور کے محل کو پہلے ہی سے تصویروں اور نقش و نگار سے اور سب طرح کے سامان عشرت سے تیار کر رکھا تھا وہ ہمایوں کی طبیعت کو جانتا تھا کہ کیسی عیش دوست ہے بادشاہ تو یہاں آنکر اپنے عیش و نشاط میں ایسا تین چار مہینے تک ۹۴۵ھ میں مصروف ہوا کہ اس کو کچھ خبر نہ ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس زمانہ میں شیر خاں کو فرصت ملی کہ بنارس کی فتح کا موقع ہاتھ آیا۔ جلال خاں بن جلو سور کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ بھیجا کہ وہ غنیم کے لشکر کے قریب جا کر گور میں چارہ و علوفہ و آذوقہ کے جانے

کی راہ کو بند کرے اس راہ کے بند ہونے سے سارے ملک میں گرانی ہوگئی۔ بادشاہ نے یہ خبر سنکر یعقوب بیگ اور بیرام خاں کو بھیجا کہ جلال خاں کو جاکر ڈرائے۔ اس زمانہ میں بیرام خاں منصب عالی نہ رکھتا تھا وہ یعقوب بیگ کے ماتحت تھا۔ یعقوب لڑا اور شکست پائی۔ شیر خاں نے خواص خاں کو مونگیر میں بھیجا۔ اور بادشاہ نے وہاں جو خانخاناں یوسف خیل کو حاکم مقرر کیا ہے اس سے قلعہ مونگیر لے اور اُسے قید کرکے میرے پاس بھیجدے۔ یہی خانخاناں بابر کو کابل سے ہندوستان میں لایا تھا۔ خواص خاں رات کو شہر کے اندر گھس گیا اور خانخاناں کو باندہ کر شیر خاں پاس لایا جو بنارس کا محاصرہ کر رہا تھا۔ خواص خاں کے آنے سے بنارس بھی فتح ہوگیا اور محصورین مثل قتل ہوئے۔

شیر خاں نے ہیبت خاں نیازی۔ جلال خاں جالو کو ایک لشکر بڑا بہادر دیکر اودہ۔ لکھنو بہرائچ کی طرف بھیجا۔ ان بہادروں نے ہمایوں کے افسروں کو ان ملکوں سے بزور شمشیر نکال دیا اور سنبھل تک پہنچے اس شہر کو مسخر کرلیا اور لوٹا اور اُس کے باشندوں کو غلام بنایا۔ ایک اور لشکر قطب خاں نصیب خاں اور حاجی خاں کے ساتھ جونپور کو روانہ ہوا جس کا حاکم قتل کیا گیا اور شہر خود بخود افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ پھر یہ لشکر کڑہ مانک پور گیا جہاں کے حاکم نے لڑکر اپنی جان گنوائی اور افغانوں کی مملکت میں قنوج اور مانک پور اور زیادہ ہوئے۔ غرض یہ لشکر آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ کل ملک میں ہمایوں کی طرف سے جس حاکم نے مقابلہ کیا وہ قتل ہوا یا شکست پاکر ملک سے بھاگ گیا۔ اور تمام ملک قنوج تک اور سنبھل تک افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ شیر خاں نے خواص خاں کو بھیجا کہ وہ مہارٹہ چیرو زمیندار ضلع بہار کو قید کرے اور اس کے جنگل کو صاف کرے غرض سال بھر تک افغان بغیر کسی مشکل کے ملکوں کو فتح کرتے رہے اور انہوں نے ان ملکوں کے خریف و ربیع کا محصول وصول کیا۔

جب ہمایوں کو خبر ہوئی کہ مرزا ہندال نے شیخ بہلول کو مار ڈالا اور ولایت آگرہ میں وہ فتنہ برپا کر رہا ہے اور گرمی بھی کم ہوگئی ہے تو اس نے بنگال سے آگرہ کی طرف جانے کا قصد کیا۔ شیر خاں نے اپنے لشکر کو چاروں طرف سے بلاکر ایک جگہ جمع کیا مگر خواص خاں کو جو مہارٹہ چیرو زمیندار سے لڑنے گیا تھا نہیں بلایا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جس وقت شیر خاں بعض سخت مہمات میں مصروف تھا اور دشمن اس کو دبا رہے تھے تو اس زمیندار نے پہاڑوں اور جنگلوں سے نکل کے

پرگنات بہار کے کسانونکو بہت ستایا - اور بہر راہ زنی کرنے لگا - اور گور بنگال کے مسافروں کو لوٹنے لگا - اور جب اس کو موقع ملتا تو شیرخاں کی سپاہ کے گھوڑے اونٹ اور مویشی لوٹ کر لیجاتا اسلیے اول اس کا استیصال بہت ضروری تھا -

جب رہتاس میں سارا لشکر جمع ہوا تو وہ ستر ہزار تھا اور پانچ سو جنگی ہاتھی تھے -

مغلوں سے لڑنے کے لیے شیرخاں کا اپنی قوم کے امراء سے صلاح و مشورہ

جب کوہ رہتاس میں شیرخاں تھا کہ ہمایوں شہنشاہ اس کے آگے سے گزرا تو شیرخاں نے اپنے امراء سکندر و ابراہیم کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ ہمایوں بادشاہ کا لشکر بڑا ابد حال ہے - ولایت آگرہ میں اُس کے بھائیوں نے فساد برپا کیا اُس نے میرا پیچھا چھوڑا - اب وہ آگرہ جاتا ہے اگر عزیزوں کی مصلحت ہو تو بخت آزمائی کروں - میرا لشکر مستعد و تمام رکھتا ہے - بنگالہ میں آنے سے پہلے میں نے بہت عجز و زاری اُس کے آگے کی اور ہر سال زر دینے کا وعدہ کیا کہ بادشاہ مجھے ولایت بنگالہ عنایت کرے میں یہ نہیں چاہتا کہ خدانخواستہ مجھ میں اور میرے ولینعمت بادشاہ میں مخالفت ہو حضرت بادشاہ نے ولایت بنگالہ دینا بھی قبول کیا مگر بادشاہ بنگال سلطان محمود کا وکیل جب اس پاس گیا تو اپنے قول و قرار سے پھر گیا - اس سبب سے بادشاہ سے مخالفت کرنی ناگزیر ہوئی میں ولایت بہار اور جونپور پر جن میں بادشاہ کی سپاہ بھی متصرف ہوا اسلیے اب صلح کی راہ مسدود ہے اعظم ہمایوں سروانی نے جو سلطان سکندر کے امراء عظام میں سے تھا عرض کیا کہ مغلوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آپ سلطان بہلول اور سکندر کے امراسے تو صلاح و مشورہ لیجیے نہیں اس سبب سے کہ جو تدبیر انہوں نے کی وہ اُن کی کم طالعی سے راست نہ آئی اور جب مغلوں سے انہوں نے جنگ کی اپنے ہی امراء کی مخالفت سے اُنہوں نے شکست پائی آپ کا نصیبہ یاور ہے اور افغان آپ کے ساتھ تہ دل و جان سے متفق ہیں اور مغلوں کے ساتھ لڑنے میں دلیر ہو گئے ہیں عقلاء زمانہ نے مجھسے کہا ہے کہ شمشیر زنی میں مغلوں سے افغان کم نہیں ہیں مگر بسبب آپس کی مخالفت کے اُن سے ہزیمت پاتے ہیں - ہندوستان سے مغلوں کو ایسے وقت نکالیں گے کہ افغانونکا سردار ایک شخص ہوگا اور افغانوں کی قوم اُس کے ساتھ متفق ہوگی پس وہ سردار صاحب دولت اُنکا تو ہی ہے تو آپ اپنے امراسے اس بات میں صلاح مشورہ پوچھیے اور جو کچھ وہ کہویں اس پر عمل کر کہ فتح آپ کی یار ہو - جب اعظم ہمایوں سروانی کی یہ باتیں سنیں تو اپنے امراسے پوچھا

جنکے نام یہ ہیں قطب خاں ۔ ہیبت خاں نیازی ۔ جلال خاں بن جلو سور ۔ شجاعت خاں و سرمست خاں سروانی اور اور اُمرا تو ان سب نے متفق اللفظ والمعنی عرض کیا کہ جنگ کرنی چاہیے پھر ایسا وقت نہیں ہاتھ آئیگا ۔ جب شیر خاں کو تحقیق ہو گیا کہ مغلوں کے ساتھ جنگ کرنے پر افغان سب متفق ہیں اور اُن پہ دلیر ہیں تو وہ پہاڑوں سے باہر آیا اور ہمایوں کے لشکر کی طرف چلا ۔ ہر منزل میں قلعہ گلی بناتا اور آہستگی کے ساتھ کوچ کرتا ۔ جب بادشاہ کو شیر خاں کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ بھی شیر خاں کے لشکر کی جانب مڑا ۔ جب شیر خاں کو ہمایوں بادشاہ کے پھرنے کا حال معلوم ہوا تو اُس نے بادشاہ کی خدمت میں یہ عرضداشت بھیجی کہ اگر بادشاہ ملک بنگالہ آیندہ کو عنایت کرے تو بادشاہ کے نام کا سکہ و خطبہ رہے گا اور بندہ بھی حضور کے ملازموں سے ایک بہرہ ور دولت ہوگا ۔ شیر خاں نے آگے کوچ کر کے اپنے خیمے بادشاہی خیموں کے سامنے جھوسا (چوسہ) اور بکسر کے درمیان قریہ شیتیا میں ڈالے ۔ یہ دونوں خیمہ گاہ گنگا کے ایک ہی کنارہ پر تھے اُنکے درمیان گنگا کی دہار پچیس گز چوڑی بہتی تھی اسکے کنارے ایسے ڈھلوان تھے کہ گھاٹ بغیر عبور نہیں ہوسکتا تھا اور اُسکے قعر میں کیچڑ اور دلدل ایسی تھی کہ آدمی اور گھوڑے اُسمیں پھنس کر رہ جاتے تھے ۔ شیر خاں نے خواص خاں کو بھی جو مہارٹھ بھیجا گیا تھا بلا بھیجا کہ جلد آؤ ۔ جب بادشاہ پاس شیر خاں کا عریضہ پہنچا تو اُس نے ملک بنگال دینا ان شرائط کے ساتھ قبول کیا کہ شیر خاں جو اپنی حد سے تجاوز کر کے بادشاہ کے روبرو پڑا ہی اور اُس کے اور بادشاہ کے درمیان آب حائل ہے تو وہ آداب بادشاہی کا لحاظ کر کے الٹا چلا جائے اور گذر آب کو بالکل چھوڑ دے کہ بادشاہ اس آب سے گزر کرلے اور شیر خاں کے پیچھے دو تین منزل جاوے اور بعد ازاں مراجعت کرے (یہ ایک جھوٹا تعاقب ظاہر میں دکھانے کے لیے تھا) شیر خاں نے ان شرائط کو قبول کر لیا اور دریا کے گزر کو چھوڑ دیا اور اولٹا چلا گیا ۔ بادشاہ نے پل بنایا اور اس پر سے مع اہل و عیال اور بعض لشکر کے عبور کیا اور دریا کے دوسری طرف خیمہ زن ہوا ۔

شیخ خلیل فرزند قطب شیخ عالم فرید شکر گنج کو بادشاہ نے شیر خاں پاس برسم رسالت بھیجا کہ وہ شیر خاں سے کہے کہ وہ کوچ در کوچ رہتاس چلا جائے اور بیچ میں کہیں توقف نہ کرے اور بادشاہ چند منزل اس کے پیچھے جائے اور پھر مراجعت کرے اور بعد اُس کے بنگالہ کی جاگیر کا حکم حسب وعدہ

شیرخاں کے وکلا کو سپرد کرکے شیخ خلیل نے شیرخاں پاس آنکر ہمایوں کا پیغام سنایا۔ شیرخاں نے بظاہر حکم بادشاہی کو قبول کیا۔ اور شیخ کی مہمانداری اور تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ دوسرے روز شیخ خلیل نے بادشاہی آدمیوں کے روبرو جو اُس کے ساتھ آئے تھے صلح کے باب میں پند و وعظ کا دفتر کھولا ؎

اگر فیل زوری و گر شیر جنگ به نزدیک من صلح بهتر ز جنگ

اثنار سخن میں شیخ خلیل کی زبان سے نکل گیا کہ اگر تو صلح نہیں کرتا تو اُٹھ کھڑا ہو اور جنگ کر شیرخاں نے کہا کہ یہ حضرت کا قول میرے لیے فال نیک ہے انشاء اللہ تعالیٰ میں لڑونگا۔ بعد ازاں شیخ کو نقد و جنس و بنگال و مالدہ کے اقمشہ بہت سے نذر دیئے اور افغانوں کی خصوصیات اُسکے ساتھ بتلائیں غرض شیخ کو احسان کے دام میں پھنسالیا۔ پھر اُس کو تنہا خلوت میں بلایا اور اُس کے سامنے افغانوں کی خصوصیات جو خاندان فرید شکر گنج کے ساتھ تھیں بیان کیں کہ حضرت اور افغان ہم ولایت ہیں اور اُس کے حسب دلخواہ وعدے کرکے اُس سے کہا میں حضرت سے ہمایوں کے ساتھ صلح و جنگ کے باب میں مشورہ پوچھتا ہوں کہ حکما نے فرمایا ہے اہل حکمت دور اندیش و دوربین خردمندوں سے مشورہ لینا چاہیے۔ حضرت میں تو یہ صفات موجود ہیں میری بہبود کے لیے جو حضور کے ضمیر منیر میں امر آئے اُس کو بے کم و کاست ارشاد فرمائیں کہ بادشاہ ہمایوں سے صلح بہتر ہے یا جنگ۔ شیخ صاحب نے تامل اور مراقبہ کے بعد شیرخاں سے کہا کہ آپ کے مشورہ طلب کرنے سے مجھے دو مشکلیں پیش آئیں ایک یہ کہ مجھے یہاں بادشاہ نے اپنا ایلچی بناکے بھیجا ہے مجھے مناسب نہیں ہے کہ سوا اُس کی دولت خواہی کے کوئی اور بات کہوں۔ دوم یہ کہ آپ نے ایک امر مشورہ کے طور پر مجھسے پوچھا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر دشمن بھی مشاورت کرے تو جو امر واقعی ہو اُس سے کہے۔ افغان میرے آبا و اجداد کے محب اخلاص مند برابر چلے آئے ہیں اگر میں اپنی رائے کے خلاف مشورہ دوں تو حدیث المستشار موتمن کے خلاف ہوتا ہے اس لیے میں امر واقعی کہتا ہوں کہ بادشاہ ہمایوں کے ساتھ صلح سے جنگ بہتر ہے کہ اُسکے لشکر میں کمال بے سامانی ہے کہ نہ گھوڑے ہیں نہ اور مویشی اور اُس کے بھائی اُس سے مخالفت کرتے ہیں بادشاہ اس وقت صلح تجھ سے بضرورت کرتا ہے۔ آخر کار یہ صلح برقرار نہیں رہیگی اس وقت

کو غنیمت جان پھر تجھے ایسا وقت جنگ کے لیے نہیں ہاتھ آئیگا۔ پہلے شیر خاں صلح و جنگ کے باب میں متردد و مذبذب تھا اب شیخ خلیل کے کہنے سے کہ صلح نہیں کرنی چاہیے اس نے آشتی کا خیال بالکل دل سے دور کر دیا اور جنگ پر آمادہ ہوا۔ خواص خاں کو پہلے اس نے بلایا تھا جب وہ آگیا تو اُس نے حکم دیا کہ میرے جاسوس خبر لائے ہیں کہ مہارٹھا ابھی دور ہے۔ دوسرے روز پھر تیار ہو کر چند کوس جا کر چلے آنا کہ مہارٹھ آج بھی نہیں آیا۔ آدھی رات سے کچھ پہلے اُس نے امرا کو بلا کر یہ فرمایا کہ میں نے بادشاہ ہمایوں سے صلح قرار دی تھی۔ جب میں نے اپنی خدمات سابقہ پر جو اس بادشاہ کی کی ہیں خیال کیا تو معلوم ہوا کہ انکا کوئی نیک نتیجہ نہیں ہوا اول میں نے بادشاہ کی خیر خواہی وہ کی تھی جس کے سبب سے سلطان محمود شاہ جونپور کو اور اُس کے لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ جب بادشاہ اس سے خاطر جمع ہوئے تو اُس نے مجھسے قلعہ چنار طلب کیا جب میں نے قلعہ نہ دیا تو لشکر اُس کے لینے کے لیے مقرر کیا۔ لشکر قلعہ کو نہ لے سکا تو خود آیا کہ قلعہ کو بزور مجھسے لے لے جب اُس کو خبر ہوئی کہ مرزا محمد زماں قید سے نکلکر ملک میں خلل انداز ہے اور سلطان بہادر بادشاہ گجرات دہلی لینے کے لیے چلا آتا ہے تو اُس کو ضرورت ہوئی کہ اُلٹا چلا جائے میں نے قطب خاں اپنے بیٹے کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ (پانچسو) اُس کی خدمت میں مہم گجرات میں بھیجا اُس وقت مجھے یہ دست رس تھی کہ اُس کا ملک جونپور وغیرہ کو اپنے تحت و تصرف میں لے لیتا مگر میں نے مخالفت کا اظہار اس وجہ سے نہیں کیا کہ وہ بڑا شہنشاہ ہے میں نے باوجود دست رس ہونے کے کوئی برائی نہیں کی تو وہ مجھے اپنا خاص خدمت گار جانیگا اور میرے آزار کے درپے نہیں ہوگا۔ مگر جب وہ گجرات سے واپس آیا تو میری دولت خواہی پر کچھ خیال نہیں کیا اور لشکر کو تیار کر کے میرے اخراج کے درپے ہوا میرا اقبال یاور تھا۔ جو اُس نے میرا حال کرنا چاہا وہ نہ کر سکا۔ ہر چند میں نے عجز و انکسار و خدمت آوری کا اظہار کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب وہ بنگالہ پر حملہ آور ہوا میں اُس کے احسان سے ناامید ہوا اور اُس کی بدی سے مجھے اندیشہ ہوا۔ اس سبب سے ناچار ہو کر مخالفت کے اظہار کی ضرورت ہوئی میں نے اُس کے تمام امرا کو سنبھل تک نکال دیا اور ملک کو لوٹا اور وہاں کسی مغل کو زندہ نہیں چھوڑا۔ اب میں اس سے کس امید پر صلح کروں۔ اس سبب سے کہ اُس کے لشکر میں نزاع ہے اور گھوڑے و مویشی اور سامان موجود نہیں ہے اور اُس کے بھائی اس سے مخالفت

کر رہے ہیں مجھسے وہ صلح کرتا ہی اور مجھے دہوکا دیتا ہی آخر کار اس صلح پر قائم نہیں رہے گا ۔ آگرہ میں جاکر جب بھائیوں کی مخالفت کو دفع کریگا تو سامان لشکر تیار کرکے پھر میرے قلع وقمع میں تقصیر نہیں کریگا۔ پیش از واقعہ تدبیر باید کرد۔ میں نے بارہا آزمایا ہے کہ افغانوں کا لشکر مغلوں کے لشکر سے زیادہ دلیر ومردانہ ہی۔ افغانوں کی باہم مخالفت کے سبب سے مغلوں نے ملک لے لیا ہی۔ اگر عزیزوں کی مصلحت ہو تو میں صلح کو فسخ کروں اور بخت آزمائی کروں افغانوں نے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ کے ساتھ جاں سپاری اور مردانگی میں حتی المقدور تقصیر نہ کرینگے۔ آپ نے جو صلح کے فسخ کرنے کا ارادہ کیا ہی وہ عین مصلحت ہی۔ شیر خاں نے کہا کہ میں نے صلح کو فسخ کیا اور خدا کے فضل پر تکیہ کرکے بادشاہ سے لڑنے کا ارادہ کیا ؎

زمانہ چو عاجز نوازی کند به تند اژدہا مور بازی کند

اُس نے امرا کو رخصت کرکے کہا کہ وہ جاکر اپنے لشکر کو مسلح کریں مجھے بہارتھ کا خوف لگ رہا ہی جب پہر رات باقی رہی لشکر تیار ہوکر ڈہائی کوس بہارتھ کی طرف چلا تو شیر خاں کھڑا ہوا۔ اور اُس نے افغانوں کو بلایا اور اُن سے یہ کہا کہ میں جو روز سوار ہوتا تھا تو میری غرض یہ تھی کہ بادشاہ ہمایوں کو غافل کروں کہ وہ یہ جانے کہ میں کسی اور غنیم سے لڑنے جاتا ہوں اور اُس کو یہ شبہ نہو کہ میرا لشکر اُس کی طرف آتا ہی اب تم پھر واور بادشاہ کی طرف رخ کرو اور افغانوں کی عزت کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور اپنی دلیری اور بہادری دکھانے میں تقصیر نہ کرو آج ہماری قوم کے لیے ہندوستان کی فتح کا روز ہی افغانوں نے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ ہماری طرف سے کچھ دغدغہ دل میں نہ لائیں۔ ہم سب متفق ہوکر خوب لڑینگے۔ غرض افغانوں کے لشکر نے بادشاہ کے لشکر کی طرف بہت جلد کوچ کیا اُس کے نزدیک پہنچے تو شہنشاہ ہمایوں کو خبر ہوئی کہ شیر خاں کا لشکر آن پہنچا اُس نے اپنے لشکر کو مقابلہ کا حکم دیا اور کہا کہ میں ابھی وضو کرکے آتا ہوں۔ بادشاہ جلادت وصولت میں شیر تھا۔ غرور جوانی میں مست تھا۔ اپنے بے نظیر بہادر خدم وحشم کی کثرت پر مغرور تھا۔ افغانوں کے لشکر کی جمعیت کو نظر حقارت سے دیکھتا تھا اور لوازم حرب پر نظر نہیں رکھتا تھا وہ یہ نہیں سمجھتا تھا کہ اُس کا لشکر بے سامان ہی۔ ولایت بنگالہ کی آب وہوا نے ضعیف وابتر کر دیا ہی۔ شیر خاں حرب کے حیلہ ومکر وفریب وخداع کی انواع

جانتا تھا و جنگ کے مخارج و مداخل دیکھے ہوئے تھا۔ زمانہ کے نشیب و فراز سے آگاہ تھا۔ ابھی مغل
اپنی لشکرگاہ سے باہر نہ نکلے تھے کہ افغان اُن پر ٹوٹ پڑے اور طرفۃ العین میں اُن کو شکست
دیدی۔ بادشاہ وضو سے فارغ ہوا تھا کہ لشکر شکست کھا کر پراگندہ ہو گیا۔ بادشاہ آگرہ کو بھاگا
اہل و عیال کو بھی ہمراہ لینے کی فرصت نصیب نہ ہوئی۔ بیگم مع حرم محترم حضرت ہمایوں کی
عورتوں کی فوج کے ساتھ پردہ سے باہر نکلیں کہ شیر شاہ کی آنکھ اُن پر پڑی۔ وہ گھوڑے سے
نیچے اُترا اسب عورتوں کو تسلی دی اور وضو کیا اور خداوند تعالیٰ کا دوگانہ شکر ادا کیا اور نہایت
عجز و زاری کے ساتھ اُس نے یہ کہا کہ الٰہ العالمین بزرگی و قدرت تیرے ہی لیے سزاوار ہے اُسمیں
نقصان و زوال کو راہ نہیں تو نے مجھے کمینہ بندہ کو سرفراز کیا اور ہمایوں جیسے بادشاہ کے لشکر کو
پامال کیا اور اُس کے اہل و عیال کو میرا اسیر بنایا۔ پھر اُس نے نقیبوں کو حکم دیا کہ سارے لشکر
میں پکار دیں کہ کوئی شخص مغلوں کے زن و فرزند کو اسیر نہ کرے اور سب کو حفاظت کے ساتھ بیگم
کے سراپردہ میں پہنچا دے۔ اس کے حکم کی ہیبت یہ تھی کہ کسی افغان کا مقدور نہ تھا کہ اس حکم
کے خلاف کام کرتا کہتے ہیں کہ چار ہزار مغلوں کی عورتیں بیگم کے سراپردہ میں جمع ہوئیں ہر
عورت کی خوراک اس کے درخور مقرر کی اور چند روز بعد بیگم کو پیر کہن سال حسین خاں تبرک کے
ساتھ رہتاس بھیجدیا اور باقی عورتوں کو عزت کے ساتھ سواریوں میں سوار کر کے اور خرچ راہ دیکر
آگرہ روانہ کیا (باقی حال ہمایوں کی سلطنت کے ذکر میں پڑھو) یہ واقعہ محرم سنہ ۹۴۶ میں واقع ہوا
جب سے شیر خاں کا کوکب ظفر افق سعادت سے طلوع ہوا تھا تو شیر خاں نے اپنا خطاب حضرت
عالی رکھا تھا۔ اُس نے اپنے منشیوں کو حکم دیا کہ خطوط جنمیں اُسکی فتح کا حال ہو لکھ کر چاروں طرف بھیجو
تو مسند عالی عمر خاں نے جس کا خطاب خان اعظم تھا اور سلطان بہلول کے عہد میں اُسکو تاتار خاں
یوسف خیل کی وفات کے بعد لاہور کی جاگیر ملی تھی عرض کیا کہ فتح نامی بطریق فرمان کے لکھے
جائیں۔ شیر خاں نے فرمایا کہ چند شخص جو سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے امرا و امیرزادے
تھے اُنھوں نے اپنی قوم افغانوں کی شرم و ناموس کے سبب سے مجھے سرفراز کیا۔ مجھے مناسب نہیں
ہے کہ میں اُن کو فرمان لکھوں اور خود تخت پر بیٹھوں اور اُن کو کھڑا رکھوں۔ ملک کا بادشاہ زندہ ہے
اور اکثر ملک اُس کے تصرف میں ہے۔ اس سے مسند عالی عیسیٰ خاں سمجھا کہ شیر خاں تخت نشین

جلوس شیر شاہ ۹۴۶ھ

ہونے پر مائل ہو اُس نے عرض کیا کہ سلطان بہلول و سلطان سکندر اور اُن کی اولاد جو اپنی قوم کی رعایت کے سبب سے تخت پر نہیں بیٹھے تو انھوں نے قانون سلطانی کے خلاف کام کیا خدا تعالیٰ جس کو سلطنت دیتا ہو وہ اور سائر الناس سے سرفراز و ممتاز ہوتا ہے اُس کو چاہیئے کہ وہ قانون سلاطین سابق کے آداب بجالائے اور اُس کی تعظیم و تکریم سے کسی آدمی کو عار نہیں کرنی چاہیئے قدیم زمانہ سے یہ امر قرار پایا ہے کہ ملک کسی کی میراث نہیں ہے اور دنیا میں انسان کے لیے کوئی نعمت سلطنت سے بہتر نہیں ہے آپ کی ذات خجستہ صفات میں آثار سلطنت موجود ہیں آپ نے بادشاہ وقت کو شکست دیدی۔ اگر خصم زندہ نکل گیا تو کیا غم ہو آپ جس طرف متوجہ ہونگے فتح و نصرت آپ کا استقبال کرے گی۔ آپ قوم افغانوں کے امرا کا ملاحظہ نہ فرمائیں کیونکہ سلطان ابراہیم کے زمانہ سے بہ سبب حوادث روزگار کے جس دیار میں یہ امرا گئے اُن کو بادشاہوں کے تخت کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا پڑا وہ جس دربار میں جاتے تو اُس کے اہل بازار اُن کو چھیڑتے کہ آپس میں لڑکر اپنے ملک کو کھویا اب ہمارے ملک میں آئے ہیں۔ اب تیرے قدموں کی برکت سے افغان جو متفرق تھے وہ مجتمع ہوئے جو مخالف تھے وہ متفق ہوئے۔ تیرے تخت پیچھے کھڑا ہونا اُن کے فخر کا سبب ہو جو قوم اپنی قوم کا بادشاہ نہیں رکھتے وہ جان نہیں رکھتے ہیں۔ بعد ازاں اعظم خاں سروانی نے عرض کیا کہ مغل اپنے بادشاہ کی پشت پناہ رکھتے ہیں۔ کشورستانی و ملک گیری کا جامہ اُنہیں کے بدن پر سیا گیا ہو انواع و فنون تیر اندازی و نیزہ بازی سے ماہر ہیں مداخل و مخارج جنگ کو و صنوف حیل و خداع کو جو حرب میں مکر وہ نہیں ہیں جانتے ہیں اور افغانوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور روز جنگ میں کبھی اُس کو اپنا حریف نہیں سمجھتے ہیں۔ آپ کی حسن تدبیر اور دولت ملک گیری کے سبب سے مغلوں کی کساد بازاری ہوئی۔ ہر جنگ میں آپ نے مغلوں کو شکست دی اب بندہ مغلوں کا منھ نہیں رہا کہ وہ افغانوں پر شمشیر زنی میں لاف زنی کریں۔ اب ساری خلقت کہنے لگی کہ مغل و افغان حریف ہیں ملک داد الہیٰ ہو جس کو چاہے دیدے۔ اگر اس نعمت کے شکر میں تیرے تخت کو افغان اپنے سر پر اُٹھائیں تو بجا ہو میاں بن اور امرا افغانوں نے متفق اللفظ یہ کہا کہ عیسیٰ خاں سروانی اور اعظم ہمایوں سروانی کی برابر کوئی افغانوں کے لشکر میں نہیں ہے

اُنھوں نے جو کچھ کہا وہ عین صواب ہے۔ بادشاہ بننے میں تاخیر مناسب نہیں۔ اس تقریر سے شیرخاں خوش ہوا اور اُس نے کہا کہ اگرچہ اسم بادشاہی امر عظیم ہے اور مشکلوں سے خالی نہیں مگر جب میرے عزیزوں کی رائے میرے بادشاہ بنانے کی ہے تو میں نے قبول کیا۔ منجموں سے ٹھیک ساعت پوچھکر تخت پر جلوس کیا اور اپنا خطاب شیرشاہ رکھا اور سکہ وخطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور شاہ عالم کا لقب اپنے خطاب میں زیادہ کیا عیسیٰ سروانی اُس کے خطبہ وسکہ کا سبب ہوا تھا شیرخاں نے اپنی فتح کا فرمان اُس کے ہاتھ سے لکھوایا اور منشیوں کو دیدیا کہ اُس کی نقلیں اطراف ملک میں روانہ کریں۔ تخت نشینی کی خوشی میں سات روز تک شادمانی کے نقارے بجے اور افغانوں کے ہر قبیلہ کی فوج آتی تھی اور افغانوں کی رسم کے موافق رقص کرتی تھی اور مطربوں کو انعام دیتی تھی اور جوانان رقاص کے سر پر بادشاہ کے خدمتگار زعفران ومشک وگلاب وغیرہ ڈالتے تھے۔ اور لذیذ کھانے اور مزے دار شیرینیاں وحلوے کھائے جاتے تھے اور شراب طہور پیتے تھے۔

خود شیرشاہ ہمایوں کے تعاقب میں گیا اور کل ملک پر کالپی اور قنوج تک قبضہ کیا خواص خاں کو جھارکھنڈ سے لڑنے کے لیے بھیجا کہ اُس کو بالکل غارت وتباہ کرے۔ جلال خاں جالوی اور حاجی خاں بٹنی کو بنگال بھیجا کہ وہ جہانگیر قلی کو جس کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ ہمایوں نے بنگالہ میں متعین کیا تھا یہاں سے نکال دے۔ اُس کو اُنھوں نے لڑ کر شکست دی اور مار ڈالا ملک بنگال دوبارہ بالکل افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور اکابر ہند کو جو سپاہ ہمایوں کے ساتھ بنگال میں تھے اُن کو رخصت کیا۔ شیخ خلیل کو اپنے پاس رکھا۔ اور اُس کو اپنے مخلصوں اور مشورہ کاروں میں داخل کیا مسند عالی عیسیٰ خاں سروانی کو گجرات اور منڈو کی طرف بھیجا اور اُس دیار کے حکام کو لکھا کہ میں اس نواح میں اپنے بیٹے کو اس لیے بھیجونگا کہ جب قنوج کی جانب ہمایوں بادشاہ متوجہ ہو تو تم اس بیٹے کے ساتھ ممالک دہلی وآگرہ ومنڈو کو تاخت وتاراج کرنا۔ ان دنوں میں ملک مالوہ کے اضلاع میں جدا جدا فرمانروا تھے ایک شخص نامی ملوخاں نے اپنے تئیں ملک منڈو، اُجین سارنگ پور کا بادشاہ بنایا تھا اور اپنا نام قادر شاہ رکھا تھا اور داعیہ سلطنت رکھتا تھا۔ رائسین اور چندیری میں بھیا پورن مل حکومت کرتا تھا وہ راجہ پرتاپ سنگھ بن بھوپت کا نائب تھا۔

سیواس میں سکندر خاں حکومت رکھتا تھا۔ پتیم گڈھ اور جھور کا راجہ بھوپال تھا۔ یا بھوپال کا راجہ جھینشر تھا۔ حکام منڈو نے شیر شاہ کو جواب میں خطوط لکھے کہ جس وقت آپ کا بیٹا ان حدود میں آئے گا تو ہم اُس کی خدمت گزاری میں تقصیر نہیں کرینگے۔ ملو خاں نے اپنی حماقت سے اپنے رتبہ شاہی دکھانے کے لیے باوجودیکہ اُس کے امرا نے منع کیا اپنے خط کی پیشانی پر مہر لگائی جب شیر شاہ پاس یہ خط آیا تو اُس نے مُہر کتر کر اپنی دستار میں رکھ لی جس کے معنی یہ تھے کہ اس گستاخی کے عوض میں اُس کا ایک دن سر کتر اجائیگا۔ جب عیسیٰ خاں گجرات میں آیا تو سلطان محمود خرد سال تھا اُس کے وزیر دریا خاں نے لکھا کہ ہمارا بادشاہ خرد سال ہے اور امرا آپسمیں ایک دوسرے کے مخالف اور لشکر گجرات بہ سبب بُعد مسافت دہلی کی طرف جانے سے متعذر۔ عیسیٰ خاں اپنی مراجعت کے وقت افغانوں کو جو منڈو گجرات میں تھے ترغیب دیکر اپنے ساتھ لے آیا۔ جب مسند عالی عیسیٰ خاں گجرات سے آیا تو شیر خاں نے پوچھا کہ خانخاناں یوسف خیل کے لیے کیا کرنا مناسب ہے۔ عیسیٰ خاں نے کہا کہ افغانوں کو جو مغلوں سے ضرر پہنچا ہے وہ اسی کے سبب سے پہنچا ہے۔ وہ شہنشاہ بابر کو کابل سے ہندوستان میں لایا۔ ہمایوں بادشاہ کو گجرات سے وہ ان حدود میں لایا۔ اگر ہمایوں بادشاہ خانخاناں کے کہے پر عمل کرتا تو تجھکو وہ غارت کرتا اور یہ حسرت اس کو نہ ہوتی۔ مگر تیرا اقبال یاور تھا کہ بادشاہ نے خانخاناں کی رائے کے موافق کام نہیں کیا اس لیے اُس کو قتل کرنا چاہیے اُس کو منگیر میں قید رکھنا مصلحت نہیں ہے شیر شاہ نے کہا کہ میں نے جس افغان سے اُسکے باب میں پوچھا تو اُس نے یہ کہا کہ یہ ایک بڑا افغان ہے اس کی جان لینی مناسب ہے مگر میری رائے عیسیٰ خاں کے ساتھ متفق ہے۔ خانخانان روز گرفتاری سے منگیر میں قید تھا اور آدھ سیر خام جو اُس کو روزینہ ملتا تھا وہ قتل کیا گیا۔

خانخاناں یوسف خیل کا قتل

جب بادشاہ ہمایوں نے قنوج کی طرف کوچ کیا تو شیر شاہ نے اپنے بیٹے قطب خاں کو ملک منڈو کی طرف رخصت کیا کہ وہ حکام منڈو کو ہمراہ لیکر آگرہ اور دہلی کی نواح میں خلل انداز ہو اور ملک کو تاراج و ویران کرے۔ جب ہمایوں نے سُنا کہ شیر شاہ نے اپنے بیٹے کو چندیری کی طرف بھیجا ہے کہ وہ ان حدود میں خلل انداز ہو تو اُس نے اپنے دونوں بھائیوں مرزا ہندال اور مرزا عسکری کو اور امرا کو اس طرف روانہ کیا جب مالوہ کے حکام نے سُنا کہ ہمایوں کے دو بھائی قطب خاں سے لڑنے

قطب خاں کا لڑائی میں مارا جانا

آتے ہیں تو انھوں نے قطب خاں کے ساتھ ہونے سے پہلو تہی کی چندیری سے چوندھا کی طرف قطب خاں گیا اور یہاں مغلوں سے لڑا اور قتل ہوا۔ مرزا ہندال اور مرزا عسکری فتح پاکر آگرہ میں بادشاہ پاس آگئے۔ اس مہم کا حال پہلے لکھا گیا۔

جب شیر شاہ نے سنا کہ حکام منڈو نے اُس کے بیٹے کے ساتھ موافقت نہ کی اور اُس کا بیٹا قطب خاں کشتہ ہوا تو غم و غصہ سے بہت غمگین اور پریشان ہوا مگر اُس کی اوضاع میں ظاہرا تغیر نہیں ہوا۔ حکام منڈو سے کینہ اُس کے سینہ میں مخفی جمع رہا۔ اس فتح سے مغل بڑے مغرور ہوگئے اور اُنکے اپنے ملک سے بھی فوج بہت سی آگئی۔ ہمایوں لشکر کو آراستہ کرکے قنوج میں ذیقعدہ سنہ ۹۴۶ھ میں مطابق اپریل سنہ ۱۵۴۰ء میں آیا۔ شیر شاہ نے بھی دریائے گنگ پر اُسکے مقابل اپنا سپاہ کے گرد حصار بنایا۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ خواص خاں نے مہارتھ کو مار ڈالا۔ اس سے افغانوں کے لشکر میں بڑی خوشی ہوئی۔ شیر شاہ نے خواص خاں کو لکھا کہ جلد یہاں آؤ میں اور تیرے دوست سب چشم براہ بیٹھے ہیں کہ تو آئے تو ہم غنیم سے لڑائی شروع کریں۔ جب شیر شاہ نے سُنا کہ خواص خاں

ہمایوں اور شیر شاہ کی لڑائی اور شیر شاہ کی فتح

قریب آگیا ہے تو اُس نے بادشاہ ہمایوں پاس ایلچی بھیجا کہ بہت دنوں سے یہاں مورچے جمائے ہیں اب بادشاہ کو اختیار ہے کہ وہ دریا سے عبور کرکے مجھ سے دریا کے اس طرف لڑے یا مجھے کہے کہ میں دریا کے پار جاکر لڑوں۔ ایلچی نے ہمایوں بادشاہ پاس آنکر شیر شاہ کا پیغام پہنچایا تو نہایت حقارت کے ساتھ ہمایوں نے ایلچی کو یہ جواب دیا کہ شیر خاں سے جاکر کہو کہ اگر وہ دریا سے چند کوس پرے ہٹ جائے تو میں دریا عبور کرکے اس سے لڑنے آتا ہوں۔ ایلچی نے شیر شاہ پاس آنکر یہ ہمایوں کا پیغام عرض کیا تو دریا کے کنارے سے شیر شاہ چند کوس پرے ہٹ گیا۔ حمید خاں کاکر نے جو شیر شاہ کے امرا میں سے ایک تھا اُس نے کہا کہ حضور مغلوں کے لشکر پر حملہ پہلے اس سے کریں کہ وہ کل دریا سے عبور کرے۔ شیر شاہ نے جواب دیا کہ اس سے پہلے مجھے دسترس نہ تھی اسلیے میں جنگ میں مکر و خداع کرتا تھا۔ اب خدا کے لطف و کرم سے میرا لشکر ہمایوں کے لشکر سے کم نہیں ہے۔ باوجود اپنی دسترس کے میں عہد شکنی نہ کروں گا اور جب دوپہر ہوگی تو میں صفیں آراستہ کرکے بے مکر و خداع کے جنگ کرونگا جو ارادہ الٰہی ہوگا وہ ظہور میں آئے گا۔ جب شیر شاہ کو معلوم ہوگیا کہ بادشاہ کا تمام لشکر دریا سے اُتر آیا تو اُس نے اپنی عادت کے موافق قلعہ خام بادشاہ کی فوج کے سامنے تیار کیا اور اُس کے نزدیک وہ

خیمہ زن ہوا۔

چند روز کے بعد خواص خاں جس دن شیر شاہ کے لشکر میں آیا اُسی روز سوار ہو کر ہمایوں کے لشکر میں آیا۔ اور تین سو خچر اور شتر اور بہت سے بیل لوٹ کر شیر شاہ کے لشکر میں لایا۔ ۱۰ محرم روز عاشورہ ۹۴۷ھ دونوں لشکر جنگ کے لیے آراستہ ہوئے شیر شاہ نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ قلب میں شیر شاہ ہیبت خاں نیازی جس کا لقب اعظم ہمایوں ۹۵۰ھ میں ہوا مسند عالی عیسیٰ خاں سروانی۔ قطب خاں لودی۔ حاجی خاں جلوہی۔ بلند خاں پسر ہیبت سیف خاں سروانی۔ بجلی خاں۔ سرمست خاں میمنہ میں جلال خاں پسر شیر شاہ جو شیر شاہ کی وفات کے بعد بادشاہ ہوا اور اسلام شاہ اُس کا خطاب ہوا۔ تاج خاں۔ سلیماں خاں کررانی جلال خاں جلوہی اور اور امراء میسرہ میں عادل خاں پسر شیر شاہ۔ قطب خاں۔ رائے حسین جلوانی اور اور امرا جب شیر شاہ نے اپنی سپاہ کو اس طرح آراستہ کیا تو افغانوں سے کہا کہ میں نے بہت سعی کر کے تم کو جمع کیا ہے اور تمھاری تربیت میں حتی المقدور قصور نہیں کیا۔ آج ہی کے دن کے لیے تمھاری نگاہداشت کی ہے۔ آج ہی کا روز امتحان کا ہے۔ آج ہی کے دن جو میدان حرب میں غالب ہو گا اپنا رتبہ بڑھائیگا۔ ایسی کوشش کرو کہ وقت کارزار میں سب افغان یک دل و یک زباں ہوں افغانوں کی سپاہ میں اتفاق ہو تو کوئی شمشیر زنی میں ان کی برابر نہیں۔ میں اپنے عزیزوں سے یہ التماس کرتا ہوں کہ حسد و خصومت و اختلاف کو جانے دو۔ سلطان ابراہیم کے عہد میں یہ حسد و مخاصمت و اختلاف تھا غالب تھا جن سے افغان مغلوب ہوئے جس کا مزہ اُنھوں نے خوب چکھا سپاہ کو فیروزمندی بلندی اُس کی یکدلی سے پہونچتی ہے۔ اے عزیز تم کو یہ معلوم رہے کہ میں نے عزم جزم کر لیا ہے کہ اس رزم گاہ سے اس وقت زندہ نکلونگا کہ فتح و نصرت ہو ورنہ میرا سر دشمنوں کے گھوڑوں کے سموں میں مسلا جائیگا۔ مرنا مسلم ہے بہتر ہے کہ ایسے کام میں مریں کہ نیکنام ہوں۔ اے عزیزو تم ڈرو نہیں۔ رزم گاہ میں اس طرح جاؤ کہ سر کے ساتھ پاسبانی کلاہ رکھو سپاہ کو اس سے زیادہ کوئی بدنامی اور شرمندگی نہیں ہے کہ اُس کا صاحب مارا جائے اور سپاہی اور خدمتگار اس کے زندہ رہیں۔ اس جنگ میں ثبات قدم کے لیے تحریص کرتا ہوں کہ ملک ہند کا ہاتھ آنا اور اہل و عیال کا مغلوں کے ہاتھ سے رہائی پانا اسی پر موقوف ہے۔ میں بڈھا ہو گیا ہوں۔

ہزاروں ترددوں سے افغانوں کو جمع کیا ہے اگر خدانخواستہ اس معرکہ میں یہ لشکر شکست پاکر پراگندہ ہوگیا تو پھر اس کا دوبارہ جمع ہونا محال ہے۔ ہوا سے جو کلیاں درخت سے جھڑ جاتی ہیں پھر وہ شاخسار پہ جمع نہیں ہوتیں۔ یہ سنکر افغانوں نے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ نے ہماری تربیت میں نہایت شفقت کی ہے اب یہ وقت خدمت یاری اور جاں سپاری کا ہے شیر شاہ نے امرا کو رخصت کر کے فرمایا کہ فوج میں اپنی اپنی جگہ پر جا کر کھڑے ہوں اور پھر وہ خود آیا اور فوج کو مرتب کر کے روانہ کیا۔

ہمایوں کے مقدمۃ الجیش کو خواص خاں کے لشکر نے شکست دی اور شیر شاہ کے میمنہ نے جسمیں جلال خاں افسر تھا شکست پائی لیکن ان چار آدمیوں نے میدان نہیں چھوڑا۔ جلال خاں میاں ایوب دائی غازی بچلی۔ محمد گلبور۔ جب شیر شاہ نے دیکھا کہ اس کی سپاہ میمنہ نے شکست پائی تو اُس نے مدد کرنے کا ارادہ کیا کہ قطب خاں لودی ساہوخیل نے عرض کیا کہ حضور اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں جس سے لوگ نہ جانیں کہ قلب سپاہ کو بھی شکست ہوگئی بلکہ دشمنوں کے درمیان گھس جائیں جب شیر شاہ کی سپاہ سیدھی ہمایوں بادشاہ کے لشکر کی طرف چلی تو اُس نے اس سپاہ کو شکست دی جسنے پہلے اس کی میمنہ سپاہ کو شکست دی تھی۔ اور وہ بھاگ کر قلب سپاہ ہمایوں میں چلی گئی۔ میمنہ شیر شاہ شکست یافتہ نے پھر کر ہمایوں بادشاہ کو گھیر لیا اور شیر خاں کے بیٹوں اور امرا افغان نے مردانگی کر کے مغلوں کی فوج کو شکست دی۔ ہیبت خاں نیازی اور خواص خاں کی شمشیر آبدار اور سنان جاں گداز نے اس جنگ میں بڑا کام کیا۔ ہمایوں بادشاہ بذات خود رزمگاہ میں پہاڑ کی طرح استوار کھڑا رہا اور داد شجاعت دیتا رہا مگر جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ مردان غیب شیر شاہ کی طرف لڑ رہے ہیں تو امر الٰہی پہ اتقیاد کر کے مردان غیب کی رزم سے عنان کو موڑ کر آگرہ کی طرف گیا۔ اس کی ذات کو کوئی آسیب نہیں پہنچا صحیح سلامت وہ آگرہ میں پہونچ گیا۔ اس لڑائی کا حال ہمایوں کی سلطنت کے ذکر میں بھی دیکھو۔ ہمایوں کی فوج کا بڑا حصہ گنگا میں ڈوب گیا۔ دریا کا پل سپاہ کے خود بوجھ سے شکستہ ہوگیا۔

جب مغلوں کی کارزار سے شیر شاہ کی خاطر جمع ہوئی تو اُس نے شجاعت خاں کو جو ملک بہار و رہتاس میں فوجدار تھا لکھا کہ قلعہ گوالیار کا تنگ محاصرہ کرے اور فرمان لیجانے والے کو کہدیا

کہ شجاعت خاں جب تک رہتاس کو نہ چھوڑے اُس سے نہ کہنا کہ اُس کا بیٹا محمود خاں اس لڑائی میں مارا گیا۔ مبادا بیٹے کی وفات سُنکر وہ وہاں سے چلنے میں ڈھیل ڈھال کرے۔ شجاعت خاں پاس جوہی شیرشاہ کا فرمان پہنچا وہ ہی اُس نے چلکر قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا۔ قنوج سے شیرشاہ نے برمزید گور کو ایک لشکر کثیر کے ساتھ آگے بھیجا اور کہدیا کہ ہمایوں بادشاہ سے لڑنا نہیں۔ اور ایک سپاہ ناصر خاں کو دیکر سنبھل کو روانہ کیا۔ کہ بہت جلد اس ملک کا انتظام کرکے وہ خود آگرہ کی طرف چلا۔ تاریخ خان جہاں میں لکھا ہے کہ دو برس کے بعد ہمایوں بادشاہ نے آگرہ میں آنکر امیر سید رفیع الدین سے کہا کہ اُس کی سپاہ کو افغانوں نے شکست نہیں دی بلکہ میں نے یہ دیکھا کہ مردان غیب اُس کی سپاہ سے لڑتے تھے اور اُن کے گھوڑوں کی باگیں موڑتے تھے۔ جب وہ سرہند میں آیا تو وہاں بھی داستان اُس نے مجد الدین سرہندی سے کہی۔ جب شیرشاہ آگرہ کے پاس آیا تو ہمایوں بادشاہ آگرہ میں نہیں رہ سکتا تھا وہ لاہور کی جانب متوجہ ہوا۔ برمزید گور آگرہ میں آیا اُس نے اکثر مغلوں کو جو آگرہ میں رہ گئے تھے قتل کیا۔ اس کی یہ حرکت شیرشاہ کو پسند نہ آئی اس کو بڑی ملامت کی۔ شیرشاہ خود آگرہ میں آیا اور یہاں چند روز توقف کیا۔ خواص خاں برمزید گور کو افغانوں کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کے تعاقب میں بھیجا اور حکم دیدیا کہ اُس سے پچاس کوس کے فاصلہ پر رہے کیونکہ اس تعاقب سے ہمایوں کا ہندوستان سے نکالنا بے جنگ کے منظور تھا جب شیرشاہ دہلی میں آیا تو سنبھل کے مخادیم و رعیت نے آنکر استغاثہ کیا کہ نصیر خاں نے اُس کے حق میں طرح طرح کے ظلم و ستم برپا کر رکھے ہیں۔ شیرشاہ نے اُس کی جگہ مسند عالی عیسیٰ خاں گکھیور کو اور سرکار سنبھل کے علاوہ کانٹ و گولہ اُس کے اہل و عیال کی پرورش کے لیے اُسکو دیدیا اور حکم دیا کہ پانچ ہزار سوار وہ اپنے پاس رکھے اور نصیر خاں اُس کی خدمت میں رہے جب سنبھل جانے کے لیے عیسیٰ خاں کو شیرشاہ نے روانہ کیا تو اُس نے یہ کہا کہ دہلی سے لکھنؤ تک ملک سے اب میری خاطر جمع ہوئی۔ جب عیسیٰ خاں سنبھل میں آیا تو اُس نے دیکھا کہ نصیر خاں نے بیرم بیگ ہمدار ہمایوں بادشاہ کو پکڑ رکھا ہے یہ بیرم بیگ (بیرام خاں) وہی ہے جس کو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد میں خانخاناں کا خطاب ملا۔ یہاں

ہمایوں کا آگرہ سے بھاگنا اور شیرشاہ کا اس کے ملک پر قبضہ کرنا

سنبھل میں بیرم بیگ کے آنے کا سبب یہ تھا کہ جب ہمایوں کے لشکر کو قنوج میں شکست ہوئی اور اُس کے لشکر میں تفرقہ پڑا تو بیرم بیگ میاں عبدالوہاب پسر میاں عزیز اللہ خاں رئیس سنبھل کے پاس سنبھل میں آیا۔ میاں عبدالوہاب نصیر خاں کے خوف سے اُس کو سنبھل میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لیے اُس نے لکھنور کے راجہ مترسین پاس بیرم بیگ کو بھیدیا کہ چند روز اُس کو اپنے پاس رکھے۔ راجہ نے چند روز تک اپنے ملک کے شمالی حصہ میں جس کے اندر جنگل تھا رکھا نصیر خاں کو خبر ہوئی کہ وہ راجہ مترسین پاس ہی اُس نے راجہ کو لکھا کہ وہ بیرم بیگ کو لیکر حاضر ہو شیر شاہ کے خوف و دہشت کے سبب سے بیرم بیگ کو اپنے پاس راجہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ اُس نے نصیر خاں کے حوالہ کیا۔ نصیر خاں نے اُس کے مارنے کا قصد کیا۔ تو میاں عبدالوہاب جو سکندر لودی کے زمانہ سے مسند عالی عیسٰی خاں کے آشنا تھے اس پاس گئے اور عرض کیا کہ نصیر خاں ظالم بیرم بیگ کے مارنے کا قصد رکھتا ہی آپ اُس کو اس ظالم کے پھندے سے نکالیے۔ عیسٰی خاں نے نصیر خاں سے بیرم بیگ کو خلاص کیا اور اپنے گھر میں چند روز رکھا اور راجہ مترسین سے اس امر کی ضمانت لی کہ جب میں شیر شاہ پاس جاؤں تو بیرم بیگ اُس کے ہمراہ جائے۔

جب مسند عالی عیسٰی خاں مہم منڈو اجین میں شیر شاہ کی خدمت میں گیا تو بیرم بیگ کو ہمراہ لے گیا اور شہر اجین میں اُس کو شیر شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو شیر شاہ نے اُس سے غصہ سے پوچھا کہ اتنے دنوں کہاں رہا تو عیسٰی خاں نے عرض کیا وہ شیخ ملہی کحال کے گھر میں رہا شیر شاہ نے کہا کہ افغان کی قوم میں یہ امر قرار پاگیا ہی کہ جو گنہ گار کہ شیخ ملہی کے گھر میں پناہ لے اُس کا قصور معاف کیا جائے۔ میں نے بھی بیرم بیگ کا گناہ بخش دیا۔ عیسٰی خاں نے عرض کی شیخ ملہی کی خاطر سے تو حضور نے بیرم بیگ کا قصور معاف کیا۔ میری خاطر سے اُس کو خلعت و اسپ عنایت ہوا اور اُس کو اجازت ہو کہ وہ محمد قاسم خاں کے ساتھ خیمہ میں رہے جس نے قلعہ گوالیار ابھی حوالہ کیا ہے۔ شیر شاہ نے اُسکے لیے جگہ محمد قاسم کے پاس متعین کردی جب شیر شاہ نے اجین سے سفر کیا تو دونوں بیرم بیگ اور محمد قاسم گجرات کی طرف بھاگ گئے۔ راہ میں محمد قاسم مارا گیا اور بیرم بیگ گجرات گیا شیخ گدائی گجرات میں تھا اُس نے اور خدمات پسندیدہ کرکے گجرات سے اپنے بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں پہنچا۔ جب ہمایوں کی وفات کے بعد بیرم بیگ خانخاناں ہوا تو اُس نے شیخ گدائی۔ میاں عبدالوہاب

بیرم خاں کا حال

شیر شاہ کا ہمایوں کو ہندوستان سے نکالنا

و راجہ سترسین کے ساتھ ایسے احسان کیے جس سے زیادہ تصور میں بھی نہیں آتے۔ اسوقت عیسیٰ خاں بھی زندہ تھا نوّے برس کی عمر تھی۔ بعض آدمیوں نے اس سے کہا کہ آپ بھی خانخانان پاس جائیے تو اُس نے کہا کہ میں طمع دنیوی کے لیے مغل کے آگے نہیں جاؤنگا۔ یہی باپ کا طریقہ اُس کے بیٹوں نے بھی اختیار کیا کہ اپنے احسان کا معاوضہ بیرم خاں سے نہیں طلب کیا۔ بیرم خاں سے بھی جب اُسکے دوستوں نے پوچھا کہ عیسیٰ خاں نے آپ پر کوئی احسان کیا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ اُسنے میری جان بچائی ہے اگر وہ میرے پاس آئے تو اُس کے آنے کو میں اپنا فخر سمجھونگا اگر میں شیر شاہ سے زیادہ نہ دے سکونگا تو سنبھل تو ضرور اُس کو دیدوں گا۔

شیر شاہ نے میوات حاجی خاں کو سپرد کیا اور آپ لاہور کی طرف چلا۔ سرہند میں آن کر بادشاہ خواص خاں کو یہ ملک حوالہ کیا۔ خواص خاں نے اُس کو اپنے غلام ملک بھگونت کو دیا۔ جب ہمایوں خواص خاں بادشاہ لاہور میں آیا تو بعض مغل ولایت سے تازہ وارد بادشاہ پاس آئے اُنھوں نے افغانوں کی جنگ نہ دیکھی تھی۔ اُنھوں نے بادشاہ سے درخواست کی۔ افغانوں کے ساتھ لڑنیکے لیے بادشاہ ہم کو بھیجے۔ پھر ہم دیکھیں کہ میدان جنگ میں افغان ہمارے حریف کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہمایوں نے اُن کو لڑنے کے لیے بھیجا۔ شیر شاہ نے خواص خاں و برمزید گور کو دہلی سے بھیجا۔ سلطان پور میں یہ لشکر دو چار ہوئے اور آپس میں لڑے۔ مغلوں کو شکست ہوئی اور وہ لاہور میں آئے۔ خواص خاں نے سلطان پور میں توقف کیا۔ شہنشاہ ہمایوں اور مرزا کامراں نے لاہور چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد شیر شاہ لاہور پر قابض ہوا۔ مگر یہاں قیام نہیں کیا۔ لاہور سے تیسری منزل پر تھا کہ اُس نے سُنا کہ کوہستان جود کی راہ سے مرزا کامراں تو کابل گیا اور شہنشاہ ہمایوں دریائے سندھ کے کناروں پر ملتان اور بھکر کی جانب متوجہ ہے۔ شیر شاہ خوشاب میں آیا۔ قطب خاں نیت و خواص خاں۔ حاجی خاں جلیب خاں۔ سرمست خاں جلوانی۔ عیسیٰ خاں نیازی۔ برمزید گور کو اور اپنے لشکر کے بڑے حصہ کو ملتان کی طرف ہمایوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور اُن کو ہدایت کردی کہ ہمایوں سے لڑنا نہیں بلکہ یہاں کی مملکت سے خارج کر کے اُلٹے چلے آنا۔ جب وہ دو منزل چلے تھے کہ اُنھوں نے سُنا کہ مغلوں کی سپاہ کے دو حصے ہوگئے ہیں۔ افغانوں کو تردد ہوا کہ شیر شاہ پاس تھوڑی سپاہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایلغار کر کے مغل اُس پر حملہ ہوں۔ اسلیے افغانوں نے بھی اپنی سپاہ کے دو حصے

کیے۔ ایک حصہ خواص خاں و عیسیٰ خاں وغیرہ کے ماتحت تھا وہ دریا خوشاب سے عبور کر کے جہلم کے کنارہ کنارہ ملتان کی طرف گیا اور دوسرا حصہ قطب خاں کے ماتحت تھا وہ اُس طرف اس دریا کے کنارہ کنارہ سفر کرتا تھا۔ ہمایوں کے لشکر کی وہ جماعت جو کابل جانیکے لئے جدا ہوئی تھی خواص خاں کے لشکر سے لڑی۔ مگر لڑنے کی سکت اُسمیں نہ تھی۔ علم و نقارہ چھوڑ کر بھاگی۔ خواص خاں اس علم اور نقارہ کو لیکر شیر شاہ کی خدمت میں آیا۔ شیر خاں نے خوشاب میں توقف کیا۔ اسمٰعیل خاں فتح خاں و غازی خاں۔ بلوچ شیر شاہ کی خدمت میں آئے شیر شاہ نے حکم دیا کہ بلوچ اپنے گھوڑوں کو داغ لگائیں تو اسمٰعیل خاں نے کہا کہ اور آدمی اپنے گھوڑوں کے داغ لگاتے ہیں میں اپنے بدن پر داغ لگواؤں گا۔ شیر شاہ یہ بات سُنکر خوش ہوا اور اُن کے گھوڑے کے داغ کو موقوف کیا اور ملک سندھ اُس کو حوالہ کیا۔ ملک روہ کے افغان ہر قوم و قبیلہ کے اُس پاس آنے شروع ہوئے

شیر شاہ کی ملاقات شیخ بایزید سے

شیخ بایزید جو بڑے متبرک اور ولی تھے وہ بھی شیر شاہ پاس خوشاب میں ملنے آئے۔ بادشاہ نے اُن سے معانقہ کیا اور بڑی تکریم و تعظیم کی۔ ایک لاکھ ٹنکہ اور ہندوستان اور بنگال کے عمدہ اقمشہ دیکر روہ کو واپس جانے کی اجازت دی۔ شیخ نے عرض کیا کہ لنگاہ کے خاندان کے عہد حکومت سے میرے بزرگوں کے ملک پر بلوچوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ شیر شاہ نے حکم دیا کہ اسمٰعیل بلوچ کو گکروں کے ملک میں پرگنہ نندونہ دیا جائے اور بلوچیوں نے جو شیخ بایزید کا ملک دبا لیا ہے وہ اُس کو واپس دیدیا جائے۔ وہ سروانی زمینوں کا اصل مستحق ہے۔ شیخ اسمٰعیل کا مقدور نہ تھا کہ وہ شیر شاہ کے حکم کی تعمیل نہ کرتا اُس نے پرگنہ نندونہ اور گکروں کے دہات لے لیے اور سروانیوں کی زمین بایزید کو دیدی۔ یہ شیخ بایزید دوبارہ شیر شاہ سے اجین و سارنگ پور کی مہم میں ملنے آیا تھا شیر شاہ نے اُس کو دو ہزار بیگہ زمین پرگنہ ٹنور میں دی اور ایک لاکھ ٹنکہ دینے کا وعدہ معمول جو بادشاہ کی ہر ملاقات پر ٹھیرا تھا وہ دیا۔ تیسری دفعہ شیخ جب مہم کالنجر میں شیر شاہ پاس آیا تو اُس نے وعدہ کیا کہ میں مہم کالنجر سے فارغ ہو کر اُس کو اضلاع سندھ و ملتان اور بلوچوں کا ملک دیدونگا۔ روہ سے جو لوگ اُس کی قوم و قبیلہ کے آئے اُن کو اُن امید سے زیادہ نقد و جنس دریا دلی کے ساتھ عنایت کیا۔

قلعہ رہتاس کی تعمیر

سارنگ گکھر شیر شاہ کی خدمت میں نہیں آیا تھا اس لیے اُس نے کوہستان بدمان اور گرچھاک میں لشکر سمیت گشت کیا کہ کسی مناسب مقام پر قلعہ ایسا بنائے

شیرخاں کا بنگال جانا اور گکھروں کا

کہ وہ گکھروں کی سرکوبی کیا کرے۔ اور جب وہ خود یہاں سے چلا جائے تو کابل کی راہ پر سپاہ اُس میں چھوڑ جائے اُس نے کابل و ہندوستان کی حد پر ایک قلعہ بنایا اور اُس کا نام رہتاس رکھا جو ابتک موجود ہے۔ گکھروں کے ملک کو تاخت و تاراج کیا اور گکھروں کو قید کیا اور سارنگ گکھر کی بیٹی پکڑ کر خواص خاں کے حوالہ کی یہاں یہ ہو ہی رہا تھا کہ بنگال سے خبر آئی کہ خضر خاں حاکم بنگال نے سلطان محمود آخر بادشاہ بنگالی کی بیٹی سے نکاح کیا۔ اور اس ملک کی رسم کے موافق وہ ٹوکی پر بیٹھا یعنی صدرنشین ہوا اس خبر سے شیرشاہ کو وحشت ہوئی اور وہ خواص خاں و عیسیٰ خاں و امرا کو قلعہ رہتاس میں چھوڑ کر بنگال میں آیا خضر خاں اسکے استقبال کو گیا شیرشاہ نے اُس سے پوچھا کہ میری اجازت بغیر کیوں تو نے سلطان محمود کی بیٹی سے نکاح کیا اور بادشاہان بنگال کی طرح ٹوکی پر بیٹھا۔ امرا بادشاہی کو چاہیے کہ وہ بادشاہ کی اجازت بغیر کوئی کام نہ کریں۔ یہ کہکر اُس نے حکم دیا کہ اُس کے ہاتوں میں ہتکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں اور فرمایا کہ جو امیر میرے حکم بغیر ایسا کام کریگا وہ سیاست کی بلا میں مبتلا ہوگا۔ پھر بنگال کو اضلاع میں تقسیم کر دیا اور ایسا خوب بندوبست کیا کہ آیندہ کے لیے فساد و شورش کا اندیشہ باقی نہ رہا۔ اور قاضی فضیلت کو جن کا عرف قاضی فضیحت ہوا ملک بنگال کا منتظم مقرر کیا اور خود آگرہ میں آیا۔

الوہ کا فتح ہونا ۹۴۹ھ ۱۵۴۲ء

جب آگرہ میں شیرشاہ پہنچا تو شجاعت خاں کا خط اس مضمون کا آیا کہ محمد قاسم خاں حاکم گوالیار سے یہ شرائط ٹھیری ہیں کہ قلعہ گوالیار کو افغان لے لیں۔ اور بادشاہی لشکر میں مغلوں کو آنے جانے دیں روک ٹوک نہ کریں۔ بادشاہ جسوقت آئے محمد قاسم اُسکے روبرو پیش کیا جائے اور قلعہ گوالیار جس کو بادشاہ حکم دے حوالہ کیا جائے۔ اسکا جواب شیرشاہ نے لکھا کہ اب میں گوالیار کے رستہ سے منڈو جاتا ہوں اور اس جانے سے مقصد یہ ہے کہ امرا منڈو سے اسکا انتقام لوں کہ اُنھوں نے میرے لخت جگر قطب خاں کے گلے پر چھری پھروا دی اور آپ خود بیٹھے ہوئے تماشا دیکھا کیے۔ اس وقت یہاں ملک منڈو میں کئی امیر مطلق العنان حکمران بن رہے تھے۔ ایک ملو خاں تھا جو بادشاہ بنا تھا۔ قادر شاہ اپنا خطاب رکھا تھا۔ شادی آباد یعنی قلعہ منڈو۔ اجین۔ سارنگ پور قلعہ رنتھنبور میں اس کا عمل دخل تھا۔ دوسرا سکندر خاں تھا۔ ملک سیواس اور ہنڈیا میں حکمرانی کرتا تھا تیسرا راجہ پرتاب پسر بھوپت شاہ تھا۔ وہ خردسال تھا۔ بھیا پورن مل اس کا نائب تھا۔ اضلاع

چندیری اور رائے سین میں اوس کی حکومت تھی۔ چوتھا بھوپال تھا وہ بیجا گڈھ اور جھابار میں ریاست کرتا تھا جب شیر شاہ گوالیار میں آیا تو ابو القاسم نے جو ہمایوں کے امراء اعظم میں تھا۔ گوالیار شیر شاہ کے آدمیوں کو حوالہ کیا جب شیر شاہ منزل گاکروں میں آیا تو شجاعت خاں نے رام شاہ راجہ گوالیار کو بھیجکر بھیا پورن مل نائب ریاست رائے سین کو بلایا اوس نے لکھا کہ میں جب آونگا کہ شجاعت خاں مجھے لینے آئیگا۔ اِس لکھنے سے شجاعت خاں خود رائے سین پاس گیا اور پورن مل کو بادشاہ کے روبرو لایا بھیا پورن کی روانگی کے وقت اُس کی بیوی رتناولی نے جو اپنے شوہر پر عاشق زار تھی شجاعت خاں سے کہا کہ میں کھانا جبتک نہ کھاؤں گی کہ اپنے خاوند کی صورت نہ دیکھوں گی۔ قلعہ کی فصیل پر بیٹھی اوس کی راہ تکوں گی شجاعت خاں نے اوس سے کہا کہ خاطر جمع رکھ تیرا خاوند آج جائیگا کل آئیگا بھیا پورن مل کو شجاعت خاں چھ ہزار سواروں کے ساتھ جن میں سے ہر ایک کی عمر چالیس برس سے کم تھی بادشاہ کے روبرو لایا شیر شاہ نے فوراً سو گھوڑے اور سو خلعت اوس کو عنایت کئے اور مراجعت کے لئے کہا۔ اپنے بھائی چترّ بھوج کو بادشاہ کی خدمت کے لئے وہ چھوڑ گیا اور خود واپس گیا۔

جب بادشاہ منزل بمنزل سارنگ پور میں آیا تو ملو خاں کا وکیل یہ پیغام لایا کہ وہ بادشاہ کی خدمت کے لئے چلا آتا ہے شیر شاہ نے شجاعت خاں کو اوس کے استقبال کے لئے بھیجا۔ شیر شاہ اپنے خیموں کے باہر بیٹھا اور دربار عام کیا۔ شجاعت خاں ملو خاں کو بادشاہ کے روبرو لایا۔ شیر شاہ نے اُس سے پوچھا کہ تیرا خیمہ ڈیرا کہاں ہے اوس نے عرض کیا کہ میں حضور کی خدمت میں تنہا آیا ہوں۔ میرا خیمہ حضور کا دربار ہے اگر حضور اپنے خیمہ کی جاروب کشی کی خدمت مرحمت فرمائیں تو میں اوس کو اپنی بڑی عزت سمجھوں۔ شجاعت نے بیان کیا کہ ملو خاں دو سو سواروں کے ساتھ آیا ہے شیر شاہ نے حکم دیا کہ ایک سراپردہ سرخ معہ عمدہ سامان کے اوس کے لائق لگایا جائے جب لشکر نے سارنگ پور سے کوچ کیا تو شیر شاہ نے ملو خاں کو اپنے تمام لشکر کی ترتیب دکھائی جسکو ملو خاں دیکھکر دنگ رہ گیا کبھی اوس نے ایسی فوج دیکھی نہ تھی جسوقت بادشاہ کا چھتر سواروں کو دکھائی دیا تو اپنی تلواریں میان سے نکال کر چھتر کی طرف دوڑے آئے اور گھوڑوں سے اُترے اور سواروں کے کل دستوں نے اِس طرح سلام کیا کہ وہ لڑائی کے دن کیا کرتے تھے جب اوسنے

دیکھا کہ ہر منزل میں سپاہی ایسی محنت و مشقت کرتے ہیں کہ لشکر کے گرد خندق کھودتے ہیں اور قلعہ بناتے ہیں تو اوس کے ہوش اڑ گئے اوس نے افغانوں سے کہا کہ اللہ اکبر کیسی محنت کرتے ہو لمحہ بھر آرام اپنے اوپر حرام جانتے ہو افغانوں نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کا بھی یہی محنت کرنے کا دستور ہے اِسلئے ہمکو بھی اِس محنت مشقت کی عادت ایسی ہو گئی ہے کہ اِس سے کلفت اصلا نہیں ہوتی سپاہی کو چاہیئے کہ اوس کا صاحب جس محنت و مشقت و خدمت کو چاہے اوس کے کرنے سے وہ تنگ نہ آئے۔ آرام کرنا عورتوں کا کام ہے۔ نیک مردوں کے واسطے آرام کرنا شرم کا مقام ہے سارنگ پور اور اوجین کے درمیان ایک منزل میں شیر شاہ نے اپنے لڑکپن کی یہ داستان سنائی کہ میں اپنی نو عمری میں سخت جفاکش تھا پندرہ پندرہ کوس پیادہ پا تیر و کمان لیکر شکار کے لئے چلا جاتا تھا۔ ایک دِن قزاقوں نے مجھے آگھیرا۔ میں اون کے ساتھ اتفاق سے رہنے لگا۔ بہت دنوں تک اون کے ساتھ غارت گری اور راہ زنی کرتا رہا۔ کشتی میں بیٹھا ہوا ایک دن میں سنئے دوستوں کے ساتھ چلا جاتا تھا کہ مجھکو میرے دشمنوں نے آگھیرا اور لڑائی کے بعد وہ فتحمند ہوئے۔ میں تیر اور کمان کو سر پر رکھ کر دریا میں کود پڑا اور تین کوس تک تیرتا چلا گیا۔ اوس روز سے اوس کام سے توبہ کی۔ واقعات مشتاقی اور تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ یہ ایک نئی بات ہے کہ شیر شاہ کیا تو ہنسی اور مسخرے پن سے اپنے اِس مہمان سے یہ باتیں کرتا تھا کہ جس سے انتقام لینے پر اوس وقت اوس نے قسم کھائی تھی کہ خط پر مہر لگا کر اوس نے بھیجی تھی اور اب اوسکے اقوال اور افعال سے اوس کا سادہ لوح ہونا ظاہر معلوم ہوتا تھا۔ یا مصنف تاریخ نے جس نے یہ کہانی لکھی ہے جو قابل اعتبار نہیں ہے اپنے بھولے پنے سے یقین کر لی ہے۔ خاندان تیمور کے مورخوں مثلاً ابو الفضل نے اِس کہانی پر حاشیئے چڑہا کر یہ لکھدیا ہے کہ شیر خاں ابتدا عمر میں چوری ڈکیتی راہ زنی اور بہت سے برے کام کیا کرتا تھا۔

جب شیر شاہ اجین آیا تو وہ کالی دہ میں مقیم ہوا تو سکندر خاں میانی حاکم سیواس شیر شاہ کی خدمت میں آیا اور اطاعت اختیار کی۔ شیر شاہ نے ولایت منڈو شجاعت خاں کے حوالہ کی ملو خاں بغیر کسی عہد و پیماں کے بادشاہ کی خدمت میں حاظر ہوا تھا اور بادشاہ سے پناہ مانگی تھی اور اپنے جرائم سے توبہ و استغفار کی تھی اس لئے اُسکو سرکار کالپی شیر شاہ نے عنایت کی۔

ملوخاں اپنے اہل و عیال کو قلعہ اُجین سے باہر لایا تو اوسکو یہ خیال آیا کہ شیرشاہ کی خدمت کے لیے جس محنت و مشقت کی ضرورت ہے اوسکی تاب مجھ میں نہیں ہے اسلیئے کسی مکر و حیلہ سے اُسکے لشکر سے باہر نکلنا چاہیئے۔ واقعات مشتاقی اور تاریخ داؤدی میں یہ لکھا ہے کہ وہ چوکنا اس سبب سے ہوا تھا کہ اوس نے ایک دن دیکھا کہ قلعہ گوالیار میں جو مغلوں کے بڑے بڑے امیروں کی جماعت قید ہوئی تھی وہ لشکر کے گرد خندق کھود رہی ہے اور بیلداروں کی طرح پھاوڑے بجا رہی ہے اور ہر روز اوسکو یہ کام کرنا پڑتا ہے تو اُسے خوف ہوا کہ کہیں مجھے بھی یہ بیلداری نہ کرنی پڑے اسلیئے اوس نے ہندو غلاموں کی طرح بھاگنے کا ارادہ کیا۔ شیرشاہ اوس کے اس ارادہ کو سمجھ گیا اوسنے شجاعت خاں کو حکم دیا کہ اوسے گرفتار کرلے شجاعت خاں نے ملوخاں کی طرف دیکھا وہ زیرک ہوشیار تھا وہ سمجھ گیا کہ اس کے لیے کیا ہو رہا ہے اوس نے شجاعت خاں سے کہا کہ تم بادشاہ سے عرض کرو کہ میرے بال بچوں کے واسطے سامان باربرداری نہیں ہے کالپی کس طرح اونکو روانہ کروں شجاعت خاں نے بادشاہ سے ملوخاں کی اس عرض کو گزارش کیا۔ شیرشاہ نے حکم دیا کہ سو اونٹ اور سو خچر اوسکو دیں۔ جب اوسکے خیمہ پر یہ خچر اور اونٹ آئے تو شتربانوں اور خچر والوں کو اتنی شراب پلائی کہ وہ بیہوش ہوگئے تو پھر وہ اپنے خزانے اور اہل و عیال کو لیکر بھاگ گیا جب دن ہوا تو معلوم ہوا کہ ملوخاں بھاگ گیا۔ شیرشاہ نے کہا کہ دیکھو ملو غلام مکار نے کیا بدی کی ہے شجاعت خاں پر شیرشاہ بہت پُرغضب ہوا اور اوسکو حکم دیا کہ ملوخاں جہاں ہو اوسکو پکڑ کر میرے پاس لائے۔ میں نے تجھسے نہیں کہا تھا کہ اوسکو گرفتار کرلے۔ مگر تو نے اوسکو نہ پکڑا غفلت کی۔ واقعات مشتاقی اور تاریخ داؤدی میں اوسکے برخلاف لکھا ہے کہ جب شجاعت خاں نے شیرشاہ سے عرض کیا کہ ملوخاں کے بھاگنے کا ارادہ ہے تو اوس نے یہ جواب دیا کہ میں تو یہ خدا سے چاہتا ہوں کہ وہ بھاگ جائے اسلیئے میں نے اوسکے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں روکی۔ اب وہ جو بھاگنے کو کہتا ہے تو اوس سے کچھ نہ کہو اور کسی بات پر خیال نہ کرو اور اگر وہ تجھکو روپیہ رشوت میں دے تو لے لے اور اوس کو بھاگنے دے۔ اس سبب سے شجاعت خاں نے ملوخاں سے سات لاکھ ٹنکہ رشوت میں لے لیئے اور اوس سے کہدیا کہ جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ رات کو وہ بھاگ گیا۔ احمد یادگار نے لکھا ہے کہ شیرشاہ نے شجاعت سے کہا کہ اگر یہ سیاہ رو تجھکو رشوت دے تو لے لے اور اوس کو جانے دے۔ احمد خاں سور اور فتح خاں

سنہ ۹۴۹ھ

نیازی نے جس کی حراست میں وہ تھا ایک ایک ہزار اشرفی اُس سے رشوت میں لی اور اوسکو بھاگنے دیا۔ اِس واقعہ کے بیان کرنے میں مورخوں میں اختلاف بہت ہے۔ یہ یقین نہیں آتا کہ شیر شاہ نے رشوت ستانی کی اجازت دی ہو اور پھر ملوخاں کے پیچھے تعاقب میں سپاہ کثیر روانہ کی ہو۔

شجاعت خاں ملوخاں کی تلاش میں گیا اور وہ ناکام رہا۔ وہ سلطان محمود پاس گجرات میں چلا گیا احمد یادگار یہ بیان کرتا ہے کہ ملوخاں نے سارنگ پور اور اور مقامات کو تاخت و تاراج کیا ہیبت خاں نے اوس پر شبخون مار کر اوس کو معہ ساتھیوں کے قتل کیا۔ اِس خدمت کے صلہ میں اوس کو اعظم ہمایوں کا خطاب ملا۔ تاریخ شیر شاہی میں لکھا ہے کہ یہ خطاب ملتان فتح کرنے پر ملا۔

شجاعت خاں کو منڈو دوبارہ شیر شاہ کا دینا

جب شجاعت خاں منڈو کی سرحد سے واپس آیا۔ بادشاہ اِس سے ایسا خفا ہوا کہ کل ملک منڈو جو اوسکو پہلے عنایت ہوا تھا وہ اوس سے چھین لیا۔ اور اوس کے عوض میں سیواس (ستواس) اور ہنڈیا وغیرہ دیدیا جو سکندر میانی کے پاس تھے اور جن کا محصول چار ہزار سواروں کا وظیفہ تھا دریا خاں گجراتی وزیر سلطان محمود بادشاہ گجرات اپنے بادشاہ کو چھوڑ کر شیر شاہ کی خدمت میں آیا تھا اوس کو اُجین دیدیا۔ اور سارنگ پور عالم خاں کو دیدیا وہ بھی سلطان محمود کے امرا میں سے بھاگ کر اوس کے پاس آیا تھا۔ حاجی خاں اور جنید خاں کو اُس ملک کا فوجدار بنایا اور شہر دھار اونکے حوالہ کیا اور خود راہ رنتھنبور سے مراجعت کی جو اِس سڑک پر تھا کہ جس پر سکندر میانی حاکم سیواس بھاگا تھا عثمان نے جس کا نام پہلے ابو الفرح تھا اور رنتھنبور میں ملوخاں کی طرف سے حاکم تھا اوس نے آن کر شیر شاہ کی اطاعت اختیار کی یہ قلعہ اوس نے اپنے بیٹے عادل خاں کے حوالہ کیا اور خود آگرہ میں آیا۔

جب شیر شاہ ملک منڈو سے چلا آیا تو سکندر خاں کا بھائی نصیر خاں چھ ہزار سوار اور دو سو ہاتھی لیکر شجاعت خاں پر چڑھنے چلا۔ شجاعت خاں پاس صرف دو ہزار سوار تھے۔ نصیر خاں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ شجاعت خاں کو زندہ گرفتار کریں تاکہ میں اُس کو سکندر خاں کے عوض قید رکھوں۔ جب تک شیر شاہ سکندر خاں کو نہ چھوڑے۔ میں شجاعت خاں کو نہ چھوڑوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نصیر خاں کو نہیں معلوم تھا کہ اُس کا بھائی سکندر خاں بھاگ گیا ہے۔ جیسا اوپر مذکور

ہوا یا وہ پھر گرفتار ہو گیا ہو گا) جب شجاعت خاں نے سُنا کہ نصیر خاں آتا ہے تو وہ اوس سے لڑنے کے لئے نکلا اور رنیل گرطھ میں دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ طرفین سے تھوڑی تھوڑی فوجیں بھاگ گئیں۔ تین آدمیوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم صرف شجاعت خاں ہی پر حملہ کریں گے اُن کے نام یہ تھے میاں عمر۔ سید طاہر۔ سوم کوئی کرن اِن میں سے ایک نے شجاعت خاں کے خنجر مارا دوسرے نے اوس کو نیزہ لگایا کہ نتھنا زخمی ہوا اور آگے کا دانت گر پڑا تیسرے نے شمشیر لگائی اور اوسکے بال پکڑے کہ زندہ گرفتار کرکے نصیر خاں پاس لیجائے۔ شجاعت خاں نے تیسرے آدمی کے ہاتھ تلوار سے اوڑا دیے اور اپنے تئیں چھڑا لیا۔ جھاڑ خاں کے خاص خیل نے دوسرے سوار کو مار ڈالا اور مبارک خاں شیروینی نے تیسرے سوار کو قتل کیا یوں شجاعت خاں خلاص ہوا اور اُفتادہ علم اوس کا پھر ایستادہ ہوا۔ اور جو فوج بھاگی تھی وہ پھر جمع ہوئی اور اوس نے فتح حاصل کی اور نصیر خاں بھاگ گیا اور اوسکے دو سو ہاتھی شجاعت خاں کو ہاتھ لگے۔ اِس فتح کے بعد وہ ہنڈیا میں آگیا۔ ابھی اِس جنگ سے پیچھا چھوٹا تھا کہ اوس کے پاس یہ خبر آئی کہ ملو خاں چلا آتا ہے اور اوس نے حاجی خاں کو گھیر لیا جس نے قلعہ منڈو میں پناہ لی۔ ہر چند شجاعت خاں کے زخم ہرے تھے مگر وہ حاجی خاں کی مدد کو گیا اور دو سو ہاتھی اپنے ساتھ لے گیا۔ دوسرے روز افغانوں کا لشکر بڑی جوانمردی سے لڑا اور ملو خاں کو شکست دی وہ گجرات بھاگ گیا جب شیر شاہ نے شجاعت خاں کی اِس مردانگی اور شجاعت کا حال سُنا تو حاجی خاں حاکم منڈو کو اپنے پاس بُلا لیا اور بارہ ہزار کا منصب اوس کو دیا اور شجاعت خاں کو اُجین۔ سارنگپور۔ مانڈو۔ مندسور جاگیریں دے ملک سیواس شمس خاں۔ بہار خاں اور منیر خاں نیازی کو جو شجاعت خاں کے عزیز تھے دیا۔ اور اِس طرح شجاعت خاں کل ملک منڈو (مالوہ) کا مالک ہو گیا۔

شیر شاہ آگرہ میں دو برس رہا اور کبھی کبھی دہلی بھی گیا۔ پھر وہ بہار و بنگال کی طرف روانہ ہوا۔ اِس ملک میں سخت بخار اور درد میں مبتلا ہوا اِس حالت مرض میں اوسنے بارہا کہا کہ میں نے بڑی غلطی کی جو اِس طرف آیا۔ خدا تعالیٰ مجھے اپنے فضل سے جلد شفا دے تو میں چندیری جاؤں اور بھیا پورن مل سے سمجھوں جس نے خاندانی مسلمانوں کو خاص کر سادات بلگرام کو غلام بنایا اور اوس کی بہو بیٹیوں کو پاتر بنا کے بازار اور کوچوں میں نچوایا اور میرے بیٹے قطب خاں کا ساتھ نہ دیا اوسکو ایسی

سیلو ۱۴ نمبر ۳۶

سزا دو ن کہ وہ بھی یاد کرے اور پھر کسی ہندو کا حوصلہ نہ پڑے کہ وہ مسلمانوں پر ایسا ظلم و تعدی کرے بہ عنایت الٰہی اوسکو شفا ہوئی اور وہ آگرہ میں آیا اور سنہ ۹۵۰ھ میں منڈو کو روانہ ہوا تا کہ بھیا پورن مل کو ٹھکانے لگائے اور قلعہ رائے سین کو اپنے قبضہ و تصرف میں لائے اوس نے اپنے فرزند ارجمند جلال خاں کو حکم دیا کہ وہ لشکر لیکر آگے جائے۔ جب جلال خاں منزل بھیلسہ میں پہنچا تو شیر شاہ ایلغار کر کے اپنے لشکر سے جا ملا۔ جب قلعہ رائے سین پر پہنچا تو بھیا پورن مل نے چھ سو ہاتھی نذر میں بھیجے مگر خود نہیں آیا۔ شیر شاہ نے قلعہ رائے سین کا محاصرہ کیا۔

اس اثنا میں خواص خاں کی عرضداشت آئی کہ مجھ میں اور ہیبت خاں نیازی میں نا اتفاقی ہوئی دونوں میں سے کسی ایک کو حضور اپنے پاس بلا لیں تو شیر شاہ نے خواص خاں عیسیٰ خاں نیازی و حبیب خاں کو بلا لیا۔ اور ہیبت خاں کو پنجاب کا حاکم مقرر کر دیا اور فتح جنگ خاں کو اوس کا مددگار مقرر کیا اور اوس نے ہیبت خاں کو حکم دیا کہ ملتان جس پر بلوچوں نے قبضہ کیا ہے نکالدے اور اون کو سزا دے شہر کو آباد کرے۔ فتح خاں جٹ جو کوٹ کبولہ میں ہے وہ مغلوں کے عہد میں پانی پت تک لوٹ مار کرتا تھا اور تمام ملک جنگل ویران کر دیا تھا۔ اور اب لاہور سے دہلی تک وہ راہ زنی کرتا ہے اور لکھی جنگل کے ملک کو ویران کیا ہے اور اوس کی ظلم و تعدی کی فریادیں متواتر ہمارے پاس آتی ہیں اوس کو گرفتار کرے اور اس فرمان کے آتے ہی ست گڈھ کے حاکم چاکر رند کے وکیل سے ہیبت خاں نے کہا کہ تو چاکر رند کو خبر کر دے کہ میں اوس کے ملک میں آتا ہوں وہ اپنا لشکر تیار رکھے میں ماٹیلہ فتح کرنے جاؤنگا صبح کو سویرے ہیبت خاں آپہنچا۔ چاکر رند اوس کے استقبال کو گیا مگر اس سبب سے سراسیمہ تھا کہ نہ لشکر تیار تھا نہ مہمانی کا سامان اوسکے لائق مہیا تھا ہیبت خاں نے اوسکی صورت دیکھتے ہی کہا کہ میں تیرے لشکر کی موجودات دیبالپور میں لونگا۔ یہاں ٹھیرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں فتح خاں بھاگ نجائے۔ وہ ست گڈہ سے دو دن میں پاک پٹن میں شیخ فرید کے مزار پر آیا۔ فتح خاں کو سوا بھاگنے کے کوئی اور چارہ نہ تھا وہ بھاگا ہیبت خاں اوسکے پیچھے گیا فتح خاں جانتا تھا کہ بال بچے میرے ساتھ ہیں ہیبت خاں کے پنجے سے چھوٹنا مشکل ہے کہ روڑ و فتح پور کے نزدیک ایک قلعہ خام تھا۔ وہاں چلا گیا۔ ہیبت نے جا کر اوس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ فتح خاں چند روز لڑتا رہا۔ مگر آخر کار عاجز ہوا تو شیخ ابراہیم کو جو قطب عالم شیخ فرید کا بیٹا یا بھتیجا تھا اپنا شفیع بنا کر

فتح خاں کا گرفتار ہونا اور ملتان کا آباد ہونا

ہیبت خاں کے پاس بھیجا ہیبت خاں نے اوس سے کہا کہ میں شیر شاہ کا نوکر ہوں جو اوس کا حکم ہوگا
اوس پر عمل کرونگا اور اوس کو قید کر دیا۔ رات کو ہندو بلوچ تین سو آدمیوں کے ساتھ اِس قلعہ خام سے
نکلا اور محاصرین سے مردانہ جنگ کر کے باہر نکل گیا۔ جب دِن ہوا تو افغانوں نے قلعہ پر قبضہ کیا
جو عورتیں عالی خاندان تھیں اون کو تو بلوچوں ہی نے قتل کر ڈالا تھا۔ باقی عورتوں کو افغانوں نے
لونڈی بنایا۔ اور اونہوں نے ہندو بلوچ اور بخشو لنگاہ کو مقید کیا پھر ہیبت خاں ملتان میں آیا۔
جس کو بلوچوں نے بالکل ویران کر دیا تھا اوس نے اِس شہر کو از سرِ نو آباد کیا اور اوسکے باشندے
جو اِدھر اودھر مارے پڑے پھرتے تھے اون کو جمع کر کے شہر میں آباد کر دیا۔ پھر اوس نے شیر شاہ
کو عرضداشتوں میں ملک کی حقیقت حال لکھی اور فتح خاں۔ ہندو بلوچ بخشو لنگاہ کے مقید کرنے کی
اطلاع دی تو شیر شاہ نہایت خوش ہوا اور ہیبت خاں کو مسند عالی اور اعظم ہمایوں کا خطاب
دیا اور سراپردہ سرخ عطا کیا اور اوس نے لکھا کہ ملتان کو دوبارہ آباد کرے اور لنگاہ کی رسم و رواج
کے موافق زمین کا خراج غلّہ کی بٹائی سے لے اور جریب کے موافق نہ لے اور فتح خاں اور ہندو بلوچ
کو قتل کرے اور بخشو لنگاہ اور اوسکے بیٹے کو اپنے پاس ہمیشہ رکھے مگر اوس کا ملک اُسی کے پاس رہنے
دے۔ جب اعظم ہمایوں پاس بادشاہ کا یہ فرمان ملتان میں پہنچا تو اوس نے فتح جنگ خاں کو ملتان میں
چھوڑا اور خود لاہور میں آیا اور فتح خاں و ہندو بلوچ کو قتل کیا فتح جنگ خاں نے ملتان کو آباد کیا
اور رعیت کے حق میں ایسے احسان کئے کہ وہ لنگاہ کے وقت سے بھی زیادہ تر آباد ہو گیا۔ اور ملتان
میں ایک شہر آباد کیا جس کا نام شیر گڈھ رکھا معاملات پنجاب کو اِس طرح شیر شاہ نے فیصلہ کیا اور
قلعہ رائے سین کے محاصرہ میں مصروف رہا اوس نے حکم دیا کہ افغانوں کی قوم میں سے کوئی شخص
قلعہ کے نزدیک نجائے میں حسن تدبیر سے اِس قلعہ کو تسخیر کروں گا۔ ایک روز چند افغانوں کے
خانہ زاد بیٹھے تھے اور بھیا پورن مل کے سپاہیوں کی شجاعت کا ذکر کرتے تھے اُن میں سے
اکثر نے کہا کہ زمانہ میں پورن مل کے سپاہیوں کی برابر کوئی بہادر نہیں ہے جو ہر روز قلعہ سے نکلکر
یہ کہتے ہیں کہ شیر شاہ کے لشکر میں کوئی ایسا جوانمرد نہیں ہے کہ ہمارے ساتھ جنگ کرے اور کوئی افغان
اُن کے خوف کے مارے جا نہیں سکتا جب افغانوں نے اپنے خانہ زادوں کی یہ تقریر سنی تو غیرت افغانی
دامن گیر ہوئی۔ سب نے اتفاق کر کے کہا کہ اگر شیر شاہ ہمارا گلا کاٹ ڈالے یا اپنے ملک سے خارج کر دے

توبھی ہم پورن مل سے ایک دِن لڑینگے تاکہ اوسکے سپاہیوں کی شجاعت و مردانگی کا امتحان ہوجائے
دوسرے روز قبل از طلوع آفتاب ایک ہزار پانچسو سوار مسلح ہوکر مقام موعود پر آن کر کھڑے ہوئے
اور بھیا پورن مل کو کہلا بھجوایا کہ آپ کے آدمی ہر روز شیخی مارا کرتے تھے کہ کوئی ہم سے لڑ نہیں سکتا
آج ہم شیر شاہ کے حکم سے پندرہ سو سوار آنکر لڑنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں تو بھی اپنی سپاہ کو
مسلح کرکے قلعہ کے اندر سے باہر نکال تاکہ آپس میں لڑائی اور ہر ایک کی مردانگی کی حقیقت ظاہر ہو
بھیا پورن مل کو اپنی سپاہ کی مردانگی و شجاعت پر بہت اعتماد تھا بلکہ یقین تھا کہ افغان اوس کی سپاہ
کی برابر شجاع نہیں ہیں۔ اوس نے ان سپاہیوں کو کہ بڑے جنگ آزمودہ تھے قلعہ سے باہر بھیجا اور
خود دروازے کے اوپر بیٹھا افغانوں اور راجپوتوں میں آپس میں لڑائی شروع ہوئی پہر دن چڑھے
تک کوئی غالب مغلوب نہیں معلوم ہوتا تھا اور ایک دوسرے کو اپنے مقام سے نہیں ہٹا سکتا تھا
آخر افغانوں نے زور کیا اور راجپوتوں کے پاؤں میدان جنگ سے اُکھڑ گئے وہ بھاگ کر قلعہ کے
دروازہ کے پاس گئے یہاں بھی افغان اون کے ہم عنان ایسے دوڑے آئے کہ رجپوتوں کو اونکے
مقابلہ کی تاب نہیں ہوئی۔ راجپوت قلعہ کے اندر گئے۔ یہ افغان مظفر و منصور اپنے لشکر گاہ میں آئے
اگرچہ افغان اس فتح سے خوش ہوئے مگر وہ شیر شاہ کے حکم کے خلاف لڑے تھے اوس نے اونکو
بڑی ملامت کی مگر چند روز بعد اون کو انعام و منصب دیے اور خوب جاگیریں دیں۔ اور اونسے کہا کہ
تم نے تو اپنی مردانگی دکھائی ہے۔ اب میرا کام دیکھو کہ میں اس قلعہ کو کیونکر لیتا ہوں۔ اوس نے حکم دیا
کہ لشکر میں جتنا تانبا ہو اوس کی توپیں بناؤ۔ اس حکم کے موافق سپاہیوں کے گھر کی پتیلی درکابیوں کی
اور بازار کے تانبے کی توپیں ڈھل کر تیار ہوئیں اوس کے حکم سے ایک دفعہ قلعہ پر ان توپوں میں گولے
بھر کر اونکی باڑ ماری گئی جس سے قلعہ کی دیواریں شق ہوگئیں اور پورن مل کا دل دہل گیا وہ چھ مہینے
کے بعد خود شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اوس سے کہا کہ جن مسلمان عورتوں اور
بچوں کو تو نے غلام بنا رکھا ہے اون کو دیدے تو میں تجھکو بنارس کی حکومت دیدوں گا اوس نے
جواب دیا کہ نہ میرے پاس کسی مسلمان کے اہل و عیال غلام ہیں نہ میں راجہ ہوں۔ البتہ میں راجہ کا
وکیل ہوں جو حضور نے فرمایا ہے وہ میں راجا سے جاکر کہتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ کیا جواب دیتا
ہے۔ شیر شاہ نے اُس کو جانے کی اجازت دی۔ جب وہ قلعہ میں آیا تو اُس نے اپنے تمام جواہر شیر شاہ

پاس بھیجکر عرض کیا کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونے پر دوبارہ جرات نہیں کرسکتا مگر حضور
دو منزل قلعہ سے آگے چلے جائیں تو میں قلعہ کو حضور کے ملازموں کے سپرد کردونگا۔ اور میں کسی اور
دیار کو چلا جاؤنگا۔ اب قطب خاں بنیت اور حضور کا بیٹا عادل خاں میرے ساتھ قول و قسم کریں
کہ مجھے کوئی ضرر مالی اور جانی نہ ہوگا تو میں مع اہل و عیال قلعہ سے اُتر آؤں شیر شاہ نے
عادل خاں و قطب خاں کو حکم دیا کہ تم جاکر پورن مل کے ساتھ عہد و پیمان کرلو قطب خاں
بنیت قلعہ میں گیا اور پورن مل سے عہد و پیمان قسم کے ساتھ۔ بھیا پورن مل مع اہل و عیال قلعہ
رائے سین سے نیچے آیا۔ قطب خاں نے شیر شاہ سے عرض کی کہ پورن مل کے واسطے حضور کوئی
منزل مقرر کردیں کہ وہ وہاں اُترے۔ شیر شاہ نے اپنے لشکرگاہ میں ایک مقام مقرر کردیا
قطب خاں نے پورن مل کو وہاں اپنے ساتھ لے جاکر اتروا دیا۔

چند روز بعد چندیری کے معزز خاندان کی عورتوں نے شرم کا برقعہ پھاڑ کر سر راہ شیر شاہ
کو پکڑا اور کہنے لگیں کہ شیر شاہ شیر شاہ تو نہیں جانتا کہ اس کافر بدکیش و بداندیش نے ہمارے ساتھ
کیا سلوک کیا ہے اُس نے ہمارے خاوندوں کا گلا کاٹا۔ ہم کو لونڈی بنایا۔ ہماری کنواری لڑکیوں
کو قید کرکے پاتر بنا کے گلی گلی کوچہ کوچہ نچوایا۔ تمام مال اسباب چھین لیا۔ ہم رات دن اسی دعا
میں رہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کوئی حاکم دیندار پیدا کرے کہ اس ظلم و تعدی کی جو ہم پر ہوا ہے
اُس کی مکافات کرے۔ ہماری دعا قبول ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے تجھ جیسے دیندار کو پادشاہ بنایا
اگر تو آج ہمارا انصاف نہیں کریگا کل خدا کو کیا منہ دکھائیگا۔ قیامت کا دن ہوگا ہمارا ہاتھ اور
تیرا دامن ہوگا۔ شیر شاہ ان مصیبتوں اور آفتوں کو سنکر رونے لگا اور کہنے لگا کہ میں دیندار
ہوں اس لیے لاچار ہوں دشمنوں سے پہلے عہد و پیمان کرچکا ہوں اُس کو توڑ نہیں سکتا۔ اسپر
عورتوں نے کہا کہ تو اپنے مذہب کے علماء سے پوچھ کہ ایسے عہد و پیمان کا قائم رکھنا درست ہے یا اُس کا
توڑنا ضرور ہے جب ہی لشکر میں سید رفیع الدین اور اور علماء جو موجود تھے بلائے گئے اور اُن سے
فتویٰ لیا گیا۔ مولویوں نے پورن مل کے قتل کا فتویٰ دیا۔ چپ چپاتے شیر شاہ نے لشکر ترتیب کیا
اور پورن مل کے خیمے پر بے خبر جا پڑا۔ اگرچہ وہ عہد و پیمان کے بھروسہ پر بے خبر تھا مگر جب اُسکو
معلوم ہوا کہ میرے خیمہ کو لشکر گھیر رہا ہے تو وہ اپنی پیاری بیوی رتنا ولی کے خیمے میں گیا اُس نے

سنسکرت میں اشلوک خوش آوازی سے گائے اُس نے اُس کا سر کاٹا اُس کے بال پکڑ سر کو
ہاتھ میں لٹکایا اور اور رجپوتوں کو دکھایا کہ تم بھی یہی کرو۔ ہندو اپنی عورتوں اور کنبے کو قتل
کر رہے تھے اور مسلمان ہندوؤں کو مار رہے تھے۔ پورنمل اور اُسکے ہمراہیوں نے ایسی بہادری کھائی
جیسے کہ سورما دکھاتے ہیں مگر طرفۃ العین میں سب مارے گئے۔ جو عورتیں بچے قتل سے بچے گرفتار ہوئے۔
یہ زندہ گرفتار ایک پورنمل کی بیٹی اور اُس کے بڑے بھائی کے تین بیٹے تھے۔ لڑکی بازی گروں کے
حوالہ کی گئی کہ بازاروں میں اس سے بازی کرائیں۔ اور لڑکے خوجے بنائے گئے کہ آیندہ اُسکی نسل
نہ بڑھے۔ شیر شاہ نے منشی شہباز خاں اچ خیل سروانی کو قلعہ عنایت کیا اور خود آگرہ میں آنکر برسات
کاٹی احمد یادگار لکھتا ہے کہ پہلے اس سے کہ شیر شاہ آگرہ میں آئے برناوہ کے شیخ زادوں نے اس سے
شکایت کی کہ باسدیو رجپوت اُن کی لڑکیوں اور بیویوں کو لے گیا ہے داؤد میانی اُس کی تنبیہہ
کے لیے روانہ ہوا۔ اُس نے ان سب قیدیوں کو چھٹا لیا اور بہت غنیمت دشمنوں کو ہزیمت دیکر
حاصل کی۔ راج کنور رجپوت کو بھی اسی طرح کی ہزیمت دی۔ آگرہ میں شیر شاہ نے شکار کھیلنے
میں برسات بسر کی۔ ایکدن امراء نامدار اور ارکان دولت سے پوچھا کہ اب ملک ہند سے تو
خاطر جمع ہوئی وہ سارا ہمارے قبضہ میں ہے۔ اس دیار میں کوئی خار دل آزار نہیں۔ حکما نے لکھا ہے
کہ بادشاہان کامگار و ذی اقتدار کو چاہیے کہ وہ اپنی علو ہمت کی نظر میں سات اقلیموں کو محقر و مختصر
اور وہ اپنے ہمائے ہمت کو بلند و پرواز رکھیں اور بہائم کی طرح قناعت کر کے سر افگندہ
نہ ہوں اور اقامت بغیر مصلحت ملک نہ کریں اور کسالت نہ اختیار کریں۔ خدا تعالی نے
جو غیرت کو پیدا کیا ہے محنت و مشقت کو اُس کا رفیق بنایا ہے اس لیے بادشاہ کو چاہیے کہ وہ
محنت ریاضت سے نہ ڈرے۔ رعیت کی راحت کے لیے اپنی آسایش کو دور رکھے۔ ایک اقلیم ہاتھ آجائے
تو دوسری اقلیم کی تسخیر کی ہمت کرے۔ امراء اور ارکان دولت نے عرض کیا کہ شاہ عالم کا فرمانا عین
صواب ہے کہ ملک گیری کی دولت بے تحمل شدائد سفر و جرات و شجاعت کے میسر نہیں ہوتی مناسب
دولت ہے کہ ملک دکن کو فتح کیجیے وہاں کے نمک حرام غلاموں نے اپنے آقاؤں سے ملک لیا ہے
اور شیعوں کا مذہب اختیار کیا ہے اصحاب پر تبرا کرتے ہیں اور بہت سی بدعتیں پھیلا رکھی ہیں۔
صاحب دولت و اقبال پر واجب ہے کہ وہ ان بدعتوں کو دکن سے خارج کرے۔ شیر خاں نے کہا کہ

سلطان ابراہیم کے عہد سے ہندوستان میں ہندو زمینداروں کا بڑا زور ہو گیا ہے۔ مسجدوں کو ڈھا کر انھوں نے مندر بنائے ہیں۔ ملک کفار سے بھرا ہوا ہے دہلی و مالوہ کے ملک میں ان کا اقتدار ہے اول اس زمین کو کفار سے پاک کرنا چاہیے پھر کسی اور ملک پر توجہ کرنی چاہیے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ جو ملک ہاتھ آئے اول اُس کو خوب ضبط کرے کہ کوئی خار دامنگیر اس میں نہ چھوڑے یہ عقلمند کا کام نہیں ہے کہ اپنے ملک کو تو دشمن سے خالی نہ کرے اور دوسرے ملک پر توجہ کرے ؎

چو داریم در کشور خود عدو ۔ بدیگر دیار از چہ داریم رو

بالفعل یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مالدیو راجہ مارواڑ سے کارزار کیجیے۔ وہ بڑا راجہ ہے۔ اُس نے اپنے صاحب کو قتل کر کے ملک ناگور اور اجمیر کو تعدی اور ظلم سے لے لیا ہے۔ امراء نے عرض کیا کہ یہ امر مناسب معقول ہے۔ جب یہ رائے قرار پا گئی تو ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء میں شیر شاہ نے حکم دیا کہ اُسکا لشکر ناگور اجمیر جودھپور کی طرف کوچ کرے۔ کوئی مورخ لکھتا ہے کہ اُس کا لشکر اسی ہزار تھا کوئی اُسکو بے شمار بتاتا ہے۔ جب یہ لشکر آگرہ سے سفر کر کے فتحپور سیکری میں پہنچا تو شیر شاہ نے حکم دیا کہ سارا لشکر سوار ہو کر ایسا مرتب مسلح چلے جیسے جنگ کے واسطے چلتا ہے۔ ہر منزل میں قلعہ و خندق بنائی جائے اثنار راہ میں ایک منزل ریگستان میں ہوئی وہاں ہر چند سعی کی ریت سے قلعہ نہ بن سکا تو بادشاہ کے پوتے محمود خاں پسر عادل خاں نے یہ تجویز ایجاد کی کہ تھیلیوں میں ریت بھر کر قلعہ بنایا جائے شیر خاں نے اس حسن تدبیر پر پوتے کو شاباش دی۔ جب وہ غنیم کے نزدیک آیا تو یہ حکمت چلا کہ ہندی خط میں خطوط مالدیو کے امرا کیطرف سے اس مضمون کے لکھوائے کہ ہم اس راجے کے قہر و ستم کے خوف سے سرتابی کر کے بر سوں کا نقض نکالینگے اور جنگ کے وقت اُس کو گرفتار کر کے تیرے پاس لائینگے۔ حضرت بادشاہ کچھ فکر و اندیشہ نہ کرے۔ ان خطوط کو ایک خریطہ میں بند کر کے ایک اپنے آدمی کو دیا کہ مالدیو کے خیمہ کے نزدیک جا کھڑا ہوا اور جب وہ سوار ہو تو اس خریطہ کو اسکی راہ میں ڈالکر چھپ جائے۔ اس آدمی نے ہدایت کے موافق کام کیا جب وکیل مالدیو نے راہ میں خریطہ پڑا ہوا دیکھا تو اسے اُٹھایا اور ان خطوں کو مالدیو پاس لے گیا۔ اس راجہ کو یہ ملک وراثت میں تو ملا نہ تھا بلکہ اور راجاؤں کو تہ و بالا و مغلوب کر کے اپنا راج بنایا تھا وہ پہلے ہی سے زمینداروں اور امراء سے اندیشہ مند تھا۔ ان خطوں نے اس اندیشہ کو بڑھایا اور واپس جانے کا ارادہ کیا ہر چند راجپوتوں نے سمجھایا کہ آپ کیا کرتے ہیں مگر اُس نے کچھ نہ سنا۔ جب ان راجپوتوں کو ان خطوں

کے مضامین پر علم ہوا تو اُن کو اس بیوفائی کی تہمت بیجا کا بڑا قلق ہوا۔ اُنھوں نے راجہ سے کہا کہ اب ہم اس تہمت کے مٹانے کے واسطے اپنی ہمت دکھاتے ہیں۔ حیف ہی کہ ہم رجپوتوں پر بیوفائی کا نام آئے۔ غرض یہ کہ چند سرداروں میں جن میں جی چند مل اور گوہا بڑے سورما تھے دس بارہ ہزار سوار لیکر شیر شاہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور وہ ہنگامہ کارزار گرم کیا کہ قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ شیر شاہ بیٹھا ہوا قران یا مستتاب عشر پڑھ رہا تھا ایک سپاہی اُس کو بڑا بھلا کہتا ہوا آیا کہ تو یہاں پڑھ رہا ہی وہاں لشکر کو شکست ہوتی ہی مگر اُس نے سپاہی کو جواب کچھ نہ دیا۔ اشارہ سے گھوڑا منگایا اور جب گھوڑا آیا تو وہ سوار ہوا کہ فتح کی خبر آئی کہ خواص خاں نے جی چند مل اور گوہا کو مع اُن کی سپاہ کے مار ڈالا۔ جب شیر شاہ کو ان راجپوت سرداروں کی جوانمردی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے لطیفہ کہا کہ ایک باجرہ پر سلطنت دہلی ہاتھ سے چلی تھی۔ اس لطیفہ میں لطف یہ تھا کہ مارواڑ کا ملک ریگستانی ہی اس میں سوا ر باجرہ کے اور پیداوار اچھا نہیں ہوتا۔ خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی اور بعض اور امرا کو ملک ناگور میں متعین کیا اور خود مراجعت کی۔ خواص خاں نے قلعہ جودھپور کے قریب ایک شہر آباد کیا اور اپنے نام پر خواص پورہ اُس کا نام رکھا اور کل ملک ناگور۔ اجمیر قلعہ جودھپور اور مارواڑ کے اضلاع کو اپنے قبضہ و تصرف میں لایا۔ مالدیو کو جب ان خطوں کا اصل حال معلوم ہوا کہ وہ جعلی تھے تو اُس کے دل پر بڑا صدمہ ہوا اور گجرات کی سرحد پر قلعہ سوانہ میں وہ بھاگ گیا۔

شیر شاہ کے امرا نے عرض کیا کہ برسات کا موسم سر پر آگیا کہیں توقف کرنا چاہیے اس سے شیر خاں نے کہا کہ میں برسات وہاں بسر کرونگا جہاں اپنا کام بھی کر سکوں اُس نے چتوڑ کے قلعہ کی طرف کوچ کیا جب قلعہ کے پاس وہ بارہ کوس پر پہنچا تو راجہ چتوڑ نے قلعہ کی کنجیاں بھجوا دیں جب شیر شاہ چتوڑ میں آیا اُس نے یہاں خواص خاں کے چھوٹے بھائی میاں احمد سروانی و حسین خاں غازی کو قلعہ چتوڑ میں متعین کیا اور خود کچھواڑ کی طرف چلا۔ شیر شاہ کے بڑے بیٹے عادل خاں نے رنتھنبور جانے کی رخصت باپ سے مانگی۔ باپ نے رخصت دی اور کہا کہ میں تیری خاطر سے تجھے رخصت دیتا ہوں وہاں زیادہ دنوں نہ ٹھیرنا چلے آنا۔

جب شیر شاہ کچھواڑہ میں آیا تو شجاعت خاں ہنڈیا کی طرف گیا۔ بعض شجاعت خاں

کے دشمنوں نے بادشاہ کے کانوں تک یہ بات پہنچائی کہ شجاعت خاں جتنے لشکر کی تنخواہ پاتا ہے اتنا لشکر اپنے پاس وہ نہیں رکھتا ہے اس لیے وہ بادشاہ کی خدمت میں نہ آیا۔ اور منڈیہ میں چلا گیا مگر شجاعت خاں کا حساب پاک تھا محاسبہ سے کیا باک تھا۔ غمازوں کا منہ کالا ہوا وہ سرخرو رہا۔ شجاعت خاں کو شیر شاہ نے رخصت کیا اور حکم دیا کہ جس وقت کالنجر کی فتح کی خبر تجھے ہو تو فوراً دکھن پر سپاہ تیار کر کے چڑھائی کرنا۔

بادشاہ نے کچھواڑہ سے کالنجر کی فتح کی طرف کوچ کیا۔ جب منزل شہبندی میں وہ پہنچا تو اُس کو خبر پہونچی کہ عالم خاں نے دوآبہ میں میرٹھ کے ضلع میں ایک شور برپا کر رکھا ہے اُس کے علاج کے واسطے وہ شہبندی سے دو منزل پیچھے تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ خواص خاں کے غلام بھوپت نے سرہند کی سرحد پر عالم خاں کو عالم جاودانی میں پہونچا دیا اور سارا فساد مٹا دیا۔

کالنجر کے راجہ سے لڑنے کا سبب یہ تھا کہ بیرسنگھ دیو بندیلہ کو شیر شاہ نے دربار میں بلایا تھا وہ دربار میں نہ آیا اور کالنجر کے راجہ کرت سنگھ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے راجہ کو لکھا کہ اس باغی کو ہمارے پاس بھیجدو۔ راجہ نے اُسکے بھیجنے سے انکار کیا۔ جب شیر شاہ کالنجر کے قریب آیا تو یہاں کا راجہ اُس کے استقبال کو نہ آیا اس لیے شیر شاہ نے حکم دیا کہ قلعہ کا محاصرہ کیا جائے اُس کے گرد ایسے اونچے اونچے مورچے بنائے کہ قلعہ کے اندر آدمی گھروں میں پھرتے نظر آتے تھے جن کو افغان پتھروں سے مارتے تھے۔ قلعہ کی تسخیر میں تاخیر اس سبب سے کیجاتی تھی کہ اس راجہ کے ہاں ایک پاتر تھی جس کا جمال بےمثال تھا اور گانے میں اس کو کمال تھا۔ اس کا بادشاہ کو اس قدر خیال تھا کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر میں قلعہ کو حملہ کر کے لونگا تو راجہ جوہر (جیوہر) کر کے اُس کو جلا دیگا۔ روز جمعہ تاریخ آٹھویں ربیع الاول ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء کو دس گیارہ بجے تھے کہ بادشاہ نے کھانا منگایا۔ اُس کی عادت تھی کہ وہ علماء اور مشایخ کے ساتھ کھانا کھایا کرتا تھا۔ اسوقت میں شیخ خلیل و شیخ نظام اولیا طعام میں موجود تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ جہاد کی برابر کوئی عبادت نہیں اگر مارے گئے تو شہید ہوئے اور فتح پائی تو غازی ہوئے جب شیر خاں کھانے سے فارغ ہوا تو دریا خانی شروانی کو حکم فرمایا کہ حقہ بار پر از آتش کو لائیں اور خود ایک مورچے کے اوپر گیا اور وہاں بہت

سے تیر چلائے اور بار بار کہا کہ دریا خاں نے بہت دیر لگائی کہ اتنے میں لوگوں نے عرض کیا کہ دریا خاں آتشیں حقّے لے آیا تو شیر خاں مورچے سے نیچے اُتر آیا اور جہاں حقّے دھرے تھے وہاں آنکر کھڑا ہوا۔ لوگوں نے حقّے مارنے شروع کیے قلعہ کی دیوار پر ایک حقّہ لگ کر اور اُس کے حصہ کو توڑ کر اُلٹا وہاں سے آیا کہ اور حقّوں میں جو برابر رکھے ہوئے تھے آنکر پڑا اور سب میں آگ لگ گئی اور وہ اُڑنے شروع ہوئے۔ بہت سے آدمی زخمی ہو کر بھاگ گئے اور شیر شاہ بھی نیم سوختہ باہر آیا۔ ایک بانو خردسال جو حقّوں کے پاس کھڑی تھی وہ جلکر مر گئی۔ شیر شاہ محل میں جلکر آیا۔ آفرین ہی اس بادشاہ کے دل گردہ پر کہ گو اس صدمہ سے لبوں پر دم تھا مگر اہتمام جنگ میں وہی عزم تھا۔ اس مردہ حالت میں بھی اُس نے امراء کو بلا کر کہا کہ قلعہ فتح کرو۔ اُس کے حکم سے ظہر کے وقت چاروں طرف سے قلعہ پر حملہ ہوا اور مغرب کے وقت اس کی فتح کا مژدہ شیر شاہ کے کان تک پہونچا تو اُس کے چہرہ پر بشاشت کے آثار نمودار ہوئے۔ راجہ کیرت سنگھ شہر کے آدمیوں کے ساتھ ایک مکان میں گھر رہا اور قطب خاں رات بھر نگہبانی کرتا رہا کہ کہیں وہ زندہ نہ نکل جائے۔ شیر شاہ نے اپنے بیٹوں سے کہا کچھ ضرور نہیں ہی کہ میرے امیروں میں سے کوئی اس مکان کی حفاظت کرے اس لیے یہ راجہ گھر سے نکل کر زندہ بھاگ گیا۔ مگر دوسرے روز صبح کو راجہ کو زندہ پکڑ لیا۔

دسویں ربیع الاول ۹۵۲ھ مطابق مئی ۱۵۴۵ء کو شیر شاہ نے اس سرائے غرور سے جا کر مادر آئے سرور میں آرام کیا اور نشیمن خاک سے عالم افلاک میں خرام کیا۔ از آتش مرد۔ اُس کی وفات کی تاریخ ہوئی۔ پندرہ سال امارت کی۔ پانچ سال سلطنت۔ سہسرام میں دفن ہوا۔ ایک تالاب کے اندر اس کا مقبرہ بنا جو اب تک عمدہ عمارات میں شمار ہوتا ہی۔

باوجودیکہ لڑائیوں میں بہت سا وقت شیر شاہ کا صرف ہوا مگر اس حال میں بھی وہ انتظام ملکی میں اور عمدہ رفاہ عام کے کاموں میں سرگرم رہا۔ ابو الفضل نے ناحق اُس کے ذمے یہ الزام لگایا ہی کہ سلطان علاء الدین کے قوانین جو تاریخ فیروز شاہی میں بالتفصیل مندرج ہیں اُس نے اُڑا لئے اور چرا لیے اور اُن کو اپنا ایجاد نیا بنا کے خلق کو دکھلایا۔ بلکہ اُس کے بالعکس ابو الفضل نے بہت سے قوانین شیر شاہ کا لباس بدل کر آئین اکبری بنایا ۶

شیرشاہ کے عمدہ انتظام ملکی اور رفاہ عام کے کام

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ۔ سچ یہ ہے کہ شیر شاہ کو خداداد استعداد قوانین کے ایجاد کی تھی وہ بہت سے قوانین کا خود موجد تھا مسلمان بادشاہوں میں کوئی انتظام ملکی کی لیاقت اُس کی برابر نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے پانچ سال سلطنت کی اور برٹش گورنمنٹ انڈیا میں گورنر جنرلوں اور وائسرایوں کا بھی عہد حکومت پانچ سال ہوتا ہے تمام برٹش انڈیا کی تاریخ کے صفحوں کو پڑھ ڈالیے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گورنر جنرل بھی ایسا ہندوستان میں نہیں آیا کہ جس نے اپنے عہد حکومت میں شیر شاہ کے ایام سلطنت کی برابر انتظام ملکی میں اتنے قوانین ایجاد کیے ہوں اور اتنے ملک فتح کیے ہوں اور اتنے کام رفاہ عام کے کیے ہوں۔ خاندان تیموریہ کے خوشامدی مورخ شیر شاہ کو غاصب سلطنت بتلاتے ہیں مگر اُس کو غاصب سلطنت سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ سچ یہ ہے کہ وہ مستحق سلطنت تھا۔ وہ خاص ہندوستان میں پیدا ہوا۔ وہ افغان تھا افغانوں کی سلطنت ہندوستان میں چلی آتی تھی۔ صرف چودہ برس سے اُس خاندان کی سلطنت تھی جو افغانوں سے بیگانہ تھا۔ اُس نے اُس کو خارج کر دیا تھا۔ اس لیے ہمایوں کی نسبت وہ سلطنت کا استحقاق زیادہ رکھتا تھا۔ اب ہم شیر شاہ کی سلطنت کے خاتمہ میں اُس کی بعض باتیں وہ لکھتے ہیں جو وہ اپنے بیٹوں اور امیروں اور ارکان دولت کو نصیحت کرتا تھا اور عزیزوں سے جن پر وہ عمل کراتا تھا۔ اور خود اُن میں شب و روز مصروف رہتا تھا۔

جب زمانہ نے زمام اختیار شیر شاہ کے ہاتھ میں دی اور مملکت ہند اُس کے کف اقتدار میں آئی تو اُس نے ظلم کے رفع کرنے کے لیے اور فسق و فجور کے دفع کرنے کے واسطے اور معموری مملکت اور امن راہ اور آسودگی سوداگر اور سپاہ کے لیے بعض قانون اپنی رائے سے ایجاد کرکے اور بعض کتب حکما سے استخراج کرکے وضع کیے اور اُن پر عمل و تجربہ کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ اصناف مذکور کی رفاہیت کا سبب ہوئے شیر شاہ اکثر فرماتا تھا کہ بادشاہ کو لازم ہے کہ وہ خدا کی عبادت کیا کرے تاکہ اُس کی رعیت کو بھی عبادت کی طرف میل ہو۔ رعیت سے جو طاعت ہوتی ہے اُس میں بادشاہوں کی شرکت ہوتی ہے۔ فسق و فجور مانع فلاح خلق ہوتا ہے۔ بادشاہوں پر اس عطیہ کا شکر واجب ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن کے حکم کا تابع بناتا ہے اُن کو خود نہیں چاہیے کہ وہ برخلاف امر و نہی الٰہی کے کام کریں جو بادشاہ خدا کی خدمت میں کمر نہیں باندھتا خلق

اُس کی خدمت کے لیے کمر نہیں باندھی۔

امور ملکی میں خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے یعنی کلیات و جزئیات میں اور انتظام و مہمات سلطنت میں وہ بذات خود مصروف رہتا۔ دنیا کے کاموں کو بھی وہ عبادت کی طرح کرتا تھا ہر کام کے واسطے روز و شب کو منقسم کر رکھا تھا۔ اُس نے آدمی مقرر کر رکھے تھے کہ جب رات کا آخر تہائی حصہ باقی رہے تو اُس کو جگا دیں وہ اُٹھکر اس وقت ہر رات کو نہاتا پھر تہجد کی نماز اور وظیفہ چار طاس نجومی تک یعنی چار گھڑی تک پڑھتا۔ پھر کارخانوں کا حساب دیکھتا اور ارکان دولت کارخانوں کے آیندہ کاموں کی اطلاع دیتے۔ وہ حکم لکھاتا کہ ہر کارخانے کے منتظم کو یہ کام کرنا چاہیے۔ منتظم ان احکام کو دستور العمل بناتے۔ آیندہ اُن کو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہوتی اتنے میں صبح صادق ہو جاتی بادشاہ پھر وضو کرتا اور جماعت کثیر کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتا اور پھر مستعاب عشر اور دعائیں پڑھتا اور پھر امرا اور سپاہ سلام کے لیے حاضر ہوتے نقیب نام بنام عرض کرتا کہ فلاں ابن فلاں سلام کرتا ہے۔ جب آفتاب نکلنے کے بعد ایک طاس نجومی یعنی گھڑی گذر تی تو نماز اشراق پڑھتا اور پھر امرا اور سپاہیوں سے پوچھتا کہ کوئی ان میں سے بغیر جاگیر کے تو نہیں ہے اگر کوئی ہو تو میں مہم سے پہلے اُس کو جاگیر دیدوں اگر کوئی مہم کے وقت جاگیر کے لیے عرض کریگا تو سزا پائیگا۔ پھر وہ پوچھتا کہ کوئی مظلوم و ستم دیدہ حاضر ہے کہ میں اس کا انصاف کروں۔ شیر شاہ زیور عدل سے آراستہ تھا۔ وہ اکثر اوقات کہا کرتا تھا کہ عدل تمام فضائل میں ایسا محمود ہے کہ وہ سلاطین اسلام اور غیر اسلام کو پسند ہے کوئی طاعت عدل کی برابر نہیں۔ کفر و اسلام دونوں عدل کے مستحق ہیں اگر بادشاہوں کی عدالت کا سایہ خلق کے سروں پر سے اُٹھ جائے تو آبادی خلائق کی جمعیت کا سرشتہ ٹوٹ جائے۔ اور ضعیف کو قوی پیس ڈالیں وہ مہمات امور ملکی میں اپنے نفس نفیس سے توجہ کرتا اور روز و شب کو کاموں کے لیے قسمت کرتا۔ کسالت و کلالت اپنے پاس نہ آنے دیتا۔ وہ یہ کہتا کہ صاحب دولت کو اکثر بیدار رہنا چاہیے اور بسبب علو حوصلہ کے مہمات ملکی کو چھوٹا اور حقیر سمجھ کر ارکان دولت کو نہ حوالہ کرنا چاہیے اور نا واجب اعتماد ارکان دولت پر نہ چاہیے اُن کے احوال سے خبردار رہنا چاہیے اور غفلت کو اپنا شعار نہیں بنانا چاہیے میں ہمیشہ لوگ زمانہ سے خبردار رہا ہوں اور اُن کے قول و فعل

عادات و اطوار

شیر شاہ کا انصاف جس کے سبب سے سلطان عادل اوس کا لقب ہوا

کا تجربہ کرتا رہا ہوں - میں نے اون کو کامل عیار کبھی نہیں پایا - وہ اپنے علو شان کی نظر میں مہمات و امور سلطنت میں حقیر جانکر ارکان دولت کو حوالہ کرتے ہیں اور خود عیش آرام میں مشغول ہوتے ہیں ارکان دولت طمع دنیوی کے سبب سے مہمات کو رشوت ستانی پر موقوف رکھتے ہیں - بادشاہ کی دولتخواہی سے قدم باہر رکھتے ہیں - لوگ زمانہ کی ارکان دولت کی رشوت ستانی نے مجھے بادشاہ بنایا ہے - بادشاہ کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ وکیل اور وزیر رشوت گیر رکھے - رشوت ستاں رشوت دہندہ کا دست نگر ہوتا ہے اور اسی دست نگری سے وزیر صاحبِ غرض ہو جاتا ہے اور صاحب غرض سے دولت خواہی اور راستی مفقود ہو جاتی ہے اور وہ خود غرضی سے انصاف پر پردہ ڈال دیتے ہیں - دکھاتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں جب سے کہ شیر شاہ کی سلطنت کا نہال بخودار ہوا وہ مظلوم اور دادخواہ کے حال سے کماحقہٗ مطلع ہوتا - اوس کو عدالت کا ایسا شوق تھا کہ جب کوئی مظلوم ستم رسیدہ آتا تو سب کام چھوڑکر اوس کی طرف متوجہ ہوتا اور ظالم کو وہ سزا دیے بغیر نہیں چھوڑتا خواہ اوسکے قریب کے رشتہ داروں - بیٹوں - عزیزوں - نامدار امیروں اوسکی ہم قوموں میں سے کیوں نہوں - وہ اوسکی سیاست میں ذرا توقف نہ کرتا تھا وہ فرمایا کرتا تھا کہ حکام و سلاطین کا دشمن کوئی ظالم کی برابر دو وجہ سے نہیں ہے اول یہ کہ ظلم و جور تغیر دولت و تبدل نعمت کا سبب ہوتا ہے دنیا میں بادشاہ کی بدنامی ہوتی ہے اور عقبیٰ میں ندامت ہوگی - دوم ملک ویران اور رعیت خراب ہوتی ہے بادشاہوں کو محصول کم حاصل ہوتا ہے بادشاہ سائر الناس سے ایک جماعت کو سرافراز اور ممتاز اسلئے کرتا ہے کہ اوس کے دولتخواہوں اور اوسکے احکام کو استحکام دیں جب وہی ایسے کام کو کرنے لگے کہ جس سے سطوت بادشاہی و عزت فرماندہی باقی نہ رہے اور وہ اپنے ولی نعمت کے حقوق کو فراموش کریں اور ایسے افعال زشت پر اقدام کریں کہ ولی نعمت کا زوال دولت ہو تو ان کی تادیب و تعذیب واجب ہے کہ اوروں کو عبرت ہو اور وہ ظلم و تعدی سے دست کوتاہ کریں اور فتنے و فساد کو روکیں بعض قانون کہ شیر شاہ نے وضع کئے تھے اور پہلے سے نہ تھے وہ گھوڑوں کے داغ کا قانون تھا وہ کہتا تھا کہ میں نے قانون داغ اس سبب سے وضع کیا ہے کہ امراء اور سپاہی کے حقوق کے درمیان فرق معلوم ہو اور سپاہی کے حق میں امیر دست اندازی نہ کرسکیں اور اپنے منصب کے موافق سپاہی رکھیں

اور اون میں کمی وبیشی نہ کرسکیں سلطان ابراہیم کے وقت میں اور اوس کے بعد میں نے دیکھا کہ کمینے اور جھوٹے مکار امرا نے یہ اپنا شعار بنایا تھا کہ جسوقت اون کا ماہیانہ مقرر ہوتا تھا تو وہ لشکر بہت دکھاتے تھے اور جب اون کو جاگیر ملجاتی تھی تو اکثر سپاہیوں کو بغیر اونکے حق ادا کرنے کے وہ جدا کردیتے تھے اور ضرورت کے موافق تھوڑے سپاہی سے رکھ لیتے سے اور اون کا حق بھی پورا نہ دیتے تھے اور اپنے صاحب کی مہم کے ابتر ہونے کا اور اپنے حرام خور ہونے کا خیال کچھ نہیں کرتے تھے - اگر اون کا صاحب اون کے لشکر کا ملاحظہ اور شمار کرتا تو وہ ادھر اُدھر سے بیگانہ آدمیوں کو جمع کرکے دکھا دیتے تھے اور زر اپنے خزانہ میں جمع کرتے تھے اور کارزار کے وقت بہ سبب سپاہیوں کی کمی کے وہ شکست پاتے تھے اور فرار ہوتے تھے مگر روپیہ اپنے پاس رکھتے تھے جب اُن کے صاحب کی مہم ضائع اور ابتر ہوجاتی تھی تو وہ اپنے روپے سے سامان درست کرکے دوسرے صاحب کے چاکر ہوجاتے تھے - اس طرح اُن کے صاحب کی زوال دولت سے اون کو آسیب وضرر نہیں پہنچتا تھا جب میرا اقبال دولت چمکا تو میں امرا اور سپاہی کے مکرو فریب سے خوب خبردار تھا - بہت فکر وتامل کے بعد قانون داغ وضع کیا جس سے امرا اور سپاہ کی مکر وفریب کی راہ بند ہوگئی اور پھر امراء کا مقدور نہ تھا کہ وہ اپنے منصب کے سپاہیوں میں غیر سپاہیوں کو داخل کرسکیں اس داغ نے اس دغا کو بند کردیا - شیر شاہ کا قاعدہ یہ تھا کہ بے داغ کے وہ کسی کو تنخواہ نہ دیتا تھا یہانتک کہ خاکروب و محل کی عورات کو داغ کے بغیر تنخواہ نملتی تھی سپاہی اور گھوڑے کا چہرہ لکھا جاتا تھا اور اوس کا ماہیانہ تنخواہ وہ خود اپنی زبان سے مقرر کرتا اور اپنے سامنے گھوڑے پر داغ لگواتا -

قانون داغ

نماز اشراق کے بعد وہ بہت سے کام کرتا - پرانے سپاہیوں کے لشکر کی موجودات لیتا اور نئے سپاہیوں سے باتیں کرتا اور افغانوں سے افغانوں کی زبان میں باتیں پوچھتا جو کوئی افغانی زبان فصاحت سے بولتا تو اوس کو کہتا کہ کمان کھینچ اور وہ کمان بھی اچھی کھینچتا تو اور سپاہیوں کی نسبت اوس کو تنخواہ زیادہ دیتا وہ کہا کرتا تھا کہ میں افغانی زبان کو بڑا عزیز رکھتا ہوں پھر اطراف مملکت سے جو خزانے آتے تھے وہ اُسی مکان میں پیش ہوتے پھر امرا یا اوس کے وکیل و زمیندار اور غیر سلطنتوں کے سفیر جو اوس کے لشکر میں آتے وہ باریاب ملازمت اسی مکان میں ہوتے

طریق کار

اور پھر یہیں وہ عرایض امرا و عمال کی جو آتیں اون کو بیٹھکر سنتا اور اُن کا جواب اپنی فراست سے منشیوں سے لکھواتا جب ایک پہر اور دو گھڑی دن چڑہتا تو وہ اُٹھتا اور علما و مشایخ کے ساتھ کھانا کھاتا اور دوپہر تک امور مذکور میں مشغول رہتا پھر قیلولہ کرتا اور قیلولہ کے بعد ظہر کی نماز جماعت کثیر کے ساتھ پڑہتا اور اوس کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرتا۔ اوس کے بعد پھر امور مذکور میں مصروف ہوتا سفر و حضر میں اس دستور میں فتور نہ پڑتا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ بڑے آدمی کے معنی یہ ہیں کہ ہر وقت کام میں مصروف رہے۔ رعیت سے تحصیل زر کے لئے اور مملکت کی آبادی کے لیے یہ قوانین مقرر تھے۔ ہر پرگنہ میں ایک ایک امیر اور ایک خدا ترس شقدار۔ ایک فوطہ دار (خزانچی) ایک کارکن ہندی نویس اور دوسرا کارکن فارسی نویس مقرر ہوتا تھا۔ واقعات مشتاقی میں لکھا ہے کہ اوس نے ملک کو پرگنوں میں تقسیم کیا تھا اوس کے ملک میں ایک لاکھ سولہ ہزار پرگنے تھے۔ ہر سال میں زمین کی پیمایش کرنے کا حکم تھا اس پیمایش کے مطابق اور جنس پیداوار کے موافق رعیت سے خراج لیا جاتا تھا۔ پیداوار کا ایک حصہ کاشتکار کو دیا جاتا۔ اور آدھا مقدم کو اور اناج کی جنس پر جمع مقرر ہوتی تاکہ مقدم اور چودھری اور عامل کاشتکاروں پر ظلم و تعدی نہ کر سکیں آسودگی پر آبادی ملک کا سارا مدار ہے پہلے دستور نہ تھا کہ سال بسال زمین کی پیمایش ہوتی ہر پرگنہ میں ایک قانون گو ہوتا تھا وہی پرگنہ کا اگلا پچھلا حال بتلایا کرتا تھا۔ ہر سرکار میں اوس نے ایک شقدار دں کا شقدار یعنی صدر شقدار اور منصفوں کا منصف یعنی صدر منصف مقرر کیا تاکہ وہ اعمال اور رعیت کے احوال سے خبردار رہے کہ عمال رعیت پر ظلم نہ کر سکیں اور اموال بادشاہی میں خیانت نہ کریں اگر پرگنوں کی حدود کی بابت کوئی جھگڑا بادشاہی عمال کے درمیان کھڑا ہو تو وہ اوس کا فیصلہ کر دے تاکہ بادشاہی معاملات میں کوئی خلل نہ پڑے۔ اگر رعیت تمرد اور سرکشی کر کے تحصیل زر میں خلل پیدا کرتی تو وہ سزا سے یا تنبیہ سے ایسا اون کا قلع قمع کرتا کہ اون کے فساد کا اثر اوروں پر سرایت نہ کرتا۔

سال دو سال بعد وہ عمال کو بدل دیتا اور اون کی جگہہ نئے عمال بھیجتا۔ وہ فرمایا کرتا تھا کہ میں نے بہت امتحان کیا ہے اور تجربہ سے خوب تحقیق کیا ہے کہ جو ضلع کے عامل و حاکم ہوتے ہیں اُن کے عہدوں میں روپیہ کی جو منفعت کثیر اور آمدنی ہے وہ کسی اور عہدے میں

نہیں ہے اِس لئے میں اپنے قدیمی نیک دو دولت خواہ و آزمودہ کار ملازمان کو عامل مقرر کرتا ہوں
تاکہ اون کو بہ نسبت اوروں کے زیادہ تنخواہ اور منافع و فوائد حاصل ہوں اور دو سال بعد اونکو
بدل دیتا ہوں تاکہ اور میری بادشاہی میں باری باری سے میرے سارے قدیمی ملازمونکو
بھی فائدے اور منافع حاصل ہوں اور لشکر پورے سامان اور آسودہ حالی کے ساتھہ ہر سال بادشاہ
کی ملازمت میں حاضر ہوتا تھا لشکر کی تعداد متعین نہ تھی وہ ہر روز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ شیر شاہ
اپنے پاس ڈیڑھ لاکھ سوار اور پچیس ہزار پیادے رکھتا تھا۔ ان پاس کیا توڑے دار بندوقیں
ہوتی تھیں یا تیر کمان اور بعض مہمات میں وہ اس سے زیادہ سپاہ بھی ساتھ رکھتا تھا۔ ایک فوج
عظیم تیس ہزار سوار کی ہیبت خاں نیازی کے پاس قلعہ رہتاس کے ہمسایہ میں بال ناتھ جوگی
کے نزدیک تھے وہ ملک کشمیر اور گکھڑوں کے ملک کی حفاظت کرتی تھی اور وہاں کے سرکشوں
کی سرکوبی کرتی تھی دیپال پور اور ملتان فتح جنگ خاں کے حوالہ تھے اور ملتان کے قلعہ میں بہت
خزانہ رہتا تھا اور قلعہ ملوت میں جس کو تاتار خاں یوسف خیل نے سلطان بہلول کے عہد میں
بنایا تھا حمید خاں کاکر رہتا تھا اور اوس نے نگرکوٹ۔ جوالا۔ دیدہ وال اور کوہستان جمو میں
انتظام ایسا استحکام کے ساتھہ کر رکھا تھا کہ کسی شخص کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ جریب کے
موافق کو ہی رعایا سے تحصیل زر ہوتی تھی۔ سرکار سرہند مسند عالی خواص خاں کی جاگیر ۱۱۹۶
میں عنایت ہوئی تھی اوس نے ملک بھگونت اپنے غلام کو اس سرکار میں مقرر کر رکھا تھا وہ
دار السلطنت دہلی میں رہ کر اس ملک کا انتظام کرتا تھا۔ میاں احمد خاں سروانی امیر تھا اور عادل
حاتم خاں شقدار اور فوجدار تھے جو سرکار سنبھل کی رعیت اور امیر نصیر خاں کے ظلم سے بھاگ
گئے تھے تو شیر شاہ نے یہ سرکار مسند عالی عیسیٰ خاں بن مسند عالی ہیبت کلکپور سروانی کو جس کا
خطاب خان اعظم تھا اور سلطان سکندر اور بہلول کا مشیر با تدبیر تھا عنایت کی اور اس سے کہا
کہ میں تجھے پرگنہ کانٹ گولہ تلہر۔ تیرے کنبے اور تیرے پرانے سواروں کے لئے دیتا ہوں پانچ ہزار
سوار بھرتی کرلے کہ یہاں کی رعایا کی طبیعت میں شرارت اور حکام کے ساتھ خصومت کی عادت
پڑ گئی ہے۔

سرکار سنبھل میں عیسیٰ خاں نے جو دلیری اور شجاعت میں مشہور تھا اپنی شمشیر کے زور سے

یہاں کے زمینداروں کو ایسا دبایا کہ اونہوں نے یہاں کے جنگل کاٹنے پر بھی سر نہ اوٹھایا ان جنگلوں کو وہ اپنے ہاتھ سے کاٹتے تھے جنکو اونہوں نے اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا تھا اور ٹھنڈے سانس بھرتے جاتے تھے چوری اور رہزنی سے اونہوں نے توبہ کرلی اسی سبب سے شیرشاہ کہا کرتا تھا کہ دو شروانیوں یعنی عیسیٰ خاں اور میاں احمد کے سبب سے سرکار دہلی اور سرکار لکھنؤ کی طرف سے طرح میری خاطر جمع رہتی ہے۔

بیرک نیازی قنوج کا شقدار تھا اوس نے پرگنہ ملکوسہ کے متمردوں اور رہزنوں کو ٹھیک بنایا اور اُس کے حکم میں کوئی دم نہیں مار سکتا تھا۔ قنوج کے آدمیوں پر بیرک نیازی نے وہ اپنا رعب داب بٹھایا تھا کہ وہ اپنے گھر میں تلوار یا تیر کمان یا بندوق یا کوئی اور لوہے کی چیز سوا آلات کاشت اور پکانے کے برتنوں کے نہیں رکھ سکتے تھے۔ اگر وہ مقدموں کو حاضری کا حکم دیتا تو وہ حاضری میں ایک لمحہ توقف نہیں کرتے اوسکے خوف و دہشت کے مارے وہ جریب کے موافق زرمحصول خزانچی کو دیتے تھے۔ دریا جمنا اور چنبل کے کناروں کے ملک میں زمینداروں نے جب فساد مچایا تو شیرشاہ سرہند سے بارہ ہزار سوار پرگنہ ہٹ کانت اور اوسکے نواح میں لایا اون کو وہیں آباد کر دیا۔ اور اس دیار کی رعیت اور زمینداروں کو ایسا مار کوٹ کر ٹھیک بنایا کہ ایک آدمی بھی مخالف نہ رہا قلعہ گوالیار میں ایک لشکر شیرشاہ نے متعلق کیا جس میں ایک ہزار سوار بندوق دار تھے۔ بیانہ میں علاوہ پانچسو بندوق دار کے ایک لشکر رہتا تھا۔ رنتھنبور میں علاوہ سولہسو بندوق داروں کے ایک فوج رہتی تھی قلعہ چیوڑ میں ہزار بندوق دار رہتے تھے تاریخ داودی میں لکھا ہے کہ چتوڑ میں سولہ سو بندوق دار رنتھنبور میں پانچسو بندوق دار اور بیانہ میں ایک ہزار بندوق دار گوالیار میں دو ہزار بندوق دار اور قلعہ میں اوس کے مناسب حال فوج رہتی تھی۔ قلعہ خادم آباد یعنی منڈو میں شجاعت خاں پاس دس ہزار سوار اور سات ہزار بندوق دار تھے۔ مالوہ اور ہنڈیہ اوس کی جاگیر میں تھی۔ قلعہ رائے سین میں ایک فوج رہتی تھی جس میں ایک ہزار توپچی تھے اور قلعہ جنار میں ایکہزار بندوق دار اور قلعہ رہتاس کلاں میں بہار کے نزدیک اختیار خاں پنی پاس دس ہزار بندوق دار تھے اور اوس قلعہ میں خزانہ بے شمار تھا اور ملک بھدودیہ میں ایک فوج تھی خواص خاں اور عیسیٰ خاں پاس ملک ناگور جودھپور۔ اجمیر میں ایک فوج تھی۔ ایک فوج لکھنؤ میں ایک سرکار کالپی میں

ملک بنگال کو اوس نے قسمتوں میں منقسم کیا تھا اور قاضی فضیلت کو امین بنگالہ مقرر کیا تھا جہاں جہاں فوج کا رکھنا مناسب تھا وہاں اوس نے فوج رکھی تھی سپاہ کے شمار میں مورخوں کے بیان میں مطابقت نہیں۔ تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ ایک فوج پیادوں پایک کی اوس پاس تھی جو سوار پیادوں سے بے تعلق تھی۔ ایک لاکھ تیرہ ہزار سوار تھے جو تمام پرگنوں میں بٹے ہوئے تھے جو کچے قلعوں کی حفاظت کرتے تھے۔ غرض شیر شاہ نے سپاہ کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ ملک مفسدوں کے فساد سے محفوظ تھا۔ متمرد زمینداروں کی سرکوبی ہوتی رہتی تھی۔ کسی کے دل میں یہ خیال نہ آتا تھا کہ ملک نامحفوظ ہے اوس کو فتح کر کے لے لیجئے ایک مدت کے بعد اس فوج کو جو اپنی جاگیروں میں آسودہ اور فارغ رہتی تھی اوس کو بلا لیتا تھا اور اوسکی جگہ اس سپاہ کو بھیج دیتا تھا کہ جس نے لڑائیوں میں محنت و مشقت اوٹھائی تھی۔ غرض ساری سپاہ کو چھاؤنیوں میں تمام ملک میں اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ کل ملک کی حفاظت ہو اور جہاں کہیں دنگہ فساد و سرکشی ہو وہاں فوج اوسکی سرکوبی کے لئے موجود ہو ان چھاؤنیوں میں فوج کم و بیش بہ حسب ضرورت رہتی۔ جابجا عدالت کی کچہریاں مقرر کیں۔ خیرات کے کاموں میں اوس کو شغل بہت رہتا تھا مسافروں اور کاروانوں کے آرام کے لئے سڑکیں بنوائیں اور سڑکوں پر دو دو کوس کے فصل سے سرائیں تعمیر کرائیں۔ ایک سڑک بنوائی قلعہ رہتاس گڈھ سے جو اوس نے پنجاب میں بنایا تھا شہر سنار گانوں تک جو بنگالہ میں دریا شور کے کنارہ پر واقع ہے جو چار مہینے کا راستہ ہے۔ دوسری سڑک شہر آگرہ سے برہان پور تک جو ملک دکھن کی سرحد پر ہے۔ تیسری سڑک آگرہ سے جودھ پور اور چتوڑ گڈھ اور چوتھی سڑک لاہور سے ملتان تک اس سڑک پر سرائیں مختلف تھیں سڑکوں پر سترہ سو سرائیں تھیں۔ ہر سرائے میں ہندو مسلمانوں کے رہنے کے جدا جدا مکان تھے ہر سرائے کے دروازہ پر پانی کی سبیل لگی رہتی تھی۔ ہر آدمی پانی پی سکتا تھا۔ ہر سرائے میں ہندوؤں کے لئے برہمن رہتا تھا جو اونکے پاس سرد پانی پینے کے لئے اور گرم پانی نہانے کے لئے لاتا بچھونا بچھاتا رسوئی پکاتا۔ گھوڑوں کے لئے دانا لاتا۔ قاعدہ یہ تھا کہ سرائیں جو مسافر اوترتا اپنی حسب حیثیت کھانے پینے کا سامان اور مویشی کے لئے گھاس دانہ چارہ مفت سرکار شاہی سے پاتا سرائیوں کے گرد دیہات آباد تھے ہر سرائے کے وسط میں پکی اینٹ کی مسجد اور ایک کنواں بنا تھا اور ہر مسجد کے واسطے امام و موذن مقرر تھا اور ہر سرائے میں ایک شحنہ اور کئی چوکیدار مقرر تھے۔ اور

اونکی مدد معاش سرائے کے پاس کی زمین سے مقرر تھی اور ہر سرا میں ڈاک کے دو گھوڑے بندھے رہتے تھے کہ دُور و نزدیک کی خبریں جلد پہنچتی رہیں۔ تاریخ خان جہاں میں لکھا ہے کہ اس ڈاک میں ہر روز بادشاہ پاس نیلاب اور آگرہ سے اور بنگال کی سرحدوں سے خبریں پہونچتی تھیں کہتے ہیں کہ ڈاک میں حسین طشت دار تین سو کوس ایک دن میں کسی ضرورت کے سبب گیا۔ واقعات مشتاقی میں لکھا ہے کہ یہی حسین طشت دار تین دن میں رات دن ڈاک میں چلکر گور سے چتور میں پہونچا جب وہ سو جاتا تو چارپائی پر لیٹ جاتا اور گنوار اوس کو کندھے پر لیکر چلتے اور جب آنکھ کھُلتی تو وہ پھر گھوڑے پر سوار ہوتا۔ ایسی باتیں اس ملک کے بھولے بھالے آدمی جلد یقین کر لیتے ہیں۔ مگر جو سمجھتے ہیں بھلا وہ کب اس بات کو مانتے ہیں کہ آدمی برابر تین دن تک پچاس میل فی گھنٹہ کوّے کی طرح پرواز کرے شاہ راہ اعظم بنگال و رہتاس کے دو رویہ میوہ دار درخت لگائے تھے مسافر گرم ہوا میں اوس کے سایہ میں آرام سے جاتے تھے۔ اور اگر وہ باہر ٹھیرتے تو سایہ تلے آرام پاتے اگر وہ خود سرائے میں ٹھیرتے تو اپنے گھوڑوں کو درختوں کے نیچے باندھتے تھے۔

خراسان کی سڑک پر شیر شاہ نے قلعہ رہتاس بال ناتھ جوگی کے قریب دریا بہت سے چار کوس پر اور لاہور سے ساٹھ کوس پر ملک کشمیر اور ملک گکروں کے سرکشوں کی سرکوبی کے لئے بنایا تھا اور اوس کو ایسا مستحکم و استوار کیا تھا کہ کوئی اور قلعہ اوس کی برابر مستحکم نہیں تھا جب شیر شاہ نے اس قلعہ کی تعمیر کا حکم دیا تو ٹوڈرمل کھتری نے عرضداشت بھیجی کہ یہ ملک گکھڑوں کا ہے اون کو مزدوری کرنے سے ایسی نفرت ہے کہ سب نے اتفاق کر کے قسم کھائی ہے کہ جو مزدوری کرے وہ جلاوطن کیا جائے اس عرضداشت پر بادشاہ نے حکم دیا کہ طمع زر کے سبب سے میرے حکم میں تغیر نہ کیا جائے۔ ٹوڈرمل نے اس حکم کے آنے پر حکم دیا کہ جو شخص ایک پتھر لائیگا وہ پتھر کی قیمت میں ایک اشرفی پائیگا۔ اس لالچ میں آن کر گکھڑ اوس کے گرد ہوئے پھر اوس نے ایک روپیہ پتھر اور پھر ایک ٹنکہ پتھر کر دیا۔ غرض اس طرح اس قلعہ کی تعمیر میں بڑا روپیہ صرف ہوا اس قلعہ کا نام شیر شاہ رہتاس خود رکھا۔ دار الخلافہ دہلی کا شہر جمنا سے دُور تھا اوس نے اوس کو ویران کر کے جمنا کے کنارہ پر بنایا اور اوس میں دو قلعوں کی تعمیر کا حکم دیا۔ جو مثل کوہ پر شکوہ اور استوار ہوں ایک قلعہ خورد جو محل حاکم نشین ہو اور دوسرا قلعہ تمام شہر کے گرد جہاں پناہ ہو قلعہ حاکم نشین

راہوں کی دزدی اور رہزنی کا قانون

میں ایک مسجد جامع بنائی گئی جس میں لاجوردی و شنگرفی- نقاشی و زرنگاری میں بہت روپیہ صرف
ہوا- مگر تمام شہر کے گرد حصار پورا نہوا تھا- کہ شیر شاہ نے انتقال کیا قنوج کے پرانے شہر کو کہ پہلے
ہندوؤں کا دار السلطنت تھا مسمار کرا کے ایک قلعہ پختہ اینٹ کا بنوایا اور اوس کا نام شیر گڈھ یا شیرپور
رکھا اس شہر کے مسمار کرانے کی کوئی وجہ موجہ نہ تھی یہ کام عام پسند نہ تھا- ایک اور قلعہ اوس نے
بہرہ کھنڈ میں بنوایا اور سہسن کنڈل اوس کا نام رکھا اور اس کوہستان میں ایک اور قلعہ بنایا اوس کا
نام شیر کوہ رکھا- وہ کہا کرتا تھا کہ اگر زندگی نے وفا کی تو ہر سرکار میں ایک قلعہ ایسے مناسب
مقام پر تعمیر کراؤنگا کہ وہ مظلوموں کے لئے پناہ اور متمردوں کے واسطے سرکوب ہو- اب میں نے
راہوں کی حفاظت اور امن کے لئے خام سرائیں بنوادی ہیں راہوں پر چوری اور رہزنی کے
انسداد کے واسطے یہ قانون مقرر کئے کہ اگر چوری اور رہزنی ہو اور چور اور راہزن گرفتار نہو
تو جتنا مال وہ لے گئے ہوں وہ اوس علاقہ کے مقدم سے دلایا جائے کہ جس میں چوری اور رہزنی
ہوئی ہو- اگر دزدی اور رہزنی ایسے مقام پر ہوئی ہو کہ یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کس مقدم کے علاقہ
میں ہوئی ہے تو چاروں حدود کے مقدموں سے چوری کا معاوضہ دلایا جائے اگر بعد اسکے
چور و رہزن کا پتا لگجائے کہ وہ کس مقام میں ہے- تو جس علاقہ میں یہ پتا معلوم ہو وہاں کے
مقدم سے جس نے چوروں اور رہزنوں کو پناہ دی پہلے مقدموں کو چوری کا معاوضہ دلایا جائے
جو آدمیوں نے دیا ہے اور چوروں اور رہزنوں کو موافق شرع شریف سزا دیجائے- اگر راہ پر
کوئی قتل واقع ہو اور قاتل پکڑا نہ جائے تو عامل مقدموں کو موافق تفصیل بالا کے مقید کرے
اور اون کو مہلت دے کہ وہ قاتل کو پیدا کریں- اگر وہ قاتل کو پیدا کردیں یا بتلادیں کہ فلاں جگہہ وہ
موجود ہے تو اون کو رہائی دیجائے اور قاتل کی گردن اوڑائی جائے- اگر اس گانوں کے مقدم
جس میں قتل واقع ہوا قاتل کو گرفتار نہ کرا سکیں تو ان مقدموں کو موت کی سزا دیجائے یہ امر مسلم
ہے کہ مقدموں کی سازش یا چشم پوشی بغیر کوئی واردات چوری قتل رہزنی کی نہیں ہوتی اور
اگر شاذونادر مقدم کے بغیر علم کے اوس کی حد میں چوری اور رہزنی واقع ہو تو وہ مقدم چند روز
تک اس میں تجسس و تفحص کریگا تو اوس کو چوری اور رہزنی کا حال معلوم ہو جائیگا اسلئے مقدموں
اور رعیت کو خبر ہوتی ہے کہ فلاں دہ میں یہ چور اور رہزن رہتے ہیں اور وہ اون کے ساتھ

رشتہ مندی اور دوستی رکھتے ہیں اسلئے اُن کو خبر ہوجاتی ہے کہ کس نے یہ چوری اور رہزنی کی ہے پس مقدم کیا چوری و رہزنی میں شریک ہوتے ہیں یا اون کو اُس سے اطلاع ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں اکثر مقدم چوروں اور رہزنوں کو نہ گرفتار کرائیں تو اُنکے عوض میں خود سزا پانے کے مستحق ہیں اور وہ قتل کئے جائیں کہ اور مقدموں کو ایسے کاموں کے کرنے کی جرأت نہو۔ اِسکی ایک مثال نہایت عمدہ تاریخ داؤدی میں لکھی ہے کہ اٹاوہ کے قریب ایک قطعہ زمین پر پاس کے گانوں والوں میں آپس میں جھگڑا تھا وہاں ایک آدمی قتل ہوا شیر شاہ نے دو آدمی متعین کئے کہ جہاں آدمی قتل ہوا ہے وہاں جاکر ایک درخت کو کاٹیں اور جو شخص اونکو منع کرنے آئے اوسکو میرے پاس بھیجدیں۔ یہ دو آدمی درخت کاٹتے تھے کہ [illegible] مقدم اون کو روکنے کے لئے آیا وہ شیر شاہ کے پاس بھیجا گیا اوس نے مقدم سے کہا کہ تجھکو اتنے فاصلہ پر ایک درخت کے کٹنے کی خبر ہوگئی مگر ایک آدمی کے گلا کٹنے کی خبر نہوئی۔ اوس نے حکم دیا کہ اِس گانوں کے تمام مقدم مقید کئے جائیں اگر تین روز کے اندر وہ قاتل کو نہ پیدا کریں تو خود قتل کئے جائیں اِس حکم سے مقدموں نے قاتل کو پیدا کردیا اور وہ قتل ہوا۔ غرض اِس انتظام سے کہ مقدم مجرم کو پیدا کریں یا خود مجرموں کی طرح سزا پائیں راہوں کا وہ انتظام تھا کہ سونا اُچھالتے چلے جاؤ کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ مُنہ میں کے دانت ہیں۔

شیر شاہ و اسلام شاہ کے عہد سلطنت میں اپنے دیہات کی حدود میں مقدم حفاظت کرتے کہ کوئی چور راہزن دشمن مسافروں کو آزار نہ پہنچانے پائے کہ جس کے سبب سے وہ خود مستوجب قتل ہوں۔ شیر شاہ نے عمال اور حکام کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ سوداگروں اور مسافروں کی خاطر سب طرح سے کیا کریں اور کسی طرح اون کو آزار نہ پہونچنے دیا کریں۔ اگر کوئی تاجر مرجائے تو اوس کے مال کو لاوارث سمجھ کر دست درازی نہ کریں ؎

چو بازارگان در دیارت بمرد ۔۔۔ بمالش خیانت بود دست برد

شیر شاہ اپنی تمام مملکت میں سوداگروں سے مال تجارت پر محصول دو جگہہ لیتا تھا جب بنگال سے سوداگر چلتا تو گڑھی (سیکری گلی) میں اُسنے محصول لیا جاتا اور اگر خراسان سے تاجر آتا تو سرحد ملک پر محصول لیا جاتا۔ دوسرا محصول بکنے کی جگہہ پر لیا جاتا۔ کسی کا مقدور نہ تھا کہ کسی سڑک پر رہگذر پر

معبر پر کسی قصبہ و قریہ میں اس سے محصول لے۔ سوائے اِس کے اُس نے حکم دے رکھا تھا کہ تجار سے بہ نرخ بازار اشیا خریدی جائیں۔ اس نرخ میں زیادہ و کم نہ کرنے پائے۔ اکثر یہ شعر وہ پڑھا کرتا تھا ؎

بزرگاں مسافر بجاں پرورند   کہ نام نکو یش بہ عالم برند

اِس کا قانون یہ تھا کہ جب لشکر کا سفر ہوتا ہر منزل میں قلعہ خام بنایا جاتا تو نقیب منادی کرتے کہ کسی رعیت کی زراعت کو نقصان نہ پہونچے اور وہ خود سوار ہو کر زراعت کے حال میں تفحص کرتا اور سوار معین کرتا کہ وہ کسی آدمی کے ہاتھ سے زراعت کا نقصان نہونے دیں جب وہ سوار ہوتا تو دائیں بائیں طرف دیکھتا جاتا تھا کیسکی زراعت کا نقصان تو نہیں ہوا۔ خدا کی پناہ اگر کوئی شخص اوس کو ایسا نظر آجاتا کہ وہ زراعت کا نقصان کرتا تو اپنے ہاتھ سے اوس کے کان کترتا اور حکم دیتا کہ اوسکے گلے میں جو کچھ اوس نے زراعت میں سے کاٹا ہے لٹکایا جائے اور لشکر کے گرد پھرایا جائے۔ ایک دفعہ ایک شتربان نے کچھ بالیں اناج کی توڑلی تھیں تو اوس نے اوسکی ناک میں چھید کرکے اناج کو لٹکایا۔ اور اوس کی ٹانگیں باندھ کے سارے سفر میں نیچے سر اور پاؤں اونچے لئے پھرا۔ اگر تنگی راہ کے سبب سے بضرورت زراعت پامال ہوتی تو امین معتمد مقرر ہوتے کہ زراعت پامال شدہ کا معاوضہ دیکر رعیت کو راضی کردیں۔ اگر سپاہ کے خیمے زراعت کے قریب بضرورت ڈالے جاتے تو سپاہی اوس کے خوف سے زراعت کی خود نگہبانی کرتے کہ مبادا کوئی اور زراعت کا نقصان کرے اور ہمارا نام ہو۔ اگر وہ دشمنوں کے ملک میں جاتا تو نہ وہاں کی رعیت کو اسیر کرتا نہ اونکی زراعت کو غارت کرتا۔ وہ فرمایا کرتا کہ رعیت بے گناہ ہوتی ہے وہ غالب کی اطاعت کرتی ہے۔ اگر میں رعیت کو آزار و ضرر پہنچاؤں گا تو وہ ویران ہو جائیگی اور مملکت خراب و بے آب ہو جائیگی اور پھر کہیں مدتوں میں ملک آباد ہوگا ؎

گریز د رعیت ز بیداد گر   کند نام زشتش بگیتی سمر

شیر شاہ کی عدالت اور سخاوت ایسی مشہور تھی کہ دشمنوں کے ملک میں اوسکے لشکر کو رعیت ساری ضروری چیزوں کی رسد پہنچاتی تھی۔ شیر شاہ پر نصفت و سخاوت و احسان کے اوصاف تھے جس سے کہ افغانوں کی جمعیت اوسکے گرد ہوگئی اور ملک ہند کی سلطنت ہاتھ لگ گئی۔ جو شخص پریشان

روزگار اوس کے لشکر میں آتا تو اوس کے ساتھ وہ سلوک کرتا۔ کسی سپاہی بیکس و محتاج کو وہ محروم نہ رکھتا اوس کے گزارہ کے لایق وظیفہ مقرر کر دیتا ہر روز نئے سپاہی بھرتی کرتا اُس کا لقب سلطان علول ہوا۔

بورچی خانہ اوس کا بڑا فراخ تھا۔ کئی ہزار نوکران خاصہ جنکو عرف میں افغانی زبان میں فی آہی کہتے ہیں وہ مطبخ خاصہ میں کھانا کھاتے تھے۔ حکم عام تھا کہ سپاہی رعیت مخادیم کاشتکار جو بھوکا ہو وہ بادشاہی دسترخوان پر آکر کھا جائے۔ اوس کا دسترخوان خدائی دسترخوان تھا کہ جسکا جی چاہے آنکر کھائے۔ فقرا مساکین و محتاجوں کے لیئے لنگرخانے جاری تھے جہاں اون کو لذیذ کھانے ملتے تھے۔ ان لنگرخانوں کا خرچ پانچسو اشرفی روز کا تھا۔

شیر شاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ائمہ و مخادیم سلطان ابراہیم کے بعد عمال کو رشوت دیکر اپنے استحقاق سے زیادہ زمینوں پر متصرف ہوگئے ہیں اسلیئے اونکی مدد معاش کو بدل دیا اور خود تحقیقات کرکے جس کا جو حق تھا اوس کو دیدیا اور کسی کو محروم نہیں رکھا اور خرچ راہ دیکر رخصت کیا جو ایسے محتاج تھے کہ اپنے ہاتھ سے کسب معاش نہیں کر سکتے تھے جیسے اندھے لولے لنگڑے بوڑھے بیوہ عورتیں۔ مریض وغیرہ اون کے وظیفے نقد اس علاقہ شہر کے خزانے پر مقرر کر دیے جس میں وہ رہتے تھے۔ خرچ راہ دیکر وہ رخصت کیئے جاتے تھے۔ مخادیم و ائمہ نے وہ شدت سے جعلسازیاں کی تھیں کہ اونکے انسداد کے واسطے یہ ترکیب نکالی تھی کہ وہ ان ائمہ اور مخادیم کو فرمان نہ دیتا۔ بلکہ منشیوں کو حکم تھا کہ وہ ہر پرگنہ کے متعلق فرمان لکھکر اُس پاس لائیں اور وہ خود ان فرامین کو ایک خریطہ میں بند کرکے اور مہر لگاکے کسی بڑے معتمد آدمی کو حوالہ کرکے کہتا کہ اس کو فلاں پرگنے میں پہنچا دے۔ جب شقدار پاس یہ فرامین پہنچے اوّل وہ مخادیم و ائمہ کو فرمان دکھاکر وظیفے دیتا اور پھر وہ فرمان اونکو دیدیتا۔ شیر شاہ اکثر کہا کرتا تھا کہ بادشاہ پر لازم ہے کہ وہ ائمہ کی مدد معاش مقرر کرے کہ ہندوستان کے شہروں کی رونق اور آبادی ائمہ اور مخادیم سے ہوتی ہے جو طالب العلم مسافر اہل احتیاج کہ بادشاہ تک نہیں پہنچ سکتے ہیں وہ اون سے فیض پاتے اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور اُن سے مسافر و مساکین کی رفاہیت ہوتی ہے اور اون سے حکمت و دین کے علوم کو رونق ہوتی ہے۔ افغانستان سے جو افغان اس کے پاس آتا اوس کے زر نقد اوس کی توقع سے زیادہ دیتا

اور کہتا کہ ملک ہند جو میرے ہاتھ آیا ہے اوس میں سے یہ تمہارا حصہ مقرر کیا گیا ہے ہر سال آنکر اُسے لے لیا کرو اور دیار روہ میں جو اوس کی قوم اور قبیلہ کے آدمی رہتے تھے اون کو سالانہ وظیفہ ہر گھر کے لیے موافق اوس کے آدمیوں کی تعداد کے بھیجتا تھا اوس کے سبب سے کوئی افغان خواہ افغانستان میں ہو یا ہندوستان میں فقیر و محتاج نہیں رہا تھا سب صاحب زکات تھے سلطان بہلول و سلطان سکندر کے عہد سے افغانوں کا قاعدہ یہ چلا آتا تھا کہ جس شخص کو زر نقد یا خلعت ایک دفعہ ملتا تھا پھر اوس کا وہ معمول ہو جاتا تھا ہر سال ملتا تھا۔ شیر شاہ کے فیل خانہ میں پانچ ہزار ہاتھی تھے اور اصطبل میں گھوڑوں کی تعداد معین نہیں تھی روز خریدے اور دیے جاتے تھے یہ بخشش اور خریداری و نجاری تھی۔ تین ہزار چار سو گھوڑے سراؤں میں ڈاک کے لئے رہتے تھے جو ہر روز ہر مقام سے خبریں لاتے تھے ہندوستان میں ایک لاکھ تیرہ ہزار پرگنے (دہات) اُسکے قبضے میں تھے۔ ہر پرگنہ میں وہ شقدار بھیجتا تھا۔ یہ سب پرگنے آباد اور خوش حال تھے مفسدوں و متمردوں سے وہ خالی تھے۔ سارا ملک آباد اور شاد تھا۔ کہیں غلہ کی گرانی نہ تھی۔ شیر شاہ کے عہد سلطنت میں کبھی قحط نہیں پڑا۔ اس کے لشکر کا تخمینہ کچھ نہیں ہو سکتا وہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا اوس نے اپنی رعیت کے لئے جو قوانین وضع کیے تھے اون کی تعمیل کی نگرانی کے واسطے لشکر اور امرا پر مخبر معتمد مقرر کیے تھے کہ وہ حالات کو مخفی تجسس اور تفحص کیا کریں اسلئے کہ مقربان درگاہ اور ارکان دولت اپنی مصلحت کے سبب سے بادشاہ سے ایسے حالات نہیں عرض کرتے کہ جس سے وہ اصلاح اُن خللوں کی کر سکے جو عدالت میں پیدا ہوئے ہیں جب شجاعت خاں کو ملک مالوہ کی جاگیر شیر شاہ نے عنایت کی تو جاگیر کی تقسیم کے وقت اوس کے مشیروں نے یہ عرض کیا کہ اب وقت ہے کہ آپ سپاہیوں کی جو جاگیریں مقرر کریں اون میں سے ایک حصہ اپنی جیب خاص کے لئے لے لیں اور باقی اون کو تقسیم کر دیں۔ جب شجاعت خاں کے سپاہیوں کو یہ خبر پہونچی تو دو ہزار سواروں و سپاہیوں نے جو افغان تھے باہم عہد و پیمان استوار کیے کہ اگر شجاعت خاں ہمارے حق میں طمع کرے تو اوس کی حقیقت شیر شاہ کی درگاہ عالم پناہ سے عرض کریں۔ وہ اپنی عدالت کے سبب سے کسی قوم اور صاحب لشکر عظیم اور امرا کی رعایت نہیں کرتا۔ اور اُس پر شجاعت خاں اور اوسکی ارکان دولت کے ضمن ظاہر کرنے میں ہم سب باہم متفق رہیں اور اوس کے نیک و بد میں

ایک دوسرے کے معین رہیں اور طمع دنیوی کے سبب سے چہرہ مودت واتفاق کو نفاق کے ناخن سے نہ چھیلیں بعد اس اتفاق کے وہ شجاعت خاں کے لشکر سے جدا ہوگئے اور اپنا وکیل شجاعت خاں پاس بھیجکر عرض کیا کہ شیر شاہ نے جو ہمارا حق مقرر کیا ہے اِس مسند عالی کے ارکان دولت پورا نہیں ادا کرتے - امراء اعظام سپاہی کے حق میں طمع نہیں کیا کرتے ہیں بلکہ اوس کو سواد اوسکی تنخواہ کے انعام واکرام دیا کرتے ہیں کہ وہ کارزار میں جاں سپاری میں اقدام کرے - اگر مسند عالی ہمارے حق میں طمع کریں گے تو لشکر میں نفاق پیدا ہوگا تفرقہ پڑ جائیگا جس سے آپ کی بدنامی ہوگی - ؎

سپاہی کہ خوش دل نباشد بہ برگ　　نگہ دل نہد روز ہیجا بہ مرگ

جب شجاعت خاں نے سپاہیوں کی عرض کو سُنا تو ارکان دولت سے پوچھا کہ اس باب میں کیا تدبیر کرنی چاہیئے اونہوں نے عرض کیا کہ دو ہزار سواروں نے انحراف کیا ہے اور مسند عالی پاس دس ہزار سوار ہیں اگر ان شوخ دیدوں کو ان کا حق پورا دیا جائیگا تو اور آدمی یہ تصور کریں گے کہ آپ نے شیر شاہ کے ڈر سے یہ کام کیا ہے اور آپ کے حکم میں ایک اِس طرح کا ضعف پایا جائیگا اور صوبے سے آپ کی حکومت کا رعب اُٹھ جائیگا - مناسب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنکو ایسا جواب درشت دیا جائے اور اون کی امید قطع کی جائے کہ اوروں کو ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہو اور آپ کے حکم سے تجاوز نہ کریں - بدوزو طمع دیدہٗ ہوشمند - شیر شاہ کی خبرداری اور ہوشیاری کو فراموش کیا - جب سپاہیوں کے پاس ایسا درشت جواب آیا تو آپس میں اونہوں نے یہ مشورہ کیا بعض نے کہا کہ شیر شاہ پاس چلنا چاہیئے مگر جو شیر شاہ کے مزاج دان تھے اونہوں نے کہا کہ شیر شاہ پاس جانا مناسب نہیں - اُس نے ہمکو شجاعت خاں پاس ملک دکن میں متعین کیا ہے اوسکے حکم بغیر اپنی سرحد سے باہر جانا اچھا نہیں ہے اپنا وکیل بھیجنا چاہیئے تاکہ حقیقت حال اُس پر عیاں ہو جائے جو کچھ اوس کا حکم ہو اُس پر عمل کرنا چاہیئے اور اگر کوئی مہم بادشاہی اُس حدود میں آن پڑے تو اوس کے رفع دفع میں سستی نہیں کرنی چاہیئے - سب افغانوں نے اِس رائے کو پسند کیا وکیل بادشاہ پاس بھیجا - ابھی یہ سپاہیوں کا وکیل پہنچنے نہ پایا تھا کہ جاسوسوں اور مخبروں نے شجاعت خاں اور دو ہزار سواروں کی نزاع کا حال شیر شاہ کو لکھ بھیجا تھا - اِس خبر سے وہ بڑا آشفتہ ہوا

اوس نے شجاعت خاں کے وکیل کو بُلا کر کہا کہ تو شجاعت خاں کو لکھ کہ تو فقیر تھا میں نے تجھے امیر بنا دیا - اُن افغانوں کو کہ تجھ سے اچھے تھے تیرا تابع بنا دیا - تیرا پیٹ اپنی جاگیر کی آمدنی سے نہیں بھرا کہ تو سپاہیوں کے حق میں طمع کرنے لگا میں نے داغ کا قانون اسلئے مقرر کیا کہ امرا اور سپاہی کے حق میں فرق معلوم ہو اور سپاہی کی حق تلفی امرا نہ کر سکیں اگر تو میرا نعمت پرورده نہ ہوتا تو میں تیرا سر اُتر اتا - یہ اول ہی تیرا گناہ ہے اسلئے معاف کرتا ہوں - پہلے اس سے کہ سپاہیوں کا وکیل میرے پاس آئے تو اون کو تسلی دیکر راضی کرلے - اگر اُن کا وکیل میرے پاس تیری شکایت کرنے آیا تو مجھے تیری جاگیر میں تغیر کرنا پڑے گا اور سزا دینی پڑے گی امرا کو نہیں چاہیئے کہ وہ اپنے بادشاہ کے حکم کے خلاف ایسا کام کریں جس کے سبب سے بادشاہ کے حکم کی وقعت و مہابت جاتی رہے اور بدنامی ہو - جب شجاعت خاں کے وکیل کا یہ عریضہ اُس پاس پہونچا تو اوس نے اپنے ارکان دولت کو سرزنش کی اور کہا کہ تمہاری رائے کے سبب سے میری بدنامی ہوئی اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کس مُنہ سے میں بادشاہ کے روبرو جاؤنگا - خود سوار ہوکر دو ہزار سواروں کے خیمہ گاہ میں عذر خواہی کے لئے گیا اور تسلی دی کہ میں تمہارے حق میں کوئی بدی نہیں کروں گا اور انعام و اکرام سے سرافراز کیا اور اپنی منزل گاہ پر اون کو لایا سپاہیوں کا وکیل راہ میں سے پھر کر جب شجاعت خاں کے پاس آیا تو اوس نے خدا کی درگاہ میں شکر بھیجا اور فقرا اور مساکین کو زر تقسیم کیا اور وکیل کو گھوڑا اور خلعت دیا شیر شاہ کا حکم سارے افغانوں پر جاری تھا اوس کی سیاست اور تغیر ریاست کے خوف سے کسی کا یہ زہرہ نہ تھا کہ اوس کے حکم کے خلاف کام کرسکے - اگر اُس کا بیٹا بھائی اقارب قریب امرا ارکان دولت سے شیر شاہ کے حکم کی عدولی کرتا اور اوس کو اطلاع ہوتی تو پیوند قرابت قطع کرتا اور ناموس افغانی کی جمعیت کی شرم کرکے فرمان قضا جریان بے توقف کشتن و بستن کے لئے جاری کرتا جب سے تخت سلطنت پر شیر شاہ بیٹھا کسی افغان کی مجال نہ تھی کہ اوس کی مخالفت کرتا یا اس سے تمرد یا بغاوت کرتا - اُس کی مملکت کے گلشن میں کوئی خار دل آزار نہیں پیدا ہوا امرا و سپاہی و دزد و رہزن کو حوصلہ ہوا کہ دوسرے شخص کے اسباب کو بچشم خیانت دیکھتا یا اوسکی طرف اشارہ کرتا - مسافر راہوں میں اپنی پاسبانی سے فارغ تھے - رات کو آبادی اور ویرانی میں پڑ کر سو رہتے اور مال اسباب جنگل میں ڈال دیتے اور سواری کو چراگاہ میں چھوڑ دیتے اور خود

خاطر جمع ہو کر اس طرح سوتے جیسے کہ اپنے گھر میں سوتے تھے زمیندار اوس کی نگہبانی کرتے اگر ایک بڑھیا سونے کی ہنڈیا سر پر رکھ کر سفر کرتی تو کوئی چور خوف کے سبب سے اوس کے پاس نہ آتا ؎

چناں سایہ گستر د بر عالمے — کہ زالے نیندیشد از رستمے

افغانوں کی طبیعت میں نزاع و خصومت جنگ و جدل داخل ہے مگر شیرشاہ نے اوس کو رفع دفع کر دیا تھا۔ شیرشاہ فراست و کیاست و کاردانی میں اپنے زمانہ میں ایک ہی تھا اوس نے تھوڑی مدت میں ملک کا انتظام کر کے اوسکو آباد کیا اور رعیت و سپاہ کو شاد کیا۔

شیرشاہ کا بھانجا مبارزخاں الہ داد سنبھل کی بیٹی پر کہ حسن و جمال میں کمال رکھتی تھی عاشق ہوا اور اوس سے شادی کا پیغام دیا۔ الہ داد نے انکار کیا کہ ہم اور آپ ہم کفو نہیں ہیں کہ افغانوں کی رسم و آئین کے خلاف یہ رشتہ کیا جائے۔ مبارزخاں حکومت کے غرور میں مست تھا اس جواب سے آگ ہو گیا۔ اس نے سنبھلیوں پر جور و جفا کرنا اور اُن کے دہات اور مال و اسباب اونکا لوٹنا اور اُن کو قید میں بھیجنا شروع کیا اور خیرو کی لڑکی کو جو الہ داد کی رشتہ مند تھی پکڑ کے لے گیا۔ سنبھلی سردار جمع ہو کر مبارزخاں کے پاس گئے اور اوس سے کہا کہ ہماری تمہاری عورتیں سب ایک ہیں خیرو شحنہ کی لڑکی کو چھوڑ عورتوں کے ناموس کا پاس و لحاظ رکھ۔ ہر چند سنبھلی اوس کے سامنے گڑگڑائے مگر اوس نے کچھ نہ سُنا تو سنبھلیوں نے مبارزخاں سے کہا تو ہند میں پیدا ہوا ہے ہم افغانوں کی روش کو نہیں سمجھتا باز کو سارس مغلوب نہیں کر سکتا۔ ہم نے اب تک بادشاہ کا اور تیرا ادب کیا ہے ہم پر زیادہ جور و جفا نہ کر اور اوس مظلوم بیکس کو چھوڑ۔ مبارزخاں نے غصہ ہو کر جواب دیا تم خانہ زاد ہو کر ایسی گستاخانہ گفتگو کرتے ہو میں ابھی چاہوں تو الہ داد کی بیٹی کو کھچوا بلواؤں۔ اس پر سنبھلی سردار بھی غصہ میں بھر آئے اور اونہوں نے کہا کہ مبارزخاں اپنی جان پر رحم کر اور اپنی حد سے پرے قدم نہ رکھ اگر تو ہماری عورتوں پر نظر ڈالے گا تو ہم تجھ کو جان سے مار ڈالیں گے تیرے خون کے قصاص میں مارے جائیں گے۔ مبارزخاں نے جب یہ سخت جواب سُنا تو اوس نے اپنے ہندوستانی دربانوں سے کہا کہ ان سنبھلیوں کو مار کر نکال دو جب یہ ہندوستانی لکڑیاں مار کر سنبھلیوں کو نکالنے لگے تو اونکو بھی غیرت آئی اور اونہوں نے مبارزخاں کو

اور بہت سے اوس کے ملازموں کو ایک لمحہ کی لمحہ میں مار ڈالا۔

جب شیر شاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اوس نے اعظم ہمایوں کو جس کے علاقہ میں اسکے ہم قوموں نے یہ حرکت کی تھی لکھا کہ افغانوں میں سب سے زیادہ کم جھگڑالو قوم سور ہے۔ اگر ہر ایک افغان ایک ایک سور کو ماریگا تو ایک سور بھی دنیا میں باقی نہ رہیگا سنبھلی تیرے ہم قوم ہیں تو اون کی ایسی تنبیہ و تعذیب کر کہ پھر کسی کو حوصلہ حاکم کے مار ڈالنے کا نہو۔ جب اعظم ہمایوں پاس یہ فرمان پہنچا اور وہ بذات خود اس معاملہ میں متوجہ ہوا تو سنبھلیوں نے وطن چھوڑ کر کوہستان میں جا کر زمین حصار میں پناہ لی اور یہ ارادہ کیا کہ یہاں سے کابل کو معہ اہل و عیال چلے جائے۔ مگر اب اعظم ہمایوں کو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اگر وہ کابل چلے گئے تو شیر شاہ اُس پر یہ گمان کریگا کہ میں نے اپنے ہم قوموں کی گرفتاری میں دیدہ و دانستہ سہل انگاری کی اسلئے مکر و حیلہ کرکے اُس نے سنبھلیوں کو بُلایا۔ اونکو لکھا کہ میں نے تحقیق کر لیا ہے کہ کچھ تمہارا گناہ نہیں ہے۔ مبارز خاں ہی نے تم پر ظلم و تعدّی کیا ہے میں تم کو شیر شاہ کے روبرو کرکے عفو گناہ کرادونگا۔ افغانوں کی یہ رسم کے موافق نیازیوں کی لڑکیاں سوروں سے بیاہی جائینگی یا دو ایک سرداروں کو شیر شاہ مار ڈالے گا مناسب نہیں ہے کہ اتنی بات کے لئے ساری قوم جلا وطنی اختیار کرے سنبھلیوں نے اوس کو جواب کو لکھا کہ اگر سور ہم سے لڑنے آئیں گے تو ہم دکھا دیں گے کہ ہم نیازی کیسے لڑتے ہیں اور کس طرح وہ جلاوطن ہوئے اگر تو ہم سے لڑنے آئیگا تو طرفین سے نیازی مقتول ہونگے اگر ہم جلا وطن ہونگے تو تیری بدنامی ہوگی کہ اپنی قوموں کی رعایت نہ کر سکا لیکن اگر تو عہد و پیمان بقسم کرے کہ ہمارے آزار و سزا کے درپے نہیں ہوگا تو ہم تیری اطاعت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اعظم ہمایوں نے جواب دیا کہ کیا مجھے اپنی قوم کی شرم نہیں ہے کہ میں تمکو آزار پہنچا سکوں سنبھلیوں کی ساری قوم معہ اہل و عیال اعظم ہمایوں پاس چلی آئی۔ اون میں سے نو سو آدمی اعظم ہمایوں نے مار ڈالے اور مارنے کے وقت اوس نے بعض اپنے عزیزوں سے کہا کہ تم بھاگ جاؤ تو سنبھلیوں نے کہا کہ ہمکو قوم کی ناموس ہے ہم مرنے کو بے ناموسی سے بہتر جانتے ہیں مثل مشہور ہے کہ مرگ انبوہ جشنے دارد۔ جب اعظم ہمایوں نے اکثر سنبھلیوں کو مار کر اُن کے اہل و عیال کو شیر شاہ پاس بھجوایا تو شیر شاہ نے کہ قوم کا نیک خواہ تھا اُس نے اعظم ہمایوں کو لکھا کہ مجھے یہ تیری حرکت نہایت ناپسندیدہ

معلوم ہوئی کسی افغان نے ایسی حرکت شنیع نہیں کی تونے بادشاہ کی خاطر سے اپنی قوم کے آدمیوں کا خون ناحق اتنا کیا شاہ کا ارادہ تھا کہ اُس کو پنجاب کی حکومت سے ہٹائے مگر اس کا انتقال ہوگیا پھر اعظم ہمایوں نے بغاوت اختیار کی جس کا آگے بیان ہوگا۔

کہتے ہیں کہ شاہزادہ عادل خاں ہاتھی پر سوار ہوکر آگرہ میں کسی کوچہ سے گزرا ایک بقال کی بیوی اپنے مکان میں جس کی دیواریں پست تھیں برہنہ نہا رہی تھی جب شاہزادہ کی نظر اُس پر پڑی تو اُس نے پان کا بیڑا ہاتھ میں لیکر اس کو مارا اور گھورتا ہوا چلا گیا۔ عورت صاحب عصمت تھی اس حرکت سے کہ بیگانہ نے برہنہ اس کو دیکھا ایسی شرم آئی کہ جان کے گنوانے کا ارادہ کیا جب اُس کے شوہر کو خبر ہوئی تو اُس نے روکا کہ کیوں جان کھوتی ہے بیڑہ کو ہاتھ میں لیکر شیر شاہ پاس پہنچا اور حقیقت حال کو عرض کیا۔ اس عادل بادشاہ نے اپنے بیٹے کے حال پر افسوس کیا اور حکم دیا کہ یہ بقال ہاتھی پر سوار ہو اور عادل خاں کی جورو اس کے سامنے آئے اور یہ مستغیث اُس پر بھی پان کا بیڑہ جو اس کے ہاتھ میں ہے مارے۔ وزرا اور امرا نے ہر چند التماس کیا کہ شاہزادہ کا قصور معاف ہو تو اس نے کہا کہ میری عدالت میں فرزند و رعیت برابر ہیں آخر الامر بقال راضی ہوگیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنا حق پایا اور تظلم سے باز آیا۔ مشرقی خیال کے موافق کوئی انصاف کا حکم اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا مگر مغربی خیال کے موافق یہ حکم ظلم سے خالی نہ تھا اس لیے کہ جرم بیٹے نے کیا تھا سزا بہو کو ملتی تھی۔

ذکر سلطنت سلیم شاہ بن شیر شاہ سور

شیر شاہ کا بیٹا عادل خاں اس کا ولیعہد تھا۔ اسی کو بادشاہ نے اپنی جانشینی کے لیے تجویز کیا تھا مگر وہ نہایت عیش دوست اور فراغت جو اور لہو و لعب کا یار تھا۔ دوسرا بیٹا اس کا جلال خاں تھا جس کو بعض مورخ عبد الجلیل بھی لکھتے ہیں وہ بڑا عاقل اور تجربہ کار تھا۔ باپ کے زمانہ میں بہت سی لڑائیاں لڑا تھا اور اُن میں نام پیدا کیا تھا جس وقت شیر شاہ فوت ہوا تو دونوں بیٹے پاس نہ تھے عادل خاں رنتھنبور میں تھا اور جلال خاں قصبہ ریوان ضلع بھٹہ میں تھا۔ امرا نے اس نظر سے کہ عادل خاں دور ہے اور حاکم کا ہونا ضرور ہے کسی شخص کو بھیجکر جلال خاں کو کہ نزدیک

تھا بلالیا وہ پانچویں وزارد وے شاہی میں آگیا عیسیٰ خاں حاجب اور امرا کی سعی سے قلعہ کالنجر کے نیچے ۱۵ ربیع الاول ۹۵۲ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۵۴۵ء کو تخت پر بیٹھا اور اپنا خطاب اسلام شاہ رکھا اور سکوں میں یہی نام جاری ہوا مگر عوام میں اس کا نام سلیم شاہ مشہور رہا اپنی مہر میں ایک شعر کندہ کرایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب سے اسلام شاہ پسر شیر شاہ بادشاہ ہوا بعنایت الٰہی سارا ملک شاد و خرم ہوا۔ تخت پر بیٹھتے ہی راجہ کالنجر کو جو ستر آدمیوں کے ساتھ قید خانہ میں پڑا تھا قتل کا حکم دیا روز جلوس میں دو مہینے کی تنخواہ اُس نے سپاہ کو دی ایک مہینہ کی تنخواہ بطور انعام دوسری تنخواہ گذارہ کے لیے اور آئین و احکام کے باب میں تحقیق کرکے اُن میں سے بعض کو بدستور قائم رکھا بعض کو ترمیم بعض کو منسوخ کیا اس نے ایک قلم کے ڈوبے میں تمام قوانین جاگیر کو منسوخ کردیا اور اپنی حالت شہزادگی میں جو چھ ہزار سوار اُس پاس تھے اُن میں سے ہر ایک کی حسب حیثیت ترقی کردی اُن میں جو فرد تھے اُن کو گروہ دار بنادیا اور جو گروہ دار تھے اُن کو افسر و امیر بنا دیا اس بیقاعدہ ترقی کو شیر شاہ کے امراء عظام اپنی بےعزتی سمجھا بادشاہ سے دل اُنکا مکدر ہوگیا اور بہت سے قوانین شیر شاہ کے بیکار ہوگئے اسلام شاہ بھی ان امرا کو شکستہ جانتا تھا اس لیے جو پہلے افغانوں میں یگانگت کا رشتہ بادشاہ کے ساتھ پیدا ہوا تھا وہ شکستہ ہوگیا اب کچھ اور ہی علاقہ اُن میں ہوگیا۔

امرا کا بادشاہ سے کدورت

جب اسلام شاہ نے امرا کی طبیعت کو اپنی طرف سے بگڑا ہوا دیکھا تو وہ کالنجر سے آگرہ کی طرف چلا وہ راہ ہی میں تھا کہ خواص خاں کوڑہ میں اپنی جاگیر سے چلکر اس کی خدمت میں حاضر ہوا تو جلوس کا جشن بڑی دھوم دہام سے ازسرنو ہوا۔ راہ میں اسلام شاہ نہیں ٹھیرا دارالسلطنت آگرہ میں آنکر تخت پر بیٹھا جب وہ باپ کا قائم مقام ہوگیا تو اُس نے بڑے بھائی کو کالنجر سے یہ خط لکھا کہ تم دور تھے میں نزدیک تھا اس لیے میں نے لشکر کی محافظت تمہارے آنے تک اختیار کرلی ہے کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہوجائے مجھے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے سوا چارہ نہیں ہے۔ پھر دنیاداری سے ایک اور مکتوب عادل خاں پاس بھیجا اور محبت کی باتیں بنا کر یہ لکھا کہ مجھے آپ کی ملاقات کا بڑا شوق ہے۔ عادل خاں نے سلیم شاہ کو یہ جواب لکھا کہ اگر یہ چار امیر عیسیٰ خاں نیازی خواص خاں و جلال خاں جلوانی اور قطب خاں نائب آنکر میری تسلی کردیں تو میں آپ کی ملاقات

بادشاہ کی خط وکتابت عادل خاں سے

کو آونگا۔ عادل خاں نے ان چاروں امیرونکو یہی لکھا کہ میں تمہاری ہدایت کے موافق کام کرنا چاہتا ہوں۔ میرے آنے کے باب میں کیا تمہاری صلاح ہے میں آؤں یا نہ آؤں؟ اسلام شاہ نے ان چاروں امیروں کو بھائی پاس بھیجدیا۔ ان چاروں امیروں نے قول و قسم کرکے عادل خاں کی تسلی کردی اور یہ بات ٹہیرائی کہ عادل خاں کی ملاقات جو اول ہی دفعہ ہو اس میں وہ رخصت کردیا جائے اور ہندوستان میں جہاں وہ جاگیر مانگے وہاں اُس کو وہ دیدی جائے عادل خاں امیروں کو ساتھ لیکر بادشاہ کی ملاقات کو چلا۔ جب وہ فتحپور سیکری میں آیا تو اسلام شاہ بھی بھائی کے استقبال کے لیے سنگاپور میں آیا یہاں دونوں بھائیوں کی ملاقات کے لیے بڑی آرائش ہوئی تھی دونوں بھائی آپس میں برابر بیٹھے اور دونوں نے محبت کی باتیں بنائیں تھوڑی دیر کے بعد دونوں آگرہ کو روانہ ہوئے۔ اسلام شاہ کی نیت میں بھائی کو دغا سے گرفتار کرنے کا ارادہ تھا اس لیے اُس نے حکم دیدیا تھا کہ قلعہ کے اندر عادل خاں کے ساتھ سوا دو تین ملازموں کے اور کوئی نہ آنے پائے لیکن جب قلعہ آگرہ کے دروازہ پر آئے تو اسلام شاہ کے آدمیوں نے عادل خاں کے آدمیوں کو روکا مگر انہوں نے کچھ نہ سُنا۔ بہت سے آدمی عادل خاں کے ساتھ داخل ہوئے۔ احمد یادگار لکھتا ہے کہ عادل خاں کے پانچ چھہ ہزار آدمی جن کے پاس تلوار تھی قلعہ میں داخل ہوگئے وہ کسی کے روکے نہ رُکے۔ جب سلیم شاہ نے دیکھا کہ یہ تدبیر نہ چلی تو بالضرورت بدگمانی کے دور کرنے کے لیے عادل خاں کی خوشامد اور چاپلوسی کرنی پڑی اُس سے کہا کہ ابتک میں ان بے سر و سرکش افغانوں کو بلطائف الحیل نگاہبانی کرتا رہا اب آئندہ آپ کے سپرد کرتا ہوں ؎ بدست رابغمزہ ساقی حوالہ کن۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھادیا اور خود اطاعت کے لیے کھڑا ہوگیا۔ عادل خاں عیاش اور فراغت جو نوجوان تھا اور اپنے بھائی کی اس مکاری اور دنیاداری اور اس کے کام کی طرح و طرز سے خوب شناسا تھا۔ اُس نے بادشاہی نہیں قبول کی تخت سے وہ اُترا اور بھائی کو تخت پر بٹھایا اور خود سلام کیا اور مبارکباد دی پھر امرا میں سے ہر ایک نے مبارکباد دیکر نثار و ایثار کی رسم ادا کی تو اسلام شاہ بھائی کو گرفتار نہ کرسکا مگر اس نے اپنی بادشاہی کا اقرار بسر دربار کرالیا۔ پھر قول و قرار کے موافق بادشاہ نے عادل خاں کو بیانہ مع توابع جاگیر میں دیدیا اور عیسیٰ خاں اور خواص خاں کو

اُس کے ساتھ کیا اور جس کا بندہ تھا اس جاگیر کو آگرہ سے لیکر روانہ ہوا۔ دو تین مہینہ کا عرصہ گذرا تھا کہ اسلام شاہ نے شاہ غازی محلی جو اُس کے محرم کاروں میں تھا سونے کی زنجیریں دیکر بھیجا کہ عادل خاں کو گرفتار کرکے یہ بیڑیاں پہنا کے لے آئے۔ عادل خاں یہ خبر سنکر میوات میں خواص خاں پاس دوڑا گیا اور سلیم شاہ کے نقض عہد کا اعلام کر دیا۔ خواص خاں کا دل بھر آیا اور اس نے غازی محلی کو طلب کیا اور وہی بیڑیاں اُس کے پاؤں میں ڈالدیں اور مخالفت کا علم بلند کیا اور سلیم شاہ کے ہمراہ جو امیر تھے اُن کو اپنے ساتھ متفق کیا اور عادل خاں کے ساتھ ایک لشکر جرار لیکر آگرہ کی طرف اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ سلیم شاہ کو تخت سے اتارے عیسیٰ خاں نیازی اور قطب خاں نائب کہ قول و قرار کرانے میں شریک تھے وہ سلیم شاہ سے نقض عہد کے سبب رنجیدہ ہوگئے تھے اُنھوں نے بھی عادل خاں کو ترغیبیں دیں اور یہ قرار دیا کہ وہ آگرہ میں کچھ رات باقی پہنچے کہ سلیم شاہ سے جدا ہو کر اُن پاس آجانے میں آنکھوں کی شرم مانع نہ ہو یہ بھی مکاروں کی عجب جھوٹی شرم تھی جن کو لڑکے اور بازاری آدمی بھی نہیں اختیار کرتے جو ان جاگیرداروں نے اختیار کی۔ اتفاقاً جب عادل خاں اور

خواص خاں قصبہ سیکری پہنچے کہ بارہ کوس آگرہ سے ہے تو شیخ سلیم کی ملاقات کو گئے وہ مشائخ وقت سے تھا اور شب برات بھی تھی اس شب کی مقرری نمازیں بھی خواص خاں کو پڑھنی ضرور تھیں وہ بڑا عابد تھا۔ اس سبب سے یہاں توقف ہوا اور آگرہ کے پاس پہر دن چڑھے پہنچے۔ سلیم شاہ اس آنے کی طرف سے واقف ہوا تو بہت گھبرا کر اُس نے عیسیٰ خاں نیازی اور قطب خاں نائب اور اور امرا سے کہا کہ اگر میں نے عادل خاں کے باب میں بدعہدی کی تھی تو خواص خاں اور عیسیٰ خاں نے مجھے مطلع کیوں نہ کیا کہ میں اس اندیشۂ فاسد سے باز رہتا۔ قطب خاں نے بادشاہ کو یوں مضطرب دیکھکر کہا کہ ابھی کیا گیا ہے علاج ہاتھ میں ہے۔ میں ابھی جاکر صلح کرائے دیتا ہوں اُس نے قطب خاں نائب اور اور امرا کو جو عادل خاں کے ساتھ سازش رکھتے تھے رخصت دی کہ وہ۔ عادل خاں پاس جاکر اس سے صلح و صلاح کی باتیں کریں اور اس میں اپنی مصلحت یہ سوچی کہ جو امیر مشتبہ ہیں اگر وہ اس بہانہ سے عادل خاں پاس چلے جائیں گے اور مجھ سے دور ہو جائیں گے تو میں چنار کے

قلعہ میں چلا جاؤنگا اور وہاں کے خزانہ کو قبضہ میں لاؤنگا اور دوبارہ سارا سامان درست کر کے جنگ اور محاربہ کے کام میں مشغول ہونگا عیسیٰ خاں (عیسیٰ خاں دو ہیں ایک نیازی دوسرا سور جو حجابت امیر حاجب کی قبول دارہی) اس منصوبے کا مانع ہوا اور اس نے کہا کہ اگر حضور کو اور آدمیوں کا اعتماد نہیں ہے تو آپ کی ذات خاص کے دس ہزار افغان فرملی وغیرہ ایام شاہزادگی سے حضور کے ساتھ جاں نثار کر رہے ہیں اُن کو لیکر میدان جنگ میں جائیے باوجود اس قدرت اور مکنت کے یہ امر عجیب ہے کہ دولت خداداد پر بھروسا نہیں کرتے قرار کو چھوڑ کر فرار کو اختیار کرتے ہو اور امراء ہر چند مخالفت باطنی رکھتے ہیں مگر اُن کو غنیم کے پاس بھیجنا حزم اور احتیاط سے بعید ہے۔ آپ کو مناسب یہی ہے کہ خود آپ تمام لشکر کو لیکر میدان کارزار میں سبقت کیجئے اور ثابت قدم رہیے کہ کوئی امیر حضور کے پاس سے مخالف کی جانب نہیں جائیگا سلیم شاہ اس بات سے قوی دل ہوا اور قطب خاں نائب اور امیروں کو جن کو جانے کی رخصت دیچکا تھا اُن کو طلب کر کے کہا کہ میں اپنے ہاتھوں سے تم کو غنیم کے حوالہ نہیں کرتا چاہتا مبادا وہ تمہارے ساتھ بدی کرے اب اُس سے زبان شمشیر سے باتیں ہونگی ؎

انیجا برسول ونامہ بر نمے آید کار　　　　شمشیر دو رویہ کار یک ویہ کند

اور پھر وہ آمادہ حرب ہوا شہر سے نکلکر میدان جنگ میں کھڑا ہوا۔ وہ امرا کہ عادل خاں سے سازش رکھتے تھے اور اس سے ملنا چاہتے تھے وہی شرم کے سبب سے سلیم شاہ کے لشکر کے ہراول میں داخل ہوئے دونوں بھائیوں میں آگرہ کے قریب لڑائی ہوئی سلیم شاہ کو فتح ہوئی عادل خاں بھٹہ کے پہاڑوں میں بھاگ گیا اور پھر اُس کا کچھ پتا نہ لگا کہ زمین کھا گئی یا آسمان لے گیا۔ خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی میوات کو بھاگے سلیم نے شاہ نے اُن کے پیچھے لشکر بھیجا اور دوسری لڑائی فیروز پور جھرکہ کے قریب ہوئی جس میں سلیم شاہ کے لشکر کو شکست ہوئی مگر جب اور لشکر بھیجا گیا تو خواص خاں اور عیسیٰ خاں میں اُس کے مقابلہ کی قوت نہ تھی وہ میوات سے بھاگے اور کوہ کمایوں میں راجاؤں پاس پناہ لی سلیم شاہ نے یہاں بھی قطب خاں کو اُن کے پیچھے لگا یا۔ وہ دامن کوہ کو تاخت و تاراج کرتا رہا مگر کوئی کام جو کارگر ہوتا نہیں کیا۔ جب سلیم شاہ کو اس خوف سے فرصت ملی تو وہ چنار کو

روانہ ہوا کہ باپ کا خزانہ اپنے قبضہ میں لائے لڑائی سے پہلے جو خواص خاں اور امرا کے درمیان سازشی تحریرات ہوئیں تھیں اُن کو اس نے خوب تحقیق کر لیا تھا۔ جلال خاں لوحانی امرائے اعظام میں سے تھا اور عادل خاں کو بادشاہ پاس لایا تھا اور اس کی حفاظت کا کفیل تھا وہ بھی اس سازش میں شریک تھا۔ بادشاہ نے لشکر کشی کرنی اس پر مناسب نہ جانی مگر اس حکمت سے اُسے ٹھکانے لگایا کہ کوڑہ میں اس کو چوگان بازی کے لیے بلایا۔ جب وہ اپنے گھر سے جدا ہو کر یہاں آیا تو اسے اور اس کے بھائی خداداد کو ایک افغان کے حوالہ کیا کہ ان کو قید میں رکھے مگر وہ افغان سے تلوار سے لڑے اس جرم کی سزا میں وہ قتل ہوئے چنار سے خزانے بادشاہ گوالیار میں لے آیا جو دار السلطنت کے قریب ایک مستحکم مقام تھا۔

سلیم شاہ کا چنار میں خزانہ لینے جانا اور اپنے دشمن امیروں کا قتل کرنا

اب سلیم شاہ نے ارادہ مصمم کر لیا کہ عادل خاں کے ساتھ جو امیر یقینی یا مشتبہ شریک تھے ان سب کو سخت سزا دے اور ان کو بساط دہر سے اسطرح اُٹھائے جس طرح شطرنج کے مہرے ایک ایک کر کے سب اُٹھ جاتے ہیں۔ قطب خاں جو سازشوں کا سرغنہ تھا وہ خلیل خاں کے قتل سے اور بادشاہ کی اور حرکتوں سے خائف ہو کر دامن کوہ کمایوں سے لاہور میں ہیبت خاں ہمایوں اعظم پاس بھاگ گیا سلیم شاہ نے اعظم ہمایوں کو فرمان بھیجا کہ قطب خاں کو اس کے حوالہ کرے اسوقت سلیم کے لشکر کی عظمت مسلم ہو چکی تھی کہ کوئی اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا ناچار اعظم ہمایوں نے قطب خاں کو بادشاہ پاس بھیجدیا بادشاہ نے اُسے اور شہباز خاں کو جو اس کا بہنوئی تھا اور بارہ اور امیروں کو قلعہ گوالیار میں بھیجدیا۔ جہاں ان میں سے اکثر قید ہی میں قید حیات سے رہا ہو گئے۔

سلیم شاہ کی سلطنت کی وسعت اور شجاعت خاں حاکم مالوہ اور اعظم ہمایوں [illegible]

شیر شاہ نے جتنا ملک فتح کیا تھا وہ سب اس کے بیٹے کے قبضے میں تھا اور اُسپر وہ حکمرانی خیر و عافیت کے ساتھ کرتا تھا۔ اس کی سلطنت کی بڑی وسعت تھی پیشور سے لیکر بحر بنگال تک اور کوہ ہمالیہ سے لیکر گجرات تک۔ مگر وہ اپنے باپ کے بعض امراء اعظام سے بڑی حسد رکھتا تھا۔ ایک اُن میں سے مالوہ میں شجاعت خاں تھا جس کا حال پہلے شیر شاہ کی تاریخ میں لکھا ہے اس کے فتحیاب ہونے سے بادشاہ اس سے جلتا تھا۔ اس کو بلایا اور وہ آیا۔ دوسرا اعظم ہمایوں حاکم پنجاب تھا۔ اُنکو بھی بلایا تھا مگر اس نے عذر کیے اور خود نہ آیا اپنے بھائی سعید خاں کو جو نہایت شجاع و طباع تھا بھیجدیا بادشاہ ان دونوں شجاعت خاں اور اعظم ہمایوں کو ساتھ ایک ہی

وقت میں گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ جب ایک نہ آیا تو اس نے دوسرے کو مالوہ جانے کی اجازت دیدی۔ سعید خاں پر بادشاہ بہت لطف و عنایت کرتا تھا اس نے جو بھائی کی طرف سے اس کے نہ آنے کے عذر بیان کیے اُس سے بادشاہ سمجھہ گیا کہ وہ بغاوت کے لیے کسی موقع کا منتظر ہے بادشاہ ایک دن سعید خاں کو اپنے محل میں لے گیا اور وہاں دیواروں پر سر لٹکتے ہوے دکھائے اور اُس سے پوچھا کہ تو جانتا ہے کہ یہ کس کس کے سر ہیں۔ اس سے پہلے بادشاہ نے گوالیار کے قیدیوں کو اس طرح بارود سے اُڑایا تھا کہ زندان خانہ کی تہ میں ایک کاواک دخان کیا اس میں بارود بھری اور آگ لگائی۔ آگ کے زور سے بارود نے قوت پائی مکان کو ہوا میں اُڑایا اور قیدیوں کے چیتھڑے بنائے کمال خاں بھی اُن کے درمیان تھا قادر پر کمال نے اس کو اس زحمت سے محفوظ رکھا وہ ایک گوشہ خانہ میں تھا جہاں آگ کا دھواں تک نہیں پہنچا۔ جب سلیم شاہ کو اس حرامت ریزی کی اطلاع ہوئی تو اس نے عہد لیکر کمال خاں کو چھوڑ دیا۔ یہاں کمبختوں کے سر جھلسے جھلسے پڑوں پر لگے ہوے دیواروں کے سہارے سے کھڑے تھے سعید نے اُن کے نام بتائے جنکو وہ جانتا تھا۔ اپنے دل میں ہی فہرست میں اس نے اپنا نام بھی داخل سمجھہ لیا آگرہ کے کاموں سے فرصت پاکر بادشاہ اپنے باپ کے جمع کیے ہوے خزانوں کے لینے کیلیے رہتاس مشرقی کو چلا۔ اب سعید خاں نے دیکھا کہ اس لشکر میں وہ بہت دنوں تک عافیت اور امن سے نہیں رہ سکتا وہ چلتے ہوے لشکر سے گھوڑوں کی ڈاک بٹھاکر اپنے بھائی پاس لاہو بھاگ گیا۔ اس سبب اور اعظم ہمایوں کے آنے میں التوا کرنے سے اور اس امر کے تحقیق ہونے سے کہ ہمایوں اعظم سے خواص خاں ملنے چلا ہے۔ بادشاہ کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ امرا سلطنت میرے برخلاف سازش کر رہے ہیں۔ اسلیے وہ آگرہ کو اُلٹا منزل پھرا ہوا اور اس نے شجاعت خاں کو لکھا کہ سپاہ لیکر اُس سے آنکر ملے۔

اب افغانوں کی دار السلطنت دو شہر دہلی اور آگرہ تھے۔ آگرہ سے جانے سے پہلے اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اس کے گرد ایک فصیل بنائی جائے۔ یہاں شجاعت مالوہ سے لشکر سمیت آگیا مگر بادشاہ نے اُسے اُلٹا رخصت کر دیا اور خود جتنا لشکر جمع کر سکا اُسے لیکر دہلی کی طرف چلا یہاں وہ منتظر رہا کہ دور دور کی فوج اس پاس جمع ہو جائے اس فرصت میں اُسنے

بھاگا سعید خاں لاہور

حکم دیا کہ ہمایوں نے جو نیا شہر دہلی بنایا تھا اور مٹی اور پتھر کی فصیل اس کی بنائی تھی وہ گچ اور چونے کی بنائی جائے اُس نے جمنا کے کنارہ کے بہت ہی نزدیک بہت عمارات بنوائیں ان عمارات کے گرد جو حصار بنایا اس کا نام اُس نے سلیم گڑہ رکھا جو ابتک دہلی میں موجود ہے۔

اب سلیم شاہ لشکر مرتب کر کے دہلی سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ اعظم ہمایوں اور کل بادشاہ کے دشمنوں نے خواص خاں سے اور اُس کے دوستوں سے ملاقات کی اور ایک لشکر جو اسلام شاہ کے لشکر کا اضعاف تھا پنجاب سے روانہ کیا۔ انبالہ کے نزدیک دونوں لشکر قریب آئے اور نیازیوں کے لشکر کے قریب اسلام شاہ خیمہ زن تھا لڑائی سے ایک دن پہلے اعظم ہمایوں اور اُس کے بھائی خواص خاں کے ساتھ مشورہ کرنے بیٹھے کہ بادشاہ کسکو بنائیں۔ خواص خاں نے کہا کہ عادل خاں کو کہیں سے پیدا کر کے بادشاہ بنانا چاہئے وہ شیر شاہ کا خانہ پرور تھا وہ اس کے ہی خاندان میں سے بادشاہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بھائیوں نے کہا کہ یہ کیا صلاح ہے تلوار ہم چلائیں اور ملک اوروں پائیں ؎

ملک بمیراث نگیرد کسے تا نہ زند تیغ دو دستی بسے

اس سبب سے امیروں میں باہم کدورت ہوگئی خواص خاں کو انکا ارادہ ناگوار خاطر ہوا اسی رات کو زبانی پیغام اسلام شاہ کے ایک معتمد ملازم کے پاس بھجوایا کہ وہ بادشاہ کو اطلاع دے کہ حضور جو خواص خاں کو بے وفا ملازم جانتے ہیں اب لڑائی کے دن حضور دیکھیں گے کہ کیا وہ حضور کی خیرخواہی کرتا ہے وہ دل و جان سے شیر شاہ کے خاندان پر فدا ہے۔

جب اسلام شاہ کو خبر ہوئی کہ دشمن کے سرداروں میں باہم نفاق ہوا اور میرے ساتھ خواص خاں کا دوستانہ سلوک کرنے کا ارادہ ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور اسکو اپنی فتح پر یقین ہوا۔ اس اثنا میں یہ خبر آئی کہ نیازیوں کا لشکر بادشاہ کے لشکر کے بہت قریب آگیا ہے تو اسلام شاہ نے کہا کہ افغانوں میں عقل نہیں ہوتی اس نے ارابوں کو کھڑا کر کے اپنے لشکر کے گرد حصار بنایا جس کے اندر اس کی سپاہ آگئی اور وہ خود نیازیوں کے لشکر کو ایک پشتہ پر چڑھ کر دیکھنے لگا اس نے وہیں کھڑے ہو کر کہا کہ میرے ناموس کا یہ اقتضا نہیں ہے کہ میں لشکر باغی کو دیکھکر ذرا بھی صبر کروں پس اُس نے حکم دیا کہ ارابوں میں جو زنجیرہ پڑا تھا اُسے کھول دیں اور افواج

کی صفیں باندہ کر لڑائی کے لئے آمادہ ہوں طرفین سے نقارہ جنگ بجا۔ جب لڑائی کے لئے صفیں آراستہ ہوئیں تو خواص خاں بے لڑے چلدیا۔ نیازیوں نے حتی المقدور مقابلہ اور محاربہ کیا مگر حرام نمکی کا نتیجہ بجز شامت و ندامت کے کچھ اور نہیں ہوتا۔ آخر کو شکست ہوئی بادشاہ کو فتح غیبی ہوئی ؎

کسے را کہ دولت کند یاوری　　　کہ یارد کہ باوے کند داوری

یہ واقعات واقع ہو رہے تھے کہ اعظم ہمایوں کے بھائی سعید خاں نے دس مسلح آدمیوں کو ساتھ لیکر یہ ارادہ کیا کہ بادشاہ کو مبارکباد دینے کا بہانہ بنا کے اوس پاس پہنچے اور وہاں اسکا کام تمام کیجئے۔ کوئی مورخ لکھتا ہے کہ اس کام کے لئے بھائی نے بھیجا تھا۔ وہ بادشاہ کے خاصہ سپاہیوں کے ساتھ ملا تو کوئی اُسے پہچانتا نہ تہا۔ اسلام شاہ اسوقت جنگی ہاتھیوں کے حلقہ کے اندر کہڑا تہا اسلئے سعید خاں اُس تک نہ پہنچ سکا پہر اُس کو ایک فیلبان نے پہچان کر غل مچایا۔ سعید خاں نے ایک نیزہ اوسکے ایسا لگایا کہ وہ مرگیا اور وہ خود اپنی شجاعت اور مردانگی سے ہاتھیوں کے حلقہ سے اور بادشاہ کی فوج خاصہ سے واہیں طرف سے نکل گیا مخزن افغانی میں لکھا ہے کہ فیلبان نے سعید خاں کو ایسا مارا کہ خود اوسکے سر پر سے گر پڑا تاریخ خاں جہاں میں لکھا ہے کہ فیلبان نے اُسکے نیزہ مارا۔ احمد یادگار لکھتا ہے کہ وہ احمد خاں سور کے نیزہ سے مارا گیا۔ اب نیازی بہاگ کر روہ کے قریب دہن کوٹ میں پہونچے۔ صبح کو بارش کا طوفان آیا تہا۔ ندی جو انبالہ کے قریب خشک پڑی تھی اس بارش سے وہ طغیانی پر ایسی آگئی کہ وہ نیازیوں کے بہاگنے میں سدراہ ہوئی۔ اور اسکے سواروں کو آگے جانے نہیں دیا اسلئے سلیم شاہ کا لشکر جو اوسکے پیچھے آیا اسنے ان میں سے بہت آدمیوں کو قتل کر ڈالا سلیم شاہ نے خود قلعہ رہتاس تک جو اوسکے باپ کا بنایا ہوا تہا نیازیوں کا تعاقب کیا۔ خواجہ ادریس شیروانی کو ایک قوی لشکر دیکر اعظم ہمایوں سے لڑنے کے لئے متعین کیا اور خود آگرہ مراجعت کی اور یہاں سے گوالیار میں آیا اور یہاں ٹہیرا۔ یہاں رہنے کا اس کو ایسا شوق تہا کہ کسیقدر اوسکو اپنا دارالسلطنت ہی بنالیا تہا۔ معرکہ انبالہ میں جب اعظم ہمایوں سے خواص خاں اور عیسیٰ خاں جدا ہوگئے تو اعظم ہمایوں کی سپاہ نیازی پہاڑوں میں بہاگی اور خواص خاں

کی سپاہ نیازی جو پانچ چھ ہزار آدمیوں کی تھی وہ لاہور پر قبضہ کرنے کے لئے دوڑی اوسکو امید تھی کہ اس افراتفری کے عالم میں اس شہر پر قبضہ ہو جائیگا۔ مگر خواص خاں نے دیکھا کہ بادشاہ کی فوج پیچھے دبائی چلی آتی ہے تو وہ راوی سے پار اُترا۔ مگر موضع میانی میں اسکو گکھی سلوانی نے آن لیا۔ یہی سردار اوسکے تعاقب میں بھیجا گیا تھا۔ گو خواص خاں اسوقت ایک تازہ زخم سے رنجور تھا وہ اپنی چوڈول سے اوترا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ دشمنوں کو پرے دھکیل دیا اور اپنی راہ پر روانہ ہوا۔ کوہ سوالک کے نیچے وہ کچھ دنوں ٹھیرا۔ سلیم شاہ نے تاج خاں کرانی حاکم سنبھل کو لکھا کہ وہ خواص خاں کو کسی طرح اوسکے مامن سے باہر نکالے تاج خاں نے قول قسم کرکے اوسکو بلایا وہ اپنے کوہستانی مامن کو چھوڑ کر سنبھل میں آیا مگر اس مشہور نامور سردار کے ساتھ تاج خاں نے جو وعدہ کیا تھا اُسے فراموش کرکے دغا سے اپنے محسن کو مار ڈالا اور اُسکا سر کاٹ کے اسلام شاہ پاس بھیجدیا جو پنجاب میں پٹن میں تھا۔ خواص خاں اپنے زمانہ میں نہایت ممتاز اور سب سے لائق آدمیوں میں سے تھا اوسکی فیاضی خاص کر مذہبی آدمیوں پر حد سے زیادہ تھی۔ ابوالفضل نے جیسی اوسکی عادت ہے کہ وہ سور کے خاندان کو نامہربانی کی نظر سے دیکھتا ہے اس ستودہ صفات کی خصلت کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ شیر خاں کے غلاموں میں سے تھا۔ ابلہ طرازی اور گربزی اور لوگوں کے مال مارنے سے اور اور ونکے اندوختوں کو رذیلوں اور کمینوں میں تقسیم کرنے سے وہ اپنے ملک میں عوام الناس میں مشہور ہو گیا تھا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ خواص خاں کا تابوت اُسکے نوکر دہلی لے گئے اور وہاں اسکو دفن کیا۔ اہل ہند اسکو اہل اللہ اولیا میں شمار کرتے ہیں اور خواص خاں ولی کہتے ہیں۔ عوام الناس اسکی قبر کی زیارت کرتے منتیں مانتے مرادیں پاتے گیتوں میں مدتوں تک اس نیک نام کا نام گایا گیا۔

سور خاندان میں امرا افغان کے اختیارات

جب سلیم شاہ گوالیار میں رہتا تھا تو ایک حادثہ عظیم وقوع میں آیا کہ جس نے تخت سلطنت کو ایک دفعہ ہلا دیا۔ ہم نے جو اوپر تاریخ خاندان سور کی لکھی ہے اس سے معلوم ہوگا کہ افغانوں کو اپنی آزادی اور باہم لڑائیوں کا شوق تھا گو اُن کی سلطنت میں اصول سلطنت جمہوری نہ تھے مگر وہ سلطنت شخصی بھی نہ تھی۔ وہ موروثی امیروں کی حکومت تھی جن پر کسی اتفاق سے

کوئی حکمراں ہوتا تو وہ اوسکو حسد کی نگاہ سے دیکھتے امرا خود اپنے تئیں بادشاہ سمجھتے تھے سلیم شاہ کے باپ کی برابر امرا تھے جنھوں نے اوس کے باپ کو خود اپنی کوشش سے بادشاہ بنایا تھا۔ صوبوں کے فرماں روا ایرا ئے نام بادشاہ کے مطیع تھے۔ وہ اپنے اختیارات اور اقتدار کو بادشاہانہ سمجھتے تھے۔ وہ اپنی امارت سے بغیر اوسکے نہیں ہٹ سکتے تھے کہ کیا تلوار سے لڑائی انسے لڑے یا دغا سے اونکو قتل کرے۔ گوالیار میں بہت سے شیر شاہ کے امرا جو مختلف اضلاع میں مقرر تھے سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اگرچہ بادشاہ کا دل شجاعت خاں سے صاف نہ تھا مگر دولت خاں اجیلا بادشاہ کا منظور دل نشین و محبوب دل پسند تھا وہ شجاعت خاں کا متبنٰے تھا اس کے سبب سے بادشاہ شجاعت خاں پر ظاہری مہربانی بہت کرتا تھا اور اوسکی عزت کرتا تھا کل مالوہ کی حکومت اُسے دے رکھی تھی۔ ایک دن ایک افغان عثمان خاں شراب میں مست شجاعت خاں کے دیوان خانہ میں گھس آیا اور فرش اور گاؤتکیوں پر بار بار تھوکنا شروع کیا جب فراشوں نے اوسکو منع کیا تو اوسنے اونکے خوب گھونسے لگائے ہُن سے غُل شور مچا۔ فراشوں نے شجاعت خاں سے فریاد کی تو اوسنے کہا کہ عثمان خاں نے تین جرم کئے ہیں اول شراب پی دوم دیوان خانہ میں گھس آیا سوم فراشوں کو مارا۔ اسلئے اوسنے عثمان خاں کے دونو ہاتھ کٹوا دئے گوالیار میں بادشاہ سے فریاد کرنے عثمان آیا مگر بادشاہ نے شجاعت خاں کی عالی مرتبگی اور دولت خاں کی نیک خدمات کے سبب سے کچھ اوسے جواب نہ دیا پھر کچھ دنوں بعد شجاعت خاں گوالیار میں آیا تو ایک دن عثمان خاں نے پھر آنکر بادشاہ سے فریاد کی تو بادشاہ نے اُس سے کہا کہ تو پٹھان ہے اپنا انتقام آپ لے لے۔ جب عثمان خاں نے بادشاہ کی زبان سے یہ کلمے سُنے تو وہ انتقام لینے کی تدابیر میں مصروف ہوا۔ شجاعت خاں کو بادشاہ کی اس بات کے سننے سے دل میں بہت ملال ہوا۔ عیسیٰ خاں نے اپنا ایک ہاتھ لوہے کا بنوا یا تھا ایکدن شجاعت خاں بالائے قلعہ سلیم شاہ پاس جاتا تھا اور ہتھیا پھول دروازہ پر پہنچا تھا کہ اوسنے عثمان کو جبکی شکل اوسے یاد تھی ایک دکان میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ یہاں بڑی دیر سے وہ اس کا منتظر تھا اور اپنے ہاتھ کو دوپٹے میں چھپائے ہوئے اور ایک چھوٹی سی تلوار لئے ہوئے بیٹھا تھا۔ شجاعت خاں نے اپنی پالکی کو ٹھیرایا کہ اوسکو کچھ دے اور اوسکا حال پوچھے۔ اوسکو یہ ایک موقع ہاتھ لگا

وہ اسکے پاس گیا۔ ایک تلوار اوس کو لگا کر زخمی کیا وہ فوراً گرفتار ہوا معلوم ہوا کہ اوس نے اوسی ہاتھ سے کہ لوہے کا بنوایا تھا شجاعت خاں کو خفیف سا زخمی کیا اوسی وقت اوس کو مار ڈالا۔ شجاعت خاں زخمی اپنے گھر آیا۔ اور اوسنے یہ جانا کہ بادشاہ کی اغوا سے یہ کام عثمان خاں نے کیا ہے۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوسنے اپنے امرا کو شجاعت خاں کی عیادت کو بھیجا اور کہلا بھیجا کہ میں خود بھی آتا ہوں۔

شجاعت خاں کے سب دوست اور متعلقین یہ جانتے تھے کہ بادشاہ نے اوسے زخمی کرایا ہے اسلئے شجاعت خاں نے اس خوف سے کہ کہیں وہ بادشاہ سے بُری طرح نہ پیش آئیں ایک عرضی لکھی جس میں اپنی قدامت اور حُسن خدمات کا ذکر کیا اور عرض کیا حضور نے میری عیادت کے لئے جو امرا بھیجے میری عزت افزائی کے لئے کافی ہیں بادشاہ عرضی کا مطلب سمجھ گیا۔ وہ ایک دن خود شجاعت خاں کے گھر گیا شجاعت خاں کا بیٹا فتح خاں بڑا شجاع قوی جوان تھا۔ اوسکے تیور بادشاہ کے دیکھنے سے بدلے تو اوسکے دوسرے بھائی میاں بایزید نے اوسکو بادشاہ کی نذر کے اہتمام میں لگا دیا۔ بادشاہ تھوڑی دیر ٹھیرا۔ شجاعت خاں نے نذر دی اور اس بات کی درخواست کی کہ حضور پھر تشریف نہ لائیں اور کچھ اور باتیں بھی رمز و کنایہ میں ایسی کہیں کہ بادشاہ پہلے کی نسبت اس سے دوچند ناراض ہوگیا۔

شجاعت خاں کا زخم تھوڑے دنوں میں اچھا ہوگیا وہ بادشاہ کی خدمت میں ایک دن گیا بادشاہ نے اسے ایک سو ایک گھوڑے اور ایک سو ایک تھان بنگال کے کپڑوں کے عنایت کئے اور نہایت لطف و کرم سے پیش آیا۔ شجاعت خاں نے اس ظاہری محبت و تپاک کو باطنی عداوت پر محمول کیا اور ایک دن بادشاہ کی بغیر اجازت خیمے ڈیرے لاد کر مالوہ کی طرف کوچ کیا۔ بادشاہ اسکی اس حرکت سے بڑے غصے میں آیا اور سپاہ کو مرتب کرکے اوسکے تعاقب میں روانہ ہوا شجاعت خاں سارنگ پور میں پہنچا اور اپنی سپاہ کو معائنہ کرنے لگا تو سپاہ نے یہ خیال کیا کہ اسلام شاہ چلا آتا ہے اسسے لڑنے کا ارادہ ہے مگر شجاعت نے سپاہ سے کہا کہ اسلام شاہ میرا ولی نعمت ہے اور میرے مربی کا بیٹا ہے میں اسسے کبھی نہیں لڑنے کا جن کو یہ خیال ہو کہ میں اس سے لڑوں گا وہ میرے لشکر کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ جب اسلام شاہ سارنگ پور کے قریب پہنچا تو شجاعت خاں بانسواڑہ میں چلا گیا۔ بادشاہ نے مالوہ اس سے لیا اور عیسٰے خاں کو اوجین میں

شجاعت خاں کا بھاگنا اور بحال ہونا

بیس ہزار سوار دیکر متعین کیا اور خود آگرہ چلا آیا۔ شجاعت خاں ان ہیئتیس امرا میں تہا جنکے طفیل سے شیر شاہ بادشاہ ہوا تہا اوسنے باوجود قدرت واستطاعت کے مالوہ کا خیال کچھ نہیں کیا یہ واقعہ ۹۵۴ھ میں ہوا۔

اسلام شاہ اسوقت نیازیوں کی بغاوت کے روکنے میں مصروف تہا اور وہ دوبارہ اونکو سزا دینے کے لئے لاہور گیا۔ دولت خاں اجیلا نے بادشاہ سے شجاعت خاں کی معافی قصور کی سفارش کی بادشاہ نے اسے مان لیا اور شجاعت خاں پہر سلیم خاں کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اسے سارنگ پور اور رائے سین کا قلعہ حوالہ کیا۔ اور بادشاہ کی اجازت سے پہر اپنی جاگیر میں گیا۔ دولت خاں اجیلا بادشاہ کے ساتھ رہا۔ دولت خاں کو اجیلا اسلئے کہتے تہے کہ رات کو بادشاہ اور اوسکے محلوں کے درمیان سڑک پر مشعلیں جلتی رہتی تہیں یہی امیر اپنی شجاعت ذاتی و شرافت خاندانی کے سبب سے سلیم شاہ کا اوس کے اخیر وقت تک دوست رہا۔

مالوہ میں بادشاہ کامیاب ہوا مگر پنجاب میں اسکا لشکر ناکام رہا پنجاب میں ہمایوں اعظم نے مدتوں تک حکومت کی تھی اب تک اسکا رعب داب اس ملک میں چلا جاتا تہا جہلم سے پار اوسکے پاس بہادر اور مستقل آدمیوں کی جمعیت ہوگئی۔ اس جمعیت کو لیکر وہ دہن کوٹ (دین کوٹ) کے قریب خواجہ اویس سے لڑا جسکو سلیم شاہ نے اوسکے روکنے کے واسطے متعین کیا تہا اور اُسکو شکست دی اور سرہند تک ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ اسکا لٹیرا لشکر سارے پنجاب میں پہیل گیا صرف وہ مویشی ہی نہیں لیجاتا تہا بلکہ آدمیونکو اٹہا کر لیجاتا تہا۔ سارے ملک میں اوسنے ایک ہلکہ مچا دیا۔ سلیم شاہ نے فوج لشکر اپنے میر عسکر پاس بہیجا اوسنے پہر نیازیوں کو دہن کوٹ تک بہگایا۔ سمبلہ پر دونو لشکروں میں بڑی لڑائی ہوئی۔ اعظم ہمایوں کو جسکے پاس بیس ہزار سوار تہے شکست فاحش ہوئی اور نیازیوں کی بعض عورتیں گرفتار ہوئیں وہ سب گوالیار بہیجی گئیں۔ بادشاہ نے انکے ناموس کا پاس نہیں کیا۔ اور نیازیوں کے جو اسباب حشمت مثل علم سراپردہ وغیرہ ہاتھ لگا تہا وہ اپنے لشکر کے رندوا باش آدمیونکو دیدیا اور انمیں سے ایک کو اعظم ہمایوں کا دوسرے کو سعید خاں کا تیسرے کو شہباز خاں کا اور علی ہذا القیاس خطاب دیا۔ اور اونکو نقارے دئے تاکہ نوبت کے وقت اپنے دروازوں پر بجائیں۔ یہ لوند نقاروں

[illegible] ۹۵۵ھ

کو علانیہ بجاتے اور علم اور چھتر اور امارات شاہی کو اپنے آگے رکھ کر کہتے کہ سلیم شاہ کو فلاں لڑائی میں ہاتھ لگے ہیں اور اونکی اہانت کرتے۔ ہر شب جمعہ کو فواحش ہندجو دستور کیموافق اسلام شاہ کے سلام کو آتے تو نقیب باآواز بلند کہتے کہ بادشاہ نظر روبرو فلاں خاں نیازی دعا کرتا ہے۔ یہ بات افغانوں کو کہ سب ہم قبیلہ اور ایک جہت تھے بہت شاق وناگوار گذرتی افغانوں میں عورتوں کی ناموس کا بڑا خیال ہوتا ہے ان کو ان عورتوں کی بے ناموس ہونے سے بادشاہ سے دل میں کینہ زیادہ ہوا۔

بادشاہ کا رہتاس پر جانا اور گکھڑوں سے لڑنا

نیازی شکست پاکر دہن کوٹ کو دشمنوں سے نہ بچاسکے نمک سار کوہسار سے گکھروںکی پناہ میں کشمیر کے گرد کے پہاڑوں میں پہیلے۔ اسلام شاہ اس امر کو اپنی سلطنت کی حفاظت وامن وعافیت کے لئے ضروری جانتا تہا نیازی امیر کا نام ونشان باقی نہ رکھے اسلئے وہ اس ملک میں خود ایک قوی فوج لیکر آیا اور رہتاس میں پہنچا۔ اس قلعہ کے پورا بنا دینے میں بڑی کوشش کی اور گہکروں کے مطیع بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ گہکروں کو اپنی آزادی پر فخر تہا خاندان بابریہ سے انکا اتحاد تہا۔ قلعہ رہتاس کو گہکر اپنا خار راہ سمجھتے تھے اس لئے وہ اسکی تعمیر کی تکمیل میں ہر طرح سے سد راہ ہوتے تھے۔ قلعہ پورا بنوانا بڑا کام تہا سلیم شاہ نے ایک حصہ سپاہ کا تو اوسکی تعمیر میں لگایا اور دوسرا حصہ گہکروں کے ساتھ لڑایا۔ گہکروں اور افغانوں کے درمیان دن کو لڑائیاں ہوتیں۔ رات کو چوروں کی طرح گہکر افغانوں کے لشکر میں آتے جو پاتے لیجاتے خواہ عورت ہو خواہ مرد ہو آزاد ہو یا غلام اور اوسکو قید میں بری طرح رکھتے اور بیچڈالتے۔ سلیم شاہ سلطان آدم گہکر کو جو ہمایوں کا بڑا اچہا دوست تہا گرفتار کرنا چاہتا تہا وہ ہاتھ نہ آتا مگر سارنگ سلطان جو گہکروں کا بڑا نامور سردار تہا گرفتار ہوا بادشاہ نے اوسکی زندہ کہال اوتروائی اور اوسکے بیٹے کمال خاں کو قید کرکے گوالیار بہیجا۔ اور اس قوم کے ہزاروں کو بھی ہلاک کیا۔ اس کوہستان کے بہت سے زمیندار بادشاہ کے مطیع ہوئے اور وفادار رہے۔ گوالیار ایک پہاڑی ہو کانگڑہ اور نگرکوٹ کے درمیان جنوب میں داہنی طرف ہے وہاں کا راجہ پرسورام جو سب زمینداروں میں زیادہ معزز تہا وہ بادشاہ کا پکا دوست ہوگیا۔ اس نواح میں تہانونکی نگہبانی کے لئے پانچ قلعے شیرگڈہ۔ اسلام گڈہ۔ اسیرگڈہ۔ فیروزگڈہ۔ مانکوٹ یا مانگڈہ تعمیر کرائے اون کی

عمارات دیکھنے سے تعجب ہوتا ہے وہ ہرگز آدمیوں کی بنائی ہوئی نہیں معلوم ہوتیں بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کے حکم سے جنوں نے بنائی ہیں ان عمارات کے بنانے میں افغان دو سال تک سنگ کشی اور چونہ پزی کرتے رہے۔ بادشاہ کو اون پر ایسی بدگمانی تھی کہ دو برس تک یہ خاک مذلت ان کے سر پر ڈالتا رہا اور جب اونکو چھتری ڈھونے سے مخلصی ہوتی تو گھکڑوں سے اون کو لڑاتا اور اس مدت دو سال میں اونکو ایک پیسا اور جیتل تنخواہ میں نہیں دیا۔ اس سبب سے افغانوں کو روز بروز اُس سے نفرت زیادہ ہوتی جاتی تھی اور اوسکو برا بھلا کہتے تھے۔ اس احوال کے کہنے کی مجال کسی کو نہ تھی محمد شاہ فرملی ایک امیر کبیر خوش طبع وظریف اور ندیم مخصوص گستاخ تھا اوسنے کہا کہ بادشاہ سلامت میں نے کل رات کو خواب دیکھا ہے کہ تین خریطے آسمان سے اوترے ایک میں خاک تھی دوسرے میں سونا تھا تیسرے میں کاغذ۔ انمیں سے خاک تو سپاہ کے سر پر گری اور دفتر کے ہندوؤں کے گھر میں زر پڑا۔ اور بادشاہی خزانہ میں کاغذ رہا۔ سلیم شاہ کو یہ لطیفہ بہت پسند آیا اور وعدہ کیا کہ گوالیار میں مراجعت کرنے پر حساب سپاہ کی دو سال کی تنخواہ کا حساب کرکے ان کو تنخواہ دیدینگے۔ مگر قضا و قدر نے اس حکم کی تعمیل نہیں ہونے دی کہ قضا آگئی۔ اسکا حال آگے دیکھوگے۔ امرا نے اتفاق کرکے ایک آدمی کو جسے اپنی جان کی پروانہ تھی یہ سمجھایا کہ بادشاہ آج اپنی سرخ سراپردہ سے قلعہ مان کوٹ کو معائنہ کرنے جائیگا تو اوس کے پاس فریادی بنکر جانا اور اُسکو قتل کرڈالنا۔ یہ آدمی پہاڑ کی بلندی پر گیا اور ایسی تنگ جگہ پر بیٹھا جہاں سے ایک ہی آدمی گذر سکتا تھا جب بادشاہ اس جگہ آیا تو اوسنے ایک چھوٹی تلوار سے جو اوسنے چھپا رکھی تھی بادشاہ پر وار کیا جس سے اوسکی انگلیوں اور گردن پر نہایت خفیف سا زخم لگا۔ بادشاہ اپنی کمال چستی وچالاکی سے اُس پر غالب آیا اور گھوڑے سے اُترکر اوسکو پکڑ لیا۔ اور تلوار چھین لی۔ دولت خان نے آنکر اس آدمی کو بادشاہ کے ہاتھ سے لے لیا اور عرض کیا کہ حکم ہو تو میں اس آدمی کو مقید کروں۔ بادشاہ نے فرمایا اس مردک کو جلد مار ڈالو معلوم نہیں کہ وہ جھوٹ موٹ کس کس کے نام بتا کے کتنے گھروں میں آگ لگائے۔ اسکے مقید کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہیں اسے مار ڈال۔ اسلام شاہ کی یہ بات نہایت عاقلانہ نیک اخلاقی کی تھی بادشاہ نے تلوار کو منگایا اور امرا کو دکھایا۔ خود بادشاہ اور امرا نے پہچانا کہ وہ اقبال خاں کی تلوار تھی۔ اقبال خاں کو بادشاہ نے اپنی نوازش سے چھوٹے آدمی سے بڑا

اسلام شاہ پر ایک شخص کا حملہ

آدمی کیا تھا اوسکو بلاکر کہا کہ افسوس ہے تونے میری مہربانیوں پر خیال نہیں کیا اب تجھکو قتل کیا کروں مجھے شرم آتی ہے کہ جسپر نوازش کرکے پرورش کی ہو اوسکو میں قتل کروں ادنی نوکری پر تیرا تنزل میں کرتا ہوں۔

نیازیوں کی سرگرمی کا خاتمہ

اس بادشاہ نے نیازیوں کو بالکل استیصال کرنا چاہا۔ اعظم ہمایوں نے جب گکھڑوں کو مغلوب دیکھا تو وہ کشمیر کے کوہستان میں گیا۔ اسلام شاہ شہر کیتالی میں تھا اوسنے کشمیر میں نیازیوں کا تعاقب کرنا چاہا۔ مرزا حیدر والی کشمیر نے نیازیوں کی راہ کو اسلئے بند کردیا کہ اسلام شاہ اس پر مرحمت شاہانہ کرے۔ اعظم ہمایوں نے یہ دیکھکر کہ بادشاہ پیچھے چلا آتا ہے اور حاکم کشمیر نے آگے راہ بند کررکھی ہے تو وہ راجوری میں گیا۔ اسلام شاہ نے اپنی منتخب سپاہ کو لیکر اسکا تعاقب موضع بدوتک ملک نوشیرہ میں کیا۔ یہاں سے پہاڑوں کی تنگ اور دشوار گذار راہوں سے سیالکوٹ کے قریب بن گانوں میں آگیا۔

محمد نذر اور صبر علی جو کشمیر کے بادشاہ کی طرف سے راجوری میں حاکم تھے اونہوں نے سازش کی کہ اعظم ہمایوں کو کشمیر میں لیجاکر مرزا حیدر کو معزول کردیں اعظم ہمایوں نے اور افغانوں سے اس باب میں صلح کی سب نے کہا کہ یہ فتح غیبی ہے ضرور جانا چاہیے مگر اعظم ہمایوں نے پسند نہ کیا اور مرزا حیدر کو ایک خط اپنی حقیقت حال کا لکھا اور امداد کی درخواست کی۔ مرزا حیدر ایک نوجوان فیاض دل تھا اسنے اعظم ہمایوں پاس بہت روپیہ بھیجدیا اور خط کا جواب نہایت اخلاق سے لکھا۔ اعظم ہمایوں کوچ کرکے موضع بزرگ میں آیا۔ جب بے وفا کشمیریوں نے اعظم ہمایوں کی ناکامیوں کو دیکھا تو وہ اس سے منحرف ہوگئے اور اسکے پاس سے بھاگ گئے بعض ان میں سے اسلام شاہ پاس چلے گئے۔ غازی خاں چک مرزا حیدر پاس گیا اور اُسسے کہا کہ افغانوں کی ایک جمعیت کشمیر کی تسخیر کے ارادہ سے آتی ہے اور وہ پرگنہ بالی نال اور لوہ کوٹ اور ماوہ کوٹ میں آن پہنچی ہے عیدی رینا حسین ماگری۔ بہرام چک۔ یوسف چک کو مرزا حیدر نے حکم دیا کہ وہ کشمیریوں کا لشکر لیکر نیازیوں سے لڑیں طرفین میں خوب لڑائی ہوئی۔ اعظم ہمایوں کی بیوی بی بی رابعہ خوب مردانہ وار لڑی اور لائی چک کو اپنی تلوار سے مار ڈالا کشمیری کثرت سے تھے اونہوں نے بے سروساماں افغانوں کو پتھر مار کر پیس ڈالا کسی نیازی کو زندہ نہ چھوڑا۔ دو ہزار کے قریب قتل کیے جیسے نیازیوں نے دو ہزار سنبھلیوں کو قتل کیا تھا

ع ہماں آتش در کام ایشاں بود - اس دیر مکافات میں اونہوں نے سزائے اعمال دست بدست پائی۔ اعظم ہمایوں، سعید لڑائی میں مارے گئے۔ کشمیری فتح پاکر سری نگر میں آگئے - مرزا حیدر نے ان افغانوں کے سر اسلام شاہ پاس بن میں بہیجدیے جنکو دیکھکر وہ بڑا خوش ہوا - اب نیازیوں کی سرکشی کا سر کٹ گیا اور بادشاہ اپنے گہر آیا -

مرزا کامراں ہمایوں بادشاہ سے لڑکر کابل سے بہاگا سلیم شاہ کے پاس اس غرض سے آیا کہ اسکی کمک اور تقویت سے کابل کو پہر لیلے - جب اسلام شاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوسنے ہیمو بقال کو جوان دنوں میں بڑا صاحب اعتبار تہا افغانوں کے ساتھ رہتاس کے پاس اوسکے استقبال کے لئے بہیجا - مرزا کامراں کو اس ذلیل استقبال سے ملال ہوا - اور اپنے آنے سے پشیمان ہوا - باوجود اس کے مرزا کو یہ امید تھی کہ شاید اوسکی تلافی ملاقات میں اسلام شاہ کریگا مگر دربار عام میں اسلام شاہ نے اور رعونیت کی کہ اوسکے روبرو نقیب نے مرزا کی گردن پکڑ کے بٹہیں کیا اور پکار کر کہا کہ بادشاہا نظر کامراں بقدم زادہ کابل دعا میکند - اسلام شاہ نے تکبر کی راہ سے دیکھکر کہا کہ خوش آمدی - یہ سلیم شاہ کی ظاہر داری تھی کہ اسنے اپنے سراپردہ کے پاس مرزا کامراں کے واسطے خیمہ لگوایا - اسپ و سراپا بھجوایا اور کنیزک غلام خواجہ سرا خدمت کے لئے بہیجے کہ وہ اوسکے حال کی جاسوسی کرتے رہیں - مرزا کامراں شاعر بڑا تہا کبھی بادشاہ بلاکر مشاعرہ کرتا تہا - مرزا اس صحبت سے ناخوش تہا - اس تکلف و تواضع سے ایسا عاجز ہوا کہ جان سے بیزار رہا - اور فرار ہونے کے لئے موقع ڈہونڈہتا تہا - افغان اکی ہندی زبان میں ہنسی کرتے تہے جب وہ دربار میں آتا تو کہتے کہ مورد آیا یعنے مرغ آیا - مرزا نے پادشاہ کے روبرو ایک امیر سے پوچھا کہ مورد کسے کہتے ہیں تو اوسنے جواب دیا کہ مرد عظیم الشان کو مورد کہتے ہیں تو مرزا نے کہا کہ اس معنی کر سلیم شاہ خوش مورد اور شیر شاہ خوشتر مورد تہے - یہ سنکر سلیم شاہ نے حکم دیا کہ پہر اس لفظ کو نہ کہنا اور مرزا سے ہنسی نہ کرنا - ایکدن اسلام شاہ نے مرزا سے کہا کہ کوئی شعر ارشاد ہو تو اوس نے یہ شعر پڑہا ؎

گردش گردوں گرد و گردناں را گرد کرد ‏ ‏ ‏ ‏ بر سر صاحب تمیزاں ناقصاں را مرد کرد

سلیم شاہ اسکے فحوا سے کلام کو سمجھ گیا اور اوسنے پوشیدہ موکل مقرر کردے کہ مرزا کو چشم بند رکھیں مرزا نے کسی زمیندار کی معرفت کسی راجہ سے ڈہب لگا کے ڈاک چوکی لگا رکھی تھی - ایکدن

مرزا کامراں کا اسلام شاہ پاس آنا

وہ برقعہ اوڑھ کر بھاگ گیا۔ نگہبانوں نے یہ جانا کہ کوئی عورت جاتی ہے۔ باقی حال ہمایوں بادشاہ کی تاریخ میں پڑھنا۔ اسلام شاہ بن سے دہلی میں آیا یہاں مقیم رہا۔ وہ ایک دن گلے میں جوکیں لگائے بیٹھا تھا کہ خبر آئی ہمایوں کابل فتح کرکے آب نیلاب سے پار ہندوستان میں آگیا ہے سلیم شاہ نے اوسی دم گلے سے جوکوں کو اوتار کر پھینک دیا اور پہلے ہی روز تین کوس کا کوچ کیا۔ توپخانہ ہمیشہ اوسکے ساتھ رہتا تھا مگر اس جلدی میں دہلی کے دہات سے بیل اونکے کھینچنے کے واسطے نہیں جمع ہوئے تھے اوسنے حکم دیدیا کہ آدمی توپوں کو کھینچیں۔ ہر ایک توپ کو ہزار دو ہزار آدمی کھینچتے تھے ؎ اینکہ تو بینی نہ ہمہ مردمند   بیشترے گاؤ و خر بیذ مند

وہ بہت جلد لاہور میں پہنچا۔ ہمایوں کسی ضرورت کے سبب سے اٹک سے پار اُترا تھا مگر جیسا آیا تھا ویسے ہی اُلٹا چلا گیا اوسکا حال آیندہ آئیگا۔

اسلام شاہ لاہور سے گوالیار میں آیا اور یہاں شکار کھیلتا رہا۔ ایک دن وہ نواح انتری میں شکار کو جاتا تھا۔ مفسدوں کی ایک جماعت نے بعض افغان امیروں کے اغوا سے بادشاہ کے سرراہ بیٹھکر اوسکے قتل کا ارادہ کیا۔ عجب اتفاق ہے کہ بادشاہ نے کسی اور راہ سے مراجعت کی۔ یہ جماعت بیکار اور معطل رہی۔ جب حقیقت حال بادشاہ کے کانوں تک پہنچی تو سید بہاؤالدین محمود۔ بداکہ کو کہ سرغنہ فسادتھے قتل کیا۔ اب بادشاہ کو اپنے امرا پر پہلے سے بھی زیادہ بے اعتباری ہوگئی۔ اپنے امرا میں سے جس امیر پر قوت و غلبہ کا گمان ہوتا اوسکو مقید کرتا یا قتل کرتا۔ جس امیر کو دیکھتا کہ سر اوٹھائیگا اوسکی گردن اُڑا دیتا۔ ایک دن اوسنے اپنی منکوحہ مسماۃ بی بی بائی یا بابو سے کہا کہ میں نے تیرے بیٹے کے لئے سلطنت کی راہ صاف کردی ہے مگر تیرا بھائی مبارز خاں خار راہ ہے اگر تو اپنے بیٹے کو دوست رکھتی ہے تو اجازت دے کہ میں اس کانٹے کو دور کروں اور اگر بھائی کو عزیز رکھتی ہے تو بیٹے کی حیات سے ہاتھ دہو اسکی جان کے لئے مبارز خاں کی طرف سے بہت خطرے ہیں اسکا جواب بائی نے یہ دیا کہ میرا بھائی عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتا ہے ساز و نغمہ میں سب وقت لگا رہتا ہے اوسکو بادشاہی سے کیا سروکار ہے۔ ہر طرح سلیم نے اوسکو سب طرح سمجھایا کہ وہ اس بات میں اسکی ہمراہی ہو جائے لیکن اس ناقص العقل عورت نے اوسکے کہنے کو نہ مانا۔ آخر کو پشیمان ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کہ تو جان۔ اسکے عہد سلطنت کا عجیب غریب واقعہ شیخ علائی کا ہے مجملاً

ہمایوں کا ہندوستان میں آنا اور پھر جانا

بادشاہ کی بداعتمادی امرا سے

اسکی تفصیل یہ ہے کہ شیخ علائی کے باپ کا نام حسن تھا اور ملک بنگالہ کے مشائخ کبار میں سے تھا وہ بیانہ میں آیا۔ اور یہاں شیخ سلیم کا خلیفہ اور سجادہ نشین ہوا اور طالبین کو ارشاد اور ہدایت کیا کرتا۔ جب اسکا انتقال ہوا تو اوسکی ساری اولاد میں شیخ علائی زیادہ لایق تھا وہی باپ کا سجادہ نشین ہوا اور ارشاد ہدایت لوگوں کو کرنے لگا۔ اتفاقاً شیخ عبد اللہ نیازی کہ شیخ سلیم چشتی کے نامی اور کامل مریدوں میں سے تھا وہ مکہ معظمہ سے حج کرکے بیانہ میں وارد ہوا یہیں اقامت اختیار کی اور فرقہ مہدویہ کا طریقہ اختیار کیا۔ اس فرقہ کا اعتقاد یہ ہے کہ سید محمد جونپوری مہدی موعود ہے۔ سید محمد کا باپ میر سید خاں تھا اور نویں صدی کے وسط میں وہ جونپور میں پیدا ہوا تھا۔ وہ سلطنت جونپوری کی بربادی کو آثار قیامت میں گنتا تھا اور اس زمانہ میں جو اور واقعات عجیب و غریب وقوع میں آئے اونسے لوگوں کو سمجھاتا کہ قیامت آگئی اور کہتا تھا کہ آسمان سے آواز آئی ہے کہ امام مہدی موعود میں ہوں۔ بہت سے آدمی اوسکے مرید ہوگئے اور مریدوں سے زیادہ دشمن ہوگئے۔ دشمنوں کے ہاتھوں سے تنگ ہوکر گجرات میں گیا۔ یہاں کا بادشاہ سلطان محمود اس کا معتقد ہوا۔ پھر وہ حج کو گیا۔ یہاں سے بھی وہ نکالا گیا۔ پھر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ اور بلوچستان کی راہ سے گجرات میں آتا تھا کہ سنہ ۹۱۱ھ میں سفر آخرت پیش آیا۔ اوسکی قبر باوجود شاہ ایران کی مزاحمت و مخالفت کے زیارت گاہ خلایق ہی۔ عبد اللہ نیازی کی وضع شیخ علائی کو بھی خوش آئی اور اوسکی صحبت پر فریفتہ ہوا اور آباؤ اجداد کا طریقہ ترک کرکے خلایق کو روش مہدویہ کی دعوت کرنے لگا اور شہر کے باہر شیخ عبد اللہ نیازی کے ہمسایہ میں رہنے لگا۔ اسکے معتقدین کی جماعت کثیر اوسکے ساتھ رہنے لگی توکل اور تجرد پر گذران کرنے لگی اور ہر نماز کے وقت وہ قرآن شریف کا وعظ اس فصاحت و بلاغت سے کہتا کہ سامعین کے دل پر سحر کا اثر کرتا۔ اور سننے والے دو کام کرتے کیا سب کام کاج چھوڑ اور دنیا سے منہ موڑ فرقہ مہدویہ کے فقیر بن کر بیٹھ جاتے یا سب معاصی منہیات سے توبہ کرکے سید محمد کا کلمہ بھرنے لگتے اور جو کچھ زراعت تجارت فرقہ سے اونکو پیدا ہوتا اوسکا دسواں حصہ راہ خدا میں نذر کرتے۔ ایسا بہت ہوا کہ بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو اور خاوند نے جورو کو اور بیوی نے خاوند کو چھوڑ دیا۔ اور قناعت اور فقر اختیار کیا۔ اس فرقہ میں نذر و فتوح کا جو کچھ آجاتا اوسکو سب آپسمیں چھوٹے بڑے برابر تقسیم

کرتے اور اگر کچھ نہ آتا تو دو دو تین تین روز صاف گذر جاتے مگر اوسکا اظہار وہ کسی پر نہ کرتے سب وقت سپر و شمشیر و اسلحہ اپنے پاس رکھتے اور شہر و بازار میں پھرتے جس جگہ کسی کو کوئی کام غیر مشروع کرتے دیکھتے اوسکو لطف و مہر سے اول سمجھاتے کہ اس کام کو نہ کر اور اگر وہ نہ مانتا تو پھر جبر و قہر سے اس نامشروع کام سے اوسے باز رکھتے حکام شہر میں سے جو کوئی ان کا رفیق و موافق ہوتا اوسکے ساتھ سلوک کرتے اور جو مخالف ہوتا اوسکا مقدور نہ ہوتا کہ وہ اونکو منع کر سکے یا اونسے مقاومت کر سکے۔ شیخ عبداللہ نیازی نے دیکھا کہ اب خاص و عام سے کام پڑا ہے عنقریب ضرور کوئی فساد برپا ہوگا تو شیخ علائی کو ہدایت کی کہ وہ خدا کے گھر میں حج کرنے جائے۔ مرشد کے کہنے سے وہ ایسی وضع و حالت سے تین سو ستر خانوار کے آدمیوں کو ساتھ لے حج کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ جب وہ جودہ پور کی حدود میں خواص پورہ میں پہنچا تو خواص خاں استقبال کو آیا اور اوسکا معتقد ہوگیا۔ لیکن جب اوسکو فرقہ مہدویہ کی حقیقت پر علم ہوا کہ فساد سے بھرا ہوا ہے تو وہ اس عقیدت سے پھر گیا۔ جب شیخ علائی کو اس حال پر اطلاع ہوئی تو یہ بہانہ بنا کر کہ امر معروف اور نہی منکر کی اطاعت واجبی خواص خاں نہیں کرتا اس سے رنجیدہ ہوگیا اور خواص پورہ سے باہر چلا آیا اور حج کا ارادہ فسخ کیا اور بیانہ میں اولٹا چلا آیا۔ ان ایام میں آگرہ میں سلیم شاہ تخت پر بیٹھا تھا اوسکے بلانے سے شیخ علائی بادشاہی مجلس میں آیا اور رسوم اور آداب جو بادشاہوں کے ہوتے ہیں وہ نہ بجالایا بادشاہ کو سلام مشروع سلام علیک کرکے بیٹھ گیا سلیم شاہ نے علیک السلام بکراہت کہا۔ یہ بات بادشاہ کے مقربوں کو بری معلوم ہوئی ملا عبداللہ سلطانپوری المخاطب بہ مخدوم الملک نے شیخ علائی کے قتل کا فتویٰ تیار کیا تھا سلیم شاہ نے علمائے وقت کو بلا کر اس قضیہ کی تشخیص و تنقیح انکو حوالہ کی۔ سلیم شاہ کے سامنے مجلس مباحثہ منعقد ہوئی۔ شیخ علائی کسی عالم پر غالب نہ ہوا بلکہ مغلوب ہو کر جواب سے عاجز ہوا مگر قرآن کی تفسیر میں آیات کے معانی ایسے بیان کرتا تھا کہ بادشاہ کے دل پر اوس کا اثر ہوتا تھا۔ اوسنے شیخ علائی سے کہا کہ تو اس دعوی باطل مہدویہ سے باز آ میں تجھکو تمام اپنی قلمرو میں بادشاہی محتسب مقرر کر دونگا۔ جو اسوقت تک بغیر میرے فرمان کے امر معروف کرتا تھا بعد ازاں میرے حکم سے تو اسے کریگا۔ مگر اوسکو اس مذہب کا ست ایسا چڑھا ہوا تھا کہ

اوسنے بادشاہ کی بات کو نہ قبول کیا۔ باوجود اسکے سلیم شاہ نے ملا عبد اللہ کے فتوی کے خلاف کیا کہ اوسکے قتل کا حکم نہ دیا قصبہ ہنڈیہ کو جو سرحد دکن میں ہے جلا وطن کیا۔ یہاں کا حاکم بہار خاں جو سلیم شاہ کے عمدہ امرا میں سے تھا اوسکا معتقد ہوگیا۔ شیخ علائی اور کھل کھلا اور اپنے مسائل کو بڑی ٹیپ ٹاپ سے بیان کرنے لگا اسکی طلاقت لسانی کام کرگئی امیران لشکر اور لشکر اوسکے معتقد ہونے لگے۔ پھر ملا عبد اللہ نے بادشاہ کو سمجھا کر شیخ علائی کو یہاں سے طلب کرایا۔ اس مرتبہ بھی بادشاہ نے پیشتر سے بیشتر علماء کو بلا کر اس قضیہ کی تشخیص کے لئے تاکید کی۔ ملا عبد اللہ نے سلیم شاہ سے کہا کہ اے حضرت وہ خود مہدویت کا دعوی کرتا ہے اور مہدی کا تمام روئے زمین پر بادشاہ ہونا مسلمات مذہبی سے ہی پھر تبلائے کہ اس امام کو چھوڑ کر حضور کے ساتھ کون رہیگا۔ سارے لشکر میں بہت سے امیر اب بھی اوسکے گرویدہ ہیں اور بعض عزیز آپ کے خفیہ اوسکے مذہب میں آگئے ہیں۔ احتمال ہے کہ آپ کی بادشاہی میں خلل پیدا ہو بادشاہ ملا عبد اللہ کو صاحب غرض جانکر اوسکی بات پر کان نہیں لگاتا تھا پھر اوسنے شیخ علائی کو بہار میں شیخ بڑہ پاس بھیجدیا یہ شیخ دانشمند اور طبیب کامل تھا اور شیر شاہ اوسکا ایسا معتقد تھا کہ اوسکی جوتیاں سیدہی کرکے اپنے ہاتھ سے اوسکے سامنے رکھتا تھا اور کہتا تھا کہ جو فتوی وہ دیگا اسپر عمل ہوگا۔ بادشاہ پنجاب روانہ ہوا۔ قلعہ مانکوٹ کو تعمیر کراتا تھا۔ شیخ بڑہ نے ملا عبد اللہ سلطانپوری کے موافق فتوی لکھکر قاصدوں کے ہاتھ بادشاہ پاس بھجوایا۔ اس اثنا میں شیخ علائی ان امراض میں مبتلا ہوا جو وبا کی طرح پھیل رہے تھے۔ اس کے حلق میں ایک زخم تھا جس میں کہ ایک انگلی کی برابر بتی جاتی تھی۔ اسپر سفر کی تکلیف کا اور اضافہ ہوا۔ جب شیخ سلیم شاہ کے روبرو پیش ہوا تو اس میں قوت گفتار نہ تھی۔ سلیم شاہ نے اوسکے کان میں چپکے سے کہا کہ تو کہدے کہ مہدی نہیں ہوں تو تو چھوٹ جائیگا مگر یہ اوسنے نہیں قبول کیا۔ بادشاہ مایوس ہوا۔ ناچار اوسنے حکم دیا کہ تازیانے لگائے جائیں۔ تیسرا تازیانہ لگا تھا کہ اوسکی روح نے پرواز کی۔ یہ قضیہ ۹۵۵ھ میں واقع ہوا۔ ذاکر اللہ اوسکی تاریخ ہے۔ شیخ کے مرنے کے بعد اس فرقہ کا اجتماع متفرق ہوگیا۔

اسی زمانہ میں گو بادشاہ نے امیر اور سپاہ کو دو سال کی تنخواہ ملنے کا حکم دیدیا تھا مگر امراء عظام کے غارت کرنے کے سوا کسی اور بات کا خیال لحہ بھر بھی نہیں کرتا تھا وہ امراء

کی سازشوں سے خوب واقف تھا اور اونکو یہ چاہتا تھا کہ ایک جگہ کرکے سزا دے۔ بچائے مگر امرا کو بھی اوسکے ارادہ سے اطلاع ہوگئی تھی اور اونہوں نے آپسمیں اتفاق کر لیا تھا کہ سب ملکر دربار میں کبھی نہ جائیں بلکہ ایک ایک کرکے بے خوف و خطر جاتے۔ سلیم شاہ تو شب و روز اس خیال میں رہتا کہ میں امرا کو کسطرح موت کے پنجہ میں پھنساؤں مگر وہاں مشیت ایزدی اور تھی وہ قلعہ گوالیار میں دفعتہً ایسا بیمار ہوگیا کہ صاحب فراش ہوگیا۔ اب کوئی مورخ اوسکو حبس البول کی بیماری بتاتا ہے۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ اعصاب سفلی میں انصباب مادہ حاد ردیہ سے ایک قرحہ بیمست پیدا ہوگئی تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ ایسا مرض تھا کہ اوسکو کسی کو وہ بتاتا نہ تھا اور اپنے ہاتھ سے گل لگاتا تھا۔ اور روز بروز ضعیف ہوتا جاتا تھا ہذیان ہوتا تھا۔ ایک دن اسنے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو خوب گالیاں دیں جب بادشاہ ہوش میں آیا تو تاج خاں نے کہا کہ آج حضور کی زبان سے وہ کلمات سنے کہ جنکے کہنے کی عادت حضور کو نہ تھی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے تاج خاں مجھکو اپنی قوت پر بھروسا تھا میں نے سب آدمیوں کو مغلوب کیا۔ مگر یہ مرض مجھسے زیادہ طاقتور ہوا وسنے مجھے چیونٹی سے زیادہ ضعیف اور کمزور بنا دیا۔ بی بی بائی کو بلا کر وہی بات اوسکے بیٹے کے باب میں کہی جو پہلے ہم لکھ چکے ہیں بعد ازاں دفعتاً ایک نحیں سنہ ۹۶۱ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اسی سال میں سلطان محمود بادشاہ گجرات اور نظام الملک بادشاہ دکن کا انتقال ہوگیا تھا۔ زوال خسرواں اونکی وفات کی تاریخ ہوئی۔

بادشاہ کی وفات

سلطنت کے اہتمام اور انتظام میں جو کام اسلام شاہ نے کئے ہیں اُنسے جو اوسکے خصائل ظاہر ہوتے ہیں وہ ان خصائل سے بہتر ہیں جو مورخوں نے بیان کی ہیں۔ اس میں سب مورخوں کا اتفاق ہے کہ اوسکی جسمانی قوت خلقی بہت زیادہ تھی اور اوسکو اپنی ورزش جستی و چالاکی سے اسنے اور زیادہ بڑھا لیا تھا۔ اب کوئی مورخ لکھتا ہے کہ اوسکو علم سے بہرہ کافی تھا کوئی اوسکو ناخواندہ بتاتا ہے مگر اسمیں شبہ نہیں کہ اوسکے حافظہ میں فارسی اشعار کا خزانہ بھرا ہوا تھا۔ اور امرا کے ساتھ مشاعرہ کرتا تھا۔ لطیفے خود کہتا اور اوروں سے لطیفے سنتا اور خوش ہوتا علما اور صلحا و مشائخ کی صحبت پسند کرتا اور اونکی ایسی قدر کرتا جسکی مثال ہم نیچے لکھتے ہیں کہ ایک روز ملا عبد اللہ سلطانپوری سامنے سے آتا تھا کہ اسنے امرا سے کہا کہ بابر کے پانچ بیٹے تھے انمیں سے چار ہندوستان سے خارج ہوگئے

خصائل اسلام شاہ و انتظام سلطنت

پانچواں یہ ملا عبداللہ ہے اسپر امرا نے عرض کیا کہ اس فتنہ پرداز کو کیوں حضور نے نہیں خارج کیا تو اوسنے کہا کہ اوس سے بہتر کوئی آدمی مجھے نہیں ملتا جو اسے نکالوں جب وہ آیا تو اسے تخت پر بٹھایا۔ اور ایک تسبیح مروارید قیمتی بیس ہزار روپیہ کی جو اسوقت آئی تھی اوسکو دی۔ شیخ سلیم چشتی اور شیخ نظام بدایونی اوسکے امام تھے۔ اوسکو اپنے باپ کی طرح ملک بڑہانے اور قانون بنانے اور رعایا کو آرام پہنچانے اور شان و شوکت دکہانے کا شوق تھا۔ ہمیشہ ایک بڑی سپاہ رکھتا تھا جسمیں سوار کثرت سے ہوتے توپخانہ اسکا درست اور مرتب رہتا اور سارا سامان اسکا موجود ہوتا۔ قواعد کا سخت پابند سپاہ کو رکھتا گو وہ سپاہ کو نہایت آزردہ رکھتا مگر اور رعایا کو آسودہ رکھتا اور نیک سلوک کرتا اسکا عمل اپنے باپ کے اس اصول پر تھا کہ کسی طرح کمزور کو زور آور نہ ستا سکے۔ پرگنے میں جو پہلے قانونگو رہتے تھے اور حساب کتاب اسکا لکھا کرتے تھے اونکو اوسنے یہ حکم بھی دیدیا کہ وہ رعیت کی اور زراعت اور فصل کی پیداوار کی اور جرائم اور خطاؤں کی کیفیتیں لکھکر بہیجا کریں وہ عاقل اور تیز ہوش تھا۔ بہت ہی کم ایسے بادشاہ ہوتے ہیں کہ ملکی اور جنگی دونوں کاموں کے ماہر ہوں عدالت کے کام اور ملک میں عمدہ انتظام کرتے ہوں مدبر ہوں میدان جنگ میں سپاہ کو لڑانا جانتے ہوں سلیم شاہ ان دونوں کاموں کو جانتا تھا۔ وہ رفاہ عام کی عمارات کی تعمیر میں فیاض تھا۔ خیرات کے کاموں میں دریا دل۔ جو زمینیں کہ اوقاف کیلئے دی گئی تھیں سب کو بدستور قائم رکھا۔ اُسنے اپنے باپ کی سرائونکو بدستور قائم رکھا بلکہ باپ کی دو دو سرائوں کے بیچ میں ایک اور سرا کو بنوا کے اضافہ کیا۔ ہر ایک سرا میں مسجد و کنواں بنوا دیا اور موذن اور سقہ مقرر کردیا۔ ڈاک چوکیوں میں گھوڑونکو زیادہ کیا اور اوسکی وسیع سلطنت میں سے ہر مقام کی خبر اوسکو جلد پہنچا کرے۔ ہر روز ڈاک میں اس پاس ستارگانو (ڈھاکہ) کے تازے چانول آتے اور کچھ ململ آتی۔ شیر شاہ کی عہد میں یہ قاعدہ تھا کہ لشکر شاہی میں ایک خیرات خانہ رہتا تھا۔ اب اوسنے اس قاعدہ کو بدل دیا اور ہر سرا میں ایک خیرات خانہ جاری کیا۔ جس میں کنگالوں فقیروں کو ہر روز اتنا ملا کرتا کہ وہ سیر اور آرام سے رہتے اور شیر شاہ کے دستور کے موافق ہر سرا میں ہندو مسلمان مسافروں کیلئے خواہ وہ فقیر ہوں یا غنی کچا پکا کہانا ملا کرتا۔ اول اسکا بڑا مقصد یہ تھا کہ اپنے بڑے بہائی وعدید اس سلطنت کو مٹا کر میں تخت سلطنت پر بیٹھ جاؤں جب یہ مقصد پورا ہوا تو اوسکو یہ خیال ہوا کہ ان امرا عظام کے

اقتدار اور اختیار کو گھٹاؤں جو دعویدار تخت ہوتے ہیں - اوس کے باپ کی پولیسی اور تدبیر بالکل اوسکے برعکس تھی وہ اپنی فراست و ذہانت و لیاقت کے زور سے اپنی بزرگی اور محبت امرا کے دلوں میں بٹہا کے اونکی قوت اور لیاقت سے اپنی سلطنت کی قوت بڑہاتا تھا یہ امرا سے لڑکر اونکو اپنا دشمن بناتا اور اپنی سلطنت کی طاقت گھٹاتا - اسلام شاہ تخت نشینی سے پہلے بہت سی لڑائیاں لڑا تھا اور ان میں جو اوسنے اپنی تدابیر سے کامیابیاں حاصل کیں تھیں اسے معلوم ہوتا ہی کہ وہ بڑا صاحب لیاقت فراست کیاست تھا معمولی بادشاہوں میں سے نہ تھا ابوالفضل نے ان باپ بیٹوں کا نیکی کے ساتھ ذکر نہیں کیا - روباہ بازی اور گریزی کا الزام ہرجگہ لگایا ہے اسکو بھی اپنی لیاقت کے منوانے میں مجبور کیا ہے کہ آخر کو اوسنے یہ لکھا ہے کہ سچ یہ ہے پدر و پسر (شیر شاہ و سلیم شاہ) اسباب و روزگار کے انتظام میں سلیقہ موافق رکھتے تھے افسوس ہے کہ اونہوں نے حرام نمکی اور کافر نعمتی میں اپنی زندگی بسر کی اگر یہ دونوں شخص حضرت شاہنشاہ ہمایوں کے ملازم ہوتے تو باپ کو بارگاہِ معلی کی خدمت سپرد ہوتی اور پسر کو سرحدوں کا اہتمام سپرد ہوتا تو البتہ مراحم خسروانی کے مستحق ہوتے اور خدمات شائستہ کے بجالانے سے اونکی زندگی وہ ہوتی جسکو بزرگان دانش حیات کہتے ہیں ایسے کارکنوں کے لئے ہمایوں جیسا کارفرما چاہئے تھا ریاست عامہ جو حرام نمکی سے ہاتھ آئے دانایان کارشناس کے نزدیک قابل نفریں ہی اور اوسکے ساتھ جینا ہزاتب مرنے سے بدتر ہے - یہ ابوالفضل کی چینذ ہے کہ وہ شیر شاہ اور سلیم شاہ کو نمک حرامی کا الزام لگاتا ہے - بابر نے پانچ برس ہندوستان میں دخل رکھا تھا ہمایوں اس کے بعد تخت پر بیٹھا تھا - افغانوں کی پہلے سے سلطنت چلی آتی تھی اگر افغانوں نے ہمایوں سے اپنی سلطنت لے لی تو انپر نمک حرامی اور بغاوت کا الزام نہیں لگ سکتا - تاتاریوں سے کہیں زیادہ افغانوں کا حق سلطنت تھا -

اسلام شاہ سلطنت کا انتظام ضوابط و قواعد کے ساتھ چاہتا تھا - وہ اپنی ذات خاص کے تمام اختیارات کے مرکز بنانے میں کوشش کرتا تھا - اوسنے تمام امیروں سے جنگی ہاتھی چھین لئے اور بار کشی کے لئے ایک کمزور ہتھنی کی رکھنے کی اجازت دی - اسنے حکم دیدیا کہ سراپردہ سرخ اسکی ساتھ مخصوص رہے کوئی اور نہ لگانے پائے - اوسنے تمام ولایتوں کو خالصہ بنالیا یعنے ان سب کا محصول خود لینے لگا،

جاگیروں میں تقسیم ہونے کا قاعدہ موقوف کر دیا۔ شیر شاہ کے زمانہ میں داغ کا دستور تھا یعنی گورنمنٹ سے گھوڑے دیے جاتے تھے اور انپر داغ لگتا تھا کہ اُن کی شناخت کیجائے اور سپاہیوں کی تنخواہ میں جاگیریں دی جاتی تھیں اسکے بجائے اس نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ سپاہیوں کی تنخواہ زر نقدی دیجائے اسکی مملکت کے ہر حصہ سے کل معاملات دینی و ملکی و مالی کی رپوٹیں ہر روز باقاعدہ اس پاس آتی تھیں اور اُن میں بالکل مفصل حال لکھا ہوا ہوتا تھا کہ وہ سپاہی و رعیت و سوداگر اور طوائف دیگر میں سے کس سے متعلق ہیں بادشاہ ان اطلاعوں پر اپنے حکم نامے لکھکر ہر طرف روانہ کرتا۔ ان حکموں کے لیے نہ قاضی سے پوچھتا نہ مفتی سے نہ یہ خیال رکھتا کہ وہ شرع کے موافق ہیں یا نہیں۔

اس نے اپنی سپاہ کو اس طرح تقسیم کیا کہ ۵۰۔ ۲۰۰۔ ۲۵۰۔ ۵۰۰ کے چھوٹے چھوٹے گروہ بنائے اور ۵۰۰۰ و ۱۰۰۰۰ و ۲۰۰۰۰ آدمیوں کے بڑے گروہ۔ چھوٹے گروہوں میں ہر پچاس سپاہیوں پیچھے ایک منشی فارسی کا اور دوسرا ہندی کا مقرر کیا۔ بڑے گروہوں میں ایک گروہ دار یعنی افسروں میں مقرر کیا۔ سپاہ کے مقدمات قاضی اور مفتی نہیں فیصلہ کرتے بلکہ ایک افغانی منصف اور ایک ہندوستانی منصف یا امین اس نے سنار گانو کی حدود سے لیکر بنگال کی حد تک اور بنگال کی حدود سے کابل کی سرحد تک اپنی سپاہ کی چھاؤنیاں ڈالیں۔ ایک ایسی سپاہ کو اپنے پاس وہ رکھتا تھا جس سے ہمیشہ اُمرا ڈرتے رہیں۔

ہر جمعہ کو پنجہزاری۔ دہ ہزاری۔ بست ہزاری امرا ایک بلند خیمہ کھڑا کرتے اور کرسی اس کے اندر بچھاتے اور کرسی پر ایک کشتی میں بادشاہ کی جوتیاں اور تیر و کمان رکھتے یہ دونوں چیزیں سردار کو پہلے دی جاتی تھیں) پھر سب سے اول لشکر کا سپہ سالار پھر منصف اور امرا بہ ترتیب کرسی کے آگے سر جھکاتے اور ادب سے اپنے اپنے متعین جگہ پر بیٹھ جاتے اور دبیر آتا اور بادشاہی حکمنامے کو کہ اسکی بند کاغذ کے پاس سے کچھ کم و بیش ہوتے وہ مفصل پڑھتا اور جو مسئلہ مشکل ہوتا اُسکی تمام شقوں اور انواع کے لیے ہدائتیں اور حکم نامے ہوتے سب امرا اس حکم پر عمل کرتے اگر کوئی امیر ان احکام کے خلاف کام کرتا تو دبیر اُسکی اطلاع بادشاہ کو کرتا۔ بادشاہ مجرم کو سزا کا حکم بھیجتا۔ یہ ضابطہ سلیم شاہ کی آخر عملداری تک جاری رہا۔

فیروز شاہ بن سلیم شاہ

جب سلیم شاہ کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹے فیروز خاں کو امرا نے تخت سلطنت پر بٹھایا اور فیروز شاہ کا خطاب دیا اور سکہ و خطبہ اُس کا جاری کیا۔ مگر مبارز خاں بن نظام نے جو شیر شاہ کا بھتیجا اور سلیم شاہ کا چچیرا بھائی اور سالا تھا اُس نے تیسرے روز اُس کم عمر بادشاہ کی عمر تمام کی۔ ہم نے لکھا ہے کہ سلیم شاہ نے اپنی زندگی میں اور موت کے دن اپنی بی بی بائی بانو کو سمجھاتا تھا کہ اگر تجھکو بیٹا عزیز ہے تو اپنے بھائی کے مار ڈالنے کی اجازت دے اور اگر بھائی عزیز ہے تو بیٹے کی جان سے ہاتھ دھو جس کا جواب بی بی یہ دیتی تھی کہ میرے بھائی کو سلطنت کا کب خیال ہے۔ وہ ناچ گانے کا عاشق ہے عیش و عشرت سے کب اسے فرصت ہے اس پر بادشاہ بی بی کو لعنت و ملامت کرتا اور کہتا کہ کیوں اپنے بیٹے کے حق میں کانٹے بوتی ہے۔ یہ اُس کا کہنا سچ ہوا کہ سوم کا دن تھا کہ جلاد ماموں معصوم بھانجے پر تلوار سونت کر چڑھ آیا۔ بھائی کے آگے بہن ہاتھ جوڑتی تھی ناک رگڑتی تھی۔ پیروں میں گرتی تھی۔ آہ و نالہ گڑگڑا کر کرتی اور کہتی کہ خدا کے واسطے میرے اس ننھے سے بچہ کو نہ مار۔ میں اسے لیکر ایسی جگہ دور لیجاؤنگی کہ کوئی اس کو نہیں جانے گا۔ وہ بادشاہی کا نام بھی نہیں لیگا۔ تو اس کو مار نہیں کہیں قید خانہ میں ڈال دے۔ مگر اس سنگدل نے ایک نہ سنی اور اس بچہ کو ماں ہی کی گود میں مار ڈالا تین دن وہ بھی سلطنت کر گیا سنہ ۹۶۰ھ ۱۵۵۳ میں مبارز خاں تخت پر بیٹھا۔ اگرچہ سلیم شاہ کی بڑی بداخلاقی معلوم ہوتی تھی کہ وہ بہن سے بھائی کے مارنے کی اجازت مانگتا تھا مگر جو بھائی نے کام کیا اُس سے اُسکی بداخلاقی کا دھبہ مٹ گیا۔

ذکر سلطنت محمد شاہ سور مشہور بہ عدلی

مبارز خاں نے بادشاہ ہو کر اپنا خطاب محمد شاہ عادل رکھا۔ مگر عوام الناس نے الف کو اُڑا اور یائے تانیث لگا کر عدلی کہنا شروع کیا اور پھر بادشاہ کے جو اندھا دھند کام دیکھے تو اندھلی (نابینا) نام مشہور کیا۔ یہ بادشاہ جاہل علم سے بیزار نہایت نابکار نا کار احمق ستم شعار ناحق پرست اور باجیوں کا یار تھا۔ سوا ان عیبوں کے دل کا بھی بودا تھا۔ اس بادشاہ نے

محمد تغلق شاہ کی فیاضیاں سُن رکھی تھیں۔ جیسا اُسکا ہم نام بنا تھا ایسا ہی فیاضی میں اس کا ہم پلہ بننا چاہتا تھا۔ خزانہ کے مُنہ کھول دئے اور خلقت میں روپیہ لٹانا شروع کیا تاکہ خلقت کو اپنا دوست بنائے۔ جب شہر کے بازاروں میں اُس کی سواری جاتی تو تیروں کی پیکاں ایک تولہ سونے کے بنا کے خانہ کمان میں رکھکر چاروں طرف پھینکے جاتے۔ جن آدمیوں کے گھر میں تیر جاتے وہ یا اور کوئی اُن کو اُٹھا کر لاتا تو وہ تیر دس روپیہ کو مول لیا جاتا۔ وہ خزانہ جو باپ نے برسوں کی محنت میں جمع کیا تھا وہ چند روز میں اُڑا اُڑا دو بیٹھ رہا۔ جب خزانہ یوں لٹا چکا تو یہ ارادہ کیا کہ امیروں کی جاگیروں کی ضبطی پیچھے اور گلچھرے اُڑائیے۔

جب سے بادشاہ ہوا پاجیوں کو بڑے بڑے عہدے دئے۔ وزارت و وکالت کا عہدہ شمشیر خاں کو جو شیر شاہ کا غلام اور خواص خاں کا چھوٹا بھائی تھا اور دولت خاں لوحانی کو مفوض ہوا۔ ہیمو بقال کو مطلق العنان کر کے جمیع مہمات ملکی و مالی کا مالک کیا۔

افغان ان تقررات اور ہیمو بقال کے اختیارات سے جلے بیٹھے تھے۔ جاگیروں کے تغیرات کا خوف کر رہے تھے۔ اُنھوں نے سلطنت کے اول ہی مہینے میں ہر طرف فساد اُٹھانے کا ارادہ کیا ایک دن کا ذکر ہے کہ گوالیار کے دیوان خانہ میں بادشاہ دربار عام کر رہا تھا اور جاگیریں تقسیم ہو رہی تھیں کہ اُس نے حکم دیا کہ محمد شاہ فرملی کی جاگیر قنوج سرمست خاں سروانی کو دیجائے محمد شاہ فرملی کا بیٹا سکندر خاں جوانی کے زوروں میں چڑھا ہوا تھا وہ اس تغیر جاگیر سے غصے کے مارے آپے میں نہیں رہا بے ساختہ کہنے لگا کہ خدا کی قدرت اب ہماری نوبت یہانتک پہنچی کہ ہماری جاگیریں سروانیاں سگ فروش کو ملنے لگیں۔ اس وقت اس کا بوڑھا باپ بیمار تھا اس نے بیٹے کو غصہ سے روکا تو اُس نے باپ سے کہا کہ ایک دفعہ شیر شاہ نے تجھے لوہے کے پنجرے میں قید کیا تھا مگر سلیم شاہ کی سفارش سے بچ گیا تھا۔ اب تجھکو یہ افغان سور قتل کرنا چاہتے ہیں مگر تو اس بات کو نہیں سمجھتا وہ تجھے مارینگے۔ ہم کیوں اُن سے ایسے دبیں سرمست خاں بڑا قوی ہیکل جوان تھا۔ اس نے اس نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھکر کہا کہ بیٹا اتنا غصہ۔ اس بہانہ سے وہ اس کو گرفتار کرنا چاہتا تھا مگر وہ سر پھرا جوان بات کو پا گیا۔ ایک خنجر کا ہاتھ ایسا صحیح کیا کہ سرمست خاں ستون کی طرح لڑکھڑا کر گرا اور وہیں ڈھیر رہا۔ اس شورش عام میں بادشاہ تخت سے کود کر

محل سرا کی طرف بھاگا۔ سکندر بھی اس کے پیچھے چلا گیا۔ مگر بادشاہ کو بیداوسان آگئے کہ اُس نے دروازہ بند کر لیا اس لیے موت کا دروازہ اُس پر نہ کھلا۔ اکثر امرا عدلی کے ایسے حواس باختہ ہوئے کہ دیوانخانہ میں تلواروں کو چھوڑ کر فرار کی راہ بھی بھول گئے۔ سکندر دو گھڑی تک دیوانہ وار اِدھر اُدھر پڑا پھرا۔ جو سامنے آیا اُسے قتل کیا۔ سترہ آدمیوں کا خون اپنی گردن پر لیا۔ آخر کار ابراہیم سور کہ عدلی کا بہنوئی تھا ایک جماعت لیکر اس پر ٹوٹ پڑا اور تلواروں کے مارے اس کا قیمہ قیمہ کر دیا۔ محمد شاہ فرملی کو دولت خاں لوحانی نے مار ڈالا اسی روز تاج خاں کہ سلیم شاہ کے امرا عظام میں سے تھا دیوان خانہ سے باہر جاتا تھا راہ میں محمد شاہ فرملی سے اس کے گھر کے قریب ملاقات ہوئی اُن سے احوال پوچھا اُس نے کہا کہ حالت کچھ اور ہو گئی ہے میں نے اس خانہ سے پاؤں نکال لیا۔ تو بھی میرے ساتھ موافقت کر محمد شاہ نے اُس کو قبول نہ کیا سلام علیک کہکر دیوانخانہ میں عدلی پاس گیا وہاں جان جانی تھی گئی۔ تاج خاں بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ کو جب اُس کے جانے کی خبر ہوئی تو اُسکے پیچھے قوی فوج روانہ کی اور خود بھی جانے کا ارادہ کیا۔ اُسکی فوج نے چھبرامؤ پر تاج خاں کی سپاہ کو جا لیا اور لڑ کر شکست دی۔ تاج خاں چنار کو بھاگ گیا۔ رستہ میں جو خالصہ شاہی کے عمال تھے اُنکو پکڑ دھکڑ سارا اسباب نقد و جنس اُن سے چھین لیا۔ اور بادشاہ کے سو ہاتھی جو چرتے تھے اُن کو پکڑ کر لے گیا اور اپنے بھائیوں عماد خواجہ الیاس اور سلیمان سے جا ملا وہ خواص پور ٹانڈہ میں اور دریا رگنگ کے پرگنوں میں حاکم تھے۔ اور اور بہت سے افغان بادشاہ کے ساتھ بے مہری میں شریک تھے اُنھوں نے بادشاہ سے کھلی بغاوت اختیار کی۔

اس اثنا میں عدلی گوالیار سے چنار میں اپنا خزانہ لینے کے لیے آگیا تھا وہ اُن باغیوں کے دھمکانے کے لیے آگے بڑھا۔ دریائے گنگ کے مقابل کے کناروں پر دونوں سپاہیں آمنے سامنے آئیں اور کچھ دنوں بغیر لڑائی کے پڑی رہیں آخر کو ہیمو نے جس پر عدلی کو بہت اعتبار ہو گیا تھا یہ درخواست کی اگر مجھے چند فیل اور سپاہ عنایت ہو تو میں دریا پار جا کر دشمنوں کو پامال کر دوں۔ عدلی نے ہیمو کی درخواست کو منظور کر لیا اور جو سپاہ اور ہاتھی لیکر دریا کے پار اُتر کر افغانوں سے لڑا اور اُن کو شکست دی اور فتح کامل پائی۔ تاج خاں اپنی خوش نصیبی سے بنگالہ کو بھاگ گیا جہاں مدتوں کے بعد بادشاہ ہوا خلاصہ یہ کہ ہیمو کامل الفضل ہر ہنر میں کامل تھا کہ وہ اپنی قوت بیان اور قلم کے زور سے سلطان

۹۶۱ھ

تیمور یہ کے بیٹوں کے چہروں کو ایک خوشنما پھول بنا دیتا تھا اور اُس کے دشمنوں کی خوبیوں کے شگفتہ گلوں کو بدنما داغ دکھا دیتا تھا۔ چنانچہ ہیمو جیسے لائق اور ہوشیار دانشمند کا حال اس طرح اکبرنامہ میں لکھتا ہے کہ لے بدائع قدرت الٰہی کے دیکھنے والو ذرا اپنی نظر دوڑاؤ اور ہیمو کے احوال سے عبرت پکڑو وہ ظاہر میں نہ حسب رکھتا تھا نہ نسب صورت سے بہرہ رکھتا تھا نہ سیرت سے نصیبہ یقینی ایزد بیچوں نے اُس کو کسی کمال معنوی کے سبب سے جو بالغ نظروں کی دیدہ وری سے پوشیدہ تھا اس درجہ بلند پر پہنچایا یا بدکاروں کے سزا دینے کے لیے بدکار تر کو متعین کیا۔ یہ بدقیافہ کوتاہ قد دراز اندیشہ ریواڑی میں کہ قصبات میوات سے ہے ذلیل بقالوں میں سے تھا۔ اُس کی ذات ڈھوسر تھی جو بنیوں میں اُن کی سب ذاتوں سے گئی گزری ہے۔ وہ سر پر نمک دھرے گلی گلی نمک لو نمک لو کہتا پھرتا تھا پھر وہ بلطائف الحیل سرکار سلیم خاں کے بقالوں میں منسلک ہو گیا (جس کو بازار میں کچھ پولس کے اختیارات بھی ہوتے ہیں) اور مکاری کے کارنامے دکھا کر بدگوئی اور کاردانی سے سلیم خاں کا روشناس ہوا اور اُس کے نوکروں میں داخل ہوا۔ وہ ہمیشہ آدمیوں کو بلا میں مبتلا کرتا۔ ظاہر میں وہ دکھاتا کہ میں اپنے صاحب کے لیے دولت خواہی کرتا ہوں اور باطن میں وہ اپنے لیے اخذ و جبر کا بازار گرم کرتا اور مظلوموں کے مال سے اپنے گھر کو ظاہری رونق دیتا۔ وہ اپنے آقا کے لیے اسباب مال کیا سرانجام دیتا تھا اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارتا تھا۔ یہاں بزرگان دین اور بادشاہ بڑی غلطی کرتے ہیں۔ اس گروہ کو شغف بہت سے ہوتے ہیں اور وہ آدمیوں کے احوال کے جویا رہتے ہیں آدمیوں کے مخفی احوال دریافت کرنے کے لیے اور بدکاروں کے سزا دینے کیواسطے وہ بدذات سخن چینوں کو اپنے پاس جگہ دیتے ہیں اگرچہ اپنے دل میں وہ عہد کرتے ہیں کہ ان آدمیوں کی باتوں میں آ کر کسی نیک اندیش و دولت خواہ آدمی کے عرض و ناموس کا قصد نہ کرینگے مگر یہ طائفہ ظاہر آرا اور خراب باطن دقت کوتاہ اپنے فائدے کے واسطے چرب زبانی سے دولتخواہوں کا قصد کرتے ہیں اور یہ طبقہ علیہ کبھی کبھی افزونی مشاغل کے سبب سے اپنے عہد سے غافل ہو کر ان بدنہادوں کی گفت و گو کے سبب سے اپنے دولت خواہوں سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور اپنی دولت کی بنیاد کو آپ اکھیڑتے ہیں۔

تھوڑے دنوں میں اس بدنہاد ہیمو نے ملکی اور مالی مہمات میں کمال غلط نمائی سے سلیم خاں

خاطر میں جاے گی اور اکثر مہمات ملکی اور مالی میں دخل پیدا کیا جب سلیم خاں کا پیمانہ عمر پر ہوا۔ ہندوستان کے بتہ کاروں کی ریاست عدلی کو ملی تو اُس کو کارجہاں سے بے خبر دیکھکر جمیع کارخانہ حکومت کو خود ہیمو نے لے لیا اور امارت عظمی کو پہنچ گیا اور بادشاہ براے نام رہ گیا۔ وہی اپنے اختیار سے افسروں کا عزل و نصب کرتا اور جاگیروں کو لیتا دیتا اور اپنی دوربینی سے شیر خاں و سلیم خاں کے خزانوں اور فیل خانوں کو اپنے ہاتھ میں رکھتا اور ان اندوختوں کے پراگندہ کرنے میں بے محابا دست دراز کرتا۔ پست فطرت بندہ زر معاملہ تاہم اُس کی پرستش کر کے رواج کار میں اُسکے سعی کرتے کچھ دنوں راے کے خطاب کی نسبت پر نخوت رہی۔ پھر راجہ ہیموا اور راجہ بکرماجیت کی ہم نامی پر فخر کرتا رہا۔ تہی مغزی اور کوتہ حوصلگی سے یہ بزرگوں کا نام اپنا نام رکھا۔ دوراندیشی سے عدلی کے نام پر بادشاہی کو قائم رکھا اور اُس کے مخالفوں سے لڑائیاں لڑا۔ اپنی جرارت و جسارت سے جنگ میں فتحیاب رہا۔ اور ہر اسم پیکار میں اُس سے شگرف کارنامے ظہور میں آئے۔ شجاعت اور کامیاب ہونے میں وہ خلقت میں مشہور ہو گیا رفتہ رفتہ اُس کی جرارت اور جلادت کی نوبت یہ پہنچی کہ وہ حضرت شہنشاہ اکبر سے لڑنے آیا۔

سچا حال اُس کا یہ ہے کہ ہیمو نے اپنی عقل دوراندیش سے اپنے تئیں ادنی درجہ سے اعلی درجہ پر پہنچایا وہ بڑا ابدتر اور سپہ سالار تھا۔ اُس نے اس نالائق بادشاہ کی سلطنت کو نہایت نازک وقتوں میں سنبھالے رکھا سارے امرا اُس سے نفرت و حسد کرتے تھے اُس کو حقیر جانتے تھے۔ اُسکو کافر بے دین جانکر مسلمان عداوت کرتے تھے اور اُسکے اقتدار اور اختیارات کے سدراہ ہوتے تھے۔ اُس نے افغانوں کی سلطنت کو بہت دنوں خوفناک دشمن خاندان تیمور کے مقابل میں سنبھالے رکھا۔ گو وہ صورت میں بھونڈا کوتاہ قد تھا کبھی اُس نے تلوار ہاتھ میں نہیں لی۔ گھوڑے پر چڑھ نہیں سکتا تھا۔ چوڈول میں بیٹھکر یا ہاتھی پر چڑھکر میدان جنگ میں جاتا تھا۔ ان نقصوں کے باوجود وہ ایسا بہادر شجاع و خوش اقبال تھا کہ بائیس لڑائیوں میں اپنے بادشاہ کے لیے فتح پائی جنمیں سے جانب مخالف میں وہ افغان امیر تھے کہ داعیہ سلطنت رکھتے تھے اور ان سب پر غلبہ پایا اور ہر قسم کے آدمیوں میں اُس کی شجاعت اور عمدہ سپہ سالار ہونے کی شہرت ہو گئی۔

شاید عدلی کی یہ نہایت عمدہ پولیسی تھی کہ اُس نے ایک ہندو کو اپنا وزیر بنایا تھا جس کو سارے

ابراہیم خاں کی بغاوت

افغان حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ زمانہ ایسا تھا کہ اگر وہ اپنی قوم میں سے کسی امیر اعظم کو اپنا وزیر مقرر کرتا تو ضرور وہ اول سلطنت سے معزول کرنے میں تدبیر کرتا۔ ہیمو کے وزیر مقرر کرنے میں یہ خوف نہ تھا کہ وہ اپنے مربی کے تخت پر بیٹھنے کا ارادہ کرتا۔

شیر شاہ کا چھوٹا بھائی نظام خاں تھا اُس کے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں یہ عجب اتفاق ہے کہ بیٹا بھی اور تینوں داماد بھی اُس کے بادشاہ ہوئے۔ بیٹا تو یہی محمد شاہ عدلی تھا۔ ایک داماد سلیم شاہ تھا۔ دوسرا ابراہیم سور تیسرا اسکندر سور۔ سلیم شاہ کی بادشاہی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور ابراہیم سور اور سکندر سور کی بادشاہی کا ذکر آگے آئیگا۔ اگرچہ ہیمو کی شجاعت نے تاج خاں کی لڑائی کی سرکشی کو دبا دیا۔ مگر بغاوت کا بازار تو چاروں طرف گرم تھا۔ اور فتنہ کچھ نیند لیکر نہیں اُٹھا تھا کہ پھر اُس کے سونے کا ارادہ ہوتا وہ بہت سو کر اٹھا تھا۔ عدلی سے سب امیر بیزار تھے۔ صوبوں میں حاکم بڑے صاحب قدرت تھے جنکے اختیار میں قوی سپاہ تھی۔ عدلی ان سب امیروں کو اپنا دشمن جان سمجھتا تھا۔ اس کو ابراہیم خاں پر باغی ہونے کا شبہ ہوا۔ اُس نے اُس کی گرفتاری کا قصد کیا۔ عدلی کی بہن ابراہیم خاں سور کی بیوی تھی۔ جب اُس کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے اپنے خاوند کو لکھ بھیجا کہ بھائی کا ارادہ تیری گرفتاری کا ہے۔ ابراہیم یہ خبر پاکر چنار سے لباس بدل کر اپنے باپ غازی خاں پاس جو بیانہ وہنڈوں کا حاکم تھا چلا گیا۔ بادشاہ نے عیسیٰ خاں نیازی کو اس سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ کالپی میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی عیسیٰ خاں کو شکست ہوئی۔ ابراہیم خاں نے کھلی بغاوت اختیار کی۔ اپنے باپ کے ملک میں لشکر جمع کر کے وہ دہلی گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اور تخت پر بیٹھ کے بادشاہ بنا اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا پھر وہ آگرہ گیا اُس پر اور اور نواح کے اضلاع پر قبضہ کر لیا۔

جب عدلی کو اس کی خبر ہوئی کہ اُس کی مملکت کے مرکز میں یہ بغاوت عظیم ہوئی جس سے سلطنت کے چھن جانے کا خوف تھا تو اُس نے کرانیوں کا پیچھا چھوڑا اور جلدی سے چنار سے آگرہ کی طرف کوچ کیا جب عدلی جمنا کے کنارہ پر آیا تو ابراہیم سور نے یہ پیغام بھیجا کہ اگر حسین خاں جلوانی اور بہار خاں سروانی اعظم ہمایوں اور بڑے بڑے امیروں کو بھیجکر میری خاطر جمع کر دو تو میں صلح کے لیے اور معافی قصور اور آئندہ اطاعت کے لیے حاضر ہوں۔ اس احمق عدلی نے ان امیروں کو ابراہیم

سلطنت کی پانچ افغانوں میں تقسیم

پاس کچھ رہا معلوم نہیں کہ پہلے سے وہ اُس کے ساتھ سازش رکھتے تھے یا اپنے پاس بلا کر ابراہیم نے اُن کو ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ وہ اُس کے ساتھ ہوگئے۔ غرض اُن کے اتفاق سے ابراہیم کا پلہ بھاری ہوگیا۔ عدلی کو ان امیروں کے دغا دینے سے یہ خیال ہوا کہ میں ابراہیم سے نہیں لڑسکتا اس لیے اُس نے دلی اور آگرہ سے ہاتھ اُٹھایا اور چنار میں جاکر اُس کو اپنا دار القرار ٹھہرایا اور بہار پر قبضہ رکھنے کا مستقل ارادہ کیا اور یہاں اُس نے اپنی حکومت کو جمالیا۔ عدلی کی بدنصیبی کا مقتضا ابراہیم ہی کی کامیاب سرکشی نہ تھی بلکہ دور دور کے صوبوں میں بغاوت پھیلی ہوئی تھی۔ اس نازک وقت میں شیر شاہ کی مملکت خاندانی فسادوں کے سبب سے پانچ افغان بادشاہوں میں منقسم تھی عدلی بہار جونپور اور گنگا کے مشرقی ملک کے بڑے حصے میں بادشاہ تھا۔ سلطان ابراہیم دہلی آگرہ دوآبہ اور جمنا کے مغربی اضلاع اور کالپی کے اضلاع زیریں میں فرمانروا تھا۔ احمد خاں سور جس نے سلطان سکندر شاہ کا خطاب اختیار کیا تھا پنجاب میں حکمران تھا۔ شجاعت خاں جس کو شزاول خاں (سجاول خاں) بھی کہتے ہیں مالوہ میں سلطنت کرتا تھا۔ سلطان محمد شاہ سور بنگال میں بادشاہی کرتا تھا جس کا تاج خاں کررانی رقابت کر رہا تھا ان فرمانرواؤں میں سے اوّل جس نے اپنے ہمسایہ کے اضلاع پر دست درازی کی وہ احمد خاں سور تھا۔ وہ شیر شاہ کا چچیرا بھائی اور عدلی کا بہنوئی تھا۔ وہ پنجاب میں فرمانروائی کرتا تھا مگر جب اُس نے سلطنت کا حال پریشان اور پراگندہ دیکھا تو وہ پنجاب ہی پر قانع نہ رہا بلکہ دہلی کی سلطنت کی ہوس دامنگیر ہوئی۔

امرا پنجاب جو عدلی سے منحرف تھے اُن سے اُس نے مشورہ کیا اور اُن کو عدلی کا ناقابل ہونا اور اُس کی سلطنت سے طرح طرح کی قباحتوں کا پیدا ہونا اور تاتار خاں کاسی و ہیبت خاں نصیب خاں طغلچی جن کو یہ خطاب شیر شاہ نے دیے تھے امداد طلب کی اور اُن کی اعانت سے وہ سلطان سکندر شاہ کے خطاب سے مخاطب ہوا اور اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور وہ لشکر لیکر دہلی اور آگرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ابراہیم شاہ بھی لشکر باہم پہنچا کر فرہ میں کہ آگرہ سے دس کوس پر تھا آ پہنچا اکثر امراء نامدار جیسے کہ حاجی خاں سلطان حاکم الور کہ بادشاہ نشان تھا اور رائے حسین جلوانی و مسعود خاں حسین خاں غلزئی ابراہیم کی جانب میں تھے۔ ان امرا میں سے دو سو کو سراپردہ و علم و توغ و نقارہ ابراہیم نے دیا تھا جو شخص دس پندرہ سوار ہمراہ لیکر آتا تو اُس کو ایک بیرق جھلی سنج لئے میں بیٹھی ہوئی

فریقین لشکر کا جمع ہونا اور لڑائی کا ہونا اور ابراہیم کا شکست پانا۔

دیہاتی اور تالیفِ قلوب کے لیے ایک فرمان منصب جاگیر کا دیا جاتا۔ اس طرح ابراہیم پاس ستر اسی ہزار سواروں کا لشکر جمع ہوگیا جس دن حاجی خاں الور سے آنکر اس سے ملا ہے تو اُس کو بڑی تقویت ہوگئی۔ اور ایک سراپردہ وسیع و رفیع جس کے باہر سقرلاط پر بنگالی لگی ہوئی اور اندر مخمل فرنگی بچھی ہوئی تھی کھڑا کیا گیا۔ فرش لطیف اور ظروف نقرہ و طلا اور تمام لوازم تیار کیے گئے حاجی خاں اس خیمہ میں اترا۔ اس سے شریف امراء افغان کو رشک و حسد ہوا اور اُس سے وہ کوفتہ خاطر ہوئے اور آپس میں دل ماندگی کی باتیں کرنے لگے۔ سکندر پاس کل جمعیت دس یا بارہ ہزار سواروں کی تھی۔ اُس نے جو ابراہیم کی سپاہ کی شان و شکوہ کو دیکھا کہ وہ کئی مرتبہ اُس کی سپاہ سے زیادہ تھی تو اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور مقدمات صلح کی تمہید کی اور ایک عہدنامہ اس مضمون کا لکھا کہ دہلی اور آگرہ اور اُن کے متعلقات اور ہند کے مشرق رویہ جو ملک فتح ہوں وہ ابراہیم سے اور ولایت پنجاب و ملتان جہانتک ہاتھ لگے وہ سکندر شاہ سے متعلق ہوں اور جب ہمایوں دریاء سندھ سے پار آئے تو دونوں یکدل ہوکر اُس کو اور مغلوں کو ہند سے خارج کریں دونوں لشکروں کے افغان جو آپس میں عزیز و خویش تھے اس طرح کی صلح ہونے سے خوش حال ہوئے۔ مگر سکندر کے چھوٹے بھائی نے اس صلح میں یہ رخنہ نکالا کہ عدلی کی خزانہ پر اور ملک پٹنے پر ابراہیم کا قبضہ قریب الوقوع ہے ان دونوں میں بھی ہمارا سانجھا ٹھیرے۔ سکندر کو بھی یہ بات پسند آئی۔ ابراہیم کے بھی اکثر امراء نے سمجھایا کہ اس امر کے قبول کرنے میں ہمارا ضرر کیا ہے۔ جب خزانہ اور ملک پٹنہ ہاتھ آئیگا اُس وقت دیکھ لینگے کہ کون سا سانجھا ہوتا ہے۔ اور کہدینگے آؤ دو دو ہاتھ ہمارے تمہارے ہوجائیں بالفعل دفع الوقتی کی جائے۔ ابراہیم بھی راضی ہوا مگر مسعود خاں غلزئی و بعض نو دولت امراء نے کہا کہ جب آخر کو ہمارے اور سکندر کے درمیان تلوار سے کام پڑے گا تو ابھی یہ قضیہ کیوں نہ فیصل ہو ہماری جمعیت کثیر اور اُس کی نہایت قلیل ہے دوبارہ کیوں یہ درد سر کیا جائے۔ اس وقت صلح کرنی ہمارے ذلیل ہونے کی دلیل ہوگی اور دشمن دلیر ہوگا۔ اور عدلی جو چوہے کی طرح بل میں چھپا ہوا ہے وہ فیل و حشم جمع کر کے ہم سے لڑنے کی ہوس کریگا۔ آخر کو لڑائی ہوئی اور سکندر کے میمنہ نے ابراہیم کے میسرہ کو شکست دی اور ہوڈل پلول تک اُس کو بھگایا۔ ابراہیم خاں نشیب میں چار سو آدمیوں کے ساتھ ثابت قدم

ہو کر سکندر سے لڑتا رہا۔ مگر جب ابراہیم نے دیکھا کہ میدان میری فوج نے خالی کر دیا اور معلوم نہیں کہ وہ کہاں پراگندہ ہو گئی تو وہ اٹاوہ کو بھاگا اور چتر و اسباب سلطنت سب برباد ہو گیا آگرہ اور دہلی پر سکندر کا قبضہ ہو گیا۔ سکندر شاہ یہ چاہتا تھا کہ افغان مجھے انتخاب و اختیار کے طور پر بادشاہ بنائیں۔ اس لیے اُس نے ایک بڑا دعوت کا جلسہ کیا اور اس میں کل امراء و اکابر افغان کو بلایا۔ جب سب جمع ہوئے تو اُس نے کہا کہ سلطان بہلول لودی نے افغانوں میں سے فرقہ لودی کو معزز اور مشہور آفاق کیا۔ شیر شاہ نے ہند کی سلطنت اعظم حاصل کی۔ اور طائفہ سور کو نامور اور بلند آوازہ کیا۔ یہ کام ان دونوں نے افغانوں کے ساتھ اتفاق اور یگانگت پیدا کرنے کے لیے کئے۔ مگر ان کے قائم مقاموں سلطان ابراہیم لودی اور محمد شاہ عدلی نے اُن کے برخلاف طریقہ اختیار کیا جس سے اپنی سلطنتوں کو برباد کیا۔

اس زمانہ میں افغانوں میں اختلاف رہے اور باہم معرکہ آرائی ہو رہی ہے اور ہمایوں جیسا دشمن اُن کی گھات میں بیٹھا ہے جس نے کابل فتح کر لیا ہے اور بھائیوں نے بھی اس کا لڑائی جھگڑا نہیں باقی رہا۔ وہ کل سپاہ کو لیکر ہندوستان پر چھپٹا مارنے کو بیٹھا ہے وہ افغانوں کے نفاق سے متمتع ہو گا۔ افغانوں کو اگرچہ اُمید بہبودی کی ہو سکتی ہے تو صرف اتفاق سے۔ اگر وہ اپنے دلوں سے نفاق اور فساد کو نکال ڈالیں اور آپس میں برادرانہ اتفاق پیدا کریں تو وہ بابر کے بیٹے کو ملک سے نکال سکتے ہیں اس میں سب کی غرض اور منفعت شامل ہے میں نے تم سب کو اس لیے بلایا ہے کہ وہ باتیں سوچیں کہ جن میں ہم سب کا بھلا ہو۔ اس زمانہ میں شخصی عظمت کے لیے سعی کرنی چھوڑ دی جائے اور کوئی اپنا پیشوا انتخاب کرو۔ اگرچہ میں ایسا ہی ہوں جیسے تم ہو کوئی فوقیت مجھ کو تم پر نہیں ہے۔ اگر مجھے اس سلطنت کے لایق سمجھتے ہو تو مقرر کرو ورنہ کوئی اور جس میں ایسی عقل و فراست دیکھو کہ وہ اس منصب جلیل القدر کے قابل ہو کہ تم سب میں یگانگت پیدا کر کے تم کو مظفر و منصور کر لے۔ اُسے تم آزادانہ رائے سے انتخاب کرو میں اُس کی اطاعت کرونگا اور دل و جان سے اُس کا مخلص ہونگا اور دولت خواہ رہونگا۔ یہ سُنکر تمام انجمن متفق اللفظ ہو کر پکاری کہ ہم سکندر شاہ سور عم زاد شیر شاہ کو اپنا پیشوا اور بادشاہ مقرر کرتے ہیں سب نے قرآن اُٹھایا کہ ہم اُسکے خیر خواہ رہینگے اور آپس میں مصالحت و یگانگت کے ساتھ رہینگے۔

یہ کہکر سکندر شاہ کو آگرہ میں تخت پر بٹھایا اور سب نے بیعت کی مبارکباد دی اور نذر دی جیسے بادشاہوں کو دیتے ہیں۔ مگر جب بادشاہ نے جاگیریں اور منصب عطا کیے تو وہ پھر اپنی قسم اور عاقلانہ نیک عہد و پیمان کو بھول گئے اور نااتفاقی اور بغض دبیر کی باتیں کرنے لگے۔ اس فتح فرہ سے گنگا سے لیکر دریا ر سندھ تک ملک کا مالک سکندر شاہ ہوگیا تھا۔ آگے بڑھنے کا ارادہ تھا کہ اتنے میں پنجاب میں ہمایوں آگیا۔ اس طرف وہ مصروف ہوا آگے حال اس بادشاہ کا ہمایوں کی تاریخ میں لکھا جائیگا۔

ابراہیم شاہ شکست پاکر سنبھل میں گیا۔ وہاں لشکر کی جمعیت بہم پہنچائی ایک مہینے میں تین ہزار سوار جمع کر لیے۔ از سر نو چتر مرصع سر پر رکھا اور کالپی کی طرف روانہ ہوا تاکہ ایک جمعیت تازہ روز بہم پہنچا کر عدلی سے لڑے اس وقت عدلی نے ہیمو بقال کو اپنا وزیر اور وکیل مطلق بنا رکھا تھا اُس کو چنار سے امرا عظیم الشان کے ساتھ اور پانسو ہاتھی اور خزانہ بہت سا دیکر آگرہ اور دہلی کی طرف روانہ کیا۔ ابراہیم کو ہیمو اپنا خصم سمجھتا تھا اس کا دفع کرنا ضروری جانتا تھا۔ ابراہیم اُس کے مقابلہ میں مقاتلہ کے لیے آیا اور بہت ثابت قدمی سے لڑا مگر شکست پائی۔ ابراہیم میں وہ تمام صفتیں تھیں جو بادشاہوں میں ہونی چاہئیں خوش شکل۔ خوش محاورہ۔ صاحب تواضع و اخلاق بہادر جواد مگر دو سال کے اندر سولہ سترہ لڑائیاں لڑا۔ سب میں غلبہ پانے کے بعد مغلوب ہوا۔ ابراہیم یہاں سے شکست پاکر بیانہ تک ٹٹ بھاگا ہیمو نے اُسکا تعاقب کیا اور بیانہ میں پہنچا۔ ابراہیم لوحانیوں اور افغانوں اور زمینداروں کی جماعت جمع کرکے پھر ہیمو سے لڑنے گیا قصبہ خانوہ جو بیانہ سے دس کوس پر تھا پھر کو جنگ عظیم ہوئی۔ ہیمو نے یہ کہکر کہ زود التوان نرد ابراہیم کو شکست دی۔ وہ بضرورت قلعہ بیانہ میں متحصن ہوا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم و بلند ہیمو نے اس قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہر روز لڑائی ہوتی قلعہ میں آتش باری کا سامان پڑا تھا۔ اور ابراہیم کا باپ غازی خاں ہنڈون سے آذوقہ بہم پہنچا کر کوہستان مغربی کی طرف سے قلعہ میں پہنچاتا تھا۔ ہیمو نے تین مہینے تک اس قلعہ کا محاصرہ رکھا۔

تمام ممالک شرقی میں قحط سالی عام تھی اور خاصکر آگرہ و بیانہ و دہلی میں اور زیادہ تر۔ ایک سیر جوار ڈھائی ٹنکہ کو آتی تھی وہ بھی نہیں ملتی تھی۔ اکثر آدمیوں نے شرم کے مارے دروازے

قحط اور ارزانی ...

بند کر لیے اور دس دس اور بیس بیس ایک جگہ بھوک کے مارے سوئے کے سوئے رہ گئے نہ گور ملی نہ کفن ملا یہی ہندوؤں کا حال تھا۔ کیکر کی پھلیوں اور جنگل کی گھاسوں اور گائے کی کھالوں پر اکثر غریبوں کا گزارہ ہوتا تھا جس سے چند روز میں اُن کے ہاتھ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا اور آخر کو دم نکل جاتا تھا۔ ان دنوں میں آدمی کو آدمی کھاتا تھا اور قحط زدوں کی شکل ایسی مہیب تھی کہ کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ امساک باراں و قحط غلہ اور دو سال کے فتنہ و آشوب سے ملک بالکل خراب و ویران ہو گیا تھا اور کاشتکار اور رعایا باقی نہ رہی تھی۔ مسلمانوں کے شہروں کو متمرد غارت کرتے تھے۔ ایک عجیب واقعہ ۹۶۲ھ میں یہ واقع ہوا کہ سکندر و ابراہیم میں جب محاربہ ہوا تو قلعہ آگرہ کے بارودخانہ میں ایسی آگ لگ گئی کہ ایک زلزلہ سا سارے شہر میں آ گیا۔ لوگوں نے جانا کہ قیامت آ گئی تو بہ استغفار پڑھنے لگے۔ پتھروں کی بھاری بھاری سلیں اور ستون سنگین جمنا کے پار کئی کئی کوس اُڑ اُڑ کر گرتے تھے۔ آدمیوں کے اور جانوروں کے ہاتھ پاؤں پانچ چھ کوس تک اُڑ کر گئے۔ ارک آگرہ کے نام اصل میں بدل گڈھ تھا اس لیے اُسکی آتش زدگی کی تاریخ نہایت موزوں آتش بدل گڈھ ہوئی۔ جس وقت ہیمو بیانہ کا محاصرہ کر رہا تھا۔ خلق خدا کی نان گھٹتی تھی اور جان دیتی تھی اور ایک لاکھ جانیں جا چکی تھیں مگر ہیمو کے ہاتھی کہ پانچ سو سے کم نہ تھے سوا برنج و شکر و روغن کے کوئی اور راتب نہ پاتے تھے ؎

ما پر وریم دشمن و ما می کشیم دوست
کس را چہ حد چون و چرا در قضائے ما

ہیمو ایک وقت طعام عام دیتا امراء افغان کو بلا کر اپنے سامنے دسترخوان پر بٹھاتا اور کہتا کہ بڑے بڑے نوالے کھاؤ اگر کوئی چھوٹا نوالہ بنا کے کھاتا تو اُس کو گالیاں دیتا کہ تم عورتوں کے سے نوالے کھاتے ہو اپنے دامادِ مغلوں سے کیا خاک لڑو گے۔ زوال سلطنت کا وقت تھا افغان خدا کی شان دیکھتے تھے اور دم نہ مارتے تھے اُس پیران کا عمل تھا ؎

مرا نان دہ کفش بر سر بزن

اسی اثنا میں محمد خاں سور حاکم بنگالہ نے اپنا خطاب سلطان جلال الدین رکھا اور بڑا لشکر لیکر بنگالہ سے جونپور تک قبضہ میں کر لیا اور آگرہ اور کالپی کی طرف متوجہ ہوا اس حال میں عدلی نے ہیمو کو فرمان بھیجا کہ ایک قوی دشمن مقابلہ میں یہاں آیا تو محاصرہ کو چھوڑ یہاں

ہیمو کا امرائے افغان کو کھانا کھلانا

چلا آیا ہیمو محاصرہ چھوڑ کر آگرہ سے چھ کوس پر موضع منڈاگر پرگنہ کالپی میں پہنچا تھا کہ ابراہیم جیسے بھو کا چڑہ آشیانے سے نکل کر کلنگ کے پیچھے دوڑتا ہے ہیمو کے پیچھے پڑا وہ لڑا اور شکست پاکر بھاگا الور گیا کہ حاجی خاں الوری اُس کی کمک کرے کہ پھر کچھ کاروبار چلے۔ ہیمو نے اپنا بھتیجا اُسکے تعاقب میں بھیجا اور لشکر مرتب کرکے ساتھ کیا وہ چند منزل اُسکے تعاقب میں گیا۔ پھر ہیمو کے لشکر سے مل گیا۔ حاجی خاں الوری نہ ابراہیم کے آنے سے خوش ہوا نہ اُس کی کمک کی ناچار ابراہیم اپنے خویش دینار کو ہندوؤں میں چھوڑ کر چند آدمیوں کے ساتھ ملک بھٹہ میں گیا۔ اُس کے باپ غازی خاں کو حیدر خاں چغتیہ نے بیانہ میں گرفتار کیا اُس کو اور سب اُس کے خرد و کلاں کو مار ڈالا۔ ابراہیم کے لوگ ایسے خواستگار رہتے تھے کہ جہاں جاتا وہاں اُس پاس آدمی جمع ہو جاتے جیسا وہ لڑائی میں بدنصیب تھا ایسا جمعیت بہم پہنچانے میں خوش نصیب تھا جب اس پاس فوج جمع ہوگئی تو وہ راجچند راجہ بھٹہ سے لڑا اور گرفتار ہوگیا مگر راجچند نے جیسی کہ زمینداروں کی رسم ہوتی ہے کمان اُس کو پیشکش میں دی اور تعظیم و تکریم کے ساتھ اُس سے پیش آیا۔ سراپردہ اور اسباب سلطنت و حشم بہم پہنچا کر پھر اُس کو تخت پہ بٹھایا اور آپ نوکروں کی طرح اُس کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہوا۔ چند روز ابراہیم نے یہاں یوں گزارے۔

پھر اُس پہ یہ آفت آئی کہ باز بہادر پسر شجاعت خاں جس کو سزاول خاں بھی کہتے تھے اور مالوہ میں وہ حاکم تھا اُس نے بھی اپنا خطبہ پڑھوایا جس سے میانی افغانوں کے ساتھ اُس کا بھی ایک جھگڑا کھڑا ہوا۔ ان افغانوں نے ابراہیم کو بلایا اور اپنا سردار بنایا۔ اور باز بہادر کے مقابلہ میں کھڑا کیا۔ رانی درگاوتی جو ولایت گڈہ کتنکہ میں فرمانروا تھی اور قرب و جوار کے سبب سے باز بہادر کے ساتھ اُس کا جھگڑا رہتا وہ بھی ابراہیم کی کمک پہ آمادہ ہوئی اور باز بہادر سے لڑنے کے لیے گئی مگر باز بہادر نے اس رانی سے کچھ صلح کی باتیں ایسی کیں کہ رانی الٹی اپنے ملک کو چلی گئی جب ابراہیم نے دیکھا کہ رانی نے یوں آنا کانی دی تو اس نے یہاں رہنا اپنا مناسب نہ جانا ملک اڑیسہ میں کہ سرحد بنگالہ میں ہے چلا گیا۔ یہاں اُس نے زمینداروں سے سازباز شروع کی سلیمان کرانی نے جب اڑیسہ میں استیلا پایا تو یہاں کے راجہ سے سازش کرکے

ابراہیم کو قول و قسم دیکر اپنے پاس بلا یا اور پھر ۹۶۵ھ میں دغا سے اُسے مار ڈالا ہیمو متواتر کوچ کر کے عدلی پاس پہنچا۔ لشکر موضع چپر گھٹہ میں کالپی سے پندرہ کوس پہ عدلی و محمد خاں کے لشکر آمنے سامنے آئے۔ دونوں لشکروں کے درمیان جمنا تھی۔ بہت سا لشکر اور ہاتھی محمد خاں کے ساتھ تھے اس لیے وہ عدلی کی طرف سے خاطر جمع رکھتا تھا اور ہر لحظہ فتح کا منتظر تھا مگر ناگاہ پاسہ پلٹ گیا ہیمو نے پہنچتے ہی فوج اور ہاتھیوں کو ساتھ لیا اور جمنا سے پار اُترا۔ اور ایسا گوریہ کے لشکر پر شب خون مارا کہ اُن کے ہوش اُڑا دئے۔ کسی کو یہ اوسان نہ رہے کہ کاسہ کہاں رکھے اور کیسہ کہاں۔ ہاتھ کدھر ہے اور پاؤں کدھر۔ دستار کہاں ہے کفش کہاں۔ اکثر امیر قتل ہوئے اور جو بھاگے تھے وہ راہ فرار بھی بھولے۔ محمد خاں گوریہ کی جان بھی گئی۔

عدلی ایک مدعی سلطنت کا کام تمام کر کے چنار میں آیا کہ یہاں ایسی فوج جمع کرے کہ وہ ہندوستان سے ہمایوں کو نکال دے۔ ہمایوں سکندر شاہ کو سرہند میں شکست دیکر دہلی میں چڑھ آیا اور یہاں سے فوج بھیجکر اُس نے آگرہ پر قبضہ کر لیا اور اس نواح کے اضلاع پر متصرف ہوا۔ عدلی چنار کے اندر سامان بہم پہنچا رہا تھا کہ ہمایوں کے مرنے کی اور اکبر کے جانشین ہونے کی خبر آئی۔ ہمایوں کی کیا جان گئی کہ ہیمو کی جان میں جان آئی۔ مگر عدلی کو حملہ آوروں کے روکنے کا اندیشہ اور زیادہ ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہیمو پچاس ہزار سوار اور پانچسو ہاتھی لیکر دہلی کی طرف یہ نیت کر کے چلا کہ دہلی اور آگرہ کو مغلوں کے پنجے سے چھٹائے اور اُن کو پنجاب سے پرے پہنچائے۔ بادشاہ کو چنار میں چھوڑ گیا کہ یہاں افغانوں کی بغاوت کا اندیشہ تھا۔ اکبر سے جو اسکی لڑائی ہوئی اُس کا مفصل حال اس بادشاہ کی تاریخ میں لکھیں گے۔ یہاں فقط یہ لکھنا کافی ہے کہ جب ہیمو آگرہ کے قریب آیا تو سکندر خاں اُزبک اور اکبر اور افسران سپاہ نے دیکھا کہ ہم اتنے نہیں ہیں کہ اس سپاہ جرار سے لڑ سکیں اس لیے وہ دہلی چلتے بنے۔ ہیمو نے آگرہ اپنے نوکروں کے حوالہ کیا اور بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں دہلی پہنچا۔ یہاں دہلی کا حاکم مرزا تردی بیگ اُس سے لڑا مگر شکست کھا کر پنجاب کو بھاگا۔ ہیمو نے دہلی پر قبضہ پایا اور دونوں دار السلطنتوں کا مالک ہو گیا۔ اب اس کا ارادہ ہوا کہ پنجاب کی طرف باگ اُٹھائے اور مغلوں کی سپاہ کو صدمہ عظیم پہنچائے۔ پانی پت تک گیا جو ہمیشہ ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کیا کرتا ہے۔ یہاں بیرام خاں اور فوج اکبر سے لڑا۔ ہیمو کی آنکھ میں ایک تیر لگا اور

زندہ گرفتار ہوا اور بیرام خاں نے اُسے مار ڈالا۔

اس لڑائی نے افغانوں کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ ہیمو کیا مرا شاہ عدلی ہی زندہ درگور ہو گیا۔ اس کی ساری امیدیں دوبارہ سلطنت حاصل کرنے کی مر گئیں۔ افغان اس سے برگشتہ ہو گئے اس واقعہ سے پہلے محمد شاہ سور چپر گھٹہ کی لڑائی میں مقتول ہوا تھا اُس کا بیٹا خضر خاں گور میں اُس کا جانشین ہوا اور سلطان بہادر اپنا خطاب رکھا اور اپنے باپ کے انتقام لینے کے لیے ایک سپاہ کثیر جمع کر کے مشرقی اضلاع کو جس میں عدلی کی حکومت باقی تھی تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ عدلی گو نامردی میں مشہور تھا مگر وہ بذات خود میدان جنگ میں آ کر سلطان بہادر سے بڑی مردانگی کے ساتھ لڑا مگر آخر کو شکست پائی اور مارا گیا۔ یہ واقعہ ۹۶۵ھ میں واقع ہوا۔ اور تاریخ وفات اُسکی گور بہ بکفت ہوئی۔

اطوار عدلی

اس نامرد بے ہنر بادشاہ میں کوئی عمدہ خصلت اخلاق کی نہ تھی مگر فن موسیقی میں وہ ملکہ تھا کہ میاں تانسین جیسا کلاونت شہرۂ آفاق اُس کو اپنا اُستاد مانتا تھا۔ باز بہادر بادشاہ مالوہ جس کو علم موسیقی میں کمال استعداد تھی وہ کہا کرتا تھا کہ شاہ عدلی کی تعلیم سے مجھے اس علم میں کمال ہوا ہے۔ مزاج میں نفاست و نزاکت پرلے درجہ کی تھی طہارت خانہ میں دو تین سیر کافور روز حلال خور اُٹھاتے تھے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے وہ روزہ نماز کا بڑا پابند تھا وہ کبھی قضا نہ ہونے دیتا تھا۔ مسکرات کو کبھی اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا۔ افسوس ہے جب مرا تو دو گز جامہ بھی اُس کو نہ میسر ہوا تھا نہ لگا کہ جنۃ کہاں گیا۔

شیر شاہ بن عدلی

اس کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا شیر شاہ چند دن تخت سلطنت پر بیٹھا مگر اُس کی سلطنت ایسی مختصر اور کم عمر تھی کہ اکثر مورخوں نے اُس کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔

سوری خاندان کی سلطنت کا خاتمہ

اس بادشاہ کے بعد سور خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان کی سلطنت کو ایک عجیب و غریب دانشمند شیر دل نے قائم کیا اور دوسرے نے اپنی فراست و ذہانت سے اُسے سنبھالے رکھا اور اس کے جانشینوں کی جہالت اور بدکاری نے اُسے برباد کر دیا۔ ہندوستان میں اس سلطنت نے بھی اپنی روشنی پھیلائی۔ بقول ابوالفضل کے یہ روشنی کرم شب تاب کی روشنی تھی جو صرف اندھیری رات میں سورج کے نہ ہونے سے چمکتی ہے۔ مگر پھر سورج

کے نکلنے سے غائب ہو جاتی ہے۔

ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت ایک سو چھ برس تک رہی جس میں بابر اور ہمایوں کی سلطنت جملہ معترضہ کی طرح بھی داخل ہے۔ افغانوں کی سلطنت کا آغاز سلطان بہلول لودی سے ہوا۔ اور شیر شاہ سور کے بادشاہ ہونے سے چھبیس برس بعد تک وہ قائم رہی۔ پانچ بادشاہ جو ہندوستان میں مطلق العنان بادشاہ ہونے کے لیے آپس میں لڑے اُس کا بیان ہم نے اوپر کیا کہ عدلی لڑائی میں مارا گیا۔ سلطان ابراہیم بادشاہ بیانہ بہت سی شکستیں پاکر مالوہ گیا اور پھر اڑلیسہ میں دغا سے مارا گیا۔ سلطان محمد شاہ بنگالہ کا بادشاہ چپر گھٹہ کی جنگ میں مارا گیا۔ اس کا بیٹا سلطان بہادر جانشین ہوا سلطان سکندر بادشاہ پنجاب جو چوتھا عویدار سلطنت تھا وہ ہمایوں اور بیرام خاں سے شکست پاکر کوہ ہمالیہ میں بھاگ کر گیا اور پھر شہنشاہ اکبر سے لڑ جھگڑ کر بنگالہ گیا اور وہاں عنان سلطنت ہاتھ میں لی تھی کہ موت آگئی۔ اس کا حال شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں مفصل بیان ہوگا۔ تاج خاں کرانی اور سلیمان کرانی سکندر سور کے قائم مقام ہوئے۔ پانچواں شجاعت خاں (سزاول خاں) مالوہ کا بادشاہ تھا اُس نے کبھی دہلی پر حملہ نہیں کیا۔ وہ اُسی زمانہ میں مر گیا۔ اُس کا بیٹا بہادر بھائیوں کو سلطنت سے محروم کرکے مالوہ میں بادشاہ ہوا اور سلطان باز بہادر اپنا خطاب رکھا۔ اُس کو بادشاہانہ اختیارات بہت دنوں رہے۔ غرض پانچ افغان بادشاہ جو ہندوستان میں آپس میں سلطنت کے لیے جھگڑا کر رہے تھے ان کا یہ انجام ہوا۔ ان کی نااتفاقی نے ہمایوں کی سلطنت کے لیے راہ کھول دی۔ اب ہم آگے ہمایوں کی سلطنت کا ذکر وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے ہم نے چھوڑا ہے یعنی جب سے کہ وہ شاہ ایران کی عملداری میں سیستان میں داخل ہوا۔

ہمایوں کا ایران میں جانا مجبوری کی حالت میں ۹۵۱ھ ۱۵۴۴ء سیستان

ہمایوں ایران میں

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ہمایوں نے کس مجبوری اور لاچاری سے ایران میں جانے کا قصد کیا۔ اُس کے باپ کی مملکت میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی کہ جس میں وہ خیر و عافیت کے ساتھ رہتا۔ یہاں یہ حیرانی تھی ایران میں جانے کے اندر مذہبی مخالفت کی پیشانی تھی۔ ان

دونوں حیرانیوں و پریشانیوں میں اُس نے ایران میں جانے میں آسانی دیکھی۔ وہ اسکی عملداری میں سیستان گیا۔ یہاں کے حاکم احمد سلطان شاملو نے اس نے سروسامان بادشاہ کی مہانداری میں بڑی خدمت گاری کی اور میزبانی کے سارے آداب کی بجاآوری کی۔ اس سرزمین عشرت افزا میں ہمایوں نے تنکار قشقلداغ سے اشتغال رکھا اور شاہ ایران کے جواب کا منتظر رہا۔ احمد سلطان نے یہاں تک خاطرداری کی کہ اپنی والدہ اور عورات کو حضرت مریم مکانی کی خدمت میں بھیجا کہ وہ اس کا دل بہلائیں۔ یہاں حسین قلی مرزا برادر احمد سلطان مشہد سے اپنی ماں اور بھائی سے ملنے آیا تھا کہ اُن سے اجازت لیکر حج کو جائے وہ بھی ہمایوں کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اُس سے مذہب ملت کے باب میں باتیں پوچھیں اُس نے عرض کیا کہ میں مدت سے شیعہ سُنیوں کے معتقدات میں غور کر رہا ہوں اور فریقین کی کتابیں مطالعہ کی ہیں شیعہ کا اعتقاد یہ ہے کہ اصحاب پر لعن طعن سے درجات ثواب حاصل ہوتے ہیں اور سُنیوں کا معتقد یہ ہے کہ اصحاب پر تبرّا کرنا کفر ہے۔ تامّل و فکر کے بعد میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ جس چیز میں آدمی خدا سے ثواب کا گمان کرے اس سے کافر نہیں ہوتا۔ بادشاہ کو یہ بات اسکی ایسی خوش آئی کہ اُس سے اپنی ملازمت کے لیے کہا مگر وہ حج کے لیے سفر کا سامان کر چکا تھا اس لیے اُس نے نوکری سے انکار کر دیا۔

مرزا محمد عسکری سے حاجی محمد بابا قشقہ و حسن کوکہ جدا ہو کر ہمایوں پاس آئے اور انھوں نے عرض کیا کہ صلاح وقت یہ ہے کہ حضور زمین داور کی طرف چلیں کہ امیر بیگ وہاں کا حاکم اور جلیبیگ حاکم قلعہ بست حضور کی خدمت میں حاضر ہونگے اور مرزا عسکری کے اکثر آدمی دوڑ دوڑ کر حضور کے قدموں میں گرینگے اور قندہار اور اس کی حدود سب حضور کے تصرف میں آجائینگے۔ جب احمد سلطان نے سُنا کہ اس طرح کے مقدمات کی تمہید ہو رہی ہے کہ بادشاہ ایران نہ جائے تو اُس نے از راہ دولت خواہی و دل سوزی عرض کیا کہ حضور ضرور ایران تشریف لے جائیے۔ یہ گروہ اس سفر کو منع کرتا ہے اس میں سوائے مکر و غدر کے کوئی اور غرض اُن کی نہیں ہے۔ بادشاہ کے دل میں احمد سلطان کی جگہ تھی اس کی تجویز کے موافق ایران کی طرف وہ راہی ہوا۔ بادشاہ کا

ارادہ ہرات کی سیر کا تھا اسلیئے وہ قلعہ اوک کی راہ سے ایران روانہ ہوا۔

جب بادشاہ ہمایوں کا مکتوب تخت آرائے ایران شاہ طہماسپ پاس پہنچا تو یہ جوان بادشاہ ستائیس برس کا خاندان صفوی کا متعصب شیعہ مذہب کا اس بات کو اپنا فخر سمجھا کہ تیمور کا قائم مقام شہنشاہ ہمایوں پناہ کے لیے ہمارے تخت کے تلے آتا ہے اس خوشی میں قزوین کے اندر اُس نے تین روز نقارۂ شادمانی بجوائے اور ہمایوں کے مکتوب کے جواب میں مکتوب مع تحف وہدایا کے ارسال کیا جسکے عنوان پر یہ شعر لکھا تھا ؎

ہمائے اوج سعادت بدام ما اُفتد ۔۔۔ اگر ترا گذرے برمقام ما اُفتد

شاہ ایران نے اپنے شہروں و بلدوں کے حکام اور ولاۃ کے نام احکام جاری کیے کہ ہر منزل و شہر میں کہ ہمایوں تشریف فرما ہو تو تمام اعظم حکام و اکابر و اہالی و موالی اس و... کے استقبال کریں اور مراسم ضیافت شاہانہ بجالائیں اسباب و اشیاء الاقمشہ و اشربہ و اطعمہ و فواکہ تازہ بتازہ منزل بمنزل مہیا کرکے نظر اشرف کے روبرو لائیں محمد شرف الدین اوغلی حاکم ہرات کے نام جو فرمان بھیجا ہے وہ بعینہ اکبرنامہ کے ۲۰۰ صفحہ میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران کی سلطنت کتنی شان و شوکت رکھتی تھی گو یہ فرمان ہندوستان کی تاریخ سے علاقہ نہیں رکھتا ہے میں اس کا خلاصہ اس لیے لکھتا ہوں تاکہ وہ اہل درایت کے لیے دستورالعمل ہو جس کے موافق عمل کرنے سے راہ و رسم مردمی کے آگاہ حادثہ پیمایان مراحل نشیب و فراز کے ساتھ حق انسانیت کی بجاآوری میں کوئی دقیقہ آداب فتوت کا فرو گذاشت نہ کریں۔

فرمان شاہ طہماسپ بنام محمد خاں شرف الدین اوغلی حاکم خراسان

واجب العرض تمہاری جس میں تم نے اس ملک میں نصیرالدین ہمایوں بادشاہ کی توجہ کرنے کا حال لکھا ہے ۱۲ ذی الحجہ ۹۵۰ھ کو پہنچی اس مژدہ کے سننے سے جیسا میں مسرور ہوا وہ میں کہہ نہیں سکتا ؎

مژدہ اے باد صبا کز خبر مقدم دوست ۔۔۔ خبرت راست بود ای ہمہ جا محرم دوست
باشد آنروز کہ در بزم وصالش یکدم ۔۔۔ بنشینم بمراد دل خود ہمدم دوست

شاہ ایران کا حکم ہمایوں کی مہمانداری کے واسطے

فرمان شاہ طہماسپ

اس خبر خجستہ اثر کو سنکر ہم تم کو ولایت شہر سبزوار مرحمت فرماتے ہیں کہ اپنے داروغہ وزیر کو وہاں بھیجو کہ اس جگہ کے مال واجبی اور وجوہات دیوانی کو ابتداء ارسال حال سے اپنے تصرف میں لائے اور ہمراہیوں کے لشکر میں اور اپنی ضروریات میں صرف کرے جو کچھ اس فرمان میں لکھا ہے اُس پر فصل بہ فصل و روز بروز عمل کرکے اُس کے برخلاف نہ کرے۔ پانچسو آدمی جو عاقل روزگار دیدہ ہوں وہ بادشاہ کے استقبال کے لیے بھیجے۔ ان آدمیوں میں سے ہر ایک پاس ایک اسپ کوتل و استر رکاب باساز ہو۔ سو عربی گھوڑے مع زین طلا یہاں سے بھیجے جاتے ہیں اور چھ گھوڑے عربی خوشرنگ قوی جثہ اور اپنے طویلوں سے منتخب کرو اور اُن پر زین لاجوردی منقش باگیں زربافت و زردوز لگاؤ۔ ان سب گھوڑوں میں سے ہر ایک گھوڑا دو آدمیوں کو دیکر بادشاہ پاس بھیجو بادشاہ کے لیے اسباب مفصلۂ ذیل بھیجا جاتا ہے اُس کو اچھی طرح بادشاہ پاس پہنچادو کمر خنجر خاصہ جو جواہر نفیس سے مکلل ہے مع شمشیر طلا و کمر مرصع چار سو توب مخملی و اطلس فرنگی و یزدی ایک سو بیس جامے خاص بادشاہ کے لیے اور باقی بادشاہ کے ملازموں کے واسطے قالیچہ مخمل دو خوابہ طلاباف و نمد تکیہ کرگی استر اطلس اور سہ زوج قالین بارہ گز کے گوشکانی خوش قماش اور بارہ چادر (خیمے) قرمزی، سبز، سفید اور بادشاہ کے لیے اور اُس کے ملازموں و مقربین کے لیے الگ الگ۔ اشربہ لذیذ و لطیف۔ نانہائے سفید کہ روغن اور شیرینی خمیر کی ہوئی اور اُنپر خشخاش پڑی ہوئی بھیجتے رہو۔ اور ایسا انتظام کرو کہ کل جس منزل میں بادشاہ نزول کرے وہاں مصفا لطیف سفید منقش خیمے جنکے سائبان اطلس و مخمل کے ہوں نصب ہوں اور کارخانہ مطبخ کے سب کارخانے مرتب کیے جائیں اور ہر کارخانہ میں جو چیز ضروری ہو وہ مہیا رہے جسوقت بادشاہ اُترے اُس کے سامنے شربت گلاب و آب لیمو خوش مزہ برف و یخ میں سرد کرکے پیش کیے جائیں بعد شربت کے سیب شکان مشہدی کے مربے و ہندوانہ و انگور وغیرہ نانوں کے ساتھ حاضر کریں اور اس میں کوشش کریں کہ تمام اشربہ بادشاہ کی نظر سے گذریں اور گلاب و عنبر اشہب اُن میں ڈالیں اور ہر روز پانچسو طبق طعام الوان مع اشربہ کے چنے جائیں۔ قراق سلطان و جعفر سلطان مع فرزندوں اور قوم کے جس میں ہزار آدمی تک ہوں تین روز کے بعد کہ وہ پانچسو آدمی چلے جائیں استقبال کے لیے بھیجے۔ ان تین دن میں امراء و لشکریوں کو رنگ برنگ

کے دکھائے اور توپچاق۔ عربی گھوڑے اپنے ملازموں کو دیں سپاہی کے لیے کوئی زینت گھوڑے سے بہتر نہیں ہوتی۔ ان ہزار آدمیوں کا لباس بھی رنگین اور پاکیزہ بنایا جائے۔ جب یہ امیر بادشاہ کے پاس جائیں تو ہر ایک زمین خدمت پر لب ادب سے بوسہ دیں اور خدمت بجالائیں راہ میں سر سواری ہمارے ملازموں اور بادشاہ کے ملازموں کے درمیان ایسی گفتگو نہ ہونے دیں کہ کسی وجہ سے بادشاہ کے نوکروں کو آزردگی ہو۔ سواری اور کوچ کے وقت امرا دور دور سے فوج میں خدمت کریں۔ غرض سب خدمات ایسی بجالائیں جیسی کہ وہ اپنے بادشاہ کی کرتے ہیں اور جس ولایت میں بادشاہ جائے اُس کے امیر کو بھی فرمان دکھایا جائے کہ وہ اُن کے موافق خدمت کرے اور اس طرح مہمانی کرے کہ کل طعام و حلوے و شربت کے ایک ہزار پانچ سو طبق سے کمتر نہوں یہ خدمت تمھارے لیے مشہد مقدس تک مقرر ہوئی ہے۔ پھر اور امرا جو ملازمت میں حاضر ہوں وہ بارہ سو طبق طعام جو خوان شاہانہ کے لائق ہوں بادشاہ کی مجلس میں چنیں۔ ان امرا میں جو امیر بادشاہ کی دعوت کرے اُس روز نو گھوڑے پیش کش کرے تین خاص بادشاہ کے لیے اور ایک بیرام خاں کے واسطے اور پانچ اور خاص امرا کے لیے۔

یہ جماعت گردش روزگار ناہموار سے کسی قدر غبار آلودہ ہو رہی ہے اُسکو اپنی غمخوارگی و یک جہتی سے کر ایسے اوقات میں سب طرح سے لائق اور خوشنما معلوم ہوتی ہے مسرور کریں اور اسی دستور کو جب تک کہ ہمارے حضور میں پہونچے منظور رکھیں اور بعد طعام کے حلاوہ و پالودہ قند و نبات میں پکا کر اور متنوع مطبوع مربے اور رشتہ خطائی خاصہ گلاب عنبر اشہب سے معطر کرکے مجلس شاہی میں لے جائیں۔ ہرات تک بادشاہ کی خدمات اسی طرح بجالائیں۔ جب بادشاہ ہرات کے قریب بارہ کروہ پہونچے تو وہ بادشاہ کے آنے کی خبر میرے فرزند احمد جند کو کرے کہ وہ ہزارہ و نکدری وغیرہ کی سرحدوں سے تیس ہزار آدمی جمع کرکے بادشاہ کا استقبال کرے اور سارے لشکر کو بادشاہ کے روبرو لائے جب بادشاہ کی ملازمت حاصل ہو تو ہماری طرف سے بہت سی دعائیں بادشاہ کی خدمت میں عرض کرے۔ بادشاہ کو اپنا مہمان تین روز تک رکھے۔ اول روز بادشاہ کے تمام لشکروں کو اطلس کمخواب یزدی اور دارائی مشہدی خانی کے خلعت فاخرہ پہنائے اور سب کو مخمل کے بالاپوش دے اور لشکر کے ملازموں میں ہر نفر کو دو تومان تبریزی یوم الخرج کا دے۔ کھانا

جس طور سے مقرر ہو کہلا وے اور شاہانہ مجلس رکہے کہ جسکے سبب سے تحسین و آفرین ہو۔ بادشاہ کے لشکر کی تفصیل ہم کو لکھ بھیجے اور مبلغ دو ہزار پانچسو تومان تبریزی تحویلات سرکار خاصہ سے لے لے اور ان ضروریات میں صرف کرے۔ بندگی و خدمت کی جو نہایت ہے وہ بجا لائے اور منزل مذکور سے شہر تک بادشاہ کو چار روز میں لائے اور ہر روز مہمانی اوّل روز کی طرح کرنی چاہیے۔ ہر مہمانی میں اپنی اولاد سے نوکروں کی طرح خدمت کرائے جس قدر اس کام میں سرگرمی کیجائیگی اوس قدر وہ ہم کو پسندیدہ ہوگی۔ شہر میں بادشاہ کے آنے سے ایک روز پہلے نواح عیدگاہ کے باغ میں کیاریوں کے سروں پر خیمے لگائے جسکے اندر اطلس قرمزی اور بیچ میں کرپاس طبسی اور اوپر مخملی اصفہانی لگی ہوئی ہو اور بادشاہ جہاں جائے اسکی خدمت میں کمربستہ حاضر رہے اور اوسکی خاطر اشرف کو ہم زبانی سے خوش کرتا رہے۔ جب برات کے پہنچنے میں ایکدن رہجائے تو خود بادشاہ سے رخصت لیکر میرے فرزند کی خدمت میں حاضر ہو اور صبح کو اوسکو بادشاہ کی استقبال کے لئے لیجائے۔ اور جب یہ فرزند شہر سے باہر آئے تو قدغن سارے لشکر سے استقبال کرائے۔ جب ایک تیر کا فاصلہ رہے تو بادشاہ پاس لیجائے اور وہ رکاب پر بوسہ دے۔ اور اگر بادشاہ منظور نکرے اور گہوڑے سے اتر آئے تو اول فرزند کو گہوڑے سے اتار لیجائے اور بادشاہ کے ہاتھ پر وہ بوسہ دے۔ اور پہر دونوں سوار ہوں اور وہ فرزند کے ساتھ رہے کہ بادشاہ کوئی بات شاہزادہ سے پوچھے وہ حجاب کے سبب سے جواب باصواب نہ دے سکے تو وہ خود جواب عرض کرے۔ جب بادشاہ منزل میں اُترے تو فرزند اوسکی دعوت اسطرح کرے کہ تین سو طبق طعام الوان بطور تحفہ مجلس شاہی میں بہیجے جائیں اور دونوں نامزدوں کے درمیان بارہ سو طبق طعام الوان طبقہائے سنگ یشب و چینی و طلائی و نقرہ مجلس میں بہیجے جائیں جنکے خوانوں کے سرپوش طلا و نقرہ کے ہوں پہر لذیذ مربے و حلاوہ و پالودہ بہیجے جائیں علاوہ ازاں سات سو اسپ لائق ورعنا فرزند ارجمند کے طویلوں سے جدا کئے جائیں اور سب طرح سے آراستہ کئے جائیں۔ بڑے بڑے نامور گانے والے و سازندے ہر وقت بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہیں کہ جسوقت اوسکا جی چاہے گانا سنے شنقار۔ باز۔ چرغ۔ باشہ۔ شاہین۔ بحری پیشکش میں دی جائیں اور ان جانوروں کے ملازموں کو خلعت ابریشمی پر بنفش و ہر رنگ کے جدا جدا دئے جائیں جب بادشاہ اپنے خیمے میں

جائے تو اوسکے ملازموں کو میرے فرزند کے روبرو لائیں وہ انمیں سے ہر ایک کو سراپا و اسپ جو اوسکے لایق ہووے دے اور تین تومان سے انعام زیادہ نہ ہو اور بارہ بقچہ پارچہ ابریشمی کہ مخمل و اطلس و کمخواب فرنگی یزدی و بافتہ شاہی وغیرہ نہایت لطیف ہوں اور تیس ہزار تومان زر نقد تیس تھیلیوں میں رکھہ کر پیشکش کرے اور لشکر میں سے ہر نفر کو تین تومان تبریزی (چھ سو روپئے بادشاہی ہوتے ہیں) دیں اور تین روز تک مہمانداری ہو۔ اور نہایت عمدہ طور پر آئین بندی ہو کہ جس میں ہر حرفہ و صنعت گری کا اہتمام ایک امیر کو دیا جائے تاکہ ایک دوسرے کو دیکھکر وہ ہر صنعت و شیریں کاری کو کہ جانتے ہیں دکھائیں۔ پھر وہ جلسہ ہو کہ جسمیں تمام مرد اور عورت کیاریوں کے گرد موجود ہوں اور ہر دکان و بازار میں عورات اور بیگ بیٹھیں اور ہر محلہ و کوچہ سے صاحب نغمہ باہر آئیں۔ حماموں کو سفید و پاکیزہ اور گلاب و مشک سے خوشبودار کرائیں اور بادشاہ جب جائے آسایش بدنی پائے۔ اس مہمانداری کی تمام کیفیات ایک خوشنویس لکھکر اور بادشاہ کی مہر کراکے ہمارے پاس بھیجے۔ انتہیٰ

جب بادشاہ نواحی فرہ میں آیا تو شاہ ایران کا ایلچی اس پاس آیا۔ بادشاہ ہرات کیطرف متوجہ ہوا۔ یہ شہر یار سے شہر و دیار جس منزل پر پہنچتا وہاں کا حاکم زرق برق فوج لئے سرحد پر استقبال کے لئے حاضر ہوتا۔ نذر دیکر لگام یا رکاب پر بوسہ دیتا۔ رکاب پکڑ کر ساتھہ ہولیتا۔ پیدل چلتا جب بادشاہ کا اشارہ ہوتا تو سوار ہوتا۔ لشکر سمیت پیچھے پیچھے چلتا۔ مکان اترنے کے واسطے پہلے سے تجویز ہولیتا۔ اسکی آرائش و زیبائش میں ایسا تکلف ہوتا کہ تکلف سے ہی جسکا بیان نہیں ہوسکتا۔ جب بادشاہ ہرات کے قریب آیا تو سر پل مالان پر کہ ایک مشہور سیرگاہ ہے محمد خاں با اعیان امرا و تمام اعزہ و اہالی کے استقبال کو آیا اور بادشاہ ایران کی طرف سے دعا و سلام عرض کیا۔ شوق شاہی اور آداب تواضع کہ جو بزرگی سے اظہار کرکے خدمت میں آداب بجالائے یہ مقرر ہوا تہا کہ پل مالان سے باغ جہاں آرا تک راستوں پر جہاڑو دیا جائے اور چہڑکاؤ کیا جائے۔ اور جب بادشاہ اپنی منزل پر پہنچا تو سلطان محمود مرزا نے استقبال کیا اور آداب اخلاص بجالایا اور شاہزادہ سلطان محمد مرزا و امرا نے جس طرح اونکو حکم تہا استقبال کیا۔ زیارت گاہ سے پل مالان تک اور یہاں سے باغ جہاں آرا تک کہ تین چار فرسنگ تہا

تمام جنگل و پہاڑ شہر و قصبات کے آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان تماشائیوں کا اجتماع شادمانی کے ساتھ اس طرح کا تھا کہ عید و نوروز معلوم ہوتا تھا۔ غرہ ذیقعد سنہ ۹۵۰ھ کو بادشاہ باغ جہاں آرا میں اُترا۔ محمد خاں نے جشن شاہانہ مرتب کیا پیشکش نظر اشرف میں پیش کی۔ مجلس اول میں صابر قاق کہ گانے میں خراسان و عراق میں یگانہ تھا اس غزل امیر شاہی کو پڑھا جس سے اہل وجد و حال کے ارکان وجود میں تزلزل آگیا۔ سچ یہ ہے کہ نہایت ہی مناسب و موزوں یہ غزل پڑھی جس کا مطلع یہ ہے۔

مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد — ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

جب اس بیت پر نوبت پہونچی

زرنج و راحتِ گیتی مرنجاں دل مشو خرم — کہ آئین جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد

تو ہمایوں کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور رقت ہونے لگی۔

ہرات اور اوسکی سیرگاہیں بادشاہ کو بہت پسند آئیں اور جشن نوروزی بھی نزدیک آگیا تھا تو چند روز یہاں توقف کیا۔ بادشاہ جس وقت سوار ہوتا تو محمد خاں ساتھ ہوتا اور دو نو طرف زر نثار کرتا اور ہر روز ایک مشہور سیرگاہ میں مقام ہوتا اور ہر وقت ایک محفل تازہ عشرت گاہ ہوتی اور انعقاد مجلس کی ترتیب نظم معہود پر مقرر ہوتی کبھی کسی کاریزگاہ پر بادشاہ نشاط پیرا ہوتا کبھی باغ مراد میں اور ایسے ہی باغ خیاباں باغ زاغاں۔ باغ سفید میں تماشا فرما ہوتا ہر گل زمین میں ایک صحبت رنگیں موجود ہوتی۔ اونہیں ایام میں زیارات اولیاء عظام کی خصوصاً پیر ہرات خواجہ عبداللہ انصاری کی عجز و نیاز کے ساتھ ہوتی۔

مراسم نوروزی سے اور گل گشت عشرت افزا سے فارغ ہو کر مشہد اقدس کی طرف جام کی راہ سے عزم خیر انجام ہوا۔ پانچویں ذی الحجہ سنہ ۹۵۰ھ کو جام میں پہونچے۔ یہاں حضرت زندہ پیل احمد جام کے مرقد کی زیارت کی۔ جب مشہد کے نزدیک آیا تو شاہ قلی سلطان استجلو یہاں کا حاکم مع اکابر سادات استقبال کو آیا۔ آداب خدمت بجا لایا۔ ۱۵۔ محرم سنہ ۹۵۱ھ کو مشہد مقدس میں روضہ رضویہ کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔ یہاں آس پاس چند روز ٹھیر کر نیشاپور کی طرف متوجہ ہوا۔ شمس الدین علی سلطان یہاں کا حاکم مع اہالی و موالی پیشوائی کو آیا۔ بادشاہ نے کان فیروزہ

کی سیر کی۔ پھر سبزوار ہوتا ہوا دامغان میں پہونچا۔ جوہر نے اپنے واقعات ہمایونی میں مشہد کا یہ قصہ لکھا ہے کہ جب بادشاہ، روضہ شریف پر پہنچا تو آستانہ کے دروازہ کی زنجیر لگی ہوئی تھی دربان نے زنجیر کھولنی چاہی وہ ایسی مضبوط لگی ہوئی تھی کہ نہ کھلی۔ دربان نے عرض کیا کہ نہیں کھلتی۔ بادشاہ دو تین قدم ہٹ کر آستانہ کی طرف آیا اور اپنے دل میں کہا کہ یا امام جو امیدوار تیرے آستانہ پر آتا ہے وہ اپنی مراد پاتا ہے۔ بندہ بھی تیرے روضہ پر امید لیکر آیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ میری حاجت روا کر یہ کہکر دروازہ پر جو ہاتھ لگایا تو وہ کھل گیا۔ گویا زنجیر لگی ہوئی نہ تھی بادشاہ نے آستانہ کا طواف کیا اور فاتحہ پڑھی اور پھر معین جگہ پر قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اس آستانہ کے متولی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ چراغ کا گل کتر بادشاہ نے کہا کہ اس میں بے ادبی تو نہیں ہوگی۔ متولی نے کہا کہ اجازت ہے۔ بادشاہ نے مقراض لیکر گل کترا پھر فاتحہ پڑھکر باہر آیا اور اور فرمایا کہ ایک بڑی کمان آستانہ کے دروازہ پر بطور نذر کے چڑھا دیں۔ اس داستان میں بات یہ تھی کہ دربان بادشاہ کو سنی جانتا تھا اسلئے وہ چاہتا تھا کہ روضہ کی زیارت کو نہ جائے اسلئے اوسنے یہ بہانہ بنایا تھا کہ زنجیر نہیں کھلتی۔ دوسری داستان دامغان کی ابوالفضل نے یہ لکھی ہے کہ عجائب روزگار سے یہاں ایک قدیم چشمہ ہے زمان پیشین سے ایک طلسم یہاں لگا یا گیا ہے کہ جسوقت کوئی پلید چیز اس چشمہ پر پڑتی ہے تو ہوا میں طوفان پیدا ہوتا ہے اور باد و خاک کی شورش سے ہوا تاریک ہو جاتی ہے۔ چشم عبرت سے اسکا بھی امتحان کیا۔ قادر حکیم صانع بدیع کے کارخانہ میں اشیا کی خواص و تاثیرات اتنی نہیں ہیں کہ ادراکات افہام و اوہام کے احاطہ میں اونکا احاطہ ہوسکے۔ تعجب ہے کہ اس داستان کو ابوالفضل نے جو طلسمات کا قائل نہ تھا یہاں اس طرح لکھا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس چشمہ کے طلسم کا یقین اسکو تھا۔ دامغان سے بسطام میں بادشاہ آیا۔ یہاں شیخ بایزید بسطامی کے مزار کی زیارت کی گو وہ سرراہ نہ تھا۔ یہاں سے سمنان میں گیا وہاں شیخ علاء الدولہ سمنانی کی مرقد سے مشرف ہوا۔ ہمایوں کا یہ طریق تھا کہ سفر و حضر میں ہمیشہ خداپرستوں سے توسل ڈھونڈھتا اور ظاہر و باطن میں زندہ دلوں سے ہمت چاہتا۔ منزل بمنزل حکام و اکابر خدمات میں کمال اہتمام کرتے اور اکثر اوقات ایران کے رسائل شوق آتے۔ ایران میں ہمایوں کے استقبال کا حال کہ بادشاہ ایران کی

وشوکت سے ہوا بڑی طمطراق سے ابوالفضل نے لکھا۔ اور پہر اور مورخوں نے اوسکی نقل اوتار لی ہے ابوالفضل ہمایوں کی کوئی ایسی بات کہ جسمیں اوسکی کسر شان ہو نہیں لکھتا۔ وہ تو اسکی ستائش کا دیوانہ ہے اوسکی اہانت و ذلت کی باتوں کو بھی اس پیرایہ میں ادا کرتا ہے کہ اس کی علو شان معلوم ہو۔ مگر ہمایوں کے آفتابچی جوہر نے واقعات ہمایونی لکھی ہے گویا بادشاہ کا ادنی خدمتگار رہتا اس میں مورخ کی لیاقت کی امید نہیں ہوسکتی۔ بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں تفصیل لکھی ہیں جنکو لایق مورخ کبھی نہ لکھتا۔ مگر بہت سے واقعات سچے سچے سلیس زبان میں کہ شوکت الفاظ سے خالی ہیں اوسنے لکھے ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اختلاف مذہب کے سبب سے ہمایوں کی غیرت مند طبیعت اور مغرور دل کو اتنی کلفتیں پہونچیں کہ اس ظاہری تعظیم و تکریم سے اتنی راحتیں نہیں ہوئیں۔

جب حوالی رے میں قلعہ درس میں بادشاہ ہمایوں پہنچا تو شاہ ایران کا خط آیا جسمیں یہ لکھا تہا کہ میں قزوین آگیا ہوں۔ بادشاہ اپنے وکیل بیرام خاں کو میرے پاس بھیجے۔ بیرام خاں وکیل ترکمان پہلے شاہ ایران کی رعیت تہا۔ اور نجم ثانی کے ساتھ جو سپاہ شہنشاہ بابر کی کمک کو شاہ ایران نے بخارا فتح کرنے کے لئے بھیجی تھی اس میں وہ بابر کی خدمت میں حاضر ہوا تہا۔ پہر وہیں بابر کی اور اوس کے بیٹے کی خدمت میں رہا۔ اور اپنی شجاعت و ذہانت و فراست و کیاست کے سبب سے پایہ بلند پر پہنچا۔ اس دانشمند فرزانہ کے صلاح و مشورہ سے ہمایوں شاہ ایران کے پاس آیا تہا بادشاہ نے حسب درخواست بیرام خاں کو دس سواروں کے ساتھ بھیجدیا۔ اوس نے قزوین جاکر شاہ ایران کی قدمبوسی کی۔ چند روز بعد بادشاہ نے اوسے حکم دیا کہ سر منڈاؤ اور تاج پہنو۔ بیرام خاں نے یہ عذر کیا کہ میں ایک اور بادشاہ کا تابع ہوں بغیر اوسکے ارشاد کے تاج کیسے پہن سکتا ہوں۔ اس عذر بے اختیاری کو بادشاہ نے سنکر فرمایا کہ تجہکو اختیار ہے مگر بیرام خاں کا یہ عذر اوس کو خوش نہ آیا۔ اوس نے اپنی سطوت و شوکت دکھانے کے واسطے اور بیرام خاں کے ڈرانے کے لئے مجبوس چراغ کشوں کو بلوایا اور سختی کرکے قتل کرایا۔

شاہان ایران کا یہ دستور ہے کہ موسم گرما میں میدانی شہروں میں اپنے محلوں کو چھوڑکر سرد و بلند پہاڑوں میں جو اکثر وہاں ہیں آجاتے ہیں۔ اس سال شاہ ایران کا مقام سلطانیہ و سورلیق

ہمایوں قزوین میں

کے درمیان تہا۔ جب شاہ ایران قزوین سے چلا تو اوسنے ہمایوں کو لکہا کہ وہ اپنی جگہ پر مقیم رہے جب میں بلاؤں تو کوچ کرے۔ پہر شاہ ایران نے بوبک بیگ کو بہیجا کہ وہ ہمایوں کی مہمانداری کرے اور ہمایوں کو لکہا کہ قزوین میں آنکر وہ تین دن رہے اور پہر اس پاس آئے۔ ہمایوں قزوین میں آیا اور خواجہ عبد الغنی کے حویلیوں میں جنمیں پہلے شاہان ایران اُترا کرتے تہے فروکش ہوا۔ چوتہے روز یہاں سے شاہ ایران کے لشکرگاہ کی طرف متوجہ ہوا جو سلطانیہ اور ابھر کے درمیان تہا رات بہر سفر کیا صبح کو حکم ہوا کہ جہاں پانی ہو وہاں خیمہ گاہ ہو۔ پانی کی تلاش ہو رہی تھی کہ بیرام خاں آنکر رکاب بوس ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضور بہت آگے بڑہ آئے بادشاہ نے فرمایا کہ اب میں پیچہے نہیں جاسکتا۔ صبح کے وقت بادشاہ نماز پڑہکر آرام فرمانے گیا کہ ایرانی بیلداروں نے جو سڑک درست کرنے آئے تہے گانا شروع کیا۔ بیرام نے آنکر عرض کیا کہ حضور کے استقبال کے لئے شاہ ایران کے آدمی آتے ہیں۔ بادشاہ دیوانخانہ میں غسل کرکے اور جامہ پہنکر بیٹہا۔ بعد ازاں وکلاء سلاطین و وکلاء خواتین آئے پہر وکلاء میرزا۔ پہر حضرت ساداتِ مشرف ہوئے۔ حضرت بادشاہ سوار ہوئے۔ دستور کے موافق سلاطین و خواتین نے استقبال کیا۔ شاہ ایران کے بہائی سیام مرزا اور ابراہیم مرزا نے استقبال کیا۔ سیام مرزا ایک تیر کے فاصلہ سے گہوڑے سے اُترا بادشاہ بھی اپنے گہوڑے سے اُترا طرفین سے تعظیم و تکریم ہوئی پہر بیرام مرزا نے سراپا اور اسپ غزالہ پیشکش میں دیا۔ یہ گہوڑا بہت شوخ و چالاک تہا وہ ہمایوں کی شہسواری کے امتحان کے لئے ایرانیوں نے دیا تہا۔ بادشاہ نے سراپا پہنا مگر تاج نہ پہنا۔ اس تاج کا نام تاج حیدری تہا وہ قرمزی رنگ کا ریشمی جواہر سے مرصع ہوتا اس کو شاہان ایران پہنتے اوسکو شاہ اسمعیل کے باپ شاہ حیدر نے ایجاد کیا تہا۔ اوسکی بارہ ترکیں بارہ امام کے نام کی تہیں۔ وہ مخروطی شکل کا تہا۔

بعد ازاں تمام سپاہ و افسران سپاہ کو حکم ہوا کہ وہ اس شکل کا تاج پہنیں۔ وہ شیعہ ہونے کا ایک بانا تہا۔ ترکوں نے اس کا نام قزلباش یعنے سرخ سر رکھ دیا۔ بادشاہ غزالہ پر سوار ہوا تو وہ اسکے ہاتھ پیر ران کے نیچے سب اپنی شوخیاں بہول گیا اور جوش عنان ہوگیا۔ جس پر ترکمانوں کو تعجب ہوا اور اس امتحان سے اونکو یقین ہوتا تہا کہ فیروز اقبال کا

گہوڑا اوس کی ران کے نیچے کودے ناچے گا۔ قورچی باش نے آنکر سلام علیک کی اور سب چہوٹے بڑے کرمانی گہوڑوں پر سوار استقبال کو آئے۔ اس طرح آنے سے اونکی غرض یہ تھی کہ صغیر و کبیر ہمایوں بادشاہ کے ہم پائے ہیں۔

سنہ ۹۵۱ھ مطابق ۱۵۴۴ء

جمادی الاولی ۹۵۱ھ کو شاہ ایران نے خود استقبال کیا اور قواعد اعزاز و اکرام و لقدیم اداب اجلال و احترام کے موافق ملاقات فرمائی ایک محل عالی میں جسکی مدت مدید میں باریک بیں نقاشوں نے اپنی صنعت نقاشی کے بدایع دکہانے میں کمال کیا تہا دونوں بادشاہ برابر بیٹھے محفل بادشاہانہ نے انعقاد پایا۔ اخلاص و اختصاص کی باتیں ہونے لگیں مرزا قاسم نے اپنی مثنوی میں ان دو شہریارونکی ملاقات کے باب میں یہ شعر خوب لکھے ہیں۔

دو صاحبقراں در یکے بزمگاہ — قراں کردہ باہم چو خورشید و ماہ
دو نور بصر چشم اقبال را — دو عید مبارک مہ و سال را
دو کوکب کزایشاں فلک راست زین — بہم در یکے عرصہ چوں فرقدین
دو چشم جہانی بہم ہم عناں — بہم چو دو ابرو تواضع کناں
دو سعد فلک را یکے برج جائے — دو والا گہر را یکے درج جائے

اول شاہ ایران نے خیریت و کوفت راہ کی پرسش کی پہر اپنے مذہبی تعصب کو ظاہر کیا کہ ہمایوں سے فرمایا کہ تاج پہنئے تاج کا لفظ مبہم تہا اسپر ہمایوں نے کہا کہ تاج پہننا عزت کی نشانی ہے اسکو میں پہنوں گا۔ بادشاہ ایران نے اپنے ہاتھ سے اوسکے سر پر تاج پہنا دیا۔ اپنی رسم کے موافق تمام خواتین اور سلاطین جو موجود تہے اللہ اللہ کہتے ہوئے سجدے میں گئے ترچیوں نے ترموں کو بجا کر غل مچا دیا۔ ہمایوں نے شہزادوں کو کہا کہ وہ بیٹھ جائیں تو شاہ ایران نے کہا کہ یہ ہماری توزہ (رسم اخلاق) میں یہ قاعدہ نہیں ہے پہر دستر خوان بچہا۔ دونو بادشاہوں نے طعام تناول فرمایا۔ بعد کہانے کے بہی ترم بجائے گئے اور سجدہ شکر بہی کیا گیا مقصد اس سجدہ شکر سے یہ تہا کہ ہمایوں جیسے بادشاہ کو خدا تعالے نے ہمارے بادشاہ کی پناہ میں لایا مگر دیکھنے والوں نے یہ جانا کہ ہندوستان کا بادشاہ ایرانی رسم و رواج و شیعہ مذہب کا پابند ہوگیا۔ جب شاہ ایران سے بادشاہ رخصت ہوا تو اوسنے کہا کہ بیرام خاں اور قدر خاں کی قبر کو

درمیان ہمایوں کی منزل ہو۔ بادشاہ حمام میں گیا اور اپنے بالوں کو ترشوایا کہ ایرانیوں کی رسم پوری ہو۔ بیرام مرزا تین سراپا حضور کی نظر کے آگے لایا۔ ان میں سے ایک کو پہن کر رات بھر جشن آرا رہا۔

ایسا قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں نے گو تاج پہنا اور بال کترواے۔ مگر شیعہ ہونا قبول نہیں کیا اسلئے کہ دوسرے روز علی الصباح شاہ ایران سلطانیہ کو چلا تو ہمایوں کی فرودگاہ کے نیچے آیا ہمایوں دروازہ پر سلام کرنے گیا تو شاہ ایران اوس کی طرف ملتفت نہ ہوا ہمایوں اپنا سامنہ لیکر چلا آیا۔ اور اوسکو نہایت رنج ہوا۔ سلطان محمد خدابندہ کے گنبد میں سلطانیہ کے اندر ہمایوں نے نزول فرمایا۔ خدابندہ نے شیعہ مذہب کو بڑی تقویت دی تھی۔ ہمایوں نہایت تفکر و تحیر میں بیٹھا تھا اور اپنے تئیں لعن طعن کررہا تھا کہ میں کیوں ایسے بادشاہ کے پھندے میں پھنس گیا جسکو اپنی اتفاقی بزرگی پر یہ گھمنڈ ہو۔

ہمایوں نے اب جان لیا کہ میں ایسے متعصب بادشاہ کے اختیار میں آگیا جسنے یہ ارادہ مصمم کرلیا کہ جن سنیوں نے اسکے ہاں پناہ لی ہے اونکو بغیر شیعہ بنائے نہ چھوڑونگا۔ جو وسایل اونکو شیعہ بنانے کے اختیار کئے اونمیں نرمی سے سختی زیادہ تھی۔ بادشاہ ایران نے ایک دن ہمایوں کے باورچی خانہ میں ایندھن بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر تو شیعہ مذہب اختیار کریگا تو میں تیری اعانت اور حمایت کرونگا اور تو نے شیعہ مذہب نہیں قبول کیا تو تجھے اور تیرے ہمراہیوں کو ان لکڑیوں کی چتا میں بٹھا کے جلاؤنگا۔ ہمایوں نے اسکا جواب استقلال سے دیا کہ ہمکو اپنے مذہب پر اعتقاد کامل ہے اور ہم اسی پر قائم رہیں گے ہم مذہب اہل سنت کو حق جانتے ہیں ہمکو خدا تعالے پر توکل ہے جو اوسکی مرضی ہوگی اوسپر ہم راضی ہیں ہم یہاں بیت اللہ کے جانے کے مقصد سے آیا تھا۔ اب مجھے رخصت دیں کہ حج کو جاؤں اسکا جواب بادشاہ نے یہ دیا کہ میرا ارادہ ہے کہ سنی عثمانیہ کے استیصال کرنے کے لئے سفر کروں اب تجھکو بہتر نہیں ہے کہ مذہب شیعہ کے اختیار کرنے میں حجت و تکرار کرے تو خود بخود میری سلطنت میں آیا ہے۔ تو بادشاہ تھا مگر اپنی سلطنت کا حق نہیں ادا کیا۔ اس مصیبت میں گرفتار ہوا کیا اس حال میں بھی تو اپنے جھوٹے ناحق مسائل کا قائل رہیگا۔

اب ہمایوں ایسے محل خوف و خطر میں پڑگیا تہا کہ اپنے تئیں سلامت رکہنا آسان نہ تہا
اسی فکر و تردد میں بیٹہا ہوا تہا کہ قاضی القضات قاضی جہان دیوان شاہ ایران اس پاس آیا
اس سے بہت سی گفتگو کی اوسنے بادشاہ سے عرض کیا کہ عمدہ تدبیر یہ ہے کہ حضور شاہ ایران کی
درخواست کو قبول کریں۔ فقط آپ ہی اکیلے نہیں ہیں کہ حضور کا اصرار اپنی بات پر آپ ہی کو
برا نتیجہ دکہائیگا بلکہ ان سات سو پچیس سنیوں کو بھی جو حضور کے ساتھ ہیں آپ کے شریک ہونا
پڑیگا۔ آپ کی حالت کا اقتضا یہ ہو کہ شاہ ایران کی مرضی کے موافق کام کریں اور اونسے کہیں کہ
بے اختیار ہوں۔ آپ کو اختیار ہے کہ جو چاہیں سو کریں۔ اسکے جواب میں ہمایوں نے کہا کہ انکی مرضی
کیا ہی جو ہو اوسکو لکھا کر میرے پاس لاؤ۔ قاضی تین کاغذ شاہ طہماسپ کے پاس سے لکھا کر لایا ہمایوں
نے دو کاغذ انہیں سے پڑہکر رکھ دے اور اپنے خرگاہ کے دروازہ پر آیا۔ اپنے آدمیوں کو پکارنے
کو تہا کہ قاضی نے اوسکے پاس آنکر عرض کیا کہ حضور خاموش رہیں اب کوئی علاج نہیں ہے زمانہ سازی
کیجئے۔ زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز + بادشاہ چپکا ہو رہا۔ تیسرا کاغذ شاہ ایران نے خود
آنکر ہمایوں کو دیا اور اوسکے سامنے خود پڑہا اور اوسپر دستخط کر کے شاہ ایران کو دیدیا۔ کاغذ ونکا
صحیح حال نہیں معلوم ہوتا کہ کیا لکھا ہوا تہا شاید ان کاغذوں میں یہ لکھا ہوگا کہ اول وہ شیعہ مذہب اختیار کرے
دوم ہندوستان میں اسکی اشاعت کرے سوم قندہار حوالہ کرے پچھلی شرط کے پورا کرنے کا
وعدہ کیا باقی دو شرطوں کا پورا کرنا اسکے حد اختیار سے باہر تہا۔
شاہ ایران نے اپنی تفریح خاطر اور شان و شوکت دکہانیکے واسطے حکم دیا کہ تخت سلیمان
کے حوالی میں شکار کہیلا جائے یہاں پرسی پولس کے کہنڈر پڑے ہوئے ہیں اور ایران میں سب سے
اچھی یہ سیرگاہ ہے غرض تین روز تک یہ شکار اور چوگان بازی اور قبق اندازی ہوتی رہی۔ ہر
شخص سپاہ اور لشکریوں میں سے شکار ونکے پکڑنے اور باندہنے میں مشغول تہا۔ بہرام مرزا خلیفہ ابوالقاسم
سے مخالفت رکہتا تہا اس صیدگاہ میں اسکے تیر مارا جس سے وہ مرگیا اور اوسکی اطلاع مرزا کی
خاطر سے شاہ ایران سے نہ کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہاں کے مرزاؤں کا کیا اخلاق تہا۔
غرض چندروز تک بادشاہ عیش و عشرت کی بزم آراستہ کرتا رہا۔ شاہ ایران کے پرچانیکے
واسطے بہرام خاں کے ہاتھ اوسنے ایک الماس گراں بہا کہ ملکوں کے خراج کی برابر اوسکی

قیمت تھی اور دو سو پچاس لعل بدخشانی بطور ارمغان بھیجے - اسمیں کچھ تکلف نہیں ہے کہ ہمایوں کے آنے اور اوسکے جانے تک جو سرکار ایران کا خرچ ہوا ہوگا اوس سے کہیں زیادہ اضعاف مضاعف ان جواہرات کی قیمت ہوگی - جب جوہریوں نے الماس کی قیمت کو آنک کر کہا کہ وہ بے قیمت ہے تو شاہ طہماسپ نے بیرام بیگ کو خان کا خطاب دیا اور علم و نقارہ عنایت کیا۔

دو مہینے تک دونوں بادشاہوں میں نہ ملاقات ہوئی نہ خط و کتابت اہل فساد نے دونو بادشاہوں کے دل میں غبار پیدا کر دیا مگر جلد صفائی ہوگئی - اوسکی کئی وجہ بیان کی جاتی ہیں - ایک وجہ یہ تھی کہ روشن بیگ کوکہ خواجہ غازی دیوان و سلطان محمد نیزہ باز جو آپ مرزا کامران کے چاکر تھے وہ حج کر کے یہاں آئے تھے وہ شاہ طہماسپ سے کہتے تھے کہ اگر ہمایوں بادشاہ کو بادشاہی کا سلیقہ ہوتا تو اوسکے بھائی اس سے جدا نہ ہوتے اگر ہمایوں کو آپ قید کریں اور لشکر ہم کو عنایت فرمائیں تو قندھار تک ملک لیکر آپ کے حوالہ ہم کریں - دوسری وجہ یہ تھی کہ قزلباشوں اور ترکمانوں نے یہ کہکر طہماسپ کا مزاج بادشاہ کی طرف سے بگاڑ دیا تھا کہ ہمایوں اوسی باپ کا بیٹا ہی جس نے کئی ہزار قزلباش کمک میں لیجا کر اوزبکوں کے ہاتھ سے قتل کرا دئے اور نجم بیگ ہمارے ہم وطن کو ہلاک کیا تھا یہ تلمیح اس قصہ کی طرف تھی کہ بابر بادشاہ اسمعیل شاہ ایران سے سترہ ہزار قزلباشوں کی کمک لیکر اوزبکوں سے قلعہ غجدوان کا محاصرہ کر کے لڑا تھا - اور جب صفیں آپس میں لڑیں تو خود ایک گوشہ میں چلا گیا اور قزلباشوں پر جو آفت آنی سو آئی - ہم ہمایوں کی کمک کے لئے سپاہ کو لیکر جائیں وہ ہم کو بھی اپنے باپ کی تقلید کر کے مار ڈالے - تیسری وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے - اس سے سولہ برس پہلے جب ہمایوں گجرات میں بہادر شاہ کو شکست دیکر آیا تھا تو خدائی تیر بنائے تھے اول قسم کے بارہ تیروں پر اپنا نام اور دوسری قسم کے گیارہ تیروں پر طہماسپ کا نام لکھا تھا اور سریر سلطنت پر بیٹھ کر مجمع عام میں کہا تھا کہ میرا اطالع و جاہ اور میری شان و شوکت بادشاہ طہماسپ سے زیادہ ہے یہ بات شاہ ایران کے کانوں تک ہمایوں کے بدخواہوں نے پہنچا دی تھی اسبات کو سنکر شاہ طہماسپ بہت خفا ہوا اور اوسنے ہمایوں کو اسکا الزام دیا تو ہمایوں نے بیان کیا کہ یہ امر سچ ہے اور اوسکی وجہ یہ تھی کہ اسوقت میری سلطنت ایران کی سلطنت سے دو چند تھی - تو طہماسپ نے خفا ہوکر کہا کہ اوس حماقت و نخوت کا نتیجہ یہ تھا کہ تو اپنی وسیع مملکت پر سلطنت نہ کر سکا اوس کو

گنواروں نے چھین لیا اور جور و بچے دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔ ہمایوں نے کہا کہ خدا کا حکم سب پر غالب ہی اوس سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

سلطنت ایران سے ہمایوں کے خارج کرنے کا منصوبہ فقط اسی موقع پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ جب بادشاہ کی اول ملاقات ہوئی تو شاہ ایران نے فرمایا تہا کہ ہندوستان کو حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی نے فتح کیا تہا پھر خدا تعالیٰ نے آپکی شمشیر کو کشور کشائی کے گنج خانہ کی کنجی بنایا ان دنوں مملکت داری و جہانبانی میں جو قصور و فتور ظہور میں آیا وہ بے اخلاص بہائیوں کی ناسا عدی اور بے اتفاقی سے ہوا اور آپ کو اس میں اختیار نہ تہا اس عالم اسباب میں بہائیوں کی موافقت ایک ضروری امر ہی کہ جس سے کار ہا بستہ کشادہ ہوتے ہیں اب مجھکو اپنا چھوٹا بہائی تصور کیجیئے اور اپنا ممد و معاون جانیئے میں شرائط امداد اور لوازم اعانت آپکی آرزو کے موافق بجا لاؤنگا اور جسقدر کمک درکار ہوگی سرانجام دونگا۔ اگر مجھے خود کمک کے لئے جانا پڑیگا تو جاؤنگا بعد دستر خوان بچھا۔ دستور کے موافق بہرام مرزا آفتابہ چلمچی لیکر ہاتھ دہلانیکے لئے کھڑا ہوا تو شاہ ایران نے اشارہ کیا کہ بادشاہ کو بہائیوں کو اسطرح رکھنا چاہیئے۔ ہمایوں نے اوس کو دل سے پسند کیا اور شاہ کے ساتھ اتفاق رائے کیا۔ اس بات سے بہرام مرزا ہمایوں کا جانی دشمن ہو گیا۔ ایران سے اوسکے نکالنے کا نہیں بلکہ اوسکی جان نکالنے کا خواہاں ہو گیا۔ یہ کلمات متوحش کہتا کہ خاندان تیمور کو ہندوستان میں بادشاہ بنانا عقل کا کام نہیں ہے وہ ایران سے قریب ہی۔ ہمایوں کو چند دنوں خوف رہا کہ باقی زندگی ایران میں قید یونہی طرح بسر ہوگی۔ شاہ طہماسپ نے بہرام مرزا سے کہا کہ امرا عرض کرتے ہیں کہ ہمایوں کی کمک کسیطرح سے کرنی حماقت ہی وہ کسی طرح سے اعانت کا مستحق نہیں۔ بہتر ہوگا کہ اس بادشاہ کو پہلے ہی نکالدے مگر بادشاہ کو ان خوفوں سے نکالنے والی سلطانم خانم ہمشیرہ شاہ طہماسپ تھی کہ وہ امام مہدی کی نذر کی گئی تھی اور بادشاہ طہماسپ امور ملکی میں اوس کی صلاح سے کام کرتا تہا۔ اس بیگم کے ساتھ قاضی جہان قزوینی ناظر دیوان اور حکیم نور الدین محرم تھے جو ان دونوں بادشاہوں کے دلوں سے کدورت دور کرتے تھے۔ ہمایوں کو بھی کئی ایک دفعہ غصہ آیا تہا۔ بیرام خاں نے سمجھایا کہ مصرع ہر چہ از دوست میرسد نیکوست بیدام افتد تحمل باید ش۔ اسکے روکنے اور سمجھانے سے بادشاہ نے نہایت ملائمت اور

فروتنی اختیار کی۔ سلطانم خانم نے اپنے بہائی کے سامنے ہمایوں کی یہ رباعی پڑہی۔

ہستم زجان بندہ اولاد علی ہستم ہمیشہ شاد بایاد علی

چوں سر ولایت از علی ظاہر شد کردیم ہمیشہ ورد خود نادعلی

پہر اوسنے ایک اور رباعی لکہی جسکا آخر شعر یہ ہے کہ

شاہان ہمہ سایۂ ہمای خواہند بنگر کہ ہما آمدہ در سایۂ تو

پہر قطعہ سلیمان کو تضمین کرکے بہیجا۔

ہست امید آنکہ لطف تو با ما آن کند آنچہ با سلیمانِ علی در دشت روزن کردہ است

ہمایوں کی رباعی سنکر بادشاہ ایسا خوش ہوا کہ اوسنے کہا کہ اگر ہمایوں اس امر کا عہد کرے کہ وہ ممالک محروسہ میں ممبروں پر معصومین علیہم السلام کا ذکر کرائے تو میں اوسکو موروثی ملک ولائے دیتا ہوں سلطانم بیگم نے ہمایوں سے یہ پیغام کہلا بہجوایا۔ ہمایوں نے اس کا جواب دیا کہ میرے تمام امراء چغتائی اور اپنے بہائی مرزا عسکری سے اسی بات پر بگاڑ ہوا کہ آلِ نبی پر میری جان فدا ہی مرتے دم تک میں انہیں کا کلمہ پڑہونگا۔ عبد القادر بداونی نے تو اپنی تاریخ میں لکہا ہے کہ ہمایوں شیعہ ہوگیا اور اوسنے تبرا بھی کہا۔ اور شیعہ کے تمام معتقدات ایک کاغذ پر لکہکر اوسکے حوالہ کیے گئے اور اوسکو بادشاہ نے بطور نقل کے پڑہا اور خطبہ میں ذکر ائمہ عشرہ کا پرورش عراق قبول کیا یہ مورخ خاندان تیمور کو مہربانی کی نگاہ سے نہیں دیکہتا اونکے ذرا سے عیب کو بہت بڑہا کر لکہتا ہے ابو الفضل کی ضد ہو۔ اصل حال یہ ہو کہ ہمایوں کے اس مذہبی معاملہ کا فیصلہ کرنا دشوار ہی ان دو بادشاہوں میں اختلاف مذہب کے سبب سے جو شکر رنجیاں ہوئیں۔ ان کی حقیقت حال ایسی نہیں معلوم کہ جس پر اطمینان ہو۔ مورخوں نے ان کو مختلف طور سے بیان کیا۔ سنی مورخ کیا تو اس بات میں خاموش ہیں یا بولتے ہیں تو اون کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں جیسا سنی ایران گیا تہا ویسا ہی سنی اولٹ آیا۔ اوس پر شیعہ ہونے کا سایہ تک نہیں پڑا۔ شیعہ مورخ اس معاملہ پہ حاشئے چڑہا کر بیان کرتے ہیں کہ ہمایوں پکا۔ کٹا شیعہ ہوگیا تہا سلطانم بیگم نے اپنے بہائی کے خیالات کو جو ہمایوں کی نسبت تہے بدل دیا۔ طہماسپ کے

ہمایوں کا حال

ہمایوں کو بلایا اُس سے کئی گھنٹے تک گفتگو رہی جس میں یہ امر طے پایا کہ قندہار اور کابل اور بدخشاں کے فتح کرنے میں شاہ ایران اونکی مدد کریگا۔ جب قندہار تسخیر ہو جائیگا تو وہ شاہ ایران کے حوالہ کیا جائیگا اور بادشاہ اور اوسکے ملازم قاضی جہاں کی گفتگو مذہبی اختلافات کے باب میں سُنینگے۔ ہمایوں نے اپنے خیمے میں آنکر ہندوستانیوں کو جمع کرکے شاہ ایران کے وعدوں کو سنایا جس سے اُن کو امید ہوئی کہ اب ہم پھر اپنے ملک کو چلیں گے اونہی یہ بھی کہا کہ قاضی جہاں بعض حکایات تمسے کہیگا۔ سب خدمتگار دست بدعا اوٹھا کر خوشحال ہوئے بعد اس مصالحت کے شکار قمرغہ تیاری سے ہوا اور تخت سلیمان کے نزدیک ہمایونکی دعوت بہت دہوم دہام سے ہوئی محبت کی صداقت جتانیکے لئے روشن بیگ اور اوسکے ساتھیونکو جنہوں نے یہ کہا تہا کہ قندہار شاہ ایران کو دلائے دیتے ہیں طہماسپ نے پکڑوا بلایا۔ اور اُن سے کہا کہ چاہ کن را چاہ درپیش۔ حکم دیا کہ خیموں کی طنابیں کاٹی جائیں اور اونکی کمریں باندہی جائیں اور زندان سلیمان میں وہ لٹکائے جائیں اگر رسیاں زندان کی زمین تک پہنچ جائیں تو وہاں وہ چہوڑ دئے جائیں اور اگر وہ نہ پہنچیں تو باہر نکال لئے جائیں۔ جب یہ حکم ہوا تو روشن بیگ نے جو حضرت ہمایوں کا کوکہ تہا بادشاہ کو عرضی لکہی۔ بندگان گنہگار کو کسی طرح جان کی امید سوا حضور کی شفاعت کے نہیں ہے از یے خرداں خطا و از بادشاہاں عطا ہے اور حضور نے ایک ہی چہاتی سے دودہ پیا ہے۔ ہمایوں اس عرضی کو پڑہکر مہربان ہوا اور طہماسپ کو رقعہ لکہا کہ اب شاہ اسمٰعیل کی قبر کے صدقہ میں اوسکو رہا کریں۔ جب شاہ ایران نے یہ رقعہ پڑہا تو اوسکو تعجب ہوا کہ ہمایوں میں کسقدر حلم ہے کہ اپنے ایسے دشمنوں کی شفاعت چاہتا ہے کہ اوسکے آزار کے درپے تہے۔ اوسنے صبح کو کوکہ کو ہمایوں کے سپرد کر دیا جب تمام شرائط صلح مرتب ہو گئیں تو طہماسپ نے ہمایوں کی رخصت کی دعوت کی اور اوس کا بڑا سامان کیا اور تین روز یہ شادمانی و کامرانی کے ساتھ یہ ہنگامہ رہا۔ چہہ سو خیمے لگائے گئے اور بارہ نقارخانے رکہے گئے اور تمام زمین پر فرش شاہانہ بچہایا گیا۔ اول روز دعوت ہوئی اور خلعت اور مرصع تلواریں بہت تقسیم ہوئیں۔ دوسرے روز طہماسپ نے اپنے پہلو میں ہمایوں کو بٹہا کر تمام خیمے گہوڑے۔ اونٹ فروش اور ہر ضروری چیزوں کو دکہا کر کہا کہ

یہ سب آپ کی نذر ہیں اور اوس کے سوا میرا بیٹا مرزا مراد اور بارہ ہزار سوار آپکے ساتھ جائینگے کہ آپ کا ملک دوبارہ آپ کو دلاویں۔ جب یہ سب کارخانے اور سپاہ ہمایونکی نظر سے گذر چکی تو طہاسپنے اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھکر کہا کہ اے شاہ ہمایوں اگر کوئی مجھسے خطا ہوئی ہو تو قصور معاف ہو۔ تیسرا دن شکار اور قبق بازی میں صرف ہوا۔ رات کو مجلس عیش منعقد ہوئی۔ طرح طرح کی شرابیں موجود تھیں کوئی ساقی نہ تہا ہر شخص آپ جتنی شراب چاہتا اپنے ہاتھ سے ساغر میں نکال کر پیتا۔ جب دونوں بادشاہوں کے خیمے اکھڑ گئے تو ہمایوں طہاسپ سے آخر ملاقات کے لئے گیا تو وہ ایک چھوٹے سے بچھونے پر جو تین ہتھیں لپٹا ہوا تہا بیٹھا تہا اوس پر دوسرے آدمی کے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ جب ہمایوں اُترا تو اوسنے دیکھا کہ بیٹھنے کو جگہ نہ تھی زمین پر وہ بیٹھنے کو تہا کہ حاجی محمد قشقہ نے یہ دیکھکر اپنے ترکش کے غلاف زریں کو پھاڑکر بچھادیا۔ طہاسپ کو یہ نمک کا جوش بہت بہایا۔ اُس سے پوچھا تو کون ہی اُس نے جواب دیا کہ میں مغل ہوں۔ طہاسپنے کہا کہ تو میری نوکری کریگا تو اوسنے کہا کہ میں اس عزت کے لایق نہیں۔ میں کیا ہوں۔ میرا آقا حضور کی خدمت میں موجود ہے۔ جب اوسکی ترقی ہوگی تو میں اوسکی جگہ حاضر ہونگا۔ ابتو میں خاک ہوں۔ بعد ازاں وہ بڑا سردار ہوگیا۔ طہاسپ کی سپاہ کمک میں جو بڑے بڑے آدمی تہے اونکی تفصیل یہ ہے کہ مرزا مراد۔ طہاسپ کا پسر خردسال بداغخاں قاچار۔ اس شاہزادہ کا اتالیق تہا۔ شاہ قلی سلطان افشار حاکم کرمان۔ احمد سلطان شاملو ولد محمد خلیفہ۔ سنجاب۔ سلطان افشار حاکم فراہ۔ باز علی سلطان تکلو۔ سلطان علی افشار سلطان قلی قورچی باشی خویش محمد خاں۔ یعقوب مرزا طغائی۔ سلطان محمد خدابندہ۔ سلطان حسین شاملو برادر احمد سلطان حاکم سیستان اور اوسکے سوا اور امرا۔ ہمایوں سے طہاسپنے درخواست کی کہ میری دعوت ہندوستانی کھانوں کی کی جائے۔ اس دعوت میں طہاسپ کو ہندوستانی کھانوں میں کھچڑی سب سے زیادہ پسند آئی۔ دونوں بادشاہ آپسمیں خدا حافظ کہکر جدا ہوئے۔

ہمایوں نے تیمور کی تقلید کی کہ اردبیل و تبریز کی سیر کا ارادہ کیا حضرت مریم مکانی کو سیدھے رستہ سے قندہار روانہ کیا اور بارہ ہزار سوار کہ ملازم رکاب تہے اونکو رخصت کیا کہ وہ اپنے گھر جاکر اپنے اسباب کو درست کریں اور جب ہمایوں آب ہلمند پہ پہنچے تو وہاں شاہزادہ مع

لشکر مقررہ کے حاضر ہو۔ بادشاہ نے اول تبریز کی سیر کی یہاں کی گرگ دوانی اور چوگان بازی پیادہ کا تماشا دیکھا۔ یہ دونو کھیل اس ملک کے مشہور ہیں۔ پھر اس شہر کی عمارات عالیہ کی جو سلاطین ماضیہ کے آثار قدیمہ اور سیرگاہیں ہیں ملاحظہ کیں اور آثار گذشتگان خاک گشتگان خانہ افلاک و رگذشتگیہائے عالم بے ثبات اور گسستگیہائے جہان بیمقدار کو اپنی خاطر حقایق ماثر میں جگہ دی اور اس رباعی کو پڑھا۔

افسوس کہ سرمایہ زکف بیروں شد | در دست اجل بسے جگرہا خون شد
کس نآمد ازاں جہاں کہ تا پرسم ازو | کاحوال مسافرانِ عالم چوں شد

یہاں ایک لطیفہ یہ ہوا کہ بادشاہ کو تمام آلات رصدی اصطرلاب کرہ وغیرہ پر توجہ بہت تھی اسنے اختر بیگی سے کہا کہ کہیں سے کرہ تلاش کرکے لاؤ یہ سادہ لوح چند کرہ مع مادیان بادشاہ پاس لے گیا۔ بادشاہ نے اونکو نیک شگون سمجھکر خرید لیا۔

تبریز کی سیر سے فارغ ہوکر اردبیل کی طرف توجہ کی یہاں ایک ہفتہ قیام کیا۔ اور شیخ صفوی کے مزار کی زیارت کی یہی خاندان صفوی کا بانی اول ہے۔ یہاں طہماسپ بھی اپنی دارالسلطنت کو جاتا تھا۔ وہ ہمایوں کے لشکر کو دیکھکر متحیر ہوا کہ وہ اتنا تک نہیں گیا۔ اسنے ہمایوں کو لکھا کہ بارہ فرسنگ (۵ میل) بے توقف چلا جائے۔ جب بادشاہ سبزوار میں آیا تو مریم زمانی کے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور سارا لشکر بھی اس سے ملگیا۔ یہاں سے مشہد مقدس میں گیا جہاں بیشتر از بیشتر بزرگ آداب بجا لائے۔ یہاں لشکر کی جمع ہونیکے لئے کئی دن انتظار کیا۔ دانشوروں کی صحبت رہی۔ ملا حیرتی نے بادشاہ کے سامنے یہ شعر پڑھا کہ

ہمچو پروانہ بشمع سرو کار است مرا | پیش اگر پیش روم بال و پرم میسوزد

بادشاہ نے آخر مصرعہ کی یہ اصلاح دی کہ میروم پیش اگر بال و پرم سے سوزد۔ مولانا نے اس اصلاح کے لئے سجدۂ اخلاص کیا۔ یہاں سے قلعہ گاہ کی راہ سے سیستان میں نزول کیا۔

ہمایوں کے معاملات کی نسبت ہم ایک ریویو لکھتے ہیں۔ ایران کی تاریخ میں شاہ طہماسپ کی سلطنت کا عہد مشہور ہے جب شاہ ہمایوں ہندوستان سے بھاگ کر اوسکی پناہ میں گیا تو اوسنے شاہانہ مہمان نوازی ایسی کی کہ کبھی کسی بادشاہ نے دوسرے جلا وطن بادشاہ کی نہ کی ہوگی ہمیشہ سے ایران کو اپنی مہمان نوازی پر فخر و ناز ہے۔ ہر ایرانی اپنی اس قومی نیکی مہمان نوازی

کے دکھانے میں ایسی کوشش کرتا ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ کوئی قوم اسکی برابر اس خوبی و نیکی میں نہیں بلکہ وہی سب سے برتر ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنی اس نیکی کے دکھلانے کا موقع اس سے زیادہ کیا ملتا۔ کہ ہمایوں جیسا بادشاہ جلا وطن ہو کر ایران میں آیا۔ بادشاہ نے بذات خود مجلس آرائی اس طرح کی کہ بہت شامیانے زربفت و مخمل و تاجہ بافت کے قائم کرائے منقش خرگاہ و بلند خیمے نصب کرائے۔ ابریشمی گلیم قیمتی قالین جہاں تک نظر کام کرتی تھی زمین پر بچھائے اور پھر کیسے کیسے تحفے و ہدیے پیشکش میں دئے جنکی تفصیل یہ ہے عراقی گھوڑے زین مطلے و مرصع اور عمدہ زین پوش سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ شتر بلیع پیکر ماده و نر جنکی پوشش قیمتی۔ بہت سی شمشیر و خنجر مرصع بجواہر اور قماش نفیس۔ اور کیش و حلفغا ده و نیچا ده و ترکش کے پیشتین۔ اور پہننے کے واسطے زربفت و مخمل و تاجہ و اطلس و مشجر فرنگی و یزدی و کاشی کے۔ بہت سے سونے چاندی کے طشت و آفتابے و شمعدان جنمیں یاقوت و موتی جڑے ہوئے تھے کئے ایک طبق طلاء و نقرہ کے اور مزین خرگاہ۔ اعلیٰ درجہ کی بساط کہ خوبی و کلانی میں نادرہ روزگار اور اور اسباب شاہانہ سوا اسکے ہمایوں کے ہر ملازم کے ساتھ نقد و جنس کے ساتھ رعایت کی۔ ان سب کے عوض میں ہمایوں نے ایک الماس اور دو سو پچاس لعل ایسے کہ وہ قیمت میں طہماسپ کے سب خرچوں سے زیادہ تھے شاہ طہماسپ کو بطور ارمغان کے دئے۔ طہماسپ نے بادشاہ کی مہمانداری میں اسکی تعظیم و تکریم میں اور اسکو دوبارہ تخت سلطنت کے بٹھانے میں اپنی مملکت کے سارے وسایل صرف کئے دور دور کی قوموں نے اس مہمان نوازی کی تعریف کی۔ مگر اس کا دل سب سے زیادہ خوش اس سے ہوا کہ اسکی رعایا نے تحسین و آفریں کی اور کہا کہ ہم کو اس مہمان نوازی پر فخر ہے جو ہمارے بادشاہ نے اس جلا وطن بادشاہ کی کی گو یہ ظاہری استقبال و دعوتیں و سیر و شکار بڑی دھوم دھام سے ہوئے مگر جو ہر نے جو واقعات ہمایونی لکھی ہے گو وہ تواریخ میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہے مگر طہماسپ اور ہمایوں کے اندرونی معاملات کا انکشاف خوب کرتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طہماسپ مذہب میں سخت متعصب تھا ایسا مغرور اور چھچھورا تھا کہ وہ اس جلا وطن بادشاہ پر ہر بات میں اپنی عظمت دکھاتا اور اسکو زبردستی شیعہ بنانا چاہتا تھا۔ اوسنے اپنی بہن کی سفارش سے ہمایوں کے ساتھ شرائط صلح میں رعایت نہیں کی بلکہ فقط اپنی ذاتی اغراض کے لئے کہ قندہار پر قبضہ ہو جائے۔ اب ہمایوں

کی نسبت یہ فیصلہ کرنا کہ وہ شیعہ ہوا یا نہ ہوا مشکل ہے مگر اس میں شک نہیں کہ اُسکا مذہب جھر جھرا اور ڈھل مل ہوگیا۔ اُس نے تاج حیدری کو جو شیعہ ہونے کا باناتھا سر پر رکھا۔ اُسنے شیعوں کے معتقدات کو پڑھا اور اُن کی دلائل کو سُنکر بعض کو تسلیم کیا۔ گو اُس نے اُنکے مسائل اعظم پر یقین نہیں کیا۔ مگر عوام میں اُن کے معتقدات کا اعلان کیا۔ اُس کی زندگی میں اُسکے بھائیوں نے اس پر لعن طعن کی کہ وہ شیعہ ہوگیا ہے۔ اور بعد مرنیکے بھی اس پر یہ الزام لگایا غالباً ایران میں اس کی حالت ایسی تھی کہ بمجبوری اس کو شیعہ مذہب کو بظاہر پسند کرنا پڑتا تھا گو دل میں اس کا اثر نہوتا تھا۔ آخر عمر میں اس کو سنیوں سے کام پڑا۔ ان میں اُس کی عزت اسکی مقتضی ہوتی تھی کہ وہ شیعہ ہونے کا اعلان بظاہر نہ کرے

ہمایوں افغانستان میں

جب ہمایوں سیستان میں پہنچا تو پندرہ روز یہاں رہا۔ اس قیام کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ طہماسپ سے جدا ہوا تھا تو اُس نے ہمایوں سے کہا تھا کہ میرے لشکر کو سب سامان سے تیار سیستان میں وہ ملاحظہ کریگا۔ پس طہماسپ کے حکم کے موافق یہاں سب امیر اپنے اپنے لشکر لیکر جمع ہوئے اور بادشاہ سے ملاحظہ کے لیے عرض کیا۔ بادشاہ نے اس سارے لشکر کو مرتب پایا اور بجائے بارہ ہزار سواروں کے چودہ ہزار سوار موجودات کے وقت موجود تھے۔

خوشاب میں ہمایوں سے مرزا کامران جدا ہوا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور دین کوٹ کی راہ سے آب سندھ کے کنارہ پر آیا۔ محمد سلطان و الغ مرزا جو ملتان میں تھے وہ اس سے ملے یہاں مرزا نے بہت دنوں توقف کیا۔ عسرت غلہ سے تنگ ہوکر پل بنا کے سندھ سے پار ہوا اور کابل میں آیا۔ غزنین اور اس کی حدود کو عسکری مرزا کے حوالہ کیا خواجہ خاوند محمود کو برسم رسالت سلیمان مرزا پاس بدخشاں میں بھیجا۔ اور متابعت کی اس سے درخواست کی کہ سکہ اور خطبہ اس کے نام کا بدخشاں میں جاری کرائے۔ مرزا سلیمان نے ایلچی کو بے مقصود واپس کیا۔ مرزا کامران پیچ و تاب میں آکر بدخشاں میں لشکر لے گیا تو موضع باری کے قول میں فریقین میں لڑائی ہوئی۔ مرزا سلیمان نے اپنے تئیں ضعیف اور مرزا کامران کو قوی دیکھکر اس سے صلح کر لی اور بدخشاں میں اس کے نام کا سکہ جاری کرایا۔ مرزا نے بدخشاں سے کچھ محال مرزا

سلیمان سے لیکر اپنے آدمیوں کے حوالہ کیے اور اپنا مقصد حاصل کرکے کابل میں وہ آگیا۔

انہیں دنوں میں خبر آئی کہ مرزا ہندال نے قندہار لے لیا۔ مرزا کامراں نے اطراف و جوانب سے لشکر جمع کرکے قندہار کی طرف متوجہ ہوا اور چھ چھینے تک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ بے آذوقی کے سبب سے مرزا ہندال عاجز ہوا تو امان طلب کی اور قلعہ سپرد کیا۔ مرزا کامراں نے قندہار مرزا عسکری کے حوالہ کیا اور مرزا ہندال کو اپنے ساتھ لے آیا۔ کچھ دنوں محنت و رنج میں رکھا پھر بمقتضاے برادری نفاق کو لباس اتفاق میں چھپا کے چار جوئی جس کو اب جلال آباد کہتے ہیں مرزا کو دیدیا حاکم سند نے بھی اطاعت کی۔ مرزا سلیمان نے اپنے ملک پر جو مرزا کامراں نے چھینا تھا پھر قبضہ کر لیا اور نقض عہد کیا۔ دوسری دفعہ مرزا کامراں اس پر چڑھ گیا اور موضع اندراب میں لڑائی ہوئی۔ مرزا سلیمان شکست پا کر قلعہ ظفر میں متحصن ہوا۔ مرزا کامراں نے تعاقب کرکے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور آذوقہ کی آمد و رفت کی راہ بند کی۔ اکثر اہل بدخشاں مرزا کامراں سے آ ملگئے۔ جب مرزا سلیمان نے دیکھا کہ جس سپاہ سے وفا کی امید تھی اس نے یہ دغا کی اور آذوقی سے بھی قلعہ کا کار دشوار ہو گیا تو بے اختیار وہ بھی مرزا پاس آیا۔ مرزا کامراں نے قاسم برلاس اور مرزا عبد اللہ اور اپنے ہوا خواہوں کو بدخشاں میں چھوڑا اور برلاس مذکور کو اُن کا سردار بنایا اس واقعہ کی تاریخ جمعہ ہفتدہم ماہ جمادی الثانی ۹۵۹ھ ہے۔ مرزا سلیمان اور اُس کے بیٹے مرزا ابراہیم کو قید میں رکھا اور خود پھر کابل میں آیا۔

مرزا ہندال کا حال یہ ہے کہ جب وہ ہمایوں سے جدا ہو کر قندہار کو چلا گیا تھا یہاں مرزا قراچہ بیگ نے جو مرزا کامراں کی طرف سے یہاں حاکم مقرر تھا۔ اس کو قندہار حوالہ کر دیا۔ گو چند روز مرزا کامراں نے یہاں آنکر مرزا ہندال کو قید کر لیا جیسا اوپر بیان ہوا۔

ناصر مرزا بھی قندہار میں ہمایوں سے منحرف ہو کر آیا تھا۔ وہ مرزا کامراں کے ساتھ جس وقت اُس نے قندہار کو لے لیا تھا کابل چلا گیا۔ ان کے سوا محمد سلطان مرزا مع اپنے بیٹوں الغ مرزا و شاہ مرزا کے مرزا کامراں کی قید میں تھے۔

غرض اس وقت مرزا کامراں سب سے زیادہ کامراں تھا لیکن نہ وہ حق محبت پہچانتا تھا نہ طریق مروت جانتا تھا۔ بزور سلطنت کو حاصل کیا تھا اس کی سلطنت ایک سربلند کا حق بے بنیاد تھا

جس کی بنا برف کے منار کی طرح زوال پذیر تھی۔

جب ہمایوں سیستان سے نکل کر گرم سیر میں آیا جہاں مرزا کامراں کی حکومت تھی تو میر عبدالحی گرم سیری جو بادشاہ سے جاتی دفعہ نہیں ملا تھا ترکش گلے میں ڈالے ہوئے کورنش کے لیے حاضر ہوا اور اپنی خجالت سابق اور جرم تقصیر کا عذر پیش کیا۔ بادشاہ خطا پوشی و عطا پاشی کی عادت رکھتا تھا اس نے معاف کر دیا اور یہاں حاکم مقرر کر دیا۔

جب بادشاہ گرم سیر میں آیا تو علی سلطان تکلو کو بیکوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ بست کی تسخیر کے لیے بھیجا وہ ولایت گرم سیر میں داخل تھا اور قندہار سے متعلق بھی تھا۔ شاہم علی جلایر پدر تیمور جلایر و میر خلج ان حدود میں مرزا کامراں کی طرف سے جاگیردار تھے انہوں نے قلعہ مستحکم کیا۔ فوج بادشاہی نے جاتے ہی اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اثنائے جنگ میں ایک تفنگ بالائے قلعہ سے علی سلطان کے بھی لگی کہ اسی وقت جان نکل گئی۔ سپاہیوں نے اس کے بیٹے کو کہ بارہ برس کا تھا باپ کا قائم مقام بنا کے پہلے سے زیادہ زور سے قلعہ پر حملہ کیا۔ جب ہمایوں نے اس لشکر کو بھیجا تھا تو اس نے عذر کیا تھا کہ شاہ طہماسپ کے حکم کے خلاف یہ کام ہے تو ہمایوں نے کہا کہ میں طہماسپ کو لکھ بھیجوں گا۔ اب اس لشکر نے علی سلطان کے مرنے اور اس کے بیٹے کے مقرر کرنے کا حال شاہ ایران کو لکھ بھیجا۔ کچھ دنوں لشکر پاس اس کا وہی حکم آیا جو ہمایوں نے دیا تھا۔ رفتہ رفتہ اہل قلعہ کا قافیہ تنگ ہوا تو انہوں نے فریاد الاماں کر کے تضرع و زاری کی۔ بادشاہ کے عواطف خسروانہ سے امان پا کر قلعہ انہوں نے حوالہ کیا۔ بادشاہ پھر اس قلعہ کے نواح میں آیا اور شاہم علی اور میر خلج ترکش گردن میں ڈالے ہوئے زمیں بوس ہوئے بادشاہ نے ان کے جرائم معاف کر کے اپنے نوکروں میں داخل کیا۔

مرزا کامراں کو مدت سے اندیشہ تھا کہ ممالک ایران سے حملہ ہونے والا ہے اس لیے اس نے تمام قلعوں کو مستحکم کر کے سپاہ مقرر کر دی تھی۔ جب اس نے سنا کہ ہمایوں سیستان میں آ گیا ہے تو اس کو اول یہ خیال آیا کہ شاہزادہ اکبر کو قندہار سے کابل میں بلائے اس نے خضر خاں ہزارہ کے بھائی اور قربان قراول بیگی کو کابل سے روانہ کیا کہ شاہزادہ کو قندہار سے کابل لے آئیں جب یہ قندہار میں پہنچے تو مرزا عسکری نے اپنے نزدیکوں سے مشورہ کیا جس جماعت کی عقل درست تھی

مرزا کامران کی تیاری اور شاہزادہ اکبر کا قندھار سے کابل آنا

اُس نے کہا کہ شاہزادہ کو بھیجنا لائق نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ جب ہمایوں نزدیک آئے تو اس شاہزادہ کو اعزاز و احترام کے ساتھ اُس پاس بھجوائیں اور اس ذریعہ سے اپنا استعفا جرائم کرائیں۔ مگر اوروں نے کہا کہ جو امور ہم سے سرزد ہوئے ہیں اُن کے سبب ہمارا منہ نہیں ہے کہ ہمایوں سے عفو جرائم کرا کے اس کو اپنا بنائے۔ پھر کامراں کو کیوں آزردہ خاطر کرکے اپنے ہاتھ سے گنوائیں اس کے حکم کے موافق شہزادہ کو اُس پاس بھجوائیں۔ آخر اس رائے پر عمل ہوا اور عین زمستان اور برف و باراں میں اس کو کابل روانہ کیا شمس الدین محمد غزنوی جس کا خطاب اتکہ خاں تھا اور ماہم انگہ والدہ ادہم خاں وجیجی انگہ والدہ مرزا عزیز کوکل تاش اور ایک جماعت اور ملازموں اور خدمتگاروں کے ساتھ تھے مرزا کامراں نے قوم ہزارہ کے سردار کو اس جماعت کی رہبری کے لیے اسواسطے منتخب کیا تھا کہ غزنین اور قندھار کے درمیان راہ کچھ ویران تھی اور کچھ اس قوم کے قزاقوں سے بھری رہتی تھی اس لیے کہ راہ میں اکبر کو کوئی پہچانے نہیں۔

اُسکو میر کا اور اُس کی بہن بخشی بانو بیگم کو بیچہ کہتے تھے۔ قلات میں پہنچکر یہ جماعت کسی ہزارہ کے گھر میں اتری۔ ملازموں کی کثرت اور اُن کی پرستاری اکبر کو چھپا نہ سکی۔ دوسرے روز صبح کو صاحب خانہ کی زبان سے نکلا کہ شاہزادہ بھی اس جماعت میں ضرور ہے۔ بہادر خضر خاں صاحب خانہ سے یہ کلمہ سنکر فوراً روانہ ہوا اور بہت جلد غزنین میں گیا۔ اور یہاں سے کابل میں شاہزادہ پہنچ گیا۔ مرزا کامران نے اس کو خانزادہ بیگم ہمشیرہ عزیزہ بابر کے گھر میں اُتارا۔

قندھار کے قریب لڑائیاں

ہمایوں منزل لبت حی میں تھا کہ مشہور ہوا مرزا عسکری اپنا خزانہ لیکر کابل بھاگنا چاہتا ہے۔ قزلباشوں اور بادشاہ کے ملازموں کی ایک جماعت نے بےجد ہوکر اجازت اس قصد سے حاصل کی کہ مرزا کو کیا قندھار سے بھاگنے نہ دینگے یا اسکو گرفتار کرلینگے ہمایوں کو اس خبر کا جھوٹا ہونا سچے مخبروں کی معرفت معلوم ہوچکا تھا اس لیے اُس کی مرضی نہ تھی کہ یہ جماعت اس کے تعاقب میں خراب ہو مگر اس جماعت نے جانے میں پیشقدمی کی کہ مبادا مرزا عسکری ہاتھ سے نکل جائے۔ بہت جلد بے سامانی کے ساتھ قندھار پہنچے وہاں مرزا کے جانے کی خبر دروغ نکلی قلعہ سے ایک جماعت نے نکلکر جنگ کی اور قلعہ کے اوپر سے ضربزن اور توپوں کو انپر مارا جس سے قزلباشوں اور اوروں کی ایک جماعت کثیر فنا ہوئی۔ اور ایک گروہ زخمی ہوا۔ قزلباشوں

اور چغتائی دلاوروں نے دادِ مردانگی دیکر غنیم کو قلعہ کے اندر دھکیلا جمیل بیگ نے کہ مرزا عسکری کے معتمدوں میں سے تھا آدمی بھیجکر مرزا کو بلایا کہ دشمن کا لشکر کم رہ گیا ہے آپ کے آنے سے دشمن کی جماعت کا کام تمام کرنا آسان ہوگا۔ مگر مرزا نے یہ پیغام بھیجا کہ دشمن ہمارے لشکر کی کیفیت اور حقیقت کو جانتا ہے اس کی سپاہ اسی جماعت پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی کمک کمین گاہ میں اسلیے بیٹھی ہوگی کہ ہمارا کام تمام کردے۔ ہمکو دھوکا نہ کھانا چاہیئے بلکہ جنگ کو مرزا کامران کے آنے تک ملتوی رکھنا چاہیئے۔

پانچ روز بعد [۷] محرم ۹۵۲ھ روز پنجشنبہ کو حصار قندہار کی حوالی میں ہمایوں آگیا اس نے مورچل تقسیم کردیئے اور صاحب اہتمام جابجا مقرر کردیئے۔ ہر روز جانبین سے جوانان نبرد آزما کارزار کرتے۔ ان لڑائیوں میں اکثر آدمی زخمی ہوتے۔ انہیں دنوں میں خبر آئی کہ مرزا کامران کا کوکہ رفیع زمین داور کی طرف ایک پہاڑ کے نیچے پڑا ہوا ہے جو آب اغنداب کے کنارہ پر ہے ایک جماعت ہزارہ اور نکدری کی اس پاس مجتمع ہے۔ بیرام خاں محمدی مرزا اور جماعت کثیر ان پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئی۔ کچھ لڑائی ہوئی۔ رفیع کوکہ گرفتار ہوا۔ اور بہت سے آلات و ادات حرب و مویشی اور دواب و غلہ بادشاہ کے لشکر کے ہاتھ آئے۔ بادشاہی لشکر میں تنگی ہوری تھی اس فتح سے وہ دور ہوگئی اور رفاہیت و فراخی ہوگئی۔

جب ہمایوں نے دیکھا کہ مرزا عسکری نے مخاصمت میں اہتمام کیا تو برادرانہ محبت کے سبب سے ہمایوں کی رائے میں یہ آیا کہ ایک منشور نصائح اور فرمان موعظت مرزا کامران پاس بھیجوں شاید خواب غفلت سے بیدار ہوکر صلح کی رائے پر آئے اور اپنی نیکو خدمتی سے تلافی تقصیرات کرے تاکہ بہت سے آدمی ناحق ہلاک نہوں اور بھائیوں کے اتفاق کے وسیلے سے اور بڑے بڑے کام جو اس کے دل میں تھے وہ ظہور میں آئیں اس لیے اس نے بیرام خاں کو برسم رسالت کابل میں بھیجا جب قندہار اور غزنین کے درمیان وہ کتل رعنی و آب لیتا دہ پر پہنچا تو ایک جماعت ہزارہ نشام کو اس کے روکنے کیلئے کھڑی ہوئی۔ لڑائی ہوئی بیرام خاں نے ان کو شکست دیکر رفع دفع کردیا اور بہت آدمیوں کو مارا جب بیرام خاں کابل کے نزدیک آیا تو بالوس دیوان و اولیا نے اس کا استقبال کیا اور بیرام خاں کو کابل لے گئے۔ مرزا کامران نے چہار باغ میں مجلس کو آراستہ

کر کے بیرام خاں کو بلایا۔ بیرام خاں جانتا تھا کہ اگر مرزا کو ہمایوں کے وہ دو منشور دونگا تو تعظیم کے لیے نہیں کھڑا ہوگا اسیلیے اُس نے اوّل قرآن شریف نذر کیا جس کی تعظیم کے لیے وہ کھڑا ہوا تو پھر اُس نے دونوں منشور دیئے۔ اس طرح ان منشوروں کی بھی تعظیم ہوگئی پھر تحف بادشاہی اور ہدایا شاہی عمدہ طور پر پیش کیے اور مرزا کے ساتھ اخلاص صداقت آفریں باتیں کیں اور آخر مجلس میں اُس نے شاہزادہ اکبر و مرزا ہندال مرزا سلیمان۔ یادگار ناصر مرزا الغ بیگ مرزا کے ملنے کی درخواست کی مرزا نے اجازت دی اور بابوس کو مقرر کیا کہ وہ ان ملاقاتوں میں بیرام خاں کے ہمراہ رہے۔ اول خانزادہ بیگم ہمشیرہ کلاں فردوس مکانی کے مکان میں شاہزادہ اکبر کو دیکھ کر دل خوش کیا۔ پھر مرزا ہندال سے جو اپنی ماں دلدار بیگم کے گھر میں قید تھا ملاقات کی اور فرمان اور خلعت و اسپ خاصہ جو بادشاہ نے بھیجا تھا وہ نذر کیا پھر دوسرے روز مرزا سلیمان و مرزا ابراہیم سے جو قلعہ کے اندر قاسم خاں کے گھر میں قید تھے باغ جلال الدین میں بلا کر ملاقات کی۔ پھر ناصر مرزا سے ملاقات کی اور اس کو عفو تقصیرات اور نوازش بادشاہی کا امیدوار کیا اور ایسے ہی الغ مرزا اور اور امیرزادوں سے ملکر مکارم شاہی کا امیدوار کیا اور صفوت و صفا و وفا کا سبق پڑھایا۔

مرزا کامراں نے ڈیڑھ مہینے ٹھہرا کر بیرام خاں کو رخصت کیا۔ مرزا اس عرصہ میں اس اندیشہ سے متردد تھا کہ نہ وہ بادشاہ سے لڑنے کی قوت رکھتا تھا نہ وہ اپنے اختیارات کو چھوڑنا چاہتا تھا۔ آخر کار اُس نے اپنی بڑی پھوپی خانزادہ بیگم کو بیرام خاں کے ساتھ کیا اور ظاہر یہ کیا کہ مرزا عسکری میرا کہنا نہیں مانتا۔ پھوپی صاحبہ جا کر اس کو نصیحت فرمائیں اور قندھار کو لیکر بادشاہ کے حوالہ کریں اور دل میں یہ منصوبہ تھا کہ مرزا عسکری نے مرزا کامراں کے کہنے سے قلعہ کے استحکام میں اہتمام کیا تھا اگر اس کو روز بد پیش آئے اور بادشاہ قلعہ فتح کرے تو پھوپی صاحبہ مرزا عسکری کے قصوروں کو معاف کرا دیں۔

قلعہ قندھار اصل میں بڑا مستحکم تھا وہ گل کا تھا اس لیے اس کا قلع و قمع مشکل تھا اور اس کی دیوار کا عرض ساٹھ گز تھا اور پھر مرزا عسکری نے اُس کے استحکام میں پورا اہتمام کیا تھا اور توپ و توپچی بہت سے حصار کے اطراف میں جمع کیے تھے۔ اگرچہ بادشاہی بہادر

داد مردانگی دیتے مگر وہ فتح نہ ہوتا۔ اس امید و محاصرہ سے امرا قزلباشیہ گھبرا گئے۔ وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہمایوں جس وقت قندہار میں قدم رکھے گا۔ قوم چغتائی کا جمگھٹا اس کے گرد لگے گا۔ اب یہاں یہ دیکھا کہ کسی نے اُس کی بات نہ پوچھی۔ غرض اس پراگندگی میں انکا ارادہ ہوا کہ کیوں جھگڑے میں پڑیں ایران اُلٹے چلیں۔ اُن کی اس بات کو ہمایوں سمجھ گیا تو قلعہ کے لینے میں اور پہلے سے زیادہ اہتمام کیا اور ایک مورچل نہایت مستحکم بنایا۔ ترکمانوں نے یہ دیکھکر قلعہ کے لینے میں دل لگایا۔ اور مرزا عسکری کو سراسیمہ و پریشان کیا۔ اُس نے عاجز ہوکر میر طاہر کے ہاتھ عرضداشت بھیجی کہ پھوپی صاحبہ تشریف لاتی ہیں اُن کے آنے تک مجھے مہلت دیجئے کہ اُن کے ذریعہ سے اپنی خاطر جمع کرکے حضور کے پاس حاضر ہوں بادشاہ نے اُس کی درخواست کو منظور کرلیا اور مہم قلعہ میں اہتمام کم کردیا۔ ظاہر میں مرزا نے یہ روش عجز اختیار کی اور باطن میں استحکام قلعہ میں کوشش کی جب بیگم صاحبہ و بیرام خاں دونوں آگئے تو پھر مرزا نے مخالفت اختیار کی۔ بیگم صاحبہ نے ہرچند اس کو سمجھایا کہ تو اپنی اس حرکت سے باز آ اور بادشاہ پاس چل مگر اس نے اپنی خشونت و سرکشی کو نہ چھوڑا اور دشمنی کے سبب سے بیگم صاحبہ کو بادشاہ سے ملنے بھی نہ دیا۔ مرزا کی اس ناراستی سے ناراض ہوکر ہمایوں نے تسخیر قلعہ میں زیادہ اہتمام کیا۔ اس اثنا میں الغ بیگ مرزا ابن سلطان محمد مرزا کہ نبائر دختری سلطان حسین مرزا کے تھے و شیر افگن بیگ و فضل بیگ و میربرکہ و مرزا حسن خاں اور ایک اور جماعت کابل سے بادشاہ کی خدمت میں آئی ان لوگوں کے آنے کا سبب یہ تھا کہ الغ مرزا کو مرزا کامراں نے قید کیا تھا اور احتیاطاً ہر ہفتہ میں اس کو ایک آدمی کے وہ سپرد کرتا۔ جب شیر افگن خاں کو اس کے سپرد کرنے کی نوبت آئی تو وہ مرزا سے ڈرتا تھا اس لیے وہ اس جماعت سے اتفاق کرکے الغ مرزا کو لیکر بادشاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے بے دریغ اس کو خلعت امتیاز سے سرافراز کیا زمین داور الغ مرزا کو عنایت کی قاسم حسین خاں اگرچہ ان لوگوں کے ساتھ آیا تھا مگر راہ بھولکر ہزارہ قوم کے ہاتھوں میں پڑ گیا تھا۔ چند روز بعد لٹ لٹا پیدل آبلہ پا آیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تیرے اخلاص میں کچھ نقصان تھا کہ راہ بھول کر اتنی بلاؤں میں مبتلا ہوا۔ بعد اس کے دودہ بیگ ہزارہ

خیل و حشم کے ساتھ آیا اور اعیان کابل کے عرائض لایا۔ اس جماعت کے آنے سے اور اکثر امرا اور اعیان کابل کی عرائض پہنچنے سے لشکر شاہی میں بڑی خوشی ہے۔ قزلباش جو متردد خاطر ہوئے تھے وہ مطمئن ہوئے جد و جہد از سر نو کرنے لگے۔ جیسے قلعہ داری کے ارکان میں تزلزل آیا اور کنگرہ محافظت سے پائے ثبات پھسلا ساکنان قلعہ روز بروز احوال مرزا عسکری کا لکھتے تھے کہ گیر و دار میں مردانہ کوشش کرو اور قلعہ کشائی پر کمر ہمت محکم کرو اور اہتمام سے ہاتھ مت اٹھاؤ کہ اہل قلعہ تنگ ہو رہے ہیں آخر کار یہ نوبت آئی کہ مرزا عسکری کے اعیان الگ الگ لڑکے قلعہ سے باہر نکلنے شروع ہوئے توپچی اور پیادے فصیل سے کود کر باہر جانے لگے۔ بڑے بڑے امیر قلعہ کے اندر سے بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں آئے اب اہل قلعہ کو یقین ہو گیا کہ قلعہ کی نگاہداشت ممکن نہیں مرزا عسکری بھی خواب غفلت سے بیدار ہو کر سراسیمہ و مضطرب ہوا کہ نہ اس کی رائے قلعہ میں رہنے کی تھی نہ روئے بادشاہ پاس آنے کا تھا غرض نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا حال تھا اول اس نے بادشاہ سے التماس کی کہ قندہار میں آپکو سپرد کرتا ہوں مجھے راہ دیجے کہ کابل چلا جاؤں۔ بادشاہ راضی نہ ہوا جب اس خیال خام نے صورت نہ پائی تو خانزادہ بیگم کو بادشاہ پاس بھیجا کہ اس کے گناہوں کی استعفا کرائے۔ بادشاہ نے پھوپی صاحبہ کی استدعا سے مرزا عسکری کے جرم معاف کر دیے۔ جمعرات کے دن تاریخ ۲۵ جمادی الاول سنہ ۹۵۲ھ مرزا عسکری مع اپنے رفقا کے ننگی تلوار ترکش گلے میں ڈالے ہوئے بر سر دربار قصوروں کی معافی کے لیے حاضر ہوا ہمایوں نے اس کا قصور معاف کیا تلوار کو گلے سے اتروایا اور برابر بٹھایا اور ناچ رنگ کا جلسہ بڑی دھوم دھام کا جمایا۔ گو یہ ظاہر داری کی باتیں ہو رہی تھیں مگر دلوں میں بغض و کینہ بھرا ہوا تھا اس عیش و نشاط کی مجلس میں عسکری کا وہ حکم اس کے سامنے پیش کیا جو اس نے ہمایوں کی گرفتاری کے لیے اسوقت بلوچی حاکموں کو دیا تھا کہ وہ ایران کو بھاگا جاتا تھا اس حکم کے دیکھتے ہی عسکری کا چہرہ فق ہو گیا۔ کاٹو تو بدن میں لہو کی بوند نہ تھی عیش منغص ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو نظر بند کریں تاکہ وہ اس بند میں چند روزہ رہکر پند پذیر ہو۔ کورنش کے لیے اسکو لاتے رہیں۔

دوسرے روز بادشاہ ایرانی افسروں کے ساتھ قلعہ میں آیا۔ بداغ خاں نے عرض کیا کہ شرائط عہد نامہ کے موافق قلعہ اور جو کچھ اس میں ہے خاصکر مرزا عسکری کا خزانہ شاہ طہماسپ کو

حوالہ کیا جائے۔ اگر بادشاہ کو خزانہ دینے سے انکار ہو تو مرزا عسکری حوالہ کیا جائے بادشاہ نے فرمایا کہ میں قلعہ اور اس کا سارا سامان دینے کو تیار ہوں۔ طہماسپ کا دعویٰ خزانہ پر کچھ نہیں ہے مگر میں اس کو دوستانہ بھیجتا ہوں۔ وہ میرزا عسکری کے مکان میں گیا اور خزانہ کے صندوق منگوائے۔ اور ان پر قفل لگوائے اور اپنی اور امرا ایرانی کی مہر اس پر لگائی اور اپنے خیمہ کو مراجعت کی۔ اس وقت سے بادشاہ اور ایرانیوں میں آپس میں رنجیدگی شروع ہوئی۔ قزلباشوں نے خزانہ کو جلد طہماسپ پاس روانہ کیا اور مہلت نہ دی کہ کوئی اس کے لے لینے کی کوشش کرتا۔ پھر انہوں نے اصرار کیا کہ میرزا عسکری ان کو بطور اول کے ہمراہ کیا جائے کہ وہ خیریت کے ساتھ مراجعت کریں اور اگر وہ حوالہ نہ کیا جائے گا تو ہم اس کو زبردستی پکڑ لیں گے۔ بادشاہ کو انکا یہ دعویٰ بہت برا معلوم ہوا اس نے اپنے قیدی ان کے ہاتھ سے بچانے کے لیے اور اپنے لشکر کی کروفر دکھانے کے واسطے اپنے پرانے رفیقوں کو جو اب اس پاس آگئے تھے مع لشکر بلایا۔ اور ان کو ترپوں میں تقسیم کیا اور سب کو مسلح کرکے ملاحظہ کیا اس سے ایرانی چونک پڑے۔ اور اس کی قوت کو دیکھکر ڈرنے لگے پھر انہوں نے کچھ درخواست نہ کی چغتائیوں کو اور اہل شہر کو جو یہاں رہنا نہیں چاہتے تھے تین روز کی اجازت ملی کہ وہ اس میں مع اپنے اہل وعیال کے چلے جائیں کوئی ان کو تکلیف نہیں دی جائے گی چوتھے روز موافق عہدنامہ کے قلعہ ہمایوں نے محمد مراد مرزا کو حوالہ کیا اور خود بدولت چار باغ بابر میں دور جاکر آب ارغنداب پر ٹھیرا اور اپنی تکان کو اتارا۔ یہاں اس پاس اور متصل کے اضلاع سے آدمی آن آنکر جمع ہوتے جاتے تھے۔

جب قندہار کی فتح کی اور کابل کی طرف جلد بادشاہ کے آنے کی خبر مرزا کامران کے کابل میں پہنچی تو مرزا بڑا متردد ہوا۔ اس نے شاہزادہ اکبر کو خانزادہ بیگم کے پاس سے بلا کر اپنی بیوی خانم بیگم کے حوالہ کیا شمس الدین محمد غزنوی معروف آتگہ خاں کو مقید کرکے ایک بری جگہ میں ڈال اور اپنے امرا سے مشورہ کیا کہ مرزا سلیمان کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے ملا عبدالخالق کہ مرزا کامران کا استاد تھا اور پابوس نے کہ امور ملکی میں دخل رکھتا تھا کہا کہ مرزا کو دلاسا دیکر بدخشاں دیدینا چاہیئے تاکہ وہ وقت پر کام آئے۔ مرزا سلیمان کا نصیبہ جاگا کہ اس سے

چند روز پہلے - میر نظر علی میر ہزارہ تیکانی و میر علی بلوچ نے قلعہ ظفر کو تسخیر کیا تھا اور قاسم برلاس کو اور اعیان کے ساتھ مقید کیا تھا اُنہوں نے مرزا کامران کو یہ پیغام دیا کہ مرزا سلیمان کو اب بھیجدیجئے اور ولایت بدخشاں اُس کو سپرد کیجئے ورنہیں تو ان آدمیوں کو جن کو ہم نے قید کیا ہی مار ڈالیں گے اور ملک بدخشاں اُزبکوں کو سپرد کر دینگے اس لیے مرزا کامراں نے مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم و خرم بیگم کو بدخشاں بھیجدیا - یہ مرزا کچھ دور گئے تھے کہ مرزا کامراں رخصت دینے سے پشیمان ہوا اور میرزا سلیمان پاس آدمی بھیجا کہ کچھ باتیں مجھے زبانی کہنی ہیں وہ آنکر سُن جاؤ - اس بلانے سے مرزا سلیمان بدگمان ہوا - معذرت نامہ جواب میں لکھا کہ میں نیک ساعت میں روانہ ہوا ہوں اس لیے اُلٹا نہیں آسکتا جو کچھ ارشاد کرنا ہو اُس کو لکھکر کسی معتمد کے ہاتھ بھیجدیجئے میں اُس کے موافق عمل کروں گا - خود جلدی بدخشاں میں پہنچا - یہاں پہنچنا کیا تھا کہ سارے عہد و پیمان کا ٹوٹنا تھا - اس اثنا میں یادگار ناصر مرزا بھی کابل سے بھاگ کر بدخشاں پہنچا - اب مرزاؤں میں سے کوئی سوا مرزا ہندال کے کامراں پاس نہ رہا اس کی استمالت کرکے یادگار ناصر مرزا کے تعاقب میں بھیجا کہ اُس کو پکڑ لائے اور یہ اُس سے پکا وعدہ کیا کہ جو ملک میرے پاس اب ہی اور آیندہ حاصل ہوگا اُس کی تہائی میں تجھے دیدونگا مگر شرط یہ ہی کہ یکجہتی اور برادری کے حق ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہو - اس اقرار پر مرزا کو رخصت دی - مرزا ہندال اس کی بدسلوکی سے تنگ ہو گیا تھا - زبانی اس اقرار کو قبول کرکے اس کے ہاتھ سے خلاصی پانے کو فوز عظیم سمجھا اور دریائے چنار سے گذر کر ہمایوں کے پاس چلا آیا -

مرزا کامراں کا تنہا رہ جانا

ان حادثات کے واقع ہونے سے مرزا کامراں سراسیمہ ہوا اور صلاح کار کا سر رشتہ گم کیا ملازموں و مصاحبوں میں سے ایک ایسا باقی نہیں رہا کہ اس کا بہبود خواہ ہو کر ایک سچ بات کہتا اس کے اکثر آدمیوں کا دیدۂ بصیرت ایسا بند تھا کہ وہ سبیل سداد و طریق رشاد کو جانتے ہی نہ تھے ایک گروہ ایسا تھا کہ صلاح حال کو جانتا تھا مگر نفس الامر کے کہنے میں دم مارنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا جس کے دو سبب تھے ایک یہ کہ بعض کو عرض کرنے کا یارا نہ تھا - دوم یہ کہ بعض کو مرزا کی خاطر کا لحاظ اتنا تھا کہ اظہار حق کو صلاح وقت نہیں دیکھتے تھے اُن کو یقین تھا کہ اپنی خودرائی کے سبب صلاح کا

قبول کرنا اس کے مشرب میں داخل نہ تھا۔ ہمارے کہنے سے فوراً ناراض ہوجائیگا اور اس کی آزردگی ہم کو اپنی قدرومنزلت سے گرا دیگی۔

حق دولت خواہی و شرط خیر اندیشی یہ ہے کہ ایسے امور میں اپنی زبان کو منظور نظر نہ رکھے اور حق کہنے میں توقف نہ کرے کہ آخر کار اس کا ضرر سب کے حال پر عائد ہوتا ہے اور ان اعمال کا نقصان سب کی دولت پر لاحق ہوتا ہے۔ اور مشورہ کی خیانت جو سب سے بڑی خیانت ہے اور بہت بڑا گناہ ہے اپنا نتیجہ پیدا کرتی ہے اور بے دیانتی و خوشامد گوئی جس میں بڑی بے دولتی و بے سعادتی ہے وہ اس کے مآل اور حال میں نمودار ہوتی ہے اس طائفہ کو یہ سزاوار ہے کہ اگر اظہار صدق اور حق کے نہ چھپانے میں کوئی امر نا ملائم پیش آتا ہو جس سے طبیعت کو نفرت ہو تو اس کو اپنی سعادت جانے اور خوش ہو کر اپنی انبساط کی جبیں میں چیں نہ ڈالے۔ اگرچہ بحسب ظاہر بزرگوں کے ضمیر پر یہ امر شاق معلوم ہوتا ہے مگر والا جنابوں کے باطن اس کی تحسین فرماتے ہیں۔ اگرچہ یہ امر اپنے صاحبوں کی رائے کے خلاف بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ مگر درستی اسے وہ آپ بری الذمہ ہوتا ہے اور حق نعمت ادا کرتا ہے اور عاقبت اندیشوں اور آخر بینوں کے نظر میں وہ محمود القول و فعل معلوم ہوتا ہے۔ غرض مرزا کامران میں نہ اسوقت عقل مصلحت اموز تھی اور نہ ایسے ہمراہ عقل افزا تھے اس لیے وہ غلطی پر غلطی کرتا چلا جاتا تھا۔

جب مہمات قندھار سے بادشاہ کو فراغت ہوئی تو تسخیر کابل کا ارادہ ہوا اُس ارادہ سے فردوس مکانی کے باغ سے سفر کر کے مقام حسن ابدال سے اوپر گنبد سفید میں فروکش ہوا ازبسکہ بہت مدت سفر کے امتداد سے دلگیر ہو رہے تھے۔ مدت سے اپنا گھر نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے بہت سے امیر مع اپنی سپاہ کے بے رخصت اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ بعض نے دہیرہ ہو کر چھٹی رخصت لی۔ جو چلے گئے وہ چلے گئے جو باقی رہے انہوں نے ظلم کرنا شروع کیا اور غریب قندھاریوں پر بے خوف و خطر دست درازی شروع کی شہر کے چھوٹے بڑے سب فریاد و نالاں اور دادکناں بادشاہ پاس آئے۔ اب بادشاہ اس معاملہ میں متردد تھا کہ اگر میں ستمگاروں کو تنبیہ کرتا ہوں تو شاہ ایران آزردہ خاطر ہوتا ہے اور اگر قانون داد پر عمل نہیں کرتا تو بیداد گر۔ زیردستوں پر دست درازی سے باز نہیں آتے اور اس سے خدا کا قہر نازل

ہوتا ہے۔ وقت کا مقتضا یہ نہ تھا کہ اس امر کا فیصلہ کرتا اس لیے اُس کو دوسرے وقت پر موقوف رکھا۔

جب کابل پر یورش کا ارادہ مصمم ہوا تو بداغ خاں سے ہمایوں نے کہا کہ چند منزل مکان قلعہ کے اندر مستورات کے رہنے کے واسطے اور اسباب ضروری کے رکھنے کے لیے عنایت کیجیے اور یہ بھی اُس نے کہا کہ ہم نے تم کو اپنے عہد کے موافق قندہار دیدیا ہی مگر یہاں اپنی خاطر جمعی کے واسطے آدمیوں کا چھوڑنا ضرور ہی۔ بداغ خاں نے نامعاملہ فہمی کے سبب سے اس درخواست کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ امراء عظام نے کہ بادشاہ کی ملازمت میں تھے کہا کہ ہم کو ایک کار عظیم درپیش ہی۔ قندہار کا ہمارے پاس ہونا ناگزیر ہی تاکہ ہم فارغبال ہو کر اپنا کام کریں۔ شاہ ایران کی خاطر سے اُس کے آدمیوں کو آزردہ خاطر کرنا بادشاہ کو منظور نہ تھا۔ وہ ایرانیوں کی حرکات ناشائستہ کو تحمل سے دیکھتا رہا۔ یہ بھی وہ سوچتا تھا کہ بدخشاں کی طرف کوچ کر کے مرزا سلیمان کو ہمراہ لیجیے اور کابل کو تسخیر کیجیے اِن دنوں میں شاہ ایران کا بیٹا مرزا مراد جنت کی سیر کو گیا۔ پھر مقربین نے بادشاہ سے عرض کیا کہ موسم سرما سر پر آیا۔ اس کوہستان میں اہل و عیال و اسباب و پرتال کا لیجانا محال نظر آتا ہی پسر شاہ ایران نے رحلت کی۔ اب قندہار کو ایرانیوں کے پاس چھوڑنا مناسب نہیں ہے خصوصاً ایسی خودسر جماعت کے ہاتھ میں کہ ملک کی تخریب کرتی ہی اور آسائش و رفاہیت خلق میں خلل ڈالتی ہی باوجودیکہ یہ مقرر ہو چکا تھا کہ وہ ہمیشہ بندگی کے لیے کمربستہ رہ کر ملازم رکاب رہی گی اب اُس نے انحراف کیا اور احکام کے قبول کرنے میں سرگرمی نہیں کرتی بلکہ عدول حکمی کرتی ہی اور ظاہر و باطن میں مخالفت پر موافقت کی ہی اور بے آزرمی کی نقاب منہ پر ڈالی ہی مناسب یہ ہی کہ عاجز و مساکین کے دامن کو اُن کے دست تعدی سے بادشاہ چھڑائے۔ ہرگز شاہ ایران کی خاطر پر غبار اس سے نہیں بیٹھے گا کہ آپ غریبوں اور مظلوموں کی دادرسی کریں گے۔ حضور ملاحظہ فرمائیں کہ کابل کتنا دور و دراز کا رستہ ہی۔ ہزارہ اور افغانوں کا لشکر مور و ملخ سے زیادہ رستہ میں پڑا ہی اور وہ مرزا کامران کا دم بھرتا ہی وہ ہم کو بغیر روکے کیسے راہ دیگا۔ اس لیے اول کام یہ ہی کہ کوئی مامن مقرر کیا جائے

سو وہ بجز قندہار کے کوئی اور مقام نظر نہیں آتا۔ پس عقل و عرف و عدل کے موافق بداغ خاں کو فرمائیے کہ وہ خواہ خوشی سے خواہ ناخوشی سے قندہار خالی کر دے اور اگر وہ نہ خالی کرے تو محاصرہ اور استیلا سے اسے خالی کرائے اور شاہ ایران کو محبت نامہ موافق ماجرائے روزگار اور اقتضاء صلاح وقت جو وفور صداقت اور ایفائے وفاق پر مشتمل ہو لکھیئے۔ شاہ والا گہر معدن دانش و انصاف ہے وہ اس عمل کو مستحسنات سے شمار کرے گا اور اس باب میں سب سے زیادہ پیروکار حاجی محمد خاں قشقہ تھا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جو کہتے ہو سب مسلم۔ لیکن محاصرہ کرنا اور تیغ و شمشیر چلانا برائی سے خالی نہیں۔ اگرچہ ایرانیوں نے منہج اعتدال سے انحراف کیا۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کے جواب میں میرے آدمی کوئی بے اعتدالی کریں۔ اس صورت میں بداغ خاں کے آدمی ضائع ہونگے اور اس امر کا ظہور اہل روزگار کو بدنما معلوم ہوگا بہتر یہ ہے کہ عقل دور اندیش کے وسیلہ سے کوئی تدبیر نکالنی چاہیئے کہ بے جنگ و جدل قلعہ ہاتھ لگ جائے اس لیے بداغ خاں پاس آدمی بھیجا کہ ہم تو تسخیر کابل کے لیے جاتے ہیں اور مرزا عسکری کو قندہار میں مقید رکھنا چاہتے ہیں تاکہ اس سے خاطر جمع رہے اب اس درخواست کو منظور کیجیئے بداغ خاں نے اس میں اپنی مصلحت سمجھکر درخواست کو قبول کر لیا۔ یہاں یہ مقرر ہوا کہ دلاوران کار دیدہ اور بہادران معرکہ آزمودہ حدود قندہار میں جا کر کمین میں بیٹھیں اور ناگہاں وقت پا کر ہمت اور جلادت کی پامردی سے قلعہ کے اندر گھس جائیں بیرام خاں اور حاجی محمد وغیرہ سرداروں کے لیے قلعہ کے دروازے مقرر کیے گئے کہ وہ ایسے وقت قلعہ کے اندر جائیں کہ صبح صادق ہونے کو ہو۔ سب سے پہلے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار قلعہ کے اندر جاتی تھی اس کے پیچھے پیچھے چھپ کر اول حاجی خاں قلعہ کے دروازہ میں داخل ہوا۔ دربان اس کے جانے کا مانع ہوا اس نے کہا کہ بداغ خاں کے حکم سے ہم مرزا عسکری کو لائے ہیں کہ قلعہ میں مقید کریں مگر اس کہنے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دربان دروازہ کو بند کرنے لگا کہ حاجی محمد خاں نے تلوار سے ہاتھوں کو قلم کیا۔ ایک جماعت قزلباشوں کی لڑنے کو کھڑی ہوگئی اور قتل ہوئی۔ بیرام خاں دوسرے دروازہ سے داخل ہوا۔ قزلباش بھاگ کر ارک میں متحصن ہوئے دوپہر کو بادشاہ خود قلعہ میں آیا۔ حیدر سلطان کے وسیلہ سے بداغ خاں بادشاہ پاس آیا اور سجدہ خجالت اور عذر تقصیر بجا لایا۔ بادشاہ نے

عنایت کرکے رخصت کیا اور شہر بیرام خاں کو عنایت کیا اور شاہ ایران کو مکتوب لکھا کہ بداغ خاں نے آپ کے حکم کے خلاف کام کیا اور خدمت گذاری میں قصور کیا۔ اس لیے قندہار کو اس سے لیکر بیرام خاں کو حوالہ کیا اب وہ آپ سے متعلق ہی (از اکبر نامہ) الفنسٹن صاحب نے اپنی تاریخ میں اس معاملہ کی نسبت یہ لکھا ہی کہ غالب یہ ہی کہ ہمایوں ان لاطائل عذروںکا محتاج نہ تھا جن کو ابوالفضل نے اکبرنامہ میں بہت زور شور سے اُس کی جانب بیان کیے۔ اس لیے کہ ہمایوں کے لیے یہی عذر کافی وافی تھا کہ ان عہدونکا پورا کرنا اُسپر واجب و لازم نہ تھا جو بجبر و اکراہ اس نے تسلیم کیے تھے۔ مگر یہ بات یاد رہی کہ یہ تقریر و دلیل اس کے مذہب کے بدلنے کی نسبت ہو سکتی ہی قندہار کے حوالہ کرنے سے تعلق نہیں رکھتی اس لیے کہ ملک قندہار اس امداد اور اعانت کا بدلا تھا جو شاہ طہماسپ کی جانب سے ظہور میں آئی تھی اور شاہ کے اختیار و قید سے ہمایوں بالکل آزاد ہو کر نکل گیا تھا۔ اس کے بعد اس کی تائید و کمک سے فائدہ اٹھایا تو اس نے قول و قرار کو از سر نو نہایت مضبوط و مستحکم کیا تھا۔ غرض ایسی عہد شکنی و خلاف عہدی اور علاوہ اس کے ان نامعقول حرکتوں کے سبب سے جو عہد شکنی کے ساتھ سرزد ہوئیں اگر ہمایوں پر کافر نعمتی کا دھبا نہ لگے تو دغابازی کے داغ سے وہ پاک صاف نہیں رہ سکتا۔

مرزا عسکری کا بھاگنا اور پھر پکڑا جانا اور ولایت قندہار کا تقسیم ہونا

اس اثنا میں مرزا عسکری نے جاں بخشی کی قدر نہ جانی اور بھاگ گیا۔ چند روز بعد ایک افغان نے اُن کی خبر کی کہ مرزا میرے گھر میں چھپا ہی کسی آدمی کو بھیجکر اُس کو گرفتار اس طرح کر لیجیے کہ میرا نام نہو۔ بادشاہ نے دو آدمی بھیجکر اس افغان کے گھر سے پکڑوا منگوایا۔ وہ ایک ٹاٹ کے اندر چھپا ہوا تھا بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور ندیم کوکلتاش کے حوالہ کیا۔ ولایت قندہار کو اولیاے دولت پر اس طرح تقسیم کیا۔ ولایت پتری الغ مرزا کو دی اور اور پرگنات لہو حاجی محمد خاں کے وجہ علوفہ میں دئیے زمین داور اسمعیل بیگ اور قلات شیر افگن خاں کو شال حیدر سلطان کو اور اوروں کو اُن کے مناسب حال جاگیریں دی گئیں۔ اب بادشاہ نے مہم قندہار سے سب طرح فارغ ہو کر تسخیر کابل کا ارادہ کیا۔

یہ بھی ہمایوں کو ایک نعمت غیر مترقبہ ہاتھ لگی کہ ہندوستان سے ایک قافلہ بزرگ آیا تھا سوداگروں نے دلخواہ سوداگری کے ستر ہ سو گھوڑے ترکمانوں سے خریدے تھے اس قافلہ

کے سرداروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حضور ہمارے گھوڑے خریدلیں اور اُن کی قیمت ہندوستان کے فتح کرنے کے بعد مرحمت فرمائیں تو ہماری بڑی امداد فرمائیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بیچنے والوں کی دلخواہ قیمت پر گھوڑے مول لیے جاویں اور اُن کو قیمت کے تمسک لکھہ دیئے جائیں۔

ابوالفضل نے تو یہہ لکھا ہی مگر جوہر واقعات ہمایونی میں یہہ یہ لکھا ہی کہ ہمایوں نے قلعہ قندہار لے لیا تو باغ خلیجہ میں ایک مہینہ قیام کیا۔ ایرانیوں کو اس قدر بادشاہ کا پاس پڑا رہنا ناگوار ہوا۔ بداغ خاں نے بادشاہ کے لشکر کی رسد بند کردی۔ بادشاہ نے اس امر میں امراسے صلاح پوچھی تو انہوں نے کہا کہ گھوڑے چڑھنے کے لیے لشکر میں نہیں ہیں ایرانیوں نے اپنے سترہ سو گھوڑے سوداگروں کے ہاتھ بیچے ہیں اور وہ قلعہ کے باہر بندھے ہیں اُن کو لے لینا چاہئے۔ بادشاہ کے آدمیوں نے سوداگروں سے یہہ گھوڑے زبردستی چھین لیے سوداگر بادشاہ پاس فریادی آئے۔ تو اُن کو قیمت کے تمسک لکھہ دیئے۔ بادشاہ نے کچھہ گھوڑے اپنے لیے رکھے باقی امیروں کو تقسیم کردئے۔ ان سب گھوڑوں پر داغ لگایا گیا۔ وہ بیگ ہزارہ مالی اور جانی خدمات کرنی چاہتا تھا۔ جب بادشاہ قلعہ تیری کے قریب آیا تو اس نے گھوڑے اور گوسفند اپنے حسب حال پیشکش میں دیئے۔ اس نواح میں سبزہ زار بہت ہی اس لیے بادشاہ نے دل و دماغ کے تروتازہ کرنے کے لیے قیام کیا۔ خانزادہ بیگم نے علیل ہوکر یہیں انتقال کیا۔ مرزا ہندال قندہار کے قریب بادشاہ سے آن ملا تھا۔ بادشاہ اس کے آنے سے بہت خوش ہوا اور اس پر بہت عنایت کی۔ وہ بہت سے آدمیوں کے آنے کا مقدمہ تھا۔ کابل سے جوق جوق بڑے بڑے آدمی چلے آتے تھے یہاں ہوا کے اختلاف و امتزاج سے اس اہ میں بادشاہ کے لشکر میں بیماری وبا شروع ہوئی اور بہت سے آدمیوں نے شہرستان عدم میں سفر کیا۔ حیدر سلطان بھی اُن میں تھا۔ جب مخالفت ہوا نے شدت پکڑی اور بادشاہ کے ساتھ آدمی کم رہ گئے تو مرزا ہندال نے عرض کیا کہ مناسب ہی کہ اس زمستان میں قندہار میں حضور مراجعت کریں اور اوائل بہار میں سرانجام لشکر کرکے تسخیر کابل پر توجہ فرمائیں۔ بادشاہ نے اُس کے روبرو کچھہ نہیں کہا۔ مگر میر بردکہ کی زبانی کہلا بھیجا کہ اگر اپنی اور اپنے آدمیوں کی تکلیف کا خیال ہو تو وہ زمین داور میں چلا جائے

اور جب کابل فتح ہو وہ چلا آئے۔ مرزا اس پیغام سے نہایت خجل ہوا عذر تقصیر کیا۔ اثناء راہ میں جمیل بیگ برادر بابوس حاکم غزنین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے بھائی بابوس کا قصور معاف کرایا۔ غرض کامراں کے امرا کا حال ہمایوں پاس آنے کا بھیڑوں کا سا ہو گیا تھا کہ جہاں ایک جائے وہاں سب جائیں۔ کابل کے امیروں کا ہمایوں پر تقاضا تھا کہ وہ آگے بڑھا آئے۔ جب بادشاہ کی فوج کوہستان سے نکلکر بیرت شیخ علی میں آئی جو نعمان وار قندی کی نواح میں واقع ہے تو مرزا کامران سراسیمہ ہوا اور قاسم برلاس کو ایک جماعت کے ساتھ آگے بھیجا اور قاسم مخلص ترتبی مرزا کا میر آتش تھا فرمایا کہ توپخانہ کو چلکہ دوری میں کہ بیرت بابوس کے قریب ہی پہنچا کر لگائے۔ اور عیال مردم کو جو قلعہ کابل کے باہر تھے ان سب کو قلعہ کے اندر لے گیا اور استحکام قلعہ کے بعد بیرت بابوس کے قریب بیٹھکر ترتیب افواج اور تقسیم صفوف میں اہتمام کرنے لگا موضع تکیہ چار میں قاسم برلاس کہ ایک جماعت کے ساتھ پہلے آیا تھا اس پر افواج شاہی میں سے خواجہ معظم و حاجی محمد خاں اور شیر افگن نے خوب دست بردکی اور قاسم برلاس اُنکا مقابلہ نہ کرسکا۔ بھاگ گیا جب فوجوں میں فاصلہ تھوڑا رہا تو مرزا ہندال ہراولی کے منصب پر ممتاز ہوا۔ اور خود بادشاہ ار قندی کے نواح میں آیا۔ بابوس و جمیل بیگ اپنی جمعیت کے ساتھ اور شاہ بردی خاں جس سے گردیز و بنگش و نغز متعلق تھے یہ سب آنکر بادشاہ کے پابوس ہوئے۔ اس کے بعد مصاحب بیگ بہت آدمیوں کے ساتھ آیا۔ اس اثنا میں بابوس نے عرض کیا کہ توقف کا وقت نہیں ہے سوار ہو جیئے کہ سارے آدمی آپ پاس آتے ہیں۔ بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس عرصہ میں حیدر سلطان کے بیٹے علی قلی سفرچی اور بہادر حاضر ہوئے کچھ دنوں کے بعد قراچہ خاں آکر زمیں بوس ہوا۔

مرزا کامراں نے اب ہمایوں کے اقبال میں اپنا ادبار دیکھا تو اپنے جرموں کے استغفا کے واسطے اور بعض ملتمسات کے عرض کرنے کے لیے خواجہ جاوید محمود و خواجہ عبدالحق کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ بادشاہ کے لشکر اور مرزا کے لشکر میں آدھ کوس کا فاصلہ بھی نہیں رہا تھا کہ خواجہ بادشاہ کی خدمت میں آن پہنچا۔ بادشاہ نے ان ملتمسات کو مرزا کی ملازمت پر موقوف رکھا اور عنایات کے وعدہ کرکے خواجہ کو باحترام رخصت کیا۔ اور خود مردی اور مروت کے سبب سے

توقف کیا - مرزا کی غرض خواجہ کے بھیجنے سے یہ تھی کہ کچھ فرصت مل جائے اور لشکر شاہی حملہ میں توقف کرے - جب رات ہوئی تو وہ ارک کابل میں گیا اور وہاں سے مرزا ابراہیم اپنے بیٹے اور اہل وعیال کو لیکر بینی حصار کی راہ سے غزنین کو بھاگ گیا - جب بادشاہ نے مرزا کے بھاگ گئے کی خبر سنی تو بابوس کو مع اپنے معتمدوں کے ساتھ کابل میں بھیجا کہ کوئی وہاں سپاہ و رعیت کو گزند نہ پہنچا سکے اور سب کو عنایت شاہی کا امیدوار کرے اور مرزا ہندال کو مقرر کیا کہ وہ مرزا کامران کا تعاقب کرے اور خود ۱۲ شہر رمضان ۹۵۴ھ کو کابل کو فتح کرکے شہر میں آیا - یہ فتح آیندہ فتوح کا مقدمہ تھا - نویدی نے اس فتح کی تاریخ ایک یہ کہی ہے کہ کابل را گرفت

دوم یہ مصرع

بے جنگ گرفت کابل از وے - بادشاہ بالاحصار میں آیا اور اپنے نونہال شہزادہ اکبر کو دیکھکر دل و جان کو مسرور کیا اس وقت شاہزادہ کی عمر دو سال دو مہینے آٹھ روز کی تھی - صبح کو تمام ارکان دولت و اعیان مملکت اور کل حشم اور عام عبید و خدم بادشاہ کے سامنے کورنش بجالائے اور سب نے دعا اور مبارکباد دی - تمام جاڑا بادشاہ نے ارک کابل میں خلائق کی آسائش کے لیے بسر کیا اور عدل و احسان رعایا پر کیا اور ولایت کابل میں امن و امان ہو گیا -

جوہر نے یہ ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے کہ ایک دن بادشاہ نے پہر رات گذر گئی تھی مگر روزہ افطار نہیں کیا تھا اس نے بی بی بیگم کے گھر سے کچھ کھانے کو منگوایا تو ان بیگموں نے بادشاہ کے پاس گائے کے گوشت کا قلیہ اور سرادل گائے بھجوایا - جب بادشاہ نے اس کھانے کو چکھا تو معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ اے مرزا کامران تیری بہبود کس طرح ہوسکتی تھی کہ تونے بی بی بیگم صاحب کے باورچی خانہ میں ایک گوسفند بھی کھانے کو نہیں چھوڑی کہ وہ بیچاری گائے کا گوشت کھاتی ہے (جو غریب مفلس کھایا کرتے ہیں) یہ وہ بی بی ہے جس نے ہمارے باپ کی ہڈیوں کو لاکر یہاں دفن کیا ہے - اس نے وہ کام کیا کہ ہم چار بیٹوں میں سے کسی سے باپ کے لیے نہ ہو سکا - غرض اس غصہ میں بادشاہ نے صرف شربت پیا اور روزہ پر روزہ رکھا -

انہیں دنوں میں قاسم علی اور مویدبیگ کہ اعیان سلطنت اور صدر نشین بارگاہ عزت تھے

ابوالفضل [illegible]

دنیا سے رحلت کر گئے اور بادشاہ کو معلوم ہوا کہ خواجہ معظم کا ارادہ ہے کہ مقدم بیگ کو ساتھ لیکر مرزا کامران پاس بھاگ جائے بادشاہ کو یہ امر ناگوار ہوا۔ مقدم بیگ کو کشمیر کی جانب نکال دیا اور خواجہ معظم کو استقامت اور اعتبار کی نظر سے گرا دیا۔

شاہزادہ اکبر کا ختنہ

یہاں مریم زمانی بیگم بھی قندھار سے تشریف لے آئیں اور بادشاہ نے شاہزادہ کا ختنہ بڑی شادمانی اور نشاط کے ساتھ کیا۔ اس کا حال اکبر کے بیان میں پڑھو۔ طہماسپ شاہ ایران کے ایلچی آئے۔ جن میں سردار ولد بیگ تھا وہ تحف و ہدایا لائے اور اپنے بادشاہ کی طرف سے فتح کی مبارکباد دی۔ بادشاہ نے عواطف خسروانی سے ان پر نوازش فرمائی۔ میرزا سلیمان کی طرف سے برسم رسالت شاہ قاسم طغائی آیا اور عرضداشت اور پیشکش مرزا کی لایا جس میں اپنے نہ آنے کے عذر لکھے تھے جس کو بادشاہ نے منظور کرکے حکم دیا کہ وہ حاضر ہو جس سے یکجہتی و اخلاص معلوم ہو۔ میر سید علی جو ولایت افغان اور بلوچ میں ایک مشہور زمیندار تھا اور موضع دوکی میں کہ توابع اور اعمال ہند سے ہے اقامت رکھتا تھا وہ صدق و اخلاص کے ساتھ حاضر ہوا۔

ایلچیوں اور امرا کا آنا

بادشاہ نے دوکی اُسے مرحمت کیا۔ لونک بلوچ کہ اپنی قوم کا بزرگ تھا مع اپنے بھائیوں کے زمین بوس ہوا۔ اس کو بادشاہ نے شال اور مستنگ عنایت کیا۔ ان آنے والوں کی کامروائی بادشاہ نے جلد اس لیے کردی کہ ان روستا پروردوں کی طبیعت میں وحشت اثر نہ کرے اور دیر لگانے میں یہاں کی آب و ہوا اُن کو ناگوار ہو۔

مرزا کامران کا سندھ بھاگنا

اگرچہ کامران کے تعاقب میں مرزا ہندال روانہ ہوا تھا مگر اس نے کچھ اس کی گرفتاری کی پروا نہ کی۔ مرزا کامران غزنین میں گیا مگر وہاں لوگوں نے اس کو شہر کے اندر بھی نہ آنے دیا تو اس نے خضر خاں ہزارہ کا دامن پکڑا جو اس کو اول پتری لے گیا اور پھر زمین داور میں لایا یہاں مرزا نے اپنے قدم جمانے کا قصد کیا مگر وہ جما نہ سکا تو آخر کار مجبور ہو کر سندھ میں پناہ لی۔

یادگار ناصر مرزا کو قید ہونا

یادگار ناصر مرزا نے بادشاہ کی عنایات سابق و لاحق کو لپیٹ کر بالائے طاق رکھا اور عناد و فساد پر آمادہ ہوا۔ مرزا عسکری کو کہ نظر کے بہکانے سے خیالات فاسد کرنے لگا۔ جب اُس کی خبر متواتر بادشاہ کے کان میں پہنچی اور مہتران صادق نے اس کو ثابت کیا اور عبدالجبار شیخ نے کہ وہ اس کے فاسد مشوروں میں شریک تھا۔ حقیقت معاملہ کو تحقیق کے ساتھ تفصیل سے

بیان کیا تو بادشاہ آشفتہ خاطر ہوا مظفر کوکہ کو قتل کیا اور یادگار ناصر مرزا کو طلب کیا۔ قراچہ خاں کی زبانی عتاب آمیز باتیں اس کو کہلا بھیجیں جس کا ماحصل یہ تھا کہ ہم کو یہ گمان تھا کہ اس مرتبہ جو ہم نے تیرے بڑے بڑے جرموں سے از سر نو درگذر کی تھی اور بہت مہربانیاں کیں تھیں تو تجھے غیرت آئے گی۔ تقصیرات ماضی و حال کی تلافی تو کریگا۔ کفران نعمت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ مرزا شرمندہ سر جھکائے ہوئے کبھی سکوت کبھی انکار کبھی تجاہل عارفانہ کرتا تھا۔ غرض بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو ارک کابل میں وہاں جہاں مرزا عسکری تھا مقید کریں بعض مورخ لکھتے ہیں کہ فہرست جرائم میں اس کے تیس جرم تھے جو گواہوں کی گواہی سے ثابت کئے گئے تو قید کا حکم ہوا۔ اس طرح مقدمہ کے مرتب ہونے اور گواہوں کی شہادت سے ثبوت لینے کی مثالیں بہت کم تاریخ میں موجود ہیں۔ جب مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کی نسبت یہ امر تحقیق ہو گیا کہ اس نے بادشاہ کی فرمانبرداری سے سرتابی کی اور اپنی سروری کا درد سر رکھتا ہے اور اس خیال باطل میں پیچ کشی کر رہا ہے تو اوائل ۹۵۳ھ میں بدخشاں کی طرف بادشاہ روانہ ہوا۔ مرزا کے انحراف کے اسباب یہ تھے کہ فتح کابل کے بعد خوست و اندراب جو مرزا کے تصرف میں تھے ان کو بادشاہ نے کسی اور ملازم کو عنایت کیے۔ مگر مرزا نے وہ نہ دئے۔ مرزا تمام بدخشاں کا مالک نہ تھا اس لیے بادشاہ چاہتا تھا کہ قندوز اور اس کی حدود کسی اور ملازم کو جاگیر میں دیدے اور مرزا سلیمان کے باپ کو جو بابر نے جاگیر دی تھی اس پر بسبر اکتفا کرے اور جب مملکت محروسہ وسعت پیدا کرے تو اس کی جاگیر بڑھا دی جائے۔ لیکن مرزا نے بادشاہ سے اس معاملہ میں روگردانی کی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس لیے بادشاہ نے اس کی مخالفت کے مٹانے کا ارادہ مصمم کیا۔ اور کابل سے چلکر برت چالاک میں آیا۔ مرزا عسکری اس لشکر میں ہمراہ تھا۔ یادگار ناصر مرزا کی طرف سے اندیشہ تھا اس لیے جب بادشاہ النگ قرا باغ میں آیا تو بادشاہ کی رائے یہ ہوئی کہ یادگار ناصر مرزا کو شکنجہ ہستی سے خلاصی دینی چاہیے تاکہ اس سرفتنہ کا فتیلہ اور شرارت کا شرر کہ جس سے دودمان جلیں بجھ جائے محمد قلی تغائی کو جس سے حراست کابل متعلق تھی لکھا کہ مرزا کو قتل کرے مگر اس نے کمال سادگی و ظاہر بینی سے زبان سے کہا کہ میں نے کبھی چڑیا کو بھی مارا نہیں مرزا کو کیسے قتل کرونگا

ہمایوں کا شراب سے توبہ کرنا

بادشاہ نے اس کی سادہ لوحی سے درگذر کی محمد قاسم کو یہ خدمت سپرد کی اُس نے رات کو چلہ کمان سے خدنگ اجل اُس پر مارا۔ اس پر انگریزی مورخ لکھتے ہیں کہ محمد قلی کی معزولی کو سادہ لوحی پر ہمایوں کا محمول کرنا خود اُس کی سادہ لوحی تھی۔ بایزید نے لکھا ہو کہ ہمایوں آدھی رات کو مجلس شراب سے نکلا تو وہ نشہ میں گر پڑا۔ میر سامان خواجہ جلال الدین محمود نے کہا کہ حضور نے ایسی شے پی ہی کہ جس سے یہ حادثہ آپ پر واقع ہوا اُس کے کہنے کا اثر اس کے دل پر ایسا ہوا کہ شراب اور نشہ سے توبہ کی اور پھر عمر بھر اس توبہ کا پابند رہا۔

بدخشاں میں بادشاہ کا مرزا سلیمان سے لڑنا

بادشاہ ناصر یادگار مرزا کے دفعہ کو مٹا کر کوچ بکوچ بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا جب حدود اندراب میں پہنچا اور باغ علی قلی اندرابی میں خیمہ زن ہوا تو مرزا سلیمان نے جمع کثیر کے ساتھ بادشاہ سے لڑنے کا ارادہ کیا اور موضع تیرگران میں آنکر صف آرائی میں اہتمام کیا۔ جب بادشاہ نے اُس سے لڑنے کے لیے ہندال مرزا۔ قراچہ خاں۔ حاجی محمد خاں اور دلیروں کی جماعت کو آگے روانہ کیا۔ مرزا اور بادشاہ کی فوجوں میں لڑائی ہوئی مرزا سلیمان نے ایک خندق کو اپنی پناہ کے لیے بنایا تھا اُس کے سبب سے وہ جنگ و جدل میں خوب جما رہا۔ مرزا بیگ برلاس اور اس کے تیر اندازوں کی جماعت نے مردانگی اور کمانداری کی داد دی۔ مرزا ہندال اور قراچہ خاں اور حاجی خاں نے بھی خوب چپقلشیں کیں۔ شاہ ایران کے ایلچی کے ساتھ جو قورچی آئے تھے وہ بھی بادشاہ کی سپاہ میں اس لڑائی میں شریک تھے وہ بھی خوب لڑے جنگ ترازو ہو رہی تھی بادشاہی فوج کے دلیر خندق سے کود کر شمشیر زنی کرنے لگے۔ دشمن کی فوج کو اس سے لڑنے کی تاب نہ رہی وہ بھاگ گئی۔ ابھی بادشاہ سوار نہ ہونے پایا تھا کہ فتح کی مبارکباد دی اور تہنیت ہونے لگی۔ مرزا سلیمان نہ ٹھیر سکا ہاری اور اشکمش راہ سے تنگی خوست کو چلا گیا۔ مرزا ہندال اس کے تعاقب میں گیا۔ بدخشانیوں کے گھوڑے بہت بادشاہ کے دلاوروں کے ہاتھ آئے۔ بادشاہ کنل ساسان سے درہ خوست میں آیا مرزا سلیمان کولاب کو بھاگا۔ ولایت بدخشاں کے اکثر اعیان اور سپاہ فوج فوج بادشاہ کے پاس آئی۔ بادشاہ نے ہر ایک پر حسب حال اس کے عواطف خسروانی کیں۔ خوست میں پانچ چھ روز بادشاہ عشرت پیرا رہا۔ یہاں کے میوے جو مشہور ہیں وہ خوب کھائے مرغابی و

کیونکہ وہاں ہی سو شکار کھیلا اور درستاک کی طرف متوجہ ہوا۔ کنجشک کا شکار جال سے یہاں مشہور ہو
رہ گیا۔ پھر کشمیر میں رہ گیا۔ مرزا سلیمان آب اموہ سے گزرکر سرگرداں پڑا پھرا۔ کشک میں یہ
سانحہ پیش آیا کہ شاہ طہماسپ کا ملازم خسرو بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ اُس نے
شاہ ایران کو کچھ برا کہا۔ اس کو تین قورچیوں کے تین سرداروں نے کہ بادشاہ کے ساتھ تھے بازار
میں لے مار ڈالا۔ بادشاہ کو اُن کی خودسری ناپسند ہوئی۔ اُن کو گرفتار کر لیا۔ پھر حسین قلی کی
سفارش سے اُن کا قصور معاف کر دیا۔ جب بادشاہ کی خاطر خواہ مہم بدخشاں کا سرانجام ہوا
تو قندوز اور اس کی حدود مرزا ہندال کو مرحمت ہوئے اور بدخشاں کے اکثر حصے اپنے ملازموں
کو جاگیر میں دیئے۔ منعم خاں کو تحصیل تخوست میں مقرر کیا۔ طالقان کی تحصیل اموال کے لیے
بابوس کو بھیجا۔ بادشاہ کی رائے یہ ہوئی کہ رعیت و سپاہ کی آسودگی کے لیے اور مہام بدخشاں
کے سرانجام کرنے کے لیے جاڑے کا موسم یہیں بسر کرنا چاہیے۔ اس لیے وہ قلعہ ظفر کی طرف
روانہ ہوا۔ جب بادشاہ کشم و قلعہ ظفر کے درمیان موضع شاہدان میں آیا تو مزاج مرکز اعتدال
سے منحرف ہوا جس کے سبب دو مہینے تک یہیں مقیم رہا۔ اس عارضہ کے ابتدا میں بادشاہ پر چار روز
تک متواتر غشی طاری ہوئی۔ اس سبب سے ناخوش خبریں افواہ عام تھیں پراگندہ ہوئیں سب
طرف جاگیردار اپنی اپنی جاگیریں چھوڑ کر آنے شروع ہوئے۔ مرزا ہندال اپنے محال سے امرا
کے ساتھ اتفاق کر کے اندیشہ ناصواب ساتھ لیکر آیا۔ یعنی بادشاہ مرے تو میں تخت پر بیٹھوں
وہ آپ آپ کچھ تک آیا۔ مرزا سلیمان کے ہواخواہوں نے جابجا سر اٹھایا۔ ایک جماعت کو
جو بادشاہ کے ساتھ یک جہتی رکھتی تھی قراچہ خاں نے ساتھ لیکر درگاہ بادشاہ پر خرگاہ لگایا۔
اور مرزا عسکری کو کہ جس پر احتمال فساد تھا اپنے خیمہ میں مقید کیا خود لوازم خدمت اور پہرہ داری
میں اہتمام کیا۔ حضور کی خدمت میں سوا خواجہ خاوند محمود و خواجہ معین کوئی نہیں جاتا تھا۔ پانچویں
روز افاقہ ہوا۔ میر برکہ کورنش بجالایا بادشاہ نے اُسے دیکھا تو وہ شکرانہ صحت بجالایا۔
بادشاہ نے فرمایا کہ میرے خدا نے مجھ پر رحم کیا۔ میرے زمانہ کی برہمزدگی کا حال اور قراچہ خاں
کی استقامت کا بیان عرض کیا۔ بادشاہ نے قراچہ خاں کو بلایا اور اس کی خدمت گذاری پر
خوشنودی ظاہر کی اور اسی وقت شاہزادہ اکبر پاس اپنی صحت کا فرمان کابل بھیجا۔

سنہ ۹۵۹ھ ۱۵۵۲ء

اندیشہ تھا کہ وہاں کوئی خبر ناخوش نہ پہنچی ہو جس سے ملک میں درہمی برہمی پیدا ہوئی ہو یہ اتفاقات حسنہ سے تھا کہ بادشاہ کی علالت کی خبر یہاں رات کو آئی تھی کہ صبح کو صحت کی نوید پہنچ گئی۔ مژدہ صحت سے کلفت دور ہو گئی۔ اس صحت سے پھر انتظام ہو گیا اور آشوب جاتا رہا۔ مرزا ہندال اپنی جگہ گیا اور ہر شخص اپنی جاگیر کو روانہ ہوا۔

خواجہ سلطان محمد رشیدی

اس سال میں یہ سانحہ بھی واقع ہوا کہ خواجہ محمد سلطان رشید مارا گیا اور وہ منصب وزارت رکھتا تھا۔ ناقص اندیشہ بد مذہبوں کا مذہب تعصب ہوتا ہے اور تیرہ خرد سفاہت پیشہ اصل مقصود پر غور نہیں کرتے اور مناقشات لفظی کے پیچھے پڑتے ہیں اُن کے نہال فہم و ادراک میں کوئی معرفت کی کلی نہیں ہوتی کہ کوئی ثمر لائے وہ بے دینی تعصب کو دین سمجھتے ہیں ایسے آدمیوں کے ساتھ خواجہ معظم نے اتفاق کرکے ۱۲ رمضان کو خواجہ سلطان محمد رشید کے گھر جا کر روزہ کھولنے کے وقت اس کا روزہ آب شمشیر سے افطار کرایا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی اسنے ان بے اعتدالوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ خواجہ معظم مع ہمراہیوں کے گرفتار ہو کر آئے۔ بادشاہ نے اُن کو مقید کیا۔ جب شاہدان میں بادشاہ کی صحت کے آثار نمودار ہوئے تو وہ مخمسہ (چوڈول) میں بیٹھکر قلعہ ظفر میں آیا مولانا بایزید اس کا طبیب تھا۔ اس کے علاج سے تھوڑے دنوں میں وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ یہاں شیر افگن خاں کو کاہمرد و ضحاک و بامیان عنایت کیا اور یہ بھی کہا کہ کابل میں جا کر غوربند بھی اس کو دیدیا جائیگا یہاں شکار سے مشغل رکھا۔ بادشاہ کی یہاں اقامت سے تمام ملک توران میں ایک تھلکہ مچ گیا۔ اور اوزبک متفق ہو کر اس کے نکالنے کی تدبیر کرتے تھے مگر کوئی بن نہ پڑتی تھی۔

مرزا کامران کا کابل پر قبضہ اور ہمایوں کا قلعہ ظفر سے چلنا

اس ہنگامہ عشرت میں کہ بادشاہ سب طرح خرم و خوشحال و بے غم و فارغ بال تھا کہ دل میں یہ غلغلہ لگا کہ خبر آئی کہ مرزا کامران نے دفعتہً دار السلطنت کابل پر قبضہ کر لیا اور شیر افگن خاں جسپر بادشاہ نے ابھی بہت سی عنایتیں کی تھیں اس کے ساتھ مل گیا۔ ہمایوں کو اول سب سے زیادہ فکر اپنے لخت جگر اکبر کا تھا۔ جو کابل میں تھا دوم رعایا کی غمخوارگی کا تصور تھا کہ اس کو بھی وہ اولاد سے کم نہیں سمجھتا تھا سوم یہ خیال تھا کہ بھائی سے مدتوں تک لڑنا پڑیگا اور اسکے سبب سے جو اور فتوحات کے منصوبے تھے اس کو التوا میں ڈالنا پڑیگا۔ بادشاہ نے اس یورش کے قابل اہتمام کرنا شروع کیا مرزا کامران کی کابل پر قبضہ پانے کی کیفیت یہ ہے کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جب ہمایوں کابل سے

قبضہ ہوگیا تو مرزا کامران وہاں سے بھاگ کر غزنین گیا اور مرزا ہندال کو بادشاہ نے اس کے تعاقب میں بھیجا۔ اہل غزنین نے قلعہ کو مستحکم کر کے مرزا کو غزنین میں گھسنے نہ دیا تو وہ خضر خاں ہزارہ پاس گیا۔ خضر خاں نے مہمان نوازی کی اور اس کو پتری لے گیا اور وہاں سے زمین داور میں لایا۔ حسام الدین علی نے زمین داور کے قلعہ کو ہندال کو دیا اور زمین داور اور اس کی حدود بھی مرزا الغ بیگ کو عنایت کی اور علم و نقارہ و توغ اس کے ساتھ مرحمت کیا۔ بیرام خاں کو حکم ہوا کہ یادگار ناصر مرزا کو کامران کے فتنہ دور کرنے کے لیے بھیجدے۔ یہ مرزا قندہار سے داور زمین کی طرف روانہ ہوئے جب اس لشکر کے آنے کی خبر مرزا کامران کو ہوئی تو قوم ہزارہ پراگندہ ہوکر پہاڑوں میں چلی گئی اور کامران نے اُن سے کنارہ کیا اور بکر و بکھر میں جا کر شاہ ارغون کا دامن پکڑا اور حدود سندھ میں جا کر حاکم ٹھٹھہ کی بیٹی چوچک بیگم سے جو پہلے نامزد اُس سے ہوچکی تھی نکاح کیا اور وہاں چند روز فتنہ و فساد کے سوچ میں بیٹھا تھا کہ بدخشاں میں بادشاہ کے علیل ہونے کی خبر اور پھر اس کے مرنے کی خبر سُنی تو مرزا اپنے خسر سے کمک لیکر کابل کو چلا۔ حدود قلات میں افغان سوداگر گھوڑے لیے جاتے تھے ان کو چھینکر اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیے اور دفعتہً غزنین پہنچا یہاں زاہد ہندال کی طرف سے زاہد بیگ مقرر تھا کہ وہ غفلت و مستی میں زندگی بسر کرتا تھا جس شب کو مرزا غزنین میں آیا زاہد مست پڑا تھا عبدالرحمن قصاب نے اتفاق کر کے کمندوں کے ذریعہ سے قلعہ کے اوپر مرزا کی فوج چڑھ گئی اور قلعہ پر اپنا تصرف کر لیا زاہد بیگ کو حالت مستی میں مرزا کے روبرو لائے اس نے اس بدمست کو عین مستی میں ہستی کی بلندی سے نیستی کے گڑھے میں ڈالا اور اپنے داماد مرزا دولت سلطان کو غزنین میں حاکم مقرر کیا ٹھٹھہ کی سپاہ اس کی کمک کے لیے مقرر کی اور بہت جلد کابل کی طرف چلا بے خبر سحر کابل میں پہنچ گیا۔ جب وہ کابل کے دروازہ پر پہنچا تو محمد قلی تغائی جو حکومت کابل رکھتا تھا وہ حمام کی آب و آتش میں تھا مرزا کے قورچی علی قلی اور علی حمام میں گھسکر اس کو ننگا حمام سے نکالکر لایا۔ مرزا نے آب شمشیر سے اُسے غسل دیا اور خود قلعہ کے اندر داخل ہوا اور شہر کابل اُس کے تصرف میں آیا۔ مرزا کے روبرو جب حاجی محمد حسن آیا تو اس نے پوچھا کہ میں کیسا گیا اور کیسا آیا۔ تو اس نے کہا کہ حضور شام کو گئے اور صبح کو آئے شاہزادہ اکبر کو اس کے آدمیوں سے لیکر اپنے آدمیوں کے سپرد کر دیا۔

جب مرزا کابل پر متصرف ہوا تو ظلم و تعدی شروع کی۔ آدمیوں کے مال چھینے اور خلق کی خونریزی میں دست درازی شروع کی۔ بادشاہ کے خاص غلاموں مہتر وصل و مہتر وکیل کی آنکھوں میں سلائی پھروائی۔ اور ہمایوں کے متوسلین کو بری طرح سے مارا اور شیر افگن خاں کو فریب سے اور حسن بیگ کوکہ اور سلطان محمد بخشی کو تزویر سے بادشاہ سے جدا کر لیا۔ امرا بھی ایسے بے حقیقت سفلہ طبع تنگ حوصلہ تھے کہ تھوڑے فائدہ کے گمان سے طمع کر کے ادھر سے ادھر ہو جاتے تھے۔ کابل پر مرزا کامران کا تصرف فقط اس سبب سے ہو گیا کہ ہمایوں نے جو امرا مقرر کیے تھے وہ آپس میں نااتفاقی رکھتے تھے اور غافل اور بدمست رہتے تھے۔

جب بادشاہ نے مرزا کامران کے فتنہ و آشوب کا سارا قضیہ سنا تو باوجود شدت سرما اور کثرت برف و باراں کے اس نے یہ ارادہ کیا کہ آب رود کی راہ سے وہ اس فتنہ و فساد کی آگ کو بجھائے۔ اول سلیمان کو فرمان بھیجا کہ اس کی تقصیرات معاف ہوئیں۔ اور وہی جاگیریں جو شہنشاہ بابر نے اس کے باپ کو دی تھیں وہ اس کو دی جاتی ہیں۔ قندز و اندراب و خوست و کہمرد اور غوری اور اس کی حدود مرزا ہندال کی جاگیر میں دی گئیں۔ کابل کی طرف وہ بڑھا اور طالقان میں برف و باراں کی تواتر کے سبب سے چند روز قیام کیا۔ بادشاہ کے چلے جانے سے قوم اوزبک کو بڑی خوشی ہوئی ان کو اس کا ڈر ہر وقت لگا رہتا تھا وہ متوقف ہوا۔ جب برف کے گرنے میں کمی ہوئی تو بادشاہ طالقان سے قندز کی طرف سے روانہ ہوا۔ مرزا ہندال نے اس کی بڑی مہمانداری کی۔ بادشاہ عید قربان کے بعد کوتل شبرتو سے کوتل ریگ پر آیا یہاں سے خواجہ سیاران میں فروکش ہوا۔ اگلی آب غورہ کو کامران کے معتمد شیر علی نے خوب مستحکم کیا۔ مرزا ہندال اور قراچہ کے لشکر نے اسے اپنے سامنے سے ہٹا دیا۔ مگر جب بادشاہ کا لشکر عبور کر گیا تو اس نے پیچھے سے آ کر اس کے پیش واقعہ کو گھیر لیا اور بہت مال لوٹ لیا۔ جب بادشاہ موضع چاریکاران میں خیمہ زن ہوا تو ایک جماعت کثیر حقوق نعمت سابقہ و لاحقہ و عہود و مواثیق کو بالائے طاق رکھ کر بادشاہ سے جدا ہو کر مرزا کامران کے پاس ترقی کی امید میں چلی گئی۔ بادشاہ نے چند روز توقف کیا ان لوگوں کو بھیجا جو فریب اور ... لے جاتے تھے اور ان سے بیان جھوٹ کے مطمئن کیا اور مجلس مشورہ کو جمع کیا۔ اہل مشورہ نے عرض کیا

کہ مرزا کامران شہر بند ہو کر خود متحصن ہوا ہے مناسب یہ ہے کہ کابل کو چھوڑ کر پوری خواجہ پشتہ کی حدود میں
فرو کش ہوں تا کہ آذوقہ لشکر میں پہنچتا رہے۔ سب کی رائے یہی ہوئی کچھ تھوڑی دور اس ارادہ
سے چلے کہ بادشاہ نے یہ سوچا کہ وہاں جانا اس لیے مناسب نہیں ہے کہ اکثر آدمی جو ہمراہ
ہیں اُن کے اہل وعیال شہر میں ہیں وہ بے اختیار شہر میں چلے جائیں گے کہ بادشاہ قندہار بھاگے
جاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اور شہر بند پر متصرف ہونا چاہیے اگر مرزا لڑا تو بہتر ورنہ آدمی ہم سے جدا ہونے
اور بارش کے آسیب سے بھی کچھ نجات ہوگی۔ بادشاہ شہر بند کی فتح پر متوجہ ہوا۔ مرزا ہندال اور
شیر افگن خاں کی لڑائیاں ہوئیں۔ بادشاہی لشکر کے پیر اکھڑ گئے تھے کہ کمک پہنچ گئی اور شیر افگن
خاں کو زندہ گرفتار کر کے بادشاہ کے روبرو لائے۔ بادشاہ اس کو چند روز بند میں رکھکر پند پذیر
بنانا چاہتا ہے مگر قراچہ بیگ نے بادشاہ کو سمجھا کر اُس کو قتل کرایا۔ اور بادشاہ نے شہر بند فتح کر لیا
بہت سے مفسدوں کو پکڑ کر قتل کیا پھر بادشاہ نے کوہ عقابین پر جو قلعہ کابل سے اونچا ہے ضرب زن
توپیں چڑھائیں۔ اور ہر روز مرزا کامران کے آدمیوں سے چپقلش ہوتی رہی بعض بڑے بڑے سردار
بادشاہ کی طرف سے بھاگ کر مرزا سے جا ملے تو بادشاہ نے قلعہ کے محاصرہ میں اور زیادہ توجہ
کی اور مورچال تقسیم کر کے مرزا کو بہت تنگ کیا۔ غرض لڑائیاں ہوتی رہیں مرزا کامران کی
طرف سے کچھ امیر بادشاہ سے مل گئے۔

محاصرہ کا بڑھنا

عین جنگ وجدال میں ایک قافلہ کلاں چاریکاران میں آیا۔ گھوڑے اور اسباب اس پاس
بہت تھے مرزا کامران نے شیر علی کو ایک جماعت کثیر کے ساتھ بھیجا کہ اس کاروان کو لوٹ لے
تردی بیگ جنگ نے کہا کہ اگر بادشاہ کو خبر ہو جائے گی اور وہ اپنے آدمیوں کو بھیجکر
ہماری راہ کو روک لیگا تو پھر ہم آپ سے نہ مل سکیں گے اور آپ کا کام تمام ہو جائے گا۔ مگر اس قول
مردم پر مرزا کی نگاہ تھی اس نے یہ بات نہ سنی اور شیر علی کو سردار بنا کے لشکر اس کے ساتھ بھیجا
جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُسنے حاجی محمد کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ قافلہ کو تعدی اور تاراج
سے بچائے اُس نے مرزا کے لشکر کے سر راہ مورچل خوب مستحکم بنائے۔ اور بادشاہ نے خود آنکر اُسکے
سواد و مداخل کو مستحکم کیا۔ شیر علی اور سرداروں نے جا کر قافلہ کو لوٹ لیا۔ مراجعت کر کے قلعہ میں
آنا چاہتے تھے۔ ساری راہیں رکی ہوئی تھیں۔ ہر چند دائیں بائیں طرف دیکھتے تھے کہ کہیں قلعہ

کامران کا ایک قافلہ کا لوٹنا اور اس کے لشکر کا جدا ہونا

میں جانے کی راہ ملے مگر نہ ملی - سرگرداں حیران پریشان ہوکر ایک کنارہ پر چلے گئے اور موقع وقت کے منتظر تھے کہ کسی بہانہ سے قلعہ میں چلے جائیں -

ایک دن باقی صاحب بجد ہو کر مرزا کامران کو قلعہ کے آہنی دروازہ پر لایا اور شیخی کرنے لگا کہ ایک حملہ میں شیر علی کو قلعہ کے اندر اسی دروازہ سے لاتا ہوں - ایک جماعت قلعہ کے اس دروازہ سے باہر آئی - بادشاہی مورچل سے محمد قاسم خاں موجی و قاسم مخلص و جمیل نے حاضر ہو کر مردانگی اور آگاہی کی داد دی سنبل خاں نے ساٹھ ستر نفر غلام لیکر بندوق اندازی میں کاربردازی کی - باقی صاحب کہ اس فتنہ کا سبب تھا بندوق سے مارا گیا - اور جلال الدین بیگ کے زخم کاری لگا وہ مرزا کے معتمدوں میں تھا اور اکثر اور آدمی زخمی ہوئے - اور اہل قلعہ نے اپنے ارادہ سے باز آکر قلعہ کے دروازہ کو بند کیا - شیر علی قلعہ میں جانے سے مایوس ہوکر غزنین کی طرف چلا گیا - بادشاہ نے اپنے آدمی مقرر کیے کہ اس کو دستگیر کریں - بادشاہی لشکر گیا اور کتل سجاوند میں شیر علی سے لڑائی ہوئی بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور بہت سا مال اسباب اور گھوڑے اس کو ہاتھ لگے - ایک جماعت کثیر دستگیر ہوئی شیر علی تھوڑے آدمیوں کے ساتھ ہزارجات کی طرف جاکر خضر کی پناہ میں گیا جن سوداگروں کا اسباب تاراج ہوا تھا اُن کو بادشاہ نے بلاکر کہا کہ ان غنائم میں جو تمہارا مال اور گھوڑے ہوں وہ لیلو اور اکثر مال کے مالکوں کو اُن کے گھوڑے اور اسباب مل گئے جس سے بادشاہ کے اقبال کو تازگی حاصل ہوئی - قیدی باغیوں کو مورچلوں کی برابر بڑی عقوبت سے ہلاک کیا -

مرزا کامراں نے تدبیر کے سب دروازوں سے آمد و شد کی مگر کسی در سے کامرانی نصیب نہ ہوئی تو پھر اپنی ہمت ناقص کو معصوم بچوں اور بے گناہ اطفال کی اور پاکدامن عورتوں کی سیاست میں مصروف کیا اول بابوس کو اہل بازار کے سپرد کیا اُس کے تین بیٹے ایک سات سال کا دوسرا پانچ سال تیسرا تین سال کا تھا - اُن کو قلعہ سے لٹکا کر بہت عذاب سے خاک پر گرایا - سردار بیگ پسر قراچہ بیگ اور خدا دوست پسر مصاحب بیگ کو قلعہ کے کنگروں سے لٹکایا اور پیغام بھیجا کہ انکو آن کو دیکھو یا مجھے راہ جانے کی دو یا بادشاہ سے محاصرہ اُٹھادو ورنہ بابوس کے بیٹوں کی طرح تمہارے بیٹوں کو ماروں گا قراچہ خان نے جو اس زمانہ میں وکیل مطلق تھا آواز بلند سے کہا کہ بادشاہ سلامت رہیں ہمارا جان و مال فرزندوں کو ایک دن فنا سے جانا ہے اس سے بہتر کیا ہوگا کہ وہ اپنے صاحب

و ولی نعمت کے کام آئیں فرزند کیا ہیں ہم اپنی جان بادشاہ پر فدا کرتے ہیں۔ آپ ان نادرست اندیشوں سے درگذر کیجئے اور از راہ دولت خواہی اور بیچارگی آنکر بادشاہ کی ملازمت کیجئے کہ وہ سرمایہ نجات و پیرایہ حیات آپ کا ہوگا اور ہم سے جس قدر آپ کی خیر خواہی ہو سکے گی اس میں کوشش کرینگے۔ ہم کو فرزندوں کے مارنے سے کیا ڈراتے ہو۔ اگر وہ مارے بھی جائیں تو انکا عوض آسانی سے میسر ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے قراچہ خاں و مصاحب بیگ کی یہ باتیں سنکر اُن کو طلب کیا اور بہت لطف و مہربانی نوازش فرمائی۔ مرزا آدمیوں کی عرض و ناموس میں دست زنی کر کے اُن کے فرزندوں اور عورتوں کے ساتھ نہایت ناشائستہ طور سے پیش آیا محمد قاسم کی بیوی کی چھاتیوں کو باندہ کر لٹکایا۔ مرزا بغض و حسد کا بیمار تھا جس کے سبب سے وہ ایسی وحشیانہ حرکتیں کرتا تھا۔ مرزا کامران نے اپنی حفاظت کے واسطے شاہزادہ اکبر کو توپ کی برابر اس مقام میں کھڑا کیا کہ جہاں بادشاہی لشکر کے گولوں اور چھروں کا مینہ برس رہا تھا۔ مور و ملخ کا وہاں گذرنا دشوار تھا۔ مگر اکبر کا بال بیکا نہوا۔ **مصرع**

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است ؎

اگر تیغ عالم بجنبد ز جائے   نبرد رگے تا نخواہد خدائے

جوہر نے جو اس مہم میں موجود تھا یہ لکھا ہے کہ جو عقابین کے سرکوب کی گولہ اندازی ہونے لگی تو مرزا کامران نے بادشاہ کو دھمکایا کہ بادشاہ کا بیٹا اس توپ زنی کے مقابلہ میں بٹھایا جائیگا تو بادشاہ نے توپیں مارنے کو منع کر دیا مگر سپاہی مورچوں میں بدستور قائم رہے کہ وہ خوب محافظت کریں۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ جب اکبر کو توپوں کی مار میں کھڑا کیا تو ماہم انگہ اکبر کو اپنی چھاتی سے لگا کر کھڑی ہوئی ابو الفضل نے تو اکبر کی کرامت یہ بیان کی ہے کہ جب یہ امر ناپسندیدہ طائفہ بیباک نے اختیار کیا تو قدر اندازوں کے ہاتھ میں لرزہ آیا۔ تیر ٹیڑھے جانے لگے۔ تفنگ کے فتیلہ سرد ہو گئے۔ سنبل خاں میر آتش کے مزاج حرارت امتزاج میں برودت آگئی وہ تیر نگاہ تھا اس نے اکبر کو شناخت کیا تو اسکو معلوم ہوا کہ آگ کے سرد ہونے کا یہ سبب تھا اسی وقت اس نے توپخانہ سے ہاتھ کھینچا جس سے دشمنوں کو توپخانہ کی مار سے نجات ہوئی اکبر کی یہ کرامت تھی کہ ایسے خطرناک مقام میں بندوق اندازان کم خطا اور آتش افگنان

کامران کا عاجز ہوکر صلح کا پیغام بھیجنا

سحر پرواز سے محفوظ تھا - یہ خرق عادت تھی کہ آگ سرد ہوگئی اور توپ کا فتیلہ روشن نہوا جب محاصرہ میں امتداد ہوا تو اس اثنا میں مرزا الغ بیگ زمین داور سے اور قاسم حسین خاں شیبانی قندہار سے اور ایک جماعت بدخشاں سے بادشاہ کی امداد کو آگئی بادشاہ نے ان آدمیوں کے مورچے دروازہ یارک پر لگائے اور انہوں نے قلعہ کشائی میں بڑا اہتمام کیا - پہلے سے زیادہ جد وجہد ہونے لگی مرزا کامران ایسا تنگ ہوا کہ روباہ بازی اور چاپلوسی شروع کی اور خجالت و ندامت کا اظہار کرکے تملق اختیار کیا - قراچہ خاں کے وسیلہ سے عرض کیا کہ میں گزشتہ باتوں سے پشیمان ہوا اب چاہتا ہوں کہ خدمت میں حاضر ہوکر تلافی مافات کروں اور خدمات پسندیدہ کرکے حضرت کے دل حق گذار کو اپنے اوپر مہربان کروں اب اس ندامت کا جائزہ اور اس ضراعت وخجالت صلہ یہ ہے کہ میں جان ومال اپنا حضور کے سپرد کرتا ہوں - بادشاہ نے اس عرض کو قبول کیا اور مہام کے اہتمام میں سخت گیری میں تخفیف کی - مگر مرزا ہندال و قراچہ خاں و مصاحب بیگ اور اکثر اعیان لشکر بادشاہ کے ساتھ پورا اخلاص نہیں رکھتے تھے - اپنی گرمی ہنگامہ کے لیے کہ عملۂ آشوب طلب کا شعار کہنہ ہے - نہیں چاہتے تھے کہ کامران بادشاہ کی خدمت میں کرے اخلاص ایک گوہر بے بہا اور جوہر کمیاب ہے - اگر تورانیوں میں جہاں ہمیشہ وہ نایاب ہے کم یاب ہو تو کیا تعجب ہے - عقل معاملہ فہم جو ظاہری سود وزیاں کو دیکھتی ہے نہ ان پاس وہ تھی نہ وہ نیکی کے پاداش میں نیکی کرتے تھے بلکہ بھلائی کے بدلہ میں برائی کو سرانجام دیتے تھے اور اس سے بدتر یہ بات تھی کہ وہ ہمیشہ مردم آزاری اور ناحق خونریزی کے اسباب کو تیار کرکے فتنہ وفساد برپا کرتے تھے جس سے اُن کی بزرگی زیادہ اور روزی فراخ ہو - اگر وہ اخلاص کے ادنیٰ مراتب کو چاہتے کہ اس میں کیا دولت ہے تو اس طرح کا زیان اپنا نہ پسند کرتے اگر اخلاص مند نہ ہوتے مگر معاملہ فہم ہوتے تو دل آزاری کے وبال کو جانتے اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی نہ مارتے - غرض اس جماعت نے اپنے فکر نادرست سے مرزا کو بہکایا - اس کو کہلا بھیجا کہ کس امید پر تو قلعہ میں رہتا ہے - اور کس امید میں بادشاہ کے پاس آتا ہے روز بروز یہاں قلعہ گیری کا اسباب زیادہ ہوتا ہے تجھکو چاہیے کہ حسن قلی آقا کے مورچل سے نکلکر باہر چلا جا - مرزا اس جماعت کے اشارہ سے

امرا کا مرزا کو نکل جانے پر مستعد کرنا

دروازہ دہلی سے نکلکر مورچہ مذکور سے شب پنجشنبہ ، ربیع الاول ۹۵۴ھ کو بھاگ گیا اور بدخشاں کی طرف گیا کہ شاید مرزا سلیمان کے وسیلہ سے کام نکلے اور اگر یہ نہو تو قوم اوزبکیہ سے کام چلاوے ۔

اب کوئی مورخ لکھتا ہی کہ بادشاہ نے مرزا کامران کے پیچھے مرزا ہندال کو روانہ کیا اور ہندال نے اُس کو پہاڑوں میں جالیا وہ ایک آدمی کی چڑھی پر سوار پہاڑ پر چڑھتا تھا ۔ ہندال قریب تھا کہ اس کو پکڑلے مگر اس نے بھائی سے گڑگڑا کر کہا کہ تو مجھے پکڑ کر موت کے منہ میں کیوں لیجاتا ہی ۔ اس کہنے کا اثر بھائی پر ہوا اس کو گھوڑا دیکر جانے دیا ۔ بایزید لکھتا ہی کہ ہندال نے کامران کو اپنی مورچل میں سے جانے دیا ۔ جب لوگوں نے اُسے پہچان کر پکڑلیا اس نے ایک اشارہ کیا تو پھر اُسے چھوڑدیا ۔ ابوالفضل اور اور مورخ لکھتے ہیں کہ حاجی محمدؐ کو بادشاہ نے کامران کے پیچھے تعاقب میں روانہ کیا تھا اور اُس نے اُسے جالیا تو اس نے ترکی زبان میں کہا کہ میں نے ہی تیرے باپ بابا قشقہ کو مارا تھا ۔ حاجی محمد ایک پرانا سپاہی مغل تھا وہ آگے نہ بڑھا اور مرزا کو جانے دیا ۔ وہ اس کو اپنا بچہ جانتا تھا ۔ غرض کسی افسوں وافسانہ سے ہمایوں کے آدمیوں کے ہاتھ سے مرزا کامران نکل گیا ۔ مرزا کامران نے راہ فرار اختیار کی اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ میں کوہ استالف میں کابل کے شمال میں لشکر جمع کرکے آمادہ جنگ ہونگا تم سب وہاں آجاؤ ۔ مگر جب یہاں آیا اور کوئی اسباب تیار نہ پایا تو رات کو صرف علی قلی تورچی کو ہمراہ لیکر تنہا بدخشاں کو روانہ ہوا ۔ راہ میں قوم ہزارہ سے مٹ بھیڑ ہوئی ۔ ہزارجات سے ہزار طرح کی خواری ورسوائی کے ساتھ پیچھا چھٹا کر آگے بڑھا اس کے معتبرین میں سے مرزا بیگ اور شیر علی کچھ آدمیوں کے ساتھ نواحی ضحاک میں اُس سے ملے ۔ ایک ہفتہ کے عرصہ میں اس نے ڈیڑھ سو سوار کے قریب جمع کرلیے اُن کے ساتھ غوری میں وہ گیا ۔ وہاں حاکم مرزا بیگ برلاس تھا اس کو پیغام بھیجکر بلایا اس نے کہلا بھیجوایا کہ مجھ سے حرام نمکی جو بد گوہروں کا شعار ہی ظہور میں نہیں آئے گی ۔ غوری سے آگے مرزا بڑھنا چاہتا تھا کہ مرزا کے قلقچیوں میں سے ایک نے مرزا کو دشنام دے کر کہا کہ ایسے آدمی کے ہمراہ کوئی کیا ہوے اور اس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر وہ باپر کا بیٹا ہوتا

اور اس کو جیت ہوتی تو وہ ہرگز حاکم غوری سے اس زبونی کے ساتھ نہ پیش آتا اور اس کو مفت نہ چھوڑ جاتا مرزا اس طعن سے آزردہ ہوا اور کہا کہ کیوں بیہودہ بکتا ہے اور بات نہیں سمجھتا کہ میں تمہاری بے سرانجامی سے اندیشہ مند ہو کر اس روش سے چلا ہوں۔ اگر تمہارے پاس سامان جنگ ہوتا تو میں اس طرح کیوں جاتا۔ پھر اس دیوانہ نے میرزا کو گالیاں دیں۔ مرزا پھر کر غوری سے لڑا۔ مرزا بیگ پاس ایک ہزار پیدل اور تین سو سوار تھے مرزا نے اُس کو شکست دیکر غوری کو لے لیا اور یہاں بہت سا سامان اس کو ہاتھ لگا۔ گھوڑے ہتھیار اسباب جنگ۔ شیر علی کو یہاں انتظام کے لیے چھوڑا اور خود بدخشاں کو اس امید میں روانہ ہوا کہ مرزا سلیمان اور اس کا بیٹا مرزا ابراہیم اُس کی مدد کریں گے۔ مگر یہ مرزا ان چاروں بھائیوں میں سے کسی کے آشنا نہ تھے وہ اپنی ڈیرہ اینٹ کی جدا ہی مسجد بناتے تھے اور آزاد ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس کی اعانت سے صاف انکار کیا اور کہا کہ ہمایوں کے ساتھ جو عہد و پیمان ہوئے ہیں اس کے پابند رہیں گے۔ بدخشاں سے کامران مایوس ہو کر اپنے خاندان کے جانی دشمنوں اوزبکوں پاس بلخ اس امید میں گیا کہ پیر محمد خاں والی توران اوزبکوں کا سردار اُس کی اعانت کریگا۔

اس اثنا میں بادشاہ دارالسلطنت کابل میں داخل ہوا اور شاہزادہ اکبر اور اپنے اہل و عیال سے ملکر مسرور ہوا اور اس نے یہ حکم دیا کہ اس کی سپاہ رات بھر سارے شہر کو لوٹے اہل شہر کا قصور کچھ نہ تھا کہ اُن کو یہ سزا دی گئی۔ اس میں انکا کیا قصور تھا کہ ایک شخص خود اپنے اختیار سے انکا حاکم بن بیٹھا تھا جس کی غفلت سے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں اور مضرتیں پہنچیں۔ مگر ہمایوں کی سپاہ نے اس محاصرہ میں مدت تک مشقت شاقہ اٹھائی تھی۔ اس کے صلہ میں روپیہ ہمایوں کسی اور طرح سے نہیں دیسکتا تھا سوا اس کے کہ اس نے سپاہ کو حکم دیدیا کہ ایک رات شہر کو لوٹ لے۔ اُس نے بعض ملانوں کو بھی قتل کیا جنہوں نے مرزا کامران کو سرکشی پر آمادہ کیا تھا۔ بادشاہ نے اس خوف سے کہ کہیں مرزا کامران بدخشاں میں اپنے پانوں نہ جمائے قراچہ خاں کو کامران کے تعاقب میں روانہ کیا کہ وہ مرزا سلیمان اور مرزا ہندال سے متفق ہو کر مرزا کامران کو پکڑ لے یا آوارہ کردے۔ قراچہ خاں بدخشاں میں آیا اور مرزاؤں کو ہمراہ لیکر

ہمایوں کا کابل میں داخل ہونا اور شہر کا لٹوانا اور کامران کا تعاقب میں پہنچنا اور کامران کا بلخ سے فوج لیکر آنا

قلعہ غوری کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں شیر علی اور کچھ آدمی مرزا کامران کے متحصن تھے انہوں نے جنگ مردانہ کی اور بڑے بڑے نیک جوان طرفین کے مارے گئے آخر کو محصورین قلعہ میں مقابلہ کی تاب نہ رہی وہ بھاگ گئے اور بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ میں قلعہ آیا۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ مرزا کامراں اور پیر محمد خاں بلخ سے آتے ہیں۔

اب مرزا کامراں کا یہ حال ہوا کہ جب وہ بدخشاں میں مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کی اعانت سے متصرف ہوا تو بلخ کو اس امید میں روانہ ہوا کہ پیر محمد خاں سے کمک لیکر بدخشاں پر متصرف ہو۔ موضع ایبک میں پہنچا تو یہاں حاکم اُس سے اچھی طرح پیش آیا اور پیر محمد خاں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ بدخشاں میں ہمایوں کی آخر اقامت سے اوزبکوں کو بڑا خوف و اندیشہ لگ رہا تھا۔ اس لیے پیر محمد خاں نے مرزا کے مقدمہ کو مغتنم گنا۔ اوزبکوں کو اس خاندان کی نااتفاقی سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہو چکا تھا اس لیے وہ خدا سے چاہتا تھا کہ کوئی موقع ایسا ہاتھ آئے کہ بابر کے بیٹوں میں آپس میں تلوار چلوائے۔ اُس نے اپنے بڑے معتبر امرا مرزا کے استقبال کے لیے بھیجے اور اس کو باحترام تمام اپنے گھر میں اُتارا اور لوازم مہمانداری کو بخوبی بجا لایا اور خود مرزا کے ہمراہ ہو کر بدخشاں آیا۔ غرض اس کمک سے کامراں نے غوری پر دوبارہ قبضہ کیا اور بقلان لے لیا اور بہت سے بہادر اُس کے پاس جمع ہو گئے۔ ہندال مرزا مع سپاہ قندوز کے قراچہ خاں و سلیمان کی فوج سے ملا تھا۔ مگر وہ ملکر بھی غنیم کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے یہ لشکر ٹوٹ گیا اور ہندال تو قندوز کو چلا گیا اور قراچہ خاں کابل کو گیا کہ خوب سپاہ جمع کر کے دشمن سے لڑنے آئے اور بدخشانی مرزا کوہستان میں چلے گئے کہ وہ پہاڑوں کی تنگ حدود کی حفاظت کریں۔ پیر محمد خاں نے جب دیکھا کہ مرزا کامراں میدانی ملک کا مالک ہو گیا اور یہاں کوئی اس کا حریف و رقیب باقی نہیں رہا تو وہ بلخ کو چلا گیا اور اوزبکوں کی قوی سپاہ مرزا کو کمک کے لیے حوالہ کر گیا۔ مرزا کامراں اپنے اقبال کے دن دیکھکر اول مرزا سلیمان کی مملکت پر حملہ آور ہوا۔ اس مطلب کے لیے وہ کشم اور طالقان میں آیا اور رفیق کوکہ اور خالق بردی کو چغتائی اور اوزبک فوج دیکر رستاق میں مقرر کیا یہ شہر ضلع دریار کوکچہ پر بدخشاں کے ملک میں ہے۔ مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم نے اپنی کوہستانی سپاہ کو لاب کی

ہمایوں کا کامران سے لڑنے کے لیے جانا

جمع کی اور قلعہ ظفر اور طلقان کی طرف سے پہنچکر رفیق کوکہ سے جنگ مردانہ کی مگر شکست کھائی اور پھر اپنے کوہستانی ملک کی راہ لی۔ مرزا کامران کی اس نئی فتح کا اثر پرانے سپاہیوں اور ملازموں پر کابل کے اندر ایسا ہوا کہ تین ہزار کے قریب کابل سے بھاگ کر مرزا کامران سے اس نئی مہم میں داخل ہوئے۔ بادشاہ ہمایوں نے جب یہ بدخشاں کا ہرج مرج سُنا اُسکو بلخ کی طرف سے کھٹک پیدا ہوا۔ وہ فوراً دار السلطنت سے اپنی شمالی سپاہ کا سردار بنکر روانہ ہوا۔ وہ غوربند میں جو کابل کے کوہ دمن میں واقع ہے آیا۔ یہاں قراچہ خاں سے جو شکست کھا کر اُلٹا جاتا تھا ملا۔ اس کا سارا مال اسباب جب وہ کوہستان میں گذرتا تھا ایماق نے لوٹ لیا تھا۔ پہاڑی قومیں اور ہزارہ میں جب ایسی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں تو ایسی غارتگری سے فائدہ اُٹھایا کرتی تھیں اس لیے اس نے بادشاہ سے رخصت لی کہ وہ کابل جاکر اپنا سامان درست کر کے بادشاہ پاس پھرے۔ ہمایوں غوربند سے گل بہار میں آیا۔ یہاں سیر و شکار میں مصروف رہا اور قراچہ خاں کا منتظر رہا۔ جب وہ آیا تو بادشاہ نے آگے چلنے کا ارادہ کیا مگر کوہستان میں سفر کرنے کا موسم نہ رہا تھا۔ کتل ہندو کوہ پر برف سد راہ ہوئی اور وہاں ایک شورش برپا ہوئی۔ مویشی و دواب برف میں ڈوب گئے اور سپاہ کو بڑی مضرت پہنچی اس لیے ناچار سپاہ و بادشاہ کابل میں واپس آئے اور موسم بہار کے انتظار میں مہم کی تیاری کے لیے بیٹھے۔

ہمایوں کی سپاہ میں سرکشی اور امرا میں سازشیں

جب موسم بہار آیا اور کوہستانی راہیں قابل سفر ہوئیں تو بادشاہ کے لشکر میں ایک اور شگوفہ کھلا۔ خاندان تیموریہ میں جو سازشوں کا سلسلہ برسوں تک چلا گیا ہے جس سے اُس کی سلطنت میں بہت سے انقلابات و خطرناک تغیرات وقوع میں آئے اس کے اسباب کی حقیقت حال کا زمانہ حال میں دریافت ہونا گو کیسا ہی ضروری ہو محال سا معلوم ہوتا ہے مگر اسباب ظاہری اس کے یہ ہیں کہ سلطنت میں وراثت کا کوئی قانون نہ تھا جس کے بموجب بادشاہ کے خاندان میں وارث اس کا مقرر ہوتا جیسا آج کل یورپ میں سلطنت کی وراثت کا ایک قانون ہے اور اُسکے سبب سے کوئی جھگڑا فساد نہیں اُٹھتا کہ کون بادشاہ ہو۔ خاندان تیموریہ بابریہ میں سے جو بادشاہ مرتا اسکے خاندان کے ہر رکن کی عزت و عظمت شاہانہ خلق کے دل میں ہوتی تھی وہ کسی خاص رکن

سے مخصوص ہوتی تھی کہ اسکو بڑا اور مستحق سلطنت سمجھیں جو اس کے خاندان میں فتح و ظفر پا کر تاج سر پر رکھتا رعیت اُس کی اطاعت کے لیے موجود تھی جب ملک پر اس کی اولاد سے کوئی قابض ہوگیا وہ اس کا بادشاہ بنگیا۔ یورپ کی طرح کوئی جماعت امرا کی اور کوئی گروہ رعیت کا ایسا نہ تھا کہ وہ انتخاب کرکے بادشاہ بناتا جس سے کوئی فساد نہ مچاتا مگر ہاں ایک گروہ عظام کا ایسا بااختیار و اقتدار ہوتا تھا کہ بادشاہ کا عزل و نصب اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا مگر اس کے کاموں کو استقلال اتنے دنوں بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ اُن کی زندگی تک قائم رہتا بلکہ اس میں تلون ایسا ہوتا تھا کہ وہ سلطنت میں تغیر و انقلاب پیدا کرتا رعیت میں باہمی ربط ضبط و اتحاد و اتفاق ایسا نہیں تھا کہ وہ سلطنت کے کاموں میں اپنی صلاح و مشورہ سے کوئی اثر دکھاتی مگر ہاں بادشاہ سے جب وہ آزردہ دل ہوجاتی تو بغاوت و فساد برپا کرنے سے سلطنت پر اثر اپنا کرتی۔ جب کوئی شخص بادشاہ ہوجاتا تو اس کے اختیار میں ہوتا جسکو چاہے امیر بنا دے امرا کی بڑی اولوالعزمی یہی ہوتی تھی کہ ہم بادشاہ سے ایسی خصوصیت پیدا کریں کہ اُس کے تک کے بال بنجائیں اور اس سے سرگوشی کی عزت حاصل کریں بہت سے خدم و حشم نہیں کم رتبہ امرا کی غرض صرف یہی تھی کہ وہ ان امرا عظام کی نظر میں اعتبار اور اُن کے ساتھ خصوصیت پیدا کریں ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر بادشاہ کے عہد میں ایک گروہ امرا عظام کا ہوتا تھا جس کے اختیار میں بادشاہ بنانا ہوتا تھا۔ اگر بادشاہ رموز ملکی سے ماہر ہوتا تو وہ ان امرا کی قوت و قدرت کو ملک کی بہبودی اور خلق کی آسائش و آرام اور سلطنت کے انتظام میں کام میں لاتا اور جو غافل کاہل امور سلطنت سے جاہل ہوتا تو وہ ایسی قوت کا خود شکار ہوجاتا۔ بادشاہ خود اور امرا جن کو وہ حاکم کہیں مقرر کرتا خود مختار ہوتے اور اپنے ملک اور علاقہ میں شخصی سلطنت حکومت کرتے۔ پس جہاں یہ اسباب موجود ہوں وہاں عناد و فساد کا ہونا اور ناراضی کا پھیلنا ضروری و لازمی ہے۔ کابل میں بادشاہی ملازموں کے دل صاف نہ تھے وہ بادشاہ سے حسن عقیدت نہیں رکھتے تھے۔ اگرچہ اُس کی حقیقت حال سے ہم ناواقف ہیں مگر یہ جانتے ہیں کہ اس وقت قراچہ خاں نے شائستہ خدمتیں کیں تھیں اور بادشاہ کی عنایت بے نہایت اُس پر تھی وہی وزیر اعظم تھا۔ مگر ظرف اس کا تنگ تھا شراب بہت تھی۔ اسکے حوصلہ کا پیمانہ لبریز ہوگیا تھا۔ ہمایوں کی نرم مزاجی کے سبب سے اُس نے

حد اعتدال سے قدم باہر رکھا اور غرور کی باتیں کرنے لگا۔ کسی کام کو اپنی مرضی کے خلاف نہ ہونے دیتا اپنے مرتبے کا اور بادشاہ کے والا مرتبے کا حساب غلط کرنے لگا۔ وزارت کا جزو اعظم یہ ہے کہ بادشاہ کے خزانہ کا مالک و زیر ہو۔ یہی اس کی قوت و اختیار کی معیار ہے قراچہ خاں نے کسی خاص افسر کے لیے دس تمن (آٹھ یا دس سو روپیہ) کی منظوری بادشاہ کی حاصل کی تھی۔ مگر اس نے خزانہ شاہی پر یہ حکم خود لکھکر بھیجدیا۔ خزانہ کا دیوان خواجہ غازی تبریزی تھا جس کو بادشاہ نے ایران سے مراجعت کر کے نیکو خدمتی و کفایت اندیشی کے سبب منصب دیوانی دیا تھا اُس نے اس روپیہ کے دینے سے انکار کر دیا اور اُس نے بادشاہ سے کہا کہ میں سپاہ کے خرچ کا ذمہ دار ہوں میں نہیں چاہتا کہ کوئی اور شخص اس میں دخل دے۔ جب یہ روپیہ کا حکم منسوخ ہو کر قراچہ خاں پاس گیا تو وہ بڑے غصہ ہوا۔ اور بادشاہ سے جا کر شکایت کی مگر بادشاہ نے اُس کے حسب دلخواہ جواب نہ دیا تو اُس نے اور امرا سے سازش کر کے بادشاہ سے یہ درخواست کی کہ خواجہ غازی کو باندہ کر میرے پاس بھیجدو کہ میں اس کی گردن اُڑاؤں اور قاسم حسین کو کہ کو اس کا عہدہ دیدوں یہ درخواست ماننے میں بادشاہ کی بھی ایک سبکی تھی اور ایک وفادار ملازم کی بھی جان جاتی تھی اس لیے بادشاہ نے اس درخواست کو حقارت سے نامنظور نہیں کیا بلکہ اس پیرایہ سے کہ وزیر کا ماتحت دیوان ہے آئندہ وہ آسانی سے کسی اور محاسبہ میں اس کی گرفت کر سکتا ہے مگر وہ بادشاہ کے اس رافت و عدل سے رضی نہیں ہوا اور بادشاہ کی اطاعت سے سرتابی کی اور جماعت کثیر کو بہکا کر اپنے ساتھ بدخشاں لے گیا۔

بابوس بیگ مصاحب بیگ اسمعیل بیگ دلدی۔ علی قلی اندرابی حیدر دوست مغل شیخم خواجہ خضری و قربان قراول اور قریب تین ہزار یکہ سوار یہ سب کابل سے کتل منار کی راہ سے بدخشاں کی طرف منزل پیما ہوئے اور بادشاہی گھوڑے اور دوآب جو خواجہ رولج کے پاس تھے اُن کو بھی اپنے آگے رکھ لیا۔ اور کوہ دامن کا رستہ لیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو وہ ان سرکشوں کے تعاقب میں امرا کو جو آئے گئے بھیجتا رہا۔ یہ ملازم جو بادشاہ کے ساتھ پہنچتے تھے بعد ایک دوسرے کے روانہ ہوئے۔ یہ امرا تردی بیگ منعم خاں محمد قلی برلاس۔ عبداللہ خاں سلطان اور اور دولت خواہ تھے۔ دوپہر کو بادشاہ خود سوار ہوا قرا باغ کے

آس پاس ان سرکشان گریز پا کے چنداول یعنی پچھلی فوج کو جا کر دبا لیا اور اس پر دست برد خوب کی پھر بوری ندی کے کنارہ پر قراچہ بیگ سے دست و گریبان کی نوبت پہنچی۔ رات ہو گئی ظلمت شب کی پناہ میں یہ تاریک دل بھاگ کر پریشان ہو گئے۔ غوربند کے پل سے گزرے اور اس کو توڑ گئے جو جماعت اُن کے تعاقب میں گئی تھی وہ قرا باغ میں بادشاہ پاس واپس گئی اور بادشاہ کابل میں چلا آیا کہ یہاں سامان دل خواہ سرانجام دیکر بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا اور قراچہ خاں نے تمر علی شغالی اپنے وکیل کو پنجشیر میں مقرر کیا کہ ان حدود میں باخبر رہ کر کابل کے اخبار پر اسکو مطلع کرتا رہے اور خود کتل ہندوکوہ سے گذر کر کشم میں مرزا کامران سے جا ملا۔ بادشاہ ہمایوں نے ان سرکشوں کو مناسب حال یہ خطاب دیئے قراچہ خاں کو قرابخت کا (سیاہ بخت) اور سمعیل کو خرس کا اور مصاحب بیگ کو منافق کا اور بابوس کو دیوث کا اور مرزا ہندال اور مرزا سلیمان و مرزا ابراہیم کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے اپنے لشکر تیار کر کے میرے پاس آئیں اور حاجی محمد خاں کو فرمان بھیجا کہ وہ غزنین سے جلد حاضر ہو۔ بادشاہ اپنے اخلاص مند خردمند بوڑہوں اور دانشور جوانوں سے مشورت کرتا تھا اُن میں سے جو دل شجاعت قوی اور خرد دوبین نہیں رکھتے تھے وہ قندہار جانے کی ترغیب دیتے تھے کہ وہاں لشکر کا سامان سرانجام دیکر مرزا کامران کے دفع کرنے کے لیے جانا چاہیے جو فرزانگی اور مردانگی رکھتے تھے وہ بدخشاں جانے میں بادشاہ کے ہم رائے تھے محمد سلطان نے بادشاہ سے کہا کہ حرام نمکوں کے چلے جانے سے مرزا کامران مغرور بہت ہو گیا ہے۔ وہ ضرور ان حدود میں پیشدستی کریگا۔ اگر لشکر شاہی کتل ہندوکوہ سے گذریگا تو ہم کو فتح ہو گی۔ ورنہ نعوذ باللہ کچھہ اور ہی ظہور میں آئیگا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر کامران مغرور ہے تو ہم درگاہ الٰہی میں نیازمند ہیں اور یہ شعر پڑھا۔

مبادا کس بہ وز خویش مغرور ۔۔۔ کہ مغروری کلاہ از سر کند دور

اور فرمایا کہ جلد کتل مذکور سے عبور کرتے ہیں۔

بادشاہ نے روز دوشنبہ ۹۵۵ھ کو اس طرف کوچ کیا اور قرا باغ میں دس بارہ روز کسی مصلحت ملکی کے لیے توقف کیا۔ باوجودیکہ حاجی محمد خاں کی بیوفائی مشتہر ہو گئی تھی مگر وہ ہوا خواہانہ حاضر ہوا۔ قاسم حسین سلطان بنگش سے آیا۔ اسی منزل میں مرزا ابراہیم کی

بادشاہ سے آن ملا۔ اس کی سرگذشت یہہ ہی کہ جب وہ نواح پنجشیر میں پہنچا تو ثمر شغالی نے اُس کی راہ کو روکا ملک علی پنجشیری نے اپنی قوم و قبیلہ کو لیکر مرزا کے ساتھ اتفاق کیا۔ مرزا ثمر علی سے لڑا اور اس کو اپنی تلوار سے مار ڈالا اور ملک علی پنجشیری کو احتیاطاً اپنے ہمراہ لیا کہ بادشاہ کے روبرو کرے مگر یہہ دولت خواہ سادہ لوح زمیندارانہ کم عقلی کے سبب سے مرزا کی ہمراہی کو چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر وہ مشکل سے لڑائی میں شریک ہوا۔ مرزا جریدہ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ ملک علی نے دوسرے روز اپنے بھائی کے ہاتھ ثمر شغالی کا سر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے نہ آنے کی تقصیر کا عذر کیا۔ بادشاہ نے اس کو خلعت و انعام دیا اور اُس کے بھائی کو فرمان اور خلعت گراں بھیجا کہ مرزا نے تجھکو پہچانا ہیں۔ تیری دولت خواہی موروثی ہمکو معلوم ہی۔ جب پنجشیر میں آئیں گے تو تجھکو الطاف شاہی سے نہال کردیں گے۔ مرزا ابرہیم پر بادشاہ نے بہت عنایت کی اور اس کو اپنا فرزند بنایا اور باپ پاس روانہ کیا کہ اس سے لشکر کو جمع کرا کے سامان نبرد تیار کرائے اور طالقان میں وہ مجھسے آن ملے۔ جب بادشاہ موضع بازارک کے قریب پہنچا تو اس نے بعض افسروں کو آگے بھیجا کہ وہ شمالی ضلاع کی کیفیت دریافت کریں وہ کتل ہندوکوہ سے گذری ہی کہ مہدی سلطان و تردی محمد جنگ جنگ اور ایک طایفہ کہ قلعہ اندراب میں تھا بھاگ گئے۔ اور بادشاہ کے حکم سے کہ تردی بیگ اور محمد قلی برلاس نخوست کو دوڑے کہ یہاں مفروروں کے اہل و عیال موجود تھے اُن کو گرفتار کریں۔ مرزا کامراں اس وقت قلعہ ظفر میں تھا۔ بھاگے ہوئے امرا نے طالقان میں ہر چند بادشاہ کے لشکر کو روکنا چاہا مگر نہ رکا۔ ملا خرد زرگر نے اس کام میں بڑا اہتمام کیا مگر وہ سود مند نہ ہوا۔ آخر کو قراچہ خاں نے مصاحب بیگ کو بھیجکر خوست سے اہل و عیال کو اس خوف سے بلا لیا کہ کہیں لشکر بادشاہی آن کر اُن کو گرفتار نہ کرلے تردی بیگ اور محمد قلی حوالی خوست میں پہنچے تو مصاحب بیگ اہل و عیال کو لے جاچکا تھا یا انہوں نے اُن کی گرفتاری میں اغماض کیا۔

جب اندراب میں بادشاہ پہنچا تو مرزا سندال قندوز سے آیا اور شیر علی کو مقید کرکے لایا۔ اس کی سرگذشت یہہ ہی کہ بدخشاں میں جب کامراں کامراں ہوا تھا تو شیر علی

ہمیشہ مرزا ہندال سے مغرورانہ پیش آتا تھا وہ ہمیشہ قندوز کے تسخیر کرنے اور مرزا ہندال کے گرفتار کرنے کا قصد کرتا تھا۔ رات کو اس کے گھر کو مرزا ہندال کے پیادوں نے جا گھیرا وہ بھاگ کر ایک ندی میں جا کر تیرا۔ ایک ہاتھ اس کا ٹوٹ گیا تھا۔ اس لیے وہ گرفتار ہو گیا۔ جب بادشاہ پاس آیا تو اس نے اس کی تقصیرات کو معاف کر دیا اور خلعت دیا اور غوری کی حکومت دی وہ بڑا جوانمرد تھا اور سربراہ ہونے کی قابلیت تھی مگر نہیں تحقیق ہوتا کہ اس وقت میں کون سے اصول پر عمل ہوتا تھا کہ جو افسر ایک فوج سے دوسری فوج میں بھاگ کر جاتے تھے اُن کو بڑے اعتبار کے عہدے مل جاتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طرفین میں وفاداری اور عزت کا پاس افسروں کے اندر باقی نہیں رہا تھا۔

بادشاہ نے حاجی محمد خاں اور ایک جماعت کو آگے روانہ کیا اور مرزا ہندال کو ان کا سرگروہ مقرر کیا اور سب آدمیوں کو حکم دیدیا کہ مرزا کی اطاعت کریں اور اس کی نیکو خدمتی میں تقصیر نہ کریں تاکہ ہر شخص اپنی لیاقت خدمت کے لائق اور اپنی آرزو کے موافق بہرہ مند ہو اور خود جمادی الاخری ۹۵۵ھ کے وسط میں النگ قاضیان میں آیا۔ یہ اندراب میں ایک موضع ہے۔ قاضی اندراب و مردم قوقبائی و سارن بخش و بلوچ اور سپاہیوں کی جماعت اور ادیماق بدخشاں اور مصاحب بیگ کے نوکر بادشاہ کے آستاں بوس ہوئے پھر بادشاہ کوچ بکوچ طالقان میں آیا۔ اکثر بھاگے ہوئے امیر اور مرزا عبد اللہ اور ایک جماعت کثیر جو مرزا کامران کے منتسبوں میں تھے یہاں متحصن ہوئے۔ مرزا ہندال اور اس کے ساتھی امیروں کو حکم ہوا کہ آب تنگی سے گذر کر دستبرد شائستہ کریں اسی اثنا میں مرزا کامران بھی پچاس میل کا سفر کر کے طالقان کے قریب آگیا روز شنبہ ۵ جمادی الاخری کو ایک بلندی پر جس کو تلسان (جلسان۔ تلیبان) کہتے ہیں۔ لڑائی ہوئی۔ ابھی بادشاہی لشکر نہ گذرا تھا اور ہراول اور قول میں کچھ فاصلہ تھا کہ ہراول بادشاہی دریا سے عبور کر گیا مرزا کامران نے اُس پر حملہ کیا اور سارا اسباب اس کا لوٹ لیا اور اولٹا دریا کے پار اُتار دیا۔ اسی اثنا میں بادشاہ چاہتا تھا کہ ندی سے عبور کر کے مخالف کے روبرو جائے کہ مخبروں نے بتلایا کہ یہاں ندی کے قعر میں اس کثرت سے گول تیز بٹیاں ہیں کہ آدمی کا

پاؤں اُن پر سنبھل نہیں سکتا۔ آدہ کوس آگے آسیا ہے اور وہاں کی زمین سنگلاخ ہے آسانی سے وہاں عبور ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے آسیا سے عبور کیا اور اس بلندی کے سامنے گیا کہ مرزا کامران کھڑا تھا۔ یہاں اُس نے دیکھا کہ سپاہ اُس کی جو آگے بھیجی گئی تھی اُس پر مرزا نے سخت حملہ کر کے پریشان کر دیا تھا مگر وہ اُلٹی جانے کو تھی کہ لشکر شاہی نظر آیا تو مرزا بھاگ گیا۔ بادشاہ آسیا کے قریب آیا شیخ خواجہ خضری گرفتار ہو کر آیا۔ بادشاہ کے حکم سے اُس پر لات گھونسے ایسے لگے گئے کہ جان کو بدن سے کچھ تعلق نہ رہا۔ بادشاہ اسمعیل بیگ دولدی دستگیر ہو کر آیا۔ بادشاہ نے منعم خاں کی سفارش سے اُس کی جاں بخشی کی اور اس کو منعم خاں کے حوالہ کیا۔ بادشاہ اُس بلندی کی طرف متوجہ ہوا جہاں مرزا کامراں کھڑا تھا۔ بادشاہ فتح اللہ بیگ برادر روشن کوکہ کو ہراول بنا کر آگے بھیجا۔ جنگ مردانہ ہوئی۔ فتح اللہ گھوڑے سے گرا۔ اس کی سپاہ پراگندہ ہو کر واپس جانے کو تھی کہ بادشاہ مع لشکر آگیا۔ مرزا کامراں میں مقابلہ کی تاب نہ تھی وہ بھاگ کر قلعہ طالقان میں گیا۔ اور قلعہ کو مستحکم کرنے لگا۔ لشکر شاہی تاخت و تاراج میں مشغول ہوا۔ قلقچیوں کے درمیان کسی اسباب پر جھگڑا ہوا تو بادشاہ نے حکم ہزل دیدیا یعنی کہ جس شخص کے ہاتھ جو مال آئے وہ اُسی کا ہو دوسرا اس میں طمع نہ کرے۔ اس فتح میں سوار علی قلی خاں کے کسی کا بال بیکا نہ ہوا۔ طرف ثانی کے بہت سے افسر گرفتار ہو کر آئے جن پر بادشاہ نے لطف و قہر جو مناسب جانا کیا۔ دوسرے روز محاصرہ کی شرائط پوری کی گئی اور مورچل تقسیم ہوئے۔ بندوقیں چلنی شروع ہوئیں۔

ہمایوں نے کامران کو ایک فرمان بھیجا جس میں بعد طرح طرح کی بزرگانہ نصیحتوں کے یہ عبارت لکھی کہ اے برادر بد خو ولے عزیز جنگ جو تو اس کام سے باز آ کہ جس سے کارزار ہوتی ہے اور بے شمار آدمیوں کو آزار پہنچتا ہے اور وہ قتل ہوتے ہیں۔ شہری اور لشکری آدمیوں پر رحم فرما جو آج کے دن آدمی مارے جاتے ہیں کل قیامت کے دن اُنکا خون تیری گردن پر ہوگا۔

بود خون آں قوم بر گردنت | کہ بر دست آں جمع در دامنت

ہماں بہ کہ بر صلح رائے آوری　　طریق مروت بجائے آوری

نصیب مال کے ہاتھ فرمان بھیجا۔ بادشاہ کی نصائح پر کامران نے کان نہیں لگایا اور یہ شعر زبان پر لایا۔ عروس ملک کسے درکنار گیرد چست ٭ کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند ٭ نصیب مال نے مرزا کامران کا یہ حال آنکر سنا دیا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ مورچلوں کو درست کریں اس اثنا میں مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم بھی اور چاکر خاں ولد ویس قبچاق بھی کولاب کے آدمیوں لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک مہینہ محاصرہ رہا روز بروز بادشاہ کا کام بنتا اور مرزا کامران کا کام بگڑتا گیا۔ وہ پیر محمد خاں اُزبک کی کمک سے بالکل مایوس ہوگیا تو اُس نے اطاعت اور انقیاد کو اختیار کیا اور اس حیلہ اور وسیلہ سے تین دفعہ خطرے کے گرداب سے نکل گیا۔ اُس نے ایک خط تیر میں باندہ کر بادشاہ کے لشکر میں بھیجا کہ جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے بادشاہ کے حقوق عنایت و رعایت کو نہ جانا اسکا نتیجہ جو میں نے دیکھا وہ دیکھا۔ اب میں اپنے کیے سے پشیمان ہوں اب چاہتا ہوں کہ کعبہ معظمہ کی اجازت مجھے ہو کہ بغاوت کی معصیت اور کافر نعمتی کی کدورت سے پاک ہوکر پھر حضور کی مستعد خدمت اور شائستہ ملازمت سے اپنے تئیں لائق کروں اور حضور کی عنایت سے امید ہے کہ یہ دولت سیر عرب کی بدولت مشخص ہو۔ میر عرب روزگار کے سیاحوں میں اور صدق و صفا میں مشہور تھا اور کیمیا گر مشہور تھا۔ بابر اسکے حال پر بہت توجہ رکہتا تھا۔ اس حملہ میں وہ ہمایوں کے ساتھ تھا اور لشکر دعا کو وہ بھی آرائش دیتا تھا۔ جب عرضداشت بادشاہ پاس آئی میر کو طلب کرکے فرمایا کہ آپ اس باب میں کیا فرماتے ہیں میر نے کہا کہ میں اس کا جواب لکھکر قلعہ کے اندر بہیجتا ہوں اور یہ عبارت لکھی (یا اہل القلعۃ الخلاص فی الاخلاص والسلامۃ فی التسلیم والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ) یعنی اے اہل قلعہ اخلاص میں خلاصی ہے اور اطاعت و انقیاد میں سلامتی ہے اور سلام ہے اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ مرزا کامران نے اس کا جواب یہ لکھا کہ جو میر فرمائیں گے اور قرار دیں گے اس سے عدول نہیں کرونگا۔ میر قلعہ میں گیا اور حق کو بیان کیا اور مرزا کو بہت سرزنش کی مرزا نے سوا تقصیر تقصیر کے کچھہ اور جواب نہ دیا۔ اور کہا کہ جو کچھہ آپ فرمائیں منظور ہے۔

میر نے کہا کہ اب چارہ یہی ہے کہ اٹھو اور دل اخلاص گزیں اور خاطر مستمند لیکر میرے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں چلو معلوم نہیں کہ راستی یا حیلہ پردازی سے مرزا چلا جب وہ قلعہ کے دروازہ پر پہنچا تو میر کہ مبصر زمانہ تھا اُس نے جانا کہ یہہ بات کچھہ اصل نہیں رکھتی اور اسی قدر اطاعت ظاہری کافی ہے کھڑا ہوا اور مرزا سے کہا کہ تو نے جو آستان بوسی کے لیے قدم اُٹھایا تو دائرہ عناد سے باہر نکل آیا اور بغاوت سے نجات پائی خود بادشاہ کا خطبہ پڑہو اور غائبانہ رخصت لیکر حجاز روانہ ہو - مرزا نے میر کی پوری نصیحت قبول کی اور یہہ کہا کہ حضرت سے کہو کہ وہ پابوس کو میرے ہمراہ فرمائیں وہ میرا قدیمی نوکر ہے - میر مراجعت کر کے بادشاہ کی خدمت میں آیا اور حقیقت حال کو عرض کیا - اور مرزا کے جرموں کا استعفا کیا - بادشاہ نے اس کی تقصیرات معاف کر دیں اور جو کچھہ میر نے مقرر کیا تھا وہ منظور کر لیا -

روز جمعہ ۱۲ - رجب ۹۵۳ھ کو قلعہ کے اندر مولانا عبد الباقی نے بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑہا - بادشاہ پاس کے باغ میں چلا آیا اور مورچل موقوف ہوئے اور حکم عالی صادر ہوا کہ حاجی اور ایک اور جماعت حاضر ہو کر مرزا معدود آدمیوں کے ساتھ جو مقرر ہوئے ہیں باہر چلا جائے اور حدود قلمرو سے باہر نکال آئے - اُس نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ قلعہ کی دو دروازہ کی حفاظت کر کے ان امیروں کو پکڑ لائیں جو بھاگ گئے تھے - مرزا کو معدود آدمیوں کے ساتھ جانے دیں - مرزا تو بموجب قرار داد باہر چلا گیا - اثناے راہ میں کامران کا خدمتگار مرزا ابراہیم کے ایک گھوڑے پر سوار جاتا تھا اُس کو مرزا نے پکڑوا کر منگا لیا - ہمایوں نے اپنی نیک سیرتی سے اس بات کو ناپسند کیا اور ابراہیم مرزا خجالت اور تنک مزاجی کے سبب سے بے رخصت کشتم میں چلا گیا - حاجی محمد پر عتاب ہوا کہ اُس نے مرزا کامران کو اس طرح بے حرمت کیا اور اس کے عوض میں خلعت اور سراپا کامران پاس بھیجا کہ جس سے معذرت اس بے حرمتی کی ہو جائے - جب کچھہ رات گزری تو قراچہ خاں کو ننگی تلوار گردن میں پڑی ہوئی بادشاہ کے روبرو لائے - جب وہ مشعل کے روبرو آیا تو بادشاہ نے اُس کی گردن سے تلوار الگ کرائی اور تقصیر اُس کی معاف کی اور ترکی زبان میں کہا کہ عالم سپاہگری میں ایسی خطائیں سرزد ہوا کرتی ہیں - مصاحب بیگ بھی اس طرح آیا اور

اوس کا قصور معاف ہوا۔ جب سردار بیگ ولد قراچہ بیگ آیا تو فرمایا کہ گناہ از کنانان است خردان چہ گناہ دارند۔ اس طرح سارے امیر نوبت بہ نوبت آتے گئے اور نوید بخشش سنتے گئے۔ آخر سب سے قربان قراول خدمتگار نہایت شرمندہ سرافگندہ کورنش بجالایا تو بادشاہ نے ترکی میں کہا کہ تیری کیا کمبختی آئی تھی جو تو گیا تو اوسنے ترکی میں جواب دیا کہ دست قدرت ایزدی نے جس جماعت کا منہ کالا کیا ہو اونسے کیا پوچھنا چاہئے۔ اسوقت حسن قلی سلطان مہردار نے یہ شعر پڑھا۔

چراغی راکہ ایزد بر فروزد + ہر آنکو پف کند ریشش بسوزد۔

قراچہ خاں کی سب میں ریش دراز تھی وہ اس شعر کو سنکر بہت شرمندہ ہوا۔

روز چہارشنبہ ۱۷ رجب ۹۵۵ھ کو مرزا کامراں مراجعت کرکے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس واقعہ کی تشریح یہ ہے کہ مرزا کامراں بادام درہ میں پہنچا یہاں اوسنے مرزا عبداللہ سے بادشاہ کی عنایتوں کا شکریہ ادا کیا اور اپنی بے ادبیوں کا اور بادشاہ کی انسے درگذرنے کا مذکور کیا جس سے اوسکو تعجب ہوا۔ مرزا عبداللہ نے اوس سے پوچھا کہ اگر ہمایوں کی جگہ تم اور تمہاری جگہ ہمایوں ہوتا تو تم کیا کرتے اوسنے جواب دیا کہ از من گذشتن و گذاشتن نمی آید مرزا عبداللہ نے کہا کہ ابھی آپکے اختیار میں ہے کہ اپنے کاموں کا پاداش کرسکتے ہیں آپ اگر کریں تو آپ کا کیا نقصان ہے۔ مرزا نے پوچھا کہ یہ کیونکر میں کرسکتا ہوں۔ اوسنے کہا کہ آپ ایسی جگہ ہیں کہ وہاں بادشاہ کی دسترس نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ چند آدمیوں کو ساتھ لیجئے اور ایلغار کرکے بادشاہ کی خدمت میں پہنچئے۔ اور سجدۂ شکر بجالائیے اور اپنے گناہوں کا عذر کیجئے۔ اور اور خدمات پسندیدہ بجالائیے۔ مرزا کامراں نے اس بات کو قبول کیا اور چند آدمیوں کو لیکر بادشاہ کے لشکر میں پہنچا اور اپنے آنے سے خبردار کیا۔ بادشاہ اوسکے آنے سے خوشوقت ہوا۔ اوسنے امیروں اور مرزاؤں کو اوسکے استقبال کے لئے بھیجا۔ اور اوس روز مرزا عسکری کو قید سے آزاد کیا۔ بادشاہ نے دربار عام کیا۔ مرزا کامراں آنکر بساط بوس ہوا۔ اور تسلیمات ضراعت و سجدات اخلاص بجالایا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تورہ (مراسم و آئین کے موافق) کی ملاقات ختم ہوئی اب آؤ برادرانہ ملاقات کریں۔ اپنی محبت و شفقت کے سبب سے ہمایوں نے کامراں کو گلے لگایا۔ اور زار زار ایسا رویا کہ سب حاضرین مجلس کا دل بھر آیا پھر اوس کو

رہائی مرزا عسکری

اپنے پاس بٹھایا۔ اور ایک جشن عظیم کیا۔ اور چاروں بہائیوں نے ملکر طعام و میوے کھائے اس مجلس میں حسن قلی مہروار نے مرزا کامراں سے پوچھا کہ بادشاہ کے روبرو ایک شخص نے یہ ذکر کیا کہ آپ پیر محمد خاں سے کہتے تہے کہ جسکو ایک تاریخ کی برابر بغض علی نہ ہو انہیں کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ آپ نے یہ کہا ہوتا کہ وہی خدا کا بندہ ہے جس کو بغض ایک ہندوانہ کی برابر ہو۔ مرزا نے کہا کہ توبہ توبہ مجھے تو نے میری غیبت میں خارجی بنایا۔ غرض اسی طرح کی اور باتیں ہوتی رہیں مرزا عسکری کو مرزا کامراں کے سپرد کر کے رخصت کیا اور اپنے خیمہ کے پاس اوسکے لئے خیمہ لگوایا۔ دوسرے روز بلخ جانے کے لئے امرا اور امیرزادوں سے مشورہ کیا گیا۔ ہر شخص نے اپنی عقل کے موافق جدا جدا رائے دی کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ باری میں پہنچکر اس امر کا قطعی فیصلہ ہوگا وہاں سے ایک راہ کابل کو جاتی ہے اور ایک بلخ کو۔

اس منزل سے چوتہے روز سرچشمہ بند کشا پر بادشاہ آیا۔ یہاں خان مرزا اور جہانگیر مرزا آنکر بابر کے مطیع ہوئے تہے۔ بابر نے ایک پتھر پر اپنے آنے اور بہائیوں کے ملنے اور اطاعت کرنے کی تاریخ کا نقش کر کے لگا دیا تھا۔ ہمایوں نے اسی لوح پر اپنے آنے کی اور بہائیوں کی ملاقات کی تاریخ کندہ کرادی۔ پھر موضع باری میں بادشاہ آیا۔ اور ولایت بدخشاں کا انتظام یہ کیا کہ ختلان کو کہ کولاب مشہور ہے سرحد موک و قراتگین تک مرزا کامراں کو عنایت کیں چاکر خاں کو اسکا امیر الامرا مقرر کیا۔ اور مرزا عسکری کو اوسکے ہمراہ کیا اور قراتگین اوسکی خاص جاگیر مقرر کی۔ اگرچہ مرزا کامراں اس جاگیر کے لینے پر راضی نہ تھا مگر جان بخشی کے سببسے اسنے اس میں کچھ مضائقہ نہیں کیا۔ قلعہ ظفر و طالقان اور بعض اور پرگنات مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کو دئے۔ قندوز۔ غوری۔ کہمرد۔ بقلان۔ واشکمش و ناری مرزا ہندال کو مرحمت ہوئے شیر علی کو مرزا کے ہمراہ کیا اور بلخ کی یورش کو سال آیندہ پر موقوف رکھا۔ آخر مجلس میں عہود و مواثیق ان سب سے لیکر سب کو خدا تعالی کے سپرد کیا۔ اور برادرانہ محبت کے سببسے شربت کا پیالہ منگاکر تہوڑا سا آپ پیا اور پھر مرزا کامراں کو دیا اور فرمایا کہ اوسکو یادشاہی سب تہوڑا تہوڑا سا پئیں اور پیمان یکدلی و یکجہتی کو وثوق دیں۔ اخوت تو تہی اسپر صداقت و حلف کا عقد اور بندہا اور مرزاؤں میں سے ہر ایک کو علم و نقارہ دیا۔ مرزا کامراں۔ مرزا سلیمان

مرزا ہندال کو تمن توغ بھی عنایت کیا۔ مرزا اپنی اپنی جاگیر پر رخصت ہوئے۔ بادشاہ کابل کو روانہ ہوا۔ جب پریان میں بادشاہ آیا تو یہاں ایک قلعہ تیمور نے بنوایا تھا وہ شکستہ ہوگیا تھا اسے از سر نو مرمت و تعمیر کرایا۔ بیگ میرک کو یہاں حاکم مقرر کیا۔ قلعہ کی مرمت کراکے بادشاہ چاندی کی کان دیکھنے گیا جسکی آمدنی خرچ سے کم تھی۔ ۴۔ رمضان ۹۵۵ھ کو اوائل زمستان میں کہ زمین نے اپنا منہ برف سے سفید کرنا شروع کیا تھا وہ دار السلطنت کابل میں پہونچ گیا۔

کشمیر کی حالت۔ بلخ کی مہم۔ کامران کی بغاوت و شکست

ان دنوں میں بادشاہ کی خدمت میں کشمیر سے مرزا حیدر کی عرضداشت اور اس ولایت کی پیش کشیں سمندر لایا۔ اس عرضداشت میں مرزا نے کشمیر کی آب و ہوا۔ بہار و خزاں۔ گل و میوہ کی تعریف و توصیف دل کش عبارت میں لکھی تھی اور مبالغہ سے عرض کیا کہ حضور اس عرصۂ دل کشا ہمیشہ بہار کی سیر فرمائیں تسخیر ہندوستان کے باب میں بہت سے مضامین معروض کرکے اوسکی ترغیب دی تھی۔ بادشاہ نے جواب میں اوسکو منشور نہایت لطف و مہربانی سے لکھا اور تسخیر ہندوستان کی نسبت اپنی توجہ کو بیان کیا۔ بادشاہ کے دل میں ہمیشہ ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ رہتا تھا مگر مصالحہ ملکی مقتضی اسکی نہیں ہوتی تھیں۔

انہیں دنوں مبانی مودت کی تجدید اور معانی محبت کی تاکید کے لئے خواجہ جلال الدین محمود کو برسم رسالت ایران کو بہت تحفے اور ہدیے دیکر روانہ کیا۔

اس سال کے سوانح میں مرزا الغ بیگ ولد میرزا محمد سلطان کا شہید ہونا ہے اس سرگذشت کی کیفیت یہ ہے کہ مرزا اپنی جاگیر زمین داور سے بادشاہ کی ملازمت کے ارادہ سے بدخشاں کی طرف گیا۔ اسکے ہمراہ خواجہ معظم بادشاہ سے ملنے اور تقصیرات معاف کرانے کے لئے آتا تھا جب غزنین کے قریب وہ آئے اور اونکو فتح کی خبر پہنچی تو خواجہ معظم نے بجد ہوکر مرزا کو ہزارہ قوموں پر تاخت و تاراج کرنے کے لئے چڑھا کرلے گیا۔ یہ قومیں ہمیشہ غارت گری اور رہزنی سے شغل رکھتی ہیں۔ ہمیشہ غرور جوانی اور جنون پندار سے بے تدبیریاں ہوا ہی کرتی ہیں مرزا نے آئین پیکار پر خیال نہیں کیا اور لڑنے پر جراءت کر بیٹھا اسلئے مرزا نے جام شمشیر سے شربت واپسیں پیا۔ بادشاہ نے تردی محمد خاں کو زمین داور اور اوسکی

حد و د جاگیر میں دیکر وہاں کے انتظام کے لئے بہجدیا۔

اسی سال میں حاکم کاشغر کا ایلچی عبدالرشید خاں آیا اور بہت سے تحفے و ہدیے لایا۔ اوسکو بادشاہ نے جلد رخصت کردیا۔ انہیں دنوں میں عباس سلطان کہ سلاطین اوزبکیہ میں تھا بادشاہ کا آستاں بوس ہوا۔ بادشاہ نے اسپر یہ عنایت کی کہ اپنی چھوٹی بہن گل چہرہ بیگم کا نکاح اس سے کردیا۔ اسی سال کے واقعات میں سے مرزا شاہ برادر مرزا الغ بیگ کا شہید ہونا ہے۔ وہ اپنی جاگیر اشترگرام سے بادشاہ سے ملنے آتا تھا۔ جب کُتل منار میں پہنچا تو شاہ محمد برادر حاجی محمد نے اس انتقام میں اُسے مارڈالا کہ ہندوستان میں کوکی عم حاجی محمد خاں کو مرزا محمد سلطان نے مارا تھا۔ اوسنے گھات میں بیٹھ کر مرزا کے ایک تیر لگایا جس سے اُسنے درجہ شہادت پایا۔ اسطرح سے یہ دونو بھائی جنسے کہ فتنہ پردازی کا خوف لگا رہتا تھا تمام ہوئے۔ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ اونکے باپ سلطان مرزا کی بغاوتوں سے ہمایوں کو ابتداء سلطنت میں کیا کیا نقصان پہنچے تھے۔

بادشاہ کو ۹۵۵ھ کے موسم زمستاں میں کچھ فرصت انتظام ملکی کے لئے ملی۔ اوسکو ہمیشہ اپنے ارکین سلطنت کی تلون مزاجی اور دغا بازی کا خوف بہت لگا رہتا تھا۔ وہ سازشوں کے منصوبوں میں سدا لگے رہتے تھے۔ کابل میں کامراں بہت دنوں مطلق العنان فرمانروا رہا تھا امرا اور رعایا دونو جن پر وہ حکمراں رہا تھا اوسکو ہمایوں سے کم تخت و تاج کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ بادشاہ کو اطمینان اپنے ارکین سلطنت پر نہ تہا۔ اس خوف کے دور کرنے کے لئے اوسنے مرزا کامراں کے بڑے معتمدین قراچہ خاں اور مصاحب بیگ کے قصور معاف کردئے تھے مگر منافقوں کے سرگروہ بننے کا مادہ اونمیں موجود تہا اسلئے اونکو حج کرنے کے لئے رخصت دی تاکہ وہ ایام غربت میں رہ کر ایام دولت کو یاد کریں اور نمک روزی کی قدر جانکر اپنی بدکرداری سے باز رہیں۔ گو وہ بادشاہ کے حکم سے روانہ ہوئے مگر اونہوں نے ہزارہ کے ملک میں توقف کیا اور اپنے دوستوں سے سفارش کراکے بادشاہ کو اسپر راضی کرلیا کہ وہ اُلٹے چلے آئیں۔ بادشاہ ہندوستان کی فتح کو سب کاموں پر مقدم سمجھتا تہا اور کشمیر کی سیر کو بھی اُسکا دل بہت چاہتا تہا۔ مگر کابل کی حالت ایسی قابل اطمینان نہ تھی کہ وہ کسی دور دراز کی مہم میں مصروف ہوتا اور وہاں کوئی فساد نہ کھڑا ہوجاتا مرزا کامراں کی موافقت پر اعتبار نہ تھا۔ کابل میں بہت آدمی اوسکی اعانت کرنے کو موجود تھے

اگر بادشاہ ہندوستان کو جاتا تو ضرور مرزا کامراں کابل میں دند مچاتا۔ اوس نے چکر خاں کے ساتھ عداوت پر کمر باندہی تھی۔ جب ہمایوں نے کامراں کو کابل میں کوئی اور ملک جاگیر میں دینے کے لئے بلایا تو وہ نہ آیا۔ ہندوستان کو چھوڑکر ہمایوں نے بلخ کی یورش کا ارادہ کیا۔ جہاں اُس کو یہ اندیشہ تہا کہ وہاں کا حاکم کامراں کی امداد کرکے اُس کی سلطنت کو نہ چھین لے۔

۹۵۶ھ کے اوائل میں کہ ہوا میں اعتدال تہا ہمایوں نے لشکروں کو چاروں طرف سے بلایا اور کابل سے کوچ کیا۔ اس مہم کا موضوع بلخ تہا۔ مگر وہ بہت مخفی کیا گیا۔ اس ملک کو اوزبکوں نے ایرانیوں سے چھینا تہا۔ اور وہاں پیر محمد خاں ایک جوان اوزبک بادشاہ تہا اور اوسنے کامراں جب کابل سے بہاگا تہا تو اوسکی مدد کی تھی پس یہ سبب اوسپر حملہ کرنے کے لئے کافی تہا علاوہ اس کے یہ ملک وسیع اور زرخیز تہا جسپر قبضہ ہونے سے دریاء آمو کے بائیں کنارہ سے لیکر صحرا تک اسکی قلمرو میں آجاتا۔ یہ بھی ایک قوی سبب اوسپر حملہ آوری کا تہا۔ اپنے ایک معتبر بالتو بیگ کو مرزا کامراں پاس بہیجا اور یہ پیغام دیا کہ بموجب قرارداد کے میں بلخ کو جاتا ہوں آپ بھی اتفاق اور یکجہتی کو پیش نہاد ہمت کرکے حدود بدخشاں میں اپنا لشکر تیار کرکے آملئے اور مرزا ہندال اور مرزا عسکری اور مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کو بھی حکم ہوا کہ راہ درست کریں اور سپاہ آمادہ اور اپنے تئیں جلد پہنچائیں۔ خود سفر شروع کیا اور پرت چالاک میں ایک مہینے تک توقف اسلئے کیا کہ حاجی محمد خاں غزنین سے آجائے اور انتظام مہام اور تنسیق امور ہوجائے اور یہاں سے خواجہ دوست کوکو اب بہیجا کہ مرزا کامراں کو لشکر شاہی میں لائے۔ اس اثناء میں مرزا ابراہیم بادشاہ پاس آگیا۔ اس یورش کی مہمات ضروریہ سے فراغت پاکے بادشاہ استالف میں آیا۔ یہاں سے عباس سلطان اوزبک جس سے ہمایوں کی بہن بیاہی تھی بے رخصت اس خیال سے بہاگ گیا کہ اوسکی قوم سے لڑائی ہوتی ہے مرزاؤں کے انتظار میں بادشاہ آہستہ آہستہ چلتا تہا پنجشیر کی راہ سے اندراب میں آیا۔ اور یہاں سے ناری میں اور کتل ناری سے گذر کر دشت نیل میں آیا۔ بدخشاں میں بہار کی بہار مشہور ہی اس نواح میں مرزا ہندال اور مرزا سلیمان آگئے۔ سپاہ کو تقویت دی۔ مرزا سلیمان کی التماس سے مرزا ابراہیم بدخشاں بہیجا گیا کہ ولایت کی حفاظت

۹۵۶ھ

ایبک کا محاصرہ اور وہاں کا فتح ہونا

میں اہتمام کرے اور اس ملک میں سپاہ کو تقویت دے ۔ بادشاہ نے نواحی بقلان میں پہنچکر مرزا ہندال اور مرزا سلیمان اور حاجی محمد خاں اور ایک جماعت نبرد آزما اور کارطلب کو آگے ایبک کو روانہ کیا ایبک توابع بلخ سے ہے اور معموری اور میوؤں اور آب وہوا کی خوبی میں ممتاز ہے اور اسمیں ایک مضبوط قلعہ ہے ۔ اس اثنا میں شیر محمد چکینہ پلنگ کا شکار کر کے لایا ۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ ترکوں کو سرلشکر پر پلنگ کا مارنا مبارک نہیں ہوتا مگر ہمایوں نے اسپر کچھ توجہ نہیں کی ۔ بلخ کی تسخیر پر متوجہ ہوا ۔ دوسرے روز لشکر ایبک پر پہنچا ۔ پیر محمد خاں حاکم بلخ نے خواجہ باق اپنے اتالیق کو اور بکار آمد آدمیوں کی جماعت کو احتیاطاً ایبک میں بھیجا یہ بھی اوسیوقت ایبک میں پہنچے ۔ پیر محمد خاں نے جب سُنا کہ بادشاہ کا لشکر اوزبکوں کے لشکر کے قریب آگیا ہے تو اوسنے اپنے وزیر اتالیق خواجہ باق کو اور بڑے بڑے سرداروں کو بھیجا کہ وہ ایبک کی اور ملک کی سرحد کی حفاظت کریں اور حملہ آوروں کو روکیں ۔ جب یہ اتالیق ایبک کے قریب آیا تو اوسکی توقع کے خلاف بادشاہ کے لشکر سے مقابلہ ہوا ۔ وہ مجبور ہو کر قلعہ ایبک میں متحصن ہوا یہاں قلعہ میں نہ پانی پینے کو نہ غلہ کہانے کو تھا ۔ اوسنے ناچار امان طلب کر کے قلعہ حوالہ کر دیا بادشاہ نے جشن شاہانہ کیا اور اتالیق سے ماوراء النہر کی تسخیر کے باب میں مشورہ کیا ۔ اتالیق نے عرض کیا کہ ایسی باتیں مجھسے کیوں پوچھی جاتی ہیں ۔ بادشاہ نے فرمایا اسلئے کہ تجھ میں

بادشاہ کا توقف

راستی کے آثار نمودار ہوتے ہیں اوسنے کہا کہ پیر محمد خاں کے پاس جو بکار آمد آدمی تھے وہ سب حضور کے پاس ہیں اونکی گردن اوڑا دیجئے تو ماوراء النہر بے جنگ و جدل حضور کے قبضہ و تصرف میں آجائیگا ۔ بادشاہ نے کہا کہ نقض عہد آئین فتوت میں ناستودہ ہے خصوصاً سلاطین عالی قدر سے اور زیادہ ناپسندیدہ ہے ۔ جس گروہ کو ہم نے امان دی ہے اوس کے خلاف انصاف کا میرے دل میں توخیال نہیں آتا ۔ اتالیق نے عرض کیا کہ میری اس درست تدبیر کی رائے متین پر عمل نہیں کرتے تو میری معرفت صلح کر لیجئے ۔ ظلم سے اس جانب کا ملک حضور کو پیر محمد خاں سے دلا دونگا اور جسوقت ہندوستان پر حضور یورش کرینگے تو ایک ہزار آدمی لیکر حضور کی خدمت پسندیدہ بجا لاؤنگا ۔ بادشاہ نے یہ بات بھی اوسکی نہ مانی ۔ ایبک میں بادشاہ کو مرزا کامراں کے نہ آنے کے سبب سے توقف کرنا پڑا ۔ خردمند پیش بیں حساب داں کہتے ہیں کہ اگر یہ

توقف نہ ہوتا تو یقیناً پیر محمد خاں کو مقاومت کی طاقت ومقابلہ ومحاربہ کی قدرت نہ ہوتی۔ وہ بالکل برباد ہوجاتا یا حسب دلخواہ صلح پر راضی ہوجاتا اسلئے کہ عبد العزیز خاں اور اور خانان اوزبکیہ اوسکی کمک کو نہ پہنچ سکتے۔ جب توقف کو امتداد ہوا تو اس جماعت کو فرصت ملی اور وہ غنیم کی کمک کو آگئے۔ بادشاہ نے امراء اوزبکیہ جو ایبک سے ہانکے گئے تھے خواجہ قاسم مخلص اپنے معتمد کے ہمراہ کابل بھیجے اور اتالیق کو اپنے پاس رکھا۔ ایبک میں مرزا کامران کے انتظار میں ہمایوں چند روز متفکر رہا اور پھر خلم کی راہ سے بلخ کی طرف چلا۔ خلم میں دو تین روز رہ کر بالا شاہو میں آیا دوسرے روز آستانہ میں جہاں شاہ اولیا کا مزار ہے آیا۔ لشکر گاہ کے واسطے زمین ایک ندی کے قریب تجویز ہوئی۔ ابھی بادشاہ کا بارگاہ نہیں قائم ہوا تھا اور بازار کے آدمی جو آئے تھے وہ اپنا اسباب اوتار رہے تھے۔ بادشاہ جو شاہ اولیا کے مزار کی زیارت کو گیا تھا واپس آنکر اپنے خلوت خانہ ہی میں تھا۔ کچھ خبر نہ تھی کہ دشمن بغل میں بیٹھا ہے کہ یکبارگی لشکر کے بازار کی طرف ایک غل شور برپا ہوا اور اس طرف دفعتاً حملہ ہوا۔ کابلی خاں اور اور افسر جلدی سے اس حملہ کو روکنے کے لئے تیار ہوئے۔ کابلی خاں گھوڑے سے گرا اور اوسکا سر کاٹ کر بلخ بھیجا گیا۔ ایک نامی اوزبک خاں بہادر زخمی ہونے کے سبب گرفتار ہوا وہ بادشاہ کے روبرو آیا تو اوس سے بادشاہ نے پوچھا کہ کس نے میرے لشکر پر حملہ کیا تو قیدی نے کہا کہ شاہ محمد سلطان حصاری بن پیر محمد سلطان نے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا وہ دیوانہ ہے۔ اوزبک نے جواب دیا کہ وہ ایک نوجوان بڑا اولو العزم ہے اور اپنے اوپر بڑا بھروسہ رکھتا ہے۔ ابھی وہ پیر محمد خاں سے ملا نہیں جب سے وہ یہاں آیا ہے اسکو یہ شوق ہے کہ میں کارہا نمایاں کرکے بلخ میں داخل ہوں ہمایوں کو معلوم ہوا کہ دریا آمو کے پرے سے اوزبک آنے شروع ہوئے ہیں۔ بادشاہ کے لشکر نے اپنا سفر جاری رکھا اور دوسرے روز صبح کو ملک بلخ کے قریب چوبیاروں میں وہ آیا۔ مرزا کامراں کے انتظار میں بادشاہ کا لشکر آہستہ آہستہ چلتا تھا۔ وہ بلخ پہنچ گیا مگر مرزا کا پتا نہ تھا۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ مرزا کا ارادہ آنے کا نہ تھا سپاہ میں سب کے دل میں یہ خوف ہو رہا تھا کہ ہم کو بلخ کی مہم میں مصروف دیکھکر وہ کابل میں ایک فتنہ اور جائیگا۔ بایزید جو اس لشکر میں موجود تھا لکھتا ہے کہ لشکر کو اوزبکوں کا خوف ایسا نہ تھا کہ جیسا کہ مرزا کے کابل میں جانے کا ڈر تھا۔

دن کو ظہر کی نماز کے وقت مرزا سلیمان - مرزا ہندال - حاجی محمد سلطان کوکہ جو بادشاہ
کے ہراول کے سردار تھے اوزبکوں کے ہراول پر جھکے سردار سلطان سکندر کے بیٹے عبداللہ سلطان اور
اور خسرو سلطان تھے تختہ پل کے قریب حملہ کیا - اونہوں نے پل کے پار اوزبکوں کو دھکیلا - وہ بلخ کی
طرف دریا کے پار گئے - حاجی محمد خاں نے اس لڑائی میں اپنی بہادری دکھا کر خان کا خطاب پایا
بادشاہ کی کل سپاہ بلخ کے جوئبار سے گذر کر آدہے کوس پر بلخ سے تھی - یہاں رات کو وہ مقیم رہی
یہاں بادشاہ نے مشورہ کیلئے اپنے امرا کو بلایا - عام رائے یہ تھی کہ کامران جو یہاں نہیں آیا تو
کیا وہ کابل چلا گیا ہوگا یا چلا جائیگا - کابل پر اوسکے قبضہ پانے سے جو خرابیاں پیدا ہونگی ۱۵۴۷ء ۱۱ جولائی
اونکے انسداد کے واسطے سب جوکھوں کا اٹھانا انسب ہے - مراجعت کے لئے یہ وقت نہایت ہی مناسب
اسلئے ہے کہ عبدالعزیز خاں پسر عبید خاں جو اوزبکوں میں سب سے بڑا خان ہے وہ بخارا سے
چلا آتا ہے ابھی وہ دریاء آموے پار نہیں اترا - بادشاہ سے لیکر ادنی سپاہی تک سب کے دلمیں
کابل کا خوف چھا رہا تھا - وہاں سب کے اہل و عیال تھے - یہ فیصلہ ہوا کہ یہاں سے مراجعت کرکے
درہ گز میں جس سے پہاڑوں میں داخل ہوتے ہیں چلکر مقیم ہونا چاہئے - یہ ایک تنگ وادی ہے
جسکی آسانی سے حفاظت ہو سکتی ہے - اگر مرزا کامران کابل گیا تو اس مقام سے وہ کابل بھی جا سکتے
ہیں اگر وہ نہ گیا تو یہاں رہ کر ایماق قوموں اور مقامات کے سپاہیوں سے اپنے لشکر کی کمک اور
تقویت کر سکتے ہیں - اور جس وقت اوزبکوں کے معاون لشکر دریاء آمو کو دوبارہ عبور کرکے
اپنے گھر جائیں تو پھر اس لشکر کو جسکو تازہ کمک اور تقویت ہوئی ہے لیکر بلخ فتح کرنے گیا - بلکہ
ماوراء النہر کو فتح کرنے جائیں تو بہت فائدے حاصل ہونگے - آدہی رات کو مجلس شوریٰ برخاست
ہوگئی - مرزا ہندال - سلیمان مرزا - حسین قلی سلطان مہردار کو چنداول سپرد ہوا یعنے وہ اس
سپاہ میں ہے جو سب کے پیچھے ہو - بلخ کی مہم کے بیان کو اکثر بایزید کے بیان سے ہمنے نقل کیا ہے
وہ خود اس ہنگامہ میں شریک تھا اسلئے اسکا بیان سب سے زیادہ معتبر ہے - طبقات اکبری میں
لکھا ہے کہ اوزبکوں پاس بیس ہزار لشکر تھا اور اکبر نامہ میں ابوالفضل نے یہ لکھا ہے کہ دوسرے روز
اوزبکیہ ہجوم کرکے پیوستہ اور جنگ پر تمام و کمال آمادہ ہوئے - عبدالعزیز خاں پسر
عبید خاں قول میں پیر محمد خاں برانغار و سلطان حصار جرانغار ہوئے - بادشاہ نے لشکر کو

جابجا نصب کیا قلب میں وہ خود رہا۔ برانغار مرزا سلیمان کو اور جرانغار میں مرزا ہندال کو اور ہراول میں قراچہ خاں اور امیروں کو مقرر کیا۔ دوپہر کے بعد لشکر مرتب ہوا اور شام تک لڑائی رہی اور بادشاہ کے ہراول نے اوزبکوں کے ہراول کو بھگا دیا وہ جوئبار سے گذر کر کوچہ بند بلخ میں آئے۔ بادشاہ اپنی راے کے موافق چاہتا تہا کہ تعاقب کرکے جوئبار سے لشکر پار جائے لیکن کوتہ اندیشوں نفاق پیشہ رفیقوں نے وفاق کے لباس میں خلاف مصلحت کا جلوہ دکہایا اور نادان دوستوں نے دشمنوں کی تقویت کی ناواقفیت کے سبب سے اُن کی راے کو اختیار کیا اور جوئبار سے لشکر کو نہ گذرنے دیا۔ اور کم ہمتی کی وہ باتیں بنائیں کہ مخالف کی سپاہ بہت ہے۔ کابل میں فوراً کامراں کے جانے کا اور سپاہ کے اہل وعیال کے گرفتار ہونیکا اندیشہ ہے مرزا کامراں کے قریب آنے کا انتظار کرنا چاہئے اور ایسی ایسی باتیں بنا کے بادشاہ کو مراجعت کی تحریص کی اور بادشاہ کو راضی کیا کہ درہ گز میں کہ ایک محکم جگہ ہے دوڑ کر وہاں چند روز قیام کرے۔ اور اس حدود کے اویماقات اور سپاہیوں کی اور جماعت جمع کرکے اسباب فتح سرانجام کرے۔ توقف میں مرزا کامراں کی خبر مشخص ہو جائیگی۔ اگر مرزا کامراں کا کابل کی طرف جانا محقق ہو گیا تو ان حدود میں رہنا مناسب وقت نہ ہوگا۔ اور بعد ازاں خاطر جمع سے بلخ کیا بلکہ ماوراء النہر آسانی سے تسخیر کرینگے۔ غرض ہر حال میں جنگ سے ہاتھ اُٹھا کر درہ گز کی طرف متوجہ ہونا چاہئے بادشاہ نے خواطر جمہور سے مجبور ہو کر اس طرف توجہ کی۔ بلخ لیا ہوا ارباب نفاق کی بے اتفاقی سے چھوڑ دیا۔ شیخ بہلول کو بہیجا کہ ہراول جو جوئبار سے گذر گیا ہے اور اوزبکوں کو بھگا کر شہر بند میں لایا ہے اوسکو اولٹا لے آئے۔ مرزا سلیمان اور بہادروں کی جماعت کو چنداول میں مقرر کیا۔

اب بادشاہ خواہی نخواہی درہ گز کی طرف روانہ ہوا۔ صبح کو اوسکی سپاہ اس جوے کے کنارے پر پہنچی جو درہ گز میں بہتی ہے۔ رات کو اوزبکوں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ مراجعت کرتا ہے اونہوں نے ایک لشکر تعاقب میں روانہ کیا۔ جو سپاہ کہ تجربہ کار باقاعدہ ہوتی ہے اوسکو دشمن کے آگے ترتیب اور انتظام کے ساتھ قرار کرنا دشوار ہوتا ہے چہ جائیکہ سپاہ بے قاعدہ۔ اسکا انتظام اور ترتیب کے ساتھ بہاگنا ناممکن ہے۔ درہ گز کا رُخ کابل کی طرف تہا اس لئے یہ معاودت کابل کی طرف مشہور ہوئی۔ سپاہ نے درہ گز کی طرف جب سفر کیا تو اوسنے کابل کی طرف اپنا منہ کیا

اسکو یہ یقین تہا کہ کابل میں مرزا کامران فرمانروائی کر رہا ہے اور اوسکے اہل وعیال مرزا کے اختیار میں ہیں اسلئے وہ پریشان خاطر ہوا اور بادشاہ سے سپاہی اکیلے یا گروہ باندہ کر علیحدہ ہوئے اور اپنے اپنے گھر پہاڑونکی راہ سے جانے لگے۔ ہرچند بادشاہ نے کوشش و تدبیر کی کہ سپاہ کو اُلٹا بلائے مگر وہ فائدہ مند نہ ہوئی۔ اوزبک جو بادشاہ کی سپاہ کے پیچھے آئے تہے صبح کو انہوں نے چنداول کو درہ گز پر جالیا۔ اور حملہ کیا۔ اونکا مقابلہ تہوڑا سا ہوا۔ اونہوں نے بادشاہ کی سپاہ کو پریشان کردیا اور سوار سے پیادہ بنادیا اور قتل کیا۔ اسوقت ہمایوں سپاہ سے کچھ دور نہ تہا جوسے کے پار اپنے ملازموں کے ساتھ تہا اس پاس خبر آئی کہ اوزبک مرزا ہندال کے قریب آگئے ہیں اور ملک مرزا مارا گیا تو وہ بہت پریشان خاطر ہوا۔ مرزا ہندال نے مہروار سے کہا کہ بادشاہ بچہ نہیں ہے وہ سپاہی ہے ضرور وقت پر وہ آئے گا۔ بادشاہ نے آدمی بہیجکر دریافت کرایا کہ مرزا کیا کہتا ہے اور خود تیار ہوکر دریا پار اوترنا چاہتا تہا کہ اوزبکوں نے کنارہ پر آکر ایک بلندی پر بادشاہ کے تیر مارا جسکو بایزید نے اپنے سپر سے روکا۔ مگر وہ تیر بادشاہ کے گھوڑے کے لگا۔ حیدر محمد اختہ نے اپنا گھوڑا بادشاہ کو دیا۔ اوزبکوں کو بادشاہ کی سپاہ نے بہگا دیا اور بادشاہ اپنی مراجعت میں آگے بڑہا۔ تہوڑی دور چلا تہا کہ اوسنے حسین قلی مہروار کو حکم دیا کہ پریشان سپاہ کو جمع کرکے اوزبکوں سے لڑے تو اوسنے جواب دیا کہ یہ بہتر ہوگا کہ جو آدمی بادشاہ کے ساتھ ہیں وہ آگے چلیں نہ یہ حضور کو چھوڑینگے اور نہ وہ اُلٹے پھرینگے۔ اسوقت ایک آدمی بھی میرے حکموں کو نہیں سُنے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اب تو ہی میرے احکام کو نہیں سنتا۔ حسین قلی نے بادشاہ سے کہا کہ حضور میرا قصور معاف ہو اوسنے بایزید کو ساتھ لیا اور ملازموں کو بادشاہ کے ساتھ چھوڑ کے گھوڑے خضر خواجہ خاں مصاحب بیگ۔ محمد قاسم قوچی۔ شاہم بیگ جالیر اور اور افسروں میں سے ہرایک سے حسین قلی نے کہا کہ اولٹے چلکر اوزبکوں سے لڑو مگر ان میں سے کسی نے نہ سنا کہ وہ کیا بکتا ہے انمیں سے ہرایک دوسرے کے گھوڑے کو اپنی طرف کھینچتا تہا۔ آخر کو یہ مہروار مجبور ہوکر دوبہر کو بادشاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے مشفقانہ اوسکی بڑی تحسین کی۔ بایزید اس مراجعت میں بادشاہ کے ہمراہ تہا اوسنے ان مصائب کو بہت خوبی سے بیان کیا ہے۔ جو بادشاہ پران پہاڑ دنکے اندر ان راہوں میں گذرنے سے پڑیں جو پہلے سے نامعلوم تہیں اور بہت کم آمد ورفت رہتی تھی

اور جنگلی وحشی رہبری کرتے تھے - کہانے پینے کی تکلیف رہتی تھی تکان کے مارے بُرا حال ہوتا تہا - آخر کو کہمرود اور غوربند کی راہ سے وہ کابل کے پاس آیا اور یکم رمضان کو کابل میں داخل ہوا - اس عام پریشانی اور ہزیمت میں جو درہ گزمین وقوع میں آئی - اس میں ہندال مرزا تردی بیگ - منعم خاں - شاہ بداغ خاں - ملک خاں کوچین خدمات عظیم بجا لائے - جب امرا نے اس شکستہ حالی کو دیکھا کہ لا علاج ہے تو اونہوں نے اپنی اپنی راہ لی - مرزا سلیمان بدخشاں کو چلا - مرزا ہندال قندوز کو دوڑا - منعم خاں اوسکے ساتھ گیا - اور امرا بے ہم کابل میں آئے شاہ بداغ خاں دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہوا - اور بعض اور امیر بھی دشمنوں کی قید میں تھے بادشاہ نے اتالیق کو اور اوزبکیہ امیرونکی جماعت کو جو ایک میں اسیر ہوئے تھے چھوڑ کر اپنے وطن کو بھجوا دیا - اونہوں نے پیر محمد خاں سے آنکر جو بادشاہ کی مرحمت اور عنایت کا ذکر کیا تو اوسکو تعجب ہوا اور اوسنے بھی بادشاہی آدمیوں کو جو اس پاس تھے - آدمیانہ سلوک کے ساتھ دار الملک کابل کو بھجوا دیا - اس زمانہ میں یہ بھی انسانیت اور آدمیت کی عجیب مثال ہے سچ ہے کہ نوازش سے نوازش پیدا ہوتی ہے اور انتقام سے وہ خباثت پیدا ہوتی ہے کہ انسانیت کو بٹا لگاتی ہے -

بادشاہ نے کابل جاکر دیکھا کہ سب طرح امن اماں ہے کامراں نے کوہستان سے باہر آنیکی کوشش نہیں کی - بادشاہ نے موسم سرما بالاحصار میں بسر کیا - اب مرزا کامراں کا حال سنو کہ اوسنے کیا کیا کام کیا - بادشاہ نے اپنی فرط شفقت سے مرزا کامراں کی بڑی بڑی تقصیرات کو معاف کرکے کولاب اوسکو مرحمت کیا تہا - اور چاکر بیگ ولد دلیس بیگ کو اوس کے ہمراہ کیا تہا کچھ مدت نہ گذری تھی کہ مرزا نے چاکر بیگ سے بدسلوکی کی اور اوسکو کولاب سے باہر نکال دیا جب بادشاہ کابل میں تہا تو اپنے آنے کے جھوٹے وعدے کامراں کرتا تہا - بادشاہ اوسکی جھوٹی باتوں کو بھی سچ جانکر بلخ کی طرف متوجہ ہوا - مرزا نے اس فرصت کو غنیمت جان کر پھر کابل میں جانے کا ارادہ مصمم کیا - بلخ کی یورش میں اسکی سلسلہ مکر کی تحریک سے امرا تنک مایہ اخلاص و تنگ حوصلہ ارادتمندنے جو طرح طرح کے نفاق کی باتیں کیں وہ اوپر بیان ہوئیں مرزا کامراں نے کولاب میں مرزا عسکری کو چھوڑ کر مرزا سلیمان کے قتل کی طرف متوجہ ہوا

مرزا سلیمان جنگ طالقان کے بعد قلعہ ظفر میں آگیا۔ کامران نے بابوس بیگ کو طالقان سپرد کیا اور خود قلعہ ظفر کی طرف متوجہ ہوا۔ مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم نے لڑنا مصلحت وقت نہ دیکھا اسحاق سلطان کو قلعہ ظفر میں متعین کرکے خود تنگ نائے بدخشاں میں آگئے اور موضع جرم میں چلے گئے۔ کامراں کو جب سلیمان کی طرف سے ایک طرح کا انفراغ ہوا تو وہ قندوز کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اول مرزا ہندال سے دوستی نما فریب کی باتیں بناکر اوسکو پرچانا چاہا۔ مگر مرزا ہندال اوس کی باتوں میں نہ آیا اور اپنے ثبات عہد پر قائم رہا۔ مرزا کامراں نے خوب تیاری کے ساتھ قندوز کا محاصرہ کرلیا۔ مرزا ہندال نے بھی مراسم جنگ اور قلعہ داری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مرزا کامراں جب اسکا کچھ نہ کرسکا تو اوزبکیہ کا متوسل ہوا۔ اور اونسے کمک مانگی تو اوزبکیوں کی ایک جماعت کثیر آنکر محاصرہ میں شریک ہوئی۔ مرزا ہندال نے مخالفوں میں خلل ڈالنے اور دھوکہ دینے کے لئے یہ پسندیدہ تدبیر کی کہ مرزا کامراں کی طرف سے ایک خط اپنے نام لکھا جسمیں مضمون بالتفصیل یہ تھا کہ ہم دونوں اتفاق کرکے اوزبکیہ کو فریب دیں سختہ کاردوں کی طرح یہ فریب نامہ قاصد کو دیا کہ وہ عمداً اوزبکیہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ جب قاصد کی کاوش کے بعد خط پکڑا گیا اور اوسکے مضمون سے ظاہر ہوا کہ ان دونوں بھائیوں نے اتفاق کرکے یہ چاہا ہے کہ اوزبکیہ کو تیر بلا کا ہدف بنائیں اور کمند ابتلا میں اسیر کریں تو اوزبکیہ اوس کے مطالعہ سے برہم ہوکر محاصرہ چھوڑکر اپنی ولایت میں چلے گئے اور قلعہ کا کام پورا نہ ہوا۔ اور کامراں پاس خبر آئی کہ چاکر بیگ نے کولاب کا محاصرہ کررکھا ہے اور مرزا عسکری شکست پاکر قلعہ کے اندر چلا آیا ہے۔ مرزا سلیمان اور اسحاق خاں ایک ہوکر قلعہ ظفر پر قابض ہوگئے ہیں اور اسحاق خاں کو جو اوسکے ساتھ متفق ہوا تھا مقید کرلیا ہے۔ اس اخبار سے مرزا کامراں سراسیمہ ہوا اور قندوز سے مایوس ہوا۔ یاسین دولت اور بابوس کو ایک جماعت کے ساتھ مرزا سلیمان سے لڑنے کے لئے بھیجا اور خود کولاب کو دوڑا آیا۔ چاکر بیگ نے کنارہ کشی کی۔ مرزا عسکری قلعہ سے نکلکر مرزا کامراں سے ملا۔ یہ دونوں مرزا مرزا سلیمان کے دفع کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ رستاق کے پاس آئے تھے کہ اوزبکیہ کی جماعت کثیر جنکا سردار سعید بیگ بیرونا ولی تھا کامراں کے لشکر کی گذرگاہ پر آئی اور بالکل اسے لوٹ لیا

کابل سے بادشاہ کا کامران سے لڑنیکے لئے جانا اور کابل میں سازشیں

کامران و عسکری و عبداللہ مغل معدودے آدمیوں کے ساتھ طالقان میں آئے۔ سعید بیگ کو معلوم نہ تہا کہ یہ کامران کا لشکر ہے جب اوسکو حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو اعراق کو باعزاز اپنے معتمدوں کے ساتھ اور تمام لوٹ کا اسباب و قیدیوں کو کامران پاس بھیجا اور معذرت کی کہ ہمنے غلطی کی کہ آپ کا اسباب لوٹا۔ مگر مرزا کامران کی مصائب کا دور کرنا لاعلاج تہا۔ اوسکی سپاہ ساری پراگندہ و پریشان ہوچکی تھی۔ سلیمان و ہندال نے جب مرزا کامران کا یہ حال دیکہا تو وہ اوسکے دفع کرنے کو چلے۔ کامران نے بدخشاں میں رہنا اپنا مناسب نہ جانا تو خوست میں چلا آیا۔ کہ ضحاک بامیان کی راہ سے ہوکر ہزارہ کے ملک میں جائے اور وہاں سے کابل کا واقعی حال دریافت کرکے کابل میں آئے یا کسی اور طرف متوجہ ہو۔ امراء نفاق پیشہ ہمیشہ اوس کو کابل آنے کے لئے برانگیختہ کرتے رہتے تھے اوسنے فریب دینے کے لئے بادشاہ پاس ایلچی بھیجے کہ میں بادشاہ کی خدمت میں اولتا حاضر ہوتا ہوں کہ گذشتہ کا عذر کروں اور ازسر نو حضور کی خدمت گذاری کروں امید الطاف شاہانہ سے یہ ہے کہ میری تقصیرات اور جرائم معاف ہوں ؎

باز آمدم کہ سجدۂ آں خاک پا کنم — گر طاعتے قضا شدہ باشد ادا کنم

امید ہے کہ اس مرتبہ نیکو خدمتی کے وسیلہ سے شرمندگی کے بارگراں سے نجات پاؤں بادشاہ اپنی صفائی نیت سے اوسکی باتوں کو سچ جانتا تہا اوسکے مس زر اندود کو زر خالص سمجھتا تہا جب کابل میں مرزا کامران تہا تو بادشاہ کے دوربین دولت خواہوں نے عرض کیا کہ پاک سیرتی اور نیک گمانی کی بھی کوئی حد و نہایت ہوتی ہے۔ کامران کی تزویر و غدر و تشویر و مکر بار بار تجربہ میں آچکے ہیں اب حزم و احتیاط کا اقتضا یہ ہے کہ حضور حکم فرمائیں کہ اہل غدر کے دفع کرنے کے لئے لشکر تیار ہو اور حضور اپنا سراپردہ باہر نکالیں تاکہ دشمنوں کے مکر و غدر سے خلق امن ہو اگر واقعی مرزا اپنے ناصواب کاموں سے پشیمان ہو دوستانہ آتا ہے تو بادشاہ اسپر عنایت فرمائیں لیکن اس دفعہ بھی اگر اوسکے دماغ میں سودائے فاسد ہے تو اس طرف سے مراتب احتیاط مرعی ہو۔ بادشاہ نے یہ باتیں سنکر غوربند کا ارادہ کیا اسی طرف سے کامران آتا تہا ۹۵۹ھ کے وسط میں کابل سے وہ روانہ ہوا کابل میں شہزادہ اکبر کو قائم مقام مقرر کرکے محمد قاسم برلاس کو سارا انتظام سپرد کیا۔ قراچہ خاں و مصاحب بیگ اور ایک اور جماعت بادشاہ کے پاس ایسی تیرہ درون

اور روشن بروں رہتی تھی کہ ہمیشہ شورش و آشوب کے برانگیختہ کرنے پر آمادہ رہتی تھی اُسنے خوشدل ہوکر مقدمات حق ناشناسی کے مرتب کرکے مرزا کامراں کو لکھے کہ یہاں وہ ضرور آئے ہم سب جماعت کثیر کے ساتھ آپسے ملینگے ۔ اور بادشاہ کے ساتھ جو آدمی یکجہت ہورہے ہیں اونکو ہم اُس سے جدا کرینگے ملک کابل آسانی سے آپ کے ہاتھ آجائیگا۔

یہ زمانہ بھی عجیب تہا کہ کمال ناانصافی سے وہ عہدشکنی و بداندیشی و نادرستی اقران اور اور امثال کے ساتھ جو روا نہیں ہوتی امرایے مجابا اپنے صاحب ولی نعمت کے ساتھ عمل میں لاتے تہے اور ایسے اندہے ہوگئے تہے کہ اوسکی قبح کو نہیں دیکھتے تہے بلکہ ان قبایح کو محسنات شمار کرتے تہے اور اپنی تدابیر اور گربزی شمار کرتے تہے ۔ اگرچہ وہ اخلاص و درست معاملگی کو سمجھتے تھے اور اپنے نوکروں سے اوسکی امید رکھتے تہے ۔ مگر اپنی خوئے بد کے ایسے مغلوب ہوگئے تہے کہ یہ نرد و غل بازی و بیوفائی ایسے صاحب پاکباز کے ساتھ کہیلتے تہے ۔ عجیب بلکہ سو ہزار عجیب اس تیرہ دلی اور خیرہ رائی پر ہے کہ بادشاہ کی خوبیوں اور بزرگیوں کو وہ نہ جانتے تہے نہ رسمی معاملہ فہمی سمجھتے تہے ۔ اپنے نوکروں سے اپنے ذرہ سے احسان کا عوض چاہتے تہے مگر اوسکے برخلاف اپنے بادشاہ کے بڑے بڑے احسانوں کو نہیں مانتے ۔ سچ یہ ہے کہ جنکے سرشت میں مخالفت و شرارت داخل ہو انسے ایسے امور کا سرزد ہونا کیا بعید ہے ۔ جو ماں کے پیٹ سے اندہا پیدا ہوا اوسکو سورج کے آجانے سے کیا خوشی ہو ۔ ان امیروں کی چشم اخلاص نفاق کی سبل سے بے نور تھی ۔ اور اس فرقہ کا سینۂ محبت غرور کے ورم سے ایسا تنگ ہوگیا تہا کہ اس میں حقوق نعمت کے جانے کی گنجائش ہی نہیں تھی ۔ ان خودکاموں کا نفس امارہ کا توسن ایسا سرکش ہوگیا تہا کہ نہ سرزنش کے زور بازو سے اوسکی لگام کھچ سکتی تھی نہ نصیحت کا سرپنجہ اوسکی باگ کو موڑ سکتا تہا۔

بادشاہ کابل سے کوچ کرکے آب باراں میں آیا ۔ قراچہ خاں و مصاحب خاں اور ایک گروہ نے کہ شرارت کے شرارہ کو چمکا رہتے تہے ۔ بواسطہ و بے واسطہ بادشاہ سے عرض کیا کہ معاملہ کوہ درمیان ہے اور شعاب جبال متعدد ہیں ۔ مرزا معدود و آدمیوں کے ساتھ ہوگا ۔ دولت خواہان جاں سپار کو مختلف راہوں پر متعین کیجئے کہ مرزا کو راہ سے نکلنے نہ دیں اور اس تدبیر بنانے میں ان بداندیشوں کا خیال یہ تہا کہ بادشاہ کی سپاہ جو فراہم ہے اوسکو پراگندہ کرادیں تاکہ کامراں کا

کام آسانی سے سرانجام پائے۔ بادشاہ نے ان حرام نمکوں کی تدبیر کو نیک سمجھ کر قبول کر لیا.
حاجی محمد خاں کوکہ کو ضحاک و بامیاں میں بھیجدیا۔ اور منعم خاں کو سال اولنگ میں متعین کیا۔
قراچہ خاں و مصاحب بیگ و قاسم حسین سلطان احوال بادشاہی کا روزنامچہ لکھکر کامران
پاس روز روز بھیجتے تھے اور بادشاہ سے یہ عرض کیتے رہتے تھے کہ مرزا کی نسبت اس
مرتبہ سواء خدمت گاری کے کوئی دوسرا امر نہیں ہے۔

اس طرح بادشاہ کی خدمت میں اہل اخلاص تھوڑے رہ گئے اور اہل نفاق کا جو
لباس عقیدت میں حیلہ پردازی کرتے تھے ہنگامہ گرم ہوا۔ بادشاہ کے لشکر کی فراوانی
سے کامران پریشان و سرگردان تھا نہ ترک خدمت کی راہ اور نہ ادراک ملازمت کا رستے
رکھتا تھا۔ وہ اس گروہ کے نفاق سے آگاہ ہو کر منافقوں کی ہدایت کے موافق ضحاک و بامیاں
کی راہ سے درہ قبچاق کی جانب آیا جو غوربند کے توابع سے ہے۔ مرزا نے یاسین دوست
و مقدم کوکہ و بابا سعید کو ہراول بنایا اور خود قول ہوا اور باقی سپاہ کو توپ بنا کے روانہ کیا۔
دوپہر ہوئی تھی کہ منشی اصغر علی جو نگہا قط درہ تھا بھاگتا ہوا ہانپتا آیا اور چلایا کہ مرزا آگیا
اس سے ہمایوں کے لشکر میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ ہمایوں نے اس افسر کا سر اڑا دیا۔ ابوالفضل نے
لکھا کہ رعایا میں سے ایک شخص نے مرزا کے آنے کی خبر دی۔ تو قراچہ خاں کہ بد اندیشوں کا
سرفتنہ تھا عرض کیا۔ کہ اس قسم کے آدمیوں کی باتوں پر کان لگانا نہیں چاہیئے ان سے خاطر
پراگندہ اور وہم پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس خبر کے موافق بادشاہ قصد جنگ کرے اور اسپر مرزا
مطلع ہو تو وہ بادشاہ کی ملازمت میں متقاعد ہوگا۔ جب مرزا کے آنے کی خبر متواتر آئی
تو بادشاہ کو یقین ہوا کہ مخالف کے عزم سے ہے۔ حکم ہوا کہ جماعت جو ہمراہ ہے سوار ہو اور بادشاہ
خود سوار ہوا۔ تھوڑی دیر میں معرکہ قتال گرم ہوا۔ پیر محمد اختہ و محمد خاں جلائر اور ایک اور جماعت
نیکونکی آگے رواں ہوئی۔ پیر محمد خاں اختہ اول قتل ہوا۔ مرزا قلی خوب لڑا مگر اژدحام کشاکش
و ہجوم کشاکش میں زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا۔ اسکا بیٹا دوست محمد باپ کی مدد کو دوڑا کہ اوسکا
خود کام باپ کی زندگی میں تمام ہو گیا۔

اب بادشاہ خود آگے بڑھا جب وہ یہاں پہنچا جہاں مقتول خاک میں پڑے تھے تو کامران کی

بادشاہ کے سر کا مجروح ہونا

پہاڑ کی بلندی پر مع اپنی بیویوں اور لڑکیوں کے آیا۔ بایزید کہتا ہے کہ بادشاہ کے بندوقچیوں نے بندوقوں میں گولیاں نہ بھریں۔ وہ مرزا کامراں کا مدتوں تک نمک کھا چکے تھے۔ مرزا کامراں کے آدمی برابر تیروں کا مینھ برساتے تھے جس سے بہت جلد بادشاہ کے اکثر آدمی اور گھوڑے زخمی ہوئے۔ اسوقت بھی قاسم حسین خاں جو دریا کے دوسری طرف تھا اور راہ اوسکے آگے اچھی تھی اس سے وہ مرزا کے ہراول پر اچھی طرح حملہ کرسکتا تھا مگر اوسنے حملہ نہ کیا بلکہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ کامراں نے دیکھا کہ بادشاہ کے لشکر میں ہل چل پڑگئی تو وہ خود بلند پیسے پیچھے اوترا اور سید ہا علموں کے لینے کے لئے دوڑا۔ علمداروں نے دیکھا کہ ہم کسی طرح مقابلہ نہیں کرسکتے تو وہ اولٹے بھاگے اور قاسم حسین خاں بھی مع اپنے لشکر کے فرار ہوا۔

اب سارے لشکر میں بھگڑ پڑگئی اور ہمایوں بھی اس رستہ پر بھاگا جسسے آیا تھا۔ اسکے گھوڑے کے ایک تیر لگا۔ اور بیگ بابا کولابی نے دانستہ یا نا دانستہ بادشاہ کے تاج پر تلوار لگائی جس سے کان کے پیچھے بادشاہ کے زخم آیا۔ اوسنے دوبارہ تلوار بادشاہ پر مارنے کے لئے اوٹھائی تھی کہ ہمایوں نے پھر کر ایسی قہر کی نگاہ سے بابا کو دیکھا اور چلایا کہ اے کمبخت باغی کہ بابا کے اوسان خطا ہوئے اور تلوار نہ چلاسکا۔ مہتر سگالی عرف فرحت خاں نے بیچ میں آنکر بابا کو بھگا دیا ہمایوں سہارے سے گھوڑے پر چڑہا۔ اس مراجعت میں محمد امیر اور عبدالوہاب وسکے محافظ تھے ہمایوں کے زخم کاری لگا تھا اور خون اُس میں سے بہا تھا۔ اوسنے اپنا جبہ اتار کر سیدل خاں کو دیا جسکے پیچھے دشمن کے آدمی چلے آتے تھے۔ اوسنے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے خاص جبہ کو وہیں پھینکدیا۔ اس جبہ نے اپنے برے نتیجے دکھائے۔

ہمایوں نے اب ارادہ کیا کہ ضحاک بامیاں کے درمیان چلے جہاں اوسکو حاجی محمد اور اسکی جماعت کے ملنے کی توقع تھی اور دورہ سرطان سے گذری تھی۔ وہ زخم کے مارے ایسا ضعیف ہوگیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑے کی تیزروی کا متحمل نہ تھا میر سید برکہ کے پست قد گھوڑے سے اپنا گھوڑا بدلا اوسپر وہ بٹھایا گیا۔ میر برکہ اور خواجہ خضر ادہر اودہر سے اوسکو پکڑے ہوئے گھوڑے پر لے چلے آخر شب میں وہ درہ سرطان میں پہنچا۔ یہاں چند اوسکے بھاگے ہوئے آدمی ملے۔ سردہوا اور راہ کی تھکان نے بادشاہ پر بہت اثر کیا اور زخم نے اوسکو بہت ضعیف کیا۔ میر برکہ نے اپنا

جیبہ اتار کر اوسپر ڈالا - صبح کو درہ کی بلندی پر پہنچا تو دھوپ میں کچھ گرم ہوا اور ایک ندی کے کنارہ پر فروکش ہوا - یہاں زخم کو دہویا اور مرہم پٹی باندہی اور نماز وظیفہ پڑہا - کچھ دیر کے بعد حاجی محمد خاں آیا - تین سو سوار نہایت آزمودہ کار اوسکے پاس تھے جس سے ہمایوں کو کچھ تقویت ہوئی - بادشاہ نے شاہ بداغ خاں و تولک قوچین و مجنوں قاقشال کو اور اوروں کو جنکا مجموعہ دس نفر تہا کابل کی طرف خبرگیری کے لئے بہیجا - مگر اونمیں سے سوا تولک قوچین کے کوئی واپس نہ آیا - بادشاہ نے اوسکو توزبیگی کر دیا - زخم نے ہمایوں کو بہت ستایا وہ ضحاک اور بامیان کے پہاڑوں میں کچھ دنوں رہا -

سچ ہے تقدیر ازلی سلسلہ درویشی و بادشاہی کی منتظم اور دائرہ سفیدی و سیاہی کی مرتب ہی وہ کشادگیوں کی کنجی بستگیوں کو بناتی ہے اور سربلندیوں کو افتادگی کا نتیجہ کرتی ہے - رات کی تاریکی میں رہنے کو آفتاب کی روشنی کا قدرشناس بناتی ہے طلب کی شراب کی تشنگی کو چشمہ مقصود کی سیرابی کرتی ہے اس حال کا مصداق ہمایوں کا احوال ہے جوان دنوں میں ہوا ضحاک و بامیان کی طرف اُسنے اپنے امرا سے اخلاص سرشت سرطان کے درہ سے بہیجے تہے اونکی طرف وہ چلا - محمد ابن عبد الوہاب کو حکم ہوا کہ وہ چند راول بناکے آئیں - ترددات کی کثرت سے اور زخم کے آسیب سے بادشاہ میں ضعف بہت ہوگیا اوسنے معتبروں کی جماعت طلب کرکے مشورہ کیا - حاجی محمد خاں جسکی جاگیر میں غزنین تہا اور سب سے زیادہ نفاق دل میں رکہتا تہا اوسنے قندہار جانے کی صلاح دی وہ قبول نہ ہوئی ایک گروہ نے بدخشاں جانے کی صلاح دی کہ وہاں مرزا سلیمان و مرزا ابراہیم کو ہمراہ لیکر سرانجام لشکر کیا جائے اور کابل پر توجہ کیجائے - ایک بہادر گروہ نے یہ مشورہ دیا کہ آج کل مرزا کامراں منافقوں کے نفاق کی شراب سے بدمست ہو رہا ہے ہم فدائی اور جاں سپار کس دن کام آئینگے سب کو یکدل و یک جہت ہوکر کابل پر چل کر حملہ کرنا چاہئے - امید واثق ہے کہ بدخشاں جائے بغیر کامراں کی مہم کا سرانجام ہو جائیگا جمع کثیر کا نفاق و فریب ابھی ظاہر ہو چکا تہا اسلئے اس رائے پر اعتماد نہ کرکے بدخشاں جانے کی صلاح ٹہری اور ریگہ اولنگ کی راہ سے کوچ کیا - حاجی محمد نے اپنے چہوٹے بہائی شاہ محمد کو مع اپنے

آدمیوں کے بادشاہ سے رخصت لیکر غزنیں بھیجا۔ اور بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے اپنی شکست
وسلامتی کا خط شاہزادے اکبر کے نام لکھکر دیا کہ کسی طرح وہ اُس پاس پہنچادے مخلصان خاص
نے بادشاہ کو سمجھایا کہ ایسے وقت میں اہل نفاق کو اپنے سے جدا کرنا اعمال نفاق میں اون کو
خود مختار کرنا ہے جو آمان مفسد کی صلاح کار کو عمل میں لانا ہے یہ اور اشارةً وصراحتاً عرض
کیا کہ حاجی محمد اپنے بھائی کو مرزا کامراں پاس بھیجتا ہے اور خود یہاں جاسوسی کے لئے
رہتا ہے کہ سادہ لوحوں کو فریب دے بادشاہ نے ان مقدمات کو کچھ نہ سنا۔ شاہ محمد کو رخصت کیا
دوسرے روز کہمرد کی طرف کوچ کیا یہاں بادشاہ سے بہت آدمی جدا ہوگئے اور ایک خاص
جماعت اخلاص کے ساتھ بادشاہ کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوئی۔ اس راہ میں تین روز بعد ایماق
کوکچی وسانقاچی نے جو ان حدود میں بڑے آدمی تھے گھوڑے اور بھیڑیں اور چیزیں
اپنے مقدور کے موافق بادشاہ کو پیش کش میں دیں اور ایسے وقت میں اونہوں نے
خدمات شایستہ کیں اور رات کو بادشاہ اونہیں کے گھر میں رہا۔ جب صبح کو سوار ہوئے تو خبر
آئی کہ ایک کاروان عظیم بسر کردگی میر سید علی سبزواری کے آیا ہے۔ خراسان اور عراق کے
سوداگر بہت سا اسباب لیکر ہندوستان کے سفر کا اہتمام کرتے ہیں سہ پہر کو اس کاروان کے
بڑے آدمی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسباب اور گھوڑے انہوں نے پیش کش میں دئے
بادشاہ اوسکو تائید غیبی سمجھا اور اوسنے بعض اسباب و اشیا کو چوگنی اور پچگنی قیمت پر خرید لیا اور
سب نوکروں میں اوسکو تقسیم کردیا اور باقی چیزوں کو پھیر دیا کہ جہاں اونکا جی چاہے وہاں
پہنچیں۔ جب آپ بنگی کے کنارے پر پہنچا تو اس منزل میں ایک شخص نے فریاد کرکے پوچھا کہ
بادشاہ کی کیا خبر ہے بادشاہ کے کان میں یہ آواز آئی تو اوسنے کہا کہ میری خبر کچھ نہ بتاؤ
اس سے پوچھو تو کون ہے کسنے تجھے بھیجا ہے۔ بادشاہ کی خبر تو کیا جانتا ہے۔ اوسنے جواب دیا
کہ میں نظری سال اولنگ کا فرستادہ ہوں جسنے مجھے بادشاہ کی تحقیق خبر لانے کے لئے
بھیجا ہے اور ہمارے ہاں بادشاہ کی خبر یہ مشہور ہے کہ وہ معرکہ میں زخمی ہوکر چلا گیا پھر اوسکو
کسی نے نہیں دیکھا۔ مرزا کامراں کے آدمی اس حلیہ کو تھا۔ مرزا
پاس لے گئے ہیں جسے وہ دیکھکر بہت خوش ہوا۔ بادشاہ نے اس آدمی کو اپنے پاس بلاکر

کہدیا کہ نظری کو خوش خبری سنا دو اور کہدو کہ اوسکا آقا آمادہ اور مستعد رہے کہ مراجعت کے وقت وہ حاضر ہوکر خدمات پسندیدہ بجالائے۔ دوسرے روز منزل آدی جنجال میں آیا اور مرزا ہندال اس منزل میں سے ملا۔ پھر اندراب میں بادشاہ آیا یہاں مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم آن ملے۔ جوہر نے واقعات ہمایونی میں بادشاہ پاس اپنے کپڑوں کے نہونے کا بیان دلچسپ لکھا ہے اور اور طرح سے کارواں کا بیان کیا ہے اس سے نقل کرتے ہیں۔ جب بادشاہ بامیان چلا تو اثناء راہ میں طہارت کے لئے گیا تو فرمایا کہ میرے کپڑے خون آلودہ ہیں مجھے آزار دیتے ہیں۔ بہادر خاں تیرے پاس کپڑوں کا جوڑا ہو تو مجھے دے۔ اوسنے کہا کہ بادشاہ پاس ایک ہی کپڑوں کا جوڑا تھا جو مجھے پہننے کو دیا تھا وہی میرے پاس ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں وہی جوڑا مانگتا ہوں اگر تیرے پاس ہو تو وہ لا۔ بہادر خاں وہ جوڑا لایا تو بادشاہ نے اوس سے لیا اور اپنے جوڑے کو جوہر کو دیا کہ اوسکو نمازی کرے منزل کہمرد میں ایک بڑھیا نے دیبائے مصری پیش کش میں دیا۔ اوس کو فرمایا کہ اسکو مرد نہیں پہنتے ہیں مگر میرا تنبان ناپاک ہوگیا ہے اسلئے اسے پہنوں گا۔ اس ضعیفہ کا نام تو لکھ رکھا اور انعام دیا کہ مال واجبی کوئی اس سے نہ لے۔ بعد اسکے خبر آئی کہ تین سو گھوڑے کارواں میں آئے ہیں اور پھر خبر آئی کہ دوسرے کارواں میں سترہ سو گھوڑے آئے ہیں۔ بادشاہ نے خود جاکر پسند کرکے گھوڑے خریدے اور اُن کو قیمت کا تمسک لکھدیا کہ بعد فتح روپے دیے جائینگے۔

اب ہم مرزا کامراں کا احوال اُسوقت تک کا لکھتے ہیں کہ تسخیر کابل کے لئے ہمایوں آیا۔ جب بادشاہ مخلصان جاں سپار کے اہتمام سے ضحاک و بامیاں کی طرف متوجہ ہوا تو مرزا کامراں کے سان گمان میں بھی یہ بات نہ تھی اوسکو تعجب ہوا۔ اور اہل نفاق اس سے فوج فوج آنکر ملنے شروع ہوئے اور وہ اُنکے آنے سے زیادہ سرگرم اور خوش ہوتا تھا۔ اہل وفا پر دست جفا دراز کرتا تھا۔ بادشاہ کے بڑے بڑے معزز معتبروں کو اوسنے ہلاک کیا۔ پھر جنگ گاہ سے کوچ کرکے چار پکار میں آیا اس جگہ ایک شخص بادشاہ کا جیبہ خاصہ کہ خون میں تربتر تھا مرزا پاس لایا۔ تو اوسنے جانا کہ بادشاہ مرگیا اس سے وہ خوشی کے مارے جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ وہاں سے کوچ کرکے کابل کا محاصرہ کیا قاسم خاں برلاس ہمایوں کی طرف سے شاہزادہ اکبر کی نیابت میں انتظام کرتا تھا اوس نے

قلعہ داری کا اہتمام کیا۔ ہرچند مواعید کاذبہ صدق نما سے مرزا اوسکو فریب دیتا تھا مگر وہ ہمایوں کی عقیدت و اخلاص کے سررشتہ کو نہ توڑتا تھا۔ مرزا نے بادشاہ کے مرنے کی خبر سارے ہیں اوڑا رکھی تھی اسلیئے جیبہ خاصہ قاسم خاں پاس بھیجا اور عہد و پیمان نادرست اور فریب کی باتیں بناکر قلعہ لے لیا۔ اب اکبر تیسری دفعہ چچا کی قید میں آیا۔

مرزا کامراں نے سپاہ کے بڑہانے میں اور مملکت کابل کو اپنے ہواخواہوں میں تقسیم کرنیمیں توقف نہیں کیا۔ مرزا عسکری کو جوے شاہی (جلال آباد) جاگیر میں دیا۔ یہ موضع دل کشا ہے۔ ہندوستان اور کابل کا برزخ ہے اسمیں ہندوستان کی خوبیاں موجود ہیں اور ولایت افغانستان کی برائیاں مفقود ہیں۔ منعم خاں نے اوسکو جلال الدین اکبر کے نام سے منسوب کرکے جلال آباد نام رکھا۔ غزنین اور اوسکی عدہ و قراچہ خاں کو اور غوربند اور اوسکی نواح یاسین دولت کو عنایت کیں اور اسی طرح اور اپنے آدمیوں کو جاگیریں اور علوفے اور جاہ و منصب مرحمت کیے۔ اوسنے بادشاہ کے بڑے بڑے ملازموں کا مال اسباب سب چھین لیا۔ اور ہمایوں کے تمام خزانوں پر قبضہ کرلیا۔ دیوان کو قید کرکے بہ جبر ساری دولت لے لی غرض جو کچھ جسطرح ہاتھ لگا وہ لے لیا۔ ظلم و جبر سے مال کے چھین لینے میں کسر باقی نہیں رکھی۔ آپ دولتمند ہوا ملک کو مفلس کیا۔ اعمال امن و امان کے ساتھ وہ نہ کرسکا۔ تین مہینے گذرے تھے کہ کابل میں خبر آئی کہ ہمایوں زندہ ہے اور اندرآب سے ایک سپاہ جرار کو ہمراہ لیئے چلا آتا ہے۔ کامراں نے ہزارہ اور پہاڑوں کی قوموں کو جمع کیا اور ہمایوں سے لڑنیکے لیئے چلا اور بابا چوچک اور ملا سقائی کو کابل کا انتظام سپرد کیا۔ جب بادشاہ اندرآب میں آیا اور مرزا اس پاس آ گئے تو کسل مند و کوہ سے کابل کا عزم مصمم کیا۔ چونکہ بادشاہ کے پاس ابتک منافقوں کا ایک گروہ تھا تو اوسنے ارباب ظاہر کے اطمینان خواطر کے لیئے یہ ٹہیرائی کہ ہر گروہ سے ایک طرز خاص پر سوگند لیجائے کہ وہ یکدلی و یکجہتی کے ساتھ ہمراہی کریں۔ ظاہر پرستوں میں قسم بڑی معتبر صورت رکھتی ہے بادشاہ نے فرمایا کہ حقائق اشیا کی صور کا نگارندہ قلم صنع الہی ہے۔ اہل وفا کے اوضاع کو جادہ صدق و صفا میں ظاہر کرنے والی توفیقات ازلی ہے۔ ہماری خاطر سب کی طرف سے جمع ہے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اہل روزگار کہ ظاہر سبب پر نظر رکھتے ہیں اور حقیقت پر تھوڑی توجہ کرتے ہیں تمہارے دل میں راستی دیکھ لیں۔ اسی اثنا میں حاجی محمد خاں کوکی نے عرض کیا کہ

ہمایوں کی لڑائی کامراں سے

جس طور سے حکم ہوگا قسم کہائینگے لیکن حضور بھی قسم کہائیں کہ جو کچھ ہم دولت خواہ خیر اندیشی سے صلاح دولت کسی کار میں دیکھکر عرض کرینگے تو حضور اوسکو قبول فرمائینگے۔ اسپر مرزا ہندال نے کہا کہ یہ طرز گفتگو کیا ہے ہرگز خادم مخدوم کے ساتھ اور بندہ خداوند کے ساتھ اس طرح کی گستاخانہ باتیں نہیں کرتا مگر بادشاہ نے کہا کہ جس طرح حاجی محمد کہے گا میں بھی قسم کہاتا ہوں غرض اس قسماقسمی کے بعد بادشاہ نے آگے قدم بڑہایا۔ بادشاہ سب طرح سے اپنی سپاہ اور اوسکے افسروں کو وفادار بنانا چاہتا تہا اسلئے اوسنے اون سے قسم لی مگر حاجی محمد جو کوکہ تہا اوسکا بادشاہ سے قسم لینا ایک نرالی بات تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی رائے و استقلال پر لوگوں کو اعتبار نہ تہا۔ بادشاہ کو ضرور یہ امر ناگوار ہوگا۔ ابو الفضل ہمیشہ حاجی کا ذکر حقارت سے کرتا ہے۔ مگر وہ ہمایوں کے بڑے کارکنوں میں تہا۔ جب لشکر اشترگرام کے نزدیک آیا تو کامران جنگ پر آمادہ ہوکر بادشاہ کے لشکر سے لڑنے آیا۔ جب دونوں لشکروں میں تہوڑا فاصلہ رہا تو بادشاہ نے مرزا شاہ خویش میر برکہ کوکہ ترمذ کے سادات بزرگ سے تہا کامران پاس بہیجا اور نصایح ارجمند کیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیشہ مخالفت کا طریقہ اختیار کرنا اور موافقت کو چہوڑنا فرزانگی سے دور ہے افسوس ہے کہ کابل کے سر پر یہ سارے نزاع ہوں۔ حقوق قدیمہ و جدیدہ کو مرعی رکہکر طریق مصالحت و سبیل مخالفت کو اختیار کرا ور ہندوستان کی تسخیر میں یکدل ہوکر ہمراہی قبول کر۔ سید نے آداب رسالت کو اچھی طرح ادا کیا صلح و صلاح قرار پائی۔ مرزا نے کہا کہ میں اس شرط پر ہندوستان کی تسخیر پر متوجہ ہوتا ہوں کہ قندہار بادشاہ سے اور کابل مجھ سے متعلق ہو۔ بادشاہ نے دوبارہ ایلچی بہیجا اور مولانا عبد الباقی صدر کو اوسکے ساتھ کیا اور یہ پیغام دیا کہ اگر دوستی کا ارادہ صمیم ہے اور یکجہتی چاہتا ہے تو اپنی بیٹی کا نکاح شاہزادہ اکبر کے ساتھ کردے کہ میں کابل اوسکو دیدونگا اور میں اور تو دونو وفاق و اتفاق کے ساتھ ہندوستان کو فتح کرنے میں مصروف ہوں تاکہ کابل اور ہندوستان دونو ہمارے اور تمہارے ہوں۔ مرزا اس طرح صلح کرنے پر راضی تہا مگر قراچہ خاں نے جو اوسکی کل کا مونکا او مدار تہا صلح کو ہونے دیا اور کہا کہ سر او کابل اس و ز شمشیر و پلید و نہ دسا سول۔ مرزا کے مقابل تہا اوسکی نجومی نے کہا آج لڑنا اپنے ہاتھ سے اپنے تئیں شکست دینا ہے مرزا بلطائف الحیل آجکے دن ٹالنا چاہتا تہا اور بادشاہ کا لشکر لڑنا چاہتا تہا لیکن حاجی محمد کی مرضی نہ تھی کہ آج لڑائی ہو اس لئے بادشاہ

نے اوسکی خاطر سے آج لڑائی موقوف رکھی۔ اس اثنا میں خواجہ عبد الصمد کہ جنگ قپچاق میں بادشاہ کی ملازمت سے دور ہوکر کامراں سے جا ملا تہا وہ فرصت کو غنیمت جانکر پہر بادشاہ پاس آیا۔ اور اوسنے لشکر مخالف کے تذبذب اور برہم خوردگی کو بیان کیا۔ دوپہر کو بادشاہ نے لشکر کو مرتب کیا قول عساکر کا وہ خود اور برانغار کا مرزا سلیمان اور جرانغار کا مرزا ہندال اور ہراول کا مرزا ابراہیم منتظم ہوا۔ اور التمش کا اہتمام حاجی محمد خاں اور بہادروں کی جماعت کو سپرد کیا۔ کامراں کی طرف قلب میں مرزا کامراں میمنہ میں مرزا عسکری میسرہ میں آق سلطان مرزا کا داماد اور ہراول میں قراچہ خاں منتظم ہوا۔ قضیہ قپچاق کے بعد ملازموں کی ایک جماعت اور بہتر سپاہ کہ بضرورت مرزا کے ہمراہ ہوگئے تہے وہ بادشاہ کی خدمت میں آئے۔ جب دونو فوجوں میں فاصلہ کچھ نرہا تو حاجی محمد نے کہا کہ آج جنگ کو موقوف رکہو لشکر کو حکم ہوا کہ وہ قیام کرے بادشاہ اور حاجی کے درمیان عہد ہو چکا تہا اسلئے بادشاہ نے مجبور ہوکر بیک میرک کو حکم دیا کہ فوج قیام کرے تو مرزاؤں نے آنکر عرض کیا کہ مصلحت نہیں ہے کہ کل ہم لڑیں آج ہی لڑنا چاہئے۔ بہتر یہ ہے کہ دشمن پر حملہ کریں یا فتح کریں یا مارے جائیں عبد الوہاب نے آنکر عرض کیا کہ لشکر کے قیام کرنیکے لئے چادر خیمہ نہیں ہے بادشاہ نے فرمایا کہ ترتیب کے ساتھ آگے بڑھو اگر دشمن نے مقابلہ کیا تو فبہا نہیں دریا کے کنارہ پر میں قیام کرونگا۔

کامراں ایک بلند جگہ پر کہڑا ہوا تہا اور اسکے بہت قریب اسکا لشکر تہا۔ مرزا ابراہیم جو ہراول میں تہا اسنے ایک سخت حملہ کرکے اس جگہ کو لے لیا۔ اور بادشاہ بھی یہیں آگیا۔ اوسنے اپنے بندوقچیوں کو حکم دیا کہ دشمنوں پر گولیاں مارو۔ دشمن نیچے زمین پر تہا ان گولیوں نے اوپر سے کام کیا قراچہ خاں سواروں کو لیکر بادشاہ کے میمنہ کو شکست دیکر میسرہ پر حملہ آور ہوا کہ اوسکے ایک تیر آ لگی اس سے وہ زخمی ہوا اور گہوڑے سے گرا اور اوسکو ایک ادنیٰ آدمی نے گرفتار کرلیا۔ اوس کو میدان جنگ سے لئے جاتے تہے کہ قنبر علی نے جسکے بہائی کو قندہار میں قراچہ خاں نے مارا تہا پیچھے آنکر اوسکا سر کاٹ لیا۔ اور بادشاہ پاس لیجا کر نذر کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ سر کابل کے آہنی دروازہ پر لٹکا دیا جائے تاکہ اوسکا کہنا پورا ہو کہ سر ما و کابل۔ قراچہ خاں کے مارے جانے سے بادشاہ کا ایک ہولناک دشمن کم ہوا۔ اس عرصہ دار و گیر و مصاف زد و برد میں بادشاہ کی سپاہ

کامراں کا شکست پانا اور بھاگنا

نے جانبازی کی۔ مرزا کامراں میں تاب مقاومت نہ رہی اسلئے وہ بھاگ گیا اور کتل باجخ سے نکل کر افغانستان میں آوارہ گرد ہوا۔ مرزا عسکری گرفتار ہوا۔ بادشاہ نے مرزا ابراہیم کو بھیجا کہ وہ کابل جائے اور مرزا سلیمان کو اپنے پاس رکھا۔ بادشاہ کے لشکر نے دشمن کے خیمونکو خوب لوٹا اور آدمیونکو قتل کیا۔ ایک جماعت نے شرمندہ ہوکر اور رو دہوکر ہزاروں ملامتیں سنکر اپنی شفاعت چاہی وہ بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہوئی یہ فتح بہت سی فتوحات کا مقدمہ تھی اسلئے اُس سے بڑی شادمانی ہوئی۔ بادشاہ کو سب سے زیادہ خوشی یہ ہوئی کہ اوسکے نور نظر شاہزادہ اکبر کو حسن اختہ اسکے سامنے لایا۔ بادشاہ کو بڑا تردد اوسکی طرف سے یہ ہورہا تھا کہ اوسنے سنا تھا کہ کامراں اسکو اب کی دفعہ اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ بیٹے کو باپ نے گلے لگایا اور آداب شکرگزاری کے بعد صدقات وخیرات کر شکر عملی ہے تقسیم کیا اور یتیموں اور غربا اور فقرا کے احسان وانعام سے دلداری کی۔ اور بادشاہ نے فرمایا کہ اب میں کسی یورش میں اس اپنے نونہال کو اپنے سے جدا نہیں کرنے کا۔ اسی حال میں دو شتر صندوق بار بے سازو سامان جنگ میں نمودار ہوئے۔ بادشاہ نے خود ان اونٹوں کی مہار کو پکڑا اور کہا کہ اونکو بٹھاؤ اور صندوقوں کو کھولو اور دیکھو ان میں کیا ہے۔ ہر شخص جو لوٹے وہ لے لے مگر ان صندوقوں کا مال میرا حصہ ہے۔ جب ان صندوقوں کو کھولا تو اس میں وہ سارا کتب خانہ نکلا جو بادشاہ کا جنگ قبچاق میں جاتا رہا تھا۔ بادشاہ کو اس کی بڑی خوشی ہوئی۔ خواجہ محمد قاسم میر بیوتات کہ فتنہ کی آگ کو بھڑکاتا تھا اب وہ اپنے اعمال کی آگ میں خود جل گیا جس سے شور وشر کے شرر بجھ گئے بادشاہ بعض اور فتنہ پردازوں کا قاتل بنا اور چار یکاران کے باغ میں عیش وعشرت کا مجلس آرا ہوا۔

دوسرے روز کابل میں داخل ہوا کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ یہاں اول دنوں بادشاہ نے دوستوں کو انعام اور دشمنوں کو سخت سزا دی۔ مرزا سلیمان کو بدخشاں روانہ کیا اور بہت کچھ صلہ اسکو حسن خدمات کا دیا۔ مرزا ابراہیم کو ایک عنایت خاص کے واسطے اپنے پاس کچھ دنوں ٹھیرایا اور اپنی بیٹی بخشی بانو بیگم کی منگنی اوس سے کردی موضع چرخ کو جو تومان لہوگرہ سے ہے شاہزادہ اکبر کو دیا اور حاجی محمد خاں کو اسکا وزیر وکیل اور اتالیق مقرر کیا۔ ایکسال کابل میں بادشاہ رہا۔

ان دنوں میں بادشاہ داد وہش وتلطف وقہر کے آداب کھولکر قربانی دی اور فرمانروائی

مرزا کامراں کی آوارگی

کر رہا تھا مرزا کامراں موضع اشترگرام کی شکست کے بعد بدتر حال میں آٹھ آدمیوں کے ساتھ سبز کی راہ سے سراسیمہ افغانوں میں چلا گیا۔ مرزا ہندال اور حاجی محمد اوسکے تعاقب میں بھیجے گئے اونہوں نے اسکے پکڑنے میں لائق اہتمام نہیں کیا اور اولٹے چلے آئے۔ افغانوں نے مرزا اور اوسکے ہمراہیوں سے سمجھ لیا۔ مرزا نے اس اندیشہ کو کہ کوئی اوسکو پہچان نہ لے چار ابرو کا صفایا کرایا اور قلندروں کا بھیس اپنا بنایا۔ ملک محمد مندراوی کے ملک میں گیا کہ وہ لمغان کے ارباب معتبر میں سے تھا۔ اوسنے مرزا کے حقوق سابق پر نظر کرکے اوسکے احوال پر بہت مراعات کی۔ مرزا ان حوادثے جنمیں سے ہر ایک ہوشمند کے واسطے عبرت پکڑنے اور خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے تازیانہ قوی تھا اصلا متنبہ نہ ہوا۔ اور ایسے سپاہیوں کو جنکا پیشہ ہمیشہ فتنہ سازی اور حیلہ اندوزی تھا اِدہر اودہر سے پندرہ سو وہ جمع کرلئے۔ جب یہ خبر بادشاہ کے لشکر میں پہنچی تو اہل نفاق کا بازار گرم اور ارباب اخلاص کا جگر خون ہوا۔ ایسے وقت میں کہ آتش فتنہ و آشوب بھڑکنے کو تھی حاجی محمد خاں بے رخصت غزنیں کو چلتا بنا۔ بادشاہ نے زمانہ سازی کے مقتضاء سے اور کمال قدردانی سے اس بُری حرکت کو ناز جنگ گمان کرکے اسپر کچھ التفات نہ کیا کامراں کے رفع دفع کرنے کے لئے بادشاہ نے بہادر خاں و محمد قلی برلاس اور اور بہادروں کی جمع کثیر کو بھیجا۔ جب یہ لشکر مرزا کے قریب آیا تو وہ علی کار و علی شنگ کے دروں میں چلا گیا۔ امرا نے یہاں بھی اسکا تعاقب کیا تو بہاں سے بھاگ کر وہ خلیل و مہمند کے افغانوں میں چلا گیا جو آدمی اس پاس جمع ہوئے تھے وہ بھی پراگندہ ہوگئے۔ بادشاہ کی فوج غز و شہیداں کی راہ سے چلی آئی۔ جب بادشاہ کو مرزا کی شرارت سے کچھ فراغ ہوا تو اوسنے خواجہ جلال الدین محمود اور بی بی فاطمہ کو بدخشاں بھیجا کہ مرزا سلیمان کی بیٹی سے بادشاہ کا نکاح ہو جائے تاکہ بدخشاں کی مہم سے بادشاہ بالکل مطمئن ہو جائے اور مرزا سلیمان کے ساتھ تازہ اتفاق و التیام استحکام پائے اور مرزا عسکری کو اونکے ساتھ مرزا سلیمان پاس یہ حکم دے کر بھیجدیا کہ راہ بلخ سے اوس کو حجاز روانہ کردے۔ اس حکم کے موافق مرزا سلیمان نے مرزا عسکری کو بلخ روانہ کیا۔ مرزا کو خود ندامت و خجالت کے سبب سے اس ملک میں رہنا پسند نہ تھا۔ اوسنے وہ سفر دور دراز اختیار کیا ۹۶۵ھ میں مکہ اور شام کے درمیان اس کا پیمانہ عمر لبریز ہوا۔ سات سال یہاں بھی زندگی

بسر کی۔ مرزا سلیمان اپنی بیٹی کے نکاح پر بادشاہ کے ساتھ راضی ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ عادت طبیعت خامسہ یا ثانیہ ہوتی ہے جب کوئی آدمی عادت بد کا معتاد ہوتا ہے تو بچھو کی طرح نیش زنی میں بے اختیار ہوتا ہے۔ جس جماعت کی نہاد بد اندیش و شرارت انگیز ہو تو پھر اوسکے مزاج میں عادت اور طبیعت متفق ہوتی ہیں۔ یہ حال مرزا کامران کا تھا کہ وہ اپنی طبیعت اور عادت سے مجبور تھا۔ مصیبت پر مصیبت پڑی مگر سلطنت کی ہوس کبھی دل سے نہ نکلی۔ خلیل اور مہمند افغانوں کی جماعت کو اوسنے جمع کیا۔ اور اونکو ساتھ لیکر ملک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ بادشاہ اوسکی سوزش مٹانے کو عبادت سے بھی زیادہ فرض جانتا تھا۔ خواجہ اختیار و میر عبد الحی کو اوسنے غزنین بھیجا کہ حاجی محمد کو اس پاس لائیں۔ بد اندیشی سے حق شناسی کی طرف ہدایت کریں بادشاہ پاس یہ خبر آئی کہ مرزا کامران نے حوالی جلال آباد میں چار باغ کے قریب ایک قلعہ کو محاصرہ کر رکھا ہے۔ بادشاہ نے حاجی محمد کے آنے کا بھی انتظار نہیں کیا بہت جلد جلال آباد کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا کامران اس خبر کو سنکر سراسیمہ ہوکر پھر پہاڑوں کے دروں میں چلا گیا اور وہاں سے بنگش و گردیز کی راہ پر چلا کہ شاید خود حاجی محمد پاس پہنچ جائے وہ اور مرزا کامران ایک تھے۔

اب حاجی محمد کی سرگذشت سنو کہ اوسنے بادشاہ کے آدمیوں کی باتیں بنائیں اور آنے کا جھوٹا وعدہ کیا اور اونکو رخصت کیا اور مرزا کامران کو خط لکھا کہ کب تک کوہ و دشت میں سرگرداں پھروگے جلد ان حدود میں آجاؤ کہ ہم تم اتفاق کرکے کوئی کام کریں۔

قضارا بیرام خاں غزنین میں پہنچا وہ قندہار سے بادشاہ پاس جاتا تھا۔ حاجی محمد خاں کہ بیرام خاں کا ہمراز تھا اوسکے استقبال کو گیا اور بظاہر بڑے تپاک سے پیش آیا۔ ضیافت کا بہانہ کرکے اوسکو قلعہ کے اندر بلایا کہ قلعہ بند اوسکو کرے۔ خان قلعہ کی طرف جاتا تھا کہ میر حبش نے جو حاجی محمد خاں کے ساتھ تھا۔ خان کو اشارہ کیا کہ جس سے وہ حاجی کے غدر و کید پر مطلع ہوا۔ اوسنے غدر کرکے قلعہ کے جانے کا ارادہ فسخ کیا۔ شہر کے باہر سر چشمہ پر اترا اور حاجی محمد کو بلطائف الحیل مطمئن کرکے ہمراہ اپنے کابل لے گیا۔ بادشاہ کو اپنے اور حاجی محمد خاں کے آنے کی عرضداشت بھیجی۔ بادشاہ نے سنا تھا کہ مرزا کامران کابل

مرزا کامراں کا تعاقب

کی حدود میں آگیا ہے خود بہت جلد کابل کو روانہ ہوگیا تھا۔ کابل سے ایک منزل پر مرزا
کامراں تھا کہ اوسنے سنا کہ بیرام خاں حاجی محمد خاں کو ساتھ لے آیا ہے اسلئے وہ سراسیمہ ہوکر
لمغان کی طرف چلا گیا۔ ایک دن حاجی محمد نے چاہا کہ شہر کابل میں انہیں دروازہ سے داخل
ہو۔ خواجہ جلال الدین محمود نے کہ کابل کی حکومت اوس کو مفوض تھی اوس کو قلعہ کے اندر
آنے کی اجازت نہ دی۔ اور سخت باتیں کہلا بھجوائیں۔ اس سے حاجی کو وہم پیدا ہوا شکار کا
بہانہ بنا کے قرا باغ کو روانہ ہوا اور کتل منار سے گذر کر باباقچقار میں گیا۔ اور دامن کوہ بلندی
سے بہت جلد غزنیں میں چلا گیا۔ بادشاہ اس عرصے میں سیاہ سنگ میں آیا۔ اور بیرام خاں
اسنے ملا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کوئی شخص لشکر سے شہر میں نہ جانے پائے۔ ہم
مرزا کامراں کا تعاقب کرینگے تاکہ ایک بارگی خلق خدا کو ہر روز کی پریشانی سے نجات ہو
لیکن حاجی محمد سے خاطر جمع نہ تھی اسلئے اولیاء دولت کی صلاح یہ تھی کہ اول سے خاطر جمع
کرکے مرزا کے پیچھے پڑنا چاہئے۔ بیرام خاں کو حاجی خاں پر تعین کیا اور فرمایا جس طرح بنے
مدارا کے طریقہ سے اوسکو یہاں لائے اور رشتہ کار سے پردہ نہ اوٹھنے پائے۔ بیرام خاں نے
تدابیر شائستہ سے اوسکو اپنا رام کیا۔ اور بعد عہد و سوگند کے حاجی محمد خاں گنگکار میں بیرام خاں
سے ملا۔ بیرام خاں اسے بادشاہ پاس استعفائے جرائم کے لئے لایا۔ بادشاہ نے اوسکی خطا
معاف کردی چار پانچ روز بعد لمغانات کی طرف جو مرزا کی گریزگاہ تھی بادشاہ نے کوچ کیا
باوجودیکہ ابھی حاجی جی کی تقصیرات معاف ہوئیں تھیں مگر اوسنے وہی حرکتیں پہلی سی
شروع کیں۔ اور بادشاہ کو آزردہ خاطر کیا۔ جب بادشاہ جلال آباد میں آیا تو مرزا کنور تورگل
کی تنگیوں میں بھاگا۔ اور اودہر واپنے اپنے کونوں میں جا چھپے۔ بیرام خاں کو ایک جماعت
کثیر کے ساتھ بادشاہ نے کامراں پر متعین کیا۔ کامراں کنور تورگل سے بھاگ کر نیلاب میں
چلا گیا۔ بیرام خاں واپس آکر بادشاہ سے وکہ میں ملا۔

اسوقت مصلحت کل و فراغت عام و حصول امن پر نظر کرکے بادشاہ نے حاجی محمد اور اوسکا
بھائی شاہ محمد کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ گرفتار ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں نعمت فروشوں
کے لئے دو طومار بنائے جائیں ایک میں اونکے جرائم اور گناہ لکھے جائیں اور دوسرے میں اعمال حسنہ

تاکہ میزان عدالت میں وہ دونوں تولے جائیں - غرض پہلا طومار تیار ہوا جسمیں ایک سو بڑے بڑے جرم تھے دوسرا ناتمام رہا - جب یہ محاسبہ لیا گیا تو عدالت کا مقتضا یہ ہوا کہ اسوقت اُن کے خبث وجود سے دامن روزگار پاک کیا جائے - اونکے نفس بہیمی و سبعی کو پنجرہ ہیولانی انسانی سے نکال کر اپنی جگہ پہ پہنچایا اور غزنین بہادر خاں کو عنایت کیا اور باقی اوسکی جاگیر اور نوکروں کو عنایت ہوئی - اب بادشاہ نے مصمم ارادہ کیا کہ مفسدوں کے قصور معاف نہ کئے جائیں بلکہ اونکو سزا دی جائے -

بادشاہ نے موسم سرما کو سیر و شکار میں بسر کیا - اوائل موسم بہار میں کہ عناصر کے اعتدال مزاج کا وقت ہوتا ہے بے اعتدال افغان کو ہمیشہ ان حدود میں سر اوٹھا کر فتنہ انگیزی اور فساد اندازی کرتے تھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لائق پیشکشیں پیش کر کے اہل اطاعت کے زمرہ میں داخل ہوئے - مرزا کی فتنہ و آشوب کی گرد بیٹھ گئی - بادشاہ بادنج کی راہ سے آب باران میں آیا اور یہاں سے کابل میں مہمات قندہار کے انتظام کے لئے بیرام خاں کو رخصت کیا - خواجہ غازی کو والی عراق کی رسالت کے لئے تحف و ہدایا دیکر اوسکے ساتھ کیا - ولایت غزنین - گردیز - بنگش و تومان لہوگر مرزا ہندال کو مرحمت کئے - قندوز جو مرزا کے پاس تہا وہ میر برکہ و مرزا حسن کو دیا - مرزا ہندال غزنین کو اور میر برکہ قندوز کو رخصت ہوئے - چوبے شاہی اور اوسکی حدود خضر خواجہ خاں کو مرحمت ہوئیں اس سے پہلے کہ میر برکہ قندوز میں پہنچے مرزا ابراہیم نے قندوز کو محمد طاہر خاں سے فسوں افسانہ بنا کے لے لیا تہا - اسلئے میر برکہ کابل واپس چلا آیا - بادشاہ نے بھی مرزا ابراہیم کو قندوز دیدیا - انہیں دنوں میں خواجہ عبد السمیع کے وسیلہ سے بادشاہ کے پاس

شاہ ابو المعالی کا آنا

شاہ ابو المعالی آیا - وہ سادات ترمذ سے اپنا انتساب بتاتا تہا - اوس کی حسن صورت کے سبب سے اوسکے نیک ذات ہونے کا شبہ کرتے تہے اور اوسکی بے باکی شجاعت پہ محمول ہوتی تھی اسلئے وہ بادشاہ کے منظور نظر ہوا اور اعلیٰ درجہ پہ پہنچا اوسکا آگے ذکر آئیگا کہ اوسنے کیا کیا بدمستیاں اور بد رنگیاں کیں -

مرزا کامران نچلا نہیں بیٹھا - اس آوارگی اور سرگردانی میں بھی اوسنے اپنے پاس بہادر سپاہ جمع کر لی - بادشاہ کی خاطر آرمیدہ کو پھر اوسنے مضطر کیا - اوسکی خبر ملی کہ چوبے شاہی کی حدود میں

شوزش اور فتنہ اوسنے برپا کیا ہے۔ بادشاہ نے غزنین سے مرزا ہندال کو بلایا اور نزدیک کے
جاگیرداروں کو حکم یورش کا دیا۔ تہوڑے دنوں میں مرزا ہندال آگیا۔ بادشاہ نے اس فساد کے
مٹانے کے لئے کوچ کیا۔ جب بادشاہ سرخاب میں پہنچا تو اوسنے حیدر محمد آختہ بیگی کو بہائی اخلاص پیشہ
کے ساتھ ہراول بنا کے بہیجا۔ وہ سیاہ آب پر جو سرخاب وگندمک کے درمیان واقع ہے آیا۔
مرزا کامران نے اسپر شبخون مارا۔ حیدر محمد مرزا اوسنے بہادرانہ لڑا اور زخمی ہوا۔ اور اسکا بہت سا اسباب
لٹ گیا مگر وہ ایسا ثابت قدم رہا کہ مرزا ناکام واپس گیا۔ بادشاہ چریاریں کر تومان نیک نہاد سے
ہے آیا اور احتیاطاً مورچے قسمت کئے اور خندق اور دیوار لبست بنائی۔ آخر روز میں دو افغان
خبر لائے کہ آج مرزا کامران افغانوں کے گروہ انبوہ کے ساتھ شبخون مارنے کا قصد رکہتا ہے
۲۱۔ ذیقعد ۹۵۸ھ روز دوشنبہ تہا اور پہر رات گئی تہی کہ مرزا کامران بہت افغانوں کو لیکر بادشاہ
کے لشکر پر چڑہا۔ بادشاہ اور اوسکے ساتھ شاہزادہ اکبر دونو ایک بلندی پر جاکر کہڑے رہے بادشاہ
کی سپاہ اپنے اپنے مورچوں میں قواعد حراست و مراسم شجاعت کو بجا لائی اور ثابت قدم رہکر خوب
اہتمام کیا اور آتش محاربہ وقتال نے اشتعال پایا۔ تاریکی شب کے سبب سے دوست دشمن نہیں پہچانے
جاتے تہے کہ چاند نکلا۔ کامران کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ پریشان و پشیمان ہوا۔ اور بادشاہ
اسی خوشی میں بیٹہا تہا کہ خبر ناخوش مرزا ہندال کے مارے جانے کی اوس پاس آئی وہ ساری خوشی
بہول گیا۔ یہ دنیا کی رسم ہی کہ اگر ایک زمانہ خوشی میں بسر ہوتا ہی تو دوسرا زمانہ اندوہ میں یہاں شادی
کو مجال مہلت ہی نہ اندوہ کو رخصت اقامت۔ شرح اس سانحہ کی یہ ہے کہ جب مرزا ہندال کو شبخون کی
خبر ہوئی تو اوسنے مورچوں کا اہتمام کرکے بستر راحت پر سر رکہا تہا کہ افغانوں کا غوغا مچا
مرزا کے مورچل میں افغانوں کی ایک جماعت کثیر داخل ہوئی۔ رات اندہیری تہی مرزا اون کے
دفع کرنے میں اہتمام کرتا تہا۔ اوسکے آدمی اپنے گہوڑوں کی خبرداری کے لئے دوڑے اس اثنا میں
مرزا خود افغانوں کے روبرو کہڑا ہوا۔ تیر وکمان سے نوبت گذر گئی اوس نے ایک کو پکڑ کے نیچے
پٹکا اوسکے بہائی جرندہ افغان نے کہ قبیلہ مہمند سے تہا ایک پیکان زہر میں بجہا ہوا مرزا کے
مار کر مسافر فلک عدم کا بنایا۔ بعض مرزا کامران کے ہمراہی بیان کرتے ہیں کہ افغان مرزا ہندال کا خاص
شصت آویز (ترکش) مرزا کامران کے روبرو لے گیا اوسکو معلوم تہا کہ یہ کس کا ترکش ہے اوسنے

مرزا کامران کا شبخون مارنا

مرزا ہندال کا مقتول ہونا

واقعہ کی تقریر کی۔ مرزا کی نظر جب اس شصت آویز پر پڑی تو اوسنے اپنے سر سے دستار زمین پر ٹپکی اور چلایا کہ ہے ہے مرزا ہندال شہید ہوا۔

القصہ تاریکی شب میں ناوابستگی میں ہندال کی روح نے پرواز کی اور قالب پڑا رہا۔ خواجہ ابراہیم نے اسے پہچانا اور خرگاہ میں لے گیا اور حسن تدبیر کے ساتھ اس واقعہ کو اخفا کیا کہ اس شورش وغوغا میں دشمن خوشوقت اور چیرہ دست نہ ہوں۔ کہدیا کہ مرزا نے محنت بہت کی ہے اس لئے ضعیف ہوگیا ہے اور کسی قدر زخمی بھی ہوگیا ہے۔ کوئی شور وغوغا نہ کرے اور مرزا کی جانب سے مبارکباد فتح دینے لگا۔ بادشاہ نے مرزا کے تابوت کو جوئے شاہی میں امانت رکھا اور کچھ دنوں بعد کابل میں بابر کے مقبرہ میں اسے دفن کیا۔ شبخون ہی ۹۵۸ اوسکے مرنے کی تاریخ ہے وہ ۹۲۴ میں پیدا ہوا تھا۔ کوکب برج شاہنشاہی بود ۹۲۴ تاریخ سال ولادت ہے پس ۳۴ برس کی عمر تھی۔ بایزید جو منعم خاں کے ساتھ تھا لکھتا ہے کہ بادشاہ بلند زمین پر رو رہا تھا کہ منعم خاں نے اوس سے پوچھا کہ حضور کیوں روتے ہیں بادشاہ نے کہا کیا تو نے نہیں سنا کہ مرزا ہندال شہید ہوا۔ تو منعم خاں نے کہا کہ آپ اپنے نفع حاصل کرنے پر روتے ہیں مرزا ہندال مرا تو حضور کا ایک دشمن کم ہوگیا۔ یہ سنکر بادشاہ نے رونا بند کردیا۔ دوسرے روز بادشاہ بہسود میں آیا اور مرزا ہندال کی تمام جاگیر اور کل خدم وحشم شاہزادہ اکبر کے سپرد ہوئے اور مرزا ہندال کی بیٹی سے اوسکی نسبت کردی۔

بادشاہ موضع بہسود میں مقیم ہوا اور ایک قلعہ مستحکم یہاں تعمیر کرایا۔ شاہزادہ اکبر کو کابل بھجوایا یہاں خود ٹہیر کر مرزا کامراں کی جستجو میں رہتا۔ پانچ چھ مہینے یہاں قیام کیا۔ اور سارا اجاڑا یہیں کاٹا مرزا کامراں قبائل افغانوں میں زندگی بسر کرتا۔ اکثر امرا کی یہ رائے ہوئی کہ اب مرزا کامراں میں قوت مقاومت اور قدرت منازعت نہیں رہی مناسب یہ ہے کہ بادشاہ کابل میں تشریف فرما ہو مگر جو فرقہ امرا دوربین تھا اوسنے عرض کیا کہ ہوا میں اعتدال ہے اگر بادشاہ نے یہاں سے سفر کیا تو افغانوں کے قبائل ملک کو تاخت وتاراج کرینگے مصلحت وقت یہی ہے کہ اس بداندیش گروہ کو کہ سرمایہ فتنہ وفساد ہے جب تک تنبیہ نہ کی جائے کابل کی طرف جانا نہیں چاہئے مرزا کامراں جو ان گردہوں میں چھپا ہوا پھرتا ہے اور لوگوں کے پریشان کرنے کا سامان

مرزا کامراں کی گرفتاری

جمع کرتا ہے وہ ہاتھ آجائیگا اور منافقوں کا آشوب بالکل جاتا رہے گا بادشاہ کو یہ رائے قوی معلوم ہوئی اور کابل کی مراجعت پر اوسکو رجحان دیا کہ سوار ہو کر قبائل افغانان پر ناگہاں جا پہنچے اور اونکو ہلاک کیجئے۔ بڑے بڑے بہادر آگے روانہ ہوئے۔

قبائل جابجا پہاڑوں سے اُتر کر پراگندہ پڑے پہرتے تہے معلوم نہ ہوتا تہا کہ میرزا کونسے قبیلہ میں ہے بادشاہ اس تردد میں تہا کہ ماہم علی قلی خاں و بابا خزاری مرزا کامراں کی طرف سے ملک محمد مندراوی پاس جاتے تہے کہ وہ بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ آگئے۔ اون سے مرزا کا حال پوچھا کہ وہ کس قبیلہ میں ہے۔ ماہم علی نے سائلوں کو بہکا دیا کہ اس قبیلہ میں مرزا کو بتلا دیا جس میں وہ نہ تہا۔ بابا نے کہا کہ ماہم علی نہیں جانتا کہ میں کیا کہتا ہوں۔ مرزا فلاں قبیلہ میں ہے میں وہاں تم کو لے جاتا ہوں۔ صبح کو بادشاہ کے لشکر کے پیش رو اوس قبیلہ کے پاس پہنچے اور تاخت و تاراج کرنے لگے۔ یہاں چودہ ہزار آدمی اوس سے لڑنے کے لئے موجود تہے جنمیں سے بادشاہ کی سپاہ نے بہت آدمیوں کو قتل کیا اور اونکے زن و فرزند کو قید کیا کہتے ہیں کہ یہ قیدی بارہ ہزار تہے کامراں سوتا تہا اس میں چند بہادر گہس گئے۔ دو آدمی اس خیمے میں تہے ایک گرفتار ہوا اور دوسرا فرار۔ صبح کو معلوم ہوا کہ بیگ ملوک جس سے کامراں رابطہ نظری رکہتا تہا گرفتار ہوا اور کامراں نکل گیا۔ چند افغان مثل یوسف کرانی اور ملک بیکی اور کئی اور لڑنے کھڑے ہوئے۔ مگر شکست پاکر فرار ہوئے۔ بادشاہ کی سپاہ کو اونکے گوسفند اور مویشی بہت ہاتھ لگے افغانوں میں مرزا کی قسمت کا آخری فیصلہ اس لڑائی نے کر دیا اون کو ایسی ہزیمت ہوئی کہ پھر اونہوں نے کامراں کی حمایت کا ارادہ نہ کیا۔ مرزا نے یہ ارادہ کیا کہ اب یہاں رہنا مناسب نہیں ہے ہندوستان میں چلنا چاہئے۔ جب بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ کامراں ہندوستان کو روانہ ہوا تو باغ صفا میں بزم افروز مجلس جاہ و جلال ہوا۔ یہاں شگوفہ و گل کی بہار تہی۔ کابل سے اہل و عیال کو بلا کر عیش و نشاط میں بادشاہ مصروف ہوا۔ بعد ازاں کابل میں آیا۔

کامراں کا پہاڑوں کے قبیلوں سے فرار

۹۵۹ھ کے آخر میں موسم زمستاں میں بادشاہ بنگش کی طرف اسلئے روانہ ہوا کہ اس دیار کے سرکش افغانوں کو جنہوں نے کامراں کی حمایت اور اعانت کی تہی تنبیہ کرے۔ چونکہ بنگش بنسبت کابل کے بہت نیچے لیول میں واقع ہے تو یہاں سردی میں وہ شدت نہیں ہوتی جو کابل میں

بادشاہ کا بنگش جانا

ہوتی ہے۔ یہاں وہ اپنے دشمنوں سے خوف نہ رکھتا۔ کابل کے حصہ بالاتمام برف سے ڈھکا ہوا تھا جب وہ خود دار الملک کابل سے چلا تو اوسنے حکم دیا کہ غزنین سے ایک سپاہ لیکر شاہزادہ اکبر بنگش کو گردیز کی راہ سے روانہ ہوتا کہ ہمراہ ہوکر دشمن سے لڑے بادشاہ کی سپاہ نے افغانوں کے ملک کو ہر طرف تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اور اموال اسباب سب چھین لیا بھیڑوں مویشیوں کو آگے بھگا دیا۔ خاص کر عبدالرحمانی اور برفریدی افغانوں کے قبیلوں کا بالکل ستیاناس کردیا۔ منعم خاں ایک تیسری فوج شاہی کو جلال آباد سے لیکر آتا تھا کہ فتح شاہ افغان جس پر چراغ کش فرقہ میں ہونے کا الزام لگایا گیا تھا اس سے دوچار ہوا۔ اس کا تمام مال اور اسباب بادشاہی لشکر کو ہاتھ آیا اور وہ زخمی ہوکر بھاگا۔ جوہر نے یہ لکھا ہے کہ ہمایوں بنگش میں تھا کہ اوسنے سنا ایک شخص شیخ مذہبی نے بنگش میں ایک جگہ اپنے لئے مقرر کی ہے اور وہاں لوگوں کو وہ گمراہ کرتا ہے اسلئے قراچہ خاں کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجا کہ اوسکو سزا دے اسنے جاکر اسکے اہل و عیال کو گرفتار کرلیا۔

اس دار و گیر و تاخت و تاراج میں سلطان آدم گکھڑ کے وکلا اوسکی عرضداشت لائے جس کا مضمون یہ تھا کہ مرزا کامراں ان حدود میں پریشان و سرگردان آیا ہے میں حضور کا دولت خواہ ہوں میں نہیں چاہتا کہ مرزا آوارگی میں اوقات بسر کرے اگر ان حدود میں حضور رونق افروز ہوں تو میں مرزا کو حضور کی خدمت میں اوسکے جرائم کے تدارک کے لئے حاضر کروں اور خود بھی لوازم بندگی بجا لاؤں۔

گکھڑوں کے بہت طوائف ہیں اور آب بہت و سند کے درمیان توطن رکھتے ہیں سلطان زین الدین کشمیری کے عہد میں ملک کد نام جو امرائے غزنین میں سے تھا اور حاکم کابل سے نسبت رکھتا تھا یہاں آیا اور بزور اس مقام کو کشمیریوں کے تصرف سے نکال لیا۔ اس کے بعد جانشین اوسکا بیٹا ملک کلاں ہوا۔ اور ملک کلاں کے بعد اسکا بیٹا بھر اپنے الوس کا سردار ہوا اور اوس کے بعد تتار اپنے قبیلہ کا ناظم ہوا جسکی شیر شاہ اور سلیم شاہ سے منازعت ہوئی۔ وہ اپنے تئیں خاندان تیمور کے منتسبوں میں سے جانتا تھا۔ جب بابر ہندوستان کی تسخیر کے لئے آیا ہے تو وہ اسکی ملازمت کے لئے حاضر ہوا تھا اور خدمات شائستہ بجا لایا تھا۔ اور خصوصاً رانا سنگا کی لڑائی میں

اوسنے بڑی جانفشانی کی تھی۔ اوسکے دو بیٹے سلطان سارنگ اور سلطان آدم تھے بعد سارنگ کے سلطان آدم اوسکا جانشین ہوا اور سارنگ کے دو بیٹے کمال خاں اور سعید خاں گکھر تھے جو سلطان آدم کی متابعت نفاق کے ساتھ کرتے تھے۔ انہیں دنوں میں مرزا کامران کا خدمتگار جوگی خاں مرزا کی عرضداشت بادشاہ کی خدمت میں لایا جس میں بڑی چرب زبانی سے بے اصل باتیں لکھی تہیں۔ ہمایوں نے خوب تجربہ کرلیا تہا کہ جب تک مرزا کامران آزاد رہیگا اسے چین اور آرام سے نہیں بیٹھنے دیگا اور نہ اوسکی کسی تدبیر کو چلنے دیگا اسلئے اُسنے بے تامل سندھ کی طرف کوچ کیا اور دہن کوٹ (دین کوٹ) میں آپہنچا۔

ہم نے پہلے لکہا ہے کہ ہمایوں سے کامران سحر کے وقت شکست پاکر بہاگا۔ اور جب اوسکو افغانوں کی کمک سے مایوسی ہوئی تو ہندوستان کی طرف اس امید پر چلا کہ سلیم شاہ بادشاہ دلی سے مدد لے یہ اوسکی بدعقلی تھی کہ وہ اپنے خاندان کے دشمن جانی پاس آیا اور یہ سمجہا کہ وہ اوسکو ایسی مدد دیگا کہ جس سے وہ ہمایوں سے لڑنے کے قابل ہوجائیگا۔ اپنے تین آدمیوں کو ہمراہ لیکر ہندوستان کی راہ لی اور نواحی خیبر سے بداغ خاں کو سلیم شاہ پاس بہیجا وہ اس وقت پنجاب کے ایک قصبہ بن میں تہا۔ مرزا کا فرستادہ یہاں سلیم شاہ کی خدمت میں آیا۔ سلیم شاہ نے اپنا فائدہ سمجھکر مرزا کو بلایا۔ جب وہ بن سے چار کوس آیا تو اوسکے استقبال کے لئے امرا کو بہیجا۔ کامران اس استقبال کو اپنے لائق نہ سمجہا اور جب وہ اپنے خیمہ میں آیا تو بادشاہ اسے ملنے نہ آیا۔ یہ بدنصیب مرزا سمجہا کہ میں بادشاہ نہیں رہا اور وہ ذلتیں اوسنے برداشت کیں کہ جنسے اوسکو نہایت رنج ہوا وہ بداغ خاں کو جس نے ہندوستان میں آنے کی زیادہ ترغیب دی تھی سرزنش کرتا تہا۔

مرزا کامران کا سلیم شاہ پاس جانا

جب مہات پنجاب سے سلیم شاہ کی خاطر جمع ہوئی تو وہ دلی کو روانہ ہوا اور مرزا کامران کو ساتھ لیا۔ مرزا کو وہ اپنی نگاہ میں رکہتا تہا اور ہمیشہ اوسکو رخصت کرنے کو کہتا تہا۔ جھوٹے جھوٹے وعدے اوس سے کیا کرتا تہا۔ مرزا کے ہمراہ لینے میں اوسکا قصد یہ تہا کہ ہندوستان کے کسی مضبوط قلعہ میں اسے مقید کردوں مرزا کمک سے مایوس اور رخصت سے ناامید ہوا اور اصل حال اوسکو معلوم ہوا تو اوسنے بہاگنے کا قصد کیا۔ اپنے معتمد جوگی خاں کو راجہ بکہو پاس روانہ کیا وہ ماچہواڑہ سے

بارہ کوس پر تھا اور اُس سے اِستخلاص و استعانت چاہی۔ راجہ اِس فرستادہ کے ساتھ شائستگی سے پیش آیا اور مرزا کو پناہ دینے کا وعدہ کیا جس دن سلیم شاہ نے آب ماچھواڑہ سے عبور کیا۔ تو مرزا نے یوسف آفتابچی کو اپنی جگہہ اپنی خواب گاہ میں لٹایا۔ اور بابا سعید کو کہا کہ دیر تک وہ آوازِ بلند پڑھتا رہے تاکہ لوگ جانیں کہ مرزا ابھی سوتا ہے اور آپ تغیر لباس کرکے اور ایک برقعہ پہن کر سراپردہ کے ایک طرف سے نکلکر بامن میں جو مقرر ہوا تھا چلا گیا۔ راجہ اوس کے ساتھ اچھی طرح پیش آیا۔ مگر جب اوس نے خبر سُنی کہ مرزا کے تفحص میں لشکر آتا ہے تو اوس نے راجہ کھلور کے پاس بھیجدیا۔ مگر اُسنے بھی دشمنوں کے ہراس سے مرزا کے ساتھہ بدرقہ دیکر جمّو روانہ کیا۔ راجہ جمّو نے زمیندارانہ دُوراندیشی سے مرزا کو اپنے ملک میں نہ آنے دیا۔ مرزا سراسیمہ و سرگردان ولایت مانکوٹ کی طرف گیا۔ یہاں قریب تھا کہ گرفتار ہوجائے مگر پھر تغیر وضع کرکے عورتوں کے لباس میں ایک افغان اسپ جلاب کے ہمراہ کابل کی طرف وہ روانہ ہوا۔ اور سلطان آدم گکھر سے ملا کہ شاید یہ جماعت اِس سے متفق ہوجائے تو پھر اپنے کام کے بنانے میں کوشش کرے مگر سلطان آدم ہمایوں کا دولت خواہ تھا۔ اوس نے مرزا کو بلطائف الحیل اپنے پاس سے جانے نہ دیا اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی مرزا بھی گکھروں کی طرف سے ناامید ہوا تو ایک عرضداشت بادشاہ کو لکھی جس کا اوپر ذکر ہوا۔ ہرچند مرزا نے گکھروں کو اپنے ساتھ متفق ہونے کے لئے اُکسایا مگر وہ پسیجے ہی نہیں۔ اب کامران کے لئے کوئی مفر نہ تھا کہ جہاں جائے اور اِس قوم کی حراست سے اور اپنی واماندگی سے فرار ہونا بھی دشوار تھا۔ ناچار گکھروں کے ساتھ اوقات بسر کرتا تھا۔ جب سلطان آدم کے ایلچی نے ہمایوں کی خدمت میں آن کر عرض حال کیا تو اوس نے ہندوستان میں گکھروں کی ولایت پر یورش کا ارادہ مصمم کیا اور کابل کی حراست و حکومت کے لئے مرزا جلال الدین کو بھیجا اور خود کوچ کیا اور شاہزادہ اکبر کو بھی ہمراہ رکاب رکھا۔ اب اوس نے ارادہ مصمم کرلیا تھا کہ مرزا کامران کے کار کو انجام کو پہنچائے اور عالم کو شور و شر سے بچائے۔ جب بادشاہ حدودِ سندھ میں پہنچا تو اوس نے قاضی چاند اور قاضی اُردو کو سلطان آدم پاس بھیجا کہ اوس کے پاس لائے اور مرزا کو بھی نصائح و مواعظ ہوشمندانہ کرے جو اوس کے دل سے خلاف و نفاق کو دُور کریں۔ بادشاہ نے آب سندھ سے عبور کیا مگر سلطان ادم زمیندارانہ اندیشوں کے سبب سے نہیں آیا۔ پھر بادشاہ نے منعم خاں کو اُس پاس

مرزا کامران کی گرفتاری۔

بھیجا کہ دل آویز باتوں سے دلاسا دیکر اوسکو ملازمت کے لئے لائے اور مرزا سے بھی ایسی باتیں کرے کہ وہ سعادت کی طرف رہبر ہوں اور اس کے احوال سے تفرس کرکے اونکے ضمائر کی باتوں سے آگاہ ہوکر بادشاہ کو مطلع کرے منعم خاں نے کارنامہ دانش کا اظہار کیا کہ افسون و افسانہ سے سلطان آدم و مرزا کو ہمراہ لیکر نواحی پربالہ میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ اِس رات انجمن آرائے عشرت ہوا۔

باوجود ان جرائم کے کہ ہر ایک ان میں سے عقوبت عظمیٰ کا مستوجب تھا مرزا پر بادشاہ نے بہت التفات کیا۔ کل امرا دولتخواہ اور دانشوران خیر اندیش نے بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ رافت و عاطفت بادشاہی اور فطرت عالی اور عطوفت والا کا تقاضا یہی ہے کہ بڑے بڑے گناہونکو معاف کردے مگر عاقبت اندیشی و حزم کا اقتضا یہ ہے کہ ستیزہ کار مردم آزار کو سزائے اعمال دے تاکہ اوسکی شرارت سے خلق کی سلامتی پر آفت نہ آئے۔ دور اندیشی و دوربینی یہ ہے کہ ایک آدمی کی ظاہری آسایش کو آسایش خلایق پر ترجیح نہ دیجائے۔ شکستہ دلوں کی خاطر کی آسودگی کے لئے اور سینہ ریشوں کے زخم بھرنے کے لئے کسی فاسد ظالم کو دنیا سے محو کرنے سے عدالت میں کچھ خلل نہیں پڑتا خصوصاً جبکہ اوس کے ضمن میں ہزاروں کاموں کی صلاح ہو غرض اس صورت باطل کا مٹانا رضاء ایزدی کے مطابق اور نظام کل کے موافق ہوگا۔ اوس نے اِسقدر کفران نعمت اور طغیان فتنہ نہیں کیا ہے کہ بہبودی کی امید میں پھر وہ بحال کیا جائے اور اوس کا کردہ ناکردہ خیال کیا جائے۔ کار اندازہ سے نکل گیا ہے اور طاقت طاق ہوئی ہے ضرور اوس کو ملک عدم کا مسافر بنائیں تاکہ خلق خدا ہر طرح کی بلا سے نجات پائے۔ اور اوس کا بھی نامہ اعمال سیاہ زیادہ نہ ہو ایک مدت مدید گذر گئی ہے کہ اس شریر نفس فتنہ سرشت کے آشوب سے اموال خلایق غارت ہوتا ہے اور عرض و ناموس خلق کی برباد ہوتی ہے اور جانیں تلف ہوتی ہیں۔ مناسب وقت یہی ہے کہ ایسے موذی کے ہاتھ سے خلایق کو نجات دیں۔ بادشاہ کی نظر حکمت و مصلحت مسبب الاسباب پر تھی وہ اس کام پر اقدام نہیں کرتا تھا وہ جانتا تھا کہ ایسے بشر کو جو خدا نے باقی رکھا ہے وہ کسی غرض اور مصلحت پر مبنی ہوگی۔ اور سوا اس کے بھائیوں کو اپنے باپ کی نصایح کا بڑا پاس و لحاظ تھا اِسلئے وہ کامران کا مارنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر امرا نے عرض کیا کہ اس سفاک بیباک کے سبب سے طرح طرح کی خونریزی

مرزا کامران کے اندھے ہونے کا بیان

اور فتنہ انگیزی ہوتی ہے اور اس باب میں استفتا کر کے مفتیوں کی مُہروں سے فتوی لیجا کر اور اکابر دین و دولت و اعاظم ملک و ملت سے محضر مرتب کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے اوسکو مرزا کامران پاس بھیجا۔ جب مرزا نے اپنا نامہ اعمال اور محضر مکافات افعال مطالعہ کیا تو یہ کہلا بھیجا کہ جن لوگوں نے آج میرے قتل پر مُہریں کیں ہیں اونہوں ہی نے یہ دن مجھے دکھایا ہے۔ بادشاہ کو یہ منظور نہ تھا کہ اس ہجوم عام سے کامراں کی خونریزی کا حکم جاری ہو۔ ایک مدت وہ تامل و فکر میں رہا عاقبۃ الامر جمہور انام کی مصلحت سے یہ حکم خاص ہوا کہ اوس کو اندھا کر دیں کہ وہ سلطنت کے کام کا نہ رہے۔

جب بادشاہ نے مرزا کامراں کے آدمی جدا کر دیئے اور اون کی بجائے اپنے پانچ آدمی بھیجے جن میں جوہر بھی تھا اوس نے جو مرزا کامران کے اندھے ہونے کا بیان اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ہم نقل کرتے ہیں۔ بادشاہ نے جوہر کو حکم دیا کہ وہ خرگاہ کے اندر کی خدمات بجا لائے اور خواب کو اپنے اوپر حرام سمجھے عصر کی نماز کے بعد جوہر کامران کے خیمہ میں آیا مرزا نے جانماز طلب کی جوہر نے اوسکو دہ دی اوس نے عصر کی نماز پڑھی۔ مغرب کی نماز کامراں نے خیمہ کے اندر پڑھی اوس نے جوہر سے پوچھا کہ اے غلام تیرا کیا نام ہے اوس نے عرض کیا کہ جوہر۔ پھر اوس نے پوچھا کہ خدمت کرنی جانتا ہے اوس نے کہا کہ اپنی قدر کے موافق خادمی جانتا ہوں۔ پھر اوس نے پوچھا کہ کتنے برسوں سے بادشاہ کا نوکر ہے جوہر نے کہا کہ انیس سال سے۔ تو مرزا نے کہا کہ بڑا قدیمی نوکر ہے۔ کبھی مرزا عسکری کی نوکری تو نہیں کی جوہر نے کہا کہ نہیں۔ مرزا نے کہا کہ رمضان کے میرے چھ روزے قضا ہوئے ہیں تو میرے عوض میں روزہ رکھے گا جوہر نے کہا کہ ہاں میں رکھوں گا۔ لیکن مرزا کو خود ان قضا کے روزوں کے رکھنے کا زمانہ ملے گا ایسی بیدلی کی باتوں کو دل میں راہ نہ دو دل کو مضبوط مردانہ رکھو مرزا نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ مجھے مارینگے۔ جوہر نے جواب دیا کہ بادشاہوں کی باتیں تو بادشاہ ہی جانتے ہیں مگر میں اپنی عقل سے یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص اپنے بازو کو اپنے ہاتھ سے نہیں توڑتا سوا اس کے بادشاہ ہمایوں بڑا با مروت ہے۔ اس طرح رات بسر ہوئی۔

دوسرے دن صبحکو بادشاہ یہ حکم دیکر ہندوستان کی طرف روانہ ہوا کہ مرزا کامران کی آنکھ میں نشتر لگایا جائے جب بادشاہ کے نوکروں کے پاس یہ حکم پہنچا تو ان میں جھگڑا ہوا کہ کون نشتر

لگانے سے ہر ایک کو اِس کام کے کرنے سے انکار تھا۔ سلطان علی بخشی نے علی دوست ایشک آقا سے
کہا کہ تو نشتر لگا۔ علی دوست نے جواب دیا کہ جب تو ایک شہہ رخی کسی کو دیتا ہے تو بادشاہ سے
پوچھ کر دیتا ہے میں تیرے کہنے سے یہ کام کیونکر کروں اگر بادشاہ پوچھے کہ تو نے میرے بھائی کو
اندھا کیوں کیا تو میں کیا اُس وقت یہ جواب دونگا کہ سلطان علی نے مجھسے کہا تھا۔ یہ کام مجھسے نہیں ہوگا
آپس میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جوہر نے کہا کہ بادشاہ سے جا کر میں پوچھ آتا ہوں۔ غرض جوہر اور علی دوست
سلطان بابیگی اور غلام علی شش انگشت داروغہ فراشخانہ گھوڑے دوڑا کر بادشاہ پاس گئے علی دوست
نے ترکی میں کہا کہ کوئی آدمی نشتر لگانا قبول نہیں کرتا۔ بادشاہ نے ترکی زبان میں اس کا جواب گالی
دیکر دیا کہ اگر کوئی اور یہ کام نہیں کرتا تو تجھکو کیا ہوا کہ تو نہیں کرتا۔ بعد حکم کے علی دوست نے آنکر مرزا
سے کہا کہ اگر میں یہ بات اپنی طرف سے کہوں تو خدا تعالیٰ میری زبان میری گدی سے نکال لے
مگر بادشاہ کے حکم سے چارہ نہیں بادشاہ کا حکم ہوا ہے کہ آپ کی آنکھوں میں نشتر لگایا جائے۔ مرزا
نے کہا کہ مجھے مار ہی کیوں نہیں ڈالتے۔ علی دوست نے جواب دیا کہ بادشاہ کے حکم کے بغیر کون آپکو
مار سکتا ہے یہ کہکر اوس نے اپنا کام شروع کیا۔ ہاتھ میں اوسکے رومال تھا اُس کی گیند بنائی فراش
نے مرزا کے منہ میں دیدی اور پھر مرزا کے ہاتھ پکڑ کے خیمے سے باہر لائے اور اوس کو زمین پر لٹایا
اور اوس کی آنکھوں میں پچاس سے کم و بیش نشتر لگائے مگر اس جوانمرد نے اُف نہ کی ایک شخص سے
جو اوس کے زانو پر بیٹھا تھا یہ کہا کہ تو میرے زانو پر کیوں بیٹھا ہے کیا تو مجھے جب تک نہیں چھوڑیگا کہ
اپنا کام نہیں کر لیگا۔ اِس بات کے سوا اوس نے دم نہ مارا مردانہ وار استقلال کے ساتھ رہا مگر جب
آنکھوں میں لیمو کاٹ کر نمک چھڑکا گیا۔ پھر صبر نہ کیا گیا۔ اور بے اختیار چلّا اوٹھا کہ یا الٰہی یا الٰہی اس
دنیا میں جو بُرے کام کئے اون کا مزہ خوب چکھ لیا عقبیٰ میں مجھ پر رحم کر۔ پھر مرزا کو گھوڑے پر سوار
کر کے فوج کے پیچھے روانہ کیا۔ سلطان فیروز شاہ نے ایک جگہ درخت لگائے تھے وہاں اوّل
مرزا کو اُتارا۔ مگر ہوا گرم بہت تھی پھر اوسکو سوار کر کے لشکر میں لائے اور مرزا قاسم کوکہ پورے کے خیمہ
میں اُتارا۔ جوہر نے جب مرزا کو بہت بے طاقت اور بے چین دیکھا تو وہ مرزا پاس نہ ٹھیر سکا اپنے
اپنے ٹھکانے پر آیا یہاں سر جھکائے فکر میں بیٹھا تھا کہ بادشاہ کی نظر اوس پر پڑی اس سے یہ سارا
حال پوچھا۔ پھر بادشاہ نے غسل کے لئے پانی منگایا۔ ابو الفضل نے اِس واقعہ کو یوں کہا ہے کہ بادشاہ

نے مرزا کامراں کی آنکھوں میں نشتر لگانے کے لئے علی دوست باربیگی اور سید محمد پکینہ کو غلام علی ششں انگشت کو مقرر کیا یہ سب مرزا پاس آئے۔ مرزا نے جانا کہ وہ مجھے مارنے آئے تو وہ گھونسے مارنے کے لئے اوٹھا۔ علی دوست نے کہا کہ مرزا صبر کر قتل کا حکم نہیں ہوا ہے۔ اضطراب کیوں ہے جب تمنے سید علی اور ایک بیگناہ جماعت کو نابینا کیا تھا۔ اوسکی مکافات اپنی آنکھوں میں دیکھوگے جب مرزا نے یہ بات سُنی تو بادشاہ کے حکم کو بچشم قبول کیا اور دراز لیٹ گیا۔ نشتر لگاتے گئے دونوں آنکھیں بینائی سے معزول ہوئیں۔ اوس کی آنکھوں میں نشتر بیشتر لگائے گئے۔ مرزا نے جان بخشی کی شکرانہ میں دم نہ مارا اس سے بادشاہ کو بھی بڑی رقت ہوئی اور بہت سی باتیں مہرافزا فرمائیں یہ قضیہ آواخر ۹۶۰ھ میں وقوع میں آیا۔ تاریخ اس قضیہ کی نیشتر ہے ۹۶۰ مرزا نے اُسی روز منعم خاں پاس آدمی بھیجا۔ کہ وہ بادشاہ سے عرض کرکے کسی نہ کسی طرح سے بیگ ملوک کو میری خدمت کے لئے بھیجدے بادشاہ نے مرزا کی درخواست کو منظور کرکے بیگ ملوک کو اُس پاس بھیجدیا۔ مرزا کو اسکے حال پر کمال توجہ تھی جب وہ آیا تو اپنی اندھی آنکھوں پر اوس کے ہاتھ رکھکر یہ بیت پڑھی ؎

ہر چند کہ چشم بر جہت پردہ کشیدہ است بیناست بجشمے کہ کسے روئے تو دیدہ است

کامراں کی ہوا و ہوس سلطنت اور بلند نظری نے اوس کی آنکھوں کو کور کیا۔ کسی ملکی کام کے لایق نہ رکھا اپنے خاندان کو بہت نقصان پہنچایا کہ بھائی کو ہندوستان کی بادشاہی سے نکلوایا اور ایران کے بادشاہ کا ممنون منت بنوایا۔ دشمنوں کو یہ فائدہ پہنچایا کہ ہندوستان میں افغانوں کا بول بالا ہوا اور سور خاندان بادشاہ ہوا۔ اب اوس کی باقی زندگی کے یہ چند واقعات لکھے جاتے ہیں ہمایوں نے جب ہندوستان سے کابل کو مراجعت کی ہے تو کامراں دریا سندھ کے کنارہ تک اوسکے ہمراہ رہا یہاں آن کر منعم خاں کو کہلا بھجوایا کہ تم جانتے ہو کہ کابل میں میں کس شان و شکوہ کے ساتھ رہا ہوں۔ اب میں کن آنکھوں کو لیکر وہاں جاؤں اور اپنے منہ کو دکھاؤں مجھے مکہ معظمہ جانے کی اجازت دلا دو بغیر اس کے کہ میں اپنی پُرانی دارالسلطنت میں جاؤں۔ اگر یہ میری درخواست منظور نہ ہوگی تو میں اپنے تئیں مار ڈالوں گا۔ میرا خون بھائی کی گردن پر ہوگا۔ بادشاہ نے دن بھر اس درخواست کو نامنظور کیا اور فرمایا کہ میں نے جس کو اندھا بنایا اوس کو کیسے آزاد کر سکتا ہوں۔ مگر آخر کار اُس نے منعم خاں اور امیروں کی سفارش سے مرزا کی درخواست کو قبول کیا اور ایک شرط سے

باقی حالات مرزا کامراں کے

ملاقات بہی اوس نے قبول کی کہ وہ میرے سامنے رو سے دھوئے نہیں - ابوالفضل نے فقط یہ لکھا ہے کہ مرزا کامراں نے سفر حجاز کی التماس کی - اِسوقت بادشاہ کو مرزا کی خوشنودی خاطر منظور تہی اوس نے اوس کو حج کے لیئے رخصت کیا اور جس شب کو رخصت کیا اپنے مخصوصوں کی جماعت کے ساتہہ اوس سے ملاقات کو گیا - جو بزرگونکی بزرگی کو زیب دیتی تہی - مرزا نے اوّل مراسم تعظیم ادا کیں اور یہ بیت پڑھی ؎

کلاہ گوشہ دَرویش بر فلک ساید — کہ سایہ ہمچو تو شاہے فگند بر سر او

پھر یہ بیت پڑھی ؎

بر جانم از تو ہر چہ رسد جائے منت ست — گر ناوک خطاست وگر خنجر ستم

اگرچہ یہ بیت ثانی شکر کا پہلو بہی رکہتی تہی لیکن سخن شناس جانتا ہے کہ وہ شکایت سے لبریز تہی مگر بادشاہ نے اوس پر ذرا خیال نہیں کیا اور بہت رقت اوس کو آئی اور زبان سے کہا کہ خدا آگاہ ہے کہ یہ کام میں نے اپنے اختیار سے نہیں کیا میں نہایت شرمندہ ہوں کاش مجہہ سے پہلے تم میرا حال یہ کرتے - مرزا نے نیازمندی اور شرمندگی کے ساتہہ کہا کہ یہاں کون کون آدمی ہیں - جو آدمی بیٹھے تھے اون کے نام سنائے گئے تو اوس نے کہا کہ اے یارو تم سب گواہ رہو کہ اگر میں اپنے تئیں بیگناہ جانتا تو اسوقت کہ حضور تشریف رکہتے ہیں میں اسکو بیان کرتا میں یقین کرتا ہوں کہ میں ہلاک ہونیکا استحقاق رکہتا تہا - بادشاہ نے میری جان بخشی کر کے سفر حجاز کی اجازت دی - اِس احسان کا ہزار شکر میں بجالاتا ہوں کہ میری بدی اور بدعہدی کی اوس نے مکافات نہیں کی - بعد ازاں اوس نے اپنے فرزندوں کی سفارش کی بادشاہ نے کشادہ روئی اور خوشخوئی سے فرمایا کہ وہ میرے بچے ہیں - مرزا کو رخصت کیا - یہ تو پہلے قرار پا گیا تہا کہ حضور کے روبرو مرزا رقت نہ کرے - اِس لیئے جب تک بادشاہ بیٹہا رہا - وہ اپنے تئیں ضبط کیئے رہا مگر جبکہ بادشاہ دولت خانہ گیا تو وہ ہائے ہائے کر کے خوب رویا - دوسرے دن حکم ہوا کہ مرزا کے نوکر جو ساتہہ جانا چاہیں اوس کے جانے کی ممانعت نہیں ہے وہ اُس تنہائی میں اوس کی ہمراہی کریں - مگر جو پہلے اوس کی دوستی کا دم بھرتے تھے وہ ناآشنا ہوگئے - چلمہ کوکہ کھڑا تہا اوس سے بادشاہ نے پوچھا کہ ہمراہ جائیگا یا میرے پاس رہیگا - اوس نے عرض کیا کہ میں اپنے حال کو اِس لایق دیکھتا ہوں کہ اِس بینوائی کی رات کو نہیں

مرزا کامران کا سفر حجاز

مرزا کے ساتھ رہوں۔ بادشاہ نے اوس کی وفاداری کو پسند کیا۔ آیندہ ذکر آئیگا کہ وہ بڑا امیر کبیر ہوا۔ اوسکو بادشاہ نے رخصت دی اور مرزا کے اخراجات کے واسطے جو نقد و جنس مقرر ہوا تھا وہ اوس کے حوالہ کیا۔ بیگ ملوک باوجودیکہ مرزا کے ساتھ ایک نسبت رکھتا تھا اوس نے یہ حرکت ناپسندیدہ کی کہ چند منزل ساتھ جاکر اولٹا چلا آیا جس سے اوس کی قبول صورت مردود نظر ہوگئی مرزا دریاے سندہ کی راہ ٹھٹھ میں آیا۔ یہاں اوس کے خسر شاہ حسین نے ایک محل سکونت کے واسطے مقرر کیا اور ایک جاگیر اوس کے گذارہ کے لئے مقرر کی داماد کو حج کے جانے سے منع کیا اوس کی بیوی چوچک بیگم ارغون نے اوسکے ساتھ جانے کا ارادہ مصمم کیا۔ ہر چند سب نے اوسکو سمجھایا کہ کیوں خاوند کے ساتھ جانے کا ارادہ مصمم کیا۔ ہر چند سب نے اوس کو سمجھایا کہ کیوں خاوند کے ساتھ جاتی ہے مگر وہ بغیر باپ کی اجازت کے خاوند کے ساتھ جہاز پر سوار ہوگئی باپ نے آدمی بھیجے کہ اوس کو واپس لائیں مگر اوس نے آنے سے انکار کیا تو باپ خود اوس کو لینے گیا مگر اس وفادار بیگم نے باپ سے کہا کہ تم نے مجھے خاوند کو اوس وقت حوالہ کیا تھا کہ وہ بادشاہ اور خوش حال تھا اور اب مجھکو اس حالت میں جدا کرتے ہو کہ خستہ حال اندہا اور بلا میں گرفتار ہی۔ باپ نے بیٹی کی اس وفاداری کی تعریف کی اور اس کو مرزا کے ساتھ جانے دیا اور اُس کے لئے اسباب آسایش اور آرام جہاز پر بھیجدیا وہ مرزا کے ساتھ اس کی موت تک ہمراہ رہی۔ مرزا نے تین حج کئے اور ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۹۶۴ھ عدم کو محمل باندہا۔

گکھڑوں کے ملک میں بادشاہ کے معاملات کا بیان کرتے ہیں گو اوسکے بیان کرنیمیں مورخوں کے اندر اختلاف ہی مگر ہمکو جو بیان اِن میں زیادہ تر مستند معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں۔ جب مرزا کامران اندہا ہو چکا تو بادشاہ نے پیرایہ کی طرف جو جاتو یہ قوم کا سردار تھا رخ کیا اُس پاس بہرہ میں ایک بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ یہ قلعہ سخت مقابلہ کے بعد اوس نے حوالہ کیا۔ سلطان آدم نے بادشاہ سے درخواست کی کہ گکھڑوں کا ملک اُسکو دیدیا جاوے۔ بادشاہ نے اوس کی یہ درخواست قبول کی۔ جب اِن حدود کی طرف سے بادشاہ کی خاطر جمع ہوئی تو کشمیر پہ یورش کا ارادہ ہوا مگر اس یورش میں مصلحت وقت امرا نہیں دیکھتے تھے کشمیر کو چاہ زندان سے تشبیہ دیکر اوسکی مذمت کرتے تھے کہ شاید شاہ کی خاطر اس یورش سے پھر جاوے۔ ہم نے سلیم شاہ کی سلطنت کے بیان میں

ہمایوں کا ارادۂ کشمیر ۹۶۱ھ ۱۵۵۴ء

لکھا ہے کہ جب ہمایوں کے آنے کی یہاں خبر ہوئی تو سلیم شاہ بہت سا لشکر لیکر پنجاب کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ ہمایوں پاس سامان جنگ جیسا کہ شاید و باید جمع نہیں ہوا تھا تو سلطان آدم اور امراء شاہی نے عرض کی کہ اگر ہم آگے بڑھے اور دلی کے افغانوں کا لشکر قریب آگیا تو اوسکو چھوڑ کر کشمیر میں جانا کیا مناسب ہوگا۔ اگر افغانوں نے دَرّوں کو روک لیا تو کیا انجام ہوگا اِسلئے بادشاہ کو لایق ہے کہ اِس یورش کے خیال کو چھوڑ دے۔ سارے اہل نفاق کا فیصلہ ہوگیا تھا کہ دارالملک کابل میں چلیں اور وہاں سے اصل جنگ کا تہیہ کرکے آئیں کہ افغانوں کا کام بآسانی تمام کریں مگر بادشاہ نے اِن باتوں پر ذرا کان نہ لگایا اور اپنے ارادہ یورش سے باز نہ آیا۔ شاہزادہ اکبر کو اعیان دولت کی ایک جماعت کے ساتھ دارالملک کابل کو روانہ کیا اور خود کشمیر کی طرف عنان عزیمت موڑی۔ امراء سوداگر مزاج تھے سوا اپنی منفعت کے اور کسی چیز پر نظر نہیں کرتے تھے گھر چھوڑے ہوئے مدت ہو چکی تھی اونکی بداطواری سے اونکے ملازموں اور سپاہیوں نے اون کو چھوڑ دیا اور کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ اب بادشاہ کی خدمت میں سوا امراء کے کوئی اور شخص نہ رہا۔ اِس بُری حرکت سے کہ اخلاص و انقیاد سے بہت دُور تھی بادشاہ کی خاطر مشوش ہوئی۔ اپنے معتمدوں و معتبروں کو حکم ہوا کہ اِن آدمیوں کو اہتمام تمام کرکے واپس لائیں اور اگر اونکے قتل کرنے کی ضرورت ہو تو بے میرے حکم کے قتل کریں۔ ابوالمعالی نے سوار ہوکر ایک سرغنہ کو تیر سے مارا مگر اس سے کیا ہوتا۔ اِس حالت میں قرآن شریف میں فال دیکھی گئی تو قصۂ یوسفؑ صدیق نکلا۔ اس کی تعبیر پوچھی گئی تو خواجہ حسین مروی نے عرض کیا کہ کشمیر کے باب میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ چاہ و زندان کا حکم رکھتا ہے تو اِس فال سے اوس کی تصدیق ہوئی۔ قصۂ یوسف اِن دونوں باتوں کا مخبر صادق ہے۔

قلعہ پشاور کی مرمت

بادشاہ نے ہمراہیوں کی بے اتفاقی سے فسخ عزیمت کرکے کابل کی طرف توجہ کی۔ جب بکرام میں جواب پشاور مشہور ہے بادشاہ آیا اور اوس نے دیکھا کہ یہاں کے قلعہ کو ہمسایہ افغانوں نے برباد کردیا تھا اوس کی تعمیر کا حکم دیا۔ امراء تو کابل کے مشتاق تھے وہاں اون کے اہل و عیال تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی وجہ سے اس جگہہ توقف ہو۔ پہلوان دوست میر برنے حکم عالی سے مورچل کل امراء میں تقسیم کردیے اِس طرح وہ بہت جلد بالکل تعمیر ہوگیا۔ بادشاہ نے سکندر خاں اوزبک کو اوس کی حراست سپرد کی۔ اور خود بدولت کابل کو چلے۔ دلازک کے افغانوں کی فصل تیار تھی اوسکو کاٹ کر قلعہ میں

غلہ کا ذخیرہ بھر لیا۔ افغانوں نے اس قلعہ پر ہجوم کیا۔ سکندر خاں نے قلعہ داری اور مردانگی کی داد دی اور افغان بے بہرہ پریشان ہوئے۔ اوائل ۹۶۰ھ میں کابل میں بادشاہ آیا محل میں جب وہ گیا تو بیگمات نے اوسکو مبارکباد دی تو اوس نے کہا کہ مرزا کامراں کا قصہ ایسا نامبارک ہے کہ میرے آنے اور ملنے کی مبارکباد بے مزا ہے میں نے اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھیں نکالی ہیں۔ اس ظلم کا افسوس مجھے بڑا ہے۔ عبدالرشید خاں حاکم کاشغر کو جو قرب قرابت رکھتا تھا اور مراسم یکجہتی میں اہتمام کرتا تھا سارا احوال لکھکر روانہ کیا۔ ان دنوں میں کہ بادشاہ مہمات ملکی اور مالی میں مصروف تھا اور ظالم و مظلوم کا کام لطف و قہر سے کر رہا تھا کہ جس سے خدا راضی ہو چہارشنبہ ۵ ارجمادی الاول ۹۶۱ھ میں ماہ جوجک بیگم سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد حکیم رکھا ابوالمفاخر و ابوالفضائل اوسکے تولد کی تاریخ تھی اسلئے یہ دونوں اسکی کنیت قرار پائیں۔

ایک اور بیٹا بھی انہیں دنوں میں پیدا ہوا تھا اوس کا نام سلطان ابراہیم رکھا وہ جلد مرگیا ؎

بود برتے ز آسمان کرم زادن و مردنش بہم نزدیک

اس زمانہ میں ہمایوں کی حالت اس کی ابتدائی سلطنت کی حالت سے بالکل مختلف تھی اُسنے بہت کچھ کھو کر سیکھا تھا اور تکلیفیں اوٹھا کر تجربہ حاصل کیا تھا اوسکے بھائی جو اوسکے سارے منصوبوں اور تدبیروں کے سدّراہ ہوتے تھے سب دفع ہو گئے تھے۔ کامراں اندھا ہو کر حج کو گیا۔ ہندال لڑائی میں مارا گیا عسکری ایسے فاصلہ دُور دراز پر بیٹھا ہوا تھا کہ نہ وہاں کچھ کر سکتا تھا نہ یہاں آسکتا تھا کہ اس سے کچھ خوف و خطر ہوتا۔ اور اور مرزاؤں اور رشتہ داروں میں کچھ مارے گئے اور جو زندہ رہے وہ بادشاہ کے مطیع ہو گئے امراء میں سے قراچہ خاں اور حاجی محمد خاں بڑے فتنہ انگیز ذی اختیار و صاحب اقتدار تہ تیغ ہوئے۔ تخت سلطنت کا کوئی رقیب و حریف باقی نہ رہا۔ اب امرا میں سے سب میں بڑا امیر الامرا ایرانی ترک بیرام خاں تھا جس کو یہاں سے کچھ تعلق نہ تھا وہ شیعہ تھا جس کے سبب سے بادشاہ کو باوجودیکہ وہ فراست اعلیٰ درجہ کی رکھتا تھا اتنا ہی خوف نہ تھا جتنا ایک ادنیٰ آدمی کا ہوتا ہے چونکہ اوسکو بادشاہی کے سبب سے حکومت حاصل ہو سکتی تھی اسلئے وہ بادشاہ کی سلطنت و سطوت بڑہانے کو اپنی بہبودی سمجھتا تھا اور اس میں دل و جان سے کوشش کرتا تھا۔

ہمایوں کی حالت کا بدلنا

ہمایوں کا دوبارہ ہندوستان کا فتح کرنا اور موت

بیرم خاں پر ہمایوں کا بدگمان ہونا

جب ہمایوں کو سرکشوں اور بغاوتوں کے مٹانے سے انفراغ ہوا اور بھائیوں سے چھٹکارا ملا تو دہلی کے تخت حاصل کرنے کا ارادہ کیا جس کی آرزو اوسکے دِل میں مدتوں سے تھی۔ مگر اِس مہم پر جرأت کرنے سے پہلے اوسکو اپنے دارالملک کابل اور اوسکے توابع کا ایسا انتظام و استحکام کرنا ضرور تھا کہ ہندوستان کے فتح میں کوشش کرنے سے پہلے یہ اپنی سلطنت مغرب میں ہاتھ سے نہ کھو بیٹھے۔ اُس سال میں جاڑا شروع ہی ہوا تھا کہ فتنہ اندوزوں کی ایک جماعت نے بیرام خاں کی جانب سے غیر واقع باتیں لگا بجھا کے بادشاہ کے دِل میں اوس کی وفاداری کو ایسا مشتبہ کر دیا تھا کہ ہندوستان جانے سے پہلے قندہار جانا مصلحت سمجھا۔ بیرام خاں سب سے زیادہ صاحب اقتدار بادشاہ کا ملازم تہا اوس نے بڑی خدمت یہ کی تہی کہ حاجی محمدؐ کو بادشاہ کے حوالہ کیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ ایک مشتبہ حالت میں تہا۔ چند سال سے وہ قندہار میں مطلق العنان حکومت کر رہا تھا ہمایوں نے قندہار شاہ ایران طہماسپ کو دیدیا تہا مگر اوسکے ساتھ اُس سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں اسے چند روز اپنے قبضہ میں رکھتا ہوں اور بیرام خاں جو بادشاہ ایران کی رعیت میں سے ہے دونوں بادشاہوں کی طرف سے قندہار میں جب تک حاکم رہیگا کہ شاہ ایران کو قندہار حوالہ کیا جائیگا۔ اِس طرح بیرام خاں کا تعلق دونوں بادشاہوں سے تھا۔ ہمایوں کو اپنا بادشاہ سمجھکر رسل و رسائل اوسکے ساتھ رکھتا اور شاہ ایران کی خدمت میں بھی اپنی ملازمت کا اظہار کرتا تہا۔ اِسلیئے اوس کی طرف سے یہ شبہ پیدا ہوتا تہا کہ اوس کی فرزانگی اور مردانگی اپنی آزادانہ حکومت چاہیگی کہ اِس زمانہ میں نفاق کا بازار ایسا گرم تہا کہ اوس کی طرف سے جو امرا نے بادشاہ کو بھڑکایا تو بادشاہ نے یہ مناسب نہیں جانا کہ میں ہندوستان جاؤں اور ایسے قوی شجاع دانا کو اپنے پیچھے چہوڑ جاؤں۔ اِسلیئے اوس نے ارادہ کیا کہ بیرام خاں کو قندہار میں جاکر وہاں کی حکومت سے معزول کردیں۔

ہمایوں کو آجکل منعم خاں پر بڑا اعتماد تھا جو بڑا عاقل آزمودہ کار تھا اور وہ کچھ دنوں شاہزادہ اکبر کا اتالیق بھی رہا تہا گو اسوقت شدت سے سردی پڑ رہی تہی اور برف سے زمین ڈہکی ہوئی تھی مگر بادشاہ بیرام خاں کی معزولی کے لیئے ایسا بے صبر تہا کہ وہ اِس وزیر کو اپنے ساتھ نے غزنیں میں

ہوتا ہوا قندہار کو چلا - کابل کی حکومت علی قلی خاں اندرابی کو سپرد کی اور شاہزادہ اکبر کو غزنین تک ساتھہ لے گیا وہاں سے کابل رخصت کیا - بیرام خاں کو خبر بھی نہ تھی کہ بادشاہ کے دل میں اوس کی طرف سے یہ غبار بھرا ہوا ہے - وہ بادشاہ کے ساتھہ ارادت میں اپنی سعادت جانتا تھا - شاہ ایران کی غلامی پر بادشاہ کی اطاعت کو ترجیح دیتا تھا وہ بادشاہ کے آنے کو ایک نعمت عظمی سمجھا قندہار سے دس فرسخ پر موضع شور اندام میں بادشاہ آیا تو اوس کے استقبال کے لئے نہایت اخلاص کے ساتھہ گیا جس سے بادشاہ کو یقین ہوا کہ جو کچھہ بیرام خاں کی نسبت کہا گیا وہ سب افترا اور جھوٹ تھا - بادشاہ قندہار میں آیا تو دلکشا بزم مرتب ہوئی - بیرام خاں نے آداب خدمتگاری اور لوازم نیازمندی میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کیا - جو کچھہ سرکار خاصہ بادشاہی کے لئے درکار ہوتا اوس کا وہ سرانجام کرتا - بادشاہ کے نوکروں کو اپنے ملازموں کے مکانوں میں اوتار دیا تھا وہ اونکی خدمتگزاری کرتے تھے - غرض اوس نے اپنی مردانگی اور فرزانگی سے بادشاہ کو اپنے بس میں کر لیا مگر بادشاہ اپنے اصلی ارادہ سے باز نہ آیا - اوس نے منعم خاں کو قندہار میں بیرام خاں کی جگہہ مقرر کرنا چاہا - مگر اِس وزیر دانشمند نے عرض کیا کہ یہ تغیر و تبدل قندہار میں مناسب وقت نہیں ہے حضور ایک مہم عظیم کا ارادہ رکھتے ہیں اُس سے فارغ ہو کر قندہار میں تغیر و تبدل حضور کے اختیار میں ہوگا جو چاہئے سو کیجئے گا - ہمایوں اپنے ارادہ سے باز آیا اور قندہار میں سارا موسم سرما عیش و عشرت میں بسر کیا درویشوں اور صفا کیشوں کی زیارت کو جاتا اور حصول مہمات و مرادات عاجلہ و آجلہ کی اشارات و بشارات سُنتا خواجہ غازی جو ایران کو رسالت کے طور پر گیا تھا وہ شاہ ایران کی طرف سے تحفے تحائف قندہار میں لایا اور بڑے بڑے امیر اوس کی خدمت سے مشرف ہوئے - قندہار میں صرف یہ ایک قضیہ نا ملایم واقع ہوا کہ شاہ ابو المعالی کے ہاتھہ سے شیر علی بیگ مارا گیا - مجمل بیان اس سانحہ کا یہ ہے کہ شیر علی بیگ میر شکار نے بادشاہ ایران کی بغیر اجازت کے ہمایوں کی ملازمت کر لی تھی - عالی فرنگی اور بادشاہ کے تقرب نے اور شجاعت کے گھمنڈ نے شاہ ابو المعالی کا دماغ آسمان پر پہونچا دیا تھا وہ دائرہ اعتدال سے باہر قدم رکھتا تھا وہ متعصب سے جس نے اوس کے عقیدت کو پریشان کر رکھا تھا کہا کرتا تھا کہ میں اُس رافضیک کو مار ڈالوں گا - بادشاہ اوسکو ہنسی سمجھتا تھا مگر اُس متعصب نے ایک رات اُس بیگناہ کے خون سے خاک کو آلودہ کیا بادشاہ کو اوسکی یہ حرکت بہت ناخوش معلوم ہوئی

لیکن علاقہ خاص مجازی اوسکے ساتھہ ایسا تھا کہ اوسکو کچھہ سزا نہ دی۔ جب بیرم خاں کا حسن اخلاق سب پر روشن ہو گیا کہ وہ اطاعت دینیکو خدمتی میں ثابت قدم ہے تو بادشاہ اپنے اس ارادہ سے باز آیا کہ منعم خاں کو قندہار دے وہ بیرام خاں ہی پاس رہنے دیا۔ بیرام خاں جانتا تھا کہ کوئی ملازم خواہ کیسا ہی وفادار مرد نیکخواہ ہو بادشاہ سے دُور رہ کر اوس کی عنایت سے محروم ہو سکتا ہے اس لیے اوس نے بادشاہ کے پاس رہنا چاہا کہ جس سے عزو شان بڑھے اوس نے درخواست کی کہ حضور مجھے اجازت دیں کہ میں اپنا کوئی نائب قندہار میں مقرر کر کے حضور کی خدمت میں ہندوستان کی مہم عظیم میں شریک رہوں۔ بادشاہ نے یہ درخواست اوس کی منظور کر لی اُسنے بادشاہ سے کہکر مرزا تردی بیگ کو جو زمین داور میں اوس کے ہمسایہ میں حاکم تھا اندراب اور اوس کے پاس کے اضلاع میں بدلوا دیا اور بہادر خاں سیستانی کو زمین داور کا حاکم مقرر کرایا۔

بیرام خاں کا ہندوستان کی مہم میں شریک ہونا

اب ہمایوں یہاں سے فارغ ہو کر کابل چلا کہ مہم ہندوستان کا سرانجام کرے اوسنے ثمرقند اور بخارا اور تمام اطراف میں خطوط بھیجے کہ جن اولوالعزموں کو اُس مہم میں شریک ہونا ہے وہ آئیں موسم بہار یورش ہندوستان کے سامان بہم پہنچانے میں صرف کیا۔ اِس اثناء میں ایک درویش نے جو ولی اللہ مشہور تھا۔ ہمایوں پاس بطریق تحفے کے موزے بھیجے تو بادشاہ نے فرمایا کہ اِن موزوں سے ہندوستان کی فتح کی تفاؤل کرتا ہوں اس لئے کہ زبان عوام میں مشہور ہے کہ ترکستان سر خراسان سینہ۔ ہندوستان پاؤں ہے۔ یہ تفاؤل اِس تفاؤل کی مثل ہے جو صاحبقران نے فرمایا تھا۔ وہ اس طرح ہے کہ جس سال میں ماوراء النہر سے خراسان فتح کرکے صاحبقران روانہ ہوا۔ تو ایک درویش نے اوس کی دعوت کی اور بھیڑ کے سینہ کا گوشت کھانے کے لئے سامنے رکھا تو صاحبقران نے فرمایا کہ میں اِس سینہ کے گوشت سے خراسان کی فتح کا تفاؤل کرتا ہوں اس لئے کہ سینہ زمین خراسان مشہور ہے۔ اور رمضان کا دوسرا دن تھا کہ بیرام خاں بادشاہ پاس آیا جس کی خوشی میں بادشاہ نے ایک عید پر دوسری عید کا جشن کیا۔ اِس اثناء میں ہندوستان سے ارباب اخلاص کی عرائض آئیں کہ سلیم شاہ کا انتقال ہوا اور سارے ملکوں میں ہرج مرج ہو رہا ہے۔

ہندوستان کی فتح کا شگون

بیرم خاں کا بادشاہ پاس آنا اور ہمایوں کا ہندوستان پر روانہ ہونا

جب ہندوستان کی یورش کا سامان تیار ہوگیا تو تمام بیگمات کو دار الملک کابل میں خدا کی حفاظت میں چھوڑا اور مرزا محمد حکیم کو کابل میں اپنا قایم مقام مقرر کیا اور خدمات و مہمات صوبہ کابل کو منعم خاں کو تفویض کیں اور اواسط ذی الحجہ ۹۶۱ھ میں نجومیوں سے نیک ساعت پوچھکر ہندوستان کی طرف روانہ ہوا اور شاہزادہ اکبر کو جس کی عمر بارہ برس آٹھ مہینہ کی تھی ہمراہ لیا اس وقت بادشاہ کے ساتھہ تین ہزار سوار تھے کابل میں بیرام خاں کو اس لئے چھوڑ گیا کہ وہ باقی سپاہ کو جو چاروں طرف سے آرہی ہے جمع کرے اور توپخانہ اور اور اسباب جنگ مہیا کرے۔ ان سب کو ساتھ لیکر اس سے آن ملے۔ بادشاہ جوے شاہی میں پہنچا۔ یہاں ایک جالہ پر سوار ہوکر دریار کابل سے عبور کیا اور سلخ محرم ۹۶۱ھ میں بکرام (پشاور) میں خیمہ زن ہوا (جالہ چند چوبیں باہم پیوستہ ہوتی ہیں اور اس کے نیچے ہوا سے مشکیں بھری ہوئی لگی ہوتی ہیں اور اُن پر بیٹھ کر دریا عبور کرتے ہیں) سکندر خاں اوزبک جس نے یہاں کے قلعہ کی حفاظت میں خدمات پسندیدہ کی تھیں اوس پر بہت عنایت کی اور منصب اور خاں کا عنایت کیا۔ پانچویں صفر ۹۶۲ھ کو دریاے سندھ پر کہ نیلاب مشہور ہے بادشاہ آیا۔ تین روز منزل میں قیام کیا۔ اِسی مرحلہ عشرت آرام میں بیرام خاں کابل سے سامان جنگ اور لشکر لے کر آملا۔ اُس روز یہ خبر آئی کہ ہمایوں کے آنے کی خبر سن کر تاتار خاں کاسی کہ ایک لشکر گراں سے قلعہ رہتاس کی حراست کرتا تھا باوجود استعداد قلعہ داری اور استحکام قلعہ کے بھاگ گیا۔

ہندوستان کی حالت

ہندوستان میں یہ وقت ایسا تھا کہ ہمایوں کے حملہ کرنے کے لئے نہایت موید تھا سلیم شاہ جو قوی بادشاہ ہندوستان کا تھا ایک برس ہوا کہ وہ مرچکا تھا عدلی اُس کا جانشین ہوا تھا جسکے سبب سے سارے ملک میں فساد و بغاوت کی شورش برپا تھی سلطنت کے چار دعویدار کھڑے ہوئے تھے جن میں سے ہر ایک پاس بڑا ملک اور قوی سپاہ موجود تھی۔ کل سلطنت دہلی میں جنگ و پیکار کا بازار گرم تھا۔ خود دار السلطنت کا یہ حال تھا۔ کبھی اوس نے تسخیر کرلیا کبھی اِسنے لاہور کا حاکم افغان احمد خاں جس کا لقب سکندر شاہ سور تھا وہ بھی دعویدار سلطنت تھا۔ وہ پنجاب کی ساری فوج کو دہلی لے گیا تھا۔ اس سبب سے پنجاب میں اوس کی حفاظت کے واسطے سپاہ موجود نہ تھی اور قلعوں سے بھی سپاہ بلالی تھی اور اونکی حراست میں کچھ اہتمام نہ تھا کہ

سکندر شاہ خود اِس ملک سے دُور دہلی میں ام کھیڑ بکھیڑ میں مصروف تہا۔ رہتاس کو چھوڑ کر تاتار خاں کا جانا ضرورت یا مصلحت پر مبنی تہا۔ جب بادشاہ ۸ صفر ۹۶۲ھ کو سندھ سے عبور کر کے پرہالہ میں پہنچا تو سلطان آدم گکھر کی قدیم و جدید خدمات شایستہ پر بادشاہ نے نظر کر کے لکھا کہ خدمت میں حاضر ہو اُسنے زمیندارانہ عذر کر کے عرضداشت بھیجی کہ سکندر سے عہد ہوا ہے اور میرا بیٹا لشکری اوس کے ہمراہ ہے اگر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں تو عہد شکنی ہوتی ہے اور بیٹے کی ہلاکت کا خوف ہے۔ یہ عرضداشت دیکھکر اولیاے دولت نے عرض کیا کہ لشکر کو حکم ہو کہ وہ اوّل سلطان آدم کا قضیہ چکائے ایسے خود سر کو چھوڑ کر آگے جانا دُور اندیشی سے بعید ہے۔ مگر بادشاہ نے کہا کہ وہ ہمیشہ سے عقیدت و اطاعت ہماری کر رہا ہے اور خدمات شایستہ بجا لایا ہے اِسوقت اوس کی تنبیہ مناسب نہیں ہے ملائمت کے ساتھ معذرت کرتا ہے وہ قبول کرنے کے قابل ہے۔ بادشاہ نے اوس کا پیچھا چھوڑا اور بہت خوشی سے قلعہ رہتاس پر قابض ہوا جسکو افغان خالی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے پھر وہ جہلم اور چناب سے پار اوترا۔ تمام پنجاب کے شمالی حصہ کا مالک ہو گیا اور ہاتھ ہلانا بھی نہیں پڑا۔ جب راوی اور بیاس کے درمیان بادشاہ قصبہ کلانور کی حدود میں آیا تو شہاب الدین احمد خان و اشرف خاں و فرحت خاں کو لاہور بھیجا کہ اُس کے نام کا خطبہ و سکّہ جاری کریں اور بیرام خاں و تردی بیگ و سکندر خاں و خضر خاں ہزارہ و اسمٰعیل بیگ دولدا اور ایک جماعت کثیر کو ہریانہ (ہریانہ) بھیجا کہ وہ یہاں کے حاکم نصیب خاں پنج بھیہ پر حملہ کریں اور خود لاہور کی طرف چلا۔ ۲ ربیع الثانی ۹۶۲ھ کو وہ لاہور میں داخل ہوا یہاں کے باشندوں نے اوس کے آنے کی بڑی خوشی منائی۔

اِس مہینہ کے آخر میں بادشاہ پاس خبر آئی کہ شاہباز خاں افغان نے افغانوں کا ایک انبوہ دیپالپور میں جمع کیا ہے اور فساد مچانا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے شاہ ابو المعالی اور علی قلی خاں شیبانی و علی قلی خاں اندرابی و محمد خاں جلائر اور بکھادر کا ر طلب کو ادہر روانہ کیا آٹھ سو سواروں کا لشکر یہ تھا کہ وہ مخالفوں کے پاس پہنچا اور معرکہ محاربہ گرم کیا۔ طرفین سے جان نثاروں نے لڑائی میں جان لڑائی سیدزادہ ابو المعالی کہ دنیا کے نشہ میں بدمست اور حسن مستعار پر مغرور تھا بُری طرح گھر گیا کہ علی قلی خاں اور زبکوں نے دلاوری اور جانفشانی کر کے اوسکو بلا سے نکالا اور گروہ غالب کو شکست دی اور بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا۔

ہمایوں کا سندھ سے پار اُترنا اور رہتاس اور پنجاب پر قبضہ کرنا

ہمایوں کا لاہور پر قبضہ

[illegible]

بیرام خاں پرگنہ ہریانہ پر پہنچا یہاں نصیب خاں اپنے حوصلہ کے موافق تھوڑا سا لڑا اور بھاگ گیا۔ بہت نقد و جنس بادشاہ کے بہادروں کے ہاتھ آیا۔ اور سارے عیال بھگوڑوں کے گرفتار ہوئے۔ بادشاہ نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر بتائید الٰہی ہندوستان کی فتح ہوگئی تو کسی کو بند نہیں کروں گا۔ اور بندگان خدا کو آدمیوں کا بندہ نہ بناؤں گا یعنی کسیکو اسیر نہیں کروں گا۔ اس لئے بیرام خاں خود سوار ہوا اور افغان کے کل عیال کو جمع کر کے اپنے معتمدوں کے ہاتھ نصیب خاں پاس بھجوا دیا۔ یہ فتح مقدمہ اور فتوحات کا تھا۔ اس میں جو نامی ہاتھی اور غنائم میں نفیس اشیا ہاتھ آئی تھیں وہ عرضداشت کے ساتھ بادشاہ پاس بھیجدیں۔ بیرام خاں آگے بڑھ کر نواحی جالندھر میں پہنچا جہاں افغان جمع تھے مگر جب وہ یہاں آیا تو افغان سب بھاگ گئے۔ عبدالقادر بدایونی لکھتا ہے کہ مغلوں کا رعب افغانوں پر ایسا چھا گیا تھا کہ ہزار ہزار افغان دس سوار بزرگ دستار کو ہر چند وہ لاہوری کیوں نہوں دیکھکر بھاگ جاتے تھے اور پیچھے مڑکر نہیں دیکھتے تھے۔ اس دفعہ افغان اپنی نقد جان بچا کر نہیں لے گئے بلکہ اُسکے ساتھ اپنا اسباب مال بھی لے گئے اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ کے لشکر میں یہ منازعت پیش آئی کہ تردی بیگ یہ چاہتا تھا کہ ان بھاگے ہوئے افغانوں کا تعاقب کر کے اونکے پیچھے جا لگے مگر بیرام خاں اس میں کوئی صلاح ندیکھکر اوسکو اجازت ندیتا تھا تردی بیگ خاں نے بالتوخاں کو بیرام خاں پاس بھیجا کہ جس طرح ہوسکے یہ اجازت دلادے۔ بالتوخاں نے آنکر پیغام گذاری کی خواجہ معظم اُس سے درشتی کے ساتھ پیش آیا اور گالیاں دیں۔ بالتوخاں نے بھی گالیوں کا جواب گالیوں میں دیا۔ خواجہ نے تلوار بالتوخاں کے ماری جو اوس کے ہاتھ میں لگی جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے ایک منشور نصیحت لکھا اور اپنی تقدیر پر فضل خاں کو لکھا کر کہا کہ جا کر اسنادے اوس نے بادشاہ کے کلمات و نصائح امرا کو سنائے جس سے باہم صلح و صلاح ہوگئی۔ بیرام خاں نے جالندھر میں اقامت کی اور ہر امیر کو اُس نواح کے پرگنوں میں مقرر کیا سکندر خاں اوزبک دریائے ستلج کے کنارے پر ماچھیواڑہ میں مقیم ہوا اوس نے ایک موقع دیکھکر ستلج سے پار اوتر کر شہر سرہند پر قبضہ کر لیا۔ بیرام خاں جسکی مردانگی میں فرزانگی بھی سموئی ہوئی تھی وہ اس حرکت پر نہایت ناراض ہوا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ جو ملک ہاتھ لگا ہے اوس کی حفاظت کی جائے اور سپاہ کا سارا زور یکجا جمع ہو متفرق نہو چنانچہ اُس کا یہ خیال آیندہ واقع میں صحیح نکلا۔

جب ہمایوں نے پنجاب کو مغلوب کر لیا تو ہندوستان میں ملکی فساد برپا تھے۔ بہت دعویدار سلطنت تھے جو اپنے سپاہیوں کو لڑا لڑا کر اپنی قوت کو گھٹا رہے تھے دہلی پرانا دار السلطنت جو حملہ آوروں کے قریب تھا بار بار اپنے بادشاہ بدلتا رہتا تھا۔ پنجاب کا آخر حاکم سکندر شاہ سور دہلی کا بادشاہ تھا۔ اوس نے اپنے ایک رقیب سلطان ابراہیم کو شکست دیدی تھی اور دوسرے رقیب عدلی سے لڑنے کے لئے اٹاوہ سے روانہ ہونے کو تھا کہ اوس نے سُنا کہ ہمایوں پنجاب کی یورش میں فتحیاب ہوا۔ یہ خوف بڑا خطرناک تھا۔ پنجاب ہی کا صوبہ تھا کہ جہاں سے سکندر شاہ بھروسہ کی فوج جمع کر سکتا تھا۔ فقط پنجاب ہی پر مخالف نے قبضہ نہیں کر لیا تھا بلکہ وہ آگے بڑھ کر دہلی کے برجوں پر اپنا علم قایم کرنے کو تھا۔ اسلئے سکندر شاہ نے مجبوراً اپنی سپاہ کو تقسیم کیا۔ بڑی سپاہ تو اپنے ساتھ رکھی اور شاہ عدلی سے لڑائی جاری رکھی۔ تاتار خاں پنجاب سے بھاگ آیا تھا اُس پاس ایک فوج عظیم بھیجکر ہدایت کی کہ اولٹا چلا جائے اور دشمن کی فوج کے ٹکڑے نہ اوڑا سکے تو اُسے روک تو دے۔ تاتار خاں تیس ہزار سپاہ کو لیکر سرہند کو چلا۔ سرہند کے قریب پہنچا تو سکندر خاں اوزبک نے سرہند میں رہنے کو صلاح حال نجانا اور جالندھر میں آگیا۔ بیرام خاں سکندر کی اس حرکت سے ناراض ہوا اور اوس سے کہا کہ تجھے وہاں ثابت قدم رہ کر مردانگی دکھائی چاہیے تھی اور سرہند کی حراست میں اہتمام کرنا چاہیئے تھا اور ہمکو خبر کرنی تھی۔

بیرام خاں نے جلد فوج کو جمع کیا اور بعد بہت سی گفتگو کے وہ جالندھر سے آگے بڑھا ماچھیواڑہ کی حدود میں تردی بیگ اور اکثر آدمیوں کے نزدیک دریائے ستلج کے پار جانا مصلحت نہ تھا۔ برسات کا موسم آگیا تھا اسلئے اونہوں نے کہا کہ گذرگاہوں کو مستحکم کر کے اتنا توقف کرنا چاہیئے کہ برسات کی شدت کم ہو جائے اور ہوا میں اعتدال آجائے تو دریا سے عبور کرنا چاہیئے بیرام اور ایک اور دوربین جماعت دریا کے پار جانے میں مصلحت سمجھتی تھی اور اپنی جانب سے مقدمات پسندیدہ بیان کرتی تھی۔ آخر کو ملا پیر محمد محمد قاسم نیشاپوری و ولی بیگ و حیدر قلی ساہو و بیرام خاں نے دریا سے عبور کیا۔ پھر تو ناگزیر تردی بیگ اور باقی امرا نے بھی دریا سے عبور کیا۔ اب لشکر چار حصوں میں منقسم ہوا اقول بیرام خاں کی شجاعت و اخلاص سے آسایش پذیر ہوا برانغار کا سردار خضر خاں ہزارہ مقرر ہوا۔ جرانغار میں تردی بیگ خاں کی بزرگی قرار پائی۔

ہمایوں ہندوستان میں فساد

بیرام خاں کا ستلج سے پار اوترنا اور جنگ ماچھیواڑہ

ہراول میں سکندر اوزبک تیزدست جاں نثاروں کے ساتھ معین ہوا۔

افغان بھی دریا کے کنارے پر آ گئے تھے اور دریا پار جانے کا سامان تیار کر رہے تھے کہ اُن کو ہمایوں کی سپاہ کے پار آنے کا اور اپنی سپاہ سے اُس کی تعداد کے کم ہونے کا حال معلوم ہوا تو اونہوں نے شام کو لڑائی شروع کر دی اور ایک جنگ عظیم قایم ہوئی۔ بادشاہی فوج دریا کے کنارے پر پڑی تھی وہاں وہ ثابت قدم رہی۔ رات ہو گئی۔ بہادر تیر اندازی کر رہے تھے یہ ایک اتفاقیہ بات تھی کہ اس نواح میں ایک گاؤں بہت بڑا تھا۔ اُس کے سارے گھر پھوس کے تھے اس میں آگ لگی اور ایسی روشنی ہوئی کہ بادشاہی سپاہ کو افغانوں کی ساری نقل و حرکت نظر آتی تھی اور وہ تاک تاک تیر دل دوز و جاں ستاں لگاتے تھے اور بادشاہی لشکر ایسا تاریکی میں تھا کہ افغانوں کو وہ نظر نہ آتا تھا۔ وہ تاریکی میں تیر لگاتے تھے۔ تین پہر رات تک لڑائی رہی کہ افغانوں کے لشکر میں تاب مقاومت نہ رہی سراسیمہ فرار اختیار کیا۔ بیرام خاں نے دوسرے روز سرہند پر قبضہ کیا کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ بادشاہ کے لشکر کو فتح عظیم ہوئی اور فیل اور اسباب بہت اُس کو ہاتھ آیا۔ نفائس و غنائم اور عرایض اخلاص بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوئیں۔ بادشاہ کی سپاہ کی بوقلمونی اُس کے ان چار سپہ سالاروں کی قوم سے معلوم ہوتی ہے کہ بیرام خاں ایرانی ترک تھا۔ خضر خاں ہزارہ کا افغان تھا۔ تردی بیگ خان فرغانہ کا ترک تھا۔ اور سکندر خاں اوزبک تھا۔ بادشاہ نے اس فتح کے صلہ میں بیرام خاں کو خانخاناں و یار وفادار کا خطاب دیا۔

جب سکندر شاہ اس سرگذشت سے آگاہ ہوا تو اُس نے اور سب جھگڑوں کو چھوڑا اور تمام اپنی سپاہ کو جمع کیا کہ وہ اس خوفناک طوفاں کو روکے ستر یا اسی ہزار سوار جنگی ہاتھی۔ توپخانہ لے کر پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ جب اُس کے قریب آنے کا حال بیرام خاں نے سنا تو وہ وفور عقل و شجاعت سے سرہند میں پائے ثبات قایم کر کے لوازم قلعہ داری اور ضوابط ہوشیاری کو کام میں لایا اور بادشاہ کی خدمت میں عرایض متواتر بھیجیں اور اُس کے بلانے کی استدعا کی اس وقت ہمایوں عارضہ قولنج میں مبتلا تھا اُس نے شاہزادہ اکبر کو بھیجدیا۔ مگر ابھی وہ لاہور سے دور نہ گیا تھا کہ بادشاہ اچھا ہو گیا۔ فرحت خاں کو شقدار لاہور اور بابوس بیگ کو فوجدار پنجاب مرزا شاہ

سکندر شاہ کا سرہند میں آنا ۹۶۲ھ

سلطان کو امین اور مہتر جوہر کو خزینہ دار اس صوبہ کا مقرر کیا اور خود لاہور سے چلکر ۷ رجب سنہ ۹۶۲
کو سرہند میں آکر ایک باغ میں اترا۔ تو اس نے دیکھا کہ سکندر شاہ پندرہ روز سے اس کے لشکر
کے سامنے آگیا ہے اور اس نے اپنے لشکرگاہ کو خندق اور مورچوں سے مستحکم کرلیا ہے اور بادشاہ
کی فوج پر روز حملہ کرتا ہے۔ اور اس کی سپاہ ایسے لشکر گراں کا مقابلہ کرکے قلعہ داری کر رہی ہے
اس لئے اپنے لشکر کو چار قسموں میں تقسیم کیا۔ ایک کو اپنے نام پر اور دوسرے کو شہزادہ اکبر کے نام
پر اور تیسرے کو شہزادہ ابوالمعالی کے نام پر اور چوتھے کو بیرام خاں کے نام پر ہمیشہ لڑائی ہوتی اور
طرفین سے مردان نبردآزما جام تیغ سے شربت واپسیں پیتے جانبین میں مردی اور مردمی کے سبب
یہ معمول ہوگیا تھا کہ زخمی اور مردوں کو احترام اور تعظیم کے ساتھ باہم ایک دوسرے کو حوالہ کر دیتے تھے
ہمایوں کا لشکر پانچہزار آدمیوں کا تھا۔ ابھی اس قلت اور دشمنوں کی کثرت کے سبب سے بادشاہی لشکر
کو خوف رہتا تھا کہ دیکھئے نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ہمایوں نے سوچا کہ اس قلت کا معاوضہ شجاعت اور مستعدی
سے کرنا چاہیئے اس لئے اس نے یہ ارادہ کیا کہ دشمنوں کی رسد اور اذوقہ و علوفہ بند کرنا چاہیئے۔ وہ
پہلے گجرات کی مہم میں اسی طرح کامیاب ہوچکا تھا۔ باوجودیکہ یہ تدبیر قلت سپاہ کے لحاظ سے نامناسب
تھی مگر اس نے تردی بیگ کو یہ کام سپرد کیا۔ اس نے غلہ وغیرہ کی آمد و رفت بند کر دی۔ بہت سا غلہ
لشکر میں جاتا تھا اس کو جانے نہ دیا۔ شاہزادہ اکبر نے جو ایک دن کسی بلندی پر دشمن کے لشکر کو دیکھا جو
ایک لاکھ کے قریب تھا جس کا شکست پانا کسی کے خیال میں نہیں آتا تھا مگر اس نے کہدیا کہ تھوڑے
دنوں میں یہ لشکر تباہ ہوجائے گا اس کا کہنا پورا ہوا۔ تردی بیگ نے سلیم شاہ کے بھائی کالا پہاڑ کی
فوج کو شکست دی اور اسے مار ڈالا اور علم اور نشان اس کا چھین کر اپنے لشکر میں لیکر آیا۔ اس
جنگ کے سبب سے افغان اپنے مورچوں سے باہر آئے کہ اس فوج کی کمک کریں یا اپنے پاس
لے آئیں مگر لڑائی ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں پھیلتی چلی گئی اور ایک جنگ عظیم ہوگئی گو اس
کا ارادہ نہ تھا بیرام خاں کی فوج پر افغانوں کی سپاہ نے اپنا سخت حملہ اس لئے کیا کہ وہ جانتے تھے کہ
بادشاہی فوج کا سب سے زیادہ زبردست حصہ یہی ہے اگر اس کو مغلوب کرلیا تو پھر کیا ہے سارے
لشکر کو مار لینا آسان ہوگا۔ جب بیرام پر حملہ ہوا تو وہ اپنے مورچوں میں چلا گیا اور محافظانہ لڑائی لڑتا
رہا۔ اپنی دلیری سے دشمنوں کو اپنے مقام پر کھڑا رہنے نہ دیا۔ جب ہمایوں نے دیکھا کہ بیرام خاں

اپنے مقام میں ثابت قدمی کے ساتھہ ڈٹا رہا ہے اُس نے تردی بیگ اور شاہ ابو المعالی کو حکم دیا کہ دشمن کے بازوؤں اور پیچھے کی فوج پر حملہ کریں۔ انہوں نے یہ حملہ اس خوبی سے کیا کہ غنیم کی سپاہ میں جو ایک لاکھہ آدمیوں کے قریب تھی ہلڑ مچ گیا اور وہ پریشان ہو کر بھاگ گئی اور اپنا سارا اسباب و توپخانہ و ترپل چھوڑ گئی۔ یہ لڑائی ۲ شعبان ۹۶۲ھ کو ہوئی شمشیر ہمایوں اس فتح کی تاریخ ہے۔ سکندر شاہ میدان جنگ سے بھاگ کر کوہ سوالک کے اس حصہ میں چلا گیا جو پنجاب کے دامن میں سے لگا ہوا ہے۔

شاہزادہ اکبر کے نام فتحنامہ لکھا جانا

جب یہ فتح عظیم حاصل ہوئی تو بادشاہ نے فرمایا کہ فتحنامہ کس کے نام پر لکھا جائے ہر شخص اس باب میں اپنی عرض کرے۔ شاہ ابو المعالی نے کہ بادۂ غفلت میں سرشار تھا فتح نامہ اپنے نام پر لکھانا چاہا۔ بیرام خاں جانتا تھا کہ ہندوستان میں بادشاہ کا آنا میرے ہی سبب سے ہوا ہے اور میری رائے سے ممالک کی تسخیر اور مخالفوں کا استیصال ہوا ہے تو وہ اپنے نام پر فتح نامے کے لکھے جانے کی آرزو کرتا تھا۔ یہ قضیہ یوں چک گیا کہ شاہزادہ اکبر کے نام پر فتح نامہ لکھا گیا جس کے سبب سے دونوں رقیبوں نے پھر جھگڑا نہ کیا۔

خواجہ معظم

یہ واقعہ بھی عجیب ہے کہ خواجہ معظم نے چند خط سکندر شاہ کو اپنی دولت خواہی کے اظہار میں لکھے تھے وہ پکڑے گئے تو بادشاہ نے خواجہ سے اس کا سبب پوچھا تو لکھنے سے انکار تو نہیں کر سکتا تھا اُس نے یہ کہا کہ یہ خط میں نے بادشاہی کی خیر خواہی کے سبب سے لکھے تھے کہ جس وقت یہ نوشتے بادشاہ کی نظر میں آئیں گے تو وہ مجھ پر اور زیادہ التفات کریگا اور کسی شائستہ خدمت کا سربراہ مقرر کریگا۔ بادشاہ نے اُسے مقید کر کے میر قالی کو حوالہ کیا۔

ہمایوں کو یہ فتح عظیم ایسی حاصل ہوئی کہ پھر دشمن میدان جنگ میں اُس کے سامنے نہیں آیا ہمایوں نے سکندر خاں اوزبک کو دہلی روانہ کیا کہ دار السلطنت کی راہ کو گھیرے۔ اور خود لشکر لیکر سامانہ میں آیا۔ یہاں اس کو معلوم ہوا کہ سکندر شاہ بھاگ کر ہندوستان میں نہیں گیا بلکہ وہ کوہ سوالک میں ہے جہاں سے وہ پنجاب کے ملک زیریں کو دھمکا سکتا ہے اس لئے اُس نے یہاں قیام کیا اور شاہ ابو المعالی کو ملازموں کی ایک جماعت کے ساتھہ بھیجا کہ اگر سکندر کوہستان

سے نکلکر پنجاب میں دست درازی کرے تو اس کا تدارک اچھی طرح کیا جائے اور صوبہ پنجاب کی مہمات کا سرانجام کرنا اُس کے سپرد ہوا۔ سامانہ کی خوش ہوائی کے سبب سے بادشاہ کا ارادہ یہاں چند روز ٹھیرنے کا تھا مگر سکندر خاں اوزبک کی عرضی آئی کہ میں آیا اور مخالفوں میں تاب مقاومت نہ تھی وہ بھاگ گئے اب مصلحت یہ ہے کہ بہت جلد آنکر پائے تخت ہندوستان کو اپنی مسند نشینی سے بلند کریں۔ بادشاہ نے اس نوید کو سنکر سامانہ سے کوچ کیا اور پنجشنبہ غرہ رمضان سنہ ۹۶۲ کو سلیم گڈھ میں کہ دہلی کی سمت شمال میں ہے فروکش ہوا اور اس مہینے کی چوتھی تاریخ اورنگ سلطنت پر بیٹھا۔ یہ دن ہمایوں ہی کو نصیب ہوا کہ شکست کے بعد فر سلطنت پر پہنچا۔ بادشاہ نے اس سفر میں دہلی کے پہنچنے تک اور ہندوستان کے فتح ہونے تک تناول حیوانی کو ترک فرمایا تھا شہزادہ اکبر نے ایک نیل گائے کو تلوار سے مارا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا گوشت خشک کرکے رکھا جائے کہ بعد رمضان جو ہم تناول حیوانی کرینگے تو اُس کو کھائینگے۔

بادشاہ نے اپنے ملازموں کو مناصب عالی اور جاگیریں لایق اس طرح عطا کیں کہ سرکار حصار اور اُس کی نواح شاہزادہ اکبر کی جاگیر مقرر ہوئی گو وہ ابھی فتح نہ ہوا تھا۔ ہمایوں کو بھی بابر نے جب وہ اول یہاں آیا ہے یہی ضلع دیا تھا۔ سرہند اور اور پرگنات متفرقہ بیرام خاں کو عنایت ہوئے۔ اُن کے سوا قندھار بھی اس کی جاگیر میں تھا۔ تردی بیگ خاں کو میوات۔ اور سکندر خاں کو آگرہ۔ علی قلی خاں کو سنبھل۔ حیدر محمد خاں اختہ بیگی کو بیانہ روانہ کیا جو دار الخلافہ آگرہ کے قریب تھا۔ سوا اس کے مصطفےٰ آباد کہ جس کا محصول چالیس لاکھ ٹنکہ تھا۔ آنحضرت کی روح پر فتوح کی نذر کیا۔ خود بادشاہ دار السلطنت دہلی کے قلعہ میں رہا کہ اپنی سپاہ کے کاموں اور ملک کے انتظاموں کی نگرانی کرے۔ ان دنوں بادشاہ پاس خبر آئی کہ اُس کے ایک اور بیٹا پیدا ہوا ہے جس کا نام اُس نے فرخ فال رکھا۔

اتکہ خاں اور ایک جماعت حصار فیروزہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ روز چہارشنبہ ۵ رمضان کو حصار سے دو کوس کے فاصلہ پر وہ آئے کہ رستم خاں و تاتار خاں اور بعض اور امرا افغانوں کی جماعت لیکر اُن سے لڑنے لگے۔ افغان دو ہزار کے قریب تھے اور بادشاہ کی سپاہ صرف چار سو آدمی۔ مگر بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور ستر آدمی مخالفوں کے قتل ہوئے اور وہ بھاگ گئے

رستم خاں نے بھاگ کر قلعہ حصار کو مستحکم کیا۔ بادشاہ کے لشکر نے اُس کا تینتیس روز محاصرہ کیا۔ جب رستم خاں پر بڑی بنی تو قول قرار ہو کر وہ سات سو آدمیوں کے ساتھ میر لطف و خواجہ قاسم کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ جاگیر مناسب اُس کو دی جائے لیکن اس شرط پر کہ وہ اپنے فرزندوں کو یرغمال میں رکھنے کے لئے حوالہ کرے تاکہ مسلک حرمت مسلوک ہو اور راہ حزم و احتیاط بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ مگر اس سادہ مرد نے شرط کے قبول کرنے کرنے سے انکار کیا اور بھاگنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ نے اُسے مقید کر کے بیگ محمد ایشک آقا کو حوالہ کیا۔ قنبر دیوانہ احاد الناس میں سے تھا لشکر میں کوئی اُس کو جانتا بھی نہ تھا۔ جس وقت بادشاہ کا لشکر سرہند سے دہلی کی طرف آیا ہے تو قنبر نے اوباشوں کی ایک جماعت کو جمع کر کے تاخت و تاراج شروع کی جو غنائم ہاتھ لگتی وہ آدمیوں کو دیدیتا اور لوگوں کو کھانے خوب کھلاتا اور کہتا کہ مال مال خدا ہے اور جان جان خدا ہے۔ قنبر دیوانہ بکاول خدا ہے۔ گربزی یہ کرتا کہ بادشاہ کو عرایض نیاز بھیجتا۔ وہ نواح سرہند سے دوڑتا دوڑتا سنبھل میں آیا اور اُس پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنے تئیں سنبھل میں مستقل کر کے اپنے بیٹے عارف اللہ کو بداؤں میں بھیجا۔ ان حدود میں رائے حسین جلوانی کہ اعاظم امراء افغانی میں سے تھا بے جنگ تباہ و ویران ہو گیا۔ قنبر کانت گولہ میں آیا۔ اس نواح کو لوٹا مارا ان حدود میں ارکن خاں سے جو روسائے افغان میں سے تھا شکست پائی اور وہاں سے بداؤں میں آیا۔ اگرچہ عاقل دیوانہ ہمیشہ بادشاہ کو عرایض بھیجتا اور بندگی اور نیکو خدمتی کا اظہار کرتا مگر اُس کے قول اور فعل میں موافقت نہ تھی۔ اپنے آپ لوگوں کو منصب خانی اور سلطانی دیتا اور علم و نقارہ بخشتا وہ صرف مستی دنیا ہی نہیں رکھتا تھا۔ سودائے جنوں بھی اُس کے ساتھ تھا۔ بہت دفعہ دیوانگی یا دیوانہ ساختگی سے اپنا گھر لٹا دیتا تاکہ بیوقوفوں کے دل میں اعتقاد پیدا ہو۔ ہمیشہ حرکات نامنتظم مجنونانہ کرتا۔ جب بادشاہ نے اس قسم کی باتیں اُس کی بار بار سنیں تو علی قلی شیبانی کو حکم صادر ہوا کہ قنبر کو بادشاہ پاس بھیجدو۔ اسی اثنا میں کہ ارکن خاں سے دیوانہ شکست پا کر بداؤں میں آیا تھا علی قلی خاں مہمات میرٹھ سے فارغ ہو کر سنبھل میں آیا تھا۔ تو قنبر نے کہا سنبھل ہے اور قنبر ہے۔ علی قلی خاں اور سنبھل ایسے ہیں جیسے کہ کسی کا گاؤں ہو اور کسی اور کے درخت۔ سنبھل سے فارغ ہو کر علی قلی خاں بداؤں میں آیا۔ ہر چند علی قلی خاں نے

اُسے بلایا مگر وہ اُس پاس نہ گیا اور کہتا رہا کہ جیسا تو بندۂ پادشاہی ہے ایسا ہی میں بھی اس کا بندہ ہوں میں نے اس ولایت کو بزور شمشیر لیا ہے۔ میرا سر تاج شاہی سے توام ہے آخر کو علی قلی خاں لڑنے بجنگ پیش آیا۔ قنبر شکست پاکر قلعہ میں آیا۔ اور بادشاہ کو عرضداشت لکھی۔ بادشاہ نے قاسم خاں مخلص کو بھیجا کہ اُس کو تسلی و دلاسا دے کر اس پاس لائے پہلے اس سے کہ بداؤں میں قاسم خاں آئے اور مژدہ نجات قنبر کو سنائے علی قلی خاں نے اُس کو اس طرح قتل کیا تھا کہ جب قنبر نے قلعہ کو مستحکم کیا اور محاصرہ میں دیر ہوئی اور کچھ کام نہ ہوا تو علی قلی خاں نے محمدی بیگ ترکمان اور ملا غیاث الدین کو اُس پاس بھیجا اُس نے اُن کو مقید کیا اُنھوں نے پوشیدہ پوشیدہ ایک جماعت کثیر کو اپنے ساتھ متفق کیا اور قلعہ کے اندر کے آدمیوں کو دم دلاسے دیکر اپنے اختیار میں لیا۔ اور دیوانہ کو اسیر کرلیا۔ علی قلی خاں نے اِس کا سر بادشاہ پاس بھیجا۔ بادشاہ کو یہ حرکت پسند نہ آئی اور فرمان عتاب آمیز علی قلی خاں کے نام صادر کیا کہ جب قنبر اطاعت کا اظہار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ملازمت کے لئے حاضر ہوتا ہوں تو پھر اُس سے تو لڑا کیوں اور جب وہ اسیر ہوا تو ہمارے بغیر حکم کے مارا کیوں۔ بادشاہ اُس کو دیکھنا چاہتا تھا۔

بیانہ کا فتح ہونا

جب بیانہ میں بادشاہ نے حیدر محمد خاں اختہ بیگی کو بھیجا تو وہاں غازی خاں پدر ابراہیم (جس کا حال تم نے خاندان سور کی سلطنت میں پڑھا ہوگا) حاکم تھا۔ جب وہ لڑ نہ سکا تو حصار بیانہ میں متحصن ہوا۔ حیدر محمد نے اس سے عہد و پیمان وقول وقسم کئے تو وہ قلعہ سے باہر آیا۔ حیدر محمد نے اُس کے اموال اور اسباب کی طمع میں آنکر نقض عہد کیا۔ اور اُسے اور بعض لکھتے ہیں کہ اُس کے بال بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ اور اُس کا سر بادشاہ پاس بھیجدیا۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو یہ اُس کو ناگوار خاطر ہوا مگر سیاست ظاہری اُس نے نہیں کی کہ وہ بہت دور تھا اور ہندوستان میں آمد کی ابتدا تھی مگر زبان سے یہ فرمایا کہ اب اُس کو دوبارہ کمر بندی نصیب نہیں ہوگی۔ شہاب الدین احمد خاں امیر بیوتات کو اس معاملہ کی تحقیق اور تشخیص کے لئے بھیجا۔

مرزا سلیمان کی بدمعاشی

ہندوستان میں ایسی فتوحات نمایاں سے ترقی ہو رہی تھی۔ مگر شمال میں ہمایوں کی سلطنت کے کچھ حصہ پر زوال آرہا تھا۔ جب بادشاہ تسخیر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا

توتردی بیگ جسے اندراب و اشکمش جاگیر دی تھی اپنے ساتھ ہندوستان کو لے آیا تھا۔ مقیم خاں اس کی طرف سے جاگیر کا انتظام کرتا تھا۔ مرزا سلیمان نے اس فرصت کو غنیمت گنا۔ اول گربزی اور نیرنگ پردازی سے مقیم خاں کو اپنے ساتھ متفق کرنا چاہا مگر جب اس طرح مطلب نہ حاصل ہوا تو مرزا نے پردہ آزرم کو اٹھا کر اندراب کا محاصرہ کر لیا۔ مقیم خاں ناچار اپنے اہل و عیال کو لے کر نکلا اور اُس سے لڑتا ہوا کابل چلا آیا۔

اس زمانہ میں معاملات پنجاب سب سے زیادہ مہتم بالشان تھے۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ شاہ ابوالمعالی کس مقصد کے لئے پنجاب بھیجا گیا اور اُس کے ساتھ کون کون سے امیر مناصب جلیلہ پر مقرر ہوئے تھے۔ جب پنجاب میں شاہ ابوالمعالی پہونچا تو وہ دنیا کے نشہ میں بدمست ہو گیا اور خلائق کو آزار دینے لگا اور حکم شاہی کے خلاف کام کرنے لگا اور پنجاب میں خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ بادشاہ کو ایک خاص توجہ اُس پر تھی اس لئے جو ناخوش خبریں اُس کی آئیں اُن سب کو خلاف واقع جانتا اور اہل حسد کا افترا اور بہتان سمجھتا۔ لیکن جب یہ خبر آئی کہ سکندر شاہ کوہ سوالک سے باہر آیا ہے اور ابوالمعالی نے فرحت خاں حاکم لاہور کو اپنے اختیار سے بادشاہ کے حکم کے بغیر معزول کر کے اپنے آدمی کو اُس کی جگہ مقرر کیا۔ اور بادشاہی خزانہ پر دست درازی کر رہا ہے تو بادشاہ کے نزدیک یہ مناسب معلوم ہوا کہ ہندوستان کے اعاظم صوبوں میں سے پنجاب ہے۔ اس میں شاہزادہ اکبر کو بھیجنا چاہیئے اور کابل سے تمام عزیز و اقارب بھی آتے ہیں وہاں اس شہزادہ کا رہنا اور بھی مناسب ہوگا۔ اگرچہ پنجاب میں لشکر شاہی اس قدر تھا کہ وہ سکندر شاہ کے دفع کرنے کے لئے کافی تھا مگر ابوالمعالی کی خاطر سے کمک کا بہانہ بنا کے شروع ۹۶۳ھ میں نیک ساعت میں شہزادہ اکبر کو پنجاب روانہ کیا۔ بیرام خاں کو اتالیق بنایا اور بہت سے اور امرا ہمراہ گئے۔

جب یہ شہزادہ پنجاب کو روانہ ہوا تو اثناء راہ میں انگہ خاں اور باقی اور ملازم اس کے حصار سے اس پاس آ گئے۔ جب سرہند میں وہ آیا تو استاد عزیز سیستانی جس کو رومی خاں کا خطاب ملا تھا اور فنون آتش بازی اور بندوق اندازی میں لاثانی تھا اُس پاس آیا اور اُس کو بندوق اندازی سکھائی۔ یہاں وہ امراء بھی کہ شاہ ابوالمعالی کی اعانت کے لئے مقرر ہوئے تھے

ابوالمعالی کا اکبر شہزادہ کی ملاقات کو آنا

اور وہ اُس کی صحبت سے تنگ ہو رہے تھے جیسے کہ محمد قلی برلاس و مصاحب بیگ۔ خواجہ جلال الدین محمود۔ فرحت خاں۔ خواجہ طاہر محمد و لد میر خرد و شیر تمیور ابوالمعالی سے بغیر رخصت لئے آن ملے سکندر شاہ جس نے کہ کوہ سوالک سے ککگر کچھ ملک پر قبضہ کر کے محصول اُس سے لے لیا تھا وہ پھر کوہستان میں بھاگ گیا۔ اور ابوالمعالی جو سکندر شاہ سے لڑنے کے لئے آیا تھا اور کچھ فتح یاب بھی ہوا تھا وہ بھی لاہور چلا گیا۔ جب اُس کو یہ معلوم ہوا کہ ملک شاہزادہ کو بادشاہ نے عنایت کیا ہے تو وہ سلطان پور میں شاہزادہ کی خدمت میں آیا۔ شاہزادہ نے اپنی مجلس عالی میں اُس کو بیٹھنے کی اجازت دی اور بہت سی اُس پر عنایتیں کیں۔ مگر میر صاحب وہ گھمنڈ میں آرہے تھے کہ جب اکبر سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئے تو پیغام بھیجا کہ سب جانتے ہیں کہ جوئے شیر کے قمرغہ میں ہمایوں نے اور میں نے ایک طرشت میں پاس بیٹھکر کھانا کھایا تھا اور آپ بھی وہاں موجود تھے اور آپ کو الوش دیا تھا۔ مگر میں جب آپ کے گھر آیا تو تکیہ نمد میرے لئے جدا لگایا گیا۔ اور دستارخواں جدا بچھایا گیا۔ شاہزادہ نے سید کی بیوقوفی پر تبسم کیا اور حاجی محمد سیستانی جو یہ پیغام لایا تھا اُس کی زبانی کہلا بھیجا کہ اُس سے کہدو کہ توزۂ سلطنت اور چیز ہے اور قانون عشق اور بات ہے۔ حضرت ہمایوں سے آپ کو جو نسبت ہے وہ میرے ساتھ نہیں ہے تعجب ہے کہ ان دونوں نسبتوں میں آپ نے تفرقہ نہیں کیا بلکہ گلہ کیا۔ میر کو اس جواب سے بڑا انفعال ہے۔

شہزادہ کی فوج ہریانہ پہونچی تھی کہ بیرام خاں کے پاس قاصد نے پہنچکر خبر کردی کہ بادشاہ گر پڑا ہے۔ بیرام خاں نے آگے جانے میں صلاح نہیں دیکھی کہ وہ کلانور میں آیا۔ اور یہاں توقف کیا کہ ہمایوں کے واقعہ ناگزیر کی خبر پہونچی۔

وفات حضرت ہمایوں

بادشاہ دہلی میں انتظام ملکی سے فراغت پاکر تردی بیگ کو دہلی سپرد کر کے آگرہ جانا چاہتا تھا اور پیش خیمہ بھیج چکا تھا۔ آخر روز جمعہ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو شاہ بداغ و عالم شاہ و بیگ ملوک اور امیر حجاز کے سفر سے اور چنگیز خاں و بعض اور آدمی گجرات سے آئے تھے اور منعم خاں کی عرائض بھی کابل سے آئیں تھیں۔ کتاب خانہ مرتب کیا تھا اُس کے بام پر آکر امرا کو کہ مسجد جامع قلعہ دین پناہ میں موجود تھے بلایا۔ اور احوال مکہ معظمہ و کابل کا ان سے

دریافت کیا ریاضی دانوں کی جماعت کو طلب کیا۔ اس رات کو زہرہ کے طلوع ہونے کا ظن غالب تھا اس کو وہ دیکھنا چاہتا تھا اور نیت میں یہ تھا کہ جب زہرہ طلوع ہو اور ساعت مسعود ہو تو مجلس عالی کو مرتب کر کے ایک جماعت کو مناصب جلیلہ پر ممتاز کرے۔ اول شام کو وہ نیچے آنا چاہتا تھا۔ دوسری سیڑھی پر قدم رکھا کہ موذن نے اذان دی۔ تعظیم اذان کے لئے بادشاہ نے دوسری سیڑھی پر بیٹھنے کا قصد کیا۔ زینے کے پتھر کچھ پھسلنے تھے کچھ شفاف تھے۔ جب وہ بیٹھنے لگا تو پانوں پوستین کے دامن میں الجھا اور عصا پھسلا اور وہ سر کے بل زمین پر گرا دائیں شقیقہ میں ضرب آئی اور داہنے کان سے چند خون کے قطرے نکلے۔ اسی وقت محل کے اندر لوگ اس کو اٹھا کر لے گئے یا وہ خود آپ چلا گیا۔ اتنا ہوش تھا کہ اس نے شیخ چولی کو بلا کر شاہزادہ اکبر پاس بھیجا اور اس حادثہ کا حال لکھکر اس کے حوالہ کیا۔ طبیب جمع ہوئے مگر کسی کی نہ طبابت چلی نہ کسی دوا نے اثر کیا۔ چوتھے روز اجل نے اس کے درد کی دوا کی۔ ان دنوں میں اکثر اوقات عالم بیہوشی میں رہا۔ یہ واقعہ ۱۱ ربیع الاول ۹۶۳ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۵۵۶ء کو واقع ہوا تاریخ وفات اس کی سب سے زیادہ مشہور یہ ہے کہ ہمایوں بادشاہ از بام افتاد۔ (۹۶۲) مگر اس میں ایک سال کم ہوتا ہے۔ عمارات و تصنیفات کی تاریخ میں ایک دو سال کا فرق ہو تو کچھ مضائقہ نہیں مگر موت کی تاریخ میں یہ جائز نہیں ہے اور تاریخیں بھی یہ ہیں۔ مصرعہ

اے وائے بادشاہ از بام افتاد۔ (۹۶۳) مصرعہ واصل حق شد ہمیوں بادشاہ۔

مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمایوں کبھی موت کا ذکر نہیں کرتا تھا اور اس نے منع کر رکھا تھا کہ اس کی مجلس میں موت کا ذکر اس لئے نہ ہو کہ منافی انتظام ہے۔ مگر ان دنوں میں وہ برخلاف اپنی عادت کے موت کے ذکر سے خوش ہوتا تھا۔ ایک دن وہ کہنے لگا کہ حضرت فردوس مکانی اپنی مجلس میں ذکر کرتے تھے کہ میرا ایک ملازم ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ جب میں عزیزوں کا گورستان دیکھتا ہوں تو میرا بے اختیار مرنے کو جی چاہتا ہے ایسے ہی میں جب دہلی کے مزارات کو دیکھتا ہوں تو یہ بات مجھے یاد آتی ہے۔ انہیں دنوں میں اس نے بعض معتمدوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ آج عبادات سحری کی فراغت کے بعد ملہم غیبی یہ رباعی زبان پر لایا۔

یارب بکمال لطف خاصم گرداں
واقف بحقائق خواصم گرداں

از عقل جفا کار دل افگار شدم   دیوانۂ خود خوان و خلا صم گردان

اس تاریخ کو پڑھ کر رونے لگا۔ ان دنوں میں ہمیشہ وہ کہا کرتا تھا کہ اس عالم فانی سے بوئے انتقال آتی ہے۔ اور محل کے طاق پر نہایت خوشخطیہ مطلع شیخ آذری کا لکھا یا تھا۔

بیت

شنیدہ ام کہ بریں طارم زر اندودا   خطے کہ عاقبت کار جملہ محمود است

جب مرنے کے دن قریب آئے تو افیون کھانی کم کر دی تھی۔ اس نے اپنے محرمان درگاہ سے فرمایا کہ چند روز میں میری افیون کی خوراک دو تین گولیاں رہ جائینگی اور سات روز کی خوراک کو ایک پڑیا میں بندھوایا اور فرمایا کہ اب میں اس سے زیادہ افیون نہیں کھاؤنگا۔ جب ایک دن مرنے میں رہا تو چار گولیاں منگا کر اور گلاب میں گھول کر پیں۔ دوسرے روز موت آگئی جو کہا تھا وہی ہوا۔ وہ ۹۱۳ھ میں پیدا ہوا تھا اس کی ولادت کی تاریخیں یہ ہیں۔ سلطان ہمایوں فال۔ شاہ فیروز قدر بادشاہ صف شکن۔ کلمہ خوش باد۔ خواجہ کلاں سامانی نے یہ تاریخ کہی ہے۔

سال مولود ہمایوں چیست   زادک اللہ تعالے قدرا

بردہ ام یک الف از تاریخش   تا کشم میل دو چشم بدرا

۹۳۷ھ میں سریر فرماںدہی پر جلوہ افروز ہوا۔ خیر الملوک تاریخ ہے۔ اس حساب سے اس کی عمر ۵۰ سال کی اور مدت سلطنت ۲۵ سال کچھ ماہ کی ہوئی۔ جس میں وہ ۱۴۔۱۵ برس بھی داخل ہیں جن میں وہ سرگردانی اور پریشانی میں رہا۔ کھوئی سلطنت اس کو اس طرح ہاتھ آئی کہ کسی کو ملا کرتی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ موت نے فرصت نہ دی کہ اس سلطنت کا مزہ اٹھاتا۔ اب نہ شیر شاہ سا کا دشمن زندہ رہا تھا نہ بھائی اس کی جان کھانے والے اور سر پر تلوار چلانے والے موجود تھے۔ اس فرصت کے زمانہ میں معلوم نہیں کیا کیا وہ انتظام سلطنت کرتا اور اس ملک خراب و بید کو اپنی تدابیر اور عقل سے کس کس طرح سے سرسبز و شاداب کرتا۔ مگر اس عاقل فرزانہ بادشاہ کے سارے منصوبے دل کے دل ہی میں رہے۔ اس بادشاہی پر چھ مہینہ کا عرصہ نہ گزرا تھا کہ عجب طرح کی موت آئی جس کا

ہمایوں کی موت کا اخفا

اوپر بیان ہوا۔ ابھی تاج و تخت فاصلہ پر تھا۔ امراء عظام چاروں طرف ممالک محروسہ میں گئے ہوئے تھے۔ سپاہ چاروں طرف دشمنوں سے گھری ہوئی تھی اس لئے جو امراء یہاں بادشاہ پاس موجود تھے انہوں نے اس واقعہ ناگزیر کو جب تک چھپایا کہ جانشین مسند خلافت کو خبر ہو اور امراء عظام جمع

ہوں۔ سترہ روز تک یہ واقعہ عوام سے پوشیدہ رکھا۔ اس لئے کہ لوگوں کو بادشاہ کے مرنے کا شبہ نہ ہو۔ ایک شخص کو لباس شاہ پہنا کر معمولی اوقات پر محل میں اُس جگہ میں دوست دکھا دیتے جہاں بادشاہ بیٹھا کرتا تھا۔ ۲۸ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو تردی بیگ نے جب اور سب امرا جمع ہو گئے تو شہنشاہ اکبر کے نام کا خطبہ پڑھا جس سے خلق کو تسکین ہوئی۔

جب یہ حادثہ مصیبت واقع ہوا تو ایک شورش عظیم اور آشوب قوی جو ایسے ہنگامہ کو لازمی ہے برپا ہوئے۔ اعیان دولت نے خلایق کی تسکین خواطر اور اطمینان بواطن میں کمر ہمت چست کی اور اس وقت تفرقہ زا میں دوست دشمن کے ساتھ جو کرنا چاہیئے وہ کیا اور جو امرا دہلی میں جمع تھے اُن میں سے ہر ایک تعزیت اور تہنیت کی مراسم ادا کرنے کے بعد اپنی اپنی جگہ و مقام پر چلا گیا کہ وہاں جا کر انتظام کرے اور کسی طرح کی پریشانی نہ پیدا ہونے دے۔ تردی بیگ کو امرا نے اتفاق کر کے اس بلاد کے سرانجام مہام کے واسطے دہلی میں بالکل اختیار دیدیا تھا اس نے اسباب ادوات سلطنت کو جیسے کہ چتر و تاج و جواہر وغیرہ بھجوا دیئے اور مرزا ابوالقاسم پسر کامران کو ہمراہ کر دیا تھا۔ یہ وقت بڑا ہی نازک تھا۔ ہندوستان کی فتح کا آغاز ہی تھا کہ اکبر بادشاہ کو تین زبردست دعویدار سلطنت دہلی سے لڑنا پڑا۔ مرزا تردی بیگ نے یہ بڑی وفاداری کی کہ اول بادشاہ کے مرنے کو چھپایا اور امارات شاہی کو اکبر پاس بھجوا دیا۔ باوجودیکہ مرزا کامران کا بیٹا اُس کی بغل میں تھا۔

یہ بادشاہ دل کا رحیم اور ہاتھ کا کریم تھا۔ تخت نشینی کے وقت کشتیاں بھر بھر کر روپیوں کی انعام دیں۔ بھائیوں نے جو ملک مانگا وہی خوشی خوشی دیدیا۔ مروت اس پر ختم تھی کہ بھائی کیسی کیسی بھاری خطائیں کرتے مگر جب آنکھوں کے سامنے آتے سب خطائیں معاف کیں اور اُن کا کردہ ناکردہ کی برابر سمجھا۔ عزیز اقارب دوست تو کیا وہ دشمنوں کی خطا بخشنے میں فیاض تھا۔ وہ بہادر و شجاع قابلیت کے ساتھ تھا۔ ہندوستان سے خارج ہونے کے بعد جو کام اُس نے کئے ہیں اور دشمنوں سے لڑنے بھڑنے کی تدابیر کام لایا اور جو جو سختیاں پیش آئیں اور جو جو مصیبتیں اور آفتیں سر پر پڑیں اُن کو خندہ پیشانی و مسرت سے جھیلا۔ ان سب کاموں سے اُس کی جوانمردی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی خوش مزاجی کو دیکھنا چاہیئے کہ اُس نے اپنی مصیبت کے وقت میں کئی دفعہ اپنے نوکروں سے گھوڑا مانگا اور انہوں نے انکار کیا مگر اس

کے دل پر ذرا میل نہ آیا اور اُس کا عوض نہ لیا اور یہ کہا کہ مصیبت کا وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ چھوٹے بڑے سب برابر ہو جاتے ہیں کسی کی تعظیم و تکریم باقی نہیں رہتی۔ ہم ہمایوں کی اصل خصائل لکھتے ہیں جو اُس کی مصیبت کے واقعات سے مستنبط ہوتی ہیں۔ اُن مشرقی مورخوں سے نقل نہیں کرتے جنکے دل میں بادشاہ کی عظمت مبالغہ کے ساتھہ بیٹھی ہوتی ہے اُنھوں نے اپنی تاریخیں اُن کی اولاد کے وقت میں لکھی ہیں جس میں مجبوری خوشامد کے مارے ستایش و مدح کے دفتر سیاہ کرنے پڑے اور تمام عیبوں پر پردہ ڈالا۔ ہمایوں کے رشتہ دار مرزا حیدر نے اپنی تاریخ رشیدی میں ہمایوں کی خصائل کا بیان پسندیدہ کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ میں نے کمتر ایسے آدمی دیکھے ہیں جن میں علو فطرت و خوبی جبلت ایسی ہو جیسی ہمایوں میں لیکن اس میں اس سبب سے کہ وہ ارباب نفس و شرارت سے اور اصحاب خباثت سے جن میں مقدم و عظیم الشان مولانا محمد برغزی وغیرہ تھے زیادہ مخالطت رکھتا تھا۔ اُس میں بعض ناپسندیدہ صفات پیدا ہو گئی تھیں جیسے کہ افیون کا کھانا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جو بادشاہ سے کام صادر ہوتے ہیں وہ زبان زد خلایق ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے کام اس افیونی ہونے کے ساتھہ منسوب ہوتے تھے۔ و گرنہ وہ اپنی ذات سے ملک صفات و مجمع انواع فضائل و کمالات تھا۔ رزم کی شداید میں استقامت و شجاعت میں ثابت قدم مثل کوہ اور لطائف بزم میں کف دریا نوال وہ معدن جواہر صوالح اعمال تھا کف کافی اس کا سحاب سخاوت و مروت تال۔ انوری نے یہ شعر خاص اسی کے لئے کہا ہے۔

گر دل و دست بحر و کان باشد — دل و دست خدایگان باشد

وہ علو رفعت و شوکت شہنشاہی رکھتا تھا اور ہمت و عظمت میں کمال رکھتا تھا میں اُس کی خدمت میں آگرہ میں گیا تھا۔ خلقت کہتی تھی کہ جو پہلے عظمت و شوکت بادشاہی تھی وہ اب باقی نہیں رہی۔ مگر باوجود اس کے دریاے گنگ پر جو لڑائی ہوئی ہے تو ۱۷ ہزار شاگرد پیشہ تھے۔ اس پر اور تجملات کا قیاس کرنا چاہئے۔ اس کے لشکر میں اتنے سپاہی نہ ہوتے جتنے اور ملازم شاگرد پیشہ اور اہل حرفہ ہوتے۔ مرزا حیدر نے یہ خوب لکھا ہے کہ ہمایوں میں یہ بڑا عیب تھا کہ وہ کام جس کا سرانجام دینا خود اُس کو لازم تھا وہ اوروں کے ہاتھہ میں بالکل دیدیتا۔ اُس کے دشمن شیر شاہ کی عادت اسکے خلاف تھی۔ ہمایوں کے اسی عیب کے سبب سے کہ وہ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں خود

اہتمام نہیں کرتا اوس کے مغلوب کرنے کا خیال شیر شاہ کے دل میں آیا تھا۔ یہ سخت عیب اسمیں بتاتا تھا اُس کی نیکیوں کے ہمسایہ میں برائیاں بھی آباد تھیں بعض نیکیاں حد اعتدال سے گذر گئی تھیں۔ سخاوت نے مسرف بنا دیا تھا کہ سارے ہندوستان کی آمنی اوس کے خرچ کو کافی نہ تھی مروت کی افراط نے اوس کی سیاست کو لوگوں کے دلوں سے اُٹھا دیا تھا۔ گو وہ بذات خود شجاع و دلاور تھا مگر باپ کی سی لیاقت سپہ سالاری کی نہیں رکھتا تھا۔ اوس نے ابتداء سلطنت میں اپنی کار آزمودہ بہادر سپاہ سے مالوہ، گجرات، بنگال، بہار میں فتوح عظیم پائیں۔ مگر ان ملکوں کے فتح کرنے کے لیے بہادری اور سپاہ کی قواعد دانی کے ساتھ اس میں وہ لیاقتیں شامل نہ تھیں جو اُن ملکوں پر مستقل قبضہ رکھتیں۔ اس لیاقت کے نہونے سے وہ ملک ہاتھ سے جاتا رہا جو باپ سے ورثہ میں پایا تھا۔ اس کے سارے عہد سلطنت میں امرا کی بغاوت و سرکشی کا بازار گرم رہا۔ اس میں وہ استعداد اور زور نہ تھا کہ جن سے وہ اون کو محکوم و مغلوب رکھتا اور ملک میں اپنی حکومت مستقل کرتا اور امرا کو یک دل و یکجہت بناتا۔ سہل انگاری۔ بے پروائی، غفلت شعاری اوسکے کاموں کو بگاڑتی تھی عیش و عشرت میں ایسا ڈوب جاتا تھا کہ سلطنت کے کاموں کی مہینوں خبر نہ لیتا تھا۔

اس بادشاہ کی تعلیم باپ نے اچھی طرح کرائی تھی۔ علوم عقلی اور نقلی سے اوس کو آگاہی تھی خصوصاً علوم ریاضی میں اُسکو استعداد اچھی تھی۔ وہ ہمیشہ ارباب حکمت کے ساتھ محبت رکھتا تھا علم ریاضی کے جو عالم ممتاز تھے اون کو زیادہ ممتاز کرتا۔ کئی جگہہ محل رصد بنانیکا ارادہ کیا تھا اور بہت سے آلات رصد ترتیب دیے تھے شعر و شعرا کیطرف توجہ بہت رکھتا تھا۔ طبع موزوں تھی حقیقت و مجاز کے اشعار اوقات فرصت میں کہتا تھا۔ ایک دیوان اوس کا بادشاہی کتب خانہ میں موجود تھا۔ یہ چند رباعیاں اوس کی لکھی جاتی ہیں۔

اے دل مکن اضطراب در پیش رقیب — حال دل خود مگوے با ہیچ طبیب
کاریکہ ترا باں جفا کار افتاد — بس قصہ مشکل ست و بس امر عجیب

رباعی

اے دل ز حضور یار فیروزی کن — در خدمت او بصدق دلسوزی کن
ہر شب بخیال او دست خرم نشیں — ہر روز بوصل یار نوروزی کن

رباعی

اے آنکہ جفاے تو بعالم علم ست — روزے کہ ستم نہ بینیم از تو ستم ست
ہر غم کہ رسد از ستم چرخ بدل — مارا چو غم عشق تو باشد چہ غم ست

بادشاہ کی طبیعت میں قوت اختراع بھی تھی۔ انتظام ملکی میں اُس کا فقط یہ اختراع تھا کہ وہ یہ چاہتا تھا کہ ہندوستان میں دہلی آگرہ جونپور۔ منڈو۔ لاہور قنوج اور بعض اور محال پاے تخت بنائے جائیں اور وہاں اتنا لشکر رکھا جائے کہ اوسکو ضرورت دوسری جگہہ سے لشکر کی کمک کی نہو۔ اور اوس کا ایک سردار ہوشمند دوربین رعیت پرور عدالت گستر مقرر کیا جائے اور بادشاہ اپنے پاس بارہ ہزار سوار سے زیادہ لشکر نرکھے۔ اُس نے حکم دیا کہ سونے چاندی کی صندلیاں بنائی جائیں کہ دربار عام میں شاہزادے اور سرافراز و ممتاز امیر بادشاہ کے حکم سے اِس پر بیٹھیں۔ غالب یہ ہے کہ دنیا کے بزرگان فطرت کے دل فقط مال ہی کے دینے سے صید نہیں ہوتے بلکہ جب تک اُس کا جاہ و اعتبار نہ زیادہ کیا جائے اون کے دل نہیں تسخیر ہوتے۔

جبوقت بابر نے کابل سے قندہار کی طرف توجہ کی ہے اور کابل کا اہتمام ہمایوں کو سپرد کیا ہے تو ایک دن دشت و مرغزار کی سیر کرتا تھا اوس نے مولانا روح اللہ سے کہا کہ میرا دل یہ چاہتا ہے جو تین آدمی مجھے راہ میں ملیں اونکے نام سے فال لوں اور اساس سلطنت کو اوسپر بنا کروں مولانا نے کہا کہ ایک آدمی کا نام اوسکو اکتفا کریگا۔ اِس کا جواب دیا کہ میرے دل میں تو یہی آتا ہی کہ تین آدمیوں کے نام سے فال لوں۔ کچھ مسافت طے کی تھی کہ ایک بوڑھا راستہ میں ملا اُس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اوس نے کہا کہ مراد خواجہ۔ پھر دوسرا شخص ملا جو گدھے پر لکڑیاں لادے جاتا اوس سے نام پوچھا تو اوس نے کہا کہ میرا نام دولت خواجہ ہے تیسرا شخص ملا جو گائے چراتا تھا جب اُس سے نام پوچھا تو اوس نے کہا کہ سعادت خواجہ۔ اوس نے دین دنیا کی مہام کا انتظام مراد۔ دولت۔ سعادت پر رکھا اوس نے اپنے تمام ملازموں کو اور ممالک محروسہ کو تین قسم میں تقسیم کیا۔ اخوان۔ اقربا۔ امرا وزرا کل سپاہیوں کا نام اہل دولت رکھا۔ ظاہر ہے کہ بغیر اونکی مساعدت کے معارج دولت و اقبال پر عروج میسر نہیں ہوتا۔ حکما۔ علما۔ صدور۔ سادات۔ مشائخ قضاۃ و شعرا اور سائر فضلا و موالی و اشراف اور اہالی کو اہل سعادت کہا کیونکہ اسی فرقہ کی

مصاحبت سے سعادت ابدی پر استعداد ہوتا ہے ارباب بیوتات اور اصحاب حسن صوری اور اہل نغمہ وساز کا اہل مراد نام رکھا۔ یہی جمہور کی مراد ہوتے ہیں۔ اسطرح ہفتہ کے دنوں کو اہل دولت واہل سعادت واہل مراد سے منسوب کیا۔ اس طرح کہ روز شنبہ و پنجشنبہ کو اہل سعادت سے متعلق کیا ان دونوں دنوں میں وہ تناظم علم وعبادات کے ناظموں پر توجہ کرتا تھا اور اہل سعادت کے ساتھ ان دنوں سے مخصوص کرنے کی یہ وجوہ تھیں کہ شنبہ منسوب ہے زحل کے ساتھ اور زحل مربی مشایخ وخاندانہائے قدیم کا ہے۔ پنجشنبہ مشتری سے متعلق ہے وہ علماء اور کل اشرافوں کا ستارہ ہے یکشنبہ وسہ شنبہ اہل دولت سے متعلق تھا۔ مہام بادشاہی اور انتظام امور جہانبانی ان دنوں سے مخصوص تھے۔ اور اس طرح معین کرنے میں حکمت یہ تھی کہ یکشنبہ آفتاب سے متعلق ہے کہ اسکی تربیت کے پرتو سے سلطنت وفرمانروائی ہوتی ہے سہ شنبہ متعلق ہے مریخ سے اور مریخ سپاہی کا مربی ہے۔ روز دوشنبہ وچہارشنبہ اہل مراد کے دن تھے۔ ان دنوں میں بعض ندیم وخواص اور بعض اور اہل مراد عنایت خاص سے مخصوص ہوتے تھے اور اس خصوصیت کی وجہ یہ تھی کہ دوشنبہ قمر سے تعلق رکھتا ہے اور چہارشنبہ عطارد سے ان دونوں کو امور بیوتات سے خاص مناسبت ہے روز جمعہ کو اپنے نام کے مطابق جامع مراتب مذکور کا بنایا تھا طبقات انام بادشاہی فیض عام سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

اوس نے یہ بھی اختراع کیا کہ بادشاہ جس وقت بزم دیوانی میں تخت پر بیٹھے۔ تو نقارہ بجایا جائے کہ جس سے طوائف مردم کو اطلاع ہو جائے۔ اور جس وقت دیوان سے بادشاہ اٹھے تو بندوقیں چھوڑی جائیں کہ خلایق کو آگاہی ہو۔ اس روز چند خلعت کمر کیراقچی اور اشرفیوں کی چند تھیلیاں خزانچی رکھے تاکہ بخشش اور خلق کی کارروائی میں تاخیر نہو۔ چند شجاع جوشن دار سلاح لگا کے بادشاہ پاس کھڑے رہتے۔

اوس نے تین تیر زرین مطلا اختراع کئے تھے اور اونکے نام سہم السعادت وسہم الدولت و سہم المراد رکھے تھے۔ اون میں ہر ایک تیر ارکان دولت سے اور اونکے سوا اور سے بھی تعلق رکھتا تھا۔ اس سرکار کی مہمات اسی کے حسن اہتمام سے سرانجام پائیں اور یہ مقرر تھا کہ جب تک ان صاحب سہام میں سے ہر ایک اپنے امور متعلقہ میں ایسی کوشش کرتا کہ وہ رضاء الہی کا مستلزم اور دولتخواہی

کا مستوجب ہوتا تو بادشاہ کا منظور عنایت رہتا اور مسند اختیار میں ثابت و پایدار۔ اگر وہ شراب جاہ سے بدمست ہوکر حد اعتدال سے باہر قدم رکھتا یا اپنی غرض کے سبب سے دولتخواہی میں چشم پوشی کرتا اور مال کے جمع کرنے پر اپنی ہمت کو مقصور کرتا تو وہ معزول ہوتا۔

خواندمیر مورخ نے قانون ہمایونی میں لکھا ہے کہ میری ملازمت کے زمانہ میں سہم السعادت مولانا محمد فرغلی کو سپرد تھا۔ وہ حل و عقد و قبض و بسط مہمات سادات و مشایخ و علما و قضاۃ ارباب درس و علم و تحقیق و استحقاق ارباب عمائم و عزل و نصب متکفلان امور دین و تعین وظائف و سیور غالات اسکی ذات سے مختص تھے۔ سہم الدولہ امیر ہندو بیگ کی تفویض میں تھا رتق و فتق و بست و کشاد مہام اعظم امرا و اکابر وزرا اور تمام متصدیان اعمال سلطانی و متکفلان امور دیوانی و قرار مواجب عساکر و مراتب ملازمان درگاہ اسکو مفوض تھے۔ سہم المراد امیر ویسی کو سپرد تھا وہ مہمات بیوتات و ترتیب اسباب تجمل و حشمت و تکمیل موجبات تفاخر و عظمت میں مشغول رہتا۔ اُسکے مخترعات میں سے تیروں کی تقسیم بارہ قسم پر ہے اور اوس نے طبقات انام میں سے ہر ایک کے واسطے ایک تیر مقرر کیا تھا اور اسی سے طوائف خلائق کے مراتب کا اندازہ ہوتا تھا۔ تیر دوازدہم ترکش بادشاہی سے مخصوص تھا۔ تیر یازدہم منسوب تھا اقربا۔ اخوان و زمرہ سلاطین زادوں سے کہ ملازم بادشاہی تھے۔ تیر دہم متعلق سادات و مشایخ و علما سے۔ تیر نہم متعلق امرا اعظم سے تیر ہشتم مقربان اور ایلچیان صاحب منصب سے اور تیر ہفتم کل ایلچیوں سے تیر ششم قبائل کے سرخیلوں سے تیر پنجم یکہ جوانان بہادر سے۔ تیر چہارم تحویلداروں سے تیر سوم خوانین جرگہ سے تیر دوم شاگرد پیشہ گان سے تیر اول دربانوں اور پاسبانوں اور اس قسم کے آدمیوں سے۔ اسکے مخترعات میں سے یہ تھا کہ سرکار سلطنت کی مہمات کو اربعہ عناصر کی تعداد کے موافق حصے کیے گئے آتشی ہوائی آبی خاکی۔ ان چاروں سرکاروں کی مہمات کے جاری کرنے کے لئے ایک وزیر مقرر تھا۔ مہمات توپ خانہ ترتیب اسلحہ و آلات حرب اور تمام کام جن میں آتش کو دخل ہو سرکار آتشی کہلاتے تھے۔ اور اوسکی وزارت خواجہ عبد الملک کو سپرد تھی۔ مہمات کرکیراق خانہ باورچی خانہ و اصطبل اور ضروریات شتر خانہ و اشتر خانہ کا سرانجام دینا سرکار ہوائی کہلاتی تھی۔ خواجہ لطف اللہ کو اسکا اختیار تھا۔ سامان شربت خانہ مستوچی خانہ و جریان انہار اور وہ مہمات کہ آب سے منسوب تھیں سرکار آبی کہلاتی تھیں۔ اور اس سرکار کی وزارت پر خواجہ حسن معین تھا۔ مہمات زراعت و عمارات و ضبط خالصات

اور بعض بیوتات سرکار خاکی سے موسوم تھیں۔ اس سرکار میں وزارت خواجہ جلال الدین مرزا بیگ سے منسوب تھی۔ ان سرکاروں میں ہر ایک میں ایک امیر کو دخل تھا مثلاً امیر ناصر قلی میر سرکار آتشی تھا اور ہمیشہ جامہ سرخ پہنتا تھا۔

اسکے اختراعات میں سے یہ تھا کہ استادنجاروں سے چار بڑی بڑی کشتیاں بنائیں اور دریائے جمن میں ڈلوائیں اور ہر ایک کشتی کے چہار طاق تھے جن کے دو طبقے بہت بلند تھے۔ اور ان کشتیوں کو آپس میں اس طرح وصل کیا تھا کہ وہ چار طاق ایک دوسرے کے محاذی رہتے۔ ان چار کشتیوں میں دو کشتیوں کے درمیان ایک مثمن حوض نمودار ہوتا۔

بادشاہ کے اختراعات میں سے یہ بھی تھا کہ کشتیوں میں دکانوں کی ترتیب اور بازاروں کی آرایش ہوتی تھی سنہ ۹۳۹ میں بادشاہ فیروز آباد دہلی سے اکثر امرا اور ارکان دولت وغیرہ کیساتھ دارالخلافت آگرہ میں دریا کی راہ سے ایسی کشتیوں میں بیٹھ کر گیا کہ ایک ایسا بازار جمنا میں رواں تھا کہ اوس میں جس چیز کو کسی کا جی چاہتا خرید لیتا۔ اور اسی طرح باغبانان بادشاہی نے بادشاہ کے حکم سے روضۂ آب پر باغ رواں مرتب کیا تھا۔ ایسے ہی بادشاہ نے جسر رواں ایجاد کیا تھا۔

بادشاہ کا سب سے زیادہ عمدہ اختراع محل رواں تھا۔ اُس کی تین منزلیں تھیں جو چوب سے تراشی گئی تھیں اور استادنجاروں نے اوسکے اجزا ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وصل کئے تھے کہ جو کوئی دیکھتا تو جانتا کہ یک پارہ ہے مگر جس وقت چاہو اوسکے اجزا جدا کر کے جہاں چاہو لیجاؤ۔ طبقۂ اعلیٰ کی نردبان ایسی تراشی تھی کہ جسوقت چاہو اوسکو کھول لو اور جب چاہو لپیٹ لو۔ بادشاہ نے ایک تاج بھی ایجاد کیا تھا جس کی رفعت و لطافت حد اعتدال رکھتی تھی۔ اسکے گرد حاشیہ تھا جس میں دو فرجہ نمایاں تھے۔ اور ہر فرجہ سات کی صورت رکھتا تھا۔

بادشاہ نے ایک خرگاہ اختراع کیا تھا اوس کی تقسیم بارہ حصوں میں آسمان کے برجوں کی طرح کی اور ہر برج میں ایک پنجرہ لگایا کہ اُس کے سوراخوں میں سے کواکب دولت کے انوار چمکتے تھے اور ایک اور خرگاہ مثل فلک الافلاک کے جو محیط فلک ثوابت ہے بنایا جو اُس خرگاہ کو سب طرف سے احاطہ کئے ہوئے تھا اور جیسے کہ فلک اطلس نقوش سے مبرا ہے یہ خرگاہ بھی پنجرہ سے معرا تھا غرض اس نے خرگاہ کیا بنایا تھا۔ زمین پر آسمان کا نقشہ اوتارا تھا۔

اسکے مخترعات میں سے بساط نشاط بھی تھا - اس بساط میں دو دائرہ افلاک و کرات عناصر بنائے تھے دائرہ اول کہ فلک اطلس سے منسوب تھا سفید رنگ تھا - دوسرا کبود - تیسرا زحل کی مناسبت سے سیاہ - چہارم کہ محل برجیس ہے صندلی - اور پنجم کہ بہرام سے متعلق ہے لعلی - ششم کہ خانہ نیر اعظم ہے زریں ہفتم کہ منزل ناہید ہے سبز روشن - دہشتم کہ جائے عطارد ہے سوسنی - دائرہ نہم کہ منزل قمر ہے سفید - دائرہ قمر کے بعد کرۂ نار و ہوا کو بالترتیب مرتب کیا تھا - اسکے بعد کرۂ خاک و آب تھا - اور ربع مسکون کو سات اقالیم میں تقسیم کیا تھا - اپنی ذات کے لئے دائرہ زرین اختیار کیا تھا - اور اس میں سر آرائے خلافت ہوتا - اور ہر طائفہ کو سبعہ سیارہ کے ساتھ منسوب کرکے بیٹھنے کا حکم تھا - مثلاً امراء ہندی کو دائرہ زحل میں سادات و علماء کو دائرہ مشتری میں - جو آدمی ان دائروں میں بیٹھتے وہ قرعہ ڈالتے جس کی ہر جانب میں ایک شخص کی صورت بوضع غیر مکرر بنی ہوئی تھی اس کے موافق وہ مامور ہوتے اور جو قرعہ پھینکتا اور جو صورت کہ اوپر آتی اس ہیئت سے وہ دائرہ میں بیٹھتا مثلاً اگر کھڑے ہوئے آدمی کی صورت قرعہ میں آتی تو وہ کھڑا رہتا اور اگر بیٹھے ہوئے آدمی کی تو بیٹھتا اور مضطجع صورت ہوتی تو وہ تکیہ لگاکے بیٹھتا اور اوسکو بڑی خوشی ہوتی -

یہ بھی اوسکے اختراعات سے تھا کہ ہر روز سے جو ستارہ منسوب تھا اُسی کے رنگ کا لباس پہنا جاتا مثلاً اتوار کو زرد لباس پہنا جاتا کہ آفتاب کا رنگ ہے - دوشنبہ کو لباس سبز کہ وہ قمر سے متعلق ہے اور یہی قیاس - اوسکے اختراعات میں سے طبل عدل تھا - اگر کسی دادخواہ کی کسی سے مخاصمت ہوتی تو وہ طبل پر چوب لگاتا - اگر اوس کا مظلمہ عدم وصول علوفہ ہوتا تو دو دفعہ نقارہ کو بجاتا - اگر کسی ظالم نے اسکا مال چھین لیا یا چور چرا کر لیگیا ہوتا تو تین دفعہ نقارہ کو بجاتا - اور اگر کسی پر خون کا دعویٰ ہوتا تو چار دفعہ نقارہ بجاتا -

کہتے ہیں کہ ہمایوں اوامر و نواہی کا ایسا پابند تھا کہ بے وضو خدائے عزوجل کا نام نہیں لیتا تھا - ایکدن کا ذکر ہے کہ اوسنے میر عبدالحی صدر کو عبدل کہہ کر پکارا جب وضو سے فارغ ہوا تو میر سے کہا کہ آپ معذور رکھئے کہ مجھے وضو نہ تھا اور حی خدا کا نام ہے اسلئے آپ کا پورا نام نہیں لیا - صوم و صلوٰۃ و فرض و سنن و تلاوت قرآن کا بڑا مقید تھا - کبھی وہ قسم نہ کھاتا اور فحش لفظ زبان پر نہ لاتا بہت غصہ ہوتا تو صرف لفظ سفیہ بولتا مسجد میں پہلے بایاں پاؤں نہ رکھتا - سب لوگ اسکو

مذہب سُنی حنفی جانتے تھے مگر اوس کے ساتھ اہل بیت رسول اللہ سے محبت ایسی رکھتا تھا کہ وہ امامیہ مذہب کا طرفدار معلوم ہوتا تھا۔ امامیہ مذہب کے آدمیوں کے ہاتھ میں اوسکی سلطنت کا سارا اختیار رہتا جیسے بیرم خاں اور اہل ایران۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ حمید اوس کی مجلس میں آیا اور جذبہ میں آکر کہنے لگا کہ ہمارے بادشاہ کا سارا لشکر رافضی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ آپ کیا کہتے ہیں۔ تو اوس نے جواب دیا۔ کہ میں حضور کے لشکر میں۔ یار علی کفش علی حیدر علی وغیرہ سپاہیوں کے نام سنتا ہوں کسی کا نام اصحاب کے نام پر نہیں سنتا۔ بادشاہ اوس پر بہت برآشفتہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میرے دادا ہی کا نام عمر شیخ ہے اور یہ کہہ کر محل میں چلا گیا۔ مرزا کامران اسکا بھائی متعصب سنّی تھا۔ اُس سے اکثر شیعہ و سنّی مذہب کی ظرافت آمیز باتیں ہوا کرتی تھیں جب شیر شاہ سے شکست پاکر ہمایوں پنجاب کو جاتا تھا مرزا کامران اوسکے ہمراہ تھا۔ تو ایک قبرستان میں دونوں کے گذرنے کا اتفاق ہوا وہاں ایک کُتّے کو دیکھا کہ ایک قبر پہ موت رہا تھا۔ مرزا کامران نے اوس کُتّے کو دیکھ کر بادشاہ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ظاہرا یہ قبر کسی رافضی کی معلوم ہوتی ہے۔ بادشاہ نے مسکراکر کہا کہ سچ ہے یہ کتا سنّی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جہانبانی جنّت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ غازی ایسی صفات کے ساتھ موصوف تھا کہ ہمیشہ اُس کا نام سلاطین عظام کی فہرست میں لکھا جائیگا کمتر ایسے بادشاہ ہوئے ہیں۔ جو بادشاہ کے گھر میں پیدا ہوئے ہوں اور اونہوں نے تجربہ سلطنت اِس محنت و مشقت سے حاصل کیا ہو۔ یہ بھی اس بادشاہ کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ اُس کا باپ بابر تھا جو اکابر عالم میں شمار ہوتا ہے۔ اور بیٹا اکبر تھا جو پیغمبر سلاطین ہوا۔

ریویو

اس تھوڑے ہی عرصہ میں جو انقلابات واقع ہوتے وہ ہندوستان کی تاریخ میں اپنا نہایت تعجب خیز تماشہ دکھاتے ہیں۔ بھلا یہ کب خیال میں آتا تھا کہ بابر کی ترکی بہادر سپاہ دس برس میں ایسی عیش دوست و آرام طلب ہو جائیگی کہ قنوج میں اس طرح شکست پائیگی اور سلطنت کو یوں کھوئیگی پھر اس سے اور زیادہ بعید از خیال ہوتا تھا کہ اس جنگ کی فتحمند افغانی سپاہ تھوڑے عرصہ میں ایسی ضعیف ہو جائیگی کہ اپنے مغلوبوں کے ہاتھ سے جوتیاں کھائیگی۔ اور خود مغلوب ہو جائیگی۔ یہ

ہندوستان بھی عجیب وفاباز بیوفا معشوقہ ہے کہ جو اوس کی بغل میں بیٹھتا ہوا اس پر بھروسہ کرکے سویا اُسی کو وہ ردولاتی ہوئی اُٹھاکے اپنے سے دُور پھینکتی ہے - مرزا حیدر نے جو قنوج کی جنگ میں شریک تھا ہمایوں کی سپاہ کا حال جو لکھا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سپاہ نے پانی پت کے میدان میں سپاہگری و بہادری کے جوہر دکھائے تھے تھوڑے دنوں میں اوس کی نامردی کا حال یہ ہوگیا تھا کہ قنوج میں ۲۷ توقتار اسلئے چھپائے گئے تھے کہ اونکے دکھانے سے امرا کی جان نکلتی تھی - ہر امیر کے ساتھ اتنے ملازم نوکر غلام تھے جن کے اژدہام نے سپاہیوں کی صف بندی نہونے دی - پہلے اس سے کہ ایک خون کی بوند زمین پر گرے یہ امرا جان بچا کے دریا میں بھاگے جہاں وہ اپنے ہی ہتھیاروں کے بوجھ سے ڈوب ڈوب کر مر گئے جوانمرد سپاہ بابری کا حال اُسکے بیٹے کے زمانہ میں یہ ہوا اور شیر شاہ کی سپاہ جرار کا اس سے بدتر حال ہوا کہ ایک بقال اُسکا سپاہ سالار بنا جو افغانوں کو جو چاہتا سو کہتا - یہ ساری خرابیاں حکومت شخصی کی ہیں کہ لایق اور نیک بادشاہوں کے اختیار میں نہیں ہوتا کہ وہ اپنے لایق نکو کار قایم مقام مقرر کریں جس انتظام اور حکومت کی ذات خاص سے وابستہ ہوتا ہے وہ جمہور کی نیکیوں پر موقوف نہیں ہوتا کہ دیرپا ہو جہاں بادشاہ کا خاتمہ بالخیر ہوا اوسکے انتظام کا بھی خاتمہ ہوا - شخصی انتظام تھوڑے عرصہ کا مہمان ہوتا ہے -

ہے اگر علیحدہ کوئی خریدے گا تو بہ تفصیل بالا اُس کے ہاتھ بیچے جائیں گے یکمشت دس حصوں کے خریدار کو انکی قیمت بلا جلد (عہ) علاوہ محصول۔

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصر ہند مؤلفہ جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب مرحوم یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی گئی ہے (حصہ اوّل) بطور تمہید ۱۸۳۷ء تک لکھا ہے کہ انگلینڈ کو ہندوستان سے کس طرح تعلق پیدا ہوا اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیونکر نکالا اور اپنی فرمانروائی کا سلسلہ کس طرح جمایا۔

(**دوسرے حصے**) میں ۱۸۳۷ء سے ۱۸۴۸ء تک کے حالات لکھے ہیں جس میں والیان ہند سے جنگ و پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیلی درج ہیں۔

(**تیسرے حصے**) میں ۱۸۴۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کے جس میں ملکہ وکٹوریا نے وفات پائی حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کو بتفصیل بیان کیا ہے۔ دہلی کا بیان مولف نے اپنی چشم دید لکھا ہے۔

حصہ چہارم) میں ان محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے یورپ ایشیا افریقہ میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ ٹرانسوال، جنگ سوڈان اور مصر ہیں۔

پانچویں حصے) کا نام آئین قیصری ہے اس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں:
ساری دنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے۔ ہند اور انگلینڈ میں گورنمنٹ کیونکر منتظم ہوئی وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ ہندوستان کے لئے قوانین کیونکر مدوّن ہوئے۔ عدالتیں کیونکر قائم ہوئیں بحری و بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں سپاہ کیونکر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۲۰) **قیمت** ہر پنج حصص بلا جلد عہ

ملنے کا پتہ۔ آنریری مینیجر بک ڈپو مدرستہ العلوم علی گڑھ
دیگر ہر قسم کی کتابوں کے لئے مفصل فہرست طلب فرمایئے جو بالکل مفت روانہ کیجاتی ہے

(مزید کتب کے لئے ملاحظہ ہو فہرست کلاں جو مفت ملتی ہے)

بفضلِ خدا

انسٹیٹیوٹ پریس میں (جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قایم کیا ہوا اور محمدن کالج کی ملک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) لوہے اور پتھر دونوں قسم کے چھاپوں میں اردو انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہے۔ اہلِ ذوق و ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہی۔

مطبع کو اس کے قدیم و اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں اُن کی نقل عند الطلب روانہ کیجا سکتی ہی۔

علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکاری اخبار ہی اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جسمیں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں قیمت سالانہ چار روپیہ للعہ ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے عہ نمونہ مفت۔ اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہی۔ ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے پتہ :۔

مینجر صاحب انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڈھ